فتاوی علماء ہند

جلد-۱۶

تیار کردہ

منتخب علماء ہند

زیر سرپرستی

حضرت مولانا مفتی انیس الرحمن قاسمی

زیر نگرانی

حضرت مفتی محمد اسامہ شمیم الندوی

باهتمام

منظمة السلام العالمية
ممبائی۔ الہند

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں۔

نام کتاب	:	فتاویٰ علماء ہند (جلد-۱۶)
زیر سرپرستی	:	حضرت مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب
زیر نگرانی	:	حضرت مولانا محمد اُسامہ شمیم الندوی صاحب
سن اشاعت	:	جون ۲۰۱۸ء
تعداد اشاعت	:	ایک ہزار
کمپوزنگ وڈیزائننگ	:	محمد رضاء اللہ قاسمی
ناشر	:	**منظمة السلام العالمية، ممبائی، الهند**

یہ کتاب "منظمة السلام العالمية" کی
طرف سے ہدیہ ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے
وقف ہے، اس کو بیچنا جائز نہیں ہے۔

منظمة السلام العالمية

Global Peace Organisation (GPO)

Email: gpo.org@yahoo.com Mob. : +91-7303 7076 05

کتاب الصلاۃ

(باب الجنائز)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال اللّٰہ تعالی:

﴿تَبَارَکَ الَّذِی بِیَدِہِ الْمُلْکُ وَھُوَ عَلَی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیرٌ ○ الَّذِی خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیَاۃَ لِیَبْلُوَکُمْ أَیُّکُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا وَھُوَ الْعَزِیزُ الْغَفُورُ﴾

(سورۃ الملک: ۱۔۲)

عن علی بن أبی طالب أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم قال لہ:
یاعلی! ثلاث لا تأخرھا:
الصلاۃ إذا أتت والجنازۃ إذا حضرت والأیم إذا وجدت لھا کفواً.

(رواہ الترمذی،باب ماجاء فی تعجیل الجنازۃ: ۲۰۶/۱،قدیمی،انیس)

عن الحصین بن وحوج:
أن طلحۃ بن البراء مرض فأتاہ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یعودہ فقال:
إنی لأریٰ طلحۃ إلا قد حدث فیہ الموت فأذنونی بہ وعجلوا فإنہ لا ینبغی لجیفۃ مسلم أن نجس بین ظھرانی أھلہ.

(سنن أبی اؤد، باب تعجیل الجنازۃ: ۹٤/۱)

فہرست عناوین

نمبر شمار	عناوین	صفحات

فہرست مضامین (۵-۳۵)

موت کے وقت کے مسائل (۴۳-۶۶)

نمبر شمار	عناوین	صفحات

غسل کے احکام و مسائل (۶۷-۱۲۲)

کفن کے احکام ومسائل (۱۲۳-۱۷۶)

نمبر شمار	عناوین	صفحات

جنازہ کی نماز کا بیان (۱۷۷-۵۰۳)

نمبر شمار	عناوین	صفحات

نمبر شمار	عناوین	صفحات

صفحات	عناوین	نمبر شمار

نمبر شمار	عناوین	صفحات

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(٦١٨)	رضاعی بہن سے نکاح کرنا کرانا کفر نہیں، اس کی نماز جنازہ درست ہے	۳٦۲
(۵۱۹)	یہ کہنا کہ میری نماز جنازہ نہ پڑھنا کفر نہیں ہے، اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی	۳٦۳
(۵۲۰)	فاسق کی نماز جنازہ بھی ضروری ہے	۳٦۳
(۵۲۱)	حالت نزع میں کلمہ کا انکار کرنے والے کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی	۳٦۳
(۵۲۲)	فاسق وفاجر کی نمازِ جنازہ اور مودودی صاحب کی رائے	۳٦۴
(۵۲۳)	فاسق وگنہ گار مسلمان کی نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے	۳٦۹
(۵۲۴)	رمضان المبارک میں اعلانیہ کھانے والے کا جنازہ	۳۷۰
(۵۲۵)	علی الاعلان گناہ کرنے والی کی جنازہ اہل علم حضرات نہ پڑھیں	۳۷۰
(۵۲٦)	منکرات کی وجہ سے نماز جنازہ ترک نہ کی جائے	۳۷۱
(۵۲۷)	بدعتیوں کی نماز جنازہ پڑھنی چاہیے	۳۷۱
(۵۲۸)	مرتکب کبیرہ کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی؛ مگر کافر کی نہیں	۳۷۱
(۵۲۹)	جڑواں دو بچوں کے جنازہ پر نماز ایک ہے، یا دو	۳۷۲
(۵۳۰)	جڑواں بچوں میں ایک زندہ پیدا ہوا تو جنازہ زندہ پیدا ہونے والے کی پڑھی جائے گی	۳۷۲
(۵۳۱)	کافر کا نابالغ بچہ جو مسلمان کی پرورش میں ہو اس پر نماز جنازہ کا حکم	۳۷۳
(۵۳۲)	مسلمان کے زیر پرورش کافر کے بچے کی جنازہ جائز نہیں	۳۷۵
(۵۳۳)	کافر نے اپنا چھوٹا بچہ مسلمان کو دے دیا، اس پر نمازِ جنازہ	۳۷٦
(۵۳۴)	مشرک کے بچہ پروردہ مسلم پر نماز جنازہ پڑھنا	۳۷۸
(۵۳۵)	ہندو بچہ جسے مسلمان نے خریدا، اس کی نماز جنازہ اور دفن کفن درست نہیں	۳۷۹
(۵۳٦)	کافر کا بچہ جو مسلمان کے پاس مرجائے	۳۸۰
(۵۳۷)	کافر کے بچے کا جنازہ جو مسلمان کے زیر پرورش مرجائے	۳۸۰
(۵۳۸)	باپ مسلمان ہے، ایسے بچہ کی نماز جنازہ	۳۸۳
(۵۳۹)	مسلم عورت کی کافر مرد سے ہونے والی اولاد پر نماز جنازہ	۳۸۳
(۵۴۰)	اگر کافر کا بچہ مسلمان کی تحویل میں ہو تو بچے کی نماز جنازہ کا حکم	۳۸۴
(۵۴۱)	مردہ بچہ کی نماز جنازہ کا حکم ائمہ اربعہ کے نزدیک	۳۸۴

نمبر شمار	عناوین	صفحات

صفحات	عناوین	نمبر شمار

☆ ☆ ☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلمة الشكر

الحمد للّٰه الذى خلق الموت والحياة ليبلوكم أيكم أحسن عملاً وهو العزيز الغفور، ينقلهم من دار الآلام وأنواع الأسقام وصنوفِ الأخطار، دار الحسد والكدر والنكد والخوف والجوع، دار اللهو واللعب والفخر والزينة والاغترار، ينقلهم إلى دار الملك والخلد والبقاء وجوار المحسن العزيز الغفار، دار الأمن من جميع المخاوف وفيها ما تشتهيه الأنفس وتلذ الأعين وتختار، وأشهد أنّ سيدنا محمدًا عبده ورسوله، صلى الله عليه وعلى آله وصحبه وسلم تسليمًا.

الحمدللہ! فتاوی علماء ہند کی سولہویں جلد آپ کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے، بطور خاص اس جلد میں موت کے وقت کے مسائل مذکور ہیں۔ نیز غسل کے احکام ومسائل، کفن وجنازہ کی نماز کا بیان تفصیلاً آیا ہے۔

رب ذوالجلال کا احسان ہے کہ اس نے موت وحیات کو پیدا کر کے انسانیت کے سفر کی تکمیل کردی؛ اس لیے کہ موت وہ پل ہے، جس کو پار کر کے سعادت مند نفوس ہمیشہ ہمیش کی زندگی کا مزہ چکھتے ہیں، لذتوں کو توڑنے والی چیز موت ہے، اس کا تذکرہ نفوس کو موت کی تیاری کے لیے آمادہ کرتا ہے۔

كل نفس ذائقة الموت

میں اس بات پر اللہ تبارک وتعالی کا جتنا بھی شکرادا کروں کم ہے کہ اس مجموعے کو علمائے کرام وہ مفتیان عظام نے محبت کی نگاہوں سے دیکھا ہے۔قارئین کرام سے درخواست ہے کہ احباب منظمۃ السلام العالمیہ کے لیے خاتمہ بالخیر کی دعافرمائیں، بالخصوص بندہ کو بھی حیاومیتا دعاؤں میں یادرکھیں۔

بندہ شمیم احمد

ناشر فتاویٰ علمائے ہند

خادم منظمۃ السلام العالمیۃ، ممبئی (انڈیا)

۷رذی الحجہ۱۴۳۹ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰه والصلاة والسلام على رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه ولم وعلى آله وأصحابه واتباعه أجمعين

محترم ومکرم جناب مولانا اسامہ شمیم الندوی صاحب وکارکنان　　حفظکم اللّٰہ تعالیٰ

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر وعافیت ہوگا۔

آپ کی جانب سے مرسلہ فتاویٰ علماء ہند کا پارسل موصول ہوا، اطلاعا عرض ہے، جواب میں تاخیر سے معذرت خواہ ہوں، پارسل موصول ہونے کے متصلاً بعد دوسفر بیرون ملک کے ہوگئے، بایں وجہ جواب میں تاخیر ہوئی۔ فتاویٰ کے چند مواضع کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ آپ حضرات کے ذریعہ پچھلے دوسوسال کے دوران ہندوپاک (متحدہ انڈیا) کے مستند علما اور اہل افتاء کے جتنے فتاوے شائع ہوئے ہیں، ان کو یکجا جمع کیا جارہا ہے۔ حوادث زمان اور پیش آمدہ مسائل کے حل کے لیے ہر دور میں لوگوں نے علماء اور اہل افتاء کی طرف مراجعت کی اور ان کے جوابات سے اپنے دینی، معاشرتی ومعاشی اور تمدنی مسائل وغیرہ امور میں رہنمائی حاصل کی ہیں، بایں وجہ اگر تاریخ فتاویٰ اور علم فقہ کا تعمق سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ استفتا، فتاویٰ نویسی اور جمع فتاویٰ کی تاریخ بہت قدیم ہے، اس کا آغاز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے ہی ہوگیا تھا، کتب سیر اور تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ وصحابیات رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے براہ راست زبانی یا بشکل تحریر استفتا کیا ہے۔

دور رسالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود مفتی تھے اور منصب افتا پر فائز تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتویٰ دیا کرتے تھے، احیاناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم (کسی سائل کے جواب میں) انتظار وحی کے بعد نزول وحی نہ ہونے کی صورت مین اجتہاد فرمالیا کرتے تھے اور بصوک وک من جانب اللہ آپ کو متوجہ فرمادیا جاتا۔ (تيسير التحرير: ۱۸۵، كشف الأسرار شرح أصول البزدوي: ۲۰۵/۳، أصول السرخسي: ۹۱/۲، المحصول للرازي: ۵٤/۵، نهاية السول شرح منهاج الوصول، ص: ۳۹۸، دار الكتب العلمية، تيسير الوصول إلى منهاج الأصول من المنقول والمعقول: ۲۸٤/٦، الإحكام في أصول الأحكام: ۱٦۵/٤، المسؤلة الأولىٰ النبي صلى اللّٰه عليه وسلم هل كان متعبدقا بالإجتهاد فيما لا نص فيه) گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس امت کے سب سے پہلے مفتی ہیں۔ (أول من قام بهذا المنصب الشريف سيد المرسلين وإمام المتقين وخاتم النبيين، عبداللّٰه ورسول وأمينه على وحيه وسفيره بينه وبين عباده فكان يفتي عن اللّٰه بوحيه المبين، الخ. (إعلام الموقعين عن رب العالمين، الفصل الأول من وقع عند اللّٰه: ۹/۱) یوں تو آپ کے فرمودات ہی آپ کے فتاویٰ (احادیث) کا مجموعہ ہے، جو شریعت اسلامیہ کا دوسرا ماخذ ہے، صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے بھی پیش آمدہ مسائل وحوادث میں آپ سے استفتا کرکے جوابات حاصل کئے گئے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابہ کو جو جوابات عنایت فرمائے، ان کے مجموعہ مستقل کتابی شکل میں ائمہ نے جمع کئے ہیں۔ (جیسا کہ موسوعة فتاوىٰ النبي صلى الله عليه وسلم ودلائلها الصحيحة من السنة الشريفة لابن خليفة عليوى، أقضية رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وآله وسلم محمد بن الفرج القرطبي المالكي، أبوعبداللّٰه، ابن الطلاع، ويقال الطلاعي (المتوفى: ٤۹۷ ھ) فتاوىٰ رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم لابن القيم) آپ ان فتاویٰ کے ذریعہ ہر باب میں امت کی رہنمائی کی ہے۔ عبادات، معاملات، معاشرت، اخلاقیات وآداب وغیرہ میں آپ کے فتاویٰ مشعل راہ ہیں، آپ کے عہد مبارک میں آپ کے علاوہ کوئی دوسرا فتویٰ دینے والا نہیں ہوتا تھا، البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ باجازت نبوی صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین فتویٰ دیا کرتے تھے۔ (الإحكام في أصول الأحكام: ۱۷۵/٤، المسألة الثانية الاختلاف في جواز الاجتهاد لمن عاصر النبي عليه السلام، التراتيب الإدارية: ۳۷۰/۱) بعض صحابہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی علاقہ میں مفتی وقاضی بنا کر بھیجا کرتے تھے تو وہ منصب افتا وقضا پر فائز ہوتے اور لوگوں کی رہ نمائی کرتے، جیسے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو آپ نے یمن بھیجا اور انہیں قرآن وحدیث اور قیاس واجتہاد کے ذریعہ فتویٰ دینے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ طبقات بن سعد میں ایک مستقبل باب ''ذكر من كان يفتي بالمدينة ويقتدى به من

أصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم علی عهد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وبعد ذلک والی من انتهی علمهم: ۲/ ۲٥٤ ’’قائم کرکے اس میں متعدد صحابہ کے اسماء جمع کئے ہیں۔ سیر اعلام النبلاء میں بروایت محمد بن سہل بن ابی حثمہ مرقوم ہے: **کان الذین یفتون علی عهدرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ثلاثة من المهاجرین عمر وعثمان وعلی وثلاثة من الأنسار أبی بن کعب ومعاذ وزید.** (سیر أعلام النبلاء: ۱/ ٤٥٢،معاذ بن جبل بن عمرو بن أوس الأنصاری،مؤسسة الرسالة)

ویروی عن عبداللّٰہ بن نیار الأسلمی عن أبیه قال: کان عبدالرحمن بن عوف ممن یفتی فی عهد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وأبی بکر وعمر بما سمع من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم. (حوالہ سابق: ۱/ ۸٦)

آپ کے بعد فتویٰ کی ذمہ داری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے سنبھالی، حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین میں جو فتویٰ دیا کرتے تھے، ان کی مجموعی تعداد ایک سو تیس سے بھی زائد ہے، جن میں مرد اور عورتیں دونوں صنف شامل ہیں، البتہ زیادہ فتویٰ دینے والے سات تھے؛ یعنی فتویٰ کے اعتبار سے یہی سات صحابہ مکثرین ہیں؛ یعنی ان کے فتاویٰ کثرت سے ہیں، ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں: (۱) حضرت عمر بن خطاب، (۲) حضرت علی بن ابی طالب۔ (۳) عبداللہ بن مسعود، (۴) ام المومنین حضرت عائشہ، (۵) حضرت زید بن ثابت، (۶) حضرت عبداللہ بن عباس، (۷) حضرت عبداللہ بن عمر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

والذین حُفِظَتْ عنهم الفتوی من أصحاب رسول اللَّه صلی اللَّه علیه وسلم مائة ونَیِّف وثلاثون نفسًا، ما بین رجل وامرأة، وکان المکثرون منهم سبعة: عمر بن الخطاب، وعلیّ بن أبی طالب، وعبد اللَّه بن مسعود، وعائشة أم المؤمنین، وزید بن ثابت، وعبد اللَّه بن عَبَّاس، وعبد اللَّه بن عمر. (إعلام الموقعین عن رب العالمین، الفصل الأول من وقع عن اللّٰہ: ۱/ ۱۰)

علامہ ابن قیم نے اعلام الموقعین میں متوسطین اور مقلین صحابہ کے اسماء بھی تحریر فرمائے ہیں۔

دور صحابہ ہی میں اس منصب کو ان کے شاگردوں (تابعین) نے سنبھالا اور دور صحابہ کے بعد تابعین اور تبع تابعین رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کر کے اسے اگلی نسلوں تک منتقل کیا۔

جب صحابہ کرام کے زمانے میں فتوحات کا سلسلہ بڑھا اور دور دراز علاقہ تک اسلام کا پرچم لہرانے لگا اور صحابہ و تابعین دور دراز علاقوں میں پھیل گئے تو انہوں نے اپنے شاگردوں کی تربیت کر کے ان کو ان علاقوں میں پھیلا دیا، مدینہ میں حضرات سعید بن المسیب، عروہ بن زبیر، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ، قاسم بن محمد سلیمان بن یسار، خارجہ بن زید، ابوسلمہ بن عبداللہ بن عوف رحمہم اللہ تعالیٰ، ان حضرات کو فقہائے مدینہ یا فقہائے سبعہ کہا جاتا تھا، مکہ مکرمہ میں عطا بن ابی رباح، عبدالملک بن جریج، علی بن ابی طلحہ، کوفہ میں ابراہیم نخعی، علقمہ، عامر بن شراحیل شعبی، بصرہ میں حسن بصری، یمن میں طاؤس بن کیسان، شام میں مکحول وغیرہ (رحمہم اللہ رحمۃ واسعۃ) ان حضرات کے فتاویٰ مصنفات، سنن اور مسندات وغیرہ میں موجود ہیں اور بعض تابعین کے فتاویٰ موسوعہ کی شکل میں دستیاب بھی ہے۔

ثم صارت الفتویٰ فی أصحاب هؤلاء... (إعلام الموقعین عن رب العالمین،فصل من صار ت إلیه الفتوی من التابعین)

امام اعظم کے دور سے جمع فتاویٰ کا کام ایک خاص نظام کے تحت شروع ہو چکا تھا، آپ نے علماء کرام کی ایک جماعت (اکیڈمی) بنائی تھی، جس میں ہر فن کے ماہرین ہوتے تھے، اس مجلس فقہ کے ارکان شوریٰ ۴۰ر تھے اور امام صاحب اس مجلس میں بحیثیت صدر کے بذات خود شریک ہوتے، کوئی مسئلہ پیش آتا تو سب مل کر بحث و مباحثہ اور غور و خوض کرتے، جب سب علماء ایک بات پر متفق ہو جاتے تو امام ابوحنیفہ اپنے تلمیذ خاص امام ابو یوسف کو حکم دیتے کہ اس کو فلاں باب میں لکھ لو، اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسے لائق شاگرد عطا فرمائے کہ جنہوں نے آپ کے علوم کو دنیا کے چاروں اطراف میں پھیلا دیا، علامہ شامی کی تحقیق کے مطابق یہ تعداد چار ہزار تک ہے، چنانچہ خلفائے عباسیہ کے دور سے لے کر گزشتہ صدی کے شروع ہونے تک اکثر اسلامی ممالک فقہ حنفی قانونی شکل میں نافذ و رائج رہا۔ (مقدمة نصب الرأیة: ۱/ ۳۸، الجواهر المضیة: ۱/ ۳،مناقب أبی حنیفة للموفق أحمد المکی، امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ، ص: ۱۸۳-۱۸۴، مؤلفہ مفتی عزیز الرحمٰن صاحب بجنوری، فتاویٰ رحیمیہ: ۱/ ۱۳۶) اس کے بعد ہر دور میں اہل علم نے اس کام کو انجام دیا۔

کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فتاویٰ کا سب سے پہلا مجموعہ پہلی صدی ہجری میں تحریری شکل میں جمع ہوا، یہ مجموعہ حضرت علی رضی اللہ

عنہ کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے، تفصیل کے لیے دیکھئے: **المعتمد فی اصول الفقه لأبی الحسین المصری المتوفی: ٤٣٦ھ**.

دوسری صدی کے وسط تک عالم اسلام کے ہر مرکزی شہر میں فقہا، محدثین اوراہل فتاویٰ نے فقہی ترتیب پر کتابیں لکھیں، جن میں احادیث وآثار اورصحابہ وتابعین کے قضایا وفتاوے بھی ہیں، مکہ مکرمہ جریج متوفی ۱۵۰ھ، مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں محمد بن اسحاق متوفی ۱۵۱ھ وامام مالک متوفی ۱۷۹ھ، بصرہ میں بن جلیح متوفی ۱۶۰ھ، وسعید بن عروہ متوفی ۱۵۶ھ وحماد بن سلمہ متوفی ۱۷۶ھ، کوفہ میں سفیان ثوری متوفی ۱۶۱ھ، شام میں عبدالرحمٰن اوزاعی متوفی ۱۵۶ھ، واسط میں ہیثم بن بشیر متوفی ۱۸۸ھ، یمن میں معمر بن راشد متوفی ۱۶۱ھ، رے میں جریر بن عبدالحمید متوفی ۱۸۸ھ، خراسان میں عبداللہ بن مبارک متوفی ۱۸۱ھ رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین۔

تیسری صدی میں اندلس کے امام بقی بن مخلد قرطبی متوفی ۲۷۶ھ نے نہایت ہی مفید ضخیم کتاب تصنیف کی، جس میں صحابہ وتابعینکے فتاوے جمع کئے، اس کتاب کا مقام مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف ابن عبدالرزاق اور مصنف سعد بن منصور سے بہت آگے ہیں۔ (طبقات المفسرین لعشرین، ص: ٤١، طبقات المفسرین للداؤودی: ١/١١٨، طبقات المفسرین للأئة، ص: ٣٦، بغیة الملتمس، ص: ٢٣٠، الرسالة المستطرفة، ص: ٤٠، دراسة تاریخیة، نظرة تحلیلیة، مقاربات نقدیة فی تاریخ الفقه الإسلامی ورجاله لإلیاس دردور: ١/٥٧٤)

مصنف ابن عبدالرزاق (ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام بن نافع الحمیر ی الیمانی الصعانی متوفی ۲۱۱ھ) اور مصنف ابن ابی شیبہ (ابوبکر بن ابی شیبہ عبداللہ بن محمد بن ابراہیم بن عثمان خواستی العبیسی متوفی ۲۳۵) یہ دونوں کتابیں بھی اسی دور کی تصنیفات میں سے ہیں، جو آٹھ آٹھ دس دس ضخیم جلدوں میں طبع ہوچکی ہے، ان دونوں میں ن بھی صحابہ وتابعین کے فتاوے جمع کئے گئے ہیں۔ (الرسالة المستطرفة، ص: ٤٠-٤١، تاریخ التراجالرعبی: ١/١٨٤ و ٢٠٥، هدیة العارفین أسماء المؤلفین وآثار المصنفین: ١/٥٦٦)

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے فتاوے کو بیس جلدوں میں خلیفہ مامون کے پڑپوتے ابوبکر بن موسیٰ نے جمع کئے۔ (جمهرة أنساب العرب لابن حزم الأندلسی: ١/٢٤، إعلام الموقعین: ١/١١٢ و ٢/١٨، سیر أعلام النبلاء: ٣/٢٣٨ ص٣٥٨، معجم المؤلفین: ٦/٦٦، الجواهر المضیة: ٢/٤١٥، کشف الظنون: ٢/١٢٢٦)

محمد بن نوح عجلی متوفی ۲۱۸ھ نے امام ابن شہاب زہری کے فتاوے ابواب فقہیہ پر تین ضخیم جلدوں میں مرتب کئے۔ (اعلام الموقعین: ۲/۴۲)

بعد کے دور میں ہمیں ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں کہ صاحب فتاویٰ نے اپنے تحریر کردہ فتاوے کو خود مرتب کرنا شروع کردیا تھا، چنانچہ امام بغوی متوفی ۵۱۶ھ نے اپنے فتاویٰ خود جمع کئے اوران کی زندگی ہی میں قاضی حسین نے ان سے مزید فتاویٰ حاصل کئے اوران پر تعلیقات لکھیں:

الْحُسَیْن بن مَسْعُود الْفراء الشَّیْخ أَبُو مُحَمَّد الْبَغَوِیّ صَاحب التَّهْذِیب الملقب مُحی السّنة من مصنفاته شرح السّنة والمصابیح وَالتَّفْسِیر الْمُسَمّى معالم التَّنْزِیل وَله فَتَاوَى مَشْهُورَة لنَفسِهِ غیر فَتَاوَى الْقَاضِی الْحُسَیْن الَّتِی علقها هُوَ عَنهُ. (طبقات الشافعیة الکبری: ٧/٧٥، طبقات المفسرین للداؤودی: ١/١٦١، طبقات المفسرین العشرین للسیوطی، ص: ٥٠، تاریخ التشریع الإسلامی، ص: ١٣٣)

ابومحمد عزالدین بن عبدالعزیز سلمی متوفی ۶۶۰ھ نے اپنے فتاوے مرتب کئے، ان کی تصانیف میں دوفتاوے کے نام ملتے ہیں: الفتاویٰ الموصلیۃ اور الفتاویٰ المجموعۃ۔ (کشف الظنون: ٢/١٢١٩، هدیة العارفین أسماء المؤلفین وآثار المصنفین: ١/٥٨٠)

اسی طرح علامہ سبکی متوفی ۷۵۶ھ نے بھی دو جلدوں میں ''فتاویٰ سبکی'' کے نام سے اپنے فتاویٰ مرتب کئے، علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے بھی ''الحاوی للفتاویٰ'' کے نام سے اپنے فتاویٰ کتابی شکل میں جمع کئے، بروکلمان نے تاریخ ادبیات میں تیسری صدی ہجری سے گیارہویں صدی ہجری تک کے ایک سو دو عربی مجموعہ ہائے فتاویٰ کی فہرست دی ہے۔ (معارف، اعظم گڑھ، فروری ۱۹۹۸ء، ص: ۹۰)

سلطنت عثمانیہ کے زیر سایہ ایک جامع فقہی کتاب مرتب کی گئی، جس کا نام ''مجلۃ الاحکام العدلیۃ'' رکھا گیا، سلطنت عثمانیہ نے اسے ملکی قانون کے طور پر رائج کردیا، اس کتاب میں تمام فقہاء کے فقہی افکار سے استفادہ کیا گیا، اس کا آغاز ۱۸۵۶ء میں ہوا اور ۱۸۷۶ء میں یہ کام مکمل ہوگیا، اس کتاب کو سولہ حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا اور جملہ فقہی مسائل کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی تھی، یہ سلطنت عثمانیہ کا پہلا مدون قانون تھا جو فقہ اسلامی سے بالعموم اور فقہ حنفی سے بالخصوص ماخوذ تھا۔ (ملخص محاضرات فقہ، ص: ۵۲۱) اس کام کے بہت دوررس نتاء برآمد ہوئے اور فقہ اسلامی ایک جدید دور میں داخل ہوگئی، اس حوالہ سے ڈاکٹر محمود احمد غازی صاحب لکھتے ہیں: ''جب بیسویں صدی کا آغاز ہوا تو ''مجلۃ الأحکام العدلیۃ'' پوری سلطنت عثمانیہ

میں نافذ العمل تھا، اس زمانہ میں سلطنت عثمانیہ کے حدود مشرقی یورپ کے کئی ممالک، ترکی، وسط ایشیا کا کچھ حصہ، عراق، شام، فلسطین، لبنان، الجزائر، لیبیا، تیونس اور جزیرہ عرب کے بعض علاقوں تک پھیلی ہوئی تھی، ہم بلا خود تردید کہہ سکتے ہیں کہ ۱۸۷۶ء سے لے کر ۱۹۲۵ء تک کا زمانہ ''مجلۃ الاحکام العدلیۃ'' کی حکمرانی کا زمانہ تھا۔ (محاضرات فقہ، ص:۵۲۱)

برصغیر میں فتویٰ نویسی کا سلسلہ چوتھی صدی ہجری کے بعد شروع ہوا، جب براعظم میں آزاد سلطنتیں قائم ہوئیں تو فتوؤں کا سلسلہ بھی شروع ہوا، جگہ جگہ مساجد و مدارس قائم ہوئے اور علماء کرام نے باقاعدہ فتویٰ نویسی کا آغاز کیا، مسلمانوں سے غیر مسلموں نے بھی استفسارات کئے ہیں، چنانچہ اس قسم کے استفسارات کا حال بزرگ بن شہریار کی کتاب ''عجائب الہند'' سے معلوم ہوتا ہے۔ (بزرگ بن شہریار، عجائب الہند، لیڈن، ۱۸۸۶ء)

ہندو پاک کے مسلمان بادشاہوں کو فقہ اسلامی سے خاصی دلچسپی تھی، سلطان محمود غزنوی زبردست فقیہ تھے، انہوں نے ''التفرید فی الفروع'' نامی کتاب لکھی، جس میں فتاویٰ اور فقہی مسائل ذکر کئے گئے ہیں، اسی طرح ظہیر الدین بابر نے بھی اصول مذاہب پر ایک کتاب لکھی تھی۔ (مسلمانان ہند و پاکستان کی تاریخ تعلیم، ص:۱۷۰، کراچی ۱۹۶۲ء، سید نوشہ علی)

ان مسلمان بادشاہوں نے درج ذیل کتب فتاویٰ میں خصوصی دلچسپی لی: (۱) فتاویٰ فیروز شاہی، (۲) فتاویٰ ابراہیم شاہی، (۳) فتاویٰ اکبر شاہی، (۴) فتاویٰ عادل شاہی، (۵) فتاویٰ تاتارخانی، (۶) فتاویٰ عالمگیری۔ فتاویٰ عالمگیری کو ان سب میں زیادہ شہرت حاصل ہوئی، یہ کتاب اصلاً عربی زبان میں لکھی گئی تھی، بعد میں عالمگیر نے مولانا عبداللہ رومی سے اس کا فارسی ترجمہ کروایا، اس کتاب کا اردو ترجمہ مولانا امیر علی لکھنوی نے ''فتاویٰ ہندیہ'' کے نام سے کیا۔ (ملخص از معارف، اعظم گڑھ، فروری ۱۹۹۸ء، ص:۹۴)

ان فتاویٰ کی اہم بات یہ ہے کہ فتاویٰ ایک آزاد ریاست میں اجتماعی مفادات اور ملکی قانون کے طور پر مرتب کئے گئے تھے، اس کے بعد برصغیر میں انگریزوں کے تسلط نے مسلم پرسنل لا کی بنیاد رکھی، اس دور میں نجی فتووں کی بنیادیں بھی مضبوط ہوئیں، ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری اس حوالہ سے لکھتے ہیں: ''نجی فتووں کے زیادہ تر مجموعے اس وقت نظر آتے ہیں، جب مسلمان دور غلامی میں داخل ہوئے، چنانچہ ۱۸۸۷ء سے کچھ قبل اور بعد میں مختلف زبانوں میں عموماً اور اردو زبان میں خصوصاً اس قسم کے مجموعوں کا پتہ چلتا ہے''۔ (ملخص معارف، اعظم گڑھ، فروری ۱۹۹۸ء، ص:۹۵)

ہندوستان میں اسلامی حکومت (سلطنت مغلیہ) کے زوال کے بعد فتوی کا کام دینی مدارس یا دارالافتاء کی طرف منتقل ہوگیا اور اب دینی مدارس اور دارالافتاء کے ذریعہ ہی انجام پا رہا ہے، فقہ و فتاویٰ کے سلسلے میں مدارس و دارالافتاء کے علماء و مفتیان کرام خصوصاً حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری، حضرت مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، حضرت مفتی کفایت اللہ دہلوی، حضرت مفتی محمد شفیع عثمانی، حضرت مفتی عبدالرحیم لاجپوری، حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہم اللہ نے فقہ و فتاویٰ کے سلسلے میں عظیم الشان خدمات انجام دیں اور ان حضرات کے فتاویٰ اور فقہی رہنمائی نے مسلمانان برصغیر بلکہ عالم اسلام تک کو فائدہ پہنچایا۔ برصغیر ہندو پاک میں جو فتاویٰ مرتب ہوئے وہ اکثر حنفی علماء کے ہیں، اگرچہ جنوبی ہندوستان میں اس حوالے سے شافعی علماء کا بھی کام موجود ہے، مگر وہ نہ ہونے کے برابر ہے، اگر برصغیر کے فتاویٰ کی فہرست مرتب کی جائے تو اس کے لیے ایک ضخیم جلد درکار۔

الحمد للہ آپ حضرات بھی علماء ہند و علماء دیوبند کی فقہی خدمات کو ایک خاص انداز اور منہج کے تحت ایک عظیم موسوعہ تیار کر رہے ہیں، یہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جو دور نبوی سے جا کر مل جاتی ہے، یہ موسوعہ واقعی ایک ایسی عظیم الشان علمی خدمت ہے، جس میں علماء دیوبند کی علمی بصیرت، تعمق فی الفقہ، شان اجتہاد کا کامل مظہر ہے، نیز اہل علم و اہل افتاء کے لیے مراجعے اور استفادہ کرنے میں آسانی بھی ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ حضرات کی اس مساعی جمیلہ کو شرف قبولیت سے نوازے اور موسوعہ کے کام کو بخیر و خوبی اور حسن ظاہری و باطنی مکمل فرمائے اور اس خدمت اور جد و جہد کا صلہ اللہ رب العزت اپنی شایان شان آپ جمیع کارکنان کو دارین میں عطا فرمائے۔ آمین (والسلام)

احقر یوسف ساچا غفرلہ ولوالدیہ

دارالافتاء والارشاد والبحوث الاسلامیہ، مغربی یارکشائر (انگلینڈ)

۲۳ ربیع الاول ۱۴۴۱ھ، مطابق: ۲۱ نومبر ۲۰۱۹ء

پیش لفظ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین، والعاقبة للمتقین، ولا عدوان إلا علی الظالمین، وأشهد أن لا إله إلا اللّٰہ وحده لا شریک له، إله الأولین والآخرین وصلی اللّٰہ علیه وعلی آله وأصحابه الذین ساروا علی طریقته فی الدعوة إلی سبیله، وصبروا علی ذلک وجاهدوا فیه حتی أظهر الله بهم دینه، وأعلی کلمته ولو کره المشرکون، وسلم تسلیماً کثیراً.

الحمدللہ، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے فضل اور کرم سے موسوعہ فتاویٰ علمائے ہند کی سولہویں جلد کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائی سابقہ جلدوں کی طرح یہ جلد بھی نماز کے مسائل سے متعلق ہے، اس جلد میں موت کے وقت کے مسائل، غسل اور کفن کے احکام اور جنازہ کی نماز کا بیان ذکر کیا گیا ہے۔

موت ایک ایسی حقیقت ہے جس کو کثرت سے یاد رکھنا امیدوں کو مختصر ہونے کا سبب ہے۔ دنیا کی طرف بے اعتنائی کا ذریعہ ہے، گناہوں سے توبہ کرتے رہنے پر ابھارنے کا سبب ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور اکرم کی مجلس میں ایک نوجوان کھڑے ہوئے اور عرض کیا ''حضور! مومنین میں سب سے زیادہ سمجھ دار کون ہے؟

آپؐ نے فرمایا ''موت کو کثرت سے یاد کرنے والا اور اس کے آنے سے پہلے اس کیلئے بہترین تیاری کرنے والا۔''

آپؐ نے مُردوں کو قبرستان جانے کی ہدایت کی، کیوں کہ قبر کی زیارت موت کو یاد دلاتی ہے۔ دنیا سے بے رغبتی پیدا ہوتی ہے اور آخرت کی تیاری کیلئے انسان کمر بستہ ہوجاتا ہے۔ آپؐ نے مردوں کو غسل دینے کا حکم دیا کہ یہ (نیکیوں سے) خالی بدن کا علاج ہے اور اس سے انسان کو نصیحت اور عبرت حاصل ہوتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا ''بیماروں کی عیادت کیا کرو اور جنازوں کے ساتھ جایا کرو کہ یہ آخرت کی یاد دلاتا ہے۔ یہ خدمت بہت عالی اور عظیم ہے، بہت اہم اور نازک ذمہ داری ہے، بندہ کو اپنی کم علمی اور بے مائیگی کا احساس ہمیشہ دامن گیر رہتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی توفیق اور بزرگوں کی دعائیں شامل حال نہ ہوں تو انسان کچھ نہیں کرسکتا۔

الحمدللہ گزشتہ جلدوں کی طرح اس جلد میں بھی فتاویٰ کے سوال و جواب کو بعینہ ذکر کیا گیا ہے ساتھ ہی تمام فتاویٰ میں اصل کتاب کے حوالہ کو بھی درج کیا گیا ہے اور حاشیہ میں دیگر مفتی بہ مسائل کا اضافہ بھی کیا گیا ہے۔ حواشی میں فقہی عبارتوں کے علاوہ آیات قرآنی، احادیث نبوی، صحابہ وتابعین کے اقوال وآثار کو اہتمام کے ساتھ ذکر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

الحمدللہ اس طرح ہمارے اکابرین کا یہ علمی وفقہی سرمایہ منظمہ السلام العالمیہ کے زیر اہتمام بندہ کی نگرانی میں اور حضرت مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب کے زیر سرپرستی علمائے ہند کی ایک بڑی جماعت ملک و بیرون ملک کے مختلف مقامات پر اپنی خدمات انجام دے رہی ہے کہیں جمع وترتیب کا سلسلہ ہے تو کہیں تحقیق ونظر ثانی پر کام ہو رہا ہے اور بعض مقامات پر عربی وانگریزی ترجمہ کا اہتمام کیا جارہا ہے اس کے بعد ملک کے مشاہیر مفتیان کرام کی نگاہوں سے اس مجموعہ کو گزار کر اس کی توثیق کرائی جاتی ہے تا کہ یہ مجموعہ مؤثق ہوکر مؤید من اللہ ہوجائے، پھر طباعت کے بعد پورے عالم کے تمام اہم دینی اداروں میں ہدیہ لوجہ اللہ ارسال کرنے کی ترتیب بنائی جاتی ہے، ماشاءاللہ ہمارے مفتیان کرام بڑی ہمت و جانفشانی کے ساتھ سرگرم عمل ہیں۔ میں شکرگزار ہوں علماء ومفتیان کرام کا جنہوں نے میری گزارش پر اپنے تاثرات تحریر فرمائے ہمت افزائی فرمائی اور دعائیں دی، اللہ تعالیٰ بہترین جزائے خیر عطا فرمائے اور اسے ذخیرہ آخرت بنائے۔

بندہ محمد اسامہ شمیم الندوی

رئیس المجلس العالمی الفقہ الاسلامی، ممبئی (الھند)

۲۷ر ذی الحجہ ۱۴۳۹ھ، مطابق: ۷ر ستمبر ۲۰۱۸ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابتدائیة

الحمدُ للّٰه ربِّ العالمین، والصلاة والسلام علی النَّبی القدوة الأمین، محمد بن عبد اللّٰه وعلی آله وصحبه ومَنْ اتبع هداه إلی یوم الدین. أما بعد:

موت ایک ایسی حقیقت ہے، جس پر ہر شخص یہ یقین رکھتا ہے کہ اس سے دوچار ہونا اور اس کا تلخ جام پینا ضروری ہے، یہ یقین ہر قسم کے کھٹکے وشبہے سے بالاتر ہے؛ کیوں کہ جب سے دنیا قائم ہے، کسی نفس وجان نے موت سے چھٹکارا نہیں پایا ہے۔ کسی بھی جاندار کے جسم سے روح نکلنے اور جدا ہونے کا نام موت ہے۔ ہر انسان خواہ کسی مذہب سے وابستہ ہو، یا نہ ہو، اللہ یا غیر اللہ کو معبود مانتا ہو یا نہ مانتا ہو، اس حقیقت کو ضرور تسلیم کرتا ہے کہ اس کی دنیاوی زندگی عارضی وفانی ہے، ایک روز سب کو کچھ چھوڑ کر اس کو موت کا تلخ جام پینا ہے۔ انسان جب موت سے دوچار ہو جائے تو اسلامی طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے مرے ہوئے جسم کو غسل دیا جائے، اس کے بعد شرعی طریقہ سے کفن دے کر، نماز جنازہ ادا کر کے دفن کیا جائے؛ کیوں کہ کسی مسلمان کی موت پر اس کی نماز جنازہ پڑھنا اور اس کی تجہیز وتکفین کرنا اس کا ایک شرعی حق ہے اور کسی میت کے لیے آخری اظہار ہمدردی اور دعا ہے۔ علما نے نماز جنازہ کو فرض کفایہ کہا ہے، اگر بعض لوگوں نے پڑھ لی تو سب سے فرض ساقط ہو جائے گا؛ لیکن اگر کسی نے بھی نہ پڑھی تو مقامی طور پر وہ سب گنہگار ہوں گے، جن کو اس کی اطلاع ملی۔

اللہ تعالیٰ شانہ کا شکر ہے کہ اس نے ''**فتاویٰ علماء ہند**'' کی جنازہ کے مسائل سے متعلق ''جلد-۱۶'' کی تکمیل کی توفیق مرحمت فرمائی، اس جلد میں موت کے وقت کے مسائل، تجہیز وتکفین اور نماز جنازہ سے متعلق مسائل کو شامل کیا ہے، سابقہ جلدوں کی طرح فتاویٰ علماء ہند کے اس حصہ (۱۶/ویں) میں فتاویٰ کے سوال وجواب کو من وعن نقل کرنے کے ساتھ ہر فتویٰ کے ساتھ اصل کتاب کے حوالہ کو بھی درج کر دیا ہے اور حاشیہ میں دیگر مفتیٰ بہ مسائل کا اضافہ بھی کیا ہے۔

امید ہے کہ علما، ائمہ، اہل مدارس اور اصحاب افتا خاص طور پر اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔ نیز حواشی میں فقہی عبارتوں کے علاوہ آیات قرآنی، احادیث نبوی، صحابہ وتابعین کے آثار واقوال کا اہتمام کیا گیا ہے، جس کی وجہ سے یہ فتاویٰ مدلل بھی ہو گئے ہیں۔

میں اس موقعہ سے محبِّ گرامی انجینئر شمیم احمد صاحب زید مجدھم اور ابوالکلام ریسرچ فاؤنڈیشن کے ارکان ومعاونین کا شکر گزار ہوں، جو ۲۰۰۶ء سے تحقیق کے کام میں لگے ہوئے ہیں اور جن کی توجہ سے یہ کام پایۂ تکمیل کو پہونچ رہا ہے، اللہ ان تمام معاونین ومخلصین کی اس سعی جمیل کو قبول فرمائے اور میرے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ (آمین)

(انیس الرحمٰن قاسمی)

ناظم امارت شرعیہ پٹنہ وچیرمین ابوالکلام ریسرچ فاؤنڈیشن، بہار

یکم دسمبر ۲۰۱۹ء

موت کے وقت کے مسائل ☆

موت کے وقت لٹانا چت کیسا ہے:

سوال: محتضر کے بارے میں صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:

"واختارفی بلادنا الاستلقاء لأنه أیسر من خروج الروح".

کیاحدیث وتعامل صحابہؓ سے یہ ثابت ہے اوراس پرعمل کرنا کیسا ہے؟

☆ **زندگی کا حاصل:**

اللہ پاک کا ارشاد ہے:

﴿تَبَارَکَ الَّذِی بِیَدِهِ الْمُلْکُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیرٌ ○ الَّذِی خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیَاةَ لِیَبْلُوَکُمْ أَیُّکُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا وَهُوَ الْعَزِیزُ الْغَفُورُ﴾ (سورة المک: ۱-۲) (بڑی برکت والا ہے، وہ جس کے قبضہ میں ملک ہے اوروہ ہر چیز پرقادر ہے، جس نے موت وزندگی پیدا کی؛ تاکہ تم کو آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے عمل والا ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(۱) **عن عبد اللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ عنهماقال: أخذ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم بمنکبیّ فقال: کن فی الدنیا کأنک غریب أوعابرسبیل وکان ابن عمررضی اللّٰہ عنه یقول: إذا أمسیت فلا تنظرالصباح وإذا أصبحت فلا تنتظرالمساء وخذ من صحتک لمرضک ومن حیاتک لموتک. (صحیح البخاری،باب قول النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم کن فی الدنیا کأنک غریب أوعابرسبیلٍ: ۹۴۹/۲،قدیمی)** (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا دونوں مونڈھا پکڑا اور فرمایا: دنیا میں اس طرح رہو کہ تم یہاں اجنبی ہو (یہ تمہارا وطن نہیں ہے)؛ بلکہ اس طرح رہو کہ راستہ چل رہے ہو، منزل دور ہے اور دم لینے کا بھی موقع نہیں ہے۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے، جب شام آجائے تو صبح کا انتظار نہ کر اور صبح ہو جائے تو شام کا انتظار نہ کر، مرض کا حصہ صحت ہی میں لے لے اور موت کا حصہ زندگی ہی میں لے لے۔) (ماخوذ از طہارت اور نماز کے تفصیلی مسائل: ص۵۴۴،۵۴۵)

آخرت کے سفر کی آخری تیاری:

جس کی موت قریب آجائے اور اس کے آثار ظاہر ہونے لگیں، مثلاً: قدم ڈھیلے پڑ جائیں، ناک ٹیڑھی ہو جائے، کنپٹی دھنس جائے، اس کے لیے سنت یہ ہے کہ:

(۱) اس کو دائیں پہلو پر لٹائیں۔

(۲) قبلہ رخ رہے، اس حال میں موت بہتر ہے۔

(۳) اور اس میں پریشانی ہو تو جیسے سہولت ہو رکھے۔

(۴) چت لٹانا بھی جائز ہے، اس صورت میں سر کے نیچے کوئی چیز رکھ کر سر کو ذرا اونچا کر دے؛ تاکہ قبلہ رخ ہو جائے۔==

== (ویوجه المحتضر) ... (القبلة) ... (وجاز الاستلقاء) علیی ظهره (وقدماه إلیها) وهو المعتاد فی زماننا (و) لکن یرفع رأسه قلیلاً لیتوجه للقبلة. (الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب صلاة الجنازة: ۱۸۹/۲، دار الفکر بیروت)

(۵) اس کے پاس کلمہ "لا إلٰه إلا لله محمد رسول الله" پڑھنا مستحب ہے؛ اس لیے یہ کلمہ پڑھے؛ تاکہ وہ سن کر پڑھے لے اورکلمہ پرخاتمہ ہوجائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت: "من کان آخر کلامه لا إلٰه إلا اللّٰه دخل الجنة". (عن معاذ بن جبل قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من کان آخره کلامه لا إله إلا الله دخل الجنة. (رواه أبو داؤد، باب فی التلقین: ۸۸/۲، مکتبة حقانیة ملتان) جس کا آخری کلمہ کلام "لا إله إلا الله" ہو، وہ جنت میں کامیاب لوگوں کے ساتھ داخل ہوگیا" کا مستحق ہوجائے۔

(۶) یہ کلمہ ایک مرتبہ کہنا کافی ہے، دوبارہ کہلانے کی کوشش نہ کی جائے اور نہ اس سے کہا جائے کہ تم یہ کلمہ پڑھو۔ (ویسن) أن (یلقن) وذلک (بذکر کلمة الشهادة عنده) ... فإذا قالها مرةً ولم یتکلم بعدها حصل المراد (ولا یؤمر بها) فلا یقال له: قل لأنه یکون فی شدةٍ فربما یقول لا جواباً لغیر الأمر فیظن خلاف الخیر. (مراقی الفلاح علی حاشیة الطحطاوی، باب أحکام الجنائز، ص: ۵۵۸، ۵۵۹، دار الکتب العلمیة بیروت)

(۷) اگر کلمہ پڑھنے کے بعد کوئی بات بولے تو پھر اسے کلمہ کی تلقین کی جائے؛ یعنی اس کے پاس کچھ بلند آواز سے کلمہ پڑھا جائے۔ (ویلقن) ... (بذکر الشهادتین) ... (عنده) ... (من غیر أمره بها) لئلا یصخر وإذا قالها مرة کفاه ولا یکرر علیه ما لم یتکلم لیکون آخر کلامه لا إله إلا الله. (الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب صلاة الجنائز، ص: ۱۹۰-۱۹۱، دار الفکر بیروت)

(۸) غیر مسلم کی موت کے وقت اس کے قریب جانا اور لا إله إلا الله محمد رسول الله کی تلقین کرنا جائز ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک یہودی لڑکا رہتا تھا، وہ بیمار پڑ گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے، اس کے سرہانے بیٹھے اور فرمایا: اسلام لے آؤ، اس نے اپنے باپ کو دیکھا، باپ نے کہا: ابوالقاسم کی بات مان لو۔ وہ اسلام لے آیا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے ہوئے باہر تشریف لے لائے: "الحمد للّٰه أنقذه من النار". (سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں، اس نے اس کو آگ سے بچادیا۔) (مراقی، ص: ۳۰۶) (عن أنس قال: کان غلام یهودی یخدم النبی صلی الله علیه وسلم فمرض فأتاه النبی صلی الله علیه وسلم یعوده فقعد عند رأسه فقال: له أسلم. فنظر إلی أبیه وهو عنده أطلع أبا القاسم فأسلم فخرج النبی صلی الله علیه وسلم وهو یقول الحمد لله الذی أنقذه من النار. (رواه البخاری، کتاب الجنائز، باب اذا أسلم الصبی فمات هل یصلی علیه؟: ۱۸۱/۱، قدیمی)

(۹) جس کی موت قریب ہو، مستحب یہ ہے کہ اس کے رشتہ دار، دوست، پڑوسی اس وقت اس کے پاس رہیں؛ تاکہ اس کا حق ادا ہو سکے اور اس کو وصیت وغیرہ کی تلقین کی جا سکے۔

(۱۰) اور وہ لوگ اس کے پاس اللہ کے فضل وکرم کا ذکر کریں اور اللہ کے ساتھ اس کے (خیال و) گمان کو اچھا کہیں۔

(۱۱) مرنے والے کو پانی پلاتے رہیں؛ کیوں کہ روح نکلتے وقت سخت پیاس لگتی ہے۔

(۱۲) اس کے پاس سورۂ یٰسین پڑھی جائے؛ کیوں کہ جس کے پاس یہ سورہ پڑھی جاتی ہے، وہ پانی سے سیراب ہونے کے ساتھ وفات پاتا ہے اور قبر میں آسودہ ہونے کی حالت میں داخل کیا جاتا ہے اور سورۂ رعد بھی پڑھنا بہتر ہے، اس سے روح آسانی سے نکلتی ہے۔ (ویتلون عند رأسه سورة یٰسین) لـلأمر به وفی خبر ما من مریض عند رأسه یٰسین الا مات ریان وأخل قبره ریان واستحسن بعض المتأخرین قراءة سورة الرعد. (مراقی الفلاح علی حاشیة الطحطاوی، باب أحکام الجنائز، ص: ۵۶۳، دار الکتب العلمیة بیروت)

موت کے وقت کی توبہ قبول ہوتی ہے؛ لیکن فرشتہ وغیرہ کو دیکھنے کے وقت کی نہیں۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اس وقت کی توبہ بھی قبول ہوتی ہے؛ لیکن اس وقت کا ایمان نہیں قبول ہوتا ہے؛ (شامی: ۵۷۱/۱) اس لیے ہو سکے تو اس وقت بھی توبہ کر لے۔ ==

الجواب

تعامل سلف وتوارث خلف یہی ہے،جس کو صاحب ہدایہ نے اختیار کیا ہے،البتہ استلقا کے ساتھ ساتھ چہرہ قبلہ کی طرف ہونا چاہیے کہ احادیث کی تصریحات اور علل فقہا دونوں اسی کو مقتضی ہیں۔شق ایمن کی قید کسی حدیث واثر سے صراحتاً نہیں نکلتی۔پس اسلم طریقہ یہی ہے کہ توجہ قبلہ مع الاستلقاء ہو، بہرکیف جس صورت میں سہولت ہو،عمل کیا جاوے،دونوں میں کسی ایک کو بھی خلاف سنت نہیں کہا جا سکتا۔

"نقل فی البحر عن المجتبیٰ:والأصح أنه یوضع کما تیسر لاختلاف المواضع والأماکن" انتھیٰ.(۱)

وفیه أیضاً:"وذکر فی المحیط ... واختیر الا ستلقاء".(۲)

وفی الفتح:"ثم إذا القی علی القفا یرفع رأسه قلیلاً لیصیر وجهه إلی القبلة دون السماء".(۳)

وفیه ایضاًتحت قوله والأول هو السنة أما التوجیه فلأنه علیه الصلاة والسلام لما قدم المدینة سئل عن البراء بن معرور فقالوا: توفی وأوصٰی بثلثة لک وأوصٰی أن یوجه الی القبلة لما احتضر فقال علیه الصلاة والسلام:أصاب الفطرة وقد رددت ثلثة علی ولده، رواه الحاکم. وأما أن السنة کونه علٰی شقه الأیمن فقیل یمکن الا ستدلال علیه بحدیث النوم فی الصحیحین عن البراء بن عازب عنه علیه السلام قال اذا أتیت مضجعک فتوضأ وضوء ک للصلٰوة ثم اضطجع علٰی شقک الأیمن.(فتح القدیر المجلد الأول)(۴)

قلت:فهذه دلالة صریحة أن التوجیه مع شقه الأیمن لا نص فی الحدیث علیه.فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۴۲/۵-۲۴۳)

== کسی سے موت کے وقت کفر کی باتیں ظاہر ہوں تو اس پر کفر کا حکم نہیں لگے گا،اس کے ساتھ مسلمانوں جیسا معاملہ ہوگا۔(إذا ظهر منه ما یوجب الکفر لا یحکم بکفره حمداً علٰی أنه زال عقله.(مراقی الفلاح علٰی حاشیة الطحطاوی،باب أحکام الجنائز،ص:۵۵۹،دار الکتب العلمیة بیروت،انیس)

مسلمانوں کی موت کے وقت کافر نہ رہے؛لیکن ڈاکٹر رہ سکتا ہے۔(ویحضر عنده طبیب.(مراقی الفلاح علٰی حاشیة الطحطاوی،باب أحکام الجنائز،ص:۵۶۳،دار الکتب العلمیة بیروت)

انبیاء علیہم السلام اور مسلمانوں کے بچوں سے قبر کا سوال نہیں ہوتا ہے۔(الأصح أن الأنبیاء لا یسألون ولا أطفال المؤمنین.(الدر المختار علٰی هامش رد المحتار،باب صلاة المریض: ۱۹۲/۲،دار الفکر بیروت)

مشرکین کے بچے جنت میں جائیں گے۔(وتوقف الإمام فی أطفال المشرکین وقیل:هم خدم أهل الجنة.(الدر المختار علٰی هامش رد المحتار،کتاب الصلاة،باب صلاة الجنائز: ۱۹۲/۲،دار الفکر بیروت)(ماخوذ از طہارت اور نماز کے تفصیلی مسائل،ص:۵۴۶-۵۴۸)

(۱) البحر الرائق،کتاب الجنائز:۱۷۰/۲،دار الکتب العلمیة بیروت،انیس
(۲) البحر الرائق،کتاب الجنائز:۲۹۹/۲،دار الکتب العلمیة بیروت،انیس
(۳) فتح القدیر،باب الجنائز:۱۰٤/۲،دار الکتب العلمیة بیروت،انیس
(۴) فتح القدیر،باب الجنائز:۶۸/۲،دار الکتب العلمیة بیروت،انیس

قریب مرگ اور میت کو کس طرح لٹایا جائے:

سوال: اکثر میت کو قبلہ کی طرف پیر رکھ کر لٹایا جاتا ہے، کیا یہ صورت درست ہے؟ (محمد عبدالحکیم، کلوا کرتی)

الجواب

جب انتقال کا وقت قریب ہو جائے تو اسے قبلہ رخ کر دینا چاہیے، جب حضرت براء بن معرورؓ کے انتقال کا وقت آیا تو انہوں نے وصیت فرمائی کہ" قریب بہ مرگ ان کو قبلہ رخ کر دیا جائے ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تحسین کرتے ہوئے فرمایا:

"أصاب الفطرة". (۱)

(اس نے فطرت (یعنی فطرت سلیمہ) کو پایا۔)

میت کو قبلہ رخ لٹانے کی دو صورتیں ہیں:

ایک یہ ہے کہ جیسے سوتے وقت داہنی کروٹ سونا مسنون ہے، اسی طرح داہنی کروٹ پر لٹا دیا جائے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ چت سلا دیا جائے ، پاؤں بھی قبلہ کی طرف ہو اور چہرہ بھی، چہرہ کے قبلہ رخ کرنے کے لیے سر کے نیچے کچھ رکھ دیا جائے؛ تا کہ سر اونچا ہو جائے اور چہرہ قبلہ کی طرف متوجہ ہو، یہ صورت بھی درست ہے۔ (۲) اس صورت میں پاؤں قبلہ کی طرف ہوتا ہے؛ لیکن اصل میں پاؤں کو قبلہ کی طرف کرنا مقصود نہیں ؛ بلکہ چہرہ کو قبلہ رخ کرنا مقصود ہے؛ (۳) اس لیے قبلہ کی بے احترامی نہیں، قبلہ کی طرف رخ کرنا ایک علامتی عمل ہے، جس سے اللہ تعالی کی طرف متوجہ ہونے کا اظہار ہوتا ہے ، گویا مومن کو اپنی موت کے وقت پوری طرح اللہ ہی کی طرف متوجہ ہونا چاہیے، چہرہ سے بھی ، دل سے بھی اور ذکر و استغفار کے ذریعہ زبان سے بھی۔ اللہ تعالی ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۳/ ۱۳۷، ۱۳۸)

غسل اور موت کے وقت قبلہ رو کر دینے کی حدیث:

سوال: کوئی حدیث اس مضمون کی جس سے یہ ثابت ہو کہ میت کو غسل دینے کے وقت رو بہ قبلہ تختہ پر رکھنا چاہیے اور قریب المرگ شخص کو رو بہ قبلہ کر دینا چاہیے۔ بیان فرمائی جائے؟

---

(۱) عن یحیٰ بن عبد اللّٰہ بن أبی قتادۃ عن أبیہ أن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم حین قدم المدینۃ سأل عن البراء بن معرور فقالوا: توفی، وأوصٰی بثلثۃ علٰی ولدہ ثم ذھب فصلّٰی علیہ فقال: اللھم اغفر لہ ورحمہ أدخلہ جنتک وقد فعلت. (مستدرک علی الصحیحین للحاکم، کتاب الجنائز: ۱/ ۵۵، انیس)

(۲) والسنۃ أن یکون علٰی شقہ الأیمن کما ھو السنۃ فی النوم وفی المحیط والاسبیجابی وغیرھما أن العرف أن یوضع مستلقیاً وقدماہ الی القبلۃ قالوا ھو أیسر لخروج الروح ... وینبغی حینئذٍ أن یرفع رأسہ قلیلاً لیکون وجھہ إلی القبلۃ. (الحلبی الکبیر، فصل فی الجنائز، ص: ۵۷۶، انیس)

(۳) دیکھئے: مجمع الأنھر: ۱/ ۱۷۹

الجواب

قریب المرگ شخص کو متوجہ الی القبلۃ کرنے کے بارے میں شرح منیہ میں یہ حدیث منقول ہے، براء بن معرور کی وصیت کے قصہ میں:

"وأوصٰی أن یوجھه إلی القبلة لما احتضر ،فقال علیه الصلاة والسلام:أصاب الفطرة (الحدیث)رواہ الحاکم وقال:صحیح،والسنة أن یکون علٰی شقة الأیمن،کما ھوالسنة فی النوم، الخ. (الکبیری:۵۳۳)

اورخاص غسل میت کے وقت رو بہ قبلہ کرنا کسی حدیث میں نظر نہیں آیا اورفقہاء کرام بھی کوئی حدیث اس بارے میں نقل نہیں فرماتے ،اس ہی وجہ سے اختلاف بھی ہے۔درمختار اور شامی میں ہے کہ اصح یہ ہے کہ جس طرف کولٹانا سہل اور آسان ہو،اس طرح غسل کے لیے لٹادیں اور بعض فقہا نے فرمایا کہ قبلہ کی طرف طولاً لٹادیں اور بعض نے فرمایا کہ عرضاً لٹادیں،جیسا کہ قبر میں رکھتے ہیں۔

درمختار میں ہے:

(ویوضع کما تیسرعلٰی الأصح) ... (یوضع) کما مات (کما تیسر)(علٰی سریر)وفی الرد تحت قوله فی الأصح وقیل یوضع الی القبلة طولاً وقیل عرضاً،کما فی القبر،الخ. (۱)

اورشرح منیہ میں ہے:

قال فی المبسوط والبدائع والمرغینانی: یوضع علی التحت طولاً إلی القبلة کما فی صلاة المریض، وقال الاسبیجابی: لارواية فیه عن أصحابنا،العرف أن یوضع علی قفاہ طولاً نحو القبلة ھٰذا أن اتسع المکان وإلا فالأصح أن یوضع کما تیسر،قاله صاحب البدائع والمرغینانی، الخ. (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۴۳/۵-۲۴۴)

جان کنی کے وقت کی توبہ قبول ہے؛مگر ایمان قبول نہیں:

سوال: زید کہتا ہے کہ توبہ موت کے وقت بالکل آخری سانس میں معتبر ہے؛اس لیے کہ احادیث میں وارد ہے کہ " إنّما الأعْمالُ با لخوا تیم". (۳)چناں چہ فرعون جب غرق ہونے لگا اوراقرار ایمان کرنے لگا تو جبریل علیہ السلام نے اس کے منھ میں مٹی بھردی،اس خوف سے کہ مبادا اس کا ایمان مقبول ہو جائے اور فرعون نے غرق کے وقت اور قارون نے خسف (دھسنے) کے وقت حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے استغاثہ (مدد طلب کرنا) کیا،حضرت

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار،باب صلاة الجنائز:۷۷/۳-۸۵،مکتبة زکریا دیوبند،انیس

(۲) غنیة المستملی،کتاب الصلاة،فصل فی الجنائز،ص:۵۷۷،انیس

(۳) صحیح البخاری،باب العمل بالخواتیم:۹۷۸/۲،قدیمی/سنن الترمذی،أبواب القدر:۳۵/۲،ط:سعید

موسیٰ علیہ السلام نے دعا نہ فرمائی، جب فرعون غرق ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کوخطاب فرمایا کہ اے موسیٰ اگر فرعون مجھ کو پکارتا اور میری طرف رجوع کرتا، میں اس کو نجات دیتا۔ اسی طرح قارون کے خسف کے بعد بھی خطاب فرمایا تو اگر آخری وقت کی توبہ مقبول نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ ایسا کیوں فرماتا، حالاں کہ دونوں عین عذاب میں تھے۔

عمرو کہتا ہے کہ بالکل آخری سانس میں توبہ کا اعتبار نہیں ہے، عذاب کے فرشتے دیکھنے سے پہلے مقبول ہے، اس کے بعد معتبر نہیں، جیسا کہ نص قطعی وارد ہے۔

﴿وَلَيْسَتِ التَّوبةُ لِلَّذينَ يَعملونَ السَّيئاتِ حَتىّٰ إذا حَضَرَ اَحَدَ هُمُ الموتُ قالَ اِنّی تُبتُ الاٰنَ وَلَا الَّذينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ﴾(سورةالنساء:۱۸)

اب اس صورت میں اور آیت کلامِ الٰہی میں تعارض معلوم ہوتا ہے، تطبیق کی کیا صورت ہے؟ اور آخری وقت کی توبہ مقبول ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایسے وقت میں کہ مریض پر اسباب عذاب ظاہر ہو جائیں اور زندگی کی اُمید منقطع ہو جائے، ایمان لانا بالاتفاق مقبول نہیں؛ یعنی اگر مریض کافر ہو اور اس نا اُمیدی اور مشاہدۂ عذاب کی حالت میں ایمان لانا چاہے، یا ایمان لے آئے تو یہ ایمان بالاتفاق مقبول نہیں۔

أما إيمان اليأس فذهب أهل الحق أنه لاينفع عند الغرغرة ولا عند معاينة عذاب الإستيصال لقوله تعالىٰ: ﴿فَلَمْ يَكُ يَنْفعُهُمْ ايمانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بأْسَنا﴾ و لذا أجمعوا علىٰ كفرفرعون كما رواه الترمذی فی تفسيره فی سورة يونس، الخ.(۱)

وفيه فی أول الجنائز: والحاصل أن المسئلة ظنية وأما إيمان اليأس فلايقبل اتفاقًا.(۲)

باقی توبۂ یاس؛ یعنی اگر مریض مسلمان ہو اور وہ اپنے گناہوں سے اس حالت یاس و ناامیدی میں توبہ کر لے تو یہ توبہ مقبول ہے، یا نہیں؟ اس میں علمائے اہلِ سنّت رحمہم اللہ کے دو قول ہیں:

اول یہ کہ یہ توبہ حالتِ یاس و غرغرہ کی مقبول نہیں اور اس قول کے قائلین نے اپنی دلیل میں یہ آیت ﴿وَلَيْسَتِ التَّوبَةُ﴾(۳) اور حدیث ''**عن ابن عمر عن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم قال: إن اللّٰه يقبل توبة العبد**

(۱) ردالمحتار، كتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب أجمعوا على كفرفرعون: ۲۳۱/۴، ط: سعيد

عن ابن عباس رضی اللّٰه تعالىٰ عنهما ذكر أحدهما عن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم أنه ذكر أنه جبرئيل يدس فی فی فرعون الطين خشية أن يقول لآ إلٰه إلا اللّٰه يرحمه اللّٰه أو خشية أن يرحمه.(سنن الترمذی، أبواب التفسير: ۱۴۳/۲، ط: سعيد)

(۲) ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الجنائز، مطلب فی قبول توبة اليأس: ۱۹۱/۲، ط: سعيد

(۳) پوری آیت یوں ہے: ﴿وَلَيْسَتِ التَّوبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّئَاتِ حَتّٰى إِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّی تُبْتُ الْآنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾(سورةالنساء: ۱۸)

مالم یغرغر"(۱) پیش کی ہے۔اس آیت اورحدیث سے یہ معلوم ہوتاہے کہ حضورِ موت وحالتِ غرغرہ ومشاہدۂ عذاب میں توبہ معتبر نہیں۔

قال فی المدارک:تحت قوله تعالیٰ﴿ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ﴾أی من زمان قريب وهوما قبل حضرة الموت ألا ترى إلىٰ قوله تعالیٰ﴿حَتّٰى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ﴾فبين أن وقت الإحتضار هوالوقت الذی لا تقبل فيه التوبة وعن ابن عباس رضی اللّٰه تعالیٰ عنهماقبل أن ينظر إلىٰ ملك الموت وعنه صلى اللّٰه عليه وسلم إن اللّٰه يقبل توبة العبد مالم يغرغر،انتهىٰ مختصرًا. (۲)

وفی ردالمحتارأول الجنائز:أقول:قال فی أواخرالبزازية: قيل: توبة اليأس مقبولة لا إيمان اليأس، وقيل: لا تقبل كإيمانه لأنه تعالیٰ سوى بين من أخرالتوبة إلىٰ حضورالموت من الفسقة والكفار وبين من مات علىٰ الكفرفی قوله﴿وَلَيْسَتِ التَّوبَةُ﴾(الآية) كما فی الكشاف.(۳)

دوسراقول یہ ہے کہ توبۂ یاس مقبول ہے،اس قول کی دلیل میں یہ آیت پیش کی گئی ہے:

﴿وَهُوَ الَّذِى يَقْبَلُ التَّوبَةَ عَن عِبادِهٖ﴾(۴)

اورآیت:**﴿إِنَّ اللّٰهَ لايَغفِرُ اَنْ يُشرَكَ بِهٖ وَ يَغفِرُمادونَ ذٰلكَ لِمَن يَّشاءُ﴾(۵)**

والمسطورفی الفتاویٰ:أن توبة اليأس مقبولة لا إيمانه لأن الكافرأجنبی غيرعارف باللّٰه تعالیٰ ويبدأ إيمانا وعرفانا والفاسق عارف وحاله حا ل البقاء والبقاء أسهل والدليل علىٰ قبولها مطلقا إطلاق قوله تعالیٰ﴿وَهُوَ الَذِى يَقْبَلُ التَّوبَةَ عَنْ عِبادِهٖ﴾آه.(۶)

وقال سعيدبن جبير:نزلت الآية الأولىٰ فی المومنين؛ يعنی قوله﴿إِنَّمَا التَّوبَةُ عَلَى اللّٰهِ﴾ والوسطیٰ فی المنافقين؛يعنی قوله﴿وَلَيْسَتِ التَّوبَةُ﴾والأخرىٰ فی الكافرين؛يعنی قوله﴿وَلاَ الَّذِيْنَ يَمُوتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ﴾واذاكانت الأية نازلة فی المنافقين فلاوجه لحملهاعلىٰ المؤمنين وعلىٰ تقديرأن تكون الأية نازلة فی عصاة المؤمنين فقد روى عن ابن عباس فی قوله تعالیٰ

---

(۱) جامع الترمذی،أبواب الدعوات،باب ما جاء فی فضل التوبة والإستغفار:۱۹۴/۲،ط:سعيد

(۲) تفسير المدارك:۲۹۹/۱، قديمی كتب خانة،كراچی(تفسير النسفی:۲۰۸/۱،انيس)

(۳) رد المحتار،باب صلاة الجنائز،مطلب فی قبول توبة اليأس:۱۹۰/۲،دار الفكر بيروت،انيس)

فإن قلت من المراد بالذين يعملون السيات أهم الفساق من أهل القبلة أم الكفار؟قلت: فيه وجهان: أحدهما أن يراد الكفارلظاهرقوله"وهم كفار" وأن يراد الفساق،لأن الكلام إنما وقع فی الزانيين، و الإعراض عنهما إن تابا،وأصلحا،ويكون قوله"وهم كفار" وارداً علىٰ سبيل التغليظة.(تفسيرالكشاف: ۴۸۹/۱، ط:دارالكتاب بيروت)/والبيضاوی(۱۸۶) والقرطبی :۶۲/۳،ط: دارالكتب العلمية بيروت)

(۴) سورة الشوریٰ:۲۵

(۵) سورة النساء:۴۸

(۵) ردالمحتار،باب صلاة الجنائز مطلب فی قبول توبة الياس:۱۹۱/۲،ط:سعيد

﴿وَلَيْسَتِ التَّوبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّئاتِ﴾الآية، ثم أنزل الله بعد ذٰلک﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يغفرُاَنْ يُشْرَکَ بِهٖ وَيَغْفِرُمَادُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ يَّشاءُ﴾فحرم الله المغفرة علىٰ من مات وهو كافر، وارجاء أهل التوحيد إلىٰ المشيئته ولم يؤيسهم من المغفرة فعلىٰ هٰذا القول تكون الآية منسوخة فى حق المؤ منين،انتهىٰ.(تفسیر خازن)(۱)

اور یہی قول فتاوٰی حنفیہ میں اختیار کیا گیا ہے اور خداوندِ تعالیٰ کی وسعتِ رحمت کے شایانِ شان ہے۔

توبةاليأس مقبولة دون إيمان اليأس،درر.(۲)

واختلف فى قبول توبة اليأس والمختار قبول توبته لا إيمانه.(۳)

باقی زید کا یہ قول کہ آخری سانس کا اعتبار ہے، اگراس سے مراد یہ ہے کہ آخری سانس کا ایمان بھی معتبر ہے تو یہ قول قرآن وحدیث اور جمہور علما کے خلاف ہے، جیسا کہ شروع جواب میں ہم نے تصریحاً لکھا ہے کہ ایمان یاس اتفاقاً غیر مقبول ہے اور حدیث ’’إنما الأعمال بالخواتيم‘‘ (۴) سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ایمان یاس مقبول ہے، اس کا مطلب تو یہ ہے کہ انسان کے اعمال وہ معتبر ہیں، جن پر اس کا خاتمہ ہو، اس پر حدیث دلالت نہیں کرتی کہ ایمان غرغرہ مقبول ہے اور فرعون وقارون کے متعلق جو قصے نقل کیے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو خطاب فرمایا کہ اگر فرعون مجھ کو پکارتا (الخ) تو اوّل تو قصے سندِ صحیح سے ثابت نہیں، دوسرے ان سے بھی ایمان یاس کا مقبول ہونا ثابت نہیں ہوتا؛ بلکہ اس کے برعکس ثابت ہوتا ہے۔﴿آمنتُ بالذى آمَنَتْ به بنو إسرائيل﴾ (۵) کہنا تو قرآن مجید سے ثابت ہے اور اس کا مقبول نہ ہونا﴿اَلْيَوْمَ نُنَجِّيک﴾إلخ (۶) سے ظاہر ہے، پھر اگر مجھ کو پکارتا ہے، مراد ایمان کے سوا اور کسی طرح کا پکارنا ہے تو ایمان یاس کے مقبول ہونے، یا نہ ہونے کو اس سے کیا تعلق؟ اور اگر پکار سے پکار ایمان کی مراد ہے تو اس کا موجود ہونا اور نجات کا حاصل نہ ہونا قرآن سے ثابت ہے۔

اور عمرو کا یہ قول کہ آخری دم کی توبہ بھی مقبول نہیں۔ اگرچہ بعض علما کا قول ہے؛ لیکن مختار اور راجح اس کے خلاف ہے اور آیت﴿وَلَيْسَتِ التَّوبَةُ﴾ سے عدم قبول توبۂ یاس پر استدلال کرنے کا جواب خازن کی عبارتِ منقولہ سے واضح ہے۔ واللہ اعلم بالصواب (کفایت المفتی:۲۹/۲۷/۴)

---

(۱)　٤١٦/١ ،مطبع محمد على مصر

(۲)　الدر المختارعلىٰ هامش رد المحتار، كتاب الجهاد،باب المرتد: ٢٣٠/٤،ط:سعيد

(۳)　الدرالمختارعلىٰ هامش رد المحتار،باب صلاة الجنائز: ١٩٠/٢،ط:سعيد

(۴)　لايسن الأذان عند ادخال الميت فى قبره كما هو المعتاد الآن وقد صرح ابن حجر فى فتاويه بأنه بدعة، الخ.(ردالمحتار،باب صلاة الجنائز: ٢٣٥/٢،ط:سعيد)

(۵)　سورة یونس: ٩٠

(۶)　سورة یونس: ٩٢

تلقین کس وقت کی جائے:

سوال: تلقین مردہ رابوقت نزع اولیٰ است، یا بعد دفن؟ یا بعد ہر دووقت؟

الجواب

عندالحنفیہ تلقین مردہ بوقت نزع ہست، کما فی الدر المختار: (ویلقن) ندباً، وقیل: وجوباً بذکر الشهادتین؛ لأن الأولٰى لا تقبل بدون الثانية عنده قبل الغرغرة،الخ. (۱)ولیکن اگر بعد دفن ہم کند مضایقہ نیست،قال فی الشامی: وإنما لاينهى عن التلقين بعد الدفن لانه لاضرر فيه بل فيه نفع؛لأن الميت يستانس بالذكر علىٰ ما ورد فی الآثار،الخ. (۲)فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ مفتی مدرسہ ہذا (دارالعلوم دیوبند) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵/۲۴۴-۲۴۵)

بعد تدفین تلقین:

سوال: درمختار کی روایت ''ولا يلقن بعد تلحيده'' سے معلوم ہوتا ہے کہ تلقین کرنا نہ کرنا بعد دفن کے برابر ہے؛مگر شامی کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد دفن کے تلقین نہ کرنا معتزلہ کا مذہب ہے۔

ذكر فی المعراج أنه ظاهر الرواية، ثم قال: وفی الخانية والكافی عن الشيخ الزاهد الصفار أن هذا على قول المعتزلة لأن الاحياء بعد الموت عندهم مستحيل أما عند أهل السنة فالحديث: ای لقنو اموتاكم.(الحديث)(ردالمحتار)

پوری تشریح سے مطمئن فرمایئے؟

الجواب

معتزلہ کا قول تلقین بعد التلحید کی ممانعت اوراستحالہ کا ہےاوراہل سنت وجماعت کے مذہب کا حاصل یہ ہے کہ ممنوع نہیں ہے؛ بلکہ حسب تحقیق محققین اولی تلقین بعد التلحید ہےاورفی الحقیقت حدیث ''لقنوا موتاكم'' مجاز پرمحمول ہے؛یعنی قریب الموت کو میت فرمایا؛لیکن اگر حقیقت پرحمل کیا جاوے تو کچھ استحالہ نہیں ہے اور وہ بھی جائز ہے؛یعنی تلقین بعد التلحید بھی جائز ہےاوراس میں کچھ استحالہ اورممانعت نہیں ہے، كما يقوله المعتزلة. (۳)فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵/۲۶۲)

---

(۱) الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار،باب صلاة الجنائز: ۲/۱۹۰،دار الفكر بيروت،انيس

(۲) رد المحتار،باب صلاة الجنائز: ۲/۱۹۱،دارالفكر بيروت،انيس

(۳) لقنوا موتاكم لا إله إلا الله محمول علىٰ حقيقة؛لأن الله تعالىٰ يحييه علىٰ ما جاء ت به الآثار وقد روى عنه عليه السلام أنه أمر بالتلقين بعد الدفن فيقول يا فلان بن فلان إذ دينك الذى كنت عليه من شهادة أن لا الٰه الا الله وأن محمداً رسول الله وأن الجنة حق والنار حق وأن البعث حق وأن الساعة آتية لا ريب فيها وأن الله يبعث من فی القبور وأنك رضيت بالله ربا و بالاسلام ديناً ومحمد صلى الله عليه وسلم نبياً وبالقرآن إماماً وبالكعبة قبلة ==

تلقین لا الہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ کی بحث:

سوال: حدیث "لقنوا موتاکم لاإله إلا اللّٰه" کا مطلب کیا ہے، آیا صرف "لا إله إلا اللّٰه" کی تلقین کی جاوے، یا محمد رسول اللہ کی بھی؟

الجواب

محمد رسول اللہ بھی کہہ دیوے تو کچھ حرج نہیں ہے اور اگر صرف لا الہ الا اللہ کی تلقین پر اکتفا کرے تو یہ بھی جائز ہے۔ فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۴۴/۵)

میت کا پاؤں قبلہ کی طرف کیوں:

سوال: ایک مسلمان کی میت کے پیر قبلہ کی طرف کیوں رکھے جاتے ہیں؟ جب کہ قبلہ رخ ہوکر سونا منع ہے، تھوکنا منع ہے، پیشاب کرنا بھی ممنوع ہے، بیت الخلاء کے لیے بیٹھنا بھی منع ہے، پھر اس کی کیا وجہ ہے؟ وضاحت کریں، مہربانی ہوگی؟ (شیخ قبولہ، صابر نگر)

احترام قبلہ کے پیش نظر یہ تاکید ہے کہ قبلہ کی طرف پیر دراز نہ کیا جائے؛ بلکہ قبلہ کی جانب سر رکھ کر سویا کریں؛ مگر بعد از موت اکثر میت کو گھر میں اس طرح لٹایا جاتا ہے کہ پیر قبلہ کی طرف ہوتے ہیں، اس سلسلہ میں روشنی ڈالیں؟

(وہاب بھارتی، شکر نگر)

الجواب

اصل مقصود پاؤں کو قبلہ رخ رکھنا نہیں ہے؛ بلکہ چہرہ کو قبلہ رخ رکھنا ہے، جب موت کا وقت قریب آ جائے تو فقہا نے اس بات کی اجازت دی ہے کہ اس کو چت لٹا دیا جائے، سر کے نیچے کوئی چیز رکھ دی جائے؛ تاکہ چہرہ قبلہ کی طرف ہو، نہ کہ آسمان کی طرف، اس کی کئی مصلحتیں بیان کی گئی ہے۔ بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ اس سے جان نکلنے میں بھی سہولت ہوتی ہے، اس کے علاوہ آنکھیں بند کرنے اور ڈاڑھوں کو باندھ دینے میں بھی آسانی ہے۔ (الدر المختار مع ردالمحتار: ۷۸/۳) (۱)

نیز اگر چہرہ کو دائیں جانب موڑ دیا جائے تو گردن سخت ہو جائے گی اور چہرہ مڑا ہوا رہے گا، جس سے بدہیئتی نمایاں

== وبالمؤمنين اخواناً ... قال في شرح المنية ان الجمهور على أن المراد منه مجازة ثم قال وانما لا ينهٰى عن التلقين بعد الدفن لأنه لاضرر فيه بل فيه نفع، فإن الميت يستأنس بالذكر علٰى ماورد في الآثار. (رد المحتار، باب الجنازة، مطلب في التلقين بعد الموت: ۱۹۱/۳، دار الفكر بيروت، انيس)

(۱) (وبوجه المحتضر) ... (القبلة) علٰى يمينه هو السنة (وجاز الاستلقاء) علٰى ظهره (وقدماه اليها) وهو المعتاد في زماننا (و) لكن (يرفع رأسه قليلاً) ليتوجه للقبلة وفي الرد تحت (قوله وجاز الاستلقاء) اختاره مشائخنا بما وراء النهر ؛لأنه أيسر لخروج الروح وتعقبه في الفتح وغيره بأنه لا يعرف الا نقلاً والله أعلم بالأيسر منها ولكنه أيسر لتغميضه وشد لحييه وأمنع من نفوس أعضائه. (الدر المختار مع رد المحتار، باب صلاة الجنازة: ۱۸۹/۲، دار الفكر بيروت، انيس)

ہوگی؛ اس لیے اس طرح چت لٹانے کی اجازت دی گئی ہے کہ چہرہ بھی قبلہ کی طرف رہے اور پاؤں بھی، جس طرح مریض لیٹ کر نماز ادا کیا کرتا ہے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۱۳۸/۳۔۱۳۹)

عورت کو نزع کے وقت مہندی لگانا:

سوال: عورت کو نزع کے وقت مہندی لگانا مسنون ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

یہ نہ مسنون ہے اور نہ درست ہے؛ بلکہ ناجائز ہے۔ (۱) (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۲۴۵/۳) ☆

---

(۱) أن التزيين بعد موتها والامتشاط وقطع الشعر لا يجوز (ردالمحتار، باب صلاة الجنائز، مطلب في القراءة عند الموت: ۱۹۸/۲، دار الفكر بيروت، انيس)

☆ **روح نکلنے کے بعد کے اعمال:**

(۱) جب روح نکل جائے تو حاضریں کہیں:

"سلام علیٰ المرسلين والحمد لله رب العالمين لمثل هٰذا فليعمل العاملون وعد غير مكذوب". (حاشية الطحطاوي، باب أحكام الجنائز، ص: ۵۶۳، دار الفكر بيروت، انيس) (رسولوں پر سلامتی ہو، سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں، جو سارے جہانوں کا مالک ہے، عمل کرنے والوں کا اسی طرح عمل کرنا چاہیے، وعدہ جھوٹا نہیں۔)

(۲) ۱۔ داڑھی کو سر کے اوپر سے چوڑے ٹکڑے سے باندھ دے؛ تاکہ منہ نہ کھلے، ۲۔ آنکھیں بند کر دے، ۳۔ آنکھیں بند کرنے والا کہے: "بسم الله وعلىٰ ملة رسول الله أللهم يسر عليه أمره وسهل عليه ما بعده وأسعده بلقائك واجعل ما خرج إليه خيرًا مما خرج عنه. (مراقي الفلاح علىٰ حاشية الطحطاوي، باب أحكام الجنائز، ص: ۵۶۳، دار الكتب العلمية بيروت، انيس) (اللہ کے نام ساتھ شروع کرتا ہوں رسول اللہ کی ملت کے مطابق، یا اللہ اس کا معاملہ اس پر آسان کر دے اور بعد کا معاملہ اس کے لیے آسان کر دے اور اپنی ملاقات کی سعادت عطا کر اور جہاں گیا ہے اس کو اس سے بہتر بنا جہاں سے نکلا ہے۔

۴۔ پھر میت کو کپڑا میں لپیٹ دیا جائے۔

۵۔ پیٹ پر لوہے کی کوئی چیز یا شیشہ کی کوئی چیز رکھ دی جائے کہ سوجے نہیں اور یہ نہ ملے تو کوئی وزنی چیز رکھ دے۔

۶۔ دونوں ہاتھ دونوں پہلوؤں میں (بغل میں) رکھ دے سینہ پر نہ رکھے؛ کیوں کہ یہ اہل کتاب کا طریقہ ہے اور مکروہ تحریمی ہے۔

۷۔ جوڑوں اور انگلیوں میں نرمی پیدا کرے، اس طرح کہ کلائی کو بازو سے پنڈلی کو ران سے اور ران کو پیٹ سے ملایا جائے (پھر ہٹایا جائے)؛ تاکہ غسل دلانا اور کفن پہنانا آسان ہو۔

(۳) جب تک میت کو نہلایا نہ جائے، اس کے پاس قرآن مجید پڑھنا مکروہ ہے (دور سے درست ہے)۔

(۴) لوگوں کو اس کی وفات کی خبر دینے میں کوئی حرج نہیں ہے؛ ۱۔ بلکہ لوگوں کو خبر دینا مستحب ہے؛ تاکہ نماز جنازہ پڑھنے والے اور میت کی مغفرت کی دعا کرنے والے زیادہ ہوں؛ ۲۔ لیکن یہ خبر میت کی بڑائی ظاہر کرنے، یا حد سے زیادہ تعریف کرنے کی غرض سے نہ ہو۔ (لا بأس باعلام الناس بموته) بل يستحب لتكثير المصلين عليه. (مراقي الفلاح علىٰ حاشية الطحطاوي، ص: ۵۶۵، دار الكتب العلمية بيروت) (ماخوذ از طہارت اور نماز کے تفصیلی مسائل، ص: ۵۴۸، ۵۴۹)

میت کو دیر تک رکھنا:

سوال: آج کل اکثر و بیشتر یہ بات دیکھنے میں آتی ہے کہ لوگ قریبی رشتہ داروں کے انتظار میں صبح سے شام، یا شام سے صبح تک میت کو رکھتے ہیں، یہ عمل کس حد تک درست ہے؟ (محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

الجواب

انتقال کے بعد جلد سے جلد تدفین کی کوشش کرنی چاہیے، رشتہ داروں کے انتظار میں دیر تک لاش کو روکے رکھنا بہتر نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی تاخیر کو ناپسند فرمایا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''علی! تین چیزوں میں تاخیر نہ کرنا، نماز میں جب وقت ہو جائے؛ یعنی وقت مستحب شروع ہو جائے، جنازہ جب آجائے اور نکاح میں جب لڑکی کے لیے مناسب رشتہ آجائے''۔(۱)

حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ مرض وفات میں تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کے لیے تشریف لائے اور فرمایا:

''لگتا ہے کہ طلحہ پر موت آنے ہی والی ہے، اگر ایسا ہے تو مجھے اس کی اطلاع دینا اور جلدی کرنا؛ کیوں کہ کسی مسلمان کی لاش کے حق میں یہ بات مناسب نہیں کہ وہ دیر تک اپنے لوگوں کے درمیان پڑی رہے''۔(۲) (کتاب الفتاویٰ:۱۳۹/۳-۱۴۰)

میت کے قریب قرآن کریم کی تلاوت:

سوال: کیا میت کے قریب قرآن مجید پڑھ سکتے ہیں، یا دوسرے کمرے میں پڑھنا بہتر ہے؟

(محمد جہانگیر الدین، باغ امجد الدولہ)

الجواب

میت کو جب تک غسل نہ دیا جائے، اس وقت تک وہ ناپاک ہے؛ اس لیے فقہا نے غسل سے پہلے میت کے قریب قرآن مجید پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے، غسل دینے کے بعد پڑھ سکتے ہیں۔

''وتکرہ القراءۃ عندہ حتیٰ یغسل''.(۳)

شہید کا خون گو اس کے حق میں پاک ہے اور اسی لیے شہید کو غسل نہیں دیا جاتا؛ لیکن دوسروں کے حق میں ناپاک ہے؛ اس لیے خیال ہوتا ہے کہ شہید کے قریب قرآن پڑھنے کا بھی یہی حکم ہونا چاہیے۔ (کتاب الفتاویٰ:۱۳۹/۳)

---

(۱) عن علی بن أبی طالب أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم قال لہ: یاعلی! ثلاث لا تأخرھا الصلاۃ إذا أتت والجنازۃ إذا حضرت والأیم إذا وجدت لھا کفواً.(رواہ الترمذی،باب ماجاء فی تعجیل الجنازۃ: ۲۰۶/۱،قدیمی،انیس)

(۲) عن الحصین بن وحوج أن طلحۃ بن البراء مرض فأتاہ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یعودہ فقال: إنی لأریٰ طلحۃ إلا قد حدث فیہ الموت فأذنونی بہ وعجلوا فإنہ لا ینبغی لجیفۃ مسلم أن نجس بین ظھرانی أھلہ.(رواہ أبواؤد، باب تعجیل الجنازۃ: ۹۴/۱)

(۳) الکبیری،فصل فی الجنائز،ص:۵۷۷،سھیل اکادمی لاھور

غیر مسلم کی موت پر کیا پڑھے:

سوال: اگر کوئی مسلمان مرد، عورت، یا بچہ مرجائے تو اس پر ''إنا للّٰہ و إنا إلیہ راجعون'' پڑھا جاتا ہے؛ لیکن اگر کافر کی موت ہو جائے تو کیا کہنا چاہیے؟ (محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

الجواب

قرآن وحدیث، یا فقہ کی کتابوں میں میرے علم کے مطابق ایسی کوئی صراحت موجود نہیں ہے کہ کافر کی موت پر کیا کہا جائے، عوام میں جو یہ بات مشہور ہے کہ کافر کی موت پر ''في نار جھنم'' کہنا چاہیے، اس کی کوئی اصل نہیں مل پائی، غیر مسلموں کے لیے ممانعت استغفار کی ہے اور ''إنا للّٰہ و إنا إلیہ راجعون'' کے الفاظ میں دعاء واستغفار کا پہلو نہیں ہے؛ بلکہ اس حقیقت کا اظہار ہے کہ ہم سب اللہ ہی کے لیے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ہم سب کو لوٹنا ہے، البتہ قرآن کے بیان کے مطابق یہ کلمہ مصیبت وبلا کے موقع پر کہنے کا ہے، اس پہلو سے کافر کی موت پر اس کے پڑھنے میں تامل ہوتا ہے، لہذا بہتر ہے کہ اس موقع پر خاموشی اختیار کی جائے اور اپنی آخرت کو یاد کیا جائے اور بس۔ واللہ اعلم

(کتاب الفتاویٰ: ۳/۱۴۱-۱۴۲)

میت پر نہ آنے کی وصیت:

سوال: ایک شخص نے انتقال سے قبل وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد میری میت پر نہیں آنا۔ کیا اس کی میت میں جانا چاہیے؟ (محمد اقبال الدین جاوید، بھینسہ)

الجواب

میری میت پر نہ آنے کی ہدایت غصہ وغضب کے قبیل سے ہے، اس کا کوئی اعتبار نہیں اور اس کے جنازہ میں شریک ہونا چاہیے؛ بلکہ خاص طور پر اس کے لیے دعا کرنی چاہیے؛ تاکہ اس کی زندگی میں اس شخص سے کوئی تکلیف پہونچی ہو تو ممکن ہے اس کی وفات کے بعد کا یہ عمل اس کی کچھ تلافی کردے۔(۱) (کتاب الفتاویٰ: ۳/۱۴۲)

میت کے ڈولے سے پھول کا سہرا باندھنا:

سوال: ایک غیر شادی شدہ کا انتقال ہو گیا، ڈولے کے ایک کونہ پر پھولوں کا سہرا باندھا گیا۔ کیا یہ عمل درست ہے؟

(رشید احمد خان، بھینسہ)

الجواب

یہ عمل درست نہیں۔ شادی شدہ اور غیر شادی شدہ مُردوں کے احکام میں کوئی فرق نہیں اور نہ مردہ کے کفن، یا ڈولے سے

(۱) فیض القدیر: ۱/۴۵۶، ط: مکتبة التجاریة، مکة المکرمة

پھول باندھنے کا کوئی ثبوت ہے، اب یہ مرجھا جانے والے پھول اس کے کچھ کام نہ آئیں گے، درست عقیدہ اور نیک اعمال کے پھول ہی اسے نفع پہونچا سکیں گے، جو اس کے نامۂ اعمال میں محفوظ کئے جا چکے ہیں۔(۱) (کتاب الفتاویٰ:۳/۱۴۲)

میت کے سرمہ لگانا اور کنگھی کرنا کیسا ہے:

سوال: میت کی آنکھوں میں سرمہ لگانا اور سر میں کنگھی کرنا بعد کفنانے کے درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ

درست نہیں ہے۔

درمختار میں ہے: ''ولا یسرح شعرہ أی یکرہ تحریماً.

وفی الشامی عن القنیة: أن التزیین بعد موتھا والامتشاط وقطع الشعر لایجوز، نھر. (۲) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۵/۲۴۸)

میت کو تاریک کمرہ میں نہیں چھوڑا جاتا:

سوال: ہم نے اکثر دیکھا کہ جب کسی کی موت واقع ہو جاتی ہے تو میت کو رات کی تاریکی میں گھر میں اکیلا نہیں چھوڑتے، اس کا کیا مقصد ہے؟ (شیخ احمد، درگاہ روڈ، گلبرگہ)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ

اس سلسلہ میں کوئی خاص حکم شرعی نہیں، نعش کی حفاظت مقصود ہوتی ہے۔ (کتاب الفتاویٰ:۳/۱۴۳)

میت کا دیدار:

سوال: نماز جنازہ پڑھانے کے بعد میت کا دیدار درست نہیں ہے؟ ایک میت میں ایک صاحب اعتراض کر رہے تھے کہ نمازِ جنازہ کے بعد میت کا دیدار نہیں کرنا چاہیے، کیوں کہ میت پر نماز کے بعد عالم برزخ کے احوال شروع ہو جاتے ہیں اور میت کو غسل دینے کے بعد بھی دیدار کرنا درست ہے، یا نہیں؟

(جہانگیر الدین، باغ امجد الدولہ)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ

موت کے بعد انسان کو دیکھنے کے وہی آداب ہیں، جو زندہ کو دیکھنے کے ہیں، غسل کے بعد بھی اور نمازِ جنازہ کے بعد بھی، مرد مرد کا چہرہ، عورت عورت کا چہرہ، عورت مرد کا چہرہ اور مرد محرم عورت کا چہرہ دیکھ سکتے ہیں، غیر محرم عورت کو

---

(۱) سورۃ النحل : ۹۷

(۲) رد المحتار، باب صلاۃ الجنازۃ: ۲/۱۹۷-۱۹۸، دار الفکر بیروت، انیس

جیسے زندگی میں دیکھنا جائز نہیں، موت کے بعد بھی دیکھنا جائز نہیں، البتہ اگر چہرہ میں کوئی تغیر ہوگیا ہوتو اس کو بیان نہ کرنا چاہیے؛ بلکہ بہتر ہے کہ ایسی صورت میں چہرہ دکھانے سے بھی گریز کیا جائے۔

جہاں تک عالم برزخ شروع ہونے کی بات ہے تو موت کے بعد ہی انسان عالم برزخ میں پہونچ جاتا ہے، اس سے چہرہ کے دیکھنے اور دکھانے کا کوئی تعلق نہیں۔ (کتاب الفتاویٰ:۳/۱۴۴)

عورتوں کے لیے غیرمحرم میت کا دیدار:

سوال: کیا استاذ کے انتقال پر طالبات عقیدت مند خواتین اور مرحوم کے گھر کی خادمائیں ان کا آخری دیدار کرسکتے ہیں؟ (قاری، ایم، ایس، خان)

الجواب

اگر شہوت اور فتنہ کا اندیشہ نہ ہوتو اصول یہ ہے کہ ایک مرد دوسرے مرد کے جس حصہ جسم کو دیکھ سکتا ہے؛ یعنی ناف سے گھٹنے تک کے حصہ کو چھوڑ کر بقیہ حصہ بدن عورت بھی دیکھ سکتی ہے اور اس کی دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حبشیوں کا کھیل دکھانا ہے، (۱) میت کا عام طور پر چہرہ ہی دکھایا جاتا ہے اور عامۃً اس موقع پر فتنہ کا اندیشہ بھی نہیں ہوتا، لہٰذا استاذ کے بعد از مرگ دیدار کی گنجائش ہے۔

"وتنظر المرأة من الرجل كنظر الرجل للرجل إن اٰمنت شهوتها". (۲) (کتاب الفتاویٰ:۳/۱۴۳)

وفات کے بعد شوہر کا بیوی، یا بیوی کا شوہر کو ہاتھ لگانا:

سوال: شوہر کے انتقال کے بعد بیوی کا اس کے چہرہ کو دیکھنا یا جسم کو ہاتھ لگانا، اسی طرح بیوی کے انتقال کے بعد شوہر کا اس کے چہرہ کو دیکھنا یا اس کے جسم کو ہاتھ لگانا جائز ہے یا نہیں؟ (سید مرتضیٰ حسین)

الجواب

شوہر کے انتقال کے بعد بھی جب تک کہ بیوی کی عدت وفات نہ گزر جائے، ایک حد تک وہ اس مرد کے نکاح ہی میں رہتی ہے؛ اسی لیے اس کے لیے دوسرا نکاح کرنا جائز نہیں؛ لیکن بیوی کے انتقال کے ساتھ ہی شوہر کا نکاح کا تعلق اس سے بالکلیہ ختم ہوجاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ایک عورت کے نکاح میں رہتے ہوئے اس کی بہن سے نکاح جائز نہیں؛

---

(۱) عن عروة بن زبير قال: قالت عائشة والله لقد رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقوم علىٰ باب حجرتي والحبشة يلعبون بحر البهم في مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم يسترني بردائه لكي انظر إلىٰ لعبهم ثم يقوم من أجلي حتىٰ أكون أنا التي انصرف فاقدروا قدر الحاجة الحديثة السن حريصة على للهو. (الصحيح لمسلم، كتاب العيدين، فصل في جواز لعب الجواري الصغار وغنائهن وصبهن بالدف يوم العيدين: ۱/۲۹۱، قديمي)

(۲) الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الحظر والاباحة، فصل في النظر والمس: ۹/۵۳۳

لیکن جوں ہی بیوی کا انتقال ہو، اس کی بہن سے نکاح حلال اور جائز ہے؛ اسی لیے بیوی کے لیے تو وفات کے بعد شوہر کو دیکھنا اور ہاتھ لگانا جائز ہے؛ بلکہ یہ بھی گنجائش ہے کہ اگر ضرورت پڑے تو شوہر کو غسل دے دے؛ لیکن شوہر بیوی کو غسل نہیں دے سکتا۔(۱) اب چوں کہ وہ عورت اس کے حق میں اجنبی عورت ہے؛ اس لیے شوہر اس کے جسم کو ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا، البتہ اگر شہوت کا اندیشہ نہ ہو تو چہرہ دیکھ سکتا ہے۔

(يمنع زوجها من غسلها و مسها لا من النظر إليها علىٰ الأصح). (۲) (کتاب الفتاویٰ: ۳/۱۴۰-۱۴۱)

شوہر اپنی عورت کے جنازہ کو ہاتھ لگا سکتا ہے، یا نہیں:

سوال: ایک عورت منکوحہ نے انتقال کیا، مرحومہ کے شوہر کو قبر میں اتارنا اور جنازہ کو ہاتھ لگانا درست اور جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

عورت کے مرنے کے بعد اس کا شوہر اس سے اجنبی ہو جاتا ہے اور علاقہ نکاح منقطع ہو جاتا ہے؛ اس لیے غسل دینا اور ہاتھ لگانا فقہا نے ممنوع لکھا ہے، (کما یحی عن الدر المختار) لیکن دیکھنا اور جنازہ کو اٹھانا درست ہے اور قبر میں اتارنا بھی بضرورت درست ہے؛ کیوں کہ قبر میں اتارنے میں کفن حائل ہوتا ہے، لہذا کفن کے اوپر کو ہاتھ لگانا بضرورت درست ہے؛ یعنی جب کہ کوئی محرم موجود نہ ہو اور اگر محرم موجود ہو تو وہی قبر میں اتارے۔

قال في الدرالمختار: يمنع زوجها من غسلها ومسها لامن النظر إليها على الأصح.

وفي رد المحتار تحته عن الخانية: أنه إذا كان للمرأة محرم يممها بيده وأما الأجنبي فبخرقة علىٰ يده، الخ. (۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم: ۵/۲۵۳-۲۵۴)

مرنے کے بعد شوہر بیوی کو اور بیوی شوہر کو دیکھ سکتی ہے:

سوال: اگر بیوی مر جاوے تو خاوند کو بعد الموت بیوی کا دیکھنا جائز ہے، یا نہیں؟ یا برعکس صورت ہو؛ یعنی خاوند مر جاوے تو اس کے شوہر کو مرنے بعد دیکھنا اس کا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر زوجہ مر جاوے تو اس کے شوہر کو مرنے کے بعد دیکھنا اس کا جائز ہے، اسی طرح عکس اس کا درست ہے۔ (**كذا في الدر المختار وغيره**) (۴) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۵/۲۵۲)

---

(۱) الفتاوى الهندية: ۱/۱٦۰

(۲-۳) الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب صلاة الجنائز: ۲/۱۹۸، دار الفكر بيروت

(۴) الدرالمختار: ۱/۸۰٦

میت کو غسل دینے سے جسم پھٹنے کا خطرہ ہو تو صرف پانی بہانا کافی ہے:

سوال: احقر کے گھر سات ماہ کا بچّہ مردہ پیدا ہوا تھا، اس کا جسم سُو جا ہوا تھا اور تمام جسم چھالے کی طرح پہلے ہی سے تھا، رات کے تقریباً بارہ بجے پیدا ہوا تھا، صبح جب نہلانے لگے تو تمام جسم لہو سے بھرا ہوا تھا اور ہاتھ لگانے سے تمام جسم علاحدہ علاحدہ ہو جانے کا خطرہ بھی تھا؛ کیوں کہ جسم چھالے کی طرح ہو گیا تھا، بچے کو ڈر کی وجہ سے کہ کہیں علاحدہ علاحدہ نہ ہو جائے نہلایا نہیں گیا، ویسے ہی ایک سفید کپڑے میں دفن کر دیا گیا، احقر کو ڈر ہے کہ کہیں خدا کے سامنے جواب دہی نہ ہو۔

(المستفتی: ۹۱۷، محمد نور بدیعی (ضلع جالندھر) ۷/ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ، م ۲/مارچ ۱۹۳۶ء)

الجواب

اگر مردہ پیدا شدہ بچّے کا جسم غسل دینے کے قابل نہ تھا تو بلا غسل دفن کر دینے میں کوئی مواخذہ ان شاء اللہ نہ ہوگا۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۴/۳۰)

شوہر بیوی کی میت کو دیکھ سکتا ہے، ہاتھ نہیں لگا سکتا:

سوال (۱) ایک شخص کی بیوی کا انتقال ہو گیا، اب وہ اپنی مرحومہ بیوی کو برہنہ چھو سکتا ہے، یا مرحومہ کو کفنائے ہوئے کپڑے پر ہاتھ لگا سکتا ہے، یا نہیں؟ اور کسی قسم کا تعلق مرحومہ کا اپنے زندہ شوہر سے باقی رہتا ہے، یا نہیں؟

(۲) مرد کے کفن میں ایک تہبند بڑھا دینا اور اسی طرح عورت کے کفن میں تہبند بڑھا دینا درست ہے، یا نہیں؟ اور تعدادِ کفن بڑھا دینے سے گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں، یا نہیں؟

(المستفتی: ۱۱۴۸، محمد یوسف صاحب پیش امام جامع مسجد قصبہ چھپرولی (ضلع میرٹھ) ۷/رجمادی الثانی ۱۳۵۵ھ، ۲۶/اگست ۱۹۳۶ء)

الجواب

مرد اپنی مردہ بیوی کو بغیر کپڑے کے چھو نہیں سکتا، ہاں کپڑے پر سے ہاتھ لگا لے تو مضائقہ نہیں دیکھنا اور قبر میں اتارنا جنازہ کو کندھا دینا یہ سب جائز ہے، (۲) اگر میاں بیوی دونوں جنت میں پہنچیں گے تو بیوی اپنے شوہر کو ملے گی۔(۳)

---

(۱) وإن لم يستهل أدرج في خرقة ولم يصل عليه،ويغسل في غيرالظاهر من الرواية وهو المختار.(الفتاویٰ الهندية، كتاب الصلاة،الباب الحادي والعشرون في الجنائز،الفصل الثاني في الغسل: ۱/۱۵۹)

ولو كان الميت متفسخا يتعذرمسحه كفى صب المآء عليه.(الفتاوٰی الهندية، كتاب الصلاة،الباب الحادي والعشرون في الجنائز،الفصل الثاني في الغسل: ۱/۱۵۸،ط:كوئتة)

(۲) ويمنع زوجها من غسلها ومسها لامن النظرإليها على الأصح .(الدرالمختار،باب صلاة الجنائز: ۲/۱۹۸،ط:سعيد)

(۳) ولأنه صح الخبر بأن المراة لآخر أزواجها أي إذامات،وهي في عصمته.(ردالمحتار، كتاب الصلاة،باب صلاة الجنائز: ۲/۲۱۳،ط:سعيد)

(۲)　کفن میں مرد کو تین کپڑوں سے زیادہ اور عورت کو پانچ کپڑوں سے زیادہ دینا نا جائز ہے،(۱) اور ایک قول کے مطابق تین سے زیادہ کی بھی گنجائش ہے۔(۲) فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ دہلی (کفایت المفتی: ۳۱/۴)

بعد موت میاں بیوی ایک دوسرے کو دیکھ سکتے ہیں:

سوال:　زوج اور زوجہ بعد وفات احدہما کے دوسرے کی زیارت سے مستفیض ہو سکتے ہیں، یا نہیں؟

الجواب

دیکھنا ایک کا دوسرے کو درست ہے۔

درمختار میں ہے: **(ویمنع زوجها من غسلها ومسها لا من النظر إليها على الأصح)...(وهي لاتمنع من ذلك)**. (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۶۵/۵-۲۶۶)

غیر محرم عورتیں مردہ مرد کو نہیں دیکھ سکتیں:

سوال:　مردہ کی رہنمائی محرم وغیر محرم عورتوں کو کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

غیر محرم عورتوں کو جیسا کہ زندگی میں اجنبی مرد کا چہرہ دیکھنا ممنوع ہے، مرنے کے بعد بھی ممنوع ہے۔

في حديث ابن أم مكتوم: فعميان أنتما الستما تبصران. (الحديث) (۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۶۷/۵)

میت کو کفنا کر شوہر اس کا چہرہ دیکھ سکتا ہے:

سوال (۱) بیوی کے انتقال ہونے کے بعد کفنا کر اکثر عزیزوں کو صورت دکھاتے ہیں، کیا اس کے خاوند کو بھی صورت دکھا سکتے ہیں؟ خاوند کندھا دے سکتا ہے؟

(۲)　عورت سے مہر معاف کرا سکتے ہیں؟ اگر ادا کرنا چاہے تو اس کے مہر کا کون مستحق ہوگا؟

---

(۱)　وأما الكلام في كميته فنقول: أكثر ما يكفن فيه الرجل ثلا ثة أثواب ... عن علي رضي الله تعالىٰ عنه، أنه قال: كفن المراة خمسة أثواب وكفن الرجل ثلا ثة ولا تعتدوا إن الله لا يحب المعتدين. بدائع، أحكام الجنائز، فصل في كيفية وجوبه: ۳۲۳/۲-۳۴۳، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

(۲)　ولا بأس بالزيادة على الثلا ثه كذا في النهر. (ردالمحتار، باب صلاة الجنائز: ۲۰۲/۲، ط: سعيد)

(۳)　الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب صلاة الجنائز: ۱۹۸/۲، دار الفكر بيروت، انيس

(۴)　مشكوٰة، باب النظر إلى المخطوبة، ص: ۲۶۹ (عن أم سلمة أنها كانت عند رسول الله صلى الله عليه وسلم وميمونة اذا أقبل أم مكتوم فدخل عليه فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم احتجبا منه فقلت يا رسول الله أليس هو أعمىٰ لا يبصرنا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم أفعمياوان أنتما الستما تبصرانه. (مشكوٰة المصابيح، باب النظر الى المخطوبة وبيان العورات في الفصل الثالث، ص: ۲۶۹، قديمي، انيس)

(۳)　کیا یہ بات صحیح ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو آپ ہی غسل دیا تھا؟

(المستفتی: مستری حافظ انعام الٰہی محلّہ فراش خانہ، دہلی)

الجواب

بیوی کو کفنا کر اس کی صورت صرف عورتیں، یا باپ بیٹا دیکھ سکتا ہے، خاوند بھی اگر دیکھنا چاہے تو دیکھ سکتا ہے، خاوند کو ہاتھ لگانا؛ یعنی اس کے بدن کو چھونا جائز نہیں، جنازے کو اٹھا سکتا ہے۔(۱)

(۲)　مہر معاف نہیں کرایا تو اس کی ادائیگی ضروری ہے، خاوند اپنا حصہ وضع کر کے باقی مہر اس کے اور وارثوں کو دے دے۔(۲)

(۳)　حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دینا ثابت نہیں۔(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۹/۶۰)

ناتمام بچہ کی ولادت کی صورت میں عورت کی تجہیز و تکفین:

سوال:　اگر حاملہ عورت دردِ زہ کی وجہ سے مرگئی اور بچہ بھی اندر مر گیا؛ لیکن دایہ کی ناتجربہ کاری کی وجہ سے بچہ کا ایک ہاتھ باہر نکل آیا تو اس عورت کی تکفین کیسے کی جائے گی؟

الجواب

بچہ کو نکالنے کے لیے اس مردہ کو تکلیف دینے کی ضرورت نہیں۔ دوسری مردہ عورتوں کی طرح اس کی تکفین کی جائے البتہ اگر بچہ زندہ ہو تو ایسی صورت میں مردہ کا پیٹ بائیں جانب سے شق کر کے بچہ کو نکالا جائے اور اگر عورت زندہ ہے؛ مگر بچہ مر گیا تو ایسی صورت میں کوئی ماہرِ فن دایہ اپنا ہاتھ اندر ڈال کر بچہ کے اعضا کو علاحدہ علاحدہ کر کے نکال دے۔ (کذا فی کتب الفقہ) (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو: ۲۵۴)

حاملہ کے پیٹ میں بچہ زندہ ہو:

سوال:　حاملہ عورت کے انتقال پر پتہ چلے کہ بچہ پیٹ میں زندہ ہے تو کیا پیٹ چاک کر کے بچہ کو نکالنے کی اجازت ہے؟　(محمد ریاض احمد، وجئے نگر کالونی)

---

(۱)　ویمنع زوجها من غسلها ومسها لا من النظر إليها على الأصح. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب صلاة الجنائز: ۱۹۸/۲، دار الفكر بيروت، انيس)

(۲)　وإذا مات الزوجان وقد سمى لها مهراً فلورثتها أن يأخذوا ذلك من ميراثه ... إلا إذا علم أنها ماتت أولاً فيسقط نصيبه من ذلك. (الهداية، كتاب النكاح، باب المهر: ۳۱۶/۲، مكتبة رشيدية كوئٹة، انيس)

(۳)　قال في شرح المجمع لمصنفه: فاطمة غسلتها أم أيمن حاضنته صلى الله عليه وسلم ورضي عنها فتحمل رواية الغسل لعلي علىٰ معنى التهيئة والقيام بأسبابه ولئن ثبتت الرواية فهو مختص به. (رد المحتار، باب صلاة الجنائز: ۱۹۸/۲)

الجواب

مردہ کا احترام واجب ہے اور زندہ کی حفاظت اس سے زیادہ اہم ہے؛ اس لیے اس صورت میں مردہ عورت کے پیٹ سے آپریشن کے ذریعہ بچہ نکال لیا جائے گا۔

امرأة حامل ماتت واضطرب في بطنها شئ وكان رأيهم أنه ولد حي شق بطنها. (١) (کتاب الفتاویٰ: ٣/١٤٤-١٤٥)

میت کے سینہ پر قرآن مجید رکھنا:

سوال: یکم اپریل کے اخبار میں شہداء فلسطین کے بازو میں اور نعشوں کے سینوں پر قرآن مجید رکھے ہوئے ہیں تو کیا میت پر قرآن مجید رکھ سکتے ہیں؟ (محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

الجواب

قرآن مجید کے احترام کے پیش نظر قرآن مجید کا میت کے اوپر رکھنا مناسب نہیں، فقہا نے اس سے منع کیا ہے۔

”ولا يوضع على بطنه المصحف إكرامًا للمصحف“. (٢) (کتاب الفتاویٰ: ٣/١٤٦)

میت کی پیشانی پر بسم اللہ لکھنا:

سوال: میت کی پیشانی پر انگلی سے بسم اللہ لکھنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

جائز ہے، (٣) اور بعض میں اہل اللہ نے بسم اللہ لکھا، مگر وصیت کی کہ ان کے کفن میں رکھ دی جائے۔

(مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو: ٢٥٤)

جنازے کا کپڑا اپھاڑ دینے سے متعلق فتاوی عالمگیری کی ایک عبارت کا صحیح مطلب:

سوال: فتاوی ہندیہ ترجمہ عالمگیریہ کتاب الکراہۃ باب شانزدہم زیارت قبور کے بالکل آخر میں ہے، جنازے کا کپڑا اپھاڑ دیا جاوے، اس طرح کہ جس کام میں پہلے استعمال کیا جاتا تھا، اس کام میں مستعمل نہ ہو سکے اور متولی کو اس کا صدقہ کرنا جائز نہیں ہے؛ لیکن اس کو فروخت کر کے اس کے داموں میں کچھ مال زیادہ ملا کر دوسرا کپڑا خرید ے۔ (کذا فی جوہر الفتاوی) حضرتنا: اس کا کیا مطلب ہے؟ پورا پورا مطلب ومفہومات ارقام فرماویں؟ جنازے کے

---

(١) فتح القدير، كتاب الصلاة، فصل في الدفن: ١٥٠/٢، دار الكتب العلمية بيروت، انيس

(٢) الحلبى الكبير، ص: ٥٧٧، فصل في الجنائز

(٣) أوصٰى بعضهم أن يكتب فى جبهته وصدره بسم الله الرحمن الرحيم ففعل ثم رؤى فى المنام فسئل فقال: لما وضعت فى القبر جاء تنى ملائكة العذاب فلما رؤا مكتوباً علٰى جبهتى بسم الله الرحمن الرحيم قالوا: أمنت من عذاب الله. (الدر المختار علٰى هامش رد المحتار، باب صلاة الجنائز: ٢٤٦/٢، دار الفكر بيروت، انيس)

کون سے کپڑے پھاڑ دئے جاویں؛ یعنی پیراہن پائجامہ پگڑی وغیرہ، یا فقط پیراہن اتارنا مشکل ہوجاتا ہے؛ اس لیے پھاڑ دیا جاتا ہے، باقی یہ قید کہ اس طرح پھاڑیں کہ پہلی طرح استعمال نہ آسکے، اس کی کیا وجہ؟ غرضکہ بخوبی ارقام فرمادیں اور اصل کپڑا بیچنا اور نیا کپڑا خرید کرنا ضروری ہے، سمجھ میں نہیں آتا؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

فتاوی ہندیہ میں عامگیر یہ کی عبارت کا ترجمہ اس جگہ بالکل غلط کیا ہے۔ عبارت عالمگیر یہ یہ ہے:

ثوب الجنازة تخرق بحيث لايستعمل فيما كان يستعمل فيه لايجوز للمتولي أن يتصدق به ولكن يبيعه بثمن ويشترى به وبزيادة مال ثوباً آخر، كذا في جواهر الفتاوى. (۱) **والله أعلم**

(ترجمہ: جنازہ کا کپڑا پھٹ گیا، اس طرح کہ اب اس کام میں نہیں آسکتا، جس میں استعمال کیا جاتا ہے تو متولی (وقف) کو یہ جائز نہیں کہ اس کو صدقہ کردے (کیوں کہ اس میں وقف کو غیر مصرف مین صرف کرنا لازم آتا ہے) اور لیکن اس کو کسی قیمت پر فروخت کردے اور اس قیمت میں کچھ اور ملا کر اس سے دوسرا کپڑا ہے، جو کفن کے اوپر چادرہ کے طور پر ڈالا جاتا ہے۔)

بعض لوگ جنازہ کی چارپائی اور اس کے اوپر کی چادر عام مسلمانوں کے لیے وقف کردیا کرتے ہیں؛ تاکہ ہر میت کے اوپر وہ چادر ڈالی جاوے۔ پس وہ چادر اگر پھٹ جاوے اور کام میں نہ آسکے تو اس کا حکم اس عبارت میں مذکور ہے۔ واللہ اعلم

۱۱/ رمضان ۱۳۴۰ھ (امداد الاحکام: ۲/ ۴۳۷)

میت کو لگایا ہوا پلاسٹر چھڑانا چاہیے، یا نہیں:

سوال: اگر کسی کا پیر کسی حادثہ میں ٹوٹ گیا اور ڈاکٹروں نے گھٹنے کو نیچے سے کاٹ دیا اور پلاسٹر چڑھا دیا، پھر وہ شخص انتقال کر گیا تو اس کا پلاسٹر چھڑا کر غسل جنازہ دیا جائے، یا پلاسٹر لگا رہنے دیا جائے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

پلاسٹر کی کیا ضرورت رہی، اس کو چھڑا کر غسل دیا جائے (زندہ انسان کے زخم پر پانی لگنے سے تکلیف ہوتی ہے اور زخم خراب ہونے کا اندیشہ بھی ہوتا ہے، موت کے بعد اس کی ضرورت باقی نہیں رہتی، لہذا پلاسٹر چھڑا کر غسل دیا جائے۔

"(ويمسح) نحو (مفتصد) وجريح علىٰ كل عصابة) مع فرجتها في الأصح (إن ضره) الماء (أو حلها) ومنه أن لا يمكنه ربطها بنفسه ولايجد من يربطها". (الدرالمختار)

وفي ردالمحتار: (قوله: إن ضره الماء): أي الغسل به أو المسح على المحل ... إذا الثابت بالضرورة يتقدر بقدرها، آه. (۲) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۸/ ۵۰۰)

---

(۱) الفتاویٰ الهندیة، کتاب الكراهية، الباب السادس عشر رفي زيارة القبور وقراءة القرآن في المقابر: ۵/ ۳۵۱

(۲) كتاب الطهارة، باب المسح على الخفين: ۱/ ۲۸۰-۲۸۱، سعيد

میت کے قرض کی ادائیگی:

سوال: میت کے ورثا کو کتنی مدت میں میت کا قرض ادا کر دینا چاہیے؟ (ایم،ایس خان،اکبر باغ)

الجواب

اس کے لیے مدت مقرر نہیں،اگر کسی خاص تاریخ کے وعدہ پر مرحوم نے قرض لیا تھا تو اس تاریخ تک قرض ادا کر دینے کی کوشش کرنی چاہیے،اس سے پہلے ادا کر دے تو زیادہ بہتر ہے،اگر اس تاریخ تک ادا نہ کر پائے،تب بھی جتنا جلد ممکن ہوادا کرے،تاخیر کی صورت میں باز پرس کا اندیشہ ہے۔(۱) (کتاب الفتاویٰ:۱۴۵/۳) ☆

(۱) عن أبی هريرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم أنه قال نفس المؤمن معلقة بدينه حتٰی يقضی عنه.(سنن الترمذی، كتاب الجنائز،باب ماجاء أن نفس المؤمن معلقة بدينه حتٰی يقضی عنه:۲۰۶/۲،قديمی،انيس)

يبدأ من تركه الميت الخالية عن تعلق حق الغير بعينها كالراهن والعبد والجانی والمأذون المديون ... (يتجهزه) ... (من غير تقتير ولا تبذير) لكفن الميتة أو قدر ما كان يلبسه فی حياته ولو هلك كفنه فلو قبل تفسخه كفن مرةً بعد أخرٰی وكله من كل ماله (ثم) تقدم (ديوته التی لها مطالب من جهة العباد) ...(ثم) تقدم (وصيته) ... (من) ثلٰث ما بقی) ... (ثم) ... (يقسم الباقی) ... بين ورثته.(الدر المختار علٰی هامش رد المحتار، كتاب الفرائض:۷۵۹/۶-۷۶۰،دار الفكر بيروت،انيس)

☆ **قرض کی ادائیگی تقسیم وراثت پر مقدم ہے:**

سوال:ایک شخص کا انتقال ہوا،اس پر کئی سالوں کی نماز اور روزے ہیں اور کافی قرضہ بھی ہے اور اس شخص نے وراثت میں بھی بہت تھوڑی سی رقم چھوڑی ہے اور ورثا کو قرض دار بھی نہیں معلوم۔اب ان کے ورثا کیسے ان کا قرض اتاریں گے؟اور نماز اور روزوں کا کیا فدیہ ہوگا؟

الجواب

میت کے متروکہ مال میں سے تجہیز وتکفین کے بعد اس کا قرض ادا کیا جائے گا،اگر قرض کی ادائیگی کے بعد کچھ باقی بچتا ہے تو وہ ورثا میں تقسیم ہوگا،لہذا مرحوم کے مال میں سے اولاً قرض خواہوں کا قرض ادا کیا جائے اور قرض خواہوں کا فی الوقت علم نہ ہو تو اعلان کر دیا جائے کہ مرحوم کے ذمہ جن جن لوگوں کا قرض ہے،وہ مرحوم کے ورثا سے رابطہ کر لیں۔قرض کی ادائیگی کے بعد باقی مال ورثا میں ان کے حصوں کے مطابق تقسیم ہوگا۔اگر قرض کی ادائیگی میں سارا مال خرچ ہو جائے تو ورثا کے لیے کچھ نہیں ہوگا،پھر اگر قرض خواہ باقی ہوں تو اس صورت میں بقیہ قرض کی ادائیگی ورثا پر لازم نہیں،البتہ اگر ورثا مرحوم کے ساتھ احسان کا معاملہ کرتے ہوئے اپنی جانب سے ان کا قرض ادا کر دیں تو عنداللہ امید ہے کہ مرحوم قرض کے معاملہ سے بری ہو جائیں گے۔نیز چوں کہ مرحوم نے نماز،روزوں سے متعلق فدیہ کی وصیت نہیں کی تو شرعاً ورثا پر ان کی نماز،روزوں کا فدیہ ادا کرنا لازم نہیں،البتہ اگر ورثاء از خود باہمی رضامندی سے مرحوم کے مال میں سے یا اگر مرحوم کا مال نہ ہو تو اپنی جانب سے ان کی نماز،روزوں کا فدیہ ادا کر دیں تو امید ہے کہ مرحوم آخرت کی باز پرس سے بچ جائیں گے۔ایک نماز کا فدیہ ایک صدقۂ فطر کے برابر ہے،اسی طرح ایک روزے کا فدیہ بھی ایک صدقۂ فطر کے برابر ہے۔اور روزانہ وتر کے ساتھ چھ نمازیں ہیں تو ایک دن کی نمازوں کے فدیے چھ ہوئے،اور ایک صدقۂ فطر تقریباً پونے دو کلو گندم،یا اس کا آٹا،یا اس کی قیمت ہے۔فدیہ کا مصرف وہی ہے جو زکاۃ کا مصرف ہے یعنی مسلمان فقیر جو سید اور ہاشمی نہ ہو اور صاحب نصاب بھی نہ ہو۔فقط واللہ اعلم

(فتوی نمبر:144004200354) دارالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

روزہ دار مرجائے تو کیا حکم ہے:

سوال: روزہ دار اگر روزہ سے مرجاوے اور روزہ افطار نہ کرے تو اس کی موت کیسی ہے؟

الجواب

شامی میں ہے کہ روزہ دار اگر صبر کرے اور روزہ افطار نہ کرے اور مرجاوے تو اس کو ثواب ملتا ہے، گنہگار نہیں ہوتا۔(۱)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۷۷/۵)

میت کے ذمہ باقی روزے:

سوال: میت کے ذمہ فرض روزے باقی ہوں، تو کیا ورثا میت کی طرف سے روزے رکھ سکتے ہیں؟

(ایم، ایس خان، اکبر باغ)

الجواب

اگر میت کا روزہ بیماری، یا سفر کی وجہ سے چھوٹ گیا ہو تو ایسے شخص پر اس کی قضا، یا فدیہ واجب نہیں، بشرطیکہ سفر ومرض کے بعد اتنی مہلت نہ مل پائی ہو کہ وہ اس کی قضا کرتا۔

"ولو فات صوم رمضان بعذر المرض أو السفر واستدام المرض والسفر حتیٰ مات لا قضاء عليه ألخ".(۲)

لہٰذا ایسی صورت میں میت کی طرف سے کچھ واجب نہیں۔اگر غفلت کی وجہ سے روزے فوت ہوگئے، یا روزوں کو ادا کرنے کی مہلت ملنے کے باوجود روزہ ادا نہیں کر پایا، یہاں تک کہ انتقال ہوگیا تو اب اس کی طرف سے ہر روزے کے بدلے ایک صدقۃ الفطر کے بقدر پیسے، یا مال صدقہ کردینا چاہیے۔(۳)

---

(۱) ردالمحتار فصل فی العوارض المبيحة لعدم الصوم: ۱۵۸/۲

عَنِ ابْنِ مَسْعُود قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ وَافَقَ مَوْتُهُ عِنْدَ انْقِضَاءِ رَمَضَانَ دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ وَافَقَ مَوْتُهُ عِنْدَ انْقِضَاءِ عَرَفَةَ دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ وَافَقَ مَوْتُهُ عِنْدَ انْقِضَاءِ صَدَقَةٍ دَخَلَ الْجَنَّةَ. غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ طَلْحَةَ، لَمْ نَكْتُبْهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ نَصْرٍ، عَنْ هَمَّامٍ.(حلية الأولياء وطبقات الأصفياء: ۲۳/۵، دار الكتب العربية بيروت، انيس)

(۲) الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصوم، الباب الخامس فی الأعذار التی تبيح الافطار: ۲۰۷/۱

(۳) (ولو مات عليه صلوات فائتة وأوصیٰ بالكفارة يعطی صلاة نصف صاع من بر) كالفطرة (كذا حكم الوتر) والصوم وإنما يعطیٰ (من ثلث ماله).(الدر المختار علیٰ رد المحتار، باب قضاء الفوائت: ۵۳۲/۲-۵۳۳، مكتبة زكريا ديوبند، انيس)

روزہ کا فدیہ:

سوال: میرا سوال ہے کہ اگر کوئی اتنی عمر کا ہوگیا ہے کہ جو اس کے قضا روزے ہیں، وہ تقریبا تین ماہ کے ہیں، وہ کوشش تو کرتا ہے کہ روزے رکھ لے؛ لیکن ایک یا دو سے زائد روزے نہیں رکھ سکتا تو کیا وہ فدیہ دے سکتا ہے اور مہربانی فرما کر یہ بتادیں کہ تین ماہ کے روزے کا فدیہ کتنا ہوگا اور ایک روزے کا کتنا ہوا اور یہ فدیہ کی رقم کسی ضرورت مند کو دے سکتے ہیں، یا نہیں؟ ==

ورثہ کا ان کی طرف سے روزہ رکھنا کافی نہیں؛ کیوں کہ خالص بدنی عبادتوں میں ایک شخص دوسرے شخص کی نیابت نہیں کرسکتا، یہی حنفیہ اور اکثر فقہاء کا مسلک ہے۔(۱) (کتاب الفتاویٰ:۳/۱۴۵-۱۴۶)

☆ ☆ ☆

==

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ

واضح رہے کہ اگر کسی کے ذمہ قضا روزے باقی ہوں اور اس کا انتقال ہوجائے، یا وہ اس قدر بیمار ہوجائے، پر اب اس کے صحت یاب ہونے کی امید نہ رہے تو ایسے حد درجہ عمر رسیدہ شخص کی طرف سے اس کے قضا روزوں کا فدیہ ادا کیا جائے گا؛ لیکن اگر وہ شخص حیات ہے اور بیمار تو ہے؛ لیکن اس قدر بیمار رہے کہ وہ ایک ایک دو دو کر کے وقفہ وقفہ سے روز یرکھ سکتا ہے تو اس کے ذمے روزہ کی قضا ہی ضروری ہوگا، فدیہ ادا کرنے سے ذمہ ختم نہیں ہوگا، لہٰذا اگر مذکورہ شخص روزے رکھنے پر بالکل قادر نہیں اور اس کے صحت مند ہونے کا امکان بھی نہیں ہے تو ہر روزے کے بدلے صدقہ فطر کی مقدار (پونے دو کلو گندم) فقرا و مساکین پر صدقہ کرنا واجب ہے، فدیہ میں صدقہ فطر کی طرح گندم کی جگہ اس کے قیمت بھی ادا کرنا جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

(فتوی نمبر:143101200138) دارالافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

(۱) **(الصلاة) ...(وهى عبارة بدينه محضة فلا نيابة فيها أصلاً) أى لا بالنفس كما صحت فى الصوم بالفدية للفانى لأنها تجوز باذن الشرع ولم يوجد.**

وفى الرد تحت (قوله فلا نيابة فيها أصلاً) لأن المقصود من العبادة البدنية اتعاب البدن وفهر النفس الأمارة بالسوء ولا يحصل بفعل النائب؛بخلاف المالية فتجرى فيها النيابة مطلقاً أى حالة الاختيار والاضطرار لحصول المقصود من اغناء الفقير وتنقيص المال بفعل النائب وبخلاف المركبة فتجرى فيها النيابة حالة العجز نظراً الٰى معنى المشقة تنقيص المال لاحالة الاختيار نظراً الى اتعاب البدن، كما قرروه فى باب الحج عن الغير. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة: ۲/ ۱۰۹، دار الفكر بيروت، انيس)

غسل کے احکام ومسائل ☆

میت کے غسل دینے کے لیے کیسا پانی ہونا چاہیے:

سوال: یہ مشہور ہے کہ میت کے غسل دینے کے لیے پہلا پانی بیری کے پتوں کا جوشاندہ اور دوسرا پانی مع کافور کے جوشاندہ تیسرا پانی خالص بغیر جوش دادہ ہو (اس میں صحیح کیا ہے؟)

☆ **میت کا غسل:**

اللہ کا جو بندہ وفات پا جاتا ہے، وہ دنیا سے رخصت ہو کر آخرت کی طرف جاتا ہے؛ اس لیے شریعت نے ایمان والے میت کو اعزاز کے ساتھ رخصت کرنے کا ایک خاص طریقہ مقرر کیا ہے، جو نہایت ہی پاکیزہ وشریفانہ اور خدا پرستانہ ہے۔ حکم ہے کہ پہلے میت کو اس طرح غسل دیا جائے، جس طرح کوئی زندہ آدمی پاکی حاصل کرنے کے لیے نہاتا ہے۔ اس غسل میں پاکی اور صفائی کے علاوہ غسل کے آداب کا بھی پورا لحاظ رکھا جائے۔ غسل کے پانی میں وہ چیزیں شامل کی جائیں، جو میل کچیل صاف کرنے کے لیے لوگ زندگی میں بھی نہانے میں استعمال کرتے ہیں، اس کے علاوہ آخر میں کافور جیسی خوشبو شامل کی جائے؛ تاکہ میت کا جسم پاک صاف ہونے کے علاوہ معطر بھی ہو جائے۔ (معارف الحدیث: ۴۶۸/۳)

غسل فرض ہے:

(۱) ہر وہ میت جو صاحب ایمان ہو، چاہے مرد ہو، یا عورت، یا صاحب ایمان کی اولاد نابالغ ہو، اس کو ایک بار پورے بدن کا غسل دینا اللہ کی طرف سے زندہ قریبی عزیزوں پر فرض ہے اور یہ فرض کفایہ ہے؛ یعنی اگر کوئی بھی میت کو غسل دے دے گا تو فرض ادا ہو جائے گا اور اگر کوئی بھی غسل نہ دے گا تو اس کی وفات کا جن لوگوں کو علم تھا اور ان کے لیے غسل دینا ممکن تھا، وہ سب گنہ گار ہوں گے۔ (**غسل الميت حق واجب ولكن اذا قام به البعض سقط عن الباقين. (الفتاوىٰ التاتارخانية، الفصل الثاني والثلاثون في الجنائز، القسم الأول في نفس الغسل: ۳/۳، مكتبة زكريا ديوبند)**

(۲) جس طرح زندہ انسان جنابت، یا حیض ونفاس کی وجہ سے ناپاک ہو جاتا ہے اور غسل کرنا فرض ہوتا ہے، اسی طرح انسانی بدن سے جب روح نکل جاتی ہے تو انسان کا جسم حکماً ناپاک ہو جاتا ہے اور اس ناپاکی کو دور کرنے کے لیے (جنازہ کی نماز پڑھنے اور کفن دفن کرنے سے پہلے) غسل کو فرض کیا گیا ہے اور ایمان والے کی طہارت غسل سے بطور شرافت وکرامت ہے، برخلاف کافر کے کہ اس کا جسم غسل سے پاک نہ ہوگا؛ اس لیے اس کو غسل بھی نہ دیا جائے گا؛ کیوں کہ اس کا جسم حکماً نجس ہوتا ہے۔ (رد المحتار: ۱۹۴/۲)

(۳) یہ غسل ہر اس میت کو دیا جائے گا، جو زندہ پیدا ہونے کے بعد مرا اور اگر کوئی بچہ مردہ پیدا ہوا ہو تو اس کو غسل دینا فرض نہیں ہے، البتہ غسل دینا بہتر ہے۔ اس کو غسل دے کر اور کفن پہنا کر بغیر نماز پڑھے، دفن کر دیا جائے گا۔ (**وهذا سبيل كل مات بعد الولادة فإن ولد ميتا يغسل ولا يصلى عليه، كذا ذكره في الأصل. (الفتاوىٰ التاتارخانية، القسم الآخر في بيان كيفية الغسل: ۱۰/۳، مكتبة زكريا ديوبند)**

(۴) کوئی شخص اگر پانی میں ڈوب کر مر جائے، یا مرنے کے بعد بارش کے پانی سے اس کا بدن ڈھل جائے تو غسل ادا نہ ہوگا۔ غسل کی ادائیگی کے لیے زندہ انسانوں کا قصد وعمل ضروری ہے، چاہے اس کو بارش کے پانی سے غسل دے، یا نہر وندی میں ڈوب کر مرنے والے کو اس میں غسل کے لیے حرکت دے دے۔ (**إذا غرق الرجل في الماء ومات أو وقع في بئر فمات فعن أبي يوسف أنه لا ينوب ذلك عن الغسل يغسل إذا أصاب الميت المطر لا ينوب ذلك عن الغسل وإذا لم ينب ذلك عن الغسل يغسل ثلاثاً بعد ذلك. (الفتاوىٰ التاتارخانية، الفصل الثاني والثلاثون في الجنائز، القسم الآخر في بيان كيفية الغسل: ۱۳/۳، مكتبة زكريا ديوبند)**

==

الجواب ــــــــــــــــــــ

شامی نے غسل میت کے بارے میں یہ تفصیل کی ہے کہ پہلے خالص پانی سے غسل دیا جائے ، پھر بیری کے پتوں کا

== (۵) میت کو غسل دینا اللہ کی طرف سے زندہ ایمان والوں پر فرض ہے؛مگراس فرض کی ادائیگی کے لیے غسل دینے والے کا بالغ ہونا ضروری نہیں ہے؛اس لیے اگر نابالغ کو غسل دینا معلوم ہوتو اگر مردے کو غسل دے دے تو بھی غسل ادا ہوجائے گا۔

(۶) اگر بغیر غسل کی نیت کے مثلاً سکھانے کے لیے مردے کو غسل دے دیا جائے تو غسل ادا ہوجائے گا؛مگر ثواب حاصل نہ ہوگا،ثواب کے لیے نیت ضروری ہے۔

(۷) اگر کوئی مسلمان وفات پاجائے اوراس کو کسی کافر نے چاہے وہ مشرک ہو، یا کتابی غسل دے دیا تو اس کا غسل ادا ہوجائے گا۔

(۸) اگر بچہ کی ولادت قبل از وقت ہوجائے اوراس کے اعضا ابھی پورے طور پر نہ بنے ہوں تو اس کو بھی غسل دے کر کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے گا؛لیکن اس پر نماز نہ پڑھی جائے گی۔

(۹) اگر کسی آدمی کا صرف سر کہیں دیکھا جائے تو اس کو غسل نہ دیا جائے گا؛ بلکہ یوں ہی دفن کر دیا جائے گا اوراگر کسی مسلمان آدمی کا بدن نصف سے زیادہ کہیں ملے تو اس کو غسل دینا ضروری ہے،خواہ سر کے ساتھ ملے، یا بے سر کے اوراگر نصف سے زیادہ نہ ہو؛ بلکہ نصف ہوتو اگر سر کے ساتھ ملے تو غسل دیا جائے گا، ورنہ نہیں اوراگر نصف سے کم ہوتو غسل نہ دیا جائے گا،خواہ سر کے ساتھ ہو، یا بے سر کے۔

(۱۰) اگر کوئی میت مسلمانوں کے علاقہ میں دیکھی جائے اور یہ معلوم نہ ہو کہ یہ مسلمان تھا یا کافر تو اسے مسلمانوں کے علاقہ وبستی میں ہونے کی وجہ سے اسے غسل دیا جائے گا اور نماز بھی پڑھی جائے گی۔

(۱۱) اگر مسلمانوں کی نعشیں کافروں کی نعشوں میں مل جائیں اور کوئی تمیز باقی نہ رہے تو ان سب کو غسل دیا جائے گا اوراگر تمیز باقی ہوتو مسلمانوں کی نعشیں علاحدہ کر لی جائیں اورصرف انھیں کو غسل دیا جائے ، کافروں کی نعشوں کو غسل نہ دیا جائے۔کافر ومشرک کی نعش کو غسل اس لیے نہ دیا جائے گا کہ کافر نجس ہوتا ہے،غسل سے بھی پاک نہ ہوگا۔

(۱۲) اگر کسی مسلمان کا کوئی عزیز کافر (مرتد) ہواوروہ مرجائے تو اس کی نعش اس کے کسی ہم مذہب کو دے دی جائے اوراگر کوئی اس کا ہم مذہب نہ ہو یا اسے قبول نہ کرے تو بدرجہ مجبوری وہ مسلمان اس کافر کو غسل دے؛مگر مسنون طریقہ پر نہیں؛ بلکہ ایسے جیسے کسی نجس چیز کو دھویا جاتا ہے،گرچہ وہ دھونے سے بھی پاک نہ ہوگا، پھر اسے کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے۔(أما المرتد فيلقى في حفرة كالكلب(عند الاحتجاج) فلوله قريب فالأولى تركه لهم (من غير مراعاة السنة)فيغسله غسل الثوب النجس ويلفه في خرقة ويلفه في حفرة.(الدرالمختارعلىٰ ردالمحتار،باب صلاة الجنائز:۲/ ۲۳۰-۲۳۱،دار الفكر بيروت)

(۱۳) باغی، یاڈاکہ زن لڑائی کے وقت مارے جائیں تو ان کے مردوں کو غسل نہ دیا جائے۔

(۱۴) مرتد اگر مرجائے تو اس کو بھی غسل نہ دیا جائے اورنہ اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔(أما المرتد فلا يغسل ولا يكفن وانما يلقى في حفرة كالكلب.(البحرالرائق،فصل السلطان أحق بصلاته: ۲/ ۳۳۴،دارالكتب العلمية بيروت)

غسل میں جلدی کی جائے:

جب کسی کی وفات ہوجائے تو اس کے بارے میں شریعت کا حکم یہ ہے کہ غسل اور کفن دفن میں جلدی کی جائے۔اس بارے میں حضرت حصین بن دحوح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ طلحہ بن براء بیمار ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کو تشریف لائے ''اوران کی حالت دیکھ کر'' فرمایا: میں محسوس کرتا ہوں کہ ان کی موت کا وقت آ گیا ہے، جب ایسا ہوجائے تو مجھے خبر کرنا اور ''ان کی تجہیز وتکفین'' میں جلدی کرنا؛اس لیے کہ کسی مسلمان کی میت کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ گھر والوں کے بیچ دیر تک رہے۔(عن الحصين بن وحوح أن طلحة بن البراء مرض فأتاه النبي صلى الله عليه وسلم فقال:إني لا أدري طلحة إلا قد حدث فيه الموت فأذنوني به وعجلوا فانه لا ينبغي لجيفة مسلم أن تحبس بين ظهراني أهله.(أبوداؤد،باب تعجيل الجنازة: ۲/ ۹۴،مكتبة حقانية ملتان) غسل میں جلدی اس حدیث کی وجہ سے مطلوب ہے۔صرف اس قدر انتظار کیا جائے کہ اس کی روح نکل چکی ہے اورموت میں کوئی شبہ باقی نہیں رہا، پھر کفن کے کپڑے تیار کر لیے جائیں اور غسل دیا جائے۔(ماخوذ از طہارت کے احکام ومسائل)

پکا ہوا پانی پھر کافور ملا ہوا پانی ڈالا جائے اور فتح القدیر سے نقل کیا ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ اول دومرتبہ بیری کے پتوں کا پکا ہوا پانی اور تیسرا کافور ملا ہوا۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۵/۲۵۴-۲۵۵)

میت کے غسل کا پانی:

سوال: مردہ کو غسل دیتے وقت تختہ کے نیچے گڑھا کیا جاتا ہے کہ غسل کا پانی بہہ نہ جائے، اگر یہ پانی موری میں یا جھاڑ میں بہا دیا جائے تو کیا یہ درست ہے؟ (محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

الجواب ــــــــــــــــــــ

موت ناپاکی کا سبب ہے اور اصل میں تو اس ناپاکی کا ازالہ ممکن نہیں؛ اسی لیے جو جانور شرعی طریقہ پر ذبح نہ کیا گیا ہو؛ بلکہ مردار ہو، وہ پاک نہیں ہوسکتا، انسانی کرامت کے پہلو کو ملحوظ رکھتے ہوئے صرف اس کے لیے یہ خصوصیت برتی گئی ہے کہ میت کو غسل دیا جائے تو شرعاً اسے پاک تصور کیا جاتا ہے،(۲) پس میت کا غسل، غسل طہارت ہے، جیسا کہ غسل جنابت، جیسے غسل جنابت کے پانی بہانے کی کوئی جگہ متعین نہیں، وہی حکم میت کے غسل دینے کا بھی ہے؛ اس لیے غسل میت کا پانی جھاڑ، یا موری میں بہا دینے میں کوئی حرج نہیں، البتہ یہ بات ذہن میں رہے کہ مردہ کا یہ پہلا دھوؤن ناپاک ہے؛ اس لیے کپڑے وغیرہ کو اس سے بچایا جائے۔ (کتاب الفتاویٰ:۳/۱۵۰)

میت کو کورے گھڑے سے غسل دینا:

سوال: میت کو جیسا کہ ہندوستان میں رسم ہے کہ کورے گھڑے و بدھنے (۳) سے غسل دیتے ہیں، کیا اپنے مکانوں کے گھڑے بالٹی اور لوٹوں سے غسل نہیں دے سکتے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کے وقت کیا قاعدہ تھا؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا ومصلیًا

ہندوستان کا یہ رواج بے اصل ہے اور قابل ترک ہے۔(۴)

---

(۱) ذکر شیخ الاسلام أن الأولیٰ بالقراح أی الماء الخالص، والثانیة بالمغلی فیه سدر و الثالثة بالذی فیه کافور، قال فی الفتح: والأولیٰ کون الأولیین بالسدر کما هو ظاهر الهدایة، لما فی أبی داؤد بسند صحیح أن أم عطیة تغسل بالسدر مرتین والثالث بالماء والکافور. (ردالمحتار، باب صلاة الجنائز، مطلب فی القراء ة عند المیت: ۲/۱۹۷، دارالفکر بیروت، انیس)

(۲) لأن غسله (أی غسل المیت) ماوجب لرفع الحدث لبقائه بالموت بل لتنجسه بالموت کسائر الحیوانات الدمویة الا أن المسلم یطهر بالغسل لکرامة له وقد حصل. (الدرالمختار علیٰ هامش رد المحتار، باب صلاة الجنائز: ۲/۸۹، مکتبة زکریا دیوبند، انیس)

(۳) ’’کورے: نیا، غیر مستعمل‘‘۔ (فیروز اللغات، ص:۱۰۴۲، فیروز سنز، لاہور)

’’بدھنے: لوٹا، ٹونٹی والا برتن‘‘۔ (فیروز اللغات، ص:۱۸۹، فیز سنز، لاہور)

(۴) ’’عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها، قالت: قال النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: ’’من أحدث فی أمرنا هٰذا مالیس منه فهورد‘‘. (صحیح البخاری، باب إذا اصطلحوا علیٰ صلح جور فهو مردود: ۱/۳۷۱، قدیمی)

قال العلامة المناوی تحته:"أی أنشاء واخترع وأتی بأمر حدیث من قبل نفسه ... (ما لیس منه)أی رأیا لیس له فی الکتب أوالسنة عاضد ظاهرأوخفی،ملفوظ أومستنبط(فهورد):أی مردود علیٰ فاعله لبطلانه". (۱)

"بأنها(أی البدعة)ماأحدث علیٰ خلاف الحق المتلقی عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه و سلم من علم أوعمل أوحال بنوع شبهة واستحسان،وجعل دیناً قویماً مستقیماً". (۲)فقط واللّٰہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳؍شعبان/۱۳۶۱ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۸/۵۰۰)

غسل کے پانی پر دعا پڑھنا:

سوال:　مردہ کو غسل دینے کے لیے پانی پر جو دعا پڑھی جاتی ہے، اس پانی کو کس طرح بہائیں؟ کیا یہ دعا بالغ مردوں، عورتوں اور نابالغوں کے لیے الگ الگ ہے؟　(اسرار احمد وفاطمہ، بودھن)

الجواب

مردوں کو غسل دینے کے لیے پانی پر پڑھنے کی کوئی دعا منقول نہیں، عام پانی ہی سے غسل دینا ہے، اس لیے نہ اس کی کوئی دعا منقول ہے اور نہ اس پر دعا پڑھنا درست ہے، اگر کسی پانی پر دعا پڑھ دی گئی تو ایسا نہیں کہ دعا اس پانی کے اندر حلول کر جائے؛ بلکہ اس پانی کا حکم دوسرے پانی ہی کی طرح ہے۔(کتاب الفتاویٰ:۳/۱۵۵-۱۵۶)

میت کے غسل کے لیے گھر کے برتنوں میں پانی گرم کرنا اور غسل دینا درست ہے:

سوال:　آج کل کے لوگوں کا یہ بھی طریقہ ہے کہ میت کے غسل دینے کے لیے اپنے گھر کے پاک برتن استعمال نہیں کرتے۔ یہ رسم کیسی ہے؟

الجواب

گھر کے پاک برتنوں میں پانی گرم کرنے اور غسل دینے میں کچھ حرج نہیں ہے۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۵/۲۴۹)

میت کو غسل کس طرح دیا جائے:

سوال:　اگر میت کو غسل دینا ہو تو کس صورت سے دیویں؟ کیا یہ سنت ہے، یا فرض، یا واجب؟ اور کس طور سے نہلاویں؟ اور جو شخص بلا ترکیب میت کو غسل دیوے اور خوب پانی بدن مردہ پر ترا دے اور قاعدہ غسل سے ناواقف ہو تو اس کا غسل ٹھیک ہوا، یا نہیں؟

---

(۱)　**فیض القدیر:۱۱/۵۵۹۴،رقم الحدیث:۸۳۳۳،مکتبة نزار مصطفیٰ الباز،ریاض**

(۲)　**رد المحتار،باب الإمامة،مطلب ابدعة خمسة أقسام:۱/۵۶۰-۵۶۱،سعید**

الجواب

میت کے غسل کی کیفیت یہ ہے کہ استنجا کرانے کے بعد اس کو وضو کرائی جاوے اور اس کا سر اور اس کے تمام بدن پر بیری کے پتوں میں پکا ہوا پانی ڈالا جائے اور اس کا سر اور ڈاڑھی خطمی سے دھوئی جاوے اور بائیں کروٹ پر لٹا کر داہنی کروٹ کی طرف پانی بہا دیا جاوے، پھر داہنی کروٹ کی طرف لٹا کر بائیں کروٹ دھوئی جائے، پھر اس کو کسی سہارے سے بٹھا کر اس کے پیٹ کو آہستہ سے ملا جاوے، جو کچھ نجاست نکلے اس کو دھویا جاوے، پھر اس کو لٹا کر تمام بدن پر پانی بہا دیا جاوے۔ اس میں سنت وفرض غسل سب ادا ہو جاویں گے اور فرض صرف ایک بار بدن کا دھونا ہے۔ باقی سب امور سنت ہیں، بلا ترتیب اگر میت کو غسل دیا گیا تو غسل ادا ہو گیا؛ مگر بہتر یہ ہے کہ موافق سنت کے غسل دیا جائے، جیسا کہ اوپر لکھا گیا۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۲۵۴/۵)

مردہ کو غسل دینے کا طریقہ:

سوال: میت کے غسل کا کیا طریقہ ہے، وضاحت کے ساتھ بتائیں؟ (شیخ علیم، بودھن)

الجواب

میت کو غسل دینے کا طریقہ یہ ہے کہ اسے ایک تخت پر لٹایا جائے اور اس کے حصۂ ستر پر ایک کپڑا ڈال کر جسم کے باقی کپڑے نکال دیئے جائیں، پھر اولاً اس کو کلی اور ناک میں پانی ڈالے بغیر وضو کرایا جائے، اس کے بعد پورے جسم پر پانی بہا دیا جائے، پانی یا تو بیر کے پتہ میں پکا کر گرم کیا ہوا ہو، یا صفائی کی کوئی اور چیز استعمال کی جائے، نیز سر اور داڑھی کو خاص طور سے صابون سے دھویا جائے، پھر اسے بائیں کروٹ لٹا کر اس طرح پانی ڈالا جائے کہ دوسری جانب نچلے حصے تک پانی اچھی طرح پہنچ جائے، پھر دائیں کروٹ لٹا کر پانی بہا دیا جائے، یہاں تک کہ نچلے حصے؛ یعنی بائیں جانب پانی پہنچ جائے، اس کے بعد مردے کو سہارا دے کر بٹھایا جائے اور پیٹ کو آہستہ آہستہ ہاتھ سے دبایا جائے، اگر کچھ غلاظت باہر نکلے تو اس نجاست کو دھو دینا کافی ہے، دوبارہ غسل اور وضو کی ضرورت نہیں، اخیر میں جسم کو تولیہ سے پونچھ دیا جائے اور کفن پہنا دیا جائے، سر اور داڑھی میں خوشبو لگا دی جائے اور اعضاء سجدہ پر کافور مل دیا جائے، سر اور داڑھی میں کنگھا کرنے کی ضرورت نہیں، نیز ناخن اور بال بھی کاٹے نہ جائیں۔ (۱)

اس بات کا تذکرہ بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مُردوں کو مرد محرم رشتہ دار اور عورتوں کو عورت محرم رشتہ دار؛ یعنی بیٹیوں، بہنوں وغیرہ کو غسل دینا چاہیے، یہ احتیاط ملحوظ رکھنا چاہیے؛ کیوں کہ غسل کے وقت خواہ جس قدر بھی احتیاط کی جائے، بہر حال بے پردگی کا اندیشہ ہے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۱۴۷/۳-۱۴۸)

---

(۱) ولا یسرح شعر المیت ولا لحیته ولا یقص ظفره ولا شعره. (الهدایة، کتاب الصلاة، باب الجنائز، فصل فی الغسل: ۱۹/۱، مکتبة رحمانیة لاهور، انیس

غسل میت کے چند مسائل:

سوال: کوئی مسلمان کسی اتفاقی حادثہ کے نتیجہ میں زخمی ہوکر مرجائے، مثلاً ٹرین وغیرہ کے حادثہ کا شکار ہوجائے تو کیا اس کو غسل دیا جائے گا؟ کوئی شخص زندہ جل جائے اور اس کے جسم کا ۲/۱، یا ۲/۳ حصہ کھال جل کر علاحدہ ہوجائے اور جلنے کی وجہ سے کھال میں تعفن پیدا ہوجائے اور لاش کو پوسٹ مارٹم سے پہلے غسل دے دیا گیا ہو، ان تمام صورتوں میں غسل میت کا کیا حکم ہے؟ آیا غسل دینا چاہیے، یا صرف مسح کرنا چاہیے؟ (عبدالکریم، قبا کالونی)

الجواب

میت کے غسل دینے کے متعلق اصولی طور سے چند باتیں سمجھ لینی چاہیے۔

(۱) غسل اسی وقت دیا جائے گا، جب کہ لاش کا اکثر حصہ مل جائے، یا لاش کا نصف حصہ ہی بشمول سر کے مل جائے، اگر لاش کا اس قدر حصہ نہ مل پائے تو غسل نہیں دیا جائے گا۔

”ولو وجد أكثر البدن أونصفه مع الرأس يغسل ويكفن ويصلىٰ عليه“.(۱)

(۲) اگر مردہ کو اس طرح غسل دینا ممکن نہ ہو کہ جسم کو ملا جائے تو صرف پانی بہانے پر اکتفا کیا جائے گا۔(۲)

(۳) اگر جسم کا اکثر حصہ بشمول سر کے مل جائے؛ لیکن طول میں یہاں سے وہاں تک لاش چاک ہو تو اس صورت میں بھی غسل نہیں دیا جائے گا؛ بلکہ نمازِ جنازہ بھی نہیں پڑھی جائے گی۔

”وإن وجد نصفه من غير الرأس أووجد نصفه مشقوقاً طولاً فإنه لا يغسل ولا يصلىٰ عليه“.(۳)

(۴) اگر کسی وجہ سے غسل دینا ممکن نہ ہو، پانی میسر نہ ہو، یا جسم بہت پھول کر پھٹ گیا ہو، یا ایڈز کا مریض ہو اور غسل دینے کی وجہ سے جراثیم پھیل سکتے ہوں تو مردہ کو تیمّم کرایا جائے گا۔

(۵) ایک دفعہ غسل دے دینے کے بعد اگر مردہ کے جسم سے کوئی نجاست وغیرہ نکلے تو اس کی وجہ سے دوبارہ غسل واجب نہیں ہوگا؛ بلکہ صرف اس حصہ کو کپڑے سے صاف کر دیا جائے گا۔(۴)

لہٰذا:

(۱) مسئولہ صورت میں اوپر ذکر کی گئی تفصیل کے مطابق اگر پانی بہایا جاسکے تو صرف پانی بہا دیا جائے گا،

---

(۱) الفتاویٰ الهندية، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز، الفصل الثانى فى الغسل: ۱۵۹/۱، ط: بيروت

(۲) ولو كان الميت متفسخا يتعذر مسحه كفى صب الماء عليه. (الفتاوى الهندية، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز، الفصل الثانى فى الغسل: ۱۵۸/۱)

(۳) الفتاوى الهندية، كتاب الصلاة، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز، الفصل الثانى فى الغسل: ۱۵۹/۱

(۴) ”ولا يعاد غسله ولا وضوئه بالخارج منه)؛ لأن غسله ما وجب لرفع الحدث لبقائه بالموت بل لتنجسه بالموت“. (الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ۱۹۷/۲، دار الفكر بيروت، انيس)

اور وہ بھی ممکن نہ ہوتو تیمّم کرایا جائے گا اور اگر ایکسیڈنٹ وغیرہ کی وجہ سے لاش کا اکثر حصہ ضائع ہوجائے، یا کچل کر بالکل پھوٹ پھٹ جائے تو یونہی کپڑے میں لپیٹ کر دفنا دے، نہ غسل دیا جائے گا، نہ نماز پڑھی جائے گی۔

(۲) پوسٹ مارٹم سے پہلے غسل دیا جاچکا ہوتو بعد میں غسل کی ضرورت نہیں، پوسٹ مارٹم کی وجہ سے اوپر جو کچھ آلائش لگ گئی ہوتو اسے صاف کردیا جائے گا۔ (کتاب الفتاویٰ:۳/۱۵۲-۱۵۴) ☆

☆ **غسل کا مسنون طریقہ:**

(نہلانے سے پہلے غسل اور کفن کا سامان پہلے اکٹھا کرلیا جائے۔غسل کے سامانوں میں نہلانے کے لیے حسب ضرورت پانی کے برتن، غسل کا تختہ، بیری کے پتے، لوبان، گل خیرو، روئی، کافور، عطر، تہبند۲/عدد، دستانے۲/عدد، نہلانے کے پردہ کی جگہ اگر نہ ہوتو پردہ کی چادر، کفن کا کپڑا، جنازہ کی چارپائی، عورتوں کے جنازہ کی چارپائی پر پردہ کے لیے چادر۔)

جب میت کو غسل دینے کا ارداہ ہوتو:

(۱) پہلے پانی کو ہلکا گرم کرلیا جائے، پھر کسی تختہ کو تین، یا پانچ، یا سات مرتبہ کسی خوشبودار چیز سے دھونی دی جائے۔

(۲) اس کے بعد میت کو اس تخت پر لٹا دیا جائے اور میت کے جسم سے لباس اس طرح اتارا جائے کہ بے ستری نہ ہو اور کوئی تہبند اس کے ستر پر باندھ دیا جائے۔

(۳) پھر غسل دینے والا اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر اس کی شرم گاہ پر پانی گرا کر دھوڈالے؛ تاکہ اگر کوئی گندگی ہوتو وہ دھل جائے؛ مگر اس کا خیال رکھا جائے کہ اس کی شرم گاہ پر نگاہ نہ پڑے۔

(۴) اس کے بعد میت کو وضو کرایا جائے، البتہ وضو کرانے میں ناک اور منہ میں پانی نہ ڈالا جائے؛ بلکہ کپڑا پانی میں تر کر کے اس کے دانتوں اور ناک کو صاف کردیا جائے۔

(۵) اور بہتر یہ ہے کہ ناک وکان ومنہ پر روئی رکھ دی جائے؛ تاکہ ان کے اندر پانی نہ جائے۔

(۶) اور اگر میت کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ وہ جنبی تھا، یا میت حیض ونفاس والی عورت ہو اور اس پر غسل فرض تھا تو اس کی ناک اور منہ میں بھی پانی ڈالا جائے اور کلی کرائی جائے۔

(۷) مکمل وضو کرانے کے بعد اس کے سر کے بالوں کو دھویا جائے، صابن، یا خطمی جوش کیا ہوا پانی استعمال کیا جائے؛ تاکہ میل کچیل خوب صاف ہوجائے۔

(۸) اس کے بعد میت کو بائیں کروٹ پر لٹا کر تمام بدن پر پانی بہایا جائے، اس قدر کہ پانی تخت تک پہونچ جائے۔

(۹) پھر دوسری مرتبہ اس کو دائیں پہلو پر لٹا کر تمام بدن پر پانی بہادیں۔

(۱۰) اس کے بعد میت کو ہلکے سے اٹھا کر ٹیک لگائے ہوئے اس کا پیٹ آہستہ آہستہ ملا جائے؛ تاکہ آلائش نکل جائے اور وہ دھودی جائے۔

(۱۱) اس کے بعد اس کو بائیں پہلو پر لٹا کر تمام بدن پر پانی بہادیا جائے۔

(۱۲) پہلی مرتبہ خالص پانی کا استعمال کیا جائے اور دوسری بار اس پانی کا جس میں بیر کی پتی جوش کی ہوئی ہو اور تیسری بار اس پانی سے جس میں کافور ملا ہوا ہو اور ہر دفعہ تین تین بار پانی بہایا جائے؛ تاکہ مسنون طریقہ پر غسل ہوجائے۔

(۱۳) جب غسل سے فراغت ہوجائے تو میت کا بدن کسی پاک صاف کپڑے سے خشک کرلیا جائے؛ تاکہ بدن کی تری سے کفن خراب نہ ہو اور خوشبو اس کے داڑھی وغیرہ پر لگائی جائے۔ ==

ناخن پالش چھڑائے بغیر غسل اور نماز جنازہ صحیح نہیں:

سوال: فرض کریں کسی بہن کر ناخن پالش لگانے کی عادت تھی اور اس کا انتقال ہوگیا، جب عورتوں نے اسے غسل دیا تو اس کا خیال نہ کیا اور نہلانے کے بعد پتہ چلا کہ ناخن پالش رہ گئی تو دوبارہ غسل دینا چاہیے، یا نہیں؟ ایک جگہ کسی کا انتقال ہوگیا، غسل دیتے وقت کسی نے توجہ نہ دی، بعد دیکھا گیا تو بتایا گیا کہ اب اسی طرح رہے گی، اب کچھ نہیں ہوسکتا، لہٰذا اسی طرح دفنایا گیا تو شریعت کی رو سے کیا کیا جائے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

پالش چھڑا کر صرف ناخن دھودینا کافی ہے، پورے غسل کے اعادہ کی ضرورت نہیں، پالش چھڑا کر ناخن دھونا فرض تھا، بدون چھڑائے غسل صحیح نہیں ہوا؛ اس لیے نماز جنازہ بھی نہ ہوئی۔ جس جاہل نے یہ مسئلہ بتایا کہ اب دھونے کی ضرورت نہیں، وہ سخت مجرم ہے، اس پر توبہ رض ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۰/شعبان ۱۳۹۷ھ (احسن الفتاویٰ: ۴/۲۲۷)

== (۱۴) اب غسل ہوگیا؛ اس لیے میت کے بدن سے بھیگا ہوا تہبند اتار کر دوسرا تہبند باندھ دینا چاہیے اور اسے اٹھا کر دوسرے تخت پر رکھ کر اسے کفن دینا چاہیے اور کفن دیتے وقت میت کے دونوں ہاتھوں کو سیدھے طور پر پہلو میں رکھ دینا چاہیے، سینے پر نہ باندھنا چاہیے کہ کفار کا عمل ہے۔

(۱۵) اور کفن دینے سے پہلے میت کی پیشانی اور ناک اور دونوں ہاتھوں پر کہنیوں تک اور گھٹنوں پر کافور مل دینا چاہیے۔ **(وينشف في ثوب ويجعل الحنوط) ... (علىٰ رأسه ولحيته) ندباً (والكافور علىٰ مساجده) وفي الرد تحته: مواضع سجوده، جمع سجد بالفتح لاغيره وهو الجبهة والأنف واليدان والركبتان والقدمان. (الدر المختار مع ردالمحتار: ۱۹۷/۲، دار الفكر بيروت)(أن التزيين بعد موتها والامتشاط وقع الشعر لايجوز. (رد المحتار، باب صلاة الجنائز، مطلب في القراءة عند الميت: ۱۹۸/۲، دارالفكر بيروت)**

(۱۶) یہ غسل کا مسنون کا مستحب طریقہ ہے۔ اگر اس طریقہ کو چھوڑ کر کسی طرح بھی میت کو غسل دیا جائے گا تو غسل ادا ہو جائے گا۔

(۱۷) یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ میت کے بالوں میں کنگھی نہ کی جائے گی، نہ ہی سر، یا مونچھوں، یا داڑھی، یا جسم کے دیگر کسی حصہ کے بال کترے جائیں اور نہ ناخن کاٹے جائیں گے، البتہ اگر کوئی ناخن ٹوٹ جائے تو اس کے علاحدہ کرنے میں کچھ حرج نہیں۔ (حوالہ بالا)

(۱۸) بہتر یہ ہے کہ نہلانے والا میت کا کوئی عزیز ہو اور اگر عزیز نہلانا نہ جانتا ہو تو کوئی متقی و پرہیزگار آدمی اس کو غسل دے۔

(۱۹) بہتر یہ ہے کہ جس جگہ میت کو غسل دیا جائے، وہاں غسل دینے والے اور اس کے شریک کار کے علاوہ کوئی دوسرا شخص نہ جائے اور غسل دینے والا اگر اس میں کوئی عمدہ بات دیکھے تو لوگوں سے بیان کردے اور اگر کوئی بری حالت دیکھے تو کسی پر ظاہر نہ کرے، الّا یہ کہ اس کے اظہار میں کوئی دینی فائدہ ہو۔ (حوالہ بالا)

(۲۰) بہتر یہ ہے کہ غسل دینے والا غسل دینے کی اجرت نہ لے اور اگر غسل دینے والے کئی افراد ہوں تو اجرت کسی ایک کے لیے لے کر غسل دینا جائز ہے۔ **(والأفضل أن يغسل الميت مجاناً فإن ابتغى الغاسل الأجر فهو علىٰ وجهين إن كان هناك غيره يجوز أخذ الأجر وإلا فلا. (البحر الرائق، كتاب الجنائز: ۳۰۴/۱، دار الكتب العلمية بيروت)** (ماخوذ از طہارت کے احکام ومسائل)

نماز جنازہ میں سلام سے قبل ہاتھ چھوڑ دے:

سوال: جنازہ کی نماز میں آخری تکبیر کے بعد سلام سے پہلے ہاتھ چھوڑ دیئے جائیں، یا کہ سلام پھیرنے کے بعد چھوڑے جائیں؟ عام دستور تو سلام پھیرنے کے بعد ہاتھ چھوڑنے کا ہے؛ مگر ایک عالم فرماتے ہیں کہ چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑ کر سلام پھیرا جائے۔ کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

تکبیرات ختم ہونے پر سلام سے قبل ہاتھ چھوڑ دیئے جائیں۔

في صفة الصلاة من التنوير: (وهو سنة قيام) ... (له قرارفيه ذكر مسنون، فيضع حالة الثناء وفي القنوت وتكبيرات الجنازة. (۱)

اس کلیہ سے ثابت ہوتا ہے کہ سلام سے ہاتھ قبل ہاتھ چھوڑ دیئے جائیں۔ علاوہ ازیں وتکبیرات الجنازۃ کی تخصیص سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے اور جزئیات ذیل میں اس کی تصریح ہے:

في خلاصة الفتاویٰ: ولا يعقد بعد التكبير الرابع؛ لأنه لايبقى ذكر مسنون حتىٰ يعقد فالصحيح أنه يحل اليدين ثم يسلم تسليمتين. (عزيز الفتاویٰ: ۱/۳۶٤)

وقال العلامة اللكنوى رحمه الله تعالىٰ: ومن ههنا يخرج الجواب عما سئلت في سنة ست وثمانين أيضاً من أنه هل يضع مصلي الجنازة بعد التكبير الأخير من تكبيراته ثم يسلم أم يرسل ثم يسلم وهو أنه ليس بعد التكبير الأخير ذكر مسنون فيسن فيه الارسال. (السعاية: ۲/۱۵۹)

سندھ کے ایک معروف مفتی مولانا احمد ہالائی کے فتاویٰ محمدیہ (قلمی) میں یہ جزئیات ہیں:

ولاعقد بعد التكبير الرابع فالصحيح أن يحلل اليدين ثم يسلم، كذا في الظهيرية والخانية والذخيرة، آه. (جواهر القلوب)

ويرسل بعد الرابعة ييه؛ لأنه ليس بعدها ذكر، كما في الجلابي، آه. (روح البيان)

ولاعقد بعد التكبير الرابعة؛ لأنه لايبقى ذكر مسنون فالصحيح أن يحلل اليدين ثم يسلم تسلمتين، كذا في فتاوىٰ الحسامي والوجيز، آه. (رسالة مستقلة)

وأما ما وجه في عزيز الفتاوىٰ بقوله: لكن قد يقال: إن التسليمتين بعد التكبير الرابع ذكر مسنون فجوابه أن الوضع سنة قيام له قرار ولذا لاوضع في القومة مع اشتمالها علىٰ ذكر مسنون. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۵ ررمضان ۱۳۹۸ھ (احسن الفتاویٰ: ۴/۲۳۷)

---

(۱) الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب صفة الصلاة: ۱/٤۸۸، دار الفكر بيروت، انيس

میت کے لیے ڈھیلے کا استعمال:

سوال: عام رواج یہ ہے کہ زندہ جیسے طہارت کرتا ہے، ایسے ہی میت کے لیے بھی ڈھیلے استعمال کیے جاتے ہیں۔کیا یہ شرعاً ثابت ہے؟

الجواب

کتب فقہ میں استنجا کرانے کا تو لکھا ہے؛ مگر ڈھیلے استعمال کرانے کا نہیں لکھا؛ بلکہ استنجا کی کیفیت یہ لکھی ہے کہ غسل دینے والا اپنے ہاتھ پر مکمل کپڑا لپیٹ لے، اس کے بعد استنجا والی جگہ کو دھوئے۔

ویستنجی عند أبی جنیفة و محمد، کذا فی محیط السرخسی وصورة استنجاء ہ أن یلف الغاسل علٰی یدیہ خرقة ویغسل السوأة؛لأن من العورة حرام کالنظر إلیھا، کذا فی الجوھرة النیرة. (الفتاویٰ الھندیة: ۱۵۸/۱)(۱)**فقط واللّٰہ أعلم**

احقر محمد انور غفرلہ (خیر الفتاویٰ:۲۵۲/۳)

مردہ عورت کونہلانے میں ستر کی حد:

سوال: مردہ عورت کونہلاتے وقت اس کے پورے بدن پر کپڑا ڈالنا ضروری ہے، یا مرد کی طرح صرف ناف سے گھٹنوں تک چھپانا کافی ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــ باسم ملھم الصواب

عورت کو عورت سے اس قدر پردہ ہے، جتنا مرد کو مرد سے؛ اس لیے عورت کو نہلاتے وقت صرف ناف سے زانو تک کپڑا اڈالنا کافی ہے۔

قال فی الدر:(وتستر عورتہ الغلیظة فقط علی الظاھر) من الراویة (وقیل: مطلقاً) الغلیظة والخفیفة (صحح) وصححہ الزیلعی وغیرہ.

وقال ابن عابدین رحمہ اللّٰہ تعالٰی تحت(قولہ:صححہ الزیلعی وغیرہ) وفی الشرنبلالیة وھٰذا شامل للمرأة والرجل؛لأن عورة المرأة للمرأة کالرجل للرجل.(۲)فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۴/رجب ۱۴۰۰ھ (احسن الفتاویٰ:۲۴۷/۴)

حائضہ کے غسل موت میں منہ میں پانی نہ ڈالا جائے:

سوال: حالت حیض، یا نفاس میں وفات پانے والی کو غسل دیتے وقت منہ اور ناک میں پانی ڈالنا ضروری ہے، یانہیں؟ بینوا توجروا۔

---

(۱) الفتاویٰ الھندیة،الباب الحادی والعشرون فی الجنائز،الفصل الثانی فی الغسل: ۱۵۸/۱،انیس

(۲) الدرالمختار مع ردالمحتار،باب صلاة الجنائز: ۱۹۵/۲،دار الفکر بیروت، انیس

الجواب ـــــــــــ باسم ملهم الصواب

حالت جنابت، یا حیض، یا نفاس میں موت واقع ہوتو بھی غسل دیتے وقت منہ اور ناک میں پانی ڈالنا درست نہیں، البتہ دانتوں اور ناک میں تر کپڑا پھیر دیا جائے تو بہتر ہے، ضروری نہیں۔

قال فی شرح التنویر: (ویوضأ)من یؤمر بالصلاة(بلا مضمضة واستنشاق) للحرج ،وقیل: یفعلان بخرقة،وعلیه العمل الیوم،ولو کان جنباً أوحائضاً أونفساء فعلا اتفاقاً تتمیماً للطهارة کما فی إمداد الفتاح مستمداً من شرح المقدسی.

وقال ابن عابدین رحمه اللّٰه تعالٰی(قوله:و لوکان جنباً،الخ) نقل أبوالسعود عن شرح الکنز للشلبی أن ما ذکره الخلخالی أی فی شرح القدوری من أن الجنب یمضمض ویستنشق غریب مخالف لعامة الکتب،آه،قلت: وقال الرملی أیضاً فی حاشیة البحر :إطلاق المتون والشروح والفتاویٰ یشمل من مات جنبا ولم أرمن صرح به لکن الاطلاق یدخله والعلة تقتضیه،آه،وما نقله أبو السعود عن الزیلعی من قوله بلامضمضة واستنشاق ولو جنبا صریح فی ذلک ولکنی لم أره فی الزیلعی(قوله:اتفاقاً) لم أجده فی الإمداد ولا فی شرح المقدسی. (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۵/رجب ۱۴۰۰ھ (احسن الفتاویٰ:۴/۲۴۷-۲۴۸)

میت کو غسل دیتے وقت کس طرح لٹایا جائے:

سوال: میت کو اتر دکھن لٹا کے غسل دینا چاہیے، یا کہ پورب پچھّم، کسی کتاب میں؛ بلکہ بہشتی زیور میں بھی اس کی تصریح نہیں ملی۔ امید کہ جواب باصواب مع حوالہ کتب تحریر فرمایا جاوے؟ فقط

الجواب ـــــــــــ

مراقی الفلاح:(فیوضع کمامات) ... (علٰی سریرمجمر) ... (وتراً) ... (و یوضع) المیت (کیف اتفق علی الأصح)قاله شمس الأئمة السرخسی وقیل عرضاً وقیل الی القبلة اهـ وفی الطحطاوی (قوله وقیل عرضاً)أی کما یوضع فی القبر(قوله وقیل الی القبلة) فتکون رجلاه إلیها کالمریض اذا أراد الصلاة بایماء وفی القهستانی عن المحیط وغیره أنه السنة،آه. (۲)

خلاصہ یہ کہ غسل کے وقت جس طرح چاہیں میت کو لٹا دیں یہ اصح ہے، اور بعض نے کہا ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کر کے عرضاً لٹا دیں، جیسا کہ قبر میں رکھا جاتا ہے، اور بعض نے کہا کہ قبلہ کی طرف طولاً لٹا دیں، اس صورت میں پیر او رمنہ دونوں قبلہ کی طرف ہوں گے، محیط وغیرہ میں اس طریقہ کو سنت بتلایا ہے۔ **والأمر أوسع واللّٰه أعلم**

أحقر أحمد عفا اللّٰه عنه،ماشاء اللّٰه شفیت وأشفیت:أشرف علی (امدادالاحکام:۲/۴۳۶)

---

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار،باب صلاة الجنائز:۲/۱۹۵-۱۹۶،دارالفکر بیروت،انیس

(۲) مراقی الفلاح مع حاشیة الطحطاوی،باب أحکام الجنائز،ص:۵۶۷،دار الکتب العلمیة بیروت،انیس

مردہ کے غسل کی ہیئت کیا ہو:

سوال: وقت غسل میت کے پیر کس جانب کئے جاویں؟

الجواب

فی الدر المختار: (ویوضع) کمامات (کما تیسر) فی الأصح (علٰی سریر مجمر وترا) الخ، قال فی الشامی: وقیل: یوضع إلی القبلة طولاً وقیل: عرضاً، کما فی القبر. (۱)

اس عبارت سے واضح ہوا کہ بعض نے فرمایا ہے کہ غسل کے وقت میت کو قبلہ کی طرف پیر کر کے لٹا دیں اور بعض نے فرمایا کہ منہ قبلہ کی طرف کر کے لٹا دیں، جیسا کہ قبر میں؛ لیکن صحیح تر یہ ہے کہ جو طریقہ آسان ہو اور سہل ہو، ویسا کریں۔ معمول یہ ہے کہ منہ قبلہ کی طرف کرتے ہیں۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۵۱/۵)

بوقت غسل میت میں ہیئت اچھی کیا ہے:

سوال: بوقت غسل کیفیت وضع میت طولا الی القبلۃ وجنوبا وشمالا منقول ہے، دونوں صورتیں جائز وثابت ہیں؛ لیکن مستفتی دوامر کا استفتا کرنا چاہتا ہے: (۱) دونوں صورتوں میں سے افضل اور زیادہ تر قابل اعتماد کون سی ہے؟ (۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا غسل کس طرح تھا؟

الجواب

فقہاء نے راجح اور اصح اسی کو فرمایا ہے کہ جو طریق آسان ہو، اسی کو اختیار کیا جائے۔ (کذا فی الدر المختار)

اور شرح منیہ میں فرمایا:

والعرف أن یوضع علی قفاه طولا نحو القبلة هذا إن اتسع المکان وإلا فالأصح أنه یوضع کما تیسر، الخ. (۲)

اور اس سے پہلے یہ لکھا ہے:

وقال الاسبیجانی: لا روایة فیه عن أصحابنا. (۳)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کی کیفیت جو منقول ہے، اس میں اس کا ذکر نہیں ہے کہ بوقت غسل آپ کو کس طرح لٹایا گیا تھا؛ اسی لیے غالباً فقہا نے یہ فرمایا ہے کہ جو صورت سہل ہو، اس کو اختیار کیا جائے اور ہمارے بلاد میں معروف یہ ہے کہ حتی الوسع سر شمال کو اور پیر جنوب کو کر کے لٹا دیا جاتا ہے، جیسا کہ صلوٰۃ مریض کی ایک صورت یہ بھی

---

(۱) ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ۱۹۵/۲، دار الفکر بیروت، انیس

(۲) الحلبی الکبیر، فصل فی الجنائز، ص: ۵۷۷، انیس

(۳) غنیة المستملی، فصل فی الجنائز، ص: ۵۳٤

ہے اور طریقہ موافق ہے حدیث: ''قبلتکم أحیاءً و أمواتاً'' (۱) کے جیسا کہ قبر میں رکھنے میں اسکی رعایت کی گئی ہے اور اسکو سنت فرمایا ہے۔ فقط۔ (فتاویٰ دار العلوم: ۵/۲۸۰،۲۸۱)

لے جاتے وقت جنازہ کا سرہانہ آگے ہو:

سوال: جنازہ کو بوقت لے جانے قبرستان کے کس رخ لے جانا چاہیے؛ یعنی مردے کے پاؤں کس جانب ہوں اور سر کس جانب؟

الجواب

جس طرف کو جاویں آگے سرہانہ چارپائی کا رکھیں۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۵/۲۸۱)

غسل دینے کے لیے مردہ کو کیسے لٹائیں:

سوال: میت کو غسل دیتے وقت اکثر دیکھا گیا ہے کہ اس کو روبہ قبلہ ہونے کے لیے مشرق مغرب لٹاتے ہیں، اسی طرح بہتر ہے، یا شمال جنوب؟ کون سا طریقہ مسنون ہے؟

الجواب

دونوں طرح درست ہے اور دونوں طریق موافق شریعت کے ہیں۔ (کذا فی الشامی) (۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۵/۲۵۰)

غسل کے وقت میت کا منہ قبلہ کی طرف کرنا:

سوال: وقت غسل کے منھ مردہ کا کس طرف ہووے؟

الجواب

غسل کے وقت تختہ پر مردہ کو رکھنے کی دو صورتیں لکھی ہیں: ایک تو قبلہ کی جانب پاؤں کر کے لٹانا، دوسرے قبلہ کی طرف منہ کرنا جیسے قبر میں رکھتے ہیں اور دونوں صورتوں میں سے جو صورت ہو سکے، جائز ہے۔

---

(۱) عن عبد بن عمیر عن أبیه أنه حدثه و کانت له صحبة أن رجلاً سأله فقال یا رسول اللّٰه ما الکبائر فقال هن تسع فذکر معناه زار"وعقوق الوالدین المسلمین واستعلال البیت الحرام قبلکم أحیاء وأمواتا.(أبو داؤد، کتاب الوصایا، باب ماجاء فی التشدید فی کل أکل مال الیتیم: ۲/۴۱، مکتبة حقانیة ملتان، انیس)

(۲) وفی حالة المشی بالجنازة یقدم الرأس، کذا فی المضمرات. (الفتاویٰ الهندیة، الباب الحادی عشرون وفی صلاة الجنائز، الفصل الفصل الرابع فی حمل الجنازة: ۱/۱۶۲، انیس)

(۳) (ویوضع) کما مات (کما تیسر) فی الأصح (علیٰ رأس مجمر وتراً).

وفی الرد تحت (قوله فی الأصح) وقیل: یوضع إلی القبلة طولاً وقیل عرضا کما فی القبر. (ردالمحتار، باب صلاة الجنائز: ۲/۱۹۵، دار الفکر بیروت، انیس)

وکیفیة الوضع عند بعض أصحابنا الوضع طولاً کما فی حالة المرض إذا أراد الصلاة بایماء ومنهم من اختار الوضع کما یوضع فی القبر والأصح أنه یوضع کما تیسر، کذا الظهیریة.(۱)

مگر زیادہ مستحسن صورت ثانیہ ہے؛ کیوں کہ حدیث میں آیا ہے کہ خانہ کعبہ قبلہ ہے زندوں کا بھی اور مردوں کا بھی۔

روی أبوداؤد أن رجلاً قال یا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ما الکبائر؟ فقال هی تسع فذکرمنها ... واستحلال البیت الحرام قبلتکم أحیاءً وأمواتاً.(۲) واللہ اعلم

۱۹؍صفر ۱۳۰۱ھ (امداد ۱؍۱۵۰) (امداد الفتاویٰ: ۱؍۲۳۷)

غسل کے وقت میت کا سر کدھر ہو:

سوال: غسل کے وقت میت کا سر کدھر ہونا چاہیے؟

الجواب

میت کے غسل کے وقت جس طرح سہولت ہو، میت کو رکھیں، ہر طرح درست ہے، خواہ سر قبلہ کی طرف ہو، یا پیر، یا شمال کو، یا جنوب کو ہو۔ (کذا فی الدر المختار) اور بہتر یہ ہے کہ منہ قبلہ کی طرف ہو مانند قبر کے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۵؍۲۸۰)

میت کو غسل دیتے وقت پیر کس طرف ہوں:

سوال: میت کو نہلاتے وقت پیر کس طرف ہونے چاہئیں، بعض لوگ کہتے ہیں کہ قبلہ کی طرف میت کے پیر ہونے چاہئیں؟

الجواب

یہ بھی ایک قول ہے؛ لیکن بہتر یہ ہے کہ منہ قبلہ کی طرف اور سر بجانب شمال اور پیر بجانب جنوب ہوں۔ (۴) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۵؍۲۵۱)

بوقت غسل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیر کس طرف تھے:

سوال: وقت غسل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیر کس طرف تھے اور سر کس طرف؟

الجواب

یہ امر کہیں منقول نہیں ہے کہ وقت غسل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیر کس طرف تھے اور سر کس طرف؟ لیکن آنحضرت

---

(۱) الفتاویٰ الهندیة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز فی الفصل الثانی: ۱/۱۵۸، انیس

(۲) ردالمحتار، کتاب الصلاة، : ۲/۲۳۶، مطلب فی دفن المیت

(۳) (ویوضع) کما مات (کما تیسر) فی الأصح (علیٰ رأس مجمر وتراً).

وفی الرد تحت (قوله فی الأصح) وقیل یوضع الی القبلة طولاً وقیل عرضاً کما فی القبر. (ردالمحتار، باب صلاة الجنائز: ۲/۱۹۵، دارالفکر بیروت، انیس)

صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد در بارۂ خانۂ کعبہ کہ یہ تمہارا قبلہ ہے زندگی میں اور مرنے کے بعد، اس طرف مشیر ہے کہ جیسے قبر میں میت کو رکھا جاتا ہے، اسی طرح غسل کے وقت لٹادیں، جیسا کہ اب معمول ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵/۲۵۱-۲۵۲)

میت کا غسل کے بعد پیر کدھر ہوں:

سوال (الف) میت کو غسل سے قبل چارپائی میں کس رخ لٹایا جائے؛ یعنی سر اور پیر کس سمت ہو؟

(ب) غسل کے وقت کس سمت پر سر رکھا جائے؟

(ج) غسل کے بعد جنازہ لے جانے سے قبل میت کو چارپائی پر کس رخ رکھا جائے، یعنی سر اور پیر کس سمت ہو؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًاو مصلیًا

(الف) انتقال سے پہلے شمال کی طرف سر اور جنوب کی طرف پیر کر کے قبلہ رخ کر دیا جائے، پھر اسی طرح پر رہے۔(۱)

(ب) جس رخ پر موقع کے لحاظ سے آسان ومناسب ہو۔

(ج) قبلہ رخ ہو تو بہتر ہے، جیسا کہ اوپر والے جواب میں مذکور ہے۔(۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۲/۳/۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۸/۴۹۰-۴۹۱) ☆

میت کو غسل دیتے وقت کیا پڑھیں:

سوال: میت کو غسل دیتے وقت کیا پڑھنا چاہیے؟

(۲) قل جائز ہے، یا نہیں؟ جب کہ مرنے والا قل شریف کے لیے رقم بھی چھوڑ کر گیا ہو؟

(۱-۲) (ویوضع) کمامات، (کما تیسر) فی الأصح (علیٰ سریر مجمروتراً. (الدرالمختار)

(قوله: فی الأصح) وقیل: یوضع إلی القبلة طولاً، وقیل: عرضاً کما فی القبر، آه. (ردالمحتار، باب الجنائز: ۲/۱۹۵، سعید)

وکیفیة الوضع عند بعض أصحابنا الوضع طولاً کما فی حالة المرض إذا أراد الصلاة بإیماء، ومنهم من اختار الوضع عرضاً کما یوضع فی القبر، والأصح أنه یوضع کما تیسر. (البحرالرائق، باب الجنائز: ۲/۳۰۰، رشیدیة)

☆ **غسل دیتے وقت کلمہ یا درود شریف پڑھنا:**

سوال: جنازہ کو غسل دیتے وقت دوسرے لوگوں کا کلمہ یا درود پڑھنا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

جنازہ کو غسل دیتے وقت کلمہ، یا درود پڑھنا سنت، یا آثار صحابہ سے ثابت نہیں ہے، نہ پڑھنا افضل ہے۔ (عن عائشة رضی اللّٰه عنها قالت: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: من أحدث فی أمرنا ما لیس منه فهورد. (متفق علیه) (مشکوة المصبیح: ۱/۲۷)

(غفرانک یارحمٰن پڑھنے کے بارے میں حدیث ہے۔ انیس) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نظام الدین، ۲۸/ذی قعدہ ۱۴۰۵ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۵۱۶)

الجواب

غسل دیتے وقت غفرانک یارحمٰن پڑھتے رہیں۔

لقوله عليه السلام: ياعلى رضى الله عنه اغسل الموتىٰ فإنه من غسل ميتاً غفرله سبعون مغفرة منهاعلىٰ جميع الخلائق لوسعتهم. قلت: مايقول من يغسل ميتًا قال: غفرانک يارحمن حتىٰ يفرغ من الغسل، رواه أبوحفص ابن شاهين فى كتاب الجنائز. (شرح النقاية: ۱۳۳/۱)

(۲)　مروجہ قل بدعت ہیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ (خیر الفتاویٰ: ۲۵۳/۳)

غسلِ میت کے لیے نیت ضروری نہیں:

سوال: میت کو غسل دینے کے لیے نیت عربی میں تحریر فرمائیں؟ نیز میت کے غسل دینے والے پر ضروری ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــ حامدًاومصليًا

میت پر تین دفعہ پانی بہادیا اور کوئی جگہ اس کی خشک نہ رہی تو غسل ہوگیا، نیت کی ہو یا نہ کی ہو۔(۱) نیز نہ عربی زبان میں الفاظ کا کہنا لازم ہے اور نہ کسی اور زبان میں، نیت تو ارادۂ قلبی کا نام ہے، اسی طرح نیت کرلی جائے کہ میت کو غسل دینا ہمارے اوپر لازم ہے؛ اس لیے غسل دیتے ہیں۔(۲) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۹۱/۸)

مردے کو کیوں غسل دیتے ہیں:

سوال (ا) مردہ کو غسل دینے کی کیا وجہ ہے؟

(۲)　مسلمان کی لاش غیر مسلم مس کرے، یا مسلمان کے لیے استغفار کرے، یا اس کے جنازہ کی نماز پڑھے تو اس کو ممانعت کرنا ضروری ہے؟

---

(۱)　**"فتلخص: أنه لابدفى إسقاط الفرض من الفعل، وأماالنية فشرط لتحصيل الثواب، ولذا صح تغسيل الذمية زوجها المسلم مع أن النية شرطها الإسلام، فيسقط الفرض عنا بفعلنا بدون نية". (رد المحتار، باب صلاة الجنازة: ۲۰۰/۲، دارالفكر بيروت، انيس)**

"ميت غسله أهله من غير نية الغسل، أجزأهم ذلک". (فتاوىٰ قاضى خان علىٰ هامش الفتاوىٰ الهندية، باب فى غسل الميت ومايتعلق به، إلخ: ۱۸۷/۱، رشيدية)

(۲)　**(و) الخامس (النية بالإجماع (وهى الإرادة) والمعتبر فيها عمل القلب اللازم للإرادة)، فلاعبرة للذكر باللسان، إلخ. (الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب شروط الصلاة: ۱/ ۴۱۴-۴۱۵، سعيد)**

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ

(۱)　مردہ کو غسل دینے سے غرض اسکی نظافت اوراظہار حرمت وغیرہ ہے۔(۱)

(۲)　مسلمانوں کو جوان کے ذمہ فرض ہے غسل اورنماز جنازہ وغیرہ اس کو پورا کرلیں، پھر اگر کوئی کافر مس کرے، یا استغفار کرے، یا اپنے طور پر نماز جنازہ پڑھے، اس سے نہ کسی کو کچھ ضرر، نہ کچھ نفع۔ اگر قدرت ہو، منع کریں، ورنہ خاموش رہیں۔(۲) (فتاوی دارالعلوم دیوبند:۲۵۲/۵-۲۵۳)

حالت جنابت میں ایک عورت مرگئی، غسل کا طریقہ کیا ہے:

سوال:　ایک عورت بحالت جنابت مرگئی، غسل کا کیا طریقہ ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ

حالت جنابت میں مرجانے سے اس کے غسل میں کچھ تفاوت نہ ہوگا، جیسا کہ دیگر اموات کو غسل دیا جاتا ہے، اسی طرح میت جنبی کو غسل دیا جائے گا، البتہ درمختار میں امداد الفتاح سے نقل کیا ہے کہ میت جنبی کے غسل میں مضمضہ واستنشاق بھی کرایا جاوے گا؛ لیکن شامی نے اس کو رد کیا ہے اور زیلعی سے نقل کیا ہے کہ غسل میت بلامضمضہ واستنشاق ہے۔(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۴۷/۵)

چاردن زندہ رہ کر بچہ انتقال کرجائے، اس کو غسل دینا:

سوال:　اگر چاردن کے بعد بچہ کا انتقال ہوجائے تو کیا اسے غسل دینے کی ضرورت ہے؟

(محمد جہانگیر الدین، باغ امجد الدولہ)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ

جو بچہ مُردہ پیدا نہ ہوا ہو؛ بلکہ پیدائش کے وقت اس میں زندگی ہو، اس کو غسل بھی دیا جائے گا اوراس پر نمازِ جنازہ بھی پڑھی جائے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عن جابر عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال:الطفل لایصلی علیه ولا یرث ولایورث حتٰی یستهیل.(۳)

---

(۱)　ردالمحتار باب صلاۃ الجنائز:۷۹۹/۱

(۲)　قال اللّٰہ تعالٰی:﴿وما دعا ء الکافرین إلا فی ضلال﴾

(۳)　(ویوضأ)من یوتربالصلاة،(بلامضمضة واستنشاق)للحرج وقیل:یفعلان بخرقة وعلیه العمل الیوم ولوکان جنباً أوحائضاً أونفساء فعلا اتفاقاً تتمیماً للطهارة،کما فی إمداد الفتاح.

وفی ردالمحتارتحت(قوله:ولوجنباً) نقل أبوالسعود وعن شرح الکنز للشلبی أن ما ذکره الخلخالی أی فی شرح القدوری من أن الجنب یمضمض ویتنشق غریب مخالف لعامة الکتب.(ردالمحتار،باب صلاة الجنائز:۱۹۵/۲-۱۹۶، دارالفکر بیروت،انیس)

(۴)　سنن الترمذی،باب ماجاء فی ترک الصلاة علی الطفل حتٰی یستهیل:۲۰۰/۱،رقم الحدیث:۱۰۳۲،قدیمی،انیس

(جو بچہ پیدائش کے وقت روئے تو اس پر نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی۔)

رونے سے مراد یہ ہے کہ اس میں زندگی موجود رہی ہو، چونکہ عام طور پر پیدائش کے وقت بچے روتے ہیں اور یہی رونا ان کی زندگی کی علامت ہے؛ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر رونے کا ذکر فرمایا اور ظاہر ہے کہ نماز ایسے ہی مردہ پر پڑھی جائے گی، جسے غسل دیا گیا ہو؛ بلکہ اگر بچہ مُردہ پیدا ہوا ہو، تب بھی گو اس پر نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی؛ لیکن غسل اسے بھی دیا جائے گا۔ مشہور فقیہ علامہ ابراہیم حلبیؒ فرماتے ہیں:

”من علم بحياته عند ولادته باستهلال أوحركة غسل وصلى عليه وكذا لو خرج أكثره حيًا وإلا غسل ولم يصل عليه“. (۱)

(جس بچہ کی ولادت کے وقت رونے، یا حرکت کرنے کی وجہ سے اس کے زندہ ہونے کا علم ہو جائے تو اسے غسل دیا جائے گا اور اس پر نماز پڑھی جائے گی اور یہی حکم اس وقت بھی ہے، جب بچہ کا اکثر حصہ زندگی کی حالت میں ماں کے پیٹ سے باہر آیا ہو۔) (کتاب الفتاویٰ: ۳/۱۵۴-۱۵۵)

جسے غسل دینا نہ آئے، اگر وہ غسل دے دے تو کیا حکم ہے:

سوال: جس شخص کو میت کو غسل دینا نہ آتا ہو اور وہ میت کو غسل دے دے تو کیا حکم ہے؟

الجواب

اس پر کچھ گناہ شرعاً نہیں ہے؛ لیکن حتی الوسع غسل میت اس شخص سے کرانا چاہیے، جو طریق سنت کے موافق میت کو غسل دے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵/۲۴۹)

غسل جو چاہے دے، یا متعین آدمی اور غسل دینے والے پر غسل ضروری نہیں:

سوال: غسل دینے والا مقرر رہنا چاہیے، یا عام دے سکتے ہیں، جب کہ وہ مسائل غسل سے واقف ہو اور غسل دینے والے کو بعد غسل دینے کے غسل کرنا ضروری ہے، یا مسنون؟

الجواب

ہر ایک واقف شخص غسل دے سکتا ہے اور بہتر یہ ہے کہ وہ شخص غسل دے، جو کچھ عوض اور اجرت نہ لے، (۲) اور مردے کو غسل دینے والے پر غسل کرنا ضروری نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵/۲۵۳)

---

(۱) كبيرى، كتاب الصلاة، فى بحث الخامس، ص: ۵۹۱، انيس

(۲) (والأفضل أن يغسل) الميت (مجاناً فإن ابتغٰى الغاسل الأجر جاز إن كان ثمة غيره وإلا لا) لتعينه عليه. (الدرالمختار علٰى هامش رد المحتار، باب صلاة الجنائز: ۲/۱۹۹، دار الفكر بيروت، انيس)

میت پھول جائے اور ہاتھ لگانے کے قابل نہ رہے تو اس کو کس طرح غسل دیا جائے:

سوال: بحوالہ کشف الغطاء ایک کتاب میں یہ لکھا دیکھا ہے کہ اگر مردہ پھول گیا ہو اور اس کو غسل نہ دے سکیں تو پیٹ پر مسح کرنا کفایت کرتا ہے، انتہی ؛ مگر اس میں مسح کا کوئی طریقہ تحریر نہیں ہے۔ اگر یہ مسئلہ صحیح ہے تو طریقۂ مسح تحریر فرمایئے اور مقدار بھی واضح ہو؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

فی الهندية: ولو كان الميت متفسخا يتعذر مسحه كفى صب الماء عليه، كذا فى التاتر خانية ناقلاً عن العتابية. (۱)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر میت پھولنے کی وجہ سے ہاتھ لگانے کے قابل نہ ہو؛ یعنی ہاتھ لگانے سے پھٹ جانے کا اندیشہ ہو تو صرف پانی بہادینا کافی ہے؛ کیوں کہ ملنا وغیرہ ضروری نہیں۔ یہ روایت (فقہی) تو قواعد کے موافق ہے، باقی جو روایت (فقہی) سوال میں درج ہے، اس کا مطلب ہے کہ پیٹ اتنا پھول گیا ہے کہ اس پر پانی بہانا بھی ممکن نہیں تو باقی بدن کو دھوکر؛ یعنی اس پر پانی بہا کر پیٹ پر صرف مسح کر دیا جاوے، جیسا کہ زندہ کے لیے غسل و وضو میں حکم ہے۔ بات تو صحیح ہے اور اگر یہ مطلب لیا جاوے کہ غسل کی جگہ صرف پیٹ پر صرف کافی ہے تو وہ بالکل غلط ہے۔ (امداد الاحکام: ۴۴۴/۲)

جذامی کو غسل دیا جائے، یا نہیں:

سوال: جذامی کو غسل دیا جائے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

جذامی شخص اگر فوت ہو جائے، اس کو غسل دیا جائے، جیسا کہ تمام مسلمانوں کو دیا جاتا ہے اور تجہیز وتکفین کر کے اس کے جنازہ کی نماز پڑھ کر دفن کر دیا جائے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۲۵۵/۵)

مجذوم کو بلا غسل دفن کرنا:

سوال: زید کو جذام کا عارضہ تھا اور جذام کافی ترقی پر تھا، اسی حالت میں زید کا انتقال ہو گیا اس کا کوئی وارث نہیں تھا، اب اس کی اس حالت کی وجہ سے کسی نے اس کو غسل دینا گوارہ نہیں کیا اور بلا کفن و بلا نماز کسی صورت سے اس کو ایک گڑھے میں ڈھکیل دیا گیا۔ اب اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــ حامدًا ومصليًا

اگر اس کو ہاتھ لگا کر غسل دینا دشوار تھا، اس پر لوٹے، یا مشک سے پانی بہا دیا جاتا، (۲) اگر یہ بھی نہ ہو سکتا تھا تو ہاتھ

---

(۱) الفتاوىٰ الهندية، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز فى الفصل الثانى فى الغسل: ۱۵۸/۱، انیس

(۲) جذام ایسا مرض نہیں ہے، جو دوسرے انسان تک پھیل جائے؛ اس لیے ایسے شخص کو غسل دینے، یا اٹھانے میں پرہیز نہیں کرنا چاہیے۔ انیس ==

پر تھیلی باندھ کر صرف تیمّم کرادیا جاتا تو پھر نماز جنازہ پڑھ کر دفن کیا جاتا اور اس کے لیے قبر کا بنانا بھی ضروری تھا، گڈھے میں ڈھکیل دینا بھی غلط ہوا۔(۱) جس میت کو بلا غسل ونماز دفن کردیا جائے، اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھنے کا حکم ہے، جب تک اس کے پھٹ جانے اور ٹکڑے ٹکڑے ہوجانے کا ظن غالب نہ ہو۔(۲)

بہر حال اب اس کے لیے ایصال ثواب کیا جائے؛ تاکہ اس کے حقوق ادا کرنے میں جو کوتاہی ہوئی، اس کی کچھ مکافات ہوسکے۔(۳) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۷/۶/۱۳۸۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۰۱/۸) ☆

== (ولو كان الميت متفسخاً يتعذر مسحه، كفى صب الماء عليه، كذا فى التاتارخانية. (الفتاوىٰ الهندية، الباب الحادى والعشرون، فى الجنائز، الفصل الثانى فى الغسل: ۱۵۸/۱، رشيدية)

(۱) میت کے لیے قبر کھود کر دفن کرنا فرض کفایا ہے، نہ کرنے کی وجہ سے سب گناہ گار ہیں۔

"دفن الميت فرض على الكفاية، كذافى السراج الوهاج". (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصلاة، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز، الفصل السادس فى القبر والدفن، إلخ: ۱۶۵/۱، رشيدية)

"والكلام فى الدفن فى مواضع فى بيان وجوبه ... أما الأول فالدليل علىٰ وجوبه توارث الناس من لدن آدم صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إلىٰ يومناهٰذامع النكيرعلىٰ تاركه، وذادليل الوجوب إلاأن وجوبه علىٰ سبيل الكفاية، حتىٰ إذا قام به البعض سقط عن الباقين لحصول المقصود". (بدائع الصنائع، فصل: والكام فى الدفن: ۶۰/۲، رشدية)

(۲) عن أبى هريره رضى الله تعالىٰ عنه أن امرأة سوداء أورجلاً كان يقيم المسجد، ففقده النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فسال عنه، فقيل: مات فقال: ألاآذ نتمونى به"؟ قال: دلونى علىٰ قبره". فدلوه، فصلى عليه". (سنن أبى داؤد، باب الصلاة على القبر: ۱۰۱/۲، إمدادية، ملتان)

"(وإن دفن) وأهيل عليه التراب (بغيرصلاة) أوبها، بلاغسل، أوممن لاولاية له (صلى علىٰ قبره) استحساناً (مالم يغلب على الظن تفسخه)" إلخ. (الدرالمختارعلىٰ هامش رد المحتار، باب الجنائز: ۲۲۴/۲، سعيد)

(۳) صرح علماء نا فى باب الحج عن الغير: بأن للإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة أوصوماأو صدقة أوغيرها ... الأفضل لمن يتصدق نفلاً أن ينوى لجميع المؤمنين و المؤمنات؛ لأنها تصل إليهم ولاينقص من أجره شىء". (رد المحتار، باب صلاة الجنائز، مطلب فى القراءة الميت وأهداء ثوابها له: ۲۴۳/۲، سعيد)

"إن سعد بن عبادة رضى الله عنه أخا بنى ساعدة توفيت أمه، وهوغائب عنها، فأتى النبى صلى الله عليه وسلم، فقال: يارسول الله إن أمى توفيت وأنا غائب عنها، فهل ينفعها شىء إن تصدقت به عنها؟ قال: نعم" قال: إنى أشهدك أن حائطى المخراف صدقة عليها". (صحيح البخارى، باب الإ شهاد فى الوقف والوصية والصدقة: ۳۸۷/۱، قديمى)

☆ **میت کو غسل واجب نہ ہونے کی صورتیں:**

میت کو غسل دینا گرچہ فرض کفایہ ہے؛ مگر یہ فرض چند اسباب کی بنا پر ساقط بھی ہوجاتا ہے اور وہ یہ ہیں:

(اوّل) پانی کا موجود نہ ہونا: اگر کوئی ایسی جگہ ہے، جیسے سفر میں ہے اور وہاں اتنا پانی موجود نہیں، جو میت کے غسل کے لیے کافی ہوسکے تو اس صورت میں میت کو غسل دینا ضروری نہ ہوگا، اسے تیمّم کرا کر کفنا دیا جائے گا۔

(دوم) غسل دینے والے کا نہ ملنا: غسل میت کو دینا گرچہ فرض ہے؛ مگر اسی وقت جب غسل دینے والا کوئی موجود ہو؛ ==

میت کو غسل دینے کا حق کسے ہے:

سوال: جب کوئی آدمی فوت ہوجائے تو اسے کون غسل دے عام طور پر رواج یہ ہے کہ اس کے لیے امام مسجد ہی کو منتخب کیا جاتا ہے۔ کیا گھر والے خود بھی غسل دے سکتے ہیں؟

الجواب

بہتر تو یہ ہے کہ میت کا قریب ترین رشتہ دار غسل دے، بشرطیکہ وہ اچھی طرح حسب شرع غسل دے سکتا ہو، ورنہ کسی پرہیزگار صالح آدمی سے غسل دلایا جائے۔

ویکره أن یغسله جنب أو حائض، إمداد، والأولٰی کونه أقرب الناس إلیه فإن لم یحسن الغسل فأهل الإهانة والورع، آه.(۱) فقط واللّٰه أعلم

احقر محمد نور عفا اللہ عنہ (خیر الفتاویٰ: ۲۵۵/۳)

میت کو غسل کون دے:

سوال: باپ، یا لڑکا، یا زنانہ میت ہوجائے تو غسل کون دے گا؟ اگر کوئی شخص لا ولد ہو تو کیا اس کو امام مسجد، یا عالم غسل دیں گے، یا کوئی اور بھی دے سکتا ہے؟ اگر کوئی وصیت کر جائے کہ مجھ کو فلاں صاحب غسل دیں تو کیا اس وصیت کو بجالانا ضروری ہے؟ کیا پیر، یا امام مسجد کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ مرنے والے کے گھر کھانا پکوا کر بھیجے؟ غسالوں کو اجرت دیا جاسکتا ہے، یا نہیں؟　(سید مظفر حسین، مشیر آباد)

الجواب

غسل میت کے سلسلہ میں اصول یہ ہے کہ مَردوں کو مرد ہی غسل دیں اور عورتوں کو عورتیں، اگر مرد کا انتقال ہوگیا اور غسل دینے والا کوئی مرد موجود نہیں تو عورت تیمّم کرائے، اگر عورت کے ساتھ یہ صورت پیش آئے تو مرد تیمّم کرائے،

== اس لیے اگر کوئی مرد سفر میں ہو اور اس کے ساتھ خواتین ہوں اور اس حالت میں مرد کی وفات ہوجائے تو اگر ان خواتین میں اس کی بیوی موجود ہوگی تو غسل دے گی اور اگر زوجیت کا رشتہ نہ ہو تو پھر محرم خواتین میں سے کوئی خاتون اسے تیمّم کرادے گی اور اگر اجنبی خواتین ہوں تو پھر ہاتھوں میں کپڑا لپیٹ کر اس کو تیمّم کرادیں۔ اسی طرح خواتین میں سے کسی خاتون کی ایسی جگہ وفات ہوجائے، جہاں کوئی مسلمان عورت نہ ہو تو اسے غسل نہ دیا جائے گا؛ بلکہ تیمّم کرادیا جائے گا، گرچہ میت خاتون کا شوہر موجود ہو؛ کیوں کہ موت سے رشتۂ نکاح ختم ہوجاتا ہے اور عورت اجنبیہ ہوجاتی ہے، برخلاف اس صورت کے کہ جب شوہر کی وفات ہوجائے کہ عورت کے عدت وفات میں ہونے کی وجہ سے ایک حد تک رشتہ باقی رہتا ہے۔ (فتاویٰ تاتارخانیہ: ۱۳۷/۲) البتہ اگر ایسی شکل درپیش ہو اور مسلمان کے علاوہ کافر، یا مشرک، یا کتابی موجود ہو تو اس کو غسل کا طریقہ بتادیا جائے؛ تاکہ وہ غسل دے دے۔ مرد میت ہو تو مرد کو سکھایا جائے اور عورت میت ہو تو عورت کو سکھایا جائے۔ (فتاویٰ تاتارخانیہ: ۱۳۷/۲)

(ماخوذ طہارت کے احکام ومسائل)

(۱) رد المحتار، باب صلاۃ الجنائز، قبیل مطلب فی الکفن: ۲۰۲/۲، دار الفکر بیروت، انیس

پھر تیمّم کرانے والا مرد، یا عورت محرم ہو تو براہِ راست اپنا ہاتھ استعمال کرے اور اگر غیر محرم ہو تو ہاتھ میں کپڑا لپیٹ کر تیمّم کرائے؛(۱) لیکن یہ حکم اسی وقت ہے جب وہ شہوت کی عمر کو پہنچ کر مرے ہوں، چھوٹے بچوں اور بچیوں کو مرد بھی غسل دے سکتے ہیں اور عورتیں بھی۔

”ثم في الصغير والصغيرة إذا لم يبلغا حد الشهوة يغسلهما الرجال والنساء “.(۲)

اجنبی مردوں اور عورتوں کو دوسرے اجنبی مرد اور عورتیں غسل دے سکتی ہیں؛ لیکن زیادہ بہتر یہ ہے کہ پرہیز گار وصالحین سے غسل دلایا جائے۔

”والأولى في الغاسل أن يكون أقرب الناس إلى الميت،فإن لم يحسن الغسل فأهل الأمانة والورع “.(۳)

مرشد وغیرہ بھی چوں کہ اسی زمرہ میں ہیں؛ اس لیے غسل میں ان کی شرکت بہتر ہے۔ مرنے والے کے گھر کھانا پکا کر بھیجنا واجب نہیں ہے؛ بلکہ مستحب ہے۔ پیر ومرشد بھی بھیج سکتے ہیں اور دوسرے رشتہ دار بھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا کرنا ثابت ہے۔(۴)

غسال کو اجرت دی جائے تو درست ہے، شرعاً اس میں کوئی ایسی بات نہیں ہے، جو اجرت کے صحیح ہونے میں مانع ہو۔(۵) (کتاب الفتاویٰ:۳/۱۵۱-۱۵۲)

میت کو اس کے رشتہ دار خود نہلائیں:

سوال: میت کو نہلانے کی اجرت لینا جائز ہے، یا نہیں، جب کہ بغیر اجرت لیے کوئی غسل نہ دے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

اگر سوائے ایک شخص کے دوسرا کوئی بھی نہلانے والا نہ ہو تو اس کو اجرت لینا جائز نہیں؛ اس لیے کہ اس پر نہلانا فرض

---

(۱) ويغسل الرجال الرجال والنساء النساء ولا يغسل أحدهما الآخر... إذا كان للمرأة محرم تيممها باليد وأما الأجنبى فبخرقة على يديه. (الفتاوى الهندية،الباب الحادى والعشرون فى الجنائز فى الفصل الثانى فى الغسل:۱/۱۶۰)

(۲) خلاصة الفتاوى،الفصل الخامس والعشرون فى الجنائز،الجنس الثانى فى غسل الميت: ۱/۲۱۹، نیز دیکھئے:الفتاوى الهندية: ۱/۱۶۰

(۳) كبيرى، كتاب الصلاة،فصل فى الجنائز،ص: ۵۸۰

(۴) عن عبد الله بن جعفر قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اصنعوا لآل جعفر طعامًا، فإنه قد أتاهم أمر شغلهم.(سنن أبي داؤد، كتاب الجنائز،باب صفة الطعام لأهل الميت،رقم الحديث: ۳۱۳۲،الجامع للترمذى،رقم الحديث: ۹۹۸، وقال أبو عيسى:هذا حديث حسن صحيح/سنن ابن ماجة،رقم الحديث: ۱۶۱۰،باب ما جاء فى الطعام يبعث إلى أهل الميت/المستدرک للحاكم،رقم الحديث:۱۳۷۷)

(۵) والأفضل أن يغسل الميت مجانًا وإن ابتغى الغاسل الأجر، فإن كان هناک غيره يجوز أخذ الأجر وإلا لم يجز. (الفتاوى الهندية،الباب الحادى والعشرون فى الجنائز فى الفصل الثانى فى الغسل:۱/۱۵۹-۱۶۰)

عین ہے اور اگر دوسرے بھی نہلانے والے ہوں تو اجرت جائز ہے۔ (کذا فی العلائیۃ) مگر یہ فریضہ میت کے رشتہ داروں کو ادا کرنا چاہیے، اپنے عزیز کو خود غسل نہ دینا اور دوسروں کے سپرد کرنا انتہائی بے مروتی، بے غیرتی اور دلیل کبر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۷/شعبان ۱۳۹۳ھ (احسن الفتاویٰ: ۲۲۸/۴)

میت کو پابندِ شرع غسل دے:

سوال: بے نمازی آدمی مسلمان میت کو غسل دے سکتا ہے، یا نہیں؟ جب نمازی آدمی موجود ہیں اور پھر وہ نماز جنازہ بھی نہ پڑھے۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامدًا ومصلیًا

غسل تو اس کے دینے سے بھی ہو جائے گا؛ مگر بہتر یہ ہے کہ نمازی آدمی اور پابند شریعت غسل دے۔(۱) بے نمازی آدمی کا نماز نہ پڑھنا گناہ کبیرہ ہے۔(۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم (فتاوی محمودیہ: ۴۹۲/۸)

غیر دیندار سے میت کو غسل دلانا اچھا نہیں:

سوال: آج کل لوگوں نے یہ طریق پکڑ لیا ہے کہ میت کو فقیروں سے غسل دلاتے ہیں اور ان کے یہاں پیشہ زنا کاری وغیرہ کا ہوتا ہے، صوم صلوٰۃ کے قریب نہیں جاتے اور احکام غسل کو بھی پورا نہیں کر سکتے۔ ایسے لوگوں کا غسل دینا درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

ایسے لوگوں سے غسل دلانا اچھا نہیں ہے، غسل دینے والا صالح شخص ہونا چاہیے۔(۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم: ۲۵۰/۵)

---

(۱) یغسلہ أقرب الناس إلیہ،وإلا فأهل الأمانة والورع.(مراقی الفلاح علی حاشیة الطحطاوی،باب أحکام الجنائز،ص: ۵۷۰،قدیمی)

"والأولی کونہ أقرب النا س إلیہ،فإن لم یحسن الغسل،فأهل الأمانة والورع".(ردالمحتار،باب الجنائز: ۲۰۲/۲،سعید)

(۲) "عن عبد اللہ بن بریرةعن أبیہ قال:قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ:إن العهد الذی بینناوبینهم الصلاة ،فمن ترکها،فقد کفر".(سنن النسائی،باب الحکم فی تارک الصلاة: ۸۱/۱،قدیمی)

"عن أبی سفیان قال:سمعت جابراً رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول:سمعت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول:"إن بین الرجل وبین الشرک والکفر ترک الصلاة "(الصحیح لمسلم، کتاب الإیمان،باب بیان إطلاق اسم الکفرعلی من ترک الصلاة: ۶۱/۱،قدیمی)

(۳) یغسلہ أقرب الناس بہ إلیہ وإلا فأهل الأمانة والورع.(حاشیة الطحطاوی،ص: ۵۷۰،انیس)

جنبی کا غسل دینا مکروہ ہے:

سوال: کیا حائضہ اور جنبی میت کو غسل دے سکتے ہیں؟

الجواب

حائضہ اور جنبی کا غسل دینا مکروہ ہے۔

ویکرہ أن یکون الغاسل جنباً أو حائضاً، آہ. (شرح النقایة: ۱/۱۳۲) **فقط واللّٰہ أعلم**

محمد انور غفرلہ، ۱۴۱۱/۵/۷ھ۔ (خیر الفتاویٰ: ۳/۲۵۳)

عورت کو کوئی بھی غسل دینے کے لیے تیار نہ ہو تو کیا کریں:

سوال: ایک عورت فوت ہوگئی، اب اس کو کوئی عورت، یا محرم غسل دینے کے لیے تیار نہیں ہے۔ کیا خاوند غسل دے سکتا ہے؟

الجواب

عورتوں پر واجب ہے کہ غسل دیں، ورنہ سخت گناہ گار ہوں گی۔ کسی غسالہ کا اجرت دے کر بھی انتظام کیا جاسکتا ہے اور درجہ اضطرار میں خاوند ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر تیمّم کرادے۔

وقیل تغسل فی ثیابھا أی بلامس أما غیر المحرم فییممھا بخرقة وقیل تغسل فی ثیابھا أفادہ. (۱) **فقط واللّٰہ أعلم**

عبد الستار عفا اللہ عنہ (خیر الفتاویٰ: ۳/۲۵۵)

عورت خاوند کو اور خاوند بیوی کو غسل دے سکتا ہے، یا نہیں:

سوال: عورت اپنے خاوند کو اور خاوند اپنی عورت کو غسل دے سکتے ہیں؟ احسن طریقہ بلاضرورت کیا ہے؟

الجواب

عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے اور شوہر اپنی زوجہ متوفیہ کو غسل نہیں دے سکتا، البتہ دیکھنے کی اجازت ہے۔ (۲) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۵/۲۴۸)

محرم، عورتوں کو مرنے کے بعد غسل دے سکتا ہے، یا نہیں:

سوال: علاوہ منکوحہ کے مرد دیگر محرم عورتوں کو غسل دے سکتا ہے، یا نہیں؟

---

(۱) رد المحتار، کتاب النکاح، باب الرضاع: ۳/۲۱۸، دارالفکر بیروت، انیس

(۲) الدر المختار علیٰ هامش ردالمحتار: ۱/۸۰۳

الجواب

غسل نہیں دے سکتا؛ بلکہ ایسے موقع پر تیمّم کرانے کا حکم ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۴۸/۵)

شوہر اپنی زوجہ متوفیہ کو غسل دے سکتا ہے، یا نہیں:

سوال: فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ شوہر اپنی بیوی متوفیہ کو غسل نہیں دے سکتا ہے؛ لیکن بلوغ المرام میں بحوالۂ نسائی وابن ماجہ لکھا ہے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اے عائشہ! اگر تم پہلے میرے سے انتقال کر جاؤ گی تو میں خود اپنے ہاتھ سے تم کو غسل دوں گا، یہ فرمانا کیسا ہے؟ عالمگیری کا لکھنا صحیح ہے، یا کیا؟

الجواب

جیسا کہ عالمگیری میں ہے، ایسا ہی درمختار وشامی وغیرہ کتب فقہ میں ہے اور حنفیہ کا یہی مذہب ہے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا آپ کی خصوصیات میں سے ہے، اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کا غسل دینا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ان کی خصوصیت ہے، جیسا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہی جواب دیا۔ (کذا فی الشامی)(۲)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۴۹-۲۵۰)

عورت کو شوہر غسل نہیں دے سکتا ہے، البتہ دیکھ سکتا ہے:

سوال: زن متوفیہ را نظر کردن وغسل دادن برائے شوہر جائز است، یا نہ؟

الجواب

نظر کردن شوہر زوجہ متوفیہ خود را جائز است وغسل دادن جائز نیست، (۳) وآنچہ بر جواز غسل زوجہ از فعل حضرت علیؓ کہ حضرت فاطمہؓ را بعد وفات اوشان غسل دادہ اند استدلال کردہ میشود صاحب درمختار آنرا بدیں طور جواب دادہ است کہ فعل حضرت علی مخصوص بایشاں است کہ علاقہ زوجیت اوشان بعد وفات باقی است، (۴) ودر شامی از شرح مجمع نقل کردہ کہ حضرت فاطمہؓ را ام ایمن غسل دادہ است نہ حضرت علیؓ، پس ایں جواب ثانی است از استدلال مذکور۔(۵) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۴٦/۵-۲۴۷)

---

(۱) ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنائز: ۸۰۳/۱

(۲) ردالمحتار للشامی: ۸۰۰/۱، باب الجنائز

(۳) ویمنع زوجها من غسلها لا من النظر اليها على الأصح. (الدرالمختار علىٰ هامش رد المحتار، باب صلاة الجنائز: ۱۹۸/۲، دارالفكر بيروت، انيس)

(۴) عن عمر بن الخطاب رضى الله عنه قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول كل نسب وسبب ينقطع يوم القيامة الا نسبى وسببى. (مسند البزار، مسند عمر بن الخطاب: ٦٦/۱، انيس)

(۵) ردالمحتار، باب صلاة الجنائز: ۸۰۳/۱

زوج کے لیے مردہ بیوی کو بلا حائل ہاتھ لگانا جائز نہیں:

السوال: هل يحل للزوج أن يقبل امرأته التي ماتت وكفنت بلا واسطة الثوب وغيره وهوليس من قرابتها أيضاً؟

الجواب

لايجوز له مسها بغيرحائل ولوكان من قرابتها لعدم المحرمية وبطلان النكاح بالموت.

قال في الدر: (ويمنع زوجها من غسلها ومسها لامن النظر اليها على الأصح).

قال الشامي تحته عن الخانية: إذا كان للمرأة محرم يممها بيده وأما الأجنبي فبخرقة علىٰ يده ويغض بصره،عن ذراعها وكذا الرجل في امرأته إلا في غض البصر،آه.قال:ولعل وجهه أن النظرأخف من المس فجاز لشبهة الاختلاف،آه. (۱)

قلت: وجواز تيممه إياها بخرقة يدل علىٰ جوازمسه إياها بحائل ولكنه مقيد أيضاً بالضرورة فلاينبغي المس بدونها ولوبحائل هٰذا واللّٰه تعالىٰ أعلم

۲۷ر صفر ۱۳۴۵ء (امدادالاحکام:۴۳۰/۲)

جنبی مرجائے تو ایک غسل کافی ہے، یا نہیں؟ اور لڑکی کو غسل کون دے:

سوال: جنابت کی حالت میں اگر کوئی شخص مرجاوے تو اس کے لیے ایک غسل کافی ہے، یا جنابت کو غسل دے کر دوبارہ غسل میت دیا جاوے گا، اگر نابالغہ لڑکی مرجاوے اور وہاں کوئی غسالہ نہ ہو تو اس کا شوہر، یا اور کوئی محرم اسے غسل دے سکتا ہے، یا نہیں؟ اور اگر اتفاق سے کوئی محرم نہ ہو تو غیر محرم اس کے غسل کا مجاز ہے، یا نہیں؟ یا ایسی مجبوری کی صورت میں بلا غسل وکفن وغیرہ دفن کردی جائے گی؟

الجواب

ایک غسل کافی ہے؛ لیکن میت اگر جنبی تھا تو اس کو مضمضہ واستنشاق بھی کرالیا جاوے۔

كمافي الدرالمختار: ولوكان جنباً أوحائضاً أونفساء فعلا (أمر المضمضة والاستنشاق)اتفاقاً. (۲)

اور شامی نے اس میں بحث کی ہے؛ لیکن بہر حال احتیاط اسی میں ہے، (۳) اور نابالغہ لڑکی اگر غیر مراہقہ ہے تو اس کو ہر ایک مرد اور عورت غسل دے سکتا ہے۔

---

(۱) الدرالمختارمع رد المحتار،باب صلوٰة الجنائز: ۱۹۸/۲،دارالفكربيروت،انيس

(۲) الدرالمختارعلىٰ هامش ردالمحتار،باب صلاة الجنائز: ۸۰۱/۱

(۳) (قوله ولوكان جنباً الخ نقل السعود عن شرح الكنز للشلبي أن ما ذكره الخلخال أي في شرح القدوري من أن الجنب يمضمض ويستنشق غريب مخالف لعامة الكتب،آه،قلت: وقال الرملي أيضاً في حاشية البحر: ==

قال فی الفتح: الصغیر والصغیرة اذا لم یبلغا حد الشهوة یغسلهما الرجال و النساء. (۱)

اورمراہقہ کاحکم اس بارے میں مثل بالغہ کے ہےاور بالغہ عورت کوسوائے عورتوں کےاور کوئی غسل نہیں دے سکتا، شوہر بھی غسل نہیں دے سکتا؛ بلکہ اگر کوئی محرم موجود ہےتو وہ اس عورت کا تیمّم کرادے اور غیر محرم کپڑا اپنے ہاتھ پر لپیٹ کر تیمّم کرادےاور کفن پہنا کرنماز پڑھ کردفن کریں۔

درمختار میں ہے:

ماتت بین رجال أوهوبین نساء یممه المحرم فان لم یکن فالأجنبی بخرقة،الخ. (۲)

وفیه أیضاً: (ویمنع زوجها من غسلها ومسهما ... لا من النظر إلیها. (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم:۵/۲۴۴،۲۴۵)

اگرعورت مردوں میں، یامردعورتوں میں مرجائےتوغسل کی کیاصورت ہوگی:

سوال: اگرعورت مردوں میں مرجاوےاورکوئی عورت نہ ہو، یامردعورتوں میں مرجاوےاورکوئی مرد نہ ہوتوغسل اورتجہیزوتکفین کی کیاصورت ہوگی؟

الجواب

درمختار میں یہ مسئلہ اس طرح لکھا ہے:

ما تت بین رجال أوهو بین نساء یممه المحرم فان لم یکن فالأجنبی بخرقة،الخ. (۴)

یعنی کوئی عورت مردوں میں مرگئی یامردعورتوں میں مرگیاتواگرکوئی محرم موجود ہےتووہ بلاخرقہ کےتیمّم کرادےاور اگرمحرم نہیں ہےتواجنبی شخص خرقہ کےساتھ تیمّم کرادے۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۵/۲۴۹)

مجبوری میں شوہراپنی مردہ عورت کوغسل دےسکتا ہے،یانہیں:

سوال: زیداپنی عورت میت کوغسل دےسکتا ہے یانہیں (یعنی جب کہ کوئی عورت وہاں موجودنہ ہو)؟

الجواب

شامی میں ہے کہ مرداپنی عورت مردہ کوتیمّم کرادے،اپنے ہاتھ پرکپڑالپیٹ کرغسل نہ دیوے؛ کیوں کہ عورت کوغسل

== إطلاق المتون والشروح والفتاویٰ یشمل من مات جنبا ولم أر من صرح به لکن الاطلاق یدخله والعلة تفتضیه آهـ ومانقله أبوالسعود عن الزیلعی من قوله بلا مضمضة واستنشاق ولوجنبا صریح فی ذلک لکنی لم أره فی الزیلعی. (رد المحتار،باب صلاة الجنائز: ۱/۸۰۱،ظفیر)

(۱) ردالمحتار،باب صلاة الجنائز،قبیل مطلب فی الکفن: ۲/۲۰۱،دار الفکر بیروت،ظفیر

(۲) الدرالمختارعلیٰ هامش رد المحتار،باب صلاة الجنائز: ۲/۲۰۱،دار الفکر بیروت،انیس

(۳) الدر المختار علیٰ هامش ردالمحتار،باب صلاة المسافر: ۲/۱۹۸،دار الفکر بیروت،انیس

(۴) الدر المختارباب صلاة الجنائز: ۲/۲۰۱،دار الفکر بیروت،انیس

عورت ہی دے سکتی ہے، مرد اگرچہ محرم ہے، تب بھی تیمّم ہی کرادے۔

قال فی الشامی: فلایغسل الرجل المرأة وبالعکس، آہ ... ونقل عن الخانیة أنه إذا کا ن للمرأة محرم یممها بیده وأما الأجنبی فبخرقة علیٰ یده ویغض بصره عن ذراعها وکذا الرجل فی امرأته إلا فی غض البصر، آہ، ولعل وجهه أن النظر أخف من المس فجاز لشبهة الاختلاف. (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عزیز الرحمٰن، مفتی مدرسہ۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۵۵/۵)

بیوی کو خاوند غسل نہیں دے سکتا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ پر کہ کسی شخص کی زوجہ مرگئی اور شوہر موجود ہے تو بعد انتقال کے بی بی کو غسل دے سکتا ہے، یا نہیں؟ اور بعد کفن پہنانے کے مسہری پر خود اٹھا کر رکھ سکتا ہے، یا نہیں اور مسہری کو خود لے جا سکتا ہے اور قبر میں خود اپنے ہاتھ سے پکڑ کر رکھ سکتا ہے اور نماز جنازہ خود پڑھا سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

فی الدرالمختار: ویمنع زوجها من غسلها ومسهاو من النظر إلیها علی الأصح، منیة، وقال الأئمة الثلثة: یجوز؛ لأن علیا غسل فاطمة، قلنا: هٰذا محمول علیٰ بقاء الزوجیة ... قلت: یدل علیٰ الخصوصیة. (۲) **وأقره الشامی.** (شامی: ۵۷٦/۱، باب الجنائز)

عبارت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک مرد اپنی بیوی متوفی کو غسل نہیں دے سکتا اور اس کے بدن کو بغیر حائل کے ہاتھ نہیں لگا سکتا، اس کے علاوہ تمام کام؛ یعنی کفن پہننے کے بعد مسہری پر رکھنا اور مسہری کو کندھا دینا اور قبر میں اتارنا وغیرہ سب کرسکتا ہے اور یہ اس وقت ہے کہ جب کہ غسل دینے والی موجود ہو اور اگر نہ تو ایسی ضرورت کے وقت خاوند غسل بھی دے سکتا ہے۔ (صرح بہ الشامی) (امداد الفتاوی جدید: ۳۷۵/۲)

شوہر کا بیوی کو غسل دینا:

سوال: شوہر بیوی کو غسل نہیں دے سکتا، جب کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو غسل دیا، نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم انے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ اگر تم میرے سامنے فوت ہو جاؤ تو میں تمہیں غسل دوں گا تو اب سوال یہ ہے کہ جسم کو ہاتھ لگائے بغیر غسل دینا کس طرح ممکن ہوگا؟ (محمد نصیر عالم سبیلی، دربھنگہ)

الجواب

مسئلہ یہی ہے کہ شوہر بیوی کو غسل نہیں دے گا؛ اس لیے کہ موت کی وجہ سے شوہر کا تعلق بیوی سے بالکلیہ ختم ہو جاتا ہے

---

(۱) رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ۱۹۸/۲، دار الفکر بیروت، انیس

(۲) الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب صلاة الجنائز: ۱۹۸/۲، دار الفکر بیروت، انیس

اور بیوی اجنبی عورت کے حکم میں ہوجاتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ''مردوں کے درمیان ایک عورت وفات پاگئی، اس کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **''تیمم بالصعید''**(۱) یعنی مٹی سے تیمّم کرایا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ استفسار نہیں فرمایا کہ اس کا شوہر بھی ہے، یا نہیں؟

رہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ فرمانا کہ ''اگر تو میری موجودگی میں دنیا سے رخصت ہوگئی تو میں غسل دوں گا''، تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں بذات خود غسل دوں گا؛ بلکہ غسل کے اسباب فراہم کروں گا۔ (۲) اگر یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا بذات خود غسل دینے کا تھا تو اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت سمجھی جائے؛ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

عن عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنہ قال :سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول: کل نسب وسبب ینقطع بقوم القیامة إلا نسبی وسببی. (۳)

(ہر سبب ونسب موت کی وجہ سے ختم ہوجاتے ہیں، سوائے میرے سبب ونسب کے)۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رشتہ موت کی وجہ سے ختم نہیں ہوتا؛ اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی اس کی بیویاں حرام ہوتی ہیں، (۴) لہٰذا اگر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دنیا سے رخصت ہوجاتیں تو بدستور بیوی ہی رہتیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی استدلال درست نہیں؛ اس لیے کے جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر غسل کی بابت اعتراض کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

'' أما علمت أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: إن فاطمة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا زوجتک فی الدنیا والآخرة''. (۵)

''کیا تمہیں معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ تیری بیوی ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی''۔

تو اس سے ثابت ہوا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح موت کی وجہ سے ختم نہیں ہوا، وہ بدستور بیوی

---

(۱) مسند أحمد: ۲٦٤/٤

(۲) وحدیث عائشة رضی اللّٰہ عنہا محمول علی الغسل تسببا فمعنی قولہ غسلتک قمت بأسباب غسلک کما یقال بنی الأمیر داراً حملناہ ھٰذا صیانةً لمنصب النبوة عما یورث شبھة نفرة الطباع عنہ وتوفیقاً بین الدلائل علیٰ أنہ یحتمل أنہ کان مخصوصاً بأنہ لا ینقطع نکاحہ بع الموت لقولہ کل سبب ونسب ینقطع بالموت إلاسببی ونسبی. (بدائع الصنائع،فصل وأما بیان الکلام فیمن یغسل: ۳۰۵/۱۔۳۰٦،دار الکتب العلمیة بیروت،انیس)

(۳) مسند البزار مسند عمر بن الخطاب: ٦٦/۱،انیس

(۴) سورة الاحزاب: ۵۲

(۵) بدائع الصنائع،قبیل فصل والکلام فی تکفیتہ: ۳۰٦/۱،دار الکتب العلمیة بیروت،انیس

رہیں؛اس لیے یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت ہے، نیز اگر شوہر کا بیوی کو غسل دینا جائز ہوتا تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اعتراض نہ کرتے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ جواب دینا نہ پڑتا۔اس سے بھی معلوم ہوا کہ شوہر کا بیوی کو غسل نہ دینے کی بات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں عام تھی۔(کتاب الفتاویٰ:۳/۱۴۸-۱۵۰)

کیا شوہر بیوی کے مرنے کے بعد غسل دے سکتا ہے:

سوال: اگر عورت مر جاوے تو اس کا خاونداس کے جنازہ کا پایا پکڑ سکتا ہے، یا نہیں؟ اور وہ اپنی بیوی کو اپنے ہاتھ سے قبر میں اتار بھی سکتا ہے، یا نہیں؟ اور اگر کوئی عورت نہلانے والی موجود نہ ہو تو وہ اپنے خاوند کو نہلا سکتی ہے، یا نہیں؟ اور کوئی مسلمان کا مردہ مر جاوے تو اس کے جنازہ کی نماز پڑھنی چاہیے، یا نہیں؟ جس نے کبھی نماز نہ پڑھی ہو، اس کے واسطے کیا حکم ہے؟

الجواب

مرد اپنی بیوی کے جنازہ کو ہاتھ لگا سکتا ہے؛ لیکن اگر اس کے محرم موجود ہوں تو قبر میں نہ اتارے اور جو سب غیر محرم ہی ہوں تو شوہر بھی اس کو قبر میں اتار سکتا ہے اور اگر کوئی عورت نہلانے والی موجود نہ ہو تو عورت کو مرد غسل نہیں دے سکتا، نہ شوہر اور نہ محارم؛ بلکہ شوہر اس کو تیمّم کرادے اور شوہر کو تیمّم کرانے کے لیے اس کے ہاتھ کو اور منہ کو دیکھنا جائز ہے، مگر چھوئے نہیں؛ بلکہ ہاتھ کو کپڑا لپیٹ کر تیمّم کرائے اور بیوی اپنے مرد کو غسل دے سکتی ہے، جب کہ کوئی مرد غسل دینے والا موجود نہ ہو۔مسلمان بے نمازی کے جنازہ کی نماز پڑھنا بھی ضروری ہے، بدون نماز کے دفن نہیں ہو سکتا، اگر بدون نماز کے دفن کیا گیا، سب گنہ گار ہوں گے۔

قال في مراقي الفلاح: (والمرأة تغسل زوجها) ... (بخلافه) أي الرجل فانه لا يغسل زوجته لا نقطاع النكاح وإذا لم توجد امرأة لتغسيلها تيممها (أي زوجها) وليس عليه غض بصره عن ذراعيها بخلاف الأجنبي،آه.

وفي حاشية الطحطاوي: فإنه يلف يده بخرقة و ييممها مع كف بصره عن ذراعيها إلا أن تكون أمة فلا تحتاج إلى حائل،آه. (ص:۳۳۳) واللہ اعلم

۲۴/ذی الحجہ ۱۳۴۴ء (امداد الاحکام:۲/۴۳۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دینا کیسا تھا:

سوال: زید کہتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دیا ہے، ہم کیوں نہیں دے سکتے، بچوں کا ماں کے لب و پیشانی کو بوسہ دینا بھی جائز ہے۔دوسرا فریق کہتا ہے کہ زید کے اقوال مردود ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اپنی زوجہ کو غسل دینا خصوصیات کے قبیل سے تھا؟

الجواب

علامہ شامی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دینے کا قصہ نقل فرمایا ہے کہ شرح مجمع سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے غسل دیا ہے، حضرت علی کو غاسل کہنا مجازاً ہے کہ انہوں نے سامان غسل مہیا فرمایا اور اگر تسلیم کرلیا جائے تو وہ خصوصیت حضرت علی رضی اللہ عنہا کی ہے، جیسا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے **"إن فاطمة زوجک فی الدنیا والآخرة"** اور دلیل خصوصیت دوسری حدیث بھی ہے:

"کل سبب ونسب ینقطع بالموت إلا سببی ونسبی".

بہر حال شوہر کو غسل دینا اپنی زوجہ کو درست نہیں ہے۔ زید کا قول غلط ہے اور دوسرا فریق جو غسل زوج اور تقبیل ومس زوج کو حرام کہتا ہے، اس کا قول صحیح ومعتبر ہے۔ باقی بچوں کا اپنی ماں کو بوسہ دینا اور چومنا اس بحث سے خارج ہے، اس میں کچھ حرج نہیں ہے؛ کیوں کہ ماں اپنے بچوں کی محرمہ ہے اور بچوں کو اپنی ماں کو ہاتھ لگانا اور تقبیل وجہ کرنا ممنوع نہیں ہے۔ اسی طرح ماں باپ کو اپنی اولاد کے ساتھ یہ معاملہ کرنا درست ہے۔ بہر حال شوہر کو کسی طرح افعال مذکورہ اپنی زوجہ میتہ کے ساتھ درست نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۵/۲۵۵-۲۵۶)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دینے کی وجہ:

سوال: مولانا عبدالحیؒ صاحب نفع المفتی میں، ص: ۱۴۲ میں فرماتے ہیں: **"إذا ماتت الزوجة حرم علی الزوج أن یغسل أو یمسها"** تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کیوں غسل دیا اور برعکس بھی جائز ہے، **کمافعلت بسیدنا أبی بکر الصدیق زوجته أسماء بنت عمیس؟**

الجواب

فقہاء احناف نے لکھا کہ یہ خاص ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اعتراض پر یہ جواب دیا: **"أماعلمت أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أن فاطمة زوجتک فی الدنیا والآخرة، الخ.** (۱) اور عکس کے جواز کی وجہ یہ ہے کہ شوہر کے مرنے پر عورت پر عدت لازم ہے، جو علامات نکاح میں سے ہے، پس بقیہ علاقہ نکاح مقتضی اس کو ہے، عورت اپنے شوہر میت کو مس کرسکتی ہے اور غسل دے سکتی ہے۔

درمختار میں ہے:

(وهی لا تمنع من ذلک) ... أی من تغسیل زوجها دخل بها أولا، کما فی المعراج ومثله فی

(۱) ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ۱/۸۰۳

البحر عن المجتبیٰ،قلت:أی لأنها تلزمها عدة الوفاة لولم يدخل بهاوفی البدائع المرأة تغسل زوجها؛لأن إباحة الغسل مستفادة بالنكاح فتبقیٰ ما بقی النكاح والنكاح بعد الموت باق إلى أن تنقضی العدة بخلاف ما إذا ماتت فلايغسلها لانتهاء ملک النكاح لعدم المحل فصار أجنبيا، الخ. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۶۹/۵)

کوئی عورت غاسلہ موجود نہ ہوتو بیٹا میت کو بہ نیت غسل تیمّم کرادے:

سوال: ایک عورت کا انتقال ایسی جگہ ہو کہ جہاں ایک کا خاونداوراس کا بیٹا دونوں موجود نہ ہوں،اب میت کے غسل کے لیے کوئی عورت نہیں ملتی ہے اور عنقریب دس میل، یا پندرہ میل کے فاصلے پر نہ کوئی شہر ایسا ہے کہ جہاں مسلمانوں کے گھر ہوں،میت والوں کا شہر تین سومیل کے فاصلہ پر ہواورمیت کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو،حالاں کہ جس جگہ میت ہے،وہاں نمازی موجود ہیں؛لیکن غسل میت کے واسطے تلاش کرنے سے بھی عورتیں نہیں ملتیں،یہ حادثہ زہرم پور میں فی الحال درپیش ہوا ہے؛اس لیے آپ کو تکلیف دی جاتی ہے؟

الجواب

ایسی حالت میں میت عورت کا محرم؛یعنی لڑکا میت کو بہ نیت غسل کے تیمّم کرادے؛یعنی دومرتبہ مٹی پاک پر ہاتھ مار کرایک بارتو میت کے منہ کومل دےاوراس کے بعد ایک بارمٹی پر ہاتھ ما کر ہاتھوں کو کہنیوں تک مل دے،غسل نہ دیا جائے؛کیوں کہ اس میں بدن کھولنا اور جسم مستورکو ہاتھ لگانا پڑے گا۔

ولايجوز ذلک للرجل مع النساء،قال فی مراقی الفلاح:(ولوماتت امرأة مع الرجال) المحارم وغيرهم (يمموها كعكسه) وهوموت رجل بين النساء وكن محارمة يممنه بحرقة تلف علیٰ يد الميمم الأجنبی حتیٰ لايمس الجسد و يغض بصره عن ذراعی المراة ولوعجوزا (وإن وجد ذورحم محرم يمم الميت ذكراً كان أوأنثیٰ بلا خرقة) لجوازمس أعضاء التيمم للمحرم بلا شهوة كالنظرإليها منها له،آه. (۲) واللہ تعالیٰ اعلم

۳ /ربیع الاول ۱۳۴۶ھ (امدادالاحکام:۴۳۹/۲)

عورت کو غسل دینے کے لئے کوئی عورت نہ ہوتو تیمّم کرادیا جائے:

سوال: عورت کے انتقال پر کوئی عورت نہ ہوتو اگر کسی مرد نے غسل کرادیا تو گنہگار ہوگا،یا نہیں؟ جب کہ ہاتھ میں کچھ فاصلہ بھی نہیں رکھا؟

---

(۱) ردالمحتار،باب صلاة الجنائز،مطلب فی حديث كل سبب ونسب منقطع إلاسببی ونسبی:۱۹۸/۲،دار الفكر،انيس

(۲) مراقی الفلاح علیٰ حاشية الطحطاوی،باب أحكام الجنائز،ص:۵۷۲-۵۷۳،دار الفكر بيروت،انيس

الجواب ——————— حامدًا ومصليًا

اس کی اجازت نہیں، توبہ واستغفار لازم ہے، ایسی حالت میں تیمّم کرادینے کا حکم ہے۔ اگر محرم ہو تو بلا کپڑے کے تیمّم کرادے، ورنہ کپڑا ہاتھ میں لپیٹ کر تیمّم کرائے۔

(لو ماتت امرأة مع الرجال) ... (ييمموها كعكسه) ... (بخرقة) ... (وإن وجد ذو رحم محرم ييمم (بلا خرقة)". (۱)

عن سعيد ابن المسيب رحمه الله أنه قال: إذا ماتت المرأة مع الرجال ليس معهم امرأة، قال: ييممونها بالصعيد و لايغسلونها. (الحديث) (۲)

ماتت بين رجال أوهو بين نساء يممه المحرم، فإن لم يكن فالأجنبى بخرقة. (۳)

لوماتت امرأة بين الرجال الأجانب، ييممها رجل بخرقة و لايمسها. (۴) (فتاویٰ محمودیہ: ۴۹۵/۸)

دائی کا میت کوغسل دینا:

سوال: مسلم دائی سے مردہ عورت کوغسل کرانا درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ——————— حامدًا ومصليًا

مسلم دائی سنت کے مطابق غسل دیتی ہے تو یہ درست ہے، اعلیٰ بات یہ ہے کہ گھر کی مستورات خود ہی غسل دیں۔ (۵)
فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۹۲/۷/۲۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۹۶/۸)

میت کوفقیروں کے ذریعہ غسل دلانا:

سوال: ہمارے یہاں دستور ہے کہ میت کوفقیروں سے غسل دلاتے ہیں اوران کونماز وغسل کی خود بھی توفیق نہیں

---

(۱) نورالإيضاح مع مراقی الفلاح، باب أحكام الجنائز، ص: ۵۷۲-۵۷۳، قديمی

(۲) مصنف ابن أبی شيبة، كتاب الجنائز، ماقالوا فی الرجل يموت مع النساء وليس معهن رجل، إلخ، (رقم الحديث: ۱۰۹۶۴): ۴۵۵/۲، دارالكتب العلمية، بيروت

(۳) الدرالمختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ۲۰۱/۲، سعيد

(۴) الحلبی الكبير، كتاب الصلاة، فصل فی الجنائز، ص: ۵۷۷، سهيل اكادمی لاهور
مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: بدائع الصنائع، باب الجنائز، فصل: وأما بيان الكلام فيمن يغسل: ۳۴/۲، رشيدية

(۵) "والأولىٰ كونه أقرب الناس إليه، فإن لم يحسن الغسل فأهل الأمانة والورع". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ۲۰۲/۲، سعيد)

"وأما ما يستحب للغاسل فالأولىٰ أن يكون أقرب الناس إلى الميت، فإن لم يعلم الغسل فأهل الأمانة والورع". (البحرالرائق، كتاب الجنائز: ۳۰۶/۲، رشيدية)

ہوتی، قطعی بے دین ہوتے اوران کوکافی معاوضہ دیتے ہیں، کیا یہ طریقہ درست ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًاو مصلیًا

میت کوغسل فقیروں سے دلانا جب کہ وہ ناواقف ہوں، قبیح و مذموم ہے، میت کی حق تلفی ہے، اہل میت علماء اس کو غسل دیں۔(۱)''**وأما ما يستحب للغاسل فالأولى أن يكون أقرب الناس إلى الميت،فإن لم يعلم الغسل فأهل الأمانة والورع**''.(۲)فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۲/۳/۹ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۴۹۶/۸)

فقیر کی بیوی کوغسل میت پر مجبور کرنا:

سوال: اگرکسی بستی میں میت کوغسل دینے والا فقیر بستی سے دور رہتا ہواور وہ زمانہ غسل پر مجبور ہو جاوے کہ اس کے پاس اس کی پردہ نشیں بیوی کے سوا کوئی نہ ہوتو کیا وہ پردہ نشیں بیوی کو مجبوراً غسل دینے کے لیے لے جاسکتا ہے، جب کہ وہ خود رضامند نہ ہو؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًاو مصلیًا

غسل دینا فرض کفایہ ہے،(۳) اگراور بھی غسل دے سکتے ہوں تواس پر جبر جائز نہیں، غسل دینا مشکل کام نہیں کہ سب نے ایک کے سر رکھ دیا، سب کو سیکھ لینا چاہیے؛ لیکن اگر عورت موجود نہ ہوتو نامحرم غسل نہ دیں؛ بلکہ تیمّم کرادیں اور وہ بھی کپڑے کے ذریعہ سے، اگر کوئی محرم مرد موجود ہوتو بلا کپڑے کے تیمّم کرادے۔(۴) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔(فتاویٰ محمودیہ:۴۹۷/۸)

غاسلِ میت کوغلہ دینا:

سوال: بعض جگہ دستور ہے کہ جس وقت کوئی میت ہوتی ہے تواس میت کے وارث من، یا دومن غلہ میں سے نکال کرایک طرف کونہ میں ڈال دیتے ہیں، میت کے دفن سے پہلے وہ اناج غسل دینے والے کودیتے ہیں، یہ غلہ اس طرح سے گیرنا جائز ہے، یا نہیں؟

(۱) والأولى كونه أقرب الناس إليه،فإن لم يحسن الغسل فأهل الأمانة والورع''.(رد المحتار،باب الجنائز:۲۰۲/۲،سعيد)

(۲) البحرالرائق،كتاب الجنائز:۳۰۶/۲،رشيدية

(۳) والصلاة عليه) صفتها (فرض كفاية) بالإجماع ... (كدفنه) وغسله وتجهيزه، فإنها فرض كفاية''. (الدر المختار على هامش رد المحتار،باب الجنائز:۲۰۷/۲،سعيد)

(۴) ونقل عن الخانية أنه إذا كان للمرأة محرم يممها بيده،وأما الأجنبي فبخرقة على يده ويغض بصره عن ذراعها''.(رد المحتار،كتاب الصلاة،باب الجنائز:۱۹۸/۲)

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامدًاو مصليًا

پابندی سے اناج کو اول جدا کر دیتے ہیں، بے اصل ہے،(١) غسل مفت دینے سے بہت ثواب ہوتا ہے؛ تاہم بوقتِ ضرورت اجرت دے کر غسل دلوانا بھی درست ہے۔(٢) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم (فتاوی محمودیہ:٨/٥٠٣)

نہلانے اور دفنانے کی اجرت:

سوال: مردہ کو نہلانے اور دفن کرنے والوں کو اجرت دینا جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

جائز ہے، البتہ اگر دوسرا کوئی نہ ہو تو چوں کہ اسی فرد واحد پر غسل دینا اور دفن کرنا فرض عین ہے؛ اس لیے اجرت جائز نہیں ہے۔

قال فی شرح التنوير:(والأفضل أن يغسل) الميت (مجاناً،فان ابتغى الغاسل الأجر جاز إن كان ثمة غيره وإلالا)لتعينه عليه،وينبغي أن يكون حكم الحمال والحفار كذلک، سراج.(٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

٣٠ /ربیع الاخر ١٤٠٠ھ (احسن الفتاویٰ:٤/٢٢٩) ☆

---

(١) عن عائشة رضى الله تعالى عنها قالت:قال النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم:"من أحدث فى أمرنا هٰذاماليس منه فهورد". (صحيح البخارى،باب إذا اصطلحوا،علىٰ صلح جورفهومردود: ٣٧٠/١،قديمى)

"بأنها(أى البدعة)ماأحدث على خلاف الحق المتلقى عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من علم أوعمل أوحال بنوع شبهة واستحسان،وجعل ديناً قويماً وصراطاً مستقيماً". (ردالمحتار،باب الامامة،مطلب :البدعة خمسة أقسام : ٥٦٠/١،سعيد)

(٢) والأفضل أن يغسل الميت مجاناً،فإن ابتغى الغاسل الأجر،جاز،إلخ"(الدرالمختارعلىٰ هامش رد المحتار،باب صلاة الجنائز: ١٩٩/٢، سعيد)

"والأفضل أن يغسل الميت مجاناً،وإن ابتغىٰ الغاسل الأجر،فإن كان هناک غيره،يجوزأخذ الأجر،وإلا لم يجز ". (الفتاوى الهندية،الباب الحادى والعشرون فى الجنائز،الفصل الثانى فى الغسل: ١٥٩/١-١٦٠،رشيدية)

(٣) الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار،باب صلاة الجنائز: ١٩٩/٢،دار الفكر بيروت،انيس

☆ **غسل دینے والے کو اجرت دینا:**

سوال: میت کو جو آدمی غسل دیتا ہے، وہ کوئی باہر کا آدمی ہو، یا برادری کا، یا ورثا میں سے نہ ہو تو کیا اس کو کچھ دیا جائے گا، یا نہیں؟ ہمارے گاؤں کے رواج کے مطابق صابن اور خوشبو اور میت کے کپڑے، یا نئے کپڑے غسل دینے والا لے جاتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

غسل وارثوں کو دینا چاہیے؛ لیکن اگر وہ اجرت دے کر کسی سے غسل دلوائیں تو جائز ہے۔(وأما ما يستحب للغاسل فالأولىٰ أن يكون أقرب الناس الى الميت،فان لم يعلم الغسل فأهل الأمانة والورع. (البحرالرائق،باب الجنائز: ٣٠٦/٢،دار الكتب العلمية بيروت،انيس)/ويستحب أن يكون أقرب الناس الى الميت فان لم يعلم الغسل فأهل الأمانة والورع كذا فى الزاهدى. (الفتاوىٰ الهندية: ١٥٩/١،وأيضا:الدرالمختار: ٢٠٢/٢)/ ==

== والأفضل أن يغسل الميت مجانا وإن ابتغى الغاسل الأجر فإن كان هناك غيره يجوز أخذ الأجر، الخ.(الفتاویٰ الهندية: ١٦٠/١، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز،الفصل الثانى فى الغسل،وأيضا فى البحر الرائق: ٣٠٤/٢) (آپ کے مسائل اوران کا حل:۲۹۲/۴)

غسل میت کے متعلق بہشتی زیور کی ایک عبارت پرشبہ کا جواب:

سوال: بہشتی زیور مدلل مکمل،طبع ثانی اشرف المطابع،حصہ دوم،ص:۷۷ میں اول مسئلہ یہ درج ہے:''مسئلہ:اگرکوئی مردمرگیا اورمردوں میں سے کوئی نہلانے والانہیں تھے،توجوعورت اس کی محرم ہووہی نہلا دے غیرمحرم کو ہاتھ لگانا درست نہیں،اوراگرکوئی محرم عورت نہ ہوتو اس کوتیمّم کرادو،الخ''۔اس کے متعلق دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ یہ مسئلہ کہاں سے اخذ کیا گیا ہے،بظاہر جہاں تک کتب فقہیہ کودیکھا گیا،اس کے خلاف ہی ملا۔فی البدائع: وإن لم يكن معهن ذلک فانهن لايغسلنه سواء كن ذوات رحم محرم منه أولا؛لأن المحرم فى حكم النظر إلى العورة والأجنبية سواء فكما لا تغسله الأجنبية فكذا ذوات محارمه ولكن يممنه.(٣٠٥/١)(بدائع الصنائع،فصل وأما بيان الكلام فيمن يغسل: ٣٠٥/١،دارالكتب العلمية بيروت،انيس)

وفى الهندية: والأصل فيه ان كل من يحل له وطئها لوكان حياً بالنكاح يحل لها أن تغسله وإلا فلا.(الفتاویٰ الهندية،الباب الحادى والعشرون فى الجنائز فى الفصل الثانى فى الغسل: ١٦٠/١، انيس)ومثله فى نور الايضاح)امید کہ حضرت اپنی رائے عالی سے مطلع فرماکراس اشتباہ کودورفرمائیں گے؟

الجواب

عبارات فقہ تمام کتابوں میں قریباوہی ہیں،جو بدائع وعالمگیری میں ہیں،جن کوآپ نے نقل کیا ہے،اس لحاظ سے نقل بہشتی زیور کا مسئلہ واقعی مخدوش ہے؛مگر درایۃً اس کے غلط ہونے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی؛کیوں کہ دوقاعدے کتاب الکراھۃ درمختار میں مصرح ہیں: تنظر المرأة (من الرجل) كنظرالرجل عليه وماجازالنظر إليه جاز لمسه،اس مجموعہ کاحاصل یہ ہے کہ ماسوی السرۃ الی الرکبۃ کا تو عورت محرم مس بھی کرسکتی ہےاور ماتحت السرۃ الی الرکبۃ کاعدم مس جیسا عورت محرم کے لیے ممنوع ہے،رجل کے لیے بھی ممنوع ہےاورجس خرقہ سے مردغسل دیتاہے،عورت بھی غسل دے سکتی ہے،اللّٰهم أن يقال:إن حكم غسل الميت مفترق(اوراس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ مظنہ شہوت کوبمنزلہ شہوت قراردیا گیااورضرورت شدیدنہیں ہے؛کیوں کہ غسل کا خلیفہ تیمّم موجودہے،منہ۔عبدالکریم عفاعنہ)عن حكم النظر والمس(فيه أن المس يجوزضرورة فى الحياة فباء وجه لايجوزبعد الموت.عبد الكريم عفى عنه) فى الحياة كما يدل عليه قول البدائع الجنس يغسل ولا يغسل الجنس خلاف الجنس،آه،واللّٰه اعلم ولعل اللّٰه يحدث بعد ذلک أمراً.

۲۰/صفر ۱۳۴۸ھ(امدادالاحکام:۴۴۰/۲)

معلوم ہونے کے باوجود مرتد میت کوغسل دینے والے کا شرعی حکم:

سوال: جس مسلمان نے مرتد کی میت کوغسل دیاباوجودمعلوم ہونے کے،ان سب کے بارے میں جوشرعی حکم ہےتحریرکریں؟ نیزان کے نکاح کا کیاحکم ہے،جوشادی شدہ ہیں،ٹوٹ جائے گا،یانہیں؟

الجواب

مرتدکوغسل دینا بھی جائزنہیں،جوشخص اس کوجائزسمجھتاہے،اس کابھی وہی حکم ہے،جواُوپرلکھا گیا۔(وأما لو كان مرتدا يلقيه فى حفرة الكلب دفعا لأذى جيفته عن الناس من غير غسل ولا تكفين،الخ. (الحلبى الكبير: ٦٠٣/١، فصل فى الجنائز، طبع:سهيل اكادمى لاهور)(آپ کے مسائل اوران کاحل:۳۶۰/۴)

بیوی کے جنازہ کو بوسہ نہیں دے سکتا:

سوال: اگر کسی کی اہلیہ فوت ہوجاوے تو وہ اس کو بوسہ دے سکتا ہے؛ یعنی شوہر زوجہ کو بوسہ دے سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

شوہر اپنی زوجہ متوفیہ کو مس نہیں کرسکتا، پس بوسہ لینا بھی جائز نہیں ہے۔ **ویمنع زوجها من غسلها ومسها لا من النظر إليها على الأصح**. (الدر المختار)(١) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ٢٨٠/٥)

شوہر کے خود اپنی بیوی کو غسل دینے کے عدم جواز میں شبہات کا ازالہ:

سوال: ابن ماجہ ودار قطنی ودارمی ومسند احمد وغیرہا میں یہ حدیث موجود ہے:

"عن عائشة رضی الله عنها قالت: رجع النبی صلی الله علیه وسلم ذات یوم من جنازة من البقیع فوجدنی وأنا أجد صداعاً وأنا أقول وا رأساه، قال: بل أنا یاعائشة وا رأساه، قال: وماضرک لو مت قبلی فغسلتک وکفنتک وصلیت علیک". (الحدیث)(٢)

اس سے صراحۃً ثابت ہے کہ زوج زوجہ کو بعد ممات غسل دے سکتا ہے ونیز ثابت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بعد وفات غسل دیا تھا؛ مگر حنفیہ بغیر کسی حدیث کے عدم جواز کے قائل ہیں، محض رائے سے کہتے ہیں کہ بعد وفات زوجہ۔۔۔۔۔ کے نکاح فسخ ہوجاتا ہے، پس حنفیہ کا کلام باطل ہے، بچند وجوہ:

(اول) زوجیت زوجین تقابل تضایف ہے، زوجیت حقیقیہ اگر بعد وفات زائل ہوگئی تو طرفین سے اور زوجیت حکمیہ اگر باقی رہے گی تو طرفین سے زوجہ کی جانب سے ثبوت اور زوج کی جانب سے انتفاع ممکن نہیں۔

(دوم) چوں کہ حق ارث طرفین سے جاری اس وجہ سے زوجیت حکمیہ طرفین سے باقی ہے۔

(سوم) جس طرح بعد ممات زوجہ کا اطلاق قرآن میں آیا ہے، زوج کا اطلاق بھی موجود ہے، پس زوجہ، یا زوج کو مثل اجنبیہ، یا اجنبی کہنا صحیح نہیں۔

(چہارم) امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حدیث ضعیف رائے سے بڑھ کیا وجہ محض رائے سے حدیث ترک کی جاتی ہے، باقی جو حنفیہ حدیث وقصہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا یہ جواب دیتے ہیں کہ مراد تہیہ غسل، یا امر بالغسل ہے ونیز قربت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفات باقی ہے، **کما جاء فی الحدیث: کل نسب وسبب منقطع یوم القیمة إلا سببی ونسبی، أخرجه الطبرانی والبیهقی والحاکم**، اولاً: بغیر قرینہ صارفہ معنی حقیقی ترک کرنا درست نہیں۔ ثانیا: قرابت عامہ مومنین بعد وفات باقی رہتی ہے۔ **قال اللّٰه تعالٰی: ﴿هم وازواجهم فی ظلال علی**

(١) الدر المختار علی هامش ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ٨٠٣/١

(٢) سنن الدارمی، باب فی وفاة النبی صلی الله علیه وسلم، رقم الحدیث: ٨١، انیس

الارائک متکئون﴾وقال تعالیٰ: ﴿لهم فیها ازواج مطهرة﴾، ثالثاً: اگر قرابت رسول باقی رہتی ہے تو چاہیے سید اپنی زوجہ سیدہ کو بعد ممات غسل دے سکے کیا، حنفیہ اس کے قائل ہیں، رابعاً: جواز عقد ازدواج کے سبب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پس سبھی میں عامہ مومنین داخل ہوگئے ،ان اعتراضات کا جواب مدلل تحریر فرمایئے ونیز تحریر فرمائے کہ وقت ارث کب ہے؟

قال فی الأشباه: اختلفوا فی وقت الإرث؟ فقال مشائخ العراق: فی آخر جزء من أجزاء حیٰوة المورث، وقال مشائخ بلخ: عند الموت، وفائدة الاختلاف فی ما لو قال الوارث لجاریة مورثة: إذا مات مولاک فأنت حرة فعلی الأول تعتق، لاعلی الثانی.

اورسبب ارث زوجیت ہے، یا موت زوجین، اگر یوں کہا جاوے: زوجیت حقیقیہ وحکمیہ میں قبلیت وبعدیت ذاتیہ ہے، تعلق ارث کا بعد زوال زوجیت حقیقیہ کے وقبل عروض زوجیت حکمیہ کے ہوجانا ہے تو صحیح ہے، یا نہیں؟ اورزوجہ کی جانب سے اگر زوجیت حقیقیہ بعدوفات تازمان عدت باقی ہواور رجع کی جانب سے زائل؛ بلکہ زوجیت حکمیہ عارض ہو تو اس میں کیا حرج ہے؟ تضایف کے لیے مطلق زوجیت کا تعلق کافی ہے، قرآن شریف میں ازواج وزوج کا اطلاق بیوہ پر بہت ہے؛ مگر شوہر پر بعدوفات زوجہ کے کہیں زوج کا اطلاق نہیں معلوم ہوتا، اس سے پتہ چلتا ہے کہ زوجہ کی جانب سے تابقائے عدت زوجیت حقیقیہ باقی رہتی ہے۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

(۱)تحقیق المقام: أنه لاخلاف فی جوازغسل المرأة زوجها، کما نقله غیرواحد من العلماء وإنما الخلاف فی جوازغسل الزوج امرأته، فقال أبوحنیفة و موافقوه: لا، وقال آخرون: نعم، واحتج المجوزون بوجوه:

الأول: بقوله صلی اللّٰه علیه وسلم لعائشة رضی اللّٰه عنها: ماضرک إن مت قبلی فغسلتک ... وجوابه أن البخاری روی هٰذه القصة ولم یذکرهٰذه الزیادة بل تفرد بها ابن اسحٰق وعنعن، فی الروایة وهوغیرصحیح فیما تفرد لاسیما إذا عنعن فسقط الاحتجاج بهٰذا الحدیث ولم سلم فقوله"غسلتک"یحتمل التولی بالغسل کما یحتمل المباشرة ومعلوم من عادته صلی اللّٰه علیه و سلم أنه کان لایباشرالغسل فیحمل علی التولی لا المباشرة.

والثانی: بغسل علی فاطمة رضی اللّٰه عنها وجوابه من وجوه أما الأول فبأنه اختلفت الروایات فی غسل فاطمة، ففی روایة أنها اغتسلت فی حیٰوتها وأوصت أن لایکشفنی أحد بعد موتی لأنی تطهرت، کما فی الزیلعی وغیره وفی روایة أنه غسلته الملٰئکة، کما فی تذکرة

(۱) یہ جواب تصحیح الاغلاط، ص: ۲۱ سے نقل کیا گیا ہے۔ ظفر

خواص الأمة سبط ابن الجوزی وفی روایة أنها غسلته أم أیمن، کما فی الشامی وفی روایة أنها غسلها علی وأسماء أما الروایتان الأولیان فظنی أنها مکذوبتان اخترعهما الروافض خذلهم الله تفضیلا لفاطمة بفضائل غیر واقعیة کماهو دآبهم،خذلهم الله وأما الروایتان الأخریان فالأولٰی منهما (۱)أقوٰی من حیث الروایة وثانیهما أقوٰی من حیث الدوایة أما قوة الأولٰی من حیث الروایة فلأنه لم یثبت للثانیة سند ولم اعلم من أخرجه من المحدثین وأما قوة الثانیة من حیث الدرایة فلأن اختصاص أم أیمن بأهل بیت النبوة معروف بخلاف أسماء فبعید کل البعد أن تتکفل أسماء غسلها أوتوصیها فاطمة مع حضور أم أیمن لاسیما إذاکانت أسماء ابنة أبی بکررضی الله عنها (۲)وعلی رضی الله عنه یجتهد فی اخفاء موتها عن أبی بکر کما یروی عنه فإن کانت الروایة الثانیة ثابتة والأولٰی غیرثابتة فالجواب ظاهر وأما إن کانت الروایة الأولٰی ثابتة فالجواب أن تشارک أسماء وعلی رضی الله عنهما فی الغسل یحتمل وجوها الأول أن یکون کلاهما مباشرین والثانی أن یکون علی رضی الله عنه مباشراً وأسماء رضی الله عنها عونا له والثالث العکس فاحتجنا إلی الترجیح فلما نظرنا فی وجوه علمنا أن الراجح هوالاحتمال الثالث؛لأنه لماکان أحدهما کافیاً فی المباشرة لم تکن فاطمة رضی الله عنها محتاجة إلی الوصیة لکلیهما بالمباشرة وأیضاً لوجاز لعلی رضی الله عنه غسلها فأی حاجة کانت لها إلی الوصیة لأسماء رضی الله عنها فلما أوصت لکلیهما علمنا أن وصیة المباشرة لأسماء رضی الله عنها ووصیة الاعانة کانت لعلی رضی الله عنه أما الوصیة بالمباشرة لأسماء فلعلمها رضی الله عنها بعقلها وحسن سلیقها لما اشارت علیها باتخاذ التابوت کماوقع فی روایة أبی نعیم ولفظها هٰذا أن فاطمة رضی الله عنها بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم قالت: یا أسماء أنی استقبح ما یفعل بالنساء أنه یطرح علی المرأة الثوب فیصفها فقالت أسماء یا ابنة رسول الله ألا أریک شیئاً رأیته بالحبشة ؟فدعت بجرائد رطبة فلوتها ثم طرحت علیها ثوبا فقالت فاطمة رضی الله عنها ما أحسن هٰذا وأجمله تعرف به المرأة من الرجل فأذا أنا مت فاغسلینی أنت وعلی فلما توفیت غسلها علی وأسماء رضی الله عنها،آه،وأما الوصیة بالاعانة لعلی رضی الله عنه فلأنه

(۱) کذا فی الأصل،وظنی أنه وقع القلب هنا من المجیب،والصحیح "أن الثانیة منهما أقوٰی من حیث الروایة،والأولٰی من حیث الدرایة"؛لأن روایة غسل أم أیمن إیاها لم تثبت وأما روایة غسل علی وأسماء فثابتة؛أخرجها البیهقی(۳/۳۹۶)وعبدالرزاق فی المصنف(۳/۴۱۰) ویؤید أیضا ماظننت تقریر المجیب للدرایة فیما بعد فامعن النظر. سعید

(۲) هنا أیضاً وقع التسامح من المجیب العلام ،فإن أسماء رضی الله عنها التی أوصتها فاطمة هی أسماء بنت عمیس،زوج أبی بکرالصدیق رضی الله عنه کما فی المصنف لعبد الرزاق (۳/ ۱۰) ولیست هی أسماء ابنة أبی بکر،فتذکر. سعید احمد البالنبوری

كان اعلم بأحكام الغسل من أسماء رضى الله عنها فأوصت له به ليعينها بتعليم الأحكام ان احتاجت إليه ولأنها كانت رضى الله عنها تحب عليا رضى الله عنه فأحبت أن يشارك فى غسلها وأيضا كانت تعلم حب على رضى الله عنه إياها فرأت رضى الله عنها أنه لا يقصر فى تحسين غسلها فلهٰذه الوجوه أوصت إليه بالاعانة فلما انتقش على صحيفة خاطرك ماتلونا عليك علمت أن حديث غسل فاطمة إن ثبتت فلنا،لا علينا.

والثالث: بحديث ابن مسعود أنه غسل امرأته وجوابه أن حديث غسل ابن مسعود رضى الله عنه ضعيف كما صرح به البيهقى،كما أن حديث اعتراضه على على رضى الله عنه الذى نقله الشامى غيرثابت.

والرابع: بحديث ابن عباس أنه قال: الرجل أحق بغسل امرأته،آه،وجوابه أنه من رواية حجاج بن ارطاة عن داؤد بن الحصين عن عكرمة عن ابن عباس وقال ابن المدينى فى داؤد ما روى عن عكرمة فمنكر وقال أيضاً:مرسل الشعبى أحب إلىٰ من داؤد عن عكرمة عن ابن عباس وقال أبوداؤد أحاديثه عن شيوخه مستقيمة وأحاديثه عن عكرمة مناكير وقال ابن عيينة: كنا نتقى حديث داؤد وقال أبو زرعة: لين وقال أبوحاتم:ليس بالقوى ولولا إن مالكاً روى عنه لترك حديثه وقال الساجى:منكرالحديث يتهم برأى الخوارج وقال الجوزقانى: لايحمد الناس حديثه،آه، وعاب غير واحد على مالك الرواية عنه وتركه الرواية عن سعد بن إبراهيم وهو وإن وثقه الأئمة أيضاً لكن توثيقهم إياه فى نفسه لايعارض حكم الأئمة بالنكارة على حديثه عن عكرمة عن ابن عباس وأيضاً فيه الحجج بن أرطاة المختلف فيه والمدلس المشهوروقد عنعن فى الرواية فلاتقبل، بالجملة حديث ابن عباس ضعيف لايحتج به ولوسلم فهومحمول على التولى بالغسل لاالمباشرة كما علمت فى حديث غسل فاطمة رضى الله عنها.

والخامس: بغسل علقمة وغيره من التابعين نساء هم، وجوابه أن فعل التابعين ليس بحجة على الامام وهٰذه الحجة كانت للمجوزين من المنقول وقد علمت حالها.

أما من المعقول فقالوا: موت الرجل كموت المرأة وبالعكس فإن كان موت المرأة رافعاً للنكاح بحيث يكون للرجل حق غسلها يكون موت الرجل أيضاً رافعا له كذلك وكذلك العكس وإن لم يكن موت المرأة رافعاً لها بالحيثية المذكورة لم يكن موت الرجل أيضا رافعاً لها بتلك الحيثية وكذلك العكس إذا علمت هٰذا فاعلم أن موت الرجل ليس برافع له بتلك الحيثية فلابد أن لايكو ن موت المرأة أيضاً رافعاً له بتلك الحيثية، وأجيب بمنع المماثلة بين الموتين، كماسيجئ مفصلة.

واحتج المانعون بوجوه: الأول بقول عمر رضى الله عنه: نحن كنا أحق بها حين كانت حية وأما إذا ماتت فأنتم أحق بها، ويرد عليه أولا بأنه لم يثبت هٰذا النقل عنه وثانياً بأنه يدل علىٰ

أحقية أهل المرأة بعد الموت لاعلٰى نفى الحق عن الزوج أصلاً نحن لا ننكرالأحقية، بل نقول به؛لأن حق القرابة باق بحالها وحق الزوجية اضمحل بالموت فبطل الاستدلال به.

والثانى: بأنا تتبعنا الشريعة فوجدنا أنها يبقى النكاح فى صورة موت الزوج فى الجملة حيث توجب العدة على المرأة وليس هٰذا لابقاء النكاح فى الجملة ولاتبقى فى صورة موت الزوجة؛ لأنها تحلل للزوج نكاح أختها بمجرد موتها فلوكان النكاح باقياً لم يحل له نكاحها ويرد عليه أنا لانسلم انعدام النكاح بالكلية بل هوباق من وجه وزائل من وجه كما فى صورة موت الزوج ويجاب عنه بأن بقاء الشيء يعرف بأثره وأثرالنكاح باق فى صورة موت الزوج بخلاف موت الزوجة فقلنا ببقاء ه فى الأول دون الثانى ويرد عليه أن ثبوت الميراث للزوج بحق الزوجية أثر للنكاح وهوباق فكيف يحكم بانعدام النكاح مطلقاً ويجاب عنه بأن من آثارالشيء ما يثبت مع ذلك الشيء ومنها مايترتب عليه بعد انعدامه كما هوشان المعدات فثبوت الميراث للزوج يحتمل أن يكون من القسم الأول ويحتمل أن يكون ن من القسم الثانى ويرد عليه أن ثبوت حل نكاح الأخت لايدل علٰى كون الميراث من القسم الثانى فلما نظرنا إلٰى ثبوت حل نكاح أختها له علمنا أنه من القسم الثانى؛لأن من أحكام الشيء ما يثبت مع بقاء ه ومنها مالايثبت معه فيجوز أن يثبت له الميراث ولايثبت له حرمة نكاح فى الجملة الثالث أنهم قالوا موت الزوجة يعدم المحل فلايبقى النكاح معه بخلاف موت الزوج فإنه لايعدم المحل فيبقٰى ففى صورةً موت الزوج يجوزللزوجة غسل الزوج فى صورة موت الزوجة لايحل للزوج غسل الزوجة ويرد عليه أنه كما لايبقى المحلية فى صورة موت الزوج كذلك لايبقى الأهلية فى صورة موت الزوج والشيء كما ينعدم بانعدام المحلية كذلك ينعدم بانعدام الأهلية فكيف يبقى النكاح فى صورة موت الزوج، ويجاب عنه بأنا لانسلم انعدام الأهلية بالكلية ويرد عليه أنا لا نسلم انعدام المحلية بالكلية ويجاب عنه بأن الشرع أحل للزوج نكاح الأخت فعلمنا منه أنه اعتبر انعدام الأهلية بالكلية والزام المرأة العدة فعلمنا أنه لم يعتبر انعدام المحلية بالكلية ويرد عليه أن تحليل النكاح لايقتضى أن يعتبرالشرع انعدام المحلية بالكلية،كما مرسابقاً وأيضاً إلزام المرأة العدة لايقتضى عدم اعتبارانعدام الأهلية بالكلية؛لأنه يجوزأن يكون إلزام الشرع العدة لأجل احتمال العلوق،لالأجل بقاء النكاح، ويجاب عنه أنه يستلزم أن لايكون علٰى غير المدخول بهاعدة ويرد عليه أنه لايستلزم ذلك لجوازاقامة السبب أى النكاح مقام المسبب كما فعل الشرع فى غيرموضع ويؤيد قلنا انقضاء العدة بوضع الحمل أقول هٰذا نموذج من الكلام بين الفريقين ويتضح من ذلك أن المسئلة اجتهادية ولكل فريق سعةً فى الكلام وليس عند أحد ما يسكت المخالف فلايجوزالطعن لأحد لفريقين على الآخر.هٰذا ما تيسرلى فى هٰذا المقام واللّٰه أعلم

(امداد:۱/۱۴۷)(امدادالفتاویٰ:۱/۱۶۷-۲۲۷)

عورت کی موت کے وقت عورت نہ ہو یا مرد کی موت کے وقت مرد نہ ہو غسل وکفن کا حکم:

سوال: کسی ایسے مقام پر جہاں کئی عورتوں کے ساتھ ایک ہی مرد ہو اور مرد کا انتقال ہو جائے تو عورتیں اس مرد کی تجہیز وتکفین کر سکتی ہیں، یا نہیں؟ اور اس طرح کئی مردوں کے ساتھ ایک ہی عورت ہو تو مرد کے لیے کیا حکم ہے؟

حامدًا و مصليًا الجواب ــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

اگر کوئی عورت ایسی جگہ مر جائے، جہاں کوئی عورت نہ ہو تو اس کو غسل دے تو اگر کوئی مرد اس کا محرم شرعی موجود ہو تو وہ اس کو تیمّم کرادے اور اگر کوئی محرم نہ ہو تو غیر محرم اپنے ہاتھوں میں کپڑا لپیٹ کر اس کو تیمّم کرادے، اسی طرح مرد ایسی جگہ مر جائے، جہاں کوئی مرد غسل دینے والا نہ ہو تو اس کو اس کی محرم عورت بے کپڑا لپیٹے ہوئے اور غیر محرم ہاتھوں میں کپڑا لپیٹ کر تیمّم کرادے۔ عورتیں مرد کی تجہیز وتکفین کر سکتی ہیں۔ اگر چند عورتیں، یا ایک عورت ایسے ہی ایک مرد بالغ ہو، یا نابالغ ایک شخص کے بھی نماز پڑھ لینے سے فرض ادا ہو جائے گا۔

"ماتت بين رجال أوهو بين النساء يممه المحرم،فإن لم يكن فالأجنبي بخرقة". (۱)

"كما لوأمت امرأة ولو أمة لسقوط فرضها بواحد". وفي الرد تحته:أي بشخص واحد رجلاً كان أو امرأة ". (۲) **واللّٰه تعالٰى أعلم وعلمه أتم وأحكم** (مرغوب الفتاویٰ:۳/۱۴۷-۱۴۸)

اگر دوران سفر عورت انتقال کر جائے تو اس کو کون غسل دے:

سوال: ہم تین افراد ہم سفر تھے اور ہمارا سفر ریگستان کا تھا، میرے ساتھ میرا ایک شفیق دوست بھی جس کی بیوی کا انتقال ہو گیا۔ اب آپ بتائیں کہ اس کو کون غسل دے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

عورت کو مرد اور مردوں کو عورتیں غسل نہیں دے سکتیں۔ (۳) خدانخواستہ ایسی صورت پیش آجائے کہ عورت کو غسل دینے والی کوئی عورت نہ ہو، یا مرد کو غسل دینے والا کوئی مرد نہ ہو تو تیمّم کرا دیا جائے، اگر عورت کا کوئی محرم مرد، یا مرد کی کوئی محرم عورت ہو تو وہ تیمّم کرائے اور اگر محرم نہ ہو تو اجنبی اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر تیمّم کرائے۔ صورتِ مسئولہ میں شوہر کپڑا ہاتھ پر لپیٹ کر تیمّم کرادے۔ (۴) اس مسئلے کی پوری تفصیل کسی عالم سے سمجھ لی جائے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل:۴/۲۹۴)

---

(۱) الدرالمختار علٰى هامش رد المحتار،باب صلاة الجنائز:۲/۲۰۱،دار الفكر بيروت،انيس

(۲) ردالمحتار،باب صلاة الجنائز، قبيل مطلب:هل يسقط فرض الكفاية بفعل الصبي:۲/۲۰۸

(۳) وأما الغاسل فمن شرطه أن يحل له النظر إلى المغسول فلا يغسل الرجل المرأة ولا المرأة الرجل،الخ.(البحر الرائق،كتاب الجنائز:۲/۳۰۵،دار الكتب العلمية بيروت،انيس)

(۴) وإذا ماتت المرأة في السفربين الرجال ييممها ذو رحم محرم منها وإن لم يكن لف الأجنبي علٰى يديه خرقة ثم ييممها ...وكذا إذا مات رجل بين النساء تيممه ذات رحم محرم منه أو زوجته أوأمته بغيرثوب وغيرهن بثوب ...ولا يغسل الرجل زوجته،الخ.(البحر الرائق، كتاب الجنائز:۲/۱۸۸،دار المعرفة بيروت،انيس) ==

مرد میت کو اس کی محرم عورتوں کے غسل دینے کی تحقیق:

سوال: بہشتی زیور مدلل ومکمل، طبع ثانی، اشرف المعارف، دوم، ص:۷۷ میں اول مسئلہ یہ درج ہے:''مسئلہ اگر کوئی مرد مر گیا ہو، مردوں میں سے کوئی نہلانے والا نہیں ہے تو جو عورت اس کی محرم ہو، وہی نہلا وے، غیر محرم کو ہاتھ لگانا درست نہیں اور اگر کوئی محرم عورت نہ ہو تو اس کو تیمّم کرادو، الخ''۔ اس کے متعلق یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ یہ مسئلہ کہاں سے اخذ کیا گیا ہے، بظاہر جہاں تک کتب فقہی کو دیکھا گیا ہے، اس کے خلاف ہی ملا۔

فی البدائع: وإن لم یکن معهن ذلک فإنهن لایغسلنه سواءٌ کن ذوات رحم محرم منه أولأن المحرم فی حکم النظر إلی العورة إلیها والأجنبیة سواء فکما لا تغسله الأجنبیة فکذا ذوات محارمه ولکن یممنه. (۱)

وفی الهندیة (۱۰۲/۱):الأصل فیه ان کل من یحل له وطئها لو کان حیا بالنکاح یحل لها أن تغسله وإلا فلا. (۲)**ومثله فی نورالایضاح.**

حضرت اپنی رائے عالی سے مطلع فرما کر اس اشتباہ کو دور فرمائیں گے؟

الجواب

واقعی نقل میں غلطی ہوگئی، جس کی وجہ خیال میں نہیں آتی، منقول وہی ہے، (۳) جو آپ نے لکھا، تتمہ اس تحریر کے بعد بعض احباب نے ذیل کی تحریر پیش کی وھی ھذہ؛ لیکن شامی باب الرضاع:۶۷۰/۲ میں ہے:

''فییممها أی بلاخرقة إذا ماتت بین رجال فقط أما غیر المحرم فییممها بخرقة وقیل تغسل فی ثیابها أفاده. (۴)

اس روایت طحطاوی سے بہشتی زیور کی تائید ہوتی ہے ونیز مسئلہ بہشتی زیور درروایت کے بھی موافق ہے؛ کیوں کہ غیر محرم کو چھونا جائز نہیں اور جتنا دبیز کپڑا لپیٹنے کے بعد چھونا جائز ہے، اس کے بعد غسل متعذر رہے اور محرم کو مابین السرہ

== مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: **بدائع الصنائع، کتاب الصلاة، باب الجنائز: ۳۰۴/۱-۳۰۶، فصل وأما بیان الکلام فیمن یغسل)**

(۱) **بدائع الصنائع،فصل وأما بیان الکلام فیمن یغسل: ۳۰۵/۱،دار الکتب العلمیة بیروت،انیس**

(۲) **الفتاویٰ الهندیة،الباب الحادی والعشرون فی الجنائز فی الفصل الثانی فی الغسل: ۱۶۰/۱،انیس**

(۳) اب بہشتی زیور میں مسئلہ بدل کر اس طرح کر دیا گیا ہے:

مسئلہ: ۱۷، اگر کوئی مرد مر گیا اور مردوں میں سے کوئی نہلانے والا نہیں ہے تو بیوی کے علاوہ اور کسی عورت کو اس کو غسل دینا جائز نہیں ہے، اگر چہ محرم ہی ہو، اگر بیوی بھی نہ ہو تو اس کو تیمّم کرادو؛ لیکن اس کے بدن میں ہاتھ نہ لگاؤ؛ بلکہ اپنے ہاتھ میں پہلے دستانے پہن لو، تب تیمّم کراؤ۔ (حصہ دوم، نہلانے کا بیان، سعید احمد)

(۴) **رد المحتار، کتاب النکاح،باب الرضاعة: ۲۱۸/۳ ،دارالفکر بیروت،انیس**

والرکبہ کے علاوہ چھونا جائز ہے؛ اس لیے غسل کا فریضہ ترک کرنے کی ضرورت نہیں۔ واللہ اعلم (انتہت العبارۃ)

میں کہتا ہوں کہ یا تو مسئلہ میں دو روایتیں ہیں اور یا نہی عن الغسل مقید ہے اس صورت کے ساتھ جب کہ حائل نہ ہو اور جواز غسل کی روایت میں حائل کی قید (یعنی ثیاب کا بدن پر ہونا) مصرح ہے ہی۔

کتبہ: اشرف علی، ۷؍جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ (النور، ۵ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ) (امداد الفتاویٰ: ۱/۷۲۲-۷۲۳)

ایسے مردے کا حکم جو بغیر غسل وکفن دفن کر دیا گیا ہو:

سوال: مردہ کو غسل وکفن دے کر دفنانا لازم وفرض؛ مگر کوئی وجہ، یا موقع ایسا ہو کہ بے غسل وکفن ویسے ہی دبا دیا، یا دفن کر دیا، بعد اس کے علم ہونے کے اس کی نماز وغسل وکفن کا کیا تدارک ہوگا، آیا اس کو نکال کر غسل وکفن دے کر نماز پڑھی جائے اور دفن کریں، یا نہ نکالا جاوے اور نماز پڑھیں؟

الجواب

فی ردالمحتار: أما لو دفن بلاغسل ولم یهل علیه التراب فإنه یخرج ویغسل ویصلی علیه، جوهرة. (۱)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ بے غسل وکفن اگر دفن ہو گیا تو نکالا نہ جائے، ویسے ہی قبر پر نماز پڑھ لے۔ فقط واللہ اعلم

۹؍صفر ۱۳۲۴ھ (امداد: ۱/۱۴۶) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۷۱۳-۷۱۴)

ظاہری نجاست اگر نہ ہو، تب بھی کپڑے پر اول جو تری لگے گی کپڑا ناپاک ہو جائے گا:

سوال: اور اگر وہی کپڑا رہے تو صاف کر کے رکھا جاوے، یا ویسے ہی بدستور رہے اور اگر نجاست اور اگر نجاست ظاہری نہ ہو تو تر ہونے سے کپڑا ناپاک ہو جاتا ہے، یا نہیں؟ اور میت کی شرمگاہ سے نجاست بذریعہ کلوخ دور کرنا بہتر ہے، یا بذریعہ پانی؟

الجواب

فی ردالمحتار باب الجنازة تحت قول الدرالمختار: قیل: نجاسة خبث وقیل: حدث.

(وفی الرد تحته) ویؤیده اطلاق محمد نجاسة غسالته۔ (۲)

اس سے معلوم ہوا کہ قبل غسل جو پانی اس کو لگا ہے، وہ ناپاک ہے، پس تر ہونے سے کپڑا ناپاک ہو جائے گا اور نجاست کا ازالہ پانی سے کافی ہے۔

۲۹؍ربیع الثانی ۱۳۲۹ھ (تتمہ اولیٰ: ۴۸) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۷۳۱)

---

(۱) ردالمحتار، باب صلاة الجنائز، مطلب فی صلاة الجنازة: ۲/۲۰۷، دار الفکر بیروت، انیس

(۲) الدرالمختار مع ردالمحتار، باب صلاة الجنائز، مطلب فی القراءة عند المیت: ۲/۱۹٤

میت کوغسل دینے والا بدون غسل جنازہ پڑھا سکتا ہے:

سوال: مردے کوغسل دینے والا آدمی بغیر غسل کئے اور بغیر کپڑے تبدیل کئے نماز جنازہ پڑھا سکتا ہے، یانہیں؟ ایک حافظ صاحب کہتے ہیں کہ ایسا آدمی نماز جنازہ نہیں پڑھا سکتا ہے۔ آیا ان کا کہنا شریعت کے مطابق ہے، یانہ؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ

غسل میت کے بعد غسل کر لینا مستحب ہے، فرض، یاواجب نہیں۔

نورالایضاح میں ہے:

”ویندب الإغتسال فی سنة عشر شیئا وذکر منها وعند الفراغ من حجامة وغسل میت“.(۱)

لہٰذا اگر غاسل کے بدن، یا کپڑوں پر بالکل نجاست نہیں ہے تو صورت مسئولہ میں نماز جنازہ شرعاً درست ہے، اسے واجب الاعادہ کہنا سراسر غلط ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ، نائب مفتی خیر المدارس۔ الجواب صحیح: بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، ۱۴/۱۱/۱۴۰۸ھ۔ (خیر الفتاویٰ:۱۵۰/۳)

کیا میت کوغسل دلانے والے پر غسل واجب ہے:

سوال: اگر نابالغ بچہ کا انتقال ہو جائے اور جو شخص اس نابالغ بچہ کوغسل دے، اس پر غسل کرنا واجب ہے، یانہیں؟ اور اگر بچہ چند ہی دن کا ہے تو اس کوغسل دینے والے پر غسل واجب ہے، یانہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

صورت مسئولہ میں غسل دلانے والے پر غسل واجب نہیں ہے، چاہے میت بالغ ہو، چاہے چند دنوں کا بچہ صغیر ہو۔ (۲) منیۃ المصلی میں غسل کی گیارہ قسمیں مذکور ہیں اور یہ کسی بھی قسم میں شمار نہیں ہے، (۳) اور تصانیف کا مفہوم مخالف حجت ہوتا ہے؛ اس لیے معلوم ہوا کہ یہ مواقع غسل میں سے نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور۔ الجواب صحیح: حبیب الرحمٰن خیرآبادی (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۳۵۲/۱)

مردے کو ہاتھ لگانے سے غسل واجب نہیں ہوتا:

سوال: عرض یہ ہے کہ ہمیں ایک الجھن درپیش ہے، وہ یہ کہ مردہ اجسام کو ہاتھ لگانے سے غسل واجب ہوتا ہے،

---

(۱) نور الایضاح، کتاب الطهارة، فصل یسن الاغتسال لأربعة أشیاء، مکتبة رحمانیة لاهور، انیس

(۲) البتہ غسل دلانے والوں کوغسل کرنا مستحب ہے، کما في رد المحتار: ”وندب أی الغسل لمجنون أفاق وکذا المغمی علیه ... أو غسل میتاً، الخ“. (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، کتاب الطهارة: ۱۷۰/۱، دار الفکر بیروت، انیس)

(۳) کبیری، ص: ۵۲-۵۴، کتاب الطهارة

یا نہیں؟ ہمیں یہ جان کر بھی اطمینان میسر ہوگا کہ دیگر فقہ نے اس اس مسئلے کے سلسلے میں کیا لکھا ہے؟ امید ہے کہ آپ فقہِ حنفی، حنبلی شافعی اور مالکی سے بھی ہمارے اس مسئلے کا حل بتائیں گے؟

الجواب

جہاں تک مجھے معلوم ہے، میت کو ہاتھ لگانے سے کسی کے نزدیک غسل واجب نہیں ہوتا۔ ایک حدیث میں ہے کہ ''جس نے میت کو غسل دیا وہ غسل کرے، اور جو میت کو اٹھائے وہ وضو کرے۔'' اس کی سند میں محدثین کو کلام ہے۔ (۱) اور فقہائے امت نے اس حکم کو استحباب پر محمول کی ہے۔ امام ابوسلیمان خطابیؒ معالم السنن'' میں لکھتے ہیں:

''مجھے کوئی ایسا فقیہ معلوم نہیں جو میت کو غسل دینے پر غسل واجب ہونے کا، اور میت کو اٹھانے پر وضو واجب ہونے کا حکم دیتا ہو۔''

بہر حال مردہ کے جسم کو ہاتھ لگانے کے بعد غسل یا وضو واجب نہیں، صرف ہاتھ دھو لینا کافی ہے۔

قلت: لا أعلم أحداً من الفقهاء يوجب الاغتسال من غسل الميت ولا الوضوء من حمله. (٢)

(آپ کے مسائل اوران کا حل: ۲۹۴/۴)

---

(۱) قال الخطابی: لا أعلم أحداً أوجب الغسل من غسل الميت ... قال ابن المنذر في الإشراف: قال ابن عمر وابن عباس والحسن البصری والنخعی والشافعی وأحمد واسحاق وأبوثور وأصحاب الرأی: لاغسل عليه. (المجموع شرح المهذب، باب غسل الميت: ١٨٥/٥-١٨٦)

عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم من غسل ميتا فليغتسل. (رواه ابن ماجة و ازد أحمد والترمذی وأبوداؤد: وممن حمله فليتوضأ. (مشكاة: ٥٥/١، باب الغسل المسنون)(حديث أبی هريرة رضی الله عنه هذا رواه أبوداؤد وغيره وبسط البيهقی رحمه الله القول فی ذكرطرقه، وقال: الصحيح أنه موقوف علی أبی هريرة قال: وقال الترمذی عن البخاری قال أن أحمد بن حنبل وعلی بن المدينی قالا لا يصح فی الباب شئ وكذا قال محمد بن يحی الذهلی شيخ البخاری: لا أعلم فيه حديثًا ثابتاً. (شرح المهذب، باب غسيل الميت: ٨٥/٥، باب غسل الميت، طبع: دار الفكر)

قلت: لا اعلم أحداً من الفقهاء يوجب الاغتسال من الميت ولا الوضوء من حمله، ويشبه أن يكون الأمر ذلک علی الاستحباب، وقد يحتمل أن يكون المغنی فيه: ان غاسل الميت لايكاد بامن أن يصببه نضح من رشاش الغسول و ربما كان علی بدن الميت نجاسة فإذا أصابه نضحه وهو لايعلم مكانه كان عليه غسل جميع البدن، ليكون الماء قد أتی علی الموضع الذی أصابه النجس من بدنه ،الخ. (مختصر سنن أبی داؤد للمنذری مع معالم السنن: ٣٠٥/٤) باب فی الغسل من غسل الميت طبع المكتبة الأثرية پاكستان) وفی المرقاة المفاتيح: (فليغتسل) لا زالة الرائحة الكريهة التی حصلت له منه، والأمر للإستحباب وعليه الأكثر للخبر الصحيح ليس عليكم فی ميتكم غسل إذا غسلتموه ... (رواه ابن ماجة) قال أبوداؤد: وهذا منسوخ سمعت أحمد بن حنبل سئل عن غسل الميت؟ قال: يجزئه الوضوء، كذا فی التصحيح ... وعلی كل فالأمر هنا للندب إتفاقا. (مرقاة المفاتيح، كتاب الطهارة، باب الغسل المسنون: ٣٧١/١، طبع اصح المطابع بمبئی)

(٢) مختصر سنن أبی دائود للمنذری مع معالم السنن: ٣٠٥/٤

بدون غسل میت نماز صحیح نہیں، اب دوبارہ قبر پر نماز پڑھی جائے:

سوال: اگر کسی میت کو بغیر غسل کے کفن پہنا کر نماز پڑھ کر دفن کر دیا تو اب کیا کرے؟

حامدًا ومصليًا الجواب ــــــــــ وبالله التوفيق

جس میت کو غسل نہ دیا گیا ہو، اس کی نماز جنازہ درست وصحیح نہیں، جب تک غسل کا امکان ہو، غسل دینا ضروری ہے اور جب دفن کرنے کے بعد مٹی ڈال دی گئی تو اب غسل دینا ممکن نہیں، لہٰذا پہلی نماز صحیح نہیں ہوئی، دوبارہ پھر قبر پر نماز پڑھنی ضروری ہے۔ ہاں اب چوں کہ غسل دینا ممکن نہیں، لہٰذا دوسری نماز صحیح ہوجائے گی۔

(وإن دفن) وأهيل عليه التراب (بغير صلاة) أوبها بلا غسل أو ممن لا ولاية له (صلى على قبره) استحسانًا. (۱) (مرغوب الفتاویٰ: ۱۸۸/۳)

نابالغ کو بھی غسل موت میں وضو کرانا چاہیے:

سوال: آیا نابالغ بچہ کے مرنے کے بعد اس کو غسل میں وضو کرایا جائے گا، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــ باسم ملهم الصواب

نابالغ کو بھی وضو کرانا چاہیے۔

قال في الشامية: (قوله: ويوضأ من يؤمر بالصلاة) خرج الصبى الذى لم يعقل لأنه لم يكن بحيث يصلى، قاله الحلوانى وهذا التوجيه ليس بقوى إذ يقال أن هٰذا الوضوء سنة الغسل المفروض للميت لاتعلق لكون الميت بحيث يصلى أولا كما فى المجنون، شرح المنية، ومقتضاه أنه لاكلام فى أن المجنون يوضأ وأن الصبى الذى لا يعقل الصلاة يوضأ أيضاً على خلاف ما يقتضيه توجيه الحلوانى من أنهما لا يوضئان. (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲/ربیع الآخر ۱۳۸۹ھ (احسن الفتاویٰ: ۲۲۲/۴)

اگر عورت کہیں مردہ پائی جائے تو اس کے مسلمان ہونے کی کیا نشانی ہے:

سوال: ایک مسلمان عورت مردہ حالت میں پائی جاتی ہے تو اس عورت کے مسلمان ہونے کی نشانی کیا ہے؟

الجواب ــــــــــ

جس علاقے میں وہ عورت ملی ہے، اگر وہ مسلمانوں کا علاقہ ہے تو یہ عورت مسلمان ہے اور اگر غیر مسلموں کا علاقہ

---

(۱) الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب صلاة الجنائز: ۲۲٤/۲، دار الفكر بيروت، انيس

(۲) ردالمحتار، باب صلاة الجنائز: ۱۹٦/۲، دار الفكر بيروت، انيس

ہے تو اس عورت کو غیر مسلم تصور کیا جائے گا، البتہ اگر کوئی اور علامت اس کے مسلمان، یا غیر مسلم ہونے کی نمایاں ہو تو اس پر عمل کیا جائے گا۔(۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل:۲۸۹/۴)

میت کو دوبارہ غسل کی ضرورت نہیں:

سوال: میت کو غسل دے کر کتنی دیر گھر میں رکھا جا سکتا ہے، جب کہ اس کے لواحقین جلدی نہ آ سکتے ہوں؟ اگر میت کو غسل دے کر ایک رات گھر میں رکھا جائے تو کیا دوسرے دن نماز جنازہ سے پہلے اس کو دوبارہ غسل دینا لازم ہوتا ہے؟ کیا شوہر اپنی بیوی کو کندھا دے سکتا ہے اور اس کو لحد میں اُتار سکتا ہے، جب کہ کچھ لوگوں کا خیال اس کے برعکس ہے؟

الجواب

(۱) میت کو جلد سے جلد دفن کرنے کا حکم ہے، لواحقین کے انتظار میں رات بھر اٹکائے رکھنا بہت بری بات ہے۔(۲)

(۲) ایک بار غسل دینے کے بعد غسل دینے کی ضرورت نہیں۔(۳)

(۳) شوہر کا بیوی کے جنازے کو کندھا دینا جائز ہے۔(۴)

---

(۱) إن كان للمسلمين علامة يعرفون بها يميز بينهم ... فيصلي عليهم وان لم تكن علامة إن كانت الغلبة للمسلمين يصلي على الكل وينوى بالصلاة والدعاء للمسلمين ويدفنون فى مقابر المسلمين وان كانت الغلبة للمشركين فانه لا يصلى على الكل ولكن يغسلون ويكفنون(الفتاوىٰ الهندية،الباب الحادى والعشرون فى الجنائز، الفصل الثانى فى الغسل: ۱۵۹/۱،انيس)

(۲) عن عبد الله بن عمرقال سمعت النبى صلى الله عليه وسلم يقول اذا مات أحدكم فلا تحبسوه و أسرعوا به الىٰ قبره ويقرأ عند رأسه فاتحة البقرة وعند رجليه بخاتمة البقرة(مشكوٰة،باب دفن الميت: ۱۴۱/۱،قديمى،انيس)

(وفى المرقاة): فلا تحبسوه أى لا تؤخروا دفنه من غير عذر قال ابن الهمام يستحب الاسراع بتجهيزه كله من حين يموت (وأسرعوا به إلىٰ قبره) هو تاكيد وإشارة إلىٰ سنة الاسراع فى الجنازة. (مرقاة المفاتيح: ۳۸۱/۲، باب دفن الميت،طبع:ممبئى)

وأيضا ويستحب أن يسرع فى جهازه لما روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: عجلوا بموتاكم، فإن يك خيراً قدمتموه اليه،وان يك شراً فبعدا لأهل النار،ندب النبى صلى الله عليه وسلم الى التعجيل ونبه على المعنى فيبدأ بغسله.(بدائع الصنائع: ۲۹۹/۱،فصل وأما صلاة الجنازة، طبع ايچ ايم سعيد)

(و)اذا يتيقن موته (يعجل بتجهيزه) اكراماً له لما فى الحديث وعجلوا به فانه لاينبغى لجيفة مسلم ان تحبس بين ظهر انى أهله.(مراقى الفلاح علىٰ هامش الطحطاوى،ص:۳۰۹،باب أحكام الجنائز،طبع:مير محمد كتب خانه)

ويبادر إلىٰ تجهيزه ولا يؤخر،الخ. (الفتاوىٰ الهندية،الباب الحادى والعشرون فى الجنائز،الفصل الأول: ۱۵۷/۱،انيس)

(۳) ولا يعيد غسله ولا وضوئه. (الفتاوىٰ الهندية: ۱۵۸/۱، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز/ وأيضا فى الدر المختارمع ردالمحتار: ۱۹۷/۲/وأيضا فى البدائع: ۳۰۱/۱)

(۴) سن فى حمل النازة أربعة من الرجال،الخ. (الفتاوى الهندية،كتاب الصلاة،الباب الحادى والعشرون فى الجنائز،الفصل الرابع: ۱/: ۱۶۲)

(۴) اگرعورت کے محرم موجود ہوں تو لحد میں ان کو اتارنا چاہیے، اور اگر محرم موجود نہ ہوں یا کافی نہ ہوں تو لحد میں اتارنے میں شوہر کے شریک ہونے میں کوئی حرج نہیں۔(۱)(آپ کے مسائل اوران کا حل:۲۸۹/۴)

میت کے لیے دو دفعہ غسل کی ضرورت نہیں:

سوال: میری پھوپھی زاد بہن جن کا انتقال زچگی کے بعد ہوا تھا اور اب تین سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ مرنے سے ایک دن قبل اس نے مجھ سے کہا تھا کہ اگر میرا انتقال ہو جائے تو مجھے دو مرتبہ غسل دیا جائے۔ دوسرے دن اس کا انتقال ہوگیا تو میں غسل دینے والی خاتون کو یہ بات بتانا بالکل بھول گئی، اب میں یہ معلوم کرنا چاہتیں ہوں کہ مجھے اس کا کوئی گناہ ہوگا، یا نہیں؟ اور دوسری بات یہ کہ اس نے دو دفعہ غسل کا کیوں کہا تھا؟ اور یہ کہ مردے کو کسی وجہ سے دو مرتبہ غسل دیا جاسکتا ہے، یا نہیں؟ ہم نے تو یہ ہی سنا ہے کہ کئی ناپاکیاں بھی ہوں تو ایک ہی غسل سے پاک ہوجاتے ہیں۔ جواب دے کر الجھن و پریشانی کو دور کریں؟

الجواب ــ

دو دفعہ غسل کی ضرورت نہیں تھی، ایک ہی دفعہ کا غسل تمام ناپاکیوں کے لیے کافی ہوجاتا ہے، اس مرحومہ نے کسی سے یوں ہی سن لیا ہوگا، اسے مسئلے کا علم نہ ہوگا۔(۲)(آپ کے مسائل اوران کا حل:۲۹۲/۴)

کیا جلی ہوئی میت کو غسل دیا جائے گا:

سوال: اگر کسی کی میت جل گئی ہو اور اس کے اعضا بھی کٹ گئے ہوں تو کیا ایسی میت کو بھی غسل دینا ضروری ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً ومسلماً

اگر میت کے بدن کا اکثر حصہ موجود ہو، یا نصف حصہ سر کے ساتھ موجود ہو تو اس کو غسل دے کر نمازِ جنازہ بھی پڑھی جائے۔

فأما إذا وجد أكثر البدن أو النصف ومعه الرأس يصلّى عليه،الخ. (المبسوط للسرخسي:۵٤/٢)

فقط واللّٰه تعالٰى أعلم(محمود الفتاویٰ:۵۴۳/۱)

---

(۱) **وذوالرحم المحرم أولى بادخال المرأة من غيرهم كذا فى الجوهرة النيرة وكذا ذوا الرحم غير المحرم أولٰى من الأجنبى فان لم يكن فلا بأس للأجانب وضعها كذا فى البحر الرائق.(الفتاوىٰ الهندية،الباب الحادى والعشرون فى الجنائز،الفصل السادس فى القبر و الدفن:١٦٦/١،انيس)**

(٢) **(وماخرج منه غسله) فقط تنظيفاً ولم يعد غسله) ولا وضوئه،الخ. (مراقى الفلاح علٰى هامش الطحطاوى، باب أحكام الجنائز،ص: ٥٦٩،دار الكتب العلمية بيروت،انيس/أيضا: الفتاوىٰ الهندية: ١٥٨/١،الباب الحادى والعشرون فى الجنائز، الفصل الثانى)**

میت کو غسل دیتے وقت زخم سے پٹی اتار دی جائے:

سوال: ایک شخص زخمی تھا، زخم پر مرہم پٹی باندھی ہوئی تھی، پھر اسی حالت میں انتقال ہوگیا، اب اس میت کو غسل دیتے وقت وہ مرہم پٹی اتار دی جائے گی، یا کہ اسی حالت میں غسل دے کر دفنا دیں گے؟

الجواب

غسل دینے وقت زخم سے پٹی اتار دی جائے؛ کیوں کہ اب پٹی کی ضرورت نہیں رہی۔(۱) (آپ کے مسائل اوران کا حل:۲۹۰/۴)

ایکسیڈنٹ کی صورت میں غسلِ میت:

سوال: ہمارے ہاں روہڑی میں ایک ٹرک کی ٹکر ایک گدھا گاڑی سے ہوگئی، جس کے نتیجے میں گاڑی بان ہلاک ہوگیا، جب اس کی میت گھر پہنچی تو وہاں کے امام مسجد نے اسے بغیر غسل دئے دفنا دیا۔ ٹکر لگنے کی وجہ سے مردہ کے جسم سے خون نکلا اور کافی چوٹیں آئیں اور اس کا جسم مٹی میں لتھڑا ہوا تھا، اس ساری گندگی سمیت اسے جنازہ پڑھا کر دفنا دیا گیا، یہ مردہ جنگی شہدا کے حکم میں ہے اور اس صورت میں اس کا جنازہ ہوگیا؟ اگر نہ ہوا تو اب کیا کرنا چاہیے؟

الجواب

اس کو غسل دینا ضروری تھا اور غسل کے بغیر اس کا جنازہ صحیح نہیں تھا؛ مگر اب کچھ نہیں ہوسکتا، ایسا شخص جنگ میں شہید ہونے والوں کے حکم نہیں۔(۲) (آپ کے مسائل اوران کا حل:۲۹۰/۴-۲۹۱)

---

(۱) ویجرد المیت إذا أرید غسله وهٰذا مذهبنا کذا فی الظهیریة. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الصلاة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الثانی فی الغسل: ۱۵۸/۱)

وأما کیفیة الغسل فنقول یجرد المیت اذا أرید غسله عندنا ... أن المقصود من الغسل هو التطهیر ومعنی التطهیر لا یحصل بالغسل وعلیه الثواب لتنجس الثوب بالغسالات التی تجنست بما علیه من النجاسات الحقیقیة وتعذر عصره أو حصوله بالتجرید أبلغ فکان أولٰی. (بدائع الصنائع: ۳۰۰/۱، فصل وأما بیان کیفیة الغسل)

ماجاز لعذر بطل بزواله. (شرح المجلة لسرتم باز اللبنانی: ۳۰/۱، المادة: ۲۳، المقالة الثانیة، ط: مکتبة حبیبیه کوئتة)

(۲) لو مات حتف أنفه أو تردی من موضع أو احترق بالنار أو مات تحت هدم أو غرق لا یکون شهیداً أی فی حکم الدنیا والا فقد شهد رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم للغریق وحریق والمبطون والغریب بأنهم شهداء فینالون ثواب الشهداء. (البحر الرائق، کتاب الجنائز، باب الشهید: ۳۷۳/۲، دار الکتب العلمیة بیروت)

وعامة مشائخنا قالوا: أن بالموت یتنجس المیت لما فیه من الدم المسفوح کما یتنجس سائر الحیوانات التی لهادم سائل بالموت ولهٰذا لو وقع فی البئر یوجب تنجسه الا أنه اذا غسل یحکم بطهارته کرامة له. (البدائع الصنائع: ۲۹۹/۱، فصل: والکلام فی الغسل)

الصلاة علی الجنازة فرض کفایة...وشرطها إسلام المیت وطهارته ما دام الغسل ممکنا وإن لم یمکن بأن دفن قبل الغسل ولم یکن اخراجه إلا بالنبش تجوز الصلاة علی قبره للضرورة. (الفتاوی الهندیة: ۱۶۳/۱، الفصل الخامس فی الصلاة علی المیت)

ولو صلی علیه بلا غسل ودفن وأهیل علیه التراب تعاد لفساد الأولی، وقیل تنقلب الأولٰی صحیحة لتحقق العجز فلا تعاد. (الحلبی الکبیر، ص: ۵۸۳، ط: سهیل اکادمی لا هور)

ٹرک کے نیچے دب کر مرنے والوں کو غسل وکفن دیا جائے:

سوال: کچھ آدمی ٹرک کے الٹنے سے ٹرک کے بوجھ تلے آ گئے، کیا یہ لوگ شہید ہیں؟ اور کیا ان کو غسل وکفن دیا جائے گا؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

یہ لوگ اُخروی شہید ہیں، دنیا میں ان پر عام میت کے احکام جاری ہوں گے، لہذا انہیں غسل وکفن دیا جائے گا۔

لو مات حتف أنفه أو تردی من موضع أو احترق بالنار أو مات تحت هدم أو غرق لایکون شهیداً أی فی حکم الدنیا وإلا فقد شهد رسو ل الله صلی الله علیه وسلم للغریق والحریق والمبطون والغریب بأنهم شهداء فینالون ثواب الشهداء، آه. (۱) فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ (خیر الفتاویٰ: ۱۴۸/۳)

جسم ریزہ ریزہ ہوجائے تو غسل وجنازہ کا حکم:

سوال: طہارت جو کہ نماز جنازہ کے لیے شرط ہے، کسی عذر کی بنا پر ساقط ہوتی ہے، یا نہیں؟ مثلاً ایک آدمی آگ میں جل گیا، یا دریا میں مر کر چند دن بعد برآمد ہوا، جس کا جسم سوجا ہوا اور بدبو کرتا ہے اور ہاتھ لگانے کے قابل نہیں، یا ریک گاڑی کے نیچے اس کا سارا جسم چور چور ہو گیا، یا اس کا اکثر یا کم جسم چور چور شدہ باقی بجا تو ان صورتوں میں میت کے لیے غسل اور جنازہ کیا صورت ہوگی؟　　(فضل محمد پشاور)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

وفی الهندیة (۸۱/۱): ولو کان المیت متفسخا یتعذر مسحه کفی صب الماء علیه، کذا فی التاتارخانیة ناقلاً عن العتابیة. (۲)

(فقہی) روایت بالا سے معلوم ہوا کہ اگر میت کا جسم پھولا ہوا بدبو کرتا ہے اور ہاتھ سے اس کا مسح کرنا مشکل ہے تو اس پر صرف پانی ڈال دینا کافی ہے، غسل مسنون دنیا اس کے لیے واجب نہیں اور یہی حکم اس میت کا ہوگا، جو گاڑی کے نیچے آ کر چور چور نہ ہو گیا ہو، یا آگ میں جل کر کوئلہ نہ بن گیا ہو، بلکہ ڈھانچہ اس کا موجود نہ ہو، البتہ اگر کسی میت کا اکثر بدن، یا نصف سر سمیت سالم مل گیا ہے تو اس کو غسل دینا فرض ہے اور اس پر نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی۔

کما فی الهندیة (۸٦/۱): قوله: مالم یتفسخ أی تتفرق أعضائه فان تفسخ لایصلی علیه؛ لأنها شرعت علی البدن ولا وجود له مع التفسخ، آه. فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ نائب مفتی خیر المدارس، ۱۳۸۵/۱۰/۳۰ھ، الجواب صحیح: خیر محمد عفا اللہ عنہ، ۱۳۸۵/۱۰/۳۰ھ۔

(خیر الفتاویٰ: ۱۴۸/۳)

---

(۱) البحر الرائق، کتاب الجنائز، باب صلاة الشهید: ۳٤۳/۲، دار الکتب العلمیة بیروت، انیس

(۲) الفتاویٰ الهندیة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الثانی فی الغسل: ۱٥۸/۱، انیس

خنثیٰ مشکل کو غسل کون دے:

سوال: خنثیٰ مشکل کو غسل کون دے سکتا ہے؟

الجواب

خنثیٰ مشکل کو غسل کوئی نہیں دے سکتا، نہ مرد اور نہ عورت؛ بلکہ اس کو تیمّم کرایا جاوے گا۔

وییمم الخنثٰی المشکل لو مراھقاً. (الدر المختار)(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۴۸/۵)

ہیجڑہ کو غسل کون دے گا:

سوال: ہمارے گاؤں میں ہیجڑہ عرصہ دراز سے رہتا ہے، موت تو آنی ہے۔ اگر یہ فوت ہو جائے تو اس کو مرد، یا عورت غسل دے سکتی ہے؟ اور کیا اس کی نمازِ جنازہ ہو سکتی ہے؟

الجواب

اس کو غسل نہیں دیا جائے گا، اگر اس کا کوئی محرم ہو تو اس کو تیمّم کرا دے اور اگر کوئی محرم نہ ہو تو اجنبی آدمی ہاتھوں پر کپڑا لپیٹ کر اس کو تیمّم کرا دے۔ یہ تیمّم غسل کے قائم مقام ہوگا اور نمازِ جنازہ اس کی پڑھی جائے گا۔(۲)

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۲۹۱/۴)

سنی، شیعہ کو غسل کیسے دے:

سوال: ہمارے یہاں ایک شیعہ کا انتقال ہو گیا، اس کے رشتہ دار از قسم عصبات وغیرہ اہل سنت والجماعت سے تعلق رکھتے ہیں تو وہ اس کو کیسے غسل دیں؟ (عبدالرشید، مظفر گڑھ)

(۱) الدر المختار علیٰ ھامش رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب صلوٰۃ الجنائز: ۲۰۱/۲، دار الفکر بیروت، انیس

(۲) "(جرد عن ثیابه) إن لم یکن خنثیٰ". وفی حاشیة الطحطاوی تحته: وإلا بأن کان خنثی یمم وقیل: یغسل فی ثیابه، الخ. (مراقی الفلاح مع حاشیة الطحطاوی، باب أحکام الجنائز، ص: ٥٦٧، دار الکتب العلمیة بیروت/ وأیضا الفتاویٰ الھندیة: ١٦٠/١، الباب الحادی و العشرون فی الجنائز)

☆ **خنثیٰ کو غسل عورت دے، یا مرد:**

سوال: ایک میت کو جس کا ستر مرد اور عورت دونوں کا ہو تو اس کو غسل مرد دے، یا عورت؟

الجواب

اگر میت خنثیٰ مشکل ہے تو اس کو غسل نہ دیا جائے گا، نہ مرد غسل دے، نہ عورت، بلکہ تیمّم کرایا جاوے۔

وییمم الخنثٰی المشکل ولو مراھقاً. (الدر المختار علیٰ ھامش رد المحتار، باب صلاۃ الجنائز: ۲۰۱/۲، دار الفکر بیروت، انیس) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۲۹۱/۴)

الجواب

اگراس شیعہ کے عقائد کفریہ تھے تو بہتر یہ ہے کہ اس کو اس کے ہم مذہبوں کے حوالے کردیں۔۔۔اگر ایسی صورت نہ ہوسکے تو غسل اور کفن دفن کے آداب ملحوظ رکھے بغیر اسے نہلا کے کپڑے میں لپیٹ کر کسی گڑھے میں دبا دیں۔

(ویغسل المسلم ویکفن ویدفن قریبه) کخاله (الکافر الأصلی)أما المرتد فیلقی حفرة کالکلب(عند الاحتیاج) فلوله قریب فالأولی ترکه لهم (من غیر مراعاة السنة) فیغسله غسل الثوب النجس ویلفه فی خرقه ویلقیه فی حفرة،آه.(١)فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ (خیر الفتاویٰ:١٥١/٣)

میت کی بعض رسومات کا حکم اور غسل اور کفن دفن کا طریقہ:

سوال: یہاں کی قدیمی رسم ورواج یہ ہے کہ جب کوئی مرجاتا ہے، بعد دم نکل جانے کے لاش کو اتر سرہانے قبلہ رخ غسل دینے تک جیسے قبر میں رکھتے ہیں، ویسے ہی رکھتے ہیں اور چلیا قوم جو کہ اکثر شافعی مذہب والے اور نیشاپوری لوگ جو کہ اکثر حنفی مذہب والے ہیں۔ یہ لوگ دم نکلتے ہی قصداً مردے کو پورب سرہانا اور قبلہ رخ پاؤں لاش اٹھنے تک رکھتے ہیں اور دم نکلتے ہی یک بار غسل اور کفنانے کے وقت تک غسل دلاتے ہیں اور لاش کو اونچے پلنگ، یا تخت پر رکھتے ہیں، حالاں کہ رنگون میں سب پکی عمارت، یا تختے کے گھر ہیں، کہیں مٹی کے مکان نہیں ہیں، فی الحال آج چوتھا دن ہے کہ ایک شخص ہمارے محلّہ میں فوت ہوا تو فرقہ اول یعنی محلّہ والوں نے جن میں دو پیش امام مسجد کے اور تین مولوی بھی ہیں، اپنے قدیمی رواج کے مطابق مردے کو اتر سرہانے قبلہ رخ لٹائے رکھا تھا، اتنے میں فرقہ ثانی کے لوگ نے آکر جبراً میت کو غسل دلایا، پھر پلنگ، یا تختہ منگا کر اونچے پر قبلہ رخ پاؤں اور پورب کی طرف سرہانا کر کے رات بھر لاش صبح اٹھنے تک رکھا اور بہت کچھ گفت وشنید ہوئی اور کہتے ہیں اصح وصحیح طریق یہ ہے، ہزاروں دلیلیں ہم نے اور ثبوت دیا کہ میت کو اس رسم سے اٹھنے تک رکھنا، آہ۔اب پیش امام ومولوی لوگ فرقۂ ثانی سے عاجز ہیں کہ فضول بحث چہ کارآید، اب محلّہ والے حضور سے دست بستہ خدمت عالی میں عرض کرتے ہیں کہ فرقہ ثانی کی کاروائی سے فساد ہونے کا اندیشہ ہے، آپ برائے خدا ان شقوں سے نجات دلائے۔

اول: یہ کہ بلاضرورت میت کو پورب سرہانے لاش اٹھنے تک لٹائے رکھنا۔

دوسرے: بلاضرورت دم توڑتے ہی غسل دینا، پھر کفنانے کے وقت بلاضرورت غسل دینا۔

سوم: بلاعذر میت کو اونچے تخت پر رکھنا۔

چہارم: جنازہ پر لے جاتے وقت مرد میت پر پھول کا ہار چڑھاتے ہیں، میت پر نہیں، جنازہ پر لے جاتے ہیں، یہ

(١) الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب صلاة الجنائز: ٢٣٠/٢، دار الفکر بیروت

سب رسم درست ہیں، یا نہیں؟ برائے خدا و برائے کرم نوازی غریب مسلمانوں پر نظر شفقت ڈال کر آنجناب مہر ثبت کے ساتھ مدلل جواب ارسال فرما کر سب مسلمانوں کو مشکور وممنون فرمائیے، یہی یہاں کے مسلمانوں کی دست بستہ عرض ہے۔

پنجم: جب میت کو جنازہ پر رکھتے ہیں، ایک مرتبہ فاتحہ پڑھتے ہیں، پھر قبرستان پہونچ کر نماز پڑھنے کے بعد ایک بار فاتحہ پڑھتے ہیں، پھر دفن کے بعد لوٹتے وقت دروازہ قبرستان پر کھڑے ہو کر ایک بار فاتحہ پڑھتے ہیں، اب عرض یہ ہے کہ آیا اتنی مرتبہ فاتحہ دینا درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

قال فی الدر المختار: (ویوجه المحتضر) ... (القبلة) علیٰ یمینه هو السنة (وجاز الاستلقاء) علیٰ ظهره (وقد ماه إلیها) وهو المعتاد فی زماننا، آه.

قال الشامی ناقلاً عن البحر: اختاره مشائخنا بماوراء النهر؛ لأنه الیسر لخروج الروح وتعقبه وفی الفتح وغیره بأنه لایعرف إلا نقلاً والله أعلم بالأیسر منهما ولکنه أیسر لتغمیضه وشد لحییه وامنع من تقوس أعضائه، آه. (١)

وفی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح: (قوله: وجاز الاستلقاء) ویوضح هکذا فی الغسل والصلاة، قال فی شرح الطحاوی: وهو العرف بین الناس، قال فی الزاد: والأول أفضل لأنه السنة، کذا فی المضمرات، آه. (٢)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ قبلہ کی طرف پیر کر کے میت کو لٹانا خروج روح سے پہلے بعض مشائخ نے مستحسن سمجھا ہے؛ کیوں کہ اس میں ان کے نزدیک خروج روح میں سہولت ہے؛ مگر زاد الفقیر اور مضمرات میں تصریح ہے کہ افضل طریقہ موافق سنت یہ ہے کہ میت کو داہنی کروٹ پر قبلہ رخ کیا جائے، اس کی یہی صورت ہے کہ سر جانب شمال ہو اور پیر سمت جنوب اور داہنی کروٹ دے کر قبلہ رخ کر دیا جائے، پھر یہ اختلاف تو خروج روح کے وقت ہے اور خروج روح کے بعد قبلہ رخ پیر کر کے لٹانا یہ تو محض لغو حرکت ہے؛ کیوں کہ اب اس میں کوئی بھی فائدہ نہیں اور جب وقت فائدہ کے بھی یہ صورت خلاف سنت اور غیر افضل تھی تو اب بدرجہ اولی خلاف سنت وغیر افضل ہوگی، فافہم۔

قال فی مراقی الفلاح: وإذا تیقن موته یعجل بتجهیزه إکراماً له، لما فی الحدیث: وعجلوا به فإنه لاینبغی لجیفة مسلم أن تحبس بین ظهرانی أهله، والصارف عن الوجوب التعجیل

---

(١) الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب صلاة الجنائز: ١٨٩/٢، دار الفکر بیروت، انیس

(٢) حاشیة الطحطاوی، باب أحکام الجنائز، ص: ٥٥٨، دار الکتب العلمیة بیروت، انیس

(ومنها الجنائز) یسن توجیه المحتضر وهو من قرب من الموت إلی القبلة علی شقه الأیمن کما یوضع فی القبر وجاز الإستلقاء علی ظهره وقدماه إلی القبلة ویرفع رأسه قلیلا وقیل: یوضع کیف تیسر وهو الأصح وإن شق علیه ترک علی حاله. (إسعاف المولیٰ القدیر شرح زاد الفقیر، کتاب الجنائز، ص: ١٠٨، مخطوطة مکتبة ملک سعود، انیس)

الاحتياط، قال بعض الأطباء: إن كثيراً ممن يموت بالسكتة ظاهراً ويدفنون أحياء؛لأنه يعسر إدراك الموت الحقيقى بها الأعلٰى أفضل الأطباء فيتعين التأخير فيها إلٰى ظهوراليقين بنحو من التغير وقد مات النبى صلى الله عليه وسلم يوم الاثنين ضحوة ودفن فى جوف اليل من ليلة الأربعاء،آه.(مراقى الفلاح)

وفى حاشية الطحطاوى: وظاهر كلامهم أن التأخيرمطلوب مطلقاً لما رواه من الحديث والمراد التاخير إلى تيقن الموت فإنه ربما عرض عليه هٰذه الداء،آه.(۱)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ مردہ کے غسل وغیرہ میں دم توڑتے ہی جلدی نہ کی جائے؛ بلکہ تاخیراتنی دیرتک کی جائے کہ موت کا یقین پختہ ہوجائے اورسکتہ وغیرہ کا وہم نہ رہے اوریقین موت کے بعدپھردیرنہ کی جائے۔پس دم ٹوٹتے ہی فوراً میت کوغسل دینا اورکفن کے وقت دوبارہ غسل دینا لغوحرکت ہے؛ بلکہ محض کفنانے کے وقت غسل دینا چاہیےاوربعض متون میں جو یہ الفاظ ہیں: کما مات علی سریرمجمر، الخ جس سے متبادر یہ ہوتا ہے کہ پس مرتے ہی فوراً تختے پررکھ دیا جائے،اس کا مطلب یہ نہیں؛ بلکہ مطلب وہی ہے جواوپر مذکورہوا کہ تیقن موت کے بعد جب غسل وکفن کاارادہ کریں،تب تختہ پررکھیں۔

صرح فى حاشية للطحطاوى:لابأس بالتاخير لعارض،كما فى ابن امير حاج.(۲)

قال الطحطاوى فى حاشية على مراقى الفلاح: روى أنه صلى الله عليه وسلم لما غسل وكفن ووضع على السرير دخل أبو بكررضى الله عنه وعمررضى الله عنه وهما فى الصف حيال رسول الله صلى الله عليه وسلم،آه.(۳)

اس سے معلوم ہوا کہ میت کوغسل وکفن کے بعدتخت،یاپلنگ پررکھنا سنت ہے،حضرات صحابہؓ نےحضورصلی اللہ علیہ وسلم کوغسل وکفن کے بعدتخت پررکھا تھا اور بظاہراس میں اکرام میت بھی ہے،اس فعل میں کوئی حرج نہیں،البتہ یہ ضروری نہیں کہ پلنگ اورتخت معمول معتادسے اونچاہو،تھوڑی سی بلندی سطح ارض سے کافی ہے۔واللہ اعلم

قال فى الهندية: إذا احملواعلٰى سرير أخذوه بقوائمه الأربع، به وردت السنة.(۴)

جنازہ پرپھول چڑھانامکروہ ہے۔

قال فى الهندية:ويكره عند القبرما لم يعهد من السنة،آه.(۵)

---

(۱) مراقى الفلاح مع حاشية الطحطاوى،باب أحكام الجنائز،ص:٥٦٥_٥٦٦،دار الكتب العلمية بيروت،انيس

(۲) حاشية الطحطاوى ،باب أحكام الجنائز،ص:٥٦٦،دار الكتب العلمية بيروت،انيس

(۳) حاشية الطحطاوى،كتاب الصلاة،فصل الصلاة عليه،ص:٥٨٤،دار الكتب العلمية بيروت

(۴) الفتاوىٰ الهندية ،كتاب الصلاة،الباب الحادى والعشرون فى الجنائز،الفصل الرابع:١٦٢/١،انيس

(۵) الفتاوىٰ الهندية،الباب الحادى والعشرون فى الجنائز،الفصل السادس فى القبر والدفن:١٦٦/١،انيس

قلت: والکفن کذلک فیکرہ فیھما من السنة ووضع الریاحین علی الکفن لم یعھد منھا.

علاوہ ازیں یہ ہندوؤں کا طریقہ ہے؛ اس لیے تشبہ میں داخل ہے۔ نیز تین بار میت پر فاتحہ پڑھنا خلاف سنت ہے، سنت یہ ہے کہ وقت نزع روح کے سورہ یٰسٓ پڑھیں اور بعد موت کے اس کے پاس قرآن شریف پڑھنا بعض علماء کے نزدیک مستحب ہے اور بعض نے غسل سے پہلے منع کیا ہے، بعد غسل کے ہر شخص آہستہ آہستہ جو توفیق ہو، قرآن پڑھ کر میت کو بخش دے اور بعد دفن کے تھوڑی دیر قبر پر ٹھہر کر کچھ قرآن پڑھ کر بخش دیں اور میت کے لیے دعا کریں، باقی جس صورت سے بمبئی وغیرہ میں فاتحہ دی جاتی ہے۔ یہ صورت بدعت ہے۔(۱)

۹/ جمادی الآخر ۱۳۴۲ھ (امداد الاحکام: ۴۳۰/۲)

☆ ☆ ☆

(۱) **وکرہ قراءة القرآن عندہ إلی تمام الغسل. (إسعاف المولٰی القدیر شرح زاد الفقیر، کتاب الجنائز، ص: ۱۰۸، مخطوطة مکتبة ملک سعود، انیس)**

ویقرأ عندہ القرآن إلی أن یرفع إلی الغسل، کما فی القھستانی معزیا للنتف، قلت: ولیس فی النتف إلی الغسل، بل إلی أن یرفع فقط، وفسرہ فی البحر برفع الروح، وعبارة الزیلعی وغیرہ: تکرہ القراءة عندہ حتی یغسل، وعللہ الشرنبلالی فی أمداد الفتاح تنزیھا للقرآن عن نجاسة المیت لتنجسه بالموت، قیل نجاسة خبث وقیل حدث، وعلیه فینبغی جوازھا کقراءة المحدث. (الدرالمختار، صلاة الجنازة: ۱۱۷/۱، دارالکتب العلمیة بیروت، انیس)

کفن کے احکام ومسائل

کفن کے کپڑے اور طریقہ:

سوال: کل ایک میت کوکفن اس طریقہ سے پہنایا گیا کہ پہلے لمبی چادر پہنا کر ڈالی، پھراس کے اوپر ازار؛ یعنی تہہ بند ڈالا، پہلے بغل سے لے کر پیروں تک تہ بند لپیٹا، اس کے اوپر کفن پہنا دی، پھر چادر لپیٹ کر باندھی گئی، لہذا اس طریقہ سے کفن پہنانا صحیح ہے، یا غلط، یا گناہ ہوا؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا ومصليًا

اول لفافہ بچھا دیا جائے، پھراس پر ازار بچھائی جائے، پھراس پر بلا آستین کا کرتہ ہو، کرتہ میں میت کوداخل کر کے ازار کو بائیں جانب لپیٹیں، پھر داہنی جانب سے، اس کے بعداس طرح لفافہ کو لپیٹیں اور تین بند لگا دیں، ایک پیر سے اوپر اور ایک پیر کے نیچے، ایک درمیان میں؛ تا کہ کفن نہ کھل جائے، پھر ایک زائد چادر اوپر ڈال دی جائے، جو کہ جزو کفن نہیں ہے، قبر میں رکھنے کے بعد بند کھول دیئے جائیں کہ اب ضرورت نہیں رہی۔ (۱)

(تنبیہ) ازار اور لفافہ دونوں سر سے پیر تک محیط ہوتے ہیں۔ (۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۸۸/۱/۲۱ھ۔ (فتاوی محمودیہ: ۵۰۵/۸) ☆

---

(۱) (تبسط اللفافة) أولاً (ثم يبسط الإزار عليها، ويقمص، ويوضع على الإزار، ويلف يساره، ثم يمينه ثم اللفافة، كذلك) ليكون الأيمن على الأيسر. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب صلاة الجنائز: ۲۰۴/۲، سعيد)

وكيفيته أن تبسط اللفافة أولاً، ثم الإزار، فوقها ويو ضع الميت عليهما مقمصاً، ثم يعطف عليه الإزار وحده من قبل اليسار، ثم من قبل اليمين ليكون الأيمن فوق الأيسر، ثم اللفافة كذلك. (البحر الرائق، باب الجنائز: ۳۰۹/۲، رشيدية)

(۲) وفي البدائع: فإن كان الإزار طويلاً حتىٰ يعطف علىٰ رأسه وسائر جسده، فهو أولىٰ. (البحر الرائق، باب الجنائز: ۳۰۹/۲، رشيدية)

☆ کفن کتنے گز کا ہو:

سوال: مردہ کودفنانے کے لیے کتنے گز کپڑے کی ضرورت ہے؟

حامدًا ومصليًا الجواب ــــــــــــ وبالله التوفيق

گز کے حساب سے کفن کی کوئی تحدید وانداز ہ مقرر نہیں، میت کے قد سے کچھ بڑی دو چادریں ہونی چاہیے، لہٰذا قد وقامت کے اندازے سے چادریں لازمی طور پر چھوٹی بڑی ہوں گی، گز کے اعتبار سے پوچھنا لغو وبیکار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم (مرغوب الفتاویٰ: ۱۵۰/۳) ==

== کفن کے مسائل:

مردوں کوکفن دینے کے بارے میں شریعت میں جواحکام آئے ہیں اوررسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں جوارشادات منقول ہیں،ان سے یہ پتہ چلتاہے کہ میت کواعزاز واکرام کے ساتھ اچھے کپڑوں میں رخصت کیا جاوے اورکوئی شخص استطاعت کے باوجود اس خیال سے کہ اب تو میت کوقبر میں دفن ہوناہے اورمٹی میں ملناہے، پھٹے پرانے اورردّی کپڑے میں نہ کفنائے ؛ بلکہ اچھا اورمناسب کفن دے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادنقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"إذاکفن أحدکم أخاه فلیحسن کفنه". (جابربن عبد اللّٰه یحدث أن النبی صلی اللّٰه علیه و سلم خطب یوماً ... وقال(النبی صلی اللّٰه علیه وسلم): إذا کفن أحدکم أخاه فلیحسن کفته. (صحیح لمسلم، کتاب الجنائز، باب فی تحسین الکفن: ۳۰۶/۱، قدیمی) (جب تم میں سے کوئی اپنے کسی مرنے والے بھائی کوکفن دے تواچھا کفن دے

اورحضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کپڑوں کے رنگ کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادنقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"تم لوگ سفید کپڑے پہنا کروو ہ تمہارے لیے اچھے کپڑے ہیں اورانہی میں اپنے مرنے والوں کوکفنایا کرو"۔

لیکن کفن کے لیے زیادہ بیش قیمت کپڑے نہ استعمال کیے جائیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"لا تغالوا فی الکفن فإنه یسلب سریعاً". (عن علی بن طالب قال: لا تغالی فی الکفن فإنی سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول: لا تغالوا فی الکفن فإنه یسلب سلباً سریعاً. (أبو داؤد، کتاب الجنائز، باب کراهیة المغالات فی الکفن: ۹۳/۲، مکتبة حقانیة لاهور) (زیادہ بیش قیمت نہ استعمال کروکیوں کہ وہ جلدی ہی ختم ہوجاتا ہے۔)

(۱) کفن میں مَردوں کے لیے تین اورعورتوں کے لیے پانچ کپڑے مسنون ہیں۔میت کے گھروالوں کے لیے سہولت سے نئے کپڑوں کا انتظام آسان ہوتو مسنون کپڑوں میں میت کوکفن دیں،ورنہ مجبوری کی حالت میں صرف ایک پرانے کپڑے میں بھی کفن دیا جاسکتاہے اوراس میں کوئی عارنہ ہونی چاہیے۔

(۲) کم ازکم ایک کپڑے میں میت کے پورے بدن کو چھپانا فرض ہے،اگر میت کے وارثان کے پاس نیا، یاپرانا استعمال شدہ، یاغیراستعمال شدہ کوئی کپڑاایسانہ ہوجومیت کے پورے بدن کو چھپاسکےتو جس قدر کپڑا میسر ہو،اسی میں کفن دیا جائے اور باقی جسم پرکوئی گھاس وغیرہ رکھ دی جائے۔

(۳) کفن کے کپڑے کی قیمت میت کے مال سے ادا کی جائے گی اوراگروہ کپڑے چھوڑ کرنہ مراہواوراگرمیت نے ترکہ میں کچھ مال نہ چھوڑاہوتواس کے وارثان پرحصہ میراث کے حساب سے واجب ہوگی اوراگروارثان نہ ہوں توبیت المال پراس کاخرچ واجب ہوگا اور اگرکہیں بیت المال نہ ہوتو وہاں کے قریبی مسلمانوں پرواجب ہوگا۔**(وکفن من لامال له علی من تجب علیه نفقته)فان تعدوا فعلی قدر میراثهم ... (وان لم یکن تمه من تجب علیه نفقته ففی بیت المال فان لم یکن) بیت المال معموراً أومنتظماً (فعلی المسلمین تکفینه) فان لم یقدر واسألون الناس له) ثوباً فان فضل شیئٌ للمصدق ان علم،والا کفن به مثله والا تصدق به. (ردالمحتارتحت قوله:من لا مال له) وأما من له مال فکفنه فی ماله یقدم علی الدین والوصیة والارث. (الدر المختارمع رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ۲۰۵/۲-۲۰۶، دار الفکربیروت)**

اوراگراس کے لیے چندہ کیا جائے اورکفن کے بعد چندہ کی رقم بچ جائے تو چندہ دہندہ کوواپس کردیا جائے،اگرایساممکن ہوورنہ دوسرے مردے کوکفن دیا جائے، یاپھرکسی فقیرکوصدقہ کردیا جائے۔**(ردالمحتار: ۲۰۶/۲، الفتاویٰ التاتارخانیة: ۱۴۸/۲-۱۴۹)**

(۴) بیوی اگروفات پاجائے تواس کے کفن کے اخراجات اس کے شوہرکے ذمہ ہوں گے۔ ==

== (۵) اولادنابالغ کا کفن اس کے والداوراس کی غیر موجودگی میں ان پر ہے جن کے ذمہ ان کا نفقہ واجب ہوتا ہے، جیسے ماں وغیرہ۔(**الأصل فيه أن من يجبر على نفقته في حياته يجبر عليها بعد موته.(ردالمحتار،باب صلاة الجنازة،مطلب في كفن الزوجة على الزوج:۲/۲۰۶،دار الفكر بيروت)**

(۶) بالغ اورنابالغ،محرم اورغیرمحرم سب کا کفن یکساں ہوتا ہے۔

(۷) جو بچہ مرا ہوا پیدا ہو، یا حمل ساقط ہوجائے،اس کے لیے صرف کپڑے میں لپیٹ دینا کافی ہے،مسنون کفن کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔(**والسقط يلف ولايكفن كالعضو من الميت.(الدرالمختار :۲/۲۰۴-۲۰۵،دار الفكر بيروت)**

(۸) کسی انسان کا کوئی عضو، یا نصف جسم بغیر سر کے پایا جائے تو اس کو بھی کسی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کردینا چاہیےاور اگر نصف جسم کے ساتھ سر بھی ہو، یا نصف سے زیادہ حصہ جسم کا ہو، گو سر بھی نہ ہو اور یہ معلوم ہو کہ مسلمان کی نعش ہے تو اسے مسنون کفن دینا چاہیے۔(**لو وجد طرف من أطراف انسان أو نصفه مشقوقاً طولاً أو عرضاً يلف في خرقة الا اذا كان معه الرأس فيكفن كما في البدائع.(رد المحتار،مطلب في الكفن:۲/۲۰۵، دار الفكر بيروت)**

(۹) کسی میت کی قبر کھل جائے اوراس کی نعش ظاہر ہوجائے اور کفن نہ ہوتو اس کو بھی مسنون کفن دینا چاہیے بشرطیکہ وہ نعش پھٹی نہ ہواوراگر پھٹ گئی تو صرف کپڑے میں لپیٹ دینا کافی ہے۔(الفتاویٰ التاتارخانیہ:۲/۱۴۹)

(۱۰) کافر اگر مرجائے تو اس کا کفن مسنون طریقہ سے نہ دیا جائے گا؛ بلکہ کسی کپڑے میں لپیٹ دیا جائے گا اور دفن کردیا جائے گا، بشرطیکہ کوئی اس کا ہم مذہب لینے کے لیے آمادہ نہ ہو۔(**ويغسل المسلم ويكفن ويدفن قريبه) ... (الكافر الأصلي) ... (من غير مراعاة السنة) فيغسله غسل الثوب النجس ويلفه في خرته ويلقيه في حفرة.(الدر المختار على هامش ردالمحتار،باب صلاة الجنائز:۲/۲۳۰-۲۳۱،دار الفكر بيروت)**

(۱۱) مرتد اگر مرجائے تو اس کو کفن نہ دیا جائے، نہ مسنون نہ غیر مسنون،(**أما المرتد فيلقى في حفرة كالكلب.وفي ردالمحتار تحته: أي لايغسل ولا يكفن.(رد المحتار،باب صلاة الجنازة:۲/۲۳۰،دار الفكر بيروت)**البتہ دفن کردیا جائے گا۔

کفن کے مسنون کپڑے اور تکفین کا طریقہ:

(۱) مرد کے کفن میں تین کپڑے مسنون ہیں:(۱)ازار(تہبند)(۲)قمیص(کفنی)(۳)چادر،

ازار(تہبند) سر سے پیر تک ہوتی ہے اور چادر بھی سر سے پیر تک ہوتی ہے؛مگر ازار سے بڑی ہوتی ہے اور چوڑائی اتنی ہو کہ بدن ڈھک سکے اور قمیص ایک قسم کا کرتا ہے، جو گردن سے پیر تک ہوتا ہے۔(ردالمحتار:۲/۲۰۴)قمیص کو تھوڑا چاک کرکے سر کو اس میں داخل کرکے پہنایا جاتا ہے۔(زیادہ سے زیادہ دس گز کپڑے کی ضرورت ہوتی ہے،جس میں سے غسل کا تہبند اور دستانہ وغیرہ بھی ہوجاتا ہے۔)

(۲) مرد میت کو کفن پہنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے کفن کی چادر کسی تخت پر بچھا دی جائے اوراس کے اوپر تہ بند بچھا دیا جائے،اس کے بعد کفنی بچھا کر مردے کو لٹا دیا جائے اور کفنی اس کو پہنا دی جائے،اس کے بعد تہ بند کو لپیٹ دیا جائے، پہلے اس کے بائیں کنارے کو لپیٹا جائے، پھر داہنے کنارے کو،اس کے بعد اسی طرح چادر لپٹی جائے اور سر اور پیر کے پاس اور درمیان میں چادر کو باندھ دی جائے؛ تاکہ ہوا وغیرہ سے نہ اڑے اور قبر میں اسے کھول دیا جائے۔

(۳) اورعورتوں کے کفن میں پانچ کپڑے مسنون ہیں:(۱)تہ بند(۲)کفنی(قمیص)(۳)چادر(۴)سینہ بند(۵)دوپٹہ

تہ بند، کفنی اور چادر کی لمبائی چوڑائی وہی ہے، جو اوپر مرد کے کفن میں لکھی گئی اور سینہ بند سینہ سے لے کر ران تک ہوتا ہے اور دوپٹہ تقریباً ایک گز کا ہوتا ہے۔سینہ بند کی چوڑائی وہی ہوتی ہے، جو چادر کی ہوتی ہے،البتہ دوپٹہ کم چوڑا ہوتا ہے۔عورتوں کے کفن اور غسل وغیرہ کے لیے زائد سے زائد ۱۲رگز کپڑے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ==

کفن کے متعلق مذکور تصریح درست ہے، یا نہیں:

سوال: کفن مسنون میت مرد کے لیے صرف تین کپڑے کفنی، ازار، چادر ہیں۔عورت کے واسطے پانچ کپڑے: دو پٹہ وسینہ بند علاوہ کفن مذکور کے ہیں اور پیائش کفنی گردن سے لے کر ٹخنوں تک ازار؛ یعنی تہبند سر سے پیروں تک اور چادر ایک ہاتھ زیادہ تہبند سے طول میں اور عرض ازار چادر کا اسقدر کہ میت اچھی طرح لپٹ سکے اور دو پٹہ ہاتھ بھر اور سینہ سے لے کر رانوں تک۔آیا یہ تصریح مذکور صحیح ہے، یا غلط؟

== (۴) عورت کو کفن پہنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے چادر تخت پر بچھا دی جائے، پھر سینہ بند اس کے بعد ازار بچھائی جائے اور پھر کفنی بچھا کر پہلے کفنی پہنا دی جائے اور اس کے بعد تہ بند لپیٹا جائے، پھر سینہ بند اور اس کے بعد چادر لپیٹ دی جائے اور سر و پیر کے پاس اس کو باندھ دیا جائے؛ تا کہ ہوا وغیرہ سے نہ کھلے (پھر قبر میں اس کو کھول دیا جائے) اور اس کے بالوں کو دو حصوں میں کر کے گردن کی طرف اس کے سینہ پر ڈال دیا جائے، پھر دوپٹہ اس کے سر ومنھ پر ڈال دی جائے۔(ردالمختار: ۲/۲۰۴، وغیرہ)

کفن کی پیائش اور تیاری کا طریقہ:

(۱) کفن کی پیائش اور اس کی تیاری کا طریقہ یہ ہے کہ میت کے قد کے برابر ایک لکڑی لی جائے اور اس لکڑی میں نشان کندھے کے مقابل لگالی جائے، یا اگر فیتہ ہو تو اس سے ناپ لیا جائے۔اسی طرح سینہ کے پاس دھاگہ سے، یا فیتہ سے بدن کے موٹاپے کو ناپ لیا جائے اور کفن کے لیے ایسا کپڑا لیا جائے، جس کا عرض اس دھاگہ، یا فیتہ کے ناپ کے برابر ہو اور لمبائی پورے قد کے برابر ہو۔اگر عرض کم ہو تو اس میں جوڑ لگا کر پورا کر لیا جائے، اگر چودہ، یا سولہ گرہ عرض کا کپڑا ہو تو ڈیڑھ پاٹ لگے گا۔اس طرح مرد اور عورت دونوں کے لیے''ازار'' تیار کیا جائے۔ازار کے لیے ڈھائی گز لمبا عرض (سوا گز یا ڈیڑھ گز) کے کپڑے کی ضرورت ہوتی ہے۔

(۲) اسی طرح دوسرا کپڑا لیا جائے، جو عرض میں اسی قدر ہو، البتہ لمبائی میں ازار سے چار گرہ زیادہ ہو، اس کو لفافہ یا چادر کہتے ہیں، یہ بھی مرد اور عورت دونوں کے لیے یکساں ہوتا ہے، اس کے لیے تین گز کپڑے کی ضرورت ہوتی ہے اور چوڑائی سوا گز یا ڈیڑھ گز۔

(۳) اسی طرح تیسرا کپڑا لیا جائے اور گردن کی ناپ سے پیر تک دوہرا لمبا لیا جائے اور چوڑائی، اسی طرح ان کے برابر ہو اور پھر دونوں سرے کپڑے کے ملا لیے جائیں اور اوپر کے حصہ میں بیچ سے اتنا چاک کر لیا جائے کہ سر کی طرف سے گلے میں آجائے، اس کو قمیص یا کفنی کہتے ہیں، یہ بھی عورت اور مرد دونوں کے لیے ہوتا ہے، اس کے لیے ڈھائی یا پونے تین گز کپڑے کی ضرورت ہوتی ہے اور چوڑائی سوا یا ڈیڑھ گز۔

(۴) چوتھا کپڑا عورتوں کے لیے سینہ بند ہوگا۔سینہ بند کے کپڑے کی چوڑائی بھی وہی بدن کے حساب سے ہوگی اور لمبائی زیر بغل سے رانوں تک ہوگی، اس کے لیے دو گز لمبا اور سوا گز چوڑا کپڑے کی ضرورت ہوتی ہے۔

(۵) اسی طرح اوڑھنی بھی عورتوں کے لیے ہوتی ہے۔یہ اوڑھنی، یا سر بند ڈیڑھ گز لمبا اور ۱۲ رگرہ کے بقدر چوڑا ہوگا۔

مردوں کے لیے اس طرح مسنون کفن میں ۱۰ گز کپڑے کی ضرورت عام طور پر ہوتی ہے اور عورتوں کے لیے ۲۱ گز کے قریب، اس کے علاوہ عورت کے لیے گہوارہ کا کپڑا ہوتا ہے۔

زائد کپڑے:

بعض لوگ کچھ زائد کپڑے بھی خریدتے ہیں، مثلاً جائے نماز، پٹکا مردہ کو قبر میں اتارنے کے لیے، چار پائی پر بچھانے کے لیے چادر، یا مرد کے جنازہ پر ڈالنے کے لیے چادر؛ مگر یہ ضروریات میں سے نہیں ہیں۔

تجہیز وتکفین سے بچا ہوا سامان:

غسل اور کفن کے سامان میں اگر کچھ سامان کپڑا وغیرہ بچ جائے تو یوں ہی کسی کو دے دینا یا ضائع کر دینا جائز نہیں ہے؛ بلکہ اگر میت کے ترکہ سے خریدا گیا ہے تو وارثوں کی اجازت سے صدقہ کیا جا سکتا ہے، ورنہ اس کو ترکہ میں رکھنا ضروری ہے۔(ماخوذ از طہارت کے احکام ومسائل)

الجواب ــــــــــــــــــ

کفن عورت ومرد کی جو تفصیل آپ نے لکھی ہے، صحیح ہے، موافق ہے تفصیل کتب فقہ کے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۶۹/۵)

اپنے کفن کے لئے اپنی زندگی میں سامان خرید کر رکھنا:

سوال: زید چاہتا ہے کہ اپنی کمائی سے زندگی میں مکمل کفن دفن کا سامان خرید کر محفوظ کرلے، کیا ایسا عمل جائز ہے؟ مع دلیل کے لکھیں؟

الجواب ــــــــــــــــــ حامدًاو مصلیًا

درست ہے، بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی کفن کا محفوظ رکھنا ثابت ہے، جیسا کہ صحاح کی روایت میں ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۴/۲/۱۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۴/۲/۱۷ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۲۸/۸)

زندگی میں اپنے لیے کفن اور قبر تیار کرنا کیسا ہے:

سوال: کسی شخص کو اپنی زندگی میں کفن اور قبر تیار کر لینا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــ

درمختار میں ہے:

”ویحفر قبراً لنفسه وقیل یکره والذی ینبغی أنه لایکره تهیئة نحو الکفن بخلاف القبر“. (۱۲۹)(۲)

اور شامی کے نزدیک راجح یہ ہے کہ قبر کا کھدوانا جائز ہے۔

”وفی التتارخانیة: ولابأس به یوجر علیه هٰکذا عمل عمر بن عبد العزیز والربیع بن خیثم وغیرهما“. (شامی)(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۵۷/۵)

---

(۱) عن سهل رضی اللّٰه تعالٰی عنه أن امرأة جاءت النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم ببردة منسوجة فیها حاشیتها، تدرون ما البردة؟قالوا الشملة،قال:”نعم“قالت:نسجتها بیدی،فجئت لأ کسوکها،فأخذها النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم محتا جاًإلیها،فخرج إلینا وأنها إزاره،فحسنها فلان،فقال:أکسنیها ما أحسنها،فقال القوم: ماأحسنت لبسها النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم محتاجاً إلیها،ثم سألته وعلمت أنه لا یرد قال:إنی واللّٰه ماسألته لألبسه،وإنما سألته لتکون کفنی،قال سهل:فکانت کفنه“.(صحیح البخاری، کتاب الجنائز،باب من استعد الکفن فی زمن النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فلم ینکر علیه: ۱۷۰/۱،قدیمی)

(۲) الدرالمختار علٰی هامش رد المحتار، کتاب الصلاة،باب صلاة الجنائز: ۲۴۴/۲

(۳) ردالمحتار، کتاب الصلاة،باب صلاة الجنائز: ۲۴۴/۲،دار الفکر بیروت،انیس

عام کٹھے کا کفن تیار رکھ سکتے ہیں؛ لیکن اس پر آیات، یا مقدس نام نہ لکھیں:

سوال: کیا مسلمان زندہ ہوتے ہوئے اپنے لیے کفن خرید کر رکھ سکتا ہے؟ اور اس پر قرآنی آیتیں، یا پھر مقدس نام وغیرہ لکھ سکتا ہے؟ اور کفن اچھے سے اچھا لوں، یا صرف لٹھے کا؟ کفن اپنے لیے ماں باپ، بہن بھائی کے لیے بھی لے سکتا ہوں، یا کہ نہیں؟

الجواب

(۱) کفن تیار رکھنا درست ہے۔(۱)

(۲) کفن پر آیتیں، یا مقدس نام لکھنا صحیح نہیں، اس سے آیات مقدسہ کی اور پاک ناموں کی بے حرمتی ہوگی۔(۲)

(۳) مرنے والا جس قسم کے کپڑے زندگی میں جمعہ اور عیدین کے لیے پہنا کرتا تھا اور عورت اپنے میکے جانے کے لیے جیسے کپڑے پہنا کرتی تھی، اس معیار کے کپڑے کفن میں استعمال کرنے چاہئیں؛(۳) مگر حکم یہ ہے کہ میت کو سفید رنگ کے کپڑے میں کفن دفن کیا جائے؛(۴) اس لیے عام طور سے سفید لٹھے کا کفن استعمال کیا جاتا ہے۔

(آپ کے مسائل اوران کا حل: ۴/۲۹۶-۲۹۷)

---

(۱) عن سهل أن امرأة جاء ت النبى صلى اللّٰه عليه وسلم ببردة منسوجة فيها حاشيتها تدرون ما البردة قالوا الشملة قال نعم قالت نسجتها بيدى فجئت لأكسوكها فأخذها النبى صلى اللّٰه عليه و سلم محتاجاً اليها فخرج الينا وأنها ازاره فحسنها فلان فقال أكسنيها ماأحسنها،فقال القوم:ما أحسنت لبسها النبى صلى اللّٰه عليه وسلم محتاجا اليها ثم سألته وعلمت أنه لا يروه قال: انى واللّٰه ما سألته لالبسه وانما سلته لتكون كفنى،قال سهل: فكانت كفنه.(صحيح البخارى، كتاب الجنائز،باب من استعد الكفن فى زمن النبى صلى اللّٰه عليه و سلم فلم ينكر عليه: ۱/۱۷۰،طبع قديمى/سنن ابن ماجة،ص: ۲۵٤،طبع قديمى)

"والذى ينبغى أن لا يكره تهيئه نحو الكفن بخلاف القبر". (الدر المختار)

وفى الرد تحته: (قوله والذى ينبغى،الخ) كذا قاله فى شرح المنية، وقال: لأن الحاجة اليه متحققة غالبًا. (رد المحتار، كتاب الصلاة،باب صلاة الجنائز: ۲/۲٤٤،دارالفكر بيروت،انيس)

(۲) وقد أفتىٰ ابن الصلاح بأنه لايجوز أن يكتب على الكفن يس والكهف ونحوهما خوفاً من صديد الميت ... وقدمنا قبيل باب المياه عن الفتح أنه تكره كتابة القرآن وأسماء اللّٰه تعالىٰ على الدراهم والمحاريب والجدران وما يفرش وما ذاک الا لاحترامه وحشية وطئه ونحوه مما فيه اهانة فالمنع هنا بالأولىٰ ما لم يثبت عن المجتهد أو ينقل فيه حديث ثابت. (رد المحتار، كتاب الصلاة،باب صلاة الجنائز: ۲/۲٤٦-۲٤۷)

(۳) ويكفن بكفن مثله وهو أن ينظر الىٰ مثل ثيابه فى الحياة لخروج العيدين وفى المرأة ينظر الىٰ ما تلبس اذا خرجت الىٰ زيارة أبويها كذا فى الزاهدى. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصلاة،الباب الحادى والعشرون فى الجنائز،الفصل الثالث فى التكفين: ۱/۱٦۱،طبع سعيد)

(۴) واجب الأكفان الثياب البيض هكذا فى النهاية. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصلاة،الباب الحادى والعشرون، الفصل الثالث فى التكفين: ۱/۱٦۱)

عن عائشة رضى اللّٰه عنها أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كفن فى ثلاثة أثواب يمانية بيض سحولية من كرسف ليس فيها قميص ولا عمامة. (صحيح البخارى،باب الثياب البيض فى الكفن: ۱/۱٦۹، قديمى،انيس)

مرنے سے پہلے غسل کر کے کفن پہن لیا اور کہا کہ مجھ پر نماز جنازہ پڑھنے کی ضرورت نہیں:

سوال: خلاصہ سوال یہ ہے کہ ایک مسلمان شخص نہایت دیندار پابند صوم وصلوٰۃ تہجد گزار نیک صالح تھا، سال کے اکثر حصہ میں روزہ دار رہتا تھا، البتہ یہ فعل ان سے سرزد ہوا کہ مرنے سے تین دن پہلے لوگوں کو بتلا کر قبر تیار کرا کر کفن منگا کر جنازہ منگا کر غسل (۱) وضو کر کے لوگوں کو نیک کاموں کی تلقین کر کے اپنے کفن پر خود لیٹ کر کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے جان دی کیا، صرف اپنے آپ کو غسل نہ دینے اور نماز جنازہ پڑھنے کی ہدایت کرنے سے بے دین غیر مسلمان مردود وغیرہ کہہ سکتے ہیں؟

(۲)　مذکورہ بالا مسلمان کی ہدیت پر عمل کرنے والے؛ یعنی انہیں غسل نہ دینے اور نماز جنازہ نہ پڑھنے والے بے دین مرتد، یا ملحد ہوسکتے ہیں؟

(۳)　ان کی قبر پر تعمیر کرنا (فاتحہ خوانی کرنا کیسا ہے؟)

(۴)　ان کو سلطان الاولیاء قطب الاقطاب وارث نبی وغیرہ القاب سے یاد کرنا؟

(۵)　ان کی موت کو موت اختیاری کہنا؟

(۶)　ان کے نام سے نذر نیاز ڈبوں میں ڈالنا؟

(۷)　ان کے سالانہ عرس میں شرکت کرنا؟

(۸)　انہیں ولی اللہ ماننا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

پہلے یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ جاندار چیز خواہ انسان ہو، یا دوسری قسم کے حیوانات موت کی وجہ سے نجس ہو جاتے ہیں؛ لیکن حق تعالی نے خاص مسلمان مردہ کو یہ عزت بخشی ہے کہ جب اس کو غسل دے دیا جائے تو وہ پاک ہوجاتا ہے، بخلاف کافر اور دوسرے جانداروں کے کہ ان کو اگر سو دفعہ بھی غسل دیں تو وہ پاک نہیں ہوسکتے؛ اسی لیے مسلمان میت کو غسل دینا واجب ہے اور نماز جنازہ پڑھنا فرض ہے، بغیر غسل دینے کے نماز جنازہ بھی نہیں ہوسکتی اور اگر کوئی پڑھ بھی لے تو ادا نہیں ہوتی۔

قال فی الشامی کتاب الجنائز: لأن الآدمی حیوان دموی فیتنجس بالموت کسائر الحیوانات وهو قول عامة المشائخ وهو الأظهر، بدائع، وصححه فی الکافی، قلت: ویؤیده اطلاق محمد نجاسة غسالة وکذا قولهم لو وقع فی بئر قبل غسله نجسها وکذا لو حمل میتاً قبل غسله

(۱)　موت سے پہلے جو غسل کیا ہے، وہ معتبر نہیں، موت کے بعد غسل دینا ضروری ہے اور مرنے والے کی اس وصیت پر عمل نہ کیا جائے کہ مجھے غسل نہ دیں۔ (محمد عاشق الٰہی بلندشہری)

وصلٰی بہ لم تصح صلا تہ علیہ فانما یطھر بالغسل کرامۃ للمسلم ولذا لو کان کافرًا نجس البئر ولو بعد غسلہ،انتھٰی. (۱)

اس لیے اس میں شبہ نہیں کہ جس صاحب نے یہ حرکت کی ہے کہ لوگوں کو غسل اور نماز جنازہ سے روکنے کی صورت پیدا کردی، بڑی جہالت کا کام کیا اور اگر صراحۃ منع کیا تو سخت گناہ گار اور گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا؛ لیکن اگر اس کے پہلے حالات شریعت مطہرہ اور سنت نبویہ کے موافق تھے اور احکام شریعہ کا پابند تھا تو مسلمانوں کو چاہیے کہ صرف اس جہالت کے کام کی وجہ سے ان کو برا نہ کہیں اور معاذ اللہ مردود مرتد کہنا تو سخت گناہ ہے۔

قد نص الإمام الغزالی فی الاحیاء وابن حجر فی الزواجر بأنہ لایجوز تحقیر أحد من الأموات وإن کان من الفساق فی حیاتہ.

(۱-۲)　الغرض کسی مسلمان کو اگرچہ کیسا ہی فاسق بھی ہو، زندگی میں بھی کافر کہنا حرام ہے، چہ جائیکہ بعد موت کہا جائے؛ اس لیے کہ اس شخص کو مردود، یا غیر مسلمان کہنا جائز نہیں، البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کا یہ فعل نہایت برا اور سخت گناہ ہے۔

(۳)　قبر پر تعمیر کرنا مطلقا ممنوع ہے خواہ کسی کی قبر ہو. (**کذا فی المشکاۃ فی حدیث علی رضی اللّٰہ عنہ وبہ قالت علماء قاطبۃ**)

قبر پر جا کر اگر بغیر مخصوص مروجہ بدعات کے قرآن ومجید کی کوئی سورت پڑھ کر ثواب پہونچائے تو جائز؛ بلکہ ثواب ہے اور اگر مروجہ بدعات ورسوم اور تعین تاریخ وغیرہ کے ساتھ ہو تو الٹا گناہ ہے۔

(۴)　جو لغزش اور شرعی خطا ان سے ہوگئی ہے، اس کو تسلیم کرنے کے بعد اگر کوئی ان کو دیندار اور بزرگ سمجھے تو مضائقہ نہیں؛ کیوں کہ اتفاقاً گناہ وخطا کا سرزد ہوجانا ولایت وبزرگی کے خلاف نہیں؛ لیکن اس گناہ کی فضول تاویلیں ہرگز نہ کرے، ورنہ گناہ گار ہوگا۔

(۵)　موت خود اختیاری کہنا بالکل ناجائز عقیدہ ہے، موت کسی کی اختیاری نہیں ہوتی، سب حق تعالی کے قبضہ میں ہے، البتہ حق تعالی کی طرف سے انبیاء علیہم السلام کو اختیار دیا جاتا ہے کہ غیر انبیاء کو ان پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

(۶)　نذر ونیاز سوائے حق تعالی کے کسی امیر وفقیر کے نام کی جائز نہیں۔ (**کذا فی البحر الرائق والشامی**)

(۷)　عرس کرنا اور اس میں شریک ہونا سب بدعات وسیکڑوں منکرات ومعاصی کا مجموعہ ہے، مسلمان کو ان سے احتراز واجب ہے۔

(۸)　جن لوگوں نے متوفی کی ہدایت کے موافق بلا غسل ونماز دفن کردیا وہ سب گناہ گار ہوئے استغفار کرنا چاہیے۔ واللہ تعالی اعلم (امداد المفتیین: ۲/۴/۳۷۴-۳۷۵)

---

(۱)　رد المحتار،باب صلاۃ الجنائز،مطلب فی القراء ۃ عند المیت: ۱۹۴/۲،دار الفکر بیروت،انیس

کفن پرکلمہ لکھنا:

سوال: میت کے سینے پرکفن پہناتے وقت بعض لوگ کلمہ لکھتے ہیں۔ کیا یہ جائز ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًاو مصلیًا

قلم سے روشنائی سے لکھنا منع ہے،بعض حضرات محض انگلی کے اشارے سے لکھ دیتے ہیں،اس میں کوئی بے ادبی نہیں ؛مگرثابت بھی نہیں،اگرکوئی اشارہ سے لکھ دے تواس سے نزاع نہ کریں نہ تاکید کریں۔(۱)فقط واللہ اعلم

حررہ العبدمحمودغفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔(فتاویٰ محمودیہ:۸/۵۳۷-۵۳۸)

کفن پرکلمہ شہادت لکھوانا:

سوال: میت کےکفن پرکلمہ شہادت پنڈول سے لکھنا جائز ہے، یانہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

کفن میت پر، یاسینہ پر، یاجبہ پرانگشت سے بغیرسیاہی بعدالغسل قبل تکفین جائز ہے۔(شامی:۱/۶۶۲)(۲)واللہ اعلم

(آپ کے مسائل اوران کاحل:۴/۲۹۸)

کفن پرزمزم، یا کافور سے بسم اللہ، یاکلمہ لکھنا:

سوال: میت کےکفن پرآب زمزم وخاک شفاسے ''بسم اللہ'' لکھتے ہیں اورسر کے رومال پربھی۔یہ طریقہ شرعاً جائز ہے، یانہیں؟

---

(۱) وقد أفتٰی ابن الصلاح: بأنه لایجوزأن یکتب علی الکفن یٰس والکهف ونحوهماخوفاً من صدید المیت ... وقدمنا قبیل باب المیاه عن الفتح أنه تکره کتابة القرآن وأسماء اللّٰه تعالٰی علی الدراهم والمحاریب والجدران وما یفرش،وماذاک إلالاحترامه و خشیة وطئه ونحوه مما فیه إهانة،فالمنع هنا بالأولٰی مالم یثبت عن المجتهد أوینقل فیه حدیث ثابت فتأمل،نعم نقل بعض المحشین عن فوائد الشرجی أن مما یکتب علٰی جبهة المیت بغیرمداد بالأصبع المسبحة:بسم اللّٰه الرحمن الرحیم ،وعلی الصدر: لاإلٰه إلااللّٰه محمد رسول اللّٰه،وذٰلک بعد الغسل قبل التکفین''. (ردالمحتار، کتاب الصلاة،باب صلاة الجنائز: ۲/۲۴۶-۲۴۷،سعید)

''الا ستفسار:قد تعارف فی بلادنا أنهم یلقون علٰی قبرالصلحاء ثوباً مکتوباً فیه سورة الإخلاص،هل فیه بأس؟ الاستبشار:هواستهانة بالقرآن؛لأن هٰذا الثوب إنما یلقی تعظیماً للمیت،ویصیرهٰذاالثوب مستعملاً مبتذلاً،وابتذال کتاب اللّٰه من أسباب عذاب اللّٰه''.(فتاویٰ اللکنوی المسماة نفع المفتی والسائل،ما یتعلق بتعظیم اسم اللّٰه واسم حبیب اللّٰه: ۴/۱۵۹،دارالقرآن کراچی)

(۲) نعم نقل بعض المحشین عن فوائد الشرجی ان مما یکتب علٰی جبهة المیت بغیرمداد بالأصبع المسبحة بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم وعلی الصدرلا إلٰه الا اللّٰه محمد رسول اللّٰه وذلک بعد الغسل قبل التکفین.(رد المحتار،باب صلاة الجنائز،مطلب فیما یکتب علٰی کفن المیت: ۱/۸۴۷،دار الفکر بیروت)

حامدًا و مصليًا الجواب ـــــــــــــــ وبالله التوفيق

کفن کے اوپر، یا میت کے سینے بند پر زمزم، یا کافور، یا روشنائی سے بسم اللہ وکلمہ شریف وغیرہ لکھنا، ایسے ہی سینہ بند وعورت کے سر کے رومال پر لکھنا درست نہیں۔

”وقدأفتٰی ابن الصلاح بأنه لایجوزأن تکتب علیٰ الکفن یٰس والکهف ونحوهماخوفًا من صديد الميت“إلخ. (۱)والله تعالٰى أعلم وعلمه أتم وأحكم (مرغوب الفتاویٰ:۳/۱۴۹-۱۵۰)

کلمہ طیبہ وغیرہ لکھ کر میت کے گلے میں لٹکا دینا:

سوال: روشنائی سے کلمہ طیبہ وکلمہ شہادت اور آیۃ الکرسی مع بسم اللہ لکھ کر میت کے گلے میں لٹکا دیتے ہیں اور اس کو کارِثواب تصور کرتے ہیں۔ کیا ایسا کرنا جائز ہے؟ کسی حدیث، فقہائے امت کے قول سے ثابت ہے؟

الجواب ـــــــــــــــ حامدًاو مصليًا

ایسا کرنا شریعت سے ثابت نہیں، ہرگز ایسا نہ کیا جائے، قبر میں میت کا بدن پھٹنے اور اس کی آلائش لگنے سے اس لکھے ہوئے کا احترام باقی نہیں رہتا۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۱/۵/۲۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۱/۵/۲۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۸/۵۳۹-۵۴۰)

مردے کے کفن میں عہدنامہ رکھنا بے ادبی ہے:

سوال: مردے کے کفن میں عہدنامہ ڈالا جاتا ہے، کہتے ہیں کہ اس برکت سے بخشش ہوجاتی ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب ـــــــــــــــ

عہدنامہ قبر میں رکھنا بے ادبی ہے، نہیں رکھنا چاہیے۔

درمختار میں ہے کہ ”اگر میت کی پیشانی پر یا اس کے عمامہ پر، یا اس کے کفن پر ”عہدنامہ“ لکھ دیا تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ میت کی بخشش فرمادیں گے“۔

لیکن علامہ شامیؒ نے اس کی پرزور تردید کی ہے۔ (۲) (آپ کے مسائل اوران کا حل: ۴/۲۹۷-۲۹۸)

---

(۱) ردالمحتار، باب صلاة الجنازة، مطلب: فيما يكتب علىٰ كفن الميت: ۲/۲۴۶، دار الفكر بيروت، انيس

(۲) كتب علىٰ جبهة الميت أوعمامته أو كفنه عهد نامه يرجى أن يغفر الله للميت. (الدرالمختار)

وفي الشامية: وقد أفتى ابن الصلاح بأنه لايجوزأن يكتب على الكفن يٰس والكهف ونحوهما خوفاً من صديد الميت ... و قد قدمنا قبيل باب المياه عن الفتح أنه تكره كتابة القرآن وأسماء الله تعالٰى على الدراهم والمحاريب والجدران وما يفرش وما ذلك الا لاحترامه وخشية وطئه ونحوه مما فيه اهانة فالمنع بالأولٰى مالم يثبت عن المجتهد أوينقل فيه حديث ثابت فتأمل. (رد المحتار، باب صلاة الجنائز، مطلب فيما يكتب علىٰ كفن الميت: ۲/۲۴۶) ==

جنازہ پر آیات کریمہ، یا اسمائے حسنیٰ والی چادر ڈالنا کیسا ہے:

پہلے زمانہ کے لوگ مردوں کو چار پائی پر لے جاتے تھے تو اوپر سے کوئی سفید چادر ڈال لیتے تھے، اب تکلف زیادہ ہوگیا ہے، قیمتی تابوت بنوایا جاتا ہے، اوپر پردہ کے لیے مخمل کا پردہ آیا ہے، اس پر کلام اللہ کی آیات لکھی ہیں، کچھ دیندار لوگ اس کے خلاف ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اس میں آیات قرآنی کی توہین ہے، بجائے اس کے سادی چادر ڈالنا چاہیے۔

سوال ہے:

☆ اس مخملی قیمتی چادر کو استعمال کرنا جائز ہے، یا ناجائز، یا مکروہ تنزیہی؟

☆ اگر ناجائز ہے تو اس چادر کو کیا کیا جائے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

☆ دیندار حضرات کا کہنا صحیح ہے، کلام اللہ شریف کی آیات واجب التعظیم ہیں اور واجب التعظیم شئے کو مظنۂ ذلت واہانت میں رکھنا ناجائز ہے اور جس چادر پر آیات قرآنی لکھی ہوئی ہوں، اس چادر کو جنازہ پر ڈالنا مظنۂ

== الاستفسار: قد تعارف فی بلادنا أنهم یلقون علی قبر الصلحاء ثوبا مکتوبا فیه سورة الاخلاص هل فیه بأس؟ الاستبشار: هو استهانة بالقرآن، لأن هذا الثوب انما یلقی تعظیما للمیت، ویصر هذا الثوب مستعملا مبتذلا وابتذال کتاب اللّٰه من أسباب عذاب اللّٰه. (فتاوی للکنوی: ١٥٩/٤،ادارة القرآن کراچی)

جنازہ پر غلاف ڈالنا، جس پر آیات واحادیث مرقوم ہوں:

سوال: ایک شخص مکہ معظّمہ سے ایک غلاف لایا اور اس کو مدرسہ میں وقف کردیا ہے، اس غلاف پر قرآن شریف کی چند آیات واحادیث وخلفاء راشدین کے نام اور مقامات مقدسہ کے نقشے بنے ہیں۔ مردے کے تابوت پر یہ غلاف اوڑھا کر قبرستان لے جانا درست ہے، یا نہیں؟

حامدًا ومصلیًا الجواب ــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

میت کے جنازہ پر ایسا غلاف ڈال کر اس کو قبرستان لے جانا کہ جس پر قرآن مجید کی آیات واحادیث اور خلفاءِ راشدین کے نام مرقوم ہوں ناجائز نہیں، بشرطیکہ اس غلاف کو ناپاکی وگندگی سے بچایا جاوے اور اس کو پیروں کے نیچے روندا نہ جاوے، صرف اوڑھنے کے کام میں اس کا احترام کرتے ہوئے استعمال کرنا جائز ہے، اس کو فرش کے طور پر بچھا کر زندوں، یا مردوں کے لیے استعمال کرنا جائز نہیں، آیاتِ کلام پاک کی جس میں بے حرمتی ہو، اس طرح استعمال جائز نہیں، اس کا احترام ضروری ہے۔ لکھی ہوئی آیات کو بے وضو ہاتھ نہ لگائیں، اگر بے حرمتی کے طور پر اس کا استعمال ہوگا تو ناجائز ومکروہ ہوگا؛ اسی لیے فقہا نے دیواروں پر قرآن کی آیات لکھنے کو مکروہ لکھا ہے کہ دیوار گرنے سے آیات کی بے حرمتی ہوگی۔ رہا سوال یہ کہ مردے کے پیر کے پیچھے آیات قرآن واحادیث لکھا ہوا غلاف ہوگا تو یہ مکروہ نہیں؛ اس لیے کہ میت کے پیروں اور غلاف کے درمیان آڑ ہے اور جب کہ آڑ ہو تو قرآن شریف کی طرف پیر کرنا منع نہیں۔

"مد الرجلین إلٰی جانب المصحف إن لم یکن بحذائه لا یکره وکذا لو کان المصحف معلقًا فی الوتد وهو مدالرجل إلٰی ذلک الجانب لایکره کذا فی الغرائب". (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الکراهیة، الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلة والمصحف: ٣٢٢/٥)

خلاصہ یہ ہے کہ جنازہ پر غلاف ڈالنے میں بظاہر کوئی توہین اور بے حرمتی آیات واحادیث مرقومہ کی نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم (مرغوب الفتاویٰ: ۱۵۷/۳-۱۵۸)

اہانت ہونے سے خالی نہیں؛ اس لیے کہ اگر وہ آیات کمر سے نیچے پیر وغیرہ کی جانب ہوں، یا جسد میت سے نیچی لٹکی ہوئی ہوں تو ان آیات کی اہانت ظاہر ہے۔ اسی طرح کمر سے اوپر سینہ، یا سر کی جانب ہوں، جب بھی جسد میت سے اکثر کچھ ناپاک رقیق رطوبت وغیرہ خارج ہونا ظاہر ہے، پس اگر کفن کے اوپری حصہ کی جانب یہ نجاست کفن میں لگ جائے تو چادر کے اس سے مس ہونے سے خود آیات کریمہ کا نجاست پر ڈالنا لازم آئے گا، جس سے بچنا واجب ہونا ظاہر ہے اور اس چادر کے عام استعمال کی اجازت دینا کسی طرح جائز نہ ہوگا۔ پس اگر کوئی شخص بہت اہتمام سے حفاظت کرے اور جسد کے اوپر کمانی وغیرہ لگا کر اس چادر کو اتنے اوپر رکھے کہ ان مذکورہ خرابیوں میں سے کوئی خرابی پیدا نہ ہو؛ بلکہ محض برکت کے لیے سر، یا سینہ کی محاذات میں رکھ دیا جائے تو اس میں مضائقہ نہ ہوگا؛ مگر جب بھی اس چادر کے عام طور پر استعمال کو جائز کہہ دیا جائے تو مظنۂ نجاست واہانت پر پیش کرنے میں شبہ نہ ہوگا؛ اس لیے ایسی چادر کی جنازہ پر عام اجازت ہرگز نہیں ہوسکتی؛ اس لیے بہر حال تحرز چاہیے۔

☆ اور جب ناجائز رہا تو اس چادر کو تبرک کی طرح رکھ دیا جائے، یا محترم موقع پر رکھا جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دار العلوم دیوبند سہارنپور، ۱۴۱۱/۵/۸ھ۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۱/۳۵۴-۳۵۵)

کلمہ لکھی ہوئی چادر میت پر ڈالنا:

سوال: چادر جس پر کلمہ شریف اور آیاتِ قرآنی لکھی ہوتی ہیں، میت پر ڈالنا کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــ حامدًا ومصليًا

کلمہ شریف اور آیاتِ قرآنیہ کے احترام کے خلاف ہے۔(۱) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۹۱/۵/۲۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۸/۵۴۰-۵۴۱)

---

(۱) وقدمنا قبيل باب المياه عن الفتح أنه تكره كتابة القرآن وأسماء الله تعالىٰ على الدراهم والمحاريب والجدران وما يفرش، وماذلک إلا لاحترامه وخشية وطئه ونحوه مما فيه إهانة، فالمنع هنا بالأولىٰ مالم يثبت عن المجتهد أوينقل فيه حديث ثابت". (ردالمحتار، باب صلاة الجنائز: ۲/۲۴۶-۲۴۷، سعيد)

"بساط أوغيره كتب عليه "الملک الله" يكره بسطه واستعماله لاتعليقه للزينة". (ردالمحتار، كتاب الطهارة، أركان الوضوء أربعة، قبيل باب المياه: ۱/۱۷۸، سعيد)

"الاستفسار: قد تعارف فی بلا دنا أنهم يلقون علىٰ قبر الصلحاء ثوباً مكتوباً فيه سورة الإخلاص، هل فيه بأس؟ الاستبشار: هو استهانة بالقرآن؟ لأن هذا الثوب إنما يلقى تعظيماً للميت ويصير هٰذا الثوب مستعملاً مبتذلاً، وابتذال كتاب الله من أسباب عذاب الله ... قلت: وأشنع من هٰذا مايفعله أهل الدكن من إلقاء الثياب التی كتب فيها اسم الله تعالىٰ أوسورة القرآن علىٰ جميع القبور، وإن لم يكن المقبور من أهل الزهد والورع". (فتاویٰ اللكنوی المسماة نفع المفتی والسائل، ما يتعلق بتعظيم اسم الله واسم حبيب الله، إلخ: ۴/۱۵۹، دار ابن حزم)

پرچہ پر دعالکھ کر میت کے سینہ پر رکھنا:

سوال: بعد آداب کے گزارش ہے کہ میں نے ایک پرچہ لکھا ہے، اس پرچہ کو لفافہ میں بھیج رہا ہوں اور چند باتیں میرے قصبہ میں مجھ کو نئی معلوم ہوتی ہیں، اس وجہ سے میں نے اپنے بزرگوں کو تکلیف دی ہے، جس کی معافی چاہتا ہوں، ہمارے قصبہ کھیری میں میت کو قبر میں اتارتے ہیں اور مردے کے جسم پر، یعنی سینہ پر یہ پرچہ رکھ دیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ منکر نکیر قبر میں حساب نہیں کر سکتے اور نہ مردے کو قبر میں منکر نکیر دکھلائی پڑیں گے اور اس کو حدیث سے ثابت کرتے ہیں اور علمائے دیوبند کو بھی اس کا ایجاد کردہ بتلاتے ہیں، اس سے بہت خلفشار قصبہ میں مچا ہوا ہے۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم، رب محمد والصلاۃ علیہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

امام ترمذی حکیم الٰہی سیدی محمد بن علی معاصر امام بخاری نے نوادر الأصول میں روایت کی کہ خود حضور پُرنور سید عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "**من كتب هذا الدعاء، بين صدر الميت و كفنه في رقعة، لم ينله عذاب القبر، ولا يرى منكراً ونكيراً، وهو هٰذا**" جو یہ دعا کسی پرچہ پر لکھ کر میت کے سینے پر کفن کے نیچے رکھ دے، اسے عذاب قبر نہ ہو، نہ منکر نکیر نظر آئیں۔ وہ دعا یہ ہے:

"**لا إلٰه إلا اللّٰه والله أكبر لا إلٰه إلا الله وحده لاشريك له، لا إلٰه إلا الله، له الملك وله الحمد، لا إلٰه إلا الله ولاحول ولاقوة إلا بالله العلى العظيم**". (۱)

دعاء ثانی: "**سبحٰن من هو بالجلال موحد وبالتوحيد معروف وبالمعارف موصوف وبالصيغة علٰى لسان كل قائل رب وبالربوبية للعالم قاهر وبالقهر للعالم جبار وبالجبروت عليم حليم وبالعلم والحلم رؤف رحيم، سبحنه كمايقولون وسبحنه كما هم يقولون تسبيحاً تخشع له السموات والأرض ومن عليها ويحملون من حول عرشي اسمى الله وأنا أسرع الحاسبين، اٰمين صلى اللّٰه علٰى حبيبه سيدنا محمد وآله وسلم.** (منقول أزفتاویٰ شامی رد المحتار: ۶۰۷/۱، طبع دیوبند) (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم، ص: ۱۲۸، شائع کردہ منشی عبداللہ صاحب، محلّہ ڈبہ، ضلع کھیری لکھیم پور)

(۲) یہ کہ جب قبر میں مردے کو دفن کر دیتے ہیں اور چند حافظ قرآن وہاں ٹھہرے جاتے ہیں، وہ بعد میں قبر کے قریب کھڑے ہو کر اذان دیتے ہیں اور قرآن شریف کی سورہ یٰسین پڑھتے ہیں، پھر چلے جاتے ہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًاو مصليًا

(۱) مطبوعہ پرچہ میں جو دعاء ثانی ہے، اس کا تو شامی (ردالمحتار) میں وجود ہی نہیں ہے، یہ تو بالکل غلط ہے اور جھوٹ ہے، البتہ "**لا إلٰه إلا الله والله أكبر**" إلخ (۲) موجود ہے، لیکن اول تو اس میں یہ نہیں کہ اس کو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، لہٰذا یہ نسبت کرنا پہلے جھوٹ سے بڑھ کر جھوٹ ہے، اس لیے کہ اس میں شامی پر جھوٹ ہے اور حکیم ترمذی

(۱-۲) الدر المختار مع رد المحتار، باب صلاة الجنازة، مطلب فيما يكتب علٰى كفن الميت: ۲۴۶/۲، سعيد

پر جھوٹ ہے اور سب سے بڑھ کر حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر جھوٹ ہے، شامی نے اس کو ابن حجر مکی سے نقل کیا ہے، حکیم ترمذی کو نوادر الاصول سے نقل نہیں کیا، ابن حجر مکی نے یہ نہیں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے، دوسرے اس میں یہ نہیں ہے کہ پرچہ پر لکھ کر میت کے سینہ پر کفن کے نیچے رکھ دے، لہذا یہ بھی جھوٹ ہے؛ بلکہ اس میں کفن پر لکھنے کے لیے کہا ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ ابن حجر مکیؒ شافعی ہیں، حنفی نہیں، ان کا قول حنفیہ کے لیے حجت نہیں۔ چوتھی بات یہ ہے کہ شامی نے اسی صفحہ میں ابن صلاح سے نقل کیا ہے کہ کفن پر لکھنا جائز نہیں، ابن صلاح بھی شافعی ہیں اور ان کا درجہ شافعیہ میں ابن حجر مکی سے بہت بلند ہے۔ پانچویں بات یہ ہے کہ علامہ شامیؒ نے ان سب کو نقل کر کے رد کر دیا ہے اور وجہ بیان کی ہے کہ اس سے اللہ پاک کے نام کی اہانت ہوتی ہے؛ کیوں کہ جب میت کا بدن گلتا سڑتا ہے اور اس سے نجاست برآمد ہوتی ہے تو اللہ کے نام کو بھی وہ لگے گی تو اس کو نجس کرنا ہرگز جائز نہیں، جب تک کوئی حدیث ثابت نہ ہو، اس کو منع ہی کیا جائے گا، جس چیز کو شامی نے لکھ کر مردود قرار دیا ہو، اس کی ترغیب شامی کی طرف منسوب کرنا خیانت ہے۔

قد أفتٰی ابن الصلاح بأنه لایجوز أن یکتب علی الکفن یٓس والکهف ونحوهما خوفاً من صدید المیت ... فالأسماء المعظمة باقیة علٰی حالها، فلایجوز تعریضها للنجاسة، والقول بأنه یطلب فعله مردود؛ لأن مثل ذلک لایحتج به إلا إذا صح عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم طلب ذلک، ولیس کذلک، وقدمنا قبیل باب المیاه عن الفتح أنه تکره کتابة القرآن وأسماء اللّٰه تعالٰی علی الدراهم والمحاریب والجدران وما یفرش، وماذاک إلا لاحترامه وخشیة وطئه ونحوه ممافیه إهانة، فالمنع هنا با لأولٰی ما لم یثبت عن المجتهد أوینقل فیه حدیث ثابت". (۱)

(۲) میت کو دفن کرنے کے بعد ایک شخص سورۂ بقرہ کا اول سرہانے اور دوسرا شخص سورۂ بقرہ کا آخر پیروں کی طرف پڑھے، یہ تو حدیث شریف سے ثابت ہے۔ (۲) باقی قبر پر اذان دینا ثابت نہیں بدعت ہے، ردالمحتار: ۲۵۸/۱، باب الاذان میں لکھ کر اس کو رد کیا ہے۔ (۳) (فتاویٰ محمودیہ: ۵۴۱/۸)

---

(۱) ردالمحتار، باب الجنائز، مطلب فیما یکتب علٰی کفن المیت: ۲۴۶/۲-۲۴۷، سعید

"الاستفسار: قد تعارف فی بلاد نا أنهم یلقون علٰی قبر الصلحاء مکتوبا فیه سورة الإخلاص" هل فیه بأس الاستبشار: "هو استهانة بالقرآن؛ لأن هٰذا الثوب إنمایلقی تعظیماً للمیت، ویصیر هذاالثوب مستعملاً مبتذلا، وابتدال کتاب اللّٰه من أسباب عذاب اللّٰه". (مجموعة رسائل الکهنوی نفع المفتی والسائل، مایتعلق بتعظیم اسم اللّٰه و اسم حبیب اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم، إلخ: ۱۵۹/٤، إدارة القرآن)

(۲) وعن عبد اللّٰه بن عمر رضی عنه قال: سمعت النبی صلی اللّٰه علیه و سلم یقول: إذا مات إحدکم فلا تحبسوه وأسرعوا به إلٰی قبره، ولیقرأ عند رأسه فاتحة البقرة، وعند رجلیه بخاتمة البقرة". (مشکٰوة المصابیح، کتاب الجنائز، باب دفن المیت، الفصل الثالث، رقم الحدیث: ۱۷۱۷: ۱٤۹/۱، قدیمی)

"وکان ابن عمر رضی اللّٰه تعالٰی عنهما یستحب أن یقرأعلی القبر بعد الدفن أول سورة البقرة وخاتمتها". (رد المحتار، باب صلاة الجنائز، مطلب فی دفن المیت: ۲۳۷/۲، سعید)

(۳) لایسن لغیرها کعید. (الدرالمختار) (قوله کعید) ووتر وجنازة و کسوف واستسقا. (رد المحتار، کتاب الصلاة، الباب الثانی فی الأذان: ۳۸٥/۱، سعید)

==

کفن پر عہد نامہ لکھنا:

سوال: کیا مردے کے کفن پر عہد نامہ لکھنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــ حامدًا ومصلیًا

قرآن وحدیث سے تو عہد نامہ لکھنا ثابت نہیں، بعض دیگر کتب میں اس کی اجازت دی ہے؛ مگر روشنائی سے نہیں؛ بلکہ انگلی سے اور یہ اجازت بھی مجتہدین فقہا کی طرف سے نہیں ہے؛ اس لیے اس سے احتیاط ہی بہتر ہے۔(١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ١٣٨٥/١٢/٢٥ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ١٣٨٥/١٢/٢٦ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ٥٣٦/٨)

آب زمزم سے تر کیئے ہوئے کپڑے اور احرام کے کپڑے میں کفن کا جائز نہ ہونا:

سوال: حاجئے جامہائے احرام خود را بدیں نیت نگاہداشت کہ بعد مردنش ازاں کفن اوسازند بعضے مردم تھانہائے پارچہ در آب زمزم تر کردہ بہمیں غرض نگاہ مے دارند آیا از روئے سنت سنیہ، یا آثار سلف صالحین برائے ایں امور سندے بہم میرسد یا نہ درصورت ثانیہ بدعت حسنہ یا سیئہ خواہد بود یا چہ؟

الجواب ــــــــــــــــــ

جزئیہ مصرحا از نظر نگذشتہ؛ لیکن حکم فقہاء بکراہت استنجاء از ماء زمزم دلیلے صریح است بروجوب احترام او ودر دیگر جا تصریح کردہ اند بوجوب صیانت اشیاء محترمہ از تعریض برائے صدید میت ونجاست او چنانچہ امر اول در کتاب الطہارت وکتاب الحج از درمختار وامر ثانی در کتاب الجنائز از ردالمحتار مصرحا مذکور ست واز مجموعہ مستفاد می شود کراہت ایں فعل البتہ اگر چیزے باشد کہ صیانتش واجب نہ باشد وبوجہ من الوجوہ ازاں رجائے برکت باشد لا باس بہ است۔(٢) فقط واللہ اعلم

٢٤/ جمادی الاولیٰ ١٣٢٥ھ (امداد، ص: ١٤٧) (امداد الفتاویٰ جدید: ١٤/١٧-٧١٥)

== ولیس لغیر الصلاة الخمس وصلاة الجنائز. (الفتاویٰ الهندیة، الباب الثانی فی الأذان: ١/ ٥٣، رشیدیة)

(١) کتب علٰی جبهة المیت أو عمامته أو کفنه عهد نامه، یرجی أن یغفر اللّٰه للمیت". (الدر المختار). "فالمنع هنا بالأولٰی مالم یثبت عن المجتهد، أو ینقل فیه حدیث ثابت، فتأمل، نعم نقل بعض المحشین عن فوائد الشرجی أن مما یکتب علٰی جبهة المیت بغیر مداد بالأصبع المسبحة". (ردالمحتار، باب صلاۃ الجنائز: ٢/ ٢٤٦-٢٤٧، سعید)

"الاستفسار: قد تعارف فی بلادنا أنهم یلقون علٰی قبر الصلحاء ثوبا مکتوباً فیه سورة الإخلاص، هل فیه بأس".

الاستبشار: "هو استهانة بالقرآن لأن هذا الثوب إنما یلقی تعظیمًا للمیت ویصیر هٰذا الثوب مستعملا مبتذلاً، و ابتذال کتاب اللّٰه من أسباب عذاب اللّٰه". (فتاویٰ اللکنوی المساة نفع المفتی والسائل، مایتعلق بتعظیم إسم اللّٰه حبیب واسم حبیب اللّٰه، إلخ، ص: ١٥٩/٤، ادارة القرآن کراچی)

(٢) ترجمۂ سوال: ایک حاجی اپنے احرام کے کپڑے اس نیت سے محفوظ رکھتا ہے کہ مرنے کے بعد اسے ان میں کفن دیا جائے، ==

خلاصہ سوال:　　ازکفن مبلول بماء زمزم

خلاصہ جواب:　　عدم جواز۔(۱)

تسامح: ازقدیم درتمام حجاج عرب وعجم ایں عمل جاری ست بلانکیر کافہ انام ایں کارمی کنند حتی الامکان فعل اوشاں برمحل صحیح آوردن بہترست بخیال حقیر از دلائل قیاسیہ مجیب علیہ الرحمۃ وقدس سرہ ایں جزئی تفسیر روح البیان اولیٰ است:
وکذا قال فی الاسرار المحمدیة: لووضع شعر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم أوعصاہ أوسوطہ علٰی قبر عاص لنجا ذلک العاصی ببرکات تلک الذخیرة من العذاب ... ومن ھٰذا القبیل ماء زمزم والکفن المبلول بہ وبطانة استار الکعبة والتکفن بھا، انتھیٰ. (تفسیر روح البیان، ص:۵۵۹، مطبوعہ مصر، درتفسیر سورہ توبہ:۳/۱۹۷) وجواز غسل انسان بہ ماء زمزم درتمام کتب فقہ مصرح است وآب زمزم ازکفن مبلول مانند ازبدن انسان خشک خواہد شد ذات او غیرموجود است وتبرک امر معنوی است فافہم فانہ دقیق۔(۲)

(تتمہ اولی:۳۳۲) (امداد الفتاویٰ جدید:۱/۱۵۷-۷۱۶)☆

== بعض لوگ کپڑے کا تھان ''زمزم'' میں بھگوکراس غرض سے محفوظ رکھتے ہیں، کیا سنت، یا آثار سلف میں ان باتوں کی کوئی سند ودلیل ملتی ہے، یانہیں؟ بصورت ثانی یہ بدعت حسنہ ہوگا، یاسیئہ؟ (سعید)

ترجمہ جواب: صریح جزئیہ نظر سے نہیں گزرا ہے؛ لیکن فقہا آب زمزم سے استنجا کرنے کو مکروہ کہتے ہیں، جو صریح دلیل ہے کہ اس پانی کا احترام واجب ہے، دوسری جگہ فقہا نے یہ مسئلہ بھی صراحةً لکھا ہے: اشیا محترمہ کی حفاظت میت کی پیپ اور نجاست سے واجب ہے۔ امراول کی تصریح درمختار کتاب الطہارۃ اور کتاب الحج میں ہے اور امر دوم شامی کتاب الجنائز میں ہے۔ ان تمام جزئیات کے مجموعے سے اس فعل کی کراہت مستفاد ہوتی ہے، البتہ اگر کوئی ایسی چیز ہو، جس کی صیانت واجب نہ ہو اور اس میں کسی طرح کی برکت کی امید بھی ہو تو اس کی گنجائش ہے۔ (سعید)

(۱) ترجمہ سوال: آب زمزم میں بھگوئے ہوئے کپڑے میں کفن دینا؟

ترجمہ جواب: ناجائز۔

(۲) زمانہ قدیم سے عرب وعجم کے تمام حجاج میں بلانکیر یہ عمل جاری ہے، لہذا حتی الامکان ان کے فعل کو صحیح پر محمول کرنا بہتر ہے۔ احقر کے خیال میں مجیب علیہ الرحمہ کے دلائل قیاسیہ سے روح البیان کا مندرجہ ذیل جزئیہ اولیٰ ہے: **ولذا قال فی الاسرار المحمدیة ... الخ** اور ماء زمزم سے غسل کرنے کا جواز تمام کتب فقہ میں مصرح ہے اور غسل کے بعد جیسے بدن سے پانی خشک ہوجاتا ہے، ایسے ہی ترکردہ کفن کا پانی بھی خشک ہوجاتا ہے، عین باقی نہیں رہتی، رہا تبرک تو وہ ایک امر معنوی ہے، فافہم فانہ دقیق۔ (سعید)

☆ کفن کو آبِ زم زم سے تر کرنا:

سوال: کفن کا آب زم زم سے تر کرنا یا چھڑکنا جائز ہے، یانہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا ومصلیًا

قبر میں میت کا جسم پھٹتا ہے، نجاست بھی کفن کو لگتی ہے، زمزم شریف قابل احترام ہے، اس کو نجاست سے بچانا چاہیے؛ اس لیے کفن کو زمزم سے تر کرنا مناسب نہیں، امداد الفتاویٰ میں ایسا ہی لکھا ہے۔ (''الجواب: جزئیہ مصرحہ ازنظر نگذشتہ؛ لیکن حکم فقہاء بکراہتِ استنجاء از مائے زمزم دلیلے صریح است بروجوبِ احترام او، ودر دیگر جا تصریح کردہ اند بوجوبِ صیانت اشیائے محترمہ ازتعریض برائے صدید میت ونجاستِ او، چنانچہ امراول درکتاب الطہارت وکتاب الحج از درمختار، وامر ثانی درکتاب الجنائز از ردالمحتار مصرحاً مذکور است، وازمجموعہ مستفاد می شود کراہت این فعل البتہ اگر چیزے باشد کہ صیانتش واجب نباشد وبوجہِ من الوجوہ ازاں رجائے برکت باشد، لاباس بہ است''۔ فقط واللہ اعلم ==

کفن زمزم سے دھوکر رکھنا، اپنی قبر کی جگہ مخصوص کرنا:

سوال: اگر کسی شخص نے عالم شباب میں اپنے لیے اور اپنی بیوی کے لیے مکہ معظّمہ سے کفن خرید کر اس کو آبِ زمزم سے غسل دے کر رکھا، تو کیا یہ بدعت کہلاتی ہے؟ اور اگر مرنے سے پہلے ہی اپنی قبر کھود کر تیار رکھے اور اپنے متعلقین کو یہ تاکید کر دے کہ وفات کے بعد مجھے اس جگہ دفن کیا جائے تو کیا یہ فعل بدعت ہے؟

الجواب

دونوں باتیں جائز ہیں، بدعت نہیں، مگر ذاتی ملکیت کی جگہ میں بنائی جائے، وقف کی جگہ کو روکنا صحیح نہیں۔(۱)

(آپ کے مسائل اوران کا حل:۴/۲۹۷)

کفن کو آب زمزم میں دھونا:

سوال: حج کے لیے جاتے وقت لوگ کفن کا کپڑا ساتھ لے جاتے ہیں؛ تاکہ آب زمزم میں تر کر کے لائیں، بعض حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ زمزم کے پانی میں کفن تر کر لینے سے مغفرت کی امید ہوتی ہے، اس سلسلہ میں حکمِ شرعی پر روشنی ڈالیں؟ (حافظ غلام احمد مصطفیٰ، بیدر)

الجواب

موت کے بعد انسان کی مغفرت اصل میں تو زندگی کے عمل سے متعلق ہے اور ویسے دعا اور ایصالِ ثواب کے ذریعہ بھی اسے نفع پہونچ سکتا ہے۔ کفن کو زمزم سے تر کر دینے کی وجہ سے انسان کی مغفرت ہوجائے، یہ بات نہ قرآن

== ۲۴/ جمادی الاولیٰ/۱۳۲۵ھ۔(امداد الفتاویٰ:۱/۱۴۷)

خلاصۂ سوال: ازکفن مبلول بمائے زمزم؟

خلاصۂ جواب: عدم جواز۔(امداد الفتاویٰ:۱/۴۸۷، دار العلوم کراچی)

لیکن بعد میں حضرت حکیم الامتؒ نے مندرجہ ذیل صریح جزئیہ کی وجہ سے اپنے قول سے رجوع فرما کر جواز کا فتویٰ دیا ہے:''وآب زمزم ازکفن مبلول مانند بدنِ خشک خواہد شد ذاتِ اُوغیر است، وتبرکِ اومعنوی است:''ولـذا قـال فـي الأسـار الـمحمدية: لو وضع شعر رسـول الـلّٰـه صـلـى الـلّٰـه عليه وسلم أوعصاه أوسوطه علىٰ قبر عاص، لنجا ذلك العاصي ببركات تلك الذخيرة من الـعـذاب، وهٰذا التقبيل ماء زمزم والكفن المبلول به وبطانة أستار الكعبة بها، انتهٰى''.(تفسير روح البيان، ص: ٥٥٩، مصر''. (امداد الفتاویٰ، کتاب الصلوٰۃ، باب الجنائز:۱/۴۸۷، مکتبہ دار العلوم کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند،۱۳۹۴/۶/۲۶ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۸/۵۲۰)

(۱) ويـحـفـر قبـراً لـنـفسـه وقيـل يـكـره والـذي يـنـبـغـي أن لا يـكـره تهيئة نحو الكفن بخلاف القبر، وفي رد الـمـحـتـار تـحـتـه: لابـأس بـه، وفـي التتـارخـانية: لابأس بـه ويؤجر عليه، هٰكذا عمل عمر بن عبد العزيز والربيع خيثم وغيرهما، (قوله والذي ينبغي: الخ)، كذا قاله في شرح المنية، وقال: لأن الحاجة اليه متحققة غالبا بخلاف القبر لقوله تعالىٰ وما تدري نفس بأي أرض تموت. (رد المحتار، باب صلاة الجنائز:٢٤٤/٢، طبع: سعيد)

وحدیث میں آئی ہے اور نہ سلف صالحین سے اس طرح کی بات منقول ہے۔ہاں تبرکاً کفن میں ایسے کپڑے کا استعمال درست ہے،جس سے کوئی مقدس نسبت متعلق ہو۔ یہ بات ثابت ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عبا کی درخواست کی اور جب لوگوں نے ان کے اس عمل پر ناگواری ظاہر کی تو انہوں نے یہی کہا کہ میں نے اسے اپنے کفن کے لیے حاصل کیا ہے،(۱) اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رأس المنافقین عبداللہ بن اُبی کو ان کے صاحبزادہ کی خواہش پر کفن کے لیے اپنا کرتہ عطا فرمایا۔(۲)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر تبرکاً کفن کے کپڑے کو زمزم سے دھولیا جائے تو اس کی گنجائش ہے،البتہ یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کفن ملنے کے باوجود عبداللہ بن ابی کی مغفرت نہیں ہوسکی،حالاں کہ اس کپڑے سے زیادہ مبارک ومسعود کپڑا اور کون سا ہوسکتا ہے،جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس پر رہا ہو؟ (کتاب الفتاویٰ:۳/۱۵۹-۱۶۰)

زمزم سے دھویا ہوا کفن پہنانا جائز ہے:

سوال: یہاں کھلوڑ میں تقریباً دو ہفتے سے عوام میں ایک مسئلہ دربارۂ جواز وعدم جواز کفن مبلول بمائے زمزم زیر بحث ہے اور عوام اس بارے میں اپنی اپنی سمجھ کے مطابق قیاس آرائیوں میں مشغول ہیں۔احقر نے امداد الفتاویٰ دیکھا جلد اول،ص:۱۴۷ میں حکیم الامت دامت برکاتہم نے عدم جواز کا فتویٰ دیا ہے۔انہوں نے شامی کا حوالہ دے کر لکھا ہے کہ استنجا بمائے زمزم کی کراہت نیز اشیائے محترمہ کی صدید میت سے حفاظت کا وجوب شامی میں مصرح ہے،شامی کی عبارت یہ ہے:"**وقد أفتٰی ابن الصلاح بأنه لا یجوز أن یکتب علٰی الکفن یٓس والکهف ونحوهما خوفا من صدید المیت**". (باب الجنائز) (۳) حضرت حکیم الامت کی تقلید کرتے ہوئے میں نے بھی عدم جواز کو نقل کردیا،بعد میں نہایت تفتیش کے بعد ملحقات تتمہ ثانیہ:۳۳۲ پر تسامح کے عنوان پر ایک مضمون دیکھا،جس سے حضرت دامت برکاتہم کی

---

(۱) عن سهل أن امرأة جاء ت النبی صلی الله علیه وسلم ببردة منسوجة فیها حاشیتیها،تدرون ما البردة؟قالوا الشملة قال نعم قالت نسجتها بیدی فجئت لأکسوها فأخذها النبی صلی الله علیه وسلم محتاجاً الیها فخرج الینا وانها ازارهٗ فحسنها فلان فقال أکسنیها ما أحسنها فقال القوم ما أحسنت لبسها النبی صلی الله علیه وسلم وانما سألته لتکون کفنی قال سهل:فکانت کفنه. (صحیح البخاری،کتاب الجنائز،باب من استعد الکفن فی زمن النبی صلی الله علیه وسلم فلم ینکر علیه:۱/۱۷۰،قدیمی،انیس)

(۲) عن عبد الله عمر قال لما مات عبد الله بن أبی جاء ابنه الی النبی صلی الله علیه وسلم فقال أعطنی قمیصک حتٰی أکفنه فیه وصل علیه،واستغفر له فأعطاه قمیصه ثم قال اذا فرغتم فأذنونی أصلی علیه فجذبه عمر قدنهاک أن تصلی علی المنافقین فقال أنابین خیرتین استغفرلهم أولا تستغفرلهم فصل علیه فأنزل الله تعالٰی ولا تصل علٰی أحد منهم مات أبداً ولا تقم علٰی قبره فترک الصلاة علیهم.(سنن النسائي،کتاب الجنائز،القمیص فی الکفن:۱/۲۶۹،قدیمی،رقم الحدیث:۱۹۰۲،۱۹۰۱)

(۳) رد المحتار،کتاب الصلاة،باب صلاة الجنائز،مطلب فیما یکتب علٰی کفن المیت:۲/۲۴۶،ط:سعید

رجعت ثابت ہوتی ہے اور یہ مضمون خود حضرت مولانا کا نہیں ہے؛ بلکہ جس مولوی صاحب نے توجہ دلائی ہے، ان کا مضمون ہے، ان مولوی صاحب نے تفسیر روح البیان کی عبارت نقل کی ہے اور یہی خاص جزئیہ ان کا مستدل ہے، وہوہٰذا:

ولذا قال في الأسرار المحمدية: لو وضع شعر رسول الله صلى الله عليه وسلم أو عصاه أو سوطه علٰى قبر عاصٍ لنجا ذلك العاصي ببركة تلك الذخيرة من العذاب ... ومن هذا القبيل ماء زمزم والكفن المبلول به وبطانة إستار الكعبة والتكفن بها، إنتهٰى. (تفسير روح البيان، مطبوعة مصر: ۵۵۹/۲)

اب گزارش یہ ہے کہ اگر روایاتِ فقہیہ اور نظائر پر غور کرتے ہیں تو اشیائے متبرکہ محترمہ کو ہر قسم کی نجاسات سے بچانا فرض اور ضروری ہے اور ادھر خود حضور پر نور سرورِ کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل کو دیکھتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا قمیص مبارک رأس المنافقین عبداللہ بن اُبي کو کفن کے لیے عنایت فرمایا تھا اور وہ بھی حضرت اقدس کے جسم سے چھوا ہوگا، حالاں کہ وہاں صدید میت کا خوف یقینی تھا، پھر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عنایت فرمایا، اس سے مجوزین کے دلائل کی اور بھی تقویت ہوتی ہے اور اگر قواعد کلیہ شرعیہ پر غور کیا جاتا ہے تو حرمت اور جواز دونوں کے دلائل میں تصادم ہوتا ہے، اس وجہ سے صدید میت سے احتراز کی غرض سے دلائل حرمت کو ترجیح دے کر کراہت کا حکم دیا جاسکتا ہے؛ کیوں کہ کسی شے کا تبرکاً استعمال کرنا زائد از زائد مستحب کے درجے میں ہے اور کسی متبرک اور محترم شے کی نجاسات سے حفاظت ضروریات دین سے ہے تو محض ایک مستحب کی بقا کے لیے ضروری اور فرض شے کو کیسے ترک کیا جاسکتا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خاص فعل کو اگر مصلحت دینی کی غرض سے خصوصیتِ واقعہ پر محمول کریں تو مناسب ہوگا، یا نہیں؟ جب کہ اس مصلحت کو خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ناراضگی دیکھ کر فرمایا: "**إن قميصًا لايغني عنه من الله شيئاً أرجو من الله تعالٰى أن يدخل به ألفاً في الإسلام.**" (۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے متعلق قول فیصل کیا ہے؟

(المستفتی: ۲۷۶۴، مولوی محمد عبدالرحیم حوالدار کٹھور ضلع سورت، ۵/ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ، ۱۱/اپریل ۱۹۴۳ء)

الجواب

کفن مبلول بمائے زمزم میں میرے نزدیک جواز کی جہت راجح ہے اور اس کو استنجا (۲) بمائے زمزم پر قیاس نہ کرنا چاہیے؛ کیوں کہ استنجا میں عین زمزم کی تعریض للنجاست ہے اور ثوب مبلول بمائے زمزم میں مائے زمزم بصورتہ موجود نہیں ہے، خشک ہو چکا ہے، صرف کپڑے کا اس کے ساتھ گزشتہ زمانے میں تلبس ہوا ہے اور اس قسم کے تلبس کو عدم جواز تکفن

---

(۱) بلفظ "ومايغني عنه قميصي من الله أو ربي وصلا تي عليه" وإني لأرجو أن يسلم ما خالف من قومه. (جامع البيان المعروف بتفسير الطبري: ۱۴۲/۱۱، ط: دارالمعرفة بيروت)

(۲) يكره الإستنجاء بماء زمزم) وكذا إزالة النجاسة الحقيقية من ثوبه أو بدنه ... وفي غير الترمذي، أنه كان صلى الله عليه وسلم يحمله وكان يصبه على المرضى ويسقيهم وأنه حنك به الحسن والحسين رضي الله تعالٰى عنهما . (ردالمحتار، كتاب الحج، باب الهدٰى، مطلب في كراهيه الاستنجاء بماء زمزم: ۶۲۵/۲، ط: سعيد)

میں دخل نہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عبداللہ بن ابی (۱) کو قمیص مبارک پہنانا ہی ایک واقعہ نہیں ہے، بلکہ صاحبزادی زینب (۲) کو اپنا تہ بند (حقو) عطا فرمانا اور اشعرنھا ایاہ کی ہدایت فرمانا اور ایک صحابی (۳) کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تہبند مانگ لینا اور صحابۂ کرام کی طرف سے اظہار ناراضگی پر اس کا یہ عذر "ماسأ لته لألبسها ولكن لتكون كفني" اور راوی کا یہ بیان فكانت كفنه بخاری میں موجود ہے؛ اس لیے تکفین بثوب مبلول بمائے زمزم تو (۴) سے اہون ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۳۳/۴-۳۴)

کفن، یا میت پر آب زم زم چھڑکنا:

سوال: آب زمزم کا کفن، یا میت کے جسم پر چھڑکنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــ حامدًا و مصليًا

کفن پاک کپڑے کا دیا جاتا ہے اور غسل کے بعد میت پاک ہے، لہذا آب زمزم کا میت پر غسل کے بعد اور کفن پر تبرک کے لیے چھڑکنا جائز ہے۔

"ويجوز الاغتسال والتوضؤ بماء زمزم على وجه التبرك، ولا يستعمل إلا علىٰ شيء طاهر، فلا ينبغي أن يغتسل به جنب أو محدث، ولا في مكان نجس، لباب وشرحه، وفي مياه الدر: ويرفع الحدث بماء زمزم بلا كراهة. وفي الدر أيضاً: ويكره الا ستنجاء بماء زمزم لا الاغتسال، آه، فاستفيد منه أن نفي الكراهة خاص في رفع الحدث". (غنية الناسك، ص: ٧٥٠)(۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۱/۱۳۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۲۱/۸)

---

(۱) عن جابر رضي الله تعالىٰ عنه قال: أتى النبي صلى الله عليه وسلم عبدالله بن أبي بعد ما دفن فأخرجه فنفث فيه من ريقه والبسه قميصه. (صحيح البخاري، كتب الجنائز، باب الكفن في القميص: ١٦٩/١، قديمي)

(۲) عن أم عطية رضي الله عنها قالت: دخل علينا النبي صلى الله عليه وسلم ونحن نغسل إبنته، فقال: اغسلنها ثلاثاً أو خمساً أو أكثر من ذلك بماء وسدر واجعلن في الآخرة كافوراً فاذا فرغتن فأذنني قالت فلما فرغنا القى إلينا حقوه فقال، أشعرنها إياه. (صحيح البخاري شريف، كتاب الجنائز، باب كيف الاشعار للميت: ١٦٨/١، قديمي)

(۳) إن مرأة جاء ت إلى النبي صلى الله عليه وسلم ببردة منسوجة فيها حاشيتها تدرون ما البردة قالوا: نعم الشملة قال: نعم قالت: نسجتها بيدى فجئت لا كسوكها فأخذها النبي صلى الله عليه وسلم محتاجاً إليها فخرج الينا وإنها ازارة فحسنها فلان فقال أكسنيها ما أحسنها فقال القوم ما أحسنت لبسها النبي صلى الله عليه وسلم محتاجاً إليها ثم سألته وعلمت أنه لا يرد فقال: إني والله ماسألته لالبسه وإنما سألته لتكون كفني قال سهل فكانت كفنه. (صحيح البخاري، من استعد الكفن في زمن النبي: ١٧٠/١، قديمي)

(۴) تكفين بقميص رسول الله صلى الله عليه وسلم وإزاره وحقوه.

(۵) "ولذا قال في الأسرار المحمدية: لو وضع شعر رسول الله صلى الله عليه وسلم أوعصاه أوسوطه علىٰ قبر عاص، لنجاذلك العاصي ببركات تلك الذخيرة، من العذاب ... ومن هذا القبيل ماء زمزم والكفن المبلول به وبطانة أستار الكعبة، والتكفن بها جائز" (تفسير روح البيان، ص: ٥٥٩، التوبة: ٨٤)

==

کفن پر خوشبو لگانا:

سوال: خوشبو کفن میں لگانا کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا ومصلیًا

مستحب ہے۔

”وصفة تكفين الرجل أن يبخر الكفن أولاً بالبخور الطيبة،ويرش عليه الحنوط إن وجد، ويبسط اللفافة،ثم الإزار وهومن القرن إلى القدم.ثم يجعل عليه حنوط إن وجد،ويطلى بالكافور مساجده“إلخ.(رسائل الأركان،ص: ١٥٤)(۱)

البتہ جو خوشبو مرد کے لیے حالتِ حیات میں منع ہے؛ یعنی ورس اور زعفران، اس کا کفن میں لگانا بھی منع ہے، اسی کو البحر الرائق میں لکھا ہے کہ یہ جہل ہے۔ (۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم (فتاوی محمودیہ:۵۲۴/۸)

کفن میں متبرک کپڑا:

سوال: بہشتی زیور اختری: ۵۵/۲ کفنانے کے بیان میں مسئلہ:۹ میں لکھا ہے:

”کعبہ کا غلاف، یا اپنے پیر کا رومال وغیرہ کوئی کپڑا تبرکاً رکھ دینا (قبر میں) درست ہے“۔ (۳)

اس سے فائدہ کیا ہے؟ اس کی افادیت کی کیا دلیل ہے؟ اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وتابعینؒ میں اس کی کوئی نظیر نہیں، عبداللہ ابن ابی کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کرتہ جو دیا گیا تھا، وہ محض بدلہ تھا، اس کرتے کا جو اس نے

== ثم يمسح به (أي بما زمزم) وجهه ورأسه،ويصب على رأسه قليلاً منه إن تيسرله ذلك،والتوضاء بماء زمزم والاغتسال به جائز.(مناسك الملا على القارى،كتاب أدعية الحج والعمرة،الدعاء عند شرب ماء زمزم، ص: ٦٣٠ ،إدارة القرآن كراتشى)

(۱) رسائل الأركان لأبى العياش عبد العلى محمد بحرالعلوم، الرسالة الأولى فى الصلوة،فصل فى حكم الجنازة،بيان سنة التكفين للرجل،ص:١٥٤ ،مطبع يوسفى لكهنو)

”عن أبى وائل قال:عند على رضى الله تعالىٰ عنه مسك،فأوصى أن يحنط به،وقال:”هوفضل حنوط رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم“.قال النووى إسناده حسن“(نصب الراية،كتاب الصلاة،باب الجنائز،فصل فى الغسل (رقم الحديث : ٢٩٩٧):٢٥٩/٢ ،المملكة السعودية جده)

(۲) (وجعل الحنوط على رأسه ولحيته)لأن التطيب سنة وذكر الرازى أن هٰذا الجعل مستحب والحنوط عطر مركب من أشياء عيبة بسائر الطيب غيرالزعفران والورس اعتبارا بالحياة وقد ورد النهى عن المزعفر للرجال ولهٰذا يعلم جهل من يجعل الزعفران فى الكفن عند رأس الميت فى زماننا.(البحر الرائق،كتاب الجنائز: ٣٠٣/٢،دارالكتب العلمية بيروت،انيس)

(۳) بہشتی زیور، حصہ دوم، باب بست وچہارم، کفنانے کا بیان، ص:۱۶۴، دارالاشاعت کراچی

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کفن کی تنگی کے وقت اپنا کرتہ دے دیا تھا، ورنہ جہاں تک فائدہ کا تعلق ہے، خود ارشاد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معالم التنزیل میں یہ نقل کیا ہے کہ ''میرا کرتہ اسے کیا فائدہ دے گا''۔(۱) یہ بات کچھ بریلوی رنگ کی معلوم ہوتی ہے، کیا اس سے اختلاف کیا جا سکتا ہے؟

(محمد عبد اللہ دہلوی غفرلہ، حضرت نظام الدین، دہلی، ۱۳۔۱۴۸)

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

مکرم محترم زیدت مکارمکم　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مشکوۃ شریف باب غسل المیت وتکفینہ، ص:۱۴۳ میں متفق علیہ حدیث ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صاحبزادی صاحبہ کو غسل دیتے وقت ارشاد فرمایا کہ جب غسل دینے سے فارغ ہوجاؤ تو مجھ کو خبر دینا: **''فلما فرغنا أذناه، فألقى إلينا حقوه، فقال: ''أشعرن إياه''**. (الحديث)(۱)

اس پر محدث دہلویؒ لمعات میں فرماتے ہیں:

''وهٰذا الحديث أصل فى التبرك بآثار الصالحين ولباسهم كما يفعله بعض مريدى المشايخ من لبس أقمصتهم فى القبر، والله أعلم''. (هامش المشكوة)(۲)

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں:

''قال الطيبى: أى اجعلن هٰذا الحقو تحت الأكفان بحيث يلاصق بشرتها، والمراد إيصال البركة إليها، آه''. (مرقاة: ۲/۳٤٤)(۴)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری: ۳/۱۰۵، میں لکھا ہے:

''وهو أصل فى التبرك بآثار الصالحين''. (۵)

---

(۱)　وفى معالم التنزيل للبغوى ... وروى أن النبى صلى الله عليه وسلم كلم فعل بعبد الله بن أبى فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ''وما يغنى عنه قميصى وصلا تى من الله، والله! إنى كنت أرجو أن يسلم به ألف من قومه''. (مرقاة المفاتيح، باب غسل الميت وتكفينه، الفصل الثالث: ٤/١٣٠، رقم الحديث: ١٦٤٥، رشيدية)

(۲)　والحديث بتمامه: ''عن أم عطية رضى الله تعالىٰ عنها، قالت: ''دخل علينا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ونحن نغسل ابنته فقال: ''اغسلنها ثلا ثاً أو خمساً أو أكثر من ذلك وسدر، واجعلن فى الآ خرة كافوراً، فإذا فرغتن، فأذننى''. (فلمافرغنا آذناه، فألقى إلينا حقوه، فقال: ''أشعر نها إياه''. (صحيح البخارى، كتاب الجنائز، باب ما يستحب أن يغسل وتراً: ١/١٦٧، قديمى / ومشكوة المصابيح، باب غسل الميت وتكفينه: ١/١٤٣، قديمى)

(۳)　لمعات التنقيح شرح مشكوة المصابيح للأمام عبد الحق المحدث الدهلوى، كتاب الجنائز، باب غسل الميت وتكفينه: ٤/٣١٨ (رقم الحديث: ١٦٣٤، ٤٣١٨) مكتبه المعارف العلمية، لاهور)

(۴)　مرقاة المفاتيح، كتاب الجنائز، باب غسل الميت وتكفينه: ٤/١١٨ (رقم الحديث: ١٦٣٤) رشيدية

(۵)　فتح البارى، كتاب الجنائز، باب غسل الميت ووضوئه بالماء والسدر: ٣/١٦٧، قديمى

بخاری شریف میں روایت ہے:

عن سهل رضى الله عنه أن مرأ ة جاء ت النبى صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم ببردة منسوجة فيها حاشيتها، تدرون ما البردة؟ قالوا:الشملة،قال:نعم قالت:نسجتها بيدى،فجئت لأكسوكها، فأخذها النبى صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم محتاجاً إليها،فخرج إليناوإنها إزاره، فحسنها فلان، فقال:أكسنيها ما أحسنها، فقا ل:القوم، ما أحسنت لبسها النبى صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم محتا جاًإليها،ثم سألته وعلمت أنه لايرد،قال:إني واللّٰه ما سألته لألبسه وإنما سألته لتكون من كفنى، قال سهل:فكانت كفنه. (۱)

اس پر حافظ عینی تحریر فرماتے ہیں: "**وفيه التبرک بآثار الصالحين**" اه. (كذا فى عمدة القارى: ۷۰/٤)(۲)

کفر کے موجود رہتے ہوئے کوئی تبرک ذریعہ نجات نہیں بن سکتا؛ اس لیے ابن ابی رئیس المنافقین کو قمیص مبارک سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

﴿**إن المنافقين فى الدرک الأسفل من النار**﴾(الآية)(۳)

مومن کو کافر پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، اس کی حسنات پر اجر وثواب آخرت میں موعود ہے،(۴) اور کافر کے حسنات پر آخرت میں وعدہ نہیں؛ بلکہ اس کی شان ﴿**کسراب بقيعة يحسبه الظمأن ماء**﴾(۵)

اور مومن کے لیے تو "**شوكة يشاك**" پر بھی اجر ہے۔(۶) عبداللہ ابن ابی نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کرتہ دیا تھا، جب کہ وہ بدر سے اسیر کرکے لائے گئے تھے۔ (كما صرح به القارى فى المرقاة: ۳۵۰/۳)(۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۱/۳/۱۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۱۵/۸-۵۱۸)

---

(۱) صحيح البخارى،باب من استعد الكفن فى زمن النبى صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم فلم ينكرعليه: ۱۷۰/۱،قديمى

(۲)

(۳) سورة النساء: ۱٤٥

(۴) قال اللّٰه تعالىٰ:﴿إن الذين آمنوا وعلموا الصالحات أولئک هم خيرالبرية جزاؤهم عند ربهم جنت عدن تجرى من تحتهاالأنهر خلدين فيهاأبداًoرضى اللّٰه عنهم ورضوا عنه ذلک لمن خشى ربه﴾(سورة البينة:۷-۸)

(۵) سورة النور: ۳۹

(۶) عن الزهرى قال:أخبرنى عروة بن الزبيرأن عائشة زوج النبى صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم قالت:قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم:"مامن مصيبة تصيب المسلم إلاكفراللّٰه بها عنه حتىٰ الشوكة يشاكها". (صحيح البخارى، كتاب المرضى،باب ماجاء فى كفارة المرض: ۸٤۳/۲،قديمى)

(۷) وروى عن جابر رضى اللّٰه تعالىٰ عنه،قال:لما كان يوم بدروأتى بأسارىٰ وأتى بالعباس،ولم يكن عليه ثوب فنظر النبى صلى اللّٰه عليه وسلم له قميصاً فوجدوا قميص عبد اللّٰه بن أبى يقدرعليه فكساه النبى صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم إياه،فلذلک نزع النبى صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم قميصه الذى ألبسه،قال ابن عيينه:كانت له عند النبى صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم يد،فأحب أن يكافئه. (صحيح البخارى،باب الكسوة للأسارى: ٤۲۲/۱،قديمى)

ورواه الملا على القارى فى المرقات فى كتاب الجنائز،باب غسل الميت وتكفينه،الفصل الثالث،تحت حديث جابررضى اللّٰه تعالىٰ عنه: ۱۳۰/٤ (رقم الحديث: ۱٦٤٥)رشيدية)

کعبہ کا غلاف کا کفن میں دینا اور قبر میں رکھنا کیسا ہے:

سوال: کعبہ شریف کے غلاف کے نیچے کی تہ سے میت کو کفن دینا جائز ہے، یا نہیں اور اوپر کے غلاف کے ٹکڑے کو جس پر کلمہ شریف لکھا ہوتا ہے، میت کے ساتھ قبر میں رکھنا کیسا ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــ

اس کے پارچہ متبرکہ سے کفن میت کرنا جائز ہے اور موجب برکات ہے اور کلمہ شریف لکھا ہوا غلاف کا ٹکڑا میت کی چھاتی پر رکھ کر دفن کرنا بھی اگرچہ درست ہے؛ مگر بہتر یہ ہے کہ میت کے سینہ پر غلاف خانہ کعبہ کا ایسا ٹکڑا رکھا جاوے، جس پر کلمہ شریف نہ ہو۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۶۵/۵)

پردۂ کعبہ کا ٹکڑا میت کی پیشانی پر رکھنا:

سوال: بیت اللہ شریف کے غلاف کا ٹکڑا؛ یعنی کپڑا اگر میت کی پیشانی کے اوپر برائے تبرک وموجب برکت کے لیے رکھ دیا جائے تو علمائے دین کیا فرماتے ہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ حامدًا ومصلیًا

جائز ہے،(۲) بشرطیکہ اس پر کلمہ وغیرہ تحریر نہ ہو۔(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۶۲/۹/۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۶/رمضان/۱۳۶۲ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۵۱۸/۸)

---

(۱) قد أفتٰى ابن الصلاح بأنه لايجوز أن يكتب على الكفن يٓس والكهف ونحوهما خوفاً من صديد الميت. (رد المحتار، باب صلاة الجنائز، مطلب فيما يكتب علىٰ كفن الميت: ۲۷۶/۱، دارالفكر بيروت، انيس)

(۲) عن أم عطية رضي اللّٰه تعالىٰ عنه، قالت: دخل علينا رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم ونحن نغسل ابنته، فقال: ''اغسلنها ثلاثاً أو خمساً أو أكثر من ذلك بماء وسدر، واجعلن في الآخرة كافوراً، فأذا فرغتن فأذنني'' فلما فرغنا آذناه فألقى إلينا حقوه فقال: ''أشعرنها إياه''. (صحيح البخاري، باب مايستحب أن يغسل وتراً: ۱۶۷/۱، قديمي)

''قال الطيبي: أي اجعلن هٰذا الحقو تحت الأكفان بحيث يلاصق بشرتها، والمراد ايصال البركة اليها''. (مرقاة المفاتيح، كتاب الجنائز، باب غسل الميت وتكفينه: ۱۱۸/٤ (رقم الحديث: ۱٦۳٤) رشيدية)

قال ابن حجر العسقلاني: ''وهو أصل في التبرك بآثار الصالحين ''. (فتح الباري، كتاب الجنائز، قبيل باب ما يستحب أن يغسل وتراً : ۱۶۷/۱، قديمي)

(۳) وقد أفتٰى ابن الصلاح بأنه لايجوز أن يكتب على الكفن يٓس والكهف ونحوهما خوفاً من صديد الميت ... وقد قدمنا قبيل باب المياه عن الفتح أنه تكره كتابة القرآن و أسماء اللّٰه تعالىٰ على الدراهم والمحاريب والجدران وما يفرش، وماذاك إلا لاحترامه، وخشية وطئه ونحوه مما فيه إهانة، فالمنع هنا بالأولىٰ ما لم يثبت عن المجتهد أو ينقل فيه حديث ثابت ''. (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ۲٤٦/۲-۲٤۷، سعيد)

غلافِ کعبہ کاٹکڑا میت کے سینے پر رکھنا:

سوال: قبر میں کعبہ شریف کی چادر کاٹکڑا اگر میت کے سینے پر تبرکا رکھ دیا جائے تو یہ جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــ حامدًاو مصلیًا

تبرکاً رکھ دینا درست ہے، (۱) بشرطیکہ اس پر اللہ کا نام یا آیت لکھی ہوئی نہ ہو، ورنہ درست نہیں، عامۃ میت کا جسم پھٹ کراس میں سے پیپ وغیرہ نکلتی ہے جوکہ نجس ہوتی ہے اس سے تحفظ ضروری ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۱۳۸۹/۲/۱۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند، ۱۳۸۹/۲/۱۱ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۱۹/۸)

بدیشی کپڑے کا کفن اوراس پر نمازِ جنازہ:

سوال: قبلہ محترم جناب مفتی اعظم صاحب مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور دام ظلکم　　السلام علیکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ!

زید بہت بزرگ وعالم اور متقی پرہیز گار تھا، عرصہ سے عمر کے یہاں مقیم تھا، بقضائے الٰہی فوت ہوگیا۔ زید کے تعلقات بکر سے دیرینہ وقدیمانہ تھے اور بہت خوش گوار تھے، بکر بھی اپنے وقت کا بہت بڑا عالم اور شیخ الحدیث ہے۔ زید کے انتقال پر عمر نے بذریعہ تار بکر کو زید کے مرنے کی اطلاع دی، چناں چہ تجہیز وتکفین سے پیشتر بکر معہ دیگر مولویوں کے آیا، زید کا جنازہ تیار تھا اور بکر کا انتظار کیا جارہا تھا، بکر سے شرکائے میت نے جنازہ کی نماز پڑھانے کے لیے کہا؛ مگر بکر نے صاف انکار کردیا کہ اس پر کفن ولایتی لٹھ کا ہے، میں نماز نہیں پڑھاؤں گا۔ حاضرین نے مکرر التماس کیا کہ جنازہ پر کفن ڈالنے والا عمر ہے، نہ زید نے اپنی زندگی میں کوئی ہدایت کی کہ بعد مرنے کے میرے اوپر بدیشی کفن ملبوس

---

(۱) عن أم عطية رضي اللّٰه تعالٰى عنه، قالت: دخل علينا رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالٰى عليه وسلم ونحن نغسل ابنته، فقال: "اغسلنها ثلا ثاً أو خمساً أو أكثر من ذلك بماء وسدر، واجعلن في الآخرة كافوراً، فأذا فرغتن فأذنني" فلما فرغنا آذناه فألقى إلينا حقوه فقال: "أشعرنها إياه". (صحيح البخارى، باب مايستحب أن يغسل وتراً: ۱۶۷/۱، قديمى)

"قال الطيبي: أي اجعلن هٰذا الحقو تحت الأكفان بحيث يلاصق بشرتها، والمراد ايصال البركة إليها". (مرقاة المفاتيح، كتاب الجنائز، باب غسل الميت وتكفينه: ۱۱۸/٤ (رقم الحديث: ۱٦۳٤) رشيدية)

قال ابن حجر العسقلاني: "وهو أصل في التبرك بآثار الصالحين". (فتح الباري، كتاب الجنائز، قبيل باب ما يستحب أن يغسل وتراً: ۱٦٧/۱، قديمى)

(۲) وقد أفتٰى ابن الصلاح بأنه لايجوز أن يكتب على الكفن يٰسٓ والكهف ونحوهما خوفاً من صديد الميت ... وقد قدمنا قبيل باب المياه عن الفتح أنه تكره كتابة القرآن و أسماء اللّٰه تعالٰى على الدراهم والمحاريب والجدران وما يفرش، وماذاك إلا لاحترامه، وخشية وطئه ونحوه مما فيه إهانة، فالمنع هنا بالأولٰى ما لم يثبت عن المجتهد أو ينقل فيه حديث ثابت". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ۲٤٦/۲-۲٤٧، سعيد)

کرنا مگر بکر نے کوئی جواب نہیں دیا اور بکر کے ہمراہ جو چند مولوی آئے تھے، ان میں ایک بہت بڑا عالم بزرگ تھا، اس نے نماز جنازہ پڑھائی، بدیں وجہ بصورتِ فتویٰ چند باتیں دریافت طلب ہیں:

(۱) کیا ولایتی لٹھ کا اس وقت کفن جائز ہے، یا ناجائز؟

(۲) کیا مردہ پر بدیشی کفن ڈالنا شرعاً ممنوع ہے؟

(۳) کیا اس بدیشی کفن کے باعث مردہ پر قبر میں عذاب نازل رہے گا؟

(۴) بکر کا یہ فیصلہ بوجہ بدیشی (۱) کفن زید کی نماز جنازہ نہ پڑھانا احکام شرعیہ کے ماتحت موجب ثواب کا ہے یا عذاب کا؟

(۵) اور نیز بکر جب کہ خالص ولایتی اشیاء مثلاً گھڑی وچشمہ استعمال کرتا ہے اور اکثر موٹر کی سواری میں چلتا ہے، اس کا استعمال جائز ہے، یا ناجائز؟ فقط والسلام

(خادم: اسلام جمیل احمد صدیقی، سیکرٹری ڈاکخانہ خاص، ضلع مظفر نگر)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا ومصلیًا

(۱،۲) جس کپڑے کا زندگی میں پہننا جائز ہے، اس کا کفن بھی جائز ہے، جس کا زندگی میں پہننا جائز نہیں، اس کا کفن بھی پہننا جائز نہیں۔ (۲) لٹھہ میں اگر کوئی نجاست مادے وغیرہ میں نہیں ہے؛ بلکہ پاک ہے تو اس کا کفن بھی جائز ہے اور اگر اس میں کوئی نجس شے ہے تو اس کا کفن جائز نہیں، اس کی تحقیق کر لی جائے۔ (۳)

(۳) مردے کے جب کسی فعل کو اس میں دخل نہیں تو وہ بری الذمہ ہے، اگر میت نے وصیت کی تھی کہ ناپاک کپڑے کا کفن دیا جائے، یا اس کا علم تھا، ناپاک کپڑے کا کفن دیا جائے گا، پھر بھی جان بوجھ کر منع نہیں کیا تو وہ گناہ گار ہے۔ (۴)

---

(۱) بدیسی: غیر ملک کا، دوسرے دیس کا۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۹۰، فیروز سنز، لاہور)

(۲) والحاصل أن ما یجوز لکل جنس أن یلبسه فی حیاته، یجوز أن یکفن فیه بعد موته، حتٰی یکره أن یکفن الرجل فی الحریر والمعصفر والمزعفر، ولایکره للنساء ذلک اعتباراً باللباس فی حال الحیاة". (بدائع الصنائع، کتاب الصلاة، فصل فی صفة الکفن: ۳۲۷/۲، دار الکتب العلمیة بیروت، انیس)

(۳) وفی القنیة: الطهارة من النجاسة فی ثوب و بدن ومکان وستر العورة شرط فی حق المیت والإمام جمیعاً. (الدر المختار علٰی هامش رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ۲۰۸/۲، سعید)

(وشرطها إسلام المیت وطهارته) ... وفی القنیة: الطهارة من النجاسة فی الثوب والبدن والمکان وستر العورة شرط فی حق الإمام والمیت جمیعاً. (البحر الرائق، کتاب الجنائز: ۳۱۴/۲-۳۱۵، رشیدیة)

(۴) قال ابن عباس رضی اللّٰه تعالٰی عنها: فلما مات عمر رضی اللّٰه تعالٰی عنه، ذکرت ذلک لعائشة رضی اللّٰه عنها فقالت: رحم اللّٰه عمر، واللّٰه ماحدث رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم أن اللّٰه لیعذب المؤمن ببکاء أهله علیه، و لکن رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم قال: إن اللّٰه لیزید الکافر عذاباً ببکاء أهله علیه". وقالت: حسبکم القرآن ولاتزر وازرة وزر أخری. (صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب قول النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم: "یعذب المیت ببعض بکاء أهل علیه إذا کان النوح من سنته: ۱۷۱/۱، قدیمی) ==

(۴) جنازہ کی نماز پڑھنا فرض عین نہیں؛ بلکہ یہ نماز فرض کفایہ ہے، جب اور لوگ بھی پڑھنے پڑھانے والے ہیں تو صورت مسئولہ میں بکر گنہ گار نہیں۔(۱)

(۵) اولاً بکر سے تحقیق کر لی جائے کہ جنازہ کی نماز نہ پڑھانے کی وجہ صرف ولایتی کفن ہے، یا اس کی ناپاکی، یا اور کوئی وجہ ہے؟ تو اگر صرف ولایتی کفن ہے تو اشیائے مذکورہ کا فرق بکر ہی سے دریافت کیا جائے؛ کیوں کہ وہ بھی آپ کے لکھنے کے مطابق اپنے وقت کا بہت بڑا عالم وشیخ الحدیث ہے۔ اگر اس کی وجہ اس کفن کی ناپاکی ہے تو اس میں کوئی اشکال نہیں ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس کے مادے میں بعض نجس چیزیں پڑتی ہیں اور اس میں نماز پڑھنا برا ہے، اگر کوئی اور وجہ ہے تو اس کے معلوم ہونے پر حکم لکھا جا سکتا ہے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف غفرلہ۔ (فتاوی محمودیہ: ۵۲۱/۸-۵۲۴)

کفن کس رنگ کا ہو:

سوال: کفن کے لیے سفید کپڑا اچھا ہے، یا اس کے سوا اور رنگ کا، اور اگر زمین سفید ہو، دھاری سرخ وغیرہ ہوں تو کیسا ہے؟ (رحمت اللہ رتن پور معرفت مولوی محمد ابراہیم رتن پوری متعلم مدرسہ ہذا)

الجواب ـــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

کفن کے لیے سفید کپڑا افضل ہے، اس کے علاوہ بھی جائز ہے، جو رنگ اور کپڑا حالت حیات میں جائز ہے، وہ کفن کے لیے بھی جائز ہے اور جو رنگ اور کپڑا حالتِ حیات میں ناجائز ہے، وہ کفن کے لیے بھی ناجائز ہے۔

== "وقد جمع كثير من أهل العلم بين حديثي عمرو عائشة رضى الله تعالىٰ عنهما بضروب من الجمع، أولها: طريقة البخارى كما تقدم توجيهها، ثانيها: وهو أخص من الذى قبله ماإذا أوصٰى أهله بذلك ... قال أبو الليث السمرقندى: إنه قول عامة أهل العلم ... قال ابن المرابط: إذا علم المرء بماجاء فى النهى عن النوح، وعرف أن أهله من شانهم يفعلون من ذلک، ولم يعلمهم بتحريمه ولا زجرهم عن تعاطيه، فإذا عذب علىٰ ذلک بفعل نفسه لا بفعل غيره بمجرده. (فتح البارى، كتاب الجنائز، باب قول النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: يعذب الميت ببعض بكاء أهله عليه: ۱۹۸/۳، قديمى)

(۱) عن عمران بن حصين رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: إن أخاكم قدمات، فقوموا فصلوا عليه. (سنن النسائى، كتاب الجنائز، باب الأمر بالصلاة على الميت: ۲۷۵/۱، قديمى)

(والصلاة عليه) ... (فرض كفاية) بالإجماع. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب صلاة الجنائز: ۲۰۷/۲، سعيد)

"(وهى فرض كفاية) أى الصلاة عليه للإجماع علىٰ افتراضها، وكونها على الكفاية". (البحر الرائق، كتاب الجنائز، فصل السلطان أحق بصلاته: ۲۱٤/۲، رشيدية)

(۲) ہندوستان کی جنگ آزادی کے موقع پر برطانیہ کے بنے ہوئے سامان کپڑے استعمال کرنے کے بارے میں علمانے یہ فتویٰ دیا تھا۔ (انیس)

"فالأفضل أن يكون التكفين بالثياب البيض... والبرد والكتان والقصب كل ذلک حسن ... والحاصل أن ما يجوز لكل جنس أن يلبسه فی حياته يجوز أن يكفن فيه بعد موته، حتٰی يكره أن يكفن الرجل فی الحرير والمعصفر والمزعفر، ولا يكره للنساء ذلک اعتباراً باللباس فی حال الحياة". (۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۲/۱۰/۲۶ھ۔ الجواب صحیح: عبد اللطیف، ۲۶/شوال/۱۳۵۲ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۲۵/۸)

رنگین کفن:

سوال: کیا مُردوں کو رنگین کفن دیا جا سکتا ہے؟ اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کیا ہیں؟

(محمد ریاض احمد، وجئے نگر کالونی)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ کپڑا سفید کپڑا ہے تو جو لوگ زندہ ہیں، وہ سفید کپڑے کو اپنا لباس بنائیں اور مُردوں کو ایسے ہی کپڑوں میں کفن دیا جائے"۔ (۲)

اس لیے سفید کپڑوں میں کفن دینا افضل ہے۔

"فالأفضل أن يكون التكفين بالثياب البيض". (۳)

ویسے دوسرے رنگ کے کپڑوں میں کفن دیا جا سکتا ہے، فقہا نے اس سلسلہ میں جو اصول لکھا ہے، وہ یہ ہے کہ زندگی میں جس کپڑے کو پہننا جائز ہے، موت کے بعد اس میں کفن دینا بھی جائز ہے۔ مَردوں کے لیے چوں کہ ریشمی اور

---

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الصلاة فصل: وأما صفة الكفن: ۳۹/۲، رشيدية

عن سمرة بن جندب رضی اللّٰه تعالٰی عنه عن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم قال: "ألبسوا الثياب البيض فانها أطهر و أطيب وكفنوا فيها موتاكم. (مسند أحمد، رقم الحديث: ۱۹۵۹۹، من أحاديث سمرة بن جندب: ۶۳۵/۵، دار إحياء التراث العربيبيروت)

"ولم يبين لون الأكفان لجواز كل لون، لكن أحبها البياض". (البحر الرائق، كتاب الجنائز: ۳۰۸/۲، رشيدية)

ولا بأس فی الكفن ببرود وكتان وفی النساء بحرير ومزعفر ومعصفر) لجوازه بكل ما يجوز لبسه حال الحياة، و أحبه البياض. (الدر المختار علٰی هامش رد المحتار، باب الجنائز: ۲۰۵/۲، سعيد)

(۲) عن ابن عباس قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم: خير ثيابكم البياض فألبسوها أحياكم وكفنوا فيها موتاكم، هذا حديث صحيح. (المستدرک علی الصحيحين، كتاب الجنائز: ۵۰۶/۱، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

(۳) بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل فی صفة الكفن: ۳۲۶/۲، دار الكتب العلمية بيروت، انيس

زعفرانی کپڑا احرام ہے؛ اس لیے اس میں کفن دینا بھی جائز نہیں۔ عورتوں کے لیے چوں کہ زندگی میں ایسے کپڑوں کو پہننا درست ہے؛ اس لیے ان کو ایسے کپڑوں میں بھی کفن دیا جا سکتا ہے۔

"والحاصل أن ما يجوز لكل جنس أن يلبسه في حياته يجوز أن يكفن فيه بعد موته". (۱)

(کتاب الفتاویٰ: ۳/۱۵۷-۱۵۸)

مرد کے لیے رنگین کفن کا کیا حکم ہے:

سوال: مرد کے لئے رنگین کفن کا کیا حکم ہے؟

الجواب

درمختار میں ہے: وأحبه البياض. (۲) یعنی محبوب تر اور پسندیدہ تر کفن سفید ہے اور شامی میں مزعفر اور معصفر کپڑا مرد کے کفن میں مکروہ لکھا ہے (۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۵/۲۶۳-۲۶۴)

کنواری لڑکی کو سرخ کفن:

سوال: بعض مقامات پر بالغ غیر شادی شدہ کنواری لڑکی کو سرخ کفن پہنایا جاتا ہے، کیا یہ شرعاً درست ہے؟

(اے، این، محبوب نگر)

الجواب

کپڑوں کے بارے میں جو حکم زندگی کا ہے، وہی حکم موت کے بعد بھی ہے۔ ریشم مَردوں پر زندگی میں بھی حرام ہے اور موت کے بعد بھی، عورتوں کے لیے ریشمی کپڑا زندگی میں بھی جائز ہے اور اس کے کفن بھی، اسی طرح زعفرانی شوخ رنگ کے کپڑے مَردوں کے لیے زندگی میں بھی مکروہ ہیں اور ان کا کفن بھی، البتہ عورتوں کے لیے ان کا کفن جائز ہے:

"وفي حق النساء بالحرير والابريسم والمعصفر والمزعفر ويكره للرجال ذلك". (۴)

البتہ سفید کفن پسندیدہ ہے؛ اس لیے مرد ہو، یا عورت، شادی شدہ ہو، یا غیر شادی شدہ، بالغہ ہو، یا نابالغہ، ہر ایک کے لیے سفید کفن بہتر ہے اور عورت خواہ کوئی بھی ہو، سرخ کفن بھی جائز ہے، اس میں بالغ ونابالغ اور شادی شدہ اور غیر شادی شدہ کا کوئی فرق نہیں۔ (کتاب الفتاویٰ: ۳/۱۵۸-۱۵۹)

---

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الصلاة، فصل فی صفة الکفن: ۲/۳۲۷، دار الکتب العلمية بيروت

(۲) الدرالمختار علیٰ هامش رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ۲/۲۰۵، دار الفکر بيروت، انيس

(۳) (لا بأس فی الکفن ببرود وکتان وفی النساء بحرير ومزعفر ومعصفر). (الدر المختار)

وفی الرد تحت (قوله: وفی النساء) علی تقدير مضاف أی فی کفن النساء واحترز عن الرجال؛ لأنه يکره لهم ذلک. (ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب صلوٰة الجنائز: ۲/۲۰۵، دار الفکر بيروت، انيس)

(۴) الفتاویٰ الهندية، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الثالث فی التکفين: ۱/۱۶۱

عورتوں کے لیے رنگین کفن کا جواز:

سوال: بعض حدیث اور فقہی روایتوں سے میت عورت کو رنگین کپڑے کا کفن دینے کا جواز معلوم ہوتا ہے؛ لیکن اولیٰ اور بہتر ان ہی روایات سے سفید ہے، اصح کون سمجھا جاوے گا اور اگر رنگین ہی دیوے تو سارا کفن رنگین ہو، یا کفن میں سے چند کپڑے رنگین اور چند سفید ہوں، اس کی بابت تشفی کافی ہو؟

الجواب

فی الدرالمختار: ولابأس فی الکفن ببرود وکتان وفی النساء بحریر مزعفر ومعصفر) لجوازہ بکل ما یجوز فیہ حال الحیٰوۃ وأحبہ البیاض أوماکان یصلی فیہ، آہ. (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ زیادہ بہتر تو عورتوں کے لئے بھی سفید ہے لیکن رنگین بھی جائز ہے خواہ کل کفن رنگین ہو یا بعض اور اصح کو تو جب پوچھا جاوے کہ روایات میں تعارض ہو اور جائز اور اولیٰ میں کوئی تعارض نہیں۔ فقط

۲۰/ربیع الاول ۱۳۲۵ھ (حوالہ بالا) (امدادالفتاویٰ جدید: ۱/۱۴۷)

عورتوں کا کفن:

سوال: عورتوں کو کتنے کپڑے میں کفن دیا جائے؟ اور کس ترتیب سے کفن کے کپڑے پہنائے جائیں؟

(محمد رہبر عالم، بیدر)

الجواب

عورتوں کو کم سے کم تین کپڑوں میں کفن دینا چاہیے اور کفن سنت یہ ہے کہ پانچ کپڑوں میں کفن دیا جائے، حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا راوی ہیں کہ جن خواتین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کو غسل دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پانچ کپڑے سپرد کئے، اس میں ایک چادر، دوسرے ازار، (تہبند) تیسرے اوڑھنی، چوتھے لفافہ جو پورے جسم کو لپیٹ لے اور پانچویں سینہ پر باندھے جانے والا کپڑے کا ٹکڑا تھا۔ (۲)

کفن میں ترتیب یہ ہے کہ اولاً سینہ پر کپڑا باندھ دیا جائے، پھر چادر اوڑھائی جائے، بال کے دو حصے کر کے سینے پر ڈال دیا جائے، اب اوڑھنی والا کپڑا اوڑھایا جائے، اس کے بعد ازار، اور آخر میں لفافہ، یہ سب سے پہلے بچھایا جائے گا، اور کفن کے تمام کپڑوں کے اوپر آخر میں لپیٹا جائے گا، (۳) مناسب ہے کہ جو خواتین عملاً کفن پہنانے کا تجربہ رکھتی ہوں، ان سے کفن پہنانے کی ترتیب دریافت کر لی جائے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۳/۱۵۶-۵۷)

---

(۱) الدرالمختار علیٰ ھامش ردالمحتار، باب صلاۃ الجنائز: ۲/۲۰۵، دار الفکر بیروت، انیس

(۲) وکفنہا سنۃ درع وازار ولفافۃ و خمار وخرقۃ تربط ثدیہا) لحدیث أم عطیۃ أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم أعطی اللواتی غسلن ابنتہ خمسۃ أثواب. (البحر الرائق، کتاب الجنائز: ۲/۳۰۹، دار الکتب العلمیۃ بیروت، انیس)

(۳) تلبس المرأۃ الدرع أولا ثم یجعل شعرھا ضفیرتین علیٰ صدرھا فوق الدرع ثم الخمار فوق ذلک تحت الازار ثم الازار ثم اللفافۃ. (الہدایۃ علیٰ فتح القدیر، باب الجنائز، فصل فی التکفین: ۲/۱۱۸، دار الکتب العلمیۃ بیروت، انیس)

عورت کے جنازہ پر سرخ چادر:

سوال: جو عورت خاوند والی مرتی ہے، اس کے جنازے پر ایک سرخ چادر ڈالتے ہیں، ان کے جنازہ پر نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا ومصليًا

نماز جنازہ اس پر بھی درست ہے، سرخ چادر کی پابندی کہیں ثابت نہیں۔(۱)

"**الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة، فكيف إصرار البدعة التي لا أصل لها في الشرع**". (۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم (فتاوی محمودیہ: ۵۲۶/۸-۵۲۷)

نابالغ کا کفن:

سوال: میت نابالغ کو کتنے کپڑے دینا چاہیے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا ومصليًا

اگر بلوغ کے قریب ہے تو وہ بالکل بالغ کے حکم میں ہے؟ اگر اس سے بھی کم ہو، تب بھی بہتر یہی ہے کہ پورا کفن دیا جائے؛ تاہم ایک کپڑے میں دفن کرنے میں بھی مضائقہ نہیں۔(۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۸۸/۵/۱۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۸۸/۵/۱۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۱۰/۸)

---

(۱) عورت کی جنازہ کے اوپر کسی رنگ کی بھی چادر ڈھانکنے کے لیے بچھانا درست ہے، کسی ایک رنگ کے ساتھ خاص کرنا اطلاقاتِ شرع کی تخصیص اور تقیید ہے، جو کہ شرعاً مذموم ہے، خصوصاً جب اس کو امر مندوب وثابت بھی سمجھا جائے اور اس پر التزام بھی کیا جائے۔

من أصر على أمر مندوب، وجعله عزمًا، ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر. (مرقاة المفاتيح، باب الدعاء في التشهد، (رقم الحديث: ٩٤٦) ٣١/٣، رشيدية)

(۲) السعاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، قبيل فصل في القراءة: ٢٦٥/٢، سهيل اكادمى لاهور

(۳) عن الحسن قال: يكفن الفطيم والرضيع في الخرقة، فإن كان فوق ذلك كفن في قميص وخرقتين. (مصنف ابن أبي شيبة، رقم الحديث: ١١٠٩٧، كتاب الجنائز، ما قالوا: في الصبي في كم يكفن: ٤٦٦/٢، دار الكتب)

"والمراهق كالبالغ، ومن لم يراهق إن كفن في واحد، جاز". (الدر المختار)

وفي الرد: أقول: في قوله فحسن اشارة الى أنه لو كفن البالغ يكون أحسن. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ٢٠٤/٢، سعيد)

"والصبي المراهق في الكفن كالبالغ، والمراهقة كالبالغة، وأدنى مايكفن به الصبي الصغير ثوب واحد، والصبية ثوبان". (الفتاوىٰ الهندية، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل الثالث في التكفين: ١٦٠/١، رشيدية)

بالغ اورنابالغ کے کفن کا فرق:

سوال: بالغ مرداورنابالغ لڑکے کے کفن میں کوئی فرق ہے، یانہ؟

الجواب ــ

بہتر یہی ہے کہ نابالغ لڑکے کو بالغ کے موافق کفن دیا جائے؛لیکن اگرایک، یادوکپڑوں میں نابالغ کوکفنایاجائے تو یہ بھی جائزہے۔درمختارمیں ہے کہ "والمراهق كالبالغ ومن لم يراهق إن كفن في واحد جاز".(۱)فقط واللہ اعلم

بندہ محمداسحاق، خیرالمدارس ملتان (خیرالفتاویٰ:۳/۲۶۰)

کفن کے لیے نیا کپڑاخریدناضروری نہیں:

سوال: اگرکوئی کفن کے لیے کپڑاخریدکررکھےتو کیااسے ہرسال کفن کے لیے نیا کپڑادوبارہ خریدناہوگا؟اکثر لوگ یہی کہتے ہیں کہ کفن کا کپڑاصرف ایک سال کے لیے کارآمدہوتاہے۔اس کی شرعی حیثیت کیاہے؟

الجواب ــ

اس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں،کفن کے لیے نیا کپڑاخریدنابھی ضروری نہیں،دُھلی ہوئی چادروں میں بھی کفن دینا صحیح ہے۔(۲)(آپ کے مسائل اوران کاحل:۴/۲۹۵)

کفن میں کتنا کپڑادیناچاہیے:

سوال: میت کوکون،کون کفن دیناچاہیےاورتہبنددیناچاہیے،یانہیں؟ میت کاہاتھ سینہ پررکھناچاہیے، یاسیدھا کردیناچاہیے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

کفن میں مردکوقمیص(کفنی)اوردوچادر(ازارولفافہ)صرف یہی تین کپڑے دینے چاہئیں اورعورت کومذکورہ بالا تین کپڑے کےعلاوہ اوڑھنی اورسینہ بندبھی دیناچاہیے۔(۳)عورت،مردکسی کوتہبندنہیں دیناچاہیے۔تمام کتب فقہ میں ایساہی ہے،میت کاہاتھ سیدھاکردیناچاہیے،اگرسینہ پربطورتحریمہ کےرکھ دیاجائےتوبھی جائزہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمدعثمان غنی(فتاویٰ امارت شرعیہ:۲/۲۶۵)

---

(۱) الدر المختارعلىٰ هامش ردالمحتار،كتاب الصلاة،باب صلاة الجنائز:۲/۲۰۴،دار الفكربيروت،انيس

(۲) وفي المجتبىٰ:والجديد والخلق فيه سواء بعد أن يكون نظيفاً من الوسخ والحدث،الخ. (البحرالرائق: ۲/۱۸۹،كتاب الجنائز،طبع دارالمعرفة/وأيضا في الهندية:۱/۱۶۱،فصل في التكفين،طبع رشيدية)

(۳) ويسن في الكفن له ازار وقميص ولفافة) ... (ولها درع) أي قميص (وازاروخمارولفافة وخرقة تربط بها ثدياها) وبطنها" (الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار،باب صلاة الجنائز:۲/۲۰۲-۲۰۳،دار الفكربيروت،انيس)

لڑکے اورلڑکیوں کے کفن کی تعداد کیا ہے:

سوال: لڑکے اورلڑکیوں کی کفن کی تعداد کیا ہے؟

الجواب

لڑکوں اورلڑکیوں کا کفن بالغین کے موافق ہوتو بہتر ہے اور جائز یہ بھی ہے کہ ایک یا دو کپڑا ہو۔

والمراهق كالبالغ ومن لم يراهق إن كفن في واحد جاز. (الدرالمختار) **وفي الرد: أقول: قوله فحسن إشارة إلٰى أنه لو كفن بكفن البالغ يكون أحسن.** (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵/۲۵۷)

میت مرداورعورت کے کفن کا عدد:

سوال: میت بالغ مرداور بالغہ عورت کو کتنے کپڑے دینے کا حکم ہے؟

الجواب حامدًاو مصليًا

مرد کو تین کپڑے اورعورت کو پانچ کپڑے دینا کفن میں مسنون طریقہ ہے۔(۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۸/۵/۱۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۸/۵/۱۸ھ۔ (فتاوی محمودیہ: ۸/۵۰۸)

مردوعورت کے واسطے کتنا کفن کافی ہے:

سوال: مردوعورت کے واسطے کتنا کفن کافی ہے اوراوپر کی چادر اگر مستعار ڈال دی جائے تو اس کا کیا حکم ہے اور اوپر کی چادر کا کون مستحق ہے؟

---

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ۲/ ۲۰۴، دارالفكر بيروت

(۲) عن ابن عباس رضي اللّٰه تعالٰى عنهما قال: كفن رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالٰى عليه وسلم في ثلثة أثواب نجرانية: الحلة ثوبان، وقميصه الذي مات فيه". (سنن أبي داؤد، كتاب الجنائز، باب في الكفن: ۲/ ۹۳، إمدادية ملتان)

"(ويسن في الكفن له إزار وقميص ولفافة)... (ولها درع): أي قميص (وإزار وخمار ولفافة وخرقة)". (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب صلاة الجنائز: ۲/ ۲۰۲_۲۰۳، سعيد)

"وكفنه سنة إزار وقميص ولفافة... وكفنها سنة درع وإزار ولفافة وخمار وخرقة تربط ثديها". (البحر الرائق، كتاب الجنائز: ۲/ ۳۰۷_۳۰۹، رشيدية)

"عن رجل من بني عروة بن مسعود يقال له: داؤد. وقد ولدته أم حبيبه بنت أبي سفيان زوج النبي صلى اللّٰه تعالٰى عليه وسلم. أن ليلى بنت قانف الثقفية قالت: كنت فيمن غسل أم كلثوم إبنة رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالٰى عليه وسلم عند وفاتها، فكان أول ما أعطانا رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالٰى عليه وسلم الحقاء، ثم الدرع، ثم الخمار، ثم الملحفة، ثم أدرجت بعد في الثوب الأخر، قالت ورسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالٰى عليه وسلم جالس عند الباب معه كفنها يناولنا هاثوباً ثوباً". (سنن أبي داؤد، كتاب الجنائز، باب في كفن المرأة: ۲/ ۹٤، إمدادية ملتان)

الجواب

مرد کے کفن میں تین کپڑے اور عورت کے لیے پانچ مستحب ہیں،(۱) اور وہ چادر جو اوپر ڈالی جاتی ہے، کفن میں داخل نہیں ہے، جو غریب شخص ہے، وہ اگر اس چادر کو خرید کر نہ ڈالے؛ بلکہ اپنی، یا کسی کی چادر مستعار لے کر ڈال دے، تب بھی کچھ حرج نہیں ہے، پھر وہ چادر جس کی ہے، اس کو دے دی جاوے اور اگر خرید کر ڈالی گئی ہے، جیسا کہ رواج ہے تو وہ حق کسی شخص کا نہیں ہے؛ بلکہ ملک ڈالنے والے کی ہے، خود رکھے، یا کسی محتاج کو دے دے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۶۶/۵)

میت مرد اور عورت کے لیے کفن کے کتنے کپڑے سنت ہیں:

سوال: میت مرد اور عورت کے لیے کفن کے کپڑے کتنے سنت ہیں؟

الجواب

مرد کے لیے تین کپڑے کفن میں سنت ہیں: ازار و قمیص اور لفافہ اور عورت کے لیے پانچ کپڑے: قمیص اور ازار اور خمار اور لفافہ اور سینہ بند۔(۲) لفافہ اول بچھایا جاوے، پھر قمیص پھر ازار اور عورت کے لیے لفافہ کے اوپر قمیص، پھر خمار؛ یعنی اوڑھنی پھر ازار پھر سینہ بند اور بعض کتب میں ہے کہ سینہ بند قمیص کے اوپر اور لفافہ کے نیچے۔(۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۶۴/۵)

قمیص کسے کہتے ہیں:

سوال: فقہ کی کتابوں میں کفن کے بیان میں ازار، لفافہ قمیص لکھا ہے، ازار ولفافہ تو دو بڑی چھوٹی چادریں ہیں، قمیص کیا ہے۔ کس صورت اور وضع کا، کہاں سے کہاں تک کا، ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ مراد اس سے تہبند ہے، قمیص کے کیا معنی ہیں؟

الجواب

قمیص کے معنی کرتہ کے ہیں، اردو میں اس کو کفنی کہتے ہیں اور تہبند ازار کا ترجمہ ہے۔

قمیص کا نسبت شامی میں لکھا ہے:

والقمیص من أصل العنق الی القدمین بلا دخریص و کمین.(۴)

(۱) کفن الرجل سنة إزار وقميص ولفافة ... وكفن المرأة سنة درع وزار وخمار ولفافة وخرقة يربط بها ثدييها.(الفتاویٰ الهندية،الباب الحادی و العشرون فی الجنائز،الفصل الثالث فی التکفين: ۱۶۰/۱،انيس)

(۲) السنة أن يكفن الرجل فی ثلٰثة أثواب إزار وقميص ولفافة ... وتكفن المرأة فی خمسة درع وإزار وخمار ولفافة وخرقة تربط فوق ثيبها.(الهداية، كتاب الصلاة،فصل فی التكفين: ۹۰/۱-۹۱،مكتبة رحمانية لاهور،انيس)

(۳) (تبسط اللفافة) أولا (ثم يبسط الازار عليها ويقمص ويوضع علی الازار ويلف يساره ثم يمينه ثم اللفافة كذلك.(الدرالمختارعلیٰ هامش ردالمحتار،باب صلاةالجنائز: ۲۰۴/۲،دار الفكر بيروت،انيس)

(۴) ردالمحتار، كتاب الصلاة،باب صلاة الجنائز،مطلب فی الكفن: ۲۰۲/۲،دار الفكربيروت

(ترجمہ: اور کرتہ؛ یعنی کفنی گردن سے قدمین تک ہونا چاہیے، بدون کلیوں اور بدون آستینوں کے۔)

صورت قمیص کی یہ ہے کہ قریب اڑھائی گز کپڑا لے کر اس کو دہرا کر کے درمیان میں سے اس قدر پھاڑا جائے کہ سر اس میں آجائے اور گردن سے قدمین تک ہونا چاہیے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۶۵/۵)

ازار، سر سے پاؤں تک کی چادر کو کہتے ہیں:

سوال: ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ اس وقت جو مردے کے کفن کا رواج ہے کہ لفافہ و ازار دو چادریں برابر کی ہوتی ہیں، یہ صحیح نہیں ہے اور ان کے لپیٹنے کا قاعدہ بھی غلط ہے؛ بلکہ صحیح یہ ہے کہ لفافہ کی چادر ہونی چاہیے اور ازار تہ بند کو کہتے ہیں، لہٰذا اس کا کپڑا بھی دوسرے قسم کا جیسا وہ شخص پہنا کرتا تھا ہونا چاہیے اور تہبند کی مانند ناف سے لپیٹنا چاہیے۔ **بینوا بالبینات توجروا یوم الحساب**

(**المستفتی**: ۲۷۷۴، مولانا اختر شاہ صدر مدرسہ امداد الاسلام میرٹھ، ۷/شعبان المعظم ۱۳۶۲ھ)

الجواب

فقہائے کرام نے تصریح فرمادی ہے کہ میت کے کفن میں ازار کے لفظ سے بھی چادر مراد ہے اور ازار بھی تہبند کی طرح ناف سے نہ رکھی جائے؛ بلکہ سر سے قدم تک ہو۔ مراقی الفلاح اور اس کے حاشیہ طحطاوی میں ہے:

وإزار من القرن إلٰى القدم.

وفي حاشية الطحطاوي: (قوله: إزار) هو والرداء واللفافة بمعنى واحد وهو ثوب طويل عريض يستر البدن من القرن إلٰى القدم، كما في ابن أمير حاج عن الحاوي القدسي. (۱)

اور جامع الرموز میں ہے:

له إزار من الرأس إلٰى القدم علٰى المشهور وفي الإ ختيار من المنكبين، انتهٰى. (۲)

اور غنیۃ المستملی میں ہے:

ثم اللفافة من القرن إلٰى القدم وكذا الإزار، إنتهٰى. (۳)

درمختار میں ہے: **إزار وقميص ولفافة۔** (۴)

شامی نے اس پر لکھا: **(قوله إزار) هو من القرن إلٰى القدم، الخ.**

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ دہلی (کفایت المفتی: ۳۵/۴)

---

(۱) مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي، باب أحكام الجنائز، ص: ۵۷۵، دار الكتب العلمية بيروت، انيس

(۲) فصل في الجنائز: ۲۸۱/۱، ط: المطبعة الكريمية ببلدة قران، ۱۳۲۳ھ

(۳) غنية المستملي، كتاب الصلاة، فصل في الجنائز، ص: ۵۸۱، انيس

(۴) باب صلاة الجنائز: ۲۰۲/۲، ط، سعيد

عورت کے کفن میں سینہ بند اوپر رہنا چاہیے، یا نیچے:

سوال: مرد اپنی زوجہ کو دیکھ سکتا ہے، یا نہیں؟ اور قبر میں اتار سکتا ہے، یا نہ؟ اور عورت بھی اپنے شوہر کو دیکھ سکتی ہے، یا نہ؟ عورت کے کفن میں خرقہ؛ یعنی سینہ بند سب کپڑوں کے اوپر رہنا چاہیے، یا قمیص کے نیچے؟ اوپر نیچے سے کیا مطلب ہے؟

الجواب

مرد اپنی زوجہ کو بعد وفات دیکھ سکتا ہے اور قبر میں اتار سکتا ہے اور عورت بھی اپنے شوہر کو دیکھ سکتی ہے۔خرقہ سینہ کا لفافہ کے نیچے اور قمیص کے اوپر ہونا چاہیے؛ یعنی لفافہ نظر میں سب سے اوپر رہے، اس کے بعد سینہ بند اور اگر لفافہ کے اوپر رکھ دیا، جب بھی خرابی نہیں ہے، جائز ہے۔اول لفافہ بچھانا چاہیے؛ تاکہ لپیٹنے کے بعد اوپر رہے۔(۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم: ۲۵۷/۵-۲۵۸)

میت کا ازار لفافہ سے کم ہونا چاہیے:

سوال: میت کے کفن میں ازار ولفافہ دونوں برابر ہونی چاہئیں، ازار لفافہ سے کچھ مقدار کم دینے سے کافی ہے، ایک مولوی نے ازار کو لفافہ کی برابر دینا حرام فرمایا ہے اور حرام ہونے کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ ازار کو لفافہ کی برابر دینا فضولیت میں سے ہے، کیا مولوی صاحب کا فرمانا صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ازار لفافہ سے کم ہونا چاہیے اور لفافہ کی برابر کرنے میں اسراف ہے، جو شرعاً ممنوع ہے اور ازار کی مقدار سر سے قدم تک لکھی ہے۔شامی میں ہے:

(قوله: إزار، الخ) هو من القرن إلى القدم والقميص من أصل العنق إلى القدمين بلا دخريص وكمين واللفافة تزيد على ما فوق القرن والقدم ليلف فيها الميت وتربط من الأعلىٰ والأسفل، إمداد. (۲) واللہ تعالیٰ اعلم (امداد المفتین: ۳۷۶/۲)

مرد وعورت کی کفنی میں گریبان کس طرف کیا جائے:

سوال: میت مرد ہو یا عورت قمیص کا گریبان پیچھے گردن کی طرف کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) ردالمحتار: ۸۰۹/۱

ويمنع زوجها من غسلها ومسها لا من النظر إليها على الأصح ... وهي لا تمنع من ذلك. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب صلاة الجنائز: ۹۸/۲، دار الفكر بيروت، انيس)

(۲) رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، مطلب في التكفين: ۲۰۲/۲، دار الفكر بيروت

الجواب ــــــــــــــــــــــ

مرد اور عورت کی کفنی میں اگر مساوات ہوتو اس میں بھی کچھ حرج نہیں ہے؛ کیوں کہ بہت سے فقہانے ورع اور قمیص کو مترادف فرمایا ہے اور جن فقہا نے ان میں فرق کیا ہے تو اس سے بھی لزوم اس کا ثابت نہیں ہے؛ بلکہ شرح منیہ میں یہ تصریح فرمائی ہے کہ یہ امر عادت پر موقوف ہے، اب چوں کہ عادت یہ ہے کہ مرد اور عورت دونوں کا شق گریبان سینہ پر ہوتا ہے؛ اس لیے دونوں کی کفنی میں یہ درست ہے اور اگر فرق مذکور کیا جائے، تب بھی کچھ حرج نہیں ہے، غرض یہ ہے کہ یہ فرق لازم نہیں ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۲۶۰/۵)

کفن میں لنگ دینا کیسا ہے:

سوال: کفن میں لنگ (دوگز کپڑا جو ناف سے ٹخنوں کے اوپر تک دیا جاتا ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس زمانہ میں دیا جاتا تھا، یا نہیں؟

حضرت کو خود دیا گیا، یا نہیں؟ اصحاب وتابعین نے بحالت استطاعت مردوں کے کفن میں لنگ دیا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

مردہ کو غسل کے بعد جو کپڑا بغرض ستر اور نشف رطوبت کے کمر میں لپیٹ دیتے ہیں، اس کو لنگ کہئے یا تہبند، اس کو قمیص پہنانے کے بعد علیحدہ کر دینا چاہئے۔ لنگ نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا، نہ حضرت کے بعد صحابہ وتابعین میں کسی کو دیا گیا ہے اور چوں کہ مسنون کفن مرد کے لیے صرف تین کپڑے، قمیص، ازار، ردا اور عورتوں کے لیے صرف پانچ کپڑے: قمیص، ازار، خمار، لفافہ اور سینہ بند ہیں؛ اس لیے لنگ کفن میں دینا خلاف سنت ومکروہ وبدعت ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۲۷/۳/۱۳۵۰ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۶۵/۲-۲۶۶)

کفن کے بند کا حکم:

سوال: کفن پہنانے کے بعد میت کو تین گرہ کفن میں دے دی جاتی ہیں، خواہ مرد ہو، یا عورت: سرہانے، کمر میں پاؤں جانب۔ قبر میں اتارنے کے بعد میت کی تینوں گرہیں کھول دی جاتی ہیں اور عورت کی صرف منہ کی طرف کھول دی جاتی ہے اور کمر پاؤں کی جانب بدستور گرہ لگی رہتی ہے اور بعض لوگ بند ڈھیلے کر دیتے ہیں، حدیث وفقہ سے بند کا باندھنا قبر میں گرہ کا کھولنا وغیرہ ثابت ہے، یا نہیں اور اس طریقہ کو کب، کس نے اور کس طرح ایجاد کیا؟

---

(۱) الدرع هو القميص الا أنه الذى يفتح جيبه على الصدر والقميص يفتح جيبه على الكتف وقد كان القميص من عادة الرجال والدرع من عادة النساء فى الحياة فكذا فى الموت. (غنية المستملى، فصل فى صلاة الجنازة، ص: ۵۳۷-۵۳۸)

(۲) ويسن فى الكفن له ازار وقميص ولفافة) ... (ولها درع) أى قميص (وازار وخمار ولفافة وخرقة تربط بها ثدياها) وبطنها. (الدر المختار على هامش ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ۲۰۲/۲-۲۰۳)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًاو مصلیًا

تین جگہ باندھنے سے یہ فائدہ ہے کہ جنازہ اٹھاتے اور لے جاتے وقت کفن نہ کھل جائے اور قبر میں رکھنے کے بعد یہ اندیشہ نہیں رہتا؛اس لیے کھول دیتے ہیں۔عورت مرد سب کے ہی تینوں بند کھول دیئے جاتے ہیں،ہر دو کے باندھنے کی بھی مصلحت ایک ہے اور کھولنے کی ایک ،لہذا تفریق کی ضرورت نہیں ،اگر کفن کھلنے کا اندیشہ نہ ہوتو بند باندھنے کی بھی ضرورت نہیں۔

کبیری شرح منیہ ،ص:۵۳۸(۱) میں بند باندھنے کو اسی قید کے ساتھ مقید کیا ہے،اسی طرح عالمگیری:۱۶۰/۱(۲)،مجمع الانہر:۱۸۲/۱(۳) میں ہے اور قبر میں رکھنے کے بعد بند کھولنے کا حکم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا ہے۔(کذا فی مراقی الفلاح،ص:۳۳۴)(۴)فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بالصواب (فتاوی محمودیہ:۵۳۲/۸)

کفن کی بندش کے لیے کس قدر کپڑا ہونا چاہیے:

سوال: عموماً کفن میت پر کپڑے کی دھجی سے تین بندش کی جاتی ہے،ان بندشوں میں سے درمیان کے سوا باقی دو بندش کے پکڑنے کے لیے کس قدر کپڑا رکھا جائے ،سر اور تلوے کی گرہ کے بعد مٹھی بھر سے زائد کپڑا چھوڑنا کیسا ہے؟

حامدًا و مصلیًا،الجواب ــــــــــــ و باللّٰہ التوفیق

کسی دھجی سے کمر، پیر اور سر کی طرف کفن کو باندھنا صرف کفن کھل نہ جائے ،اس مصلحت سے ہے،کوئی حکم شرعی ضروری نہیں،اسی مصلحت سے سب سے اوپر کی چادر جسے لفافہ کہتے ہیں،اس قدر زیادہ رکھی جائے ،جو سر اور پیر دھجی باندھ سکیں،اس میں کوئی حد مقرر نہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم (مرغوب الفتاویٰ:۱۵۰/۳)

---

(۱) فیقمص و یحنط،ثم یعطف علیه الإزارمن جهة الیسار،ثم من الیمین،ثم اللفافة کذلک،ویربط إن خیف انتشاره".(الحلبی الکبیر،کتاب الصلاة،فصل فی صلاة الجنائز،الثالث فی تکفینه،ص: ۵۸۱،سهیل اکیڈمی،لاهور
ویوجه المیت فی القبرإلی القبلة علیٰ جنبه الأیمن،ولایلقی علیٰ ظهره،وتحل العقده"(الحلبی الکبیر،کتاب الصلاة،فصل فی صلاة الجنازة،السادس فی الدفن،ص: ۵۹۷،سهیل اکادمی،لاهور)

(۲) وکفن المرأة سنة:درع،وإزار،وخمار ، و لفافة،وخرقة یربط بها ثدیاها".(الفتاویٰ الهندیة،الباب الحادی والعشرون فی الجنائز،الفصل الثالث فی التکفین:۱۶۰/۱،رشیدیة)
(قال:(وعقد):أی الکفن (ان خیف انتشاره)صیانة عن الکشف ... ثم یعطف الإزار،ثم اللفافة کما ذکرنا فی حق الرجل،ثم الخرقةفوق الأکفان لئلا تنتشر،وعرضها مابین الثدی إلی السرة،وقیل:مابین الثدی إلی الرکبة لئلا ینتشرالکفن بالفخذین وقت المشی".(تبیین الحقائق،باب الجنائز:۵۶۹/۱ ، دارالکتب العلمیة، بیروت)

(۳) ویعقد الکفن إن خیف أن ینتشرصیانة عن الکشف)".(مجمع الأنهر،باب الجنائز:۲۶۸/۱،غفاریة،کوئٹة)

(۴) (وتحل العقدة)لأمرالنبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم سمرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه،وقد مات له ابن:"أطلق عقد رأسه وعقد رجلیه".(ولأنه آمن من الانتشار".(مراقی الفلاح علیٰ حاشیة الطحطاوی،کتاب الصلاة،باب الجنائزفص فی حملها ودفنها،ص:۶۰۹،دار الکتب العلمیة بیروت)

اوپر کی چادر اور دستانے کفن میں داخل ہیں، یا خارج:

سوال: اوپر کی چادر اور دستانہ وغیرہ، جو غسال کے واسطے بنائے جاتے ہیں۔وہ داخل کفن ہیں، یا نہیں؟

الجواب

چار پائی کے اوپر کی چادر اور دستانہ غسال کے داخل کفن نہیں ہیں؛ لیکن چادر اوپر کی اس وجہ سے مستحسن ہے کہ میت کو عزت کے ساتھ لے جانا چاہیے اور دستانہ بوجہ ضرورت غسل ومس عورت ضروری ہے۔فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۵/۲۵۹)

کفن کے اوپر کی چادر:

سوال: میت کے اوپر کفن پر کس قسم کی چادر ڈھانک کر لے جانا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی چادر ڈھانک کر لے جانا درست ہے، جس کا زندگی میں پہننا درست ہے،(۱) اور وہ چادر جزو کفن نہیں،(۲) بعض جگہ دستور ہے کہ وہ چادر گورکن کا حق تصور کرتے ہیں، یہ بے اصل ہے۔(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳/۷/۱۳۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، ۱۴/۷/۱۳۹۰ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۸/۵۲)

جنازہ کے اوپر چادر ڈالنا کیسا ہے:

سوال: میت پر مسنون کفن کے علاوہ اکثر مرد پر لنگی عورت پر کوئی اور رنگ دار دوپٹہ میت کے وارث اپنی عزت

(۱) لجوازه بكل ما يجوز لبسه حال الحياة وأحبه البياض.(الدرالمختار،باب الجنائز:۲/۲۰۵،سعيد)

ويكفن الميت كفن مثله،وتفسيره:أن ينظر إلى ثيابه في حال حياته لخروج الجمعة والعيدين،فذلک كفن مثله.(البحرالرائق،كتاب الجنائز:۲/۳۰۸،رشيدية)

(۲) اس لیے کہ مرد کو تین کپڑوں میں اور عورت کو پانچ کپڑوں میں کفن دینا مسنون ہے،ان سے زائد ثابت نہیں۔(وقد تقدم تخريجه في أوائل الفصل تحت عنوان:"کفن کے کپڑے")

(۳) عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت:قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم:"من أحدث في أمرنا هذا ماليس منه فهورد".(صحيح البخاري،باب إذا اصطلحوا على صلح جور فهو مردود:۱/۳۷۱،قديمي)

"قال العلامة المناوي تحته:(من أحدث) أي أنشا واخترع وأتى بأمرحديث من قبل نفسه ... (في أمرنا) شاننا أي دين الاسلام ... (ماليس منه) أي رأيا ليس له في الكتاب والسنة عاضد ظاهرأوخفي،ملفوظ أومستنبط (فهورد):أي مردود فاعله لبطلا نه".(فيض القدير،(رقم الحديث:۸۳۳۳):۱۱/۵۵۹۴،مكتبة نزارمصطفى الباز،رياض)

وعرفها الشمني "بأنها (أي البدعة)ما أحدث على خلاف الحق المتلقى عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من علم أوعمل أوحال بنوع شبهة واستحسان،وجعل ديناً قويماً وصراطاً مستقيماً".(ردالمحتار،كتاب الصلاة،باب الإمامة،مطلب البدعة على خمسة أقسام:۱/۵۶۰-۵۶۱،سعيد)

کے لیے ڈالتے ہیں، جو بعد دفن گورکن لے لیتا ہے۔ یہ کپڑا مسنون ہے، یا نہیں؟ نیز امام اس کپڑے کو اُتروا کر نماز جنازہ پڑھاتے ہیں۔ ایسا کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

مسنون کفن کے علاوہ مرد اور عورت کے جنازہ پر سفید چادر ڈالنے میں تو کچھ حرج نہیں ہے، جیسا کہ عام رواج ہے؛ لیکن عورت کے جنازہ پر رنگ دار کپڑا ڈالنا اچھا نہیں ہے؛ لیکن جب کہ وہ پاک ہے تو نماز پڑھنے کے وقت اس کے ساتھ نماز پڑھنا بھی جائز ہے، نماز کے لیے اس کے اُتارنے کی ضرورت نہیں ہے؛ بلکہ بہتر یہ ہے کہ اول سے رنگ دار کپڑا نہ ڈالا جاوے؛ کیوں کہ مستحب یہ ہے کہ میت پر سفید کپڑا ہو۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۶۰/۵-۲۶۱)

غسلِ میت کے بعد جو کپڑا سترِ عورت کے لئے ڈالا جائے، کیا وہ جزوِ کفن ہے:

سوال: مردہ کو غسل دینے کے بعد ایک تہبند پہناتے ہیں، وہ ایسا ہی ہوتا ہے، جیسا کہ عام طور سے ہوتا ہے، لنگی کو کفن میں شمار کر کے بغیر کسی عذر کے قمیص اور لفافہ پر اکتفا کیا جا سکتا ہے، یا ازار بھی دینا ہوگا؟

اگر اس لنگی کو کفن میں نہ شمار کیا جائے؛ بلکہ اس کے علاوہ تین کپڑے دیئے جائیں تو اس لنگی کو جو غسل دیتے وقت پہنائی گئی تھی، نکال دینا بہتر ہے، یا اس کا رہنے دینا بہتر ہے؟ اولویت کے اعتبار سے جواب مطلوب ہے؟

الجواب حامدًا ومصلیًا

ازار میت کے متعلق فقہا کے تین قول ہیں: ایک یہ کہ سر سے پیر تک ہو لفافہ کی طرح۔ دوسرا قول یہ ہے کہ منکب سے قدم تک ہو۔ تیسرا قول شیخ ابن ہمامؒ نے فتح القدیر میں فرمایا ہے کہ سرہ سے رکبہ تک ہو اور اس کو حدیث سے اقرب قرار دیا ہے۔

"والإزار واللفافة من القرن إلى القدم، والقرن هنا بمعنى الشعر، واللفافة هي الرداء طولاً وفي بعض نسخ المختار: أن الإزار من المنكب إلى القدم هذا ماذكروه. وبحث فيه في فتح القدير بأنه ينبغي أن يكون إزار الميت كإزار الحي من السرة إلى الركبة؛ لأنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أعطى اللاتي غسلن إبنته حقوة وهي في الأصل معقد الإزار ثم سمي به الإزار للمجاورة، آه". (۲)

"والبحث في فتح القدير: ۱/ ۷۵۵، حيث قال: "وهٰذا ظاهر في أن إزار الميت كإزار الحي من الحقو فيجب كونه في الذكر كذلك لعدم الفرق في هٰذا". (۳)

(۱) لجوازه بكل مايجوز لبسه حال الحياة وأحبه البياض أوماكان يصلي فيه. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار باب صلاة الجنائز: ۲۰۵/۲، دارالفكر بيروت، انيس)

(۲) البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ۳۰۷/۲، رشيدية

(۳) فتح القدير، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ۱۱۵/۲، مصطفى البابي مصر)

(قوله: إزار إلخ) هو من القرن إلى القدم والقميص من أصل العنق إلى القدمين بلا دخريص وكمين واللفافة تزيد علىٰ ما فوق القرن والقدم ليلف فيها الميت وتربط من الأعلىٰ والأسفل". (ردالمحتار، باب الجنائز: ۲۰۲/۲، سعيد)

مگر عامۂ فقہاء قولِ اول ہی کو لیتے ہیں، لہٰذا اس لنگی کو علاحدہ کر کے مستقل ازار دیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۳۰/۷/۱۳۸۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۳۴/۸)

کفنائے ہوئے میت پر چادر ڈال کر لے جانا کیسا ہے:

سوال: مسلمان مرد میت کا جنازہ لے جاتے وقت چادر وغیرہ سے پردہ کر کے یعنی میت کو چادر اوڑھا کر لے جانا چاہیے، یا نہیں؟ اس کا ثبوت قرآن وحدیث میں ہو تو مطلع فرماویں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: ما رأہ المومنون حسناً فھو عند اللّٰہ حسن

وفی الدر المختار: ولا بأس بزیادۃ علی الثلاثۃ ویحسن الکفن لحدیث "حسنوا أکفان الموتٰی فإنھم یتزاورون فیما بینھم، یتفاخرون بحسن أکفابھم". (۱)

لہٰذا چوں کہ میت کے اوپر چادر ڈالنے میں تحسین میت واعجاز میت ہے اور حسب روایت فقہ اس میں کچھ حرج ہے اور یہ امر معروف بین المسلمین ہے ان وجوہ سے اس میں کچھ حرج نہیں معلوم نہیں ہوتا۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۲۷۰/۵)

میت کے اوپر کی چادر کیا کی جائے:

سوال: بعض ولی میت کے اوپر کی چادر گورستان ہی میں موجود فقیر کو خیرات کر دیتے ہیں؛ لیکن بعض ولی میت مسجدوں میں بھیج دیتے ہیں، کار پرواز مسجدوں کے اس چادر کو برسوں دوسری میت لاوارث مسکین کے انتظار میں صندوق میں بند رکھتے ہیں، حالاں کہ اس صورت میں کبھی کیڑا بھی نقصان کر دیتا ہے اور لگ جاتا ہے، جب کوئی لاوارث مسکین مرتا ہے تو انہی چادروں کا کفن اس کے لیے بنا دیتے ہیں۔ ایسا کرنا شرعاً جائز ہے، یا نہ؟ بعض لوگ یہ فتوی دیتے ہیں کہ میت کے ساتھ جو فقیر خیرات لینے کو جاتا ہے اور چادر کا مستحق وہی فقیر ہے، اس قسم کی چادر، یا کوئی کپڑا اگر امام مسجد، یا مؤذن طالب علم مسکین کے مصرف میں خرچ کیا جاوے تو جائز ہے، یا نہیں؟ امام مسجد اگر اس چادر کو بلا حکم کار پرداز مسجد کے کسی طالب علم مسکین کو دے دے تو جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

وہ چادر ملک اولیاء میت کی ہوتی ہے؛ یعنی جس نے میت کو کفن دیا اور وہ چادر میت پر ڈالی، وہ اسی کی ملک ہے۔ پس جس غرض کے لیے وہ چادر کار پردازان مسجد کے پاس بھیجی جاوے، ویسا ہی کیا جاوے۔ اگر اولیاء میت نے وہ چادر اسی لیے بھیجی ہے کہ کسی لاوارث میت کا کفن اس سے کیا جاوے تو اس چادر کو اسی کام کے لیے رکھا جاوے اور اس کا خیال نہ کیا جاوے کہ کیڑا نہ لگ جاوے، یا گل نہ جاوے؛ کیوں کہ اس میں دینے والے کی نیت اور غرض کا اعتبار کیا

---

(۱) الدر المختار علیٰ ھامش رد المحتار، باب صلاۃ الجنائز: ۲۰۲/۲، دار الفکر بیروت، انیس

جاوے گا، اگر مالک چادر نے وہ چادر اس لیے دی ہے کہ کسی مسکین کو، یا طالب علم کو دی جاوے تو ویسا ہی کیا جاوے، اپنی طرف سے کوئی امر خلاف امرونیت مالک نہ کیا جاوے اور یہ کہنا کہ یہ حق اس فقیر کا ہے، جو جنازہ کے ساتھ جاتا ہے، یا اس قبرستان میں مقیم ہے، جس میں وہ میت مدفون ہوتا ہے، غلط ہے۔ کسی خاص شخص کا اس میں کچھ حق نہیں ہے۔ پس معلوم ہوا کہ جو کچھ کیا جاوے، وہ بامر واجازت مالک چادر کیا جاوے، اس کی اجازت کے خلاف کوئی امر نہ کیا جاوئے اور اگر مالک چادر نے کارپرداز مسجد کی رائے پر چھوڑ دیا ہے تو جیسا وہ مناسب سمجھے کرے۔ اس کے خلاف اجازت کسی دوسرے کو اس میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۷۲/۵)

میت کو سلا ہوا قمیص پہنایا جائے، یا نہیں:

سوال: بعد غسل میّت خواہ مرد ہو، یا عورت جو کہ پیرہن پہنایا جاتا ہے، وہ بصورت قمیص سینا چاہیے، یا کہ صرف گلے کی طرف سے کاٹ کر پہنا دینا چاہیے؟

(المستفتی: ۳۵، عین اللہ طرفدار (ضلع میمن سنگھ) ۱۲/ جمادی الاولی ۱۳۵۲ھ، مطابق ۴/ ستمبر ۱۹۳۳ء)

الجواب

قمیص کو سی کر پہنانا بہتر ہے؛ کیوں کہ قمیص کا اطلاق اس کفنی، یا پیرہن پر نہیں ہوتا، جو صرف گلا پھاڑ کر میّت کے نیچے اوپر ڈال دیا جاتا ہے۔ ہاں فقہا(۱) نے یہ اجازت دی ہے کہ میّت کی قمیص میں کلیاں نہ ڈالی جائیں تو مضائقہ نہیں۔

مفتی کفایت اللہ صاحب (کفایت المفتی: ۳۰/۴)

کفن میں سلے ہوئے کپڑے استعمال کرنا خلافِ سنت ہے:

سوال: جب کوئی عورت، یا مرد وفات پا جاتے ہیں، ان کے لیے سلے سلائے کپڑے جو وہ زندگی میں پہنتے تھے، گھر میں موجود ہوتے ہیں، اس کے باوجود مزید رقم خرچ کر کے کفن خریدا اور سلوایا جاتا ہے، کیا پاجامہ قمیص، یا شلوار قمیص میں دفن کیا جا سکتا ہے؟

الجواب

کفن میں سلے ہوئے کپڑے استعمال نہیں ہوتے، سلے ہوئے کپڑے کفن میں استعمال کرنا خلاف سنت ہے۔ (۲)

(آپ کے مسائل اوران کا حل: ۲۹۶/۴)

---

(۱) حضرت نے قمیص کو سی کر پہنانے کو ترجیح دی ہے، جب کہ دیگر فقہانے تصریح فرمائی ہے کہ قمیص سلی ہوئی نہ ہو اور عمل اسی پہ ہے۔

والقميص من أصل العنق إلى القدمين بلا دخريص. (ردالمحتار، باب صلاة الجنائز: ۲۰۲/۲، ط: سعيد)

وكيفية التكفين: أن يكفن الرجل فى ثلاثة أثواب: قميص وإزار ولفافة، يبسط اللفافة ثم الإزار فوقها ثم يقمص ويوضع على الأرض، والقميص من المنكب إلى القدم والإزار واللفافة. (منحة السلوك فى شرح تحفة الملوك، فصل فى الميت: ۲۱۰/۱، وزارة الأوقاف، قطر، انيس)

(۲) وكفنه سنة ازاروقميص ولفافة لحديث البخارى ... والازار واللفافة من القرن إلى القدم ==

مردہ کوسلا ہوا پائجامہ اورٹوپی کفن میں دینا کیسا ہے:

سوال: مردہ کومرد وہو، یا عورت پائجامہ وٹوپی تا گہ سے سی کر کفنانے کے وقت پہناتے ہیں۔ یہ کیسا ہے؟

الجواب

سوال سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پائجامہ اورٹوپی کفن مسنون سے علاحدہ دیا جاتا ہے تو یہ بالکل فضول ہے اورناجائز ہے ،ٹوپی اور پائجامہ کفن میں داخل نہیں ہے اورنہ ثابت ہے۔ قال فی شرح المنیة: **السنة کفن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم الرجل فی ثلاثة أثواب قمیص وازارولفافة،الخ.** (۱) پائجامہ اورٹوپی کفن میں نہیں ہے،مردہ کونہ پہنائے جاویں اور کچے تاگہ اور پکے تاگہ سے سینا برابر ہے، کسی تاگہ سے بھی نہ سیا جائے ،تہبند بغیر سلا ہوا دیا جائے۔(۲) فقط رشید احمد۔ الجواب صحیح: بندہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۷۱/۵)

کفن میں عمامہ دینا مکروہ ہے:

سوال: عالموں کے کفن میں عمامہ دینا سنت نہیں؟

الجواب

درمختار میں ہے: **(وتکرہ العمامة) للمیت (فی الأصح)مجتبی،واستحسنها المتأخرون للعلماء والأشراف،الخ.وفی الشامی: والأصح أنه تکرہ العمامة بکل حال، الخ.** (۳)

پس معلوم ہوا کہ کراہت عمامہ ہی راجح ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۵۹/۵-۲۶۰)

میت کے سر پرعمامہ کی تحقیق اورکفن کی مقدار مسنون:

عمامہ میت کے سر پر بعض روایات میں، فعل عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے،(۴) لہٰذا اس کو بدعت نہیں کہہ سکتے ؛مگر بذریعہ احادیث صحیحہ کے کفن تین پارچہ ہیں۔

(فرخ آباد،ص:۴۸) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ:۱۹۳)

== والقرن هنا بمعنی الشعر و اللفافة هی الرداء طولا ... والقمیص من المنکب الی القدم بلا دخاریص؛لأنها تفعل فی قمیص الحی لیتسع أسفله للمشی وبلا جیب ولا کمین ولا یکف أطرافه.(البحر الرائق،کتاب الجنائز: ۳۰۷/۲، دار الکتب العلمیة بیروت،انیس/(رد المحتار،باب الجنائز: ۲۰۲/۲،طبع:سعید)

(۱) شرح المنیة،کتاب الصلاة،فصل فی الجنائز،ص:۵۱۸،انیس

(۲) لفظ ازار سے بے سلے تہبند کا ہونا ثابت ہے؛اس لیے کسی نقل اورروایت فقہی کی ضرورت نہیں ہے،مراد بے سلے ہوئے تہبند سے یہ ہے کہ تھیلا بنا کرنہ پہنایا جائے ،البتہ اگرعرض کم ہوتو سی کر ڈبل عرض بنانا درست ہے۔ (جمیل)

(۳) الدر المختار مع ردالمحتار،باب الجنائز،مطلب فی الکفن: ۲۰۲/۲،دار الفکر بیروت

(۴) عَنْ ابن عمر أنه کفن إبنه واقداً فی خمسة أثواب قمیص و عمامة، وثلاث لفائف و أدار العمامة إلی==

عالم کی میت کوبھی عمامہ باندھنا مکروہ ہے:

سوال(۱) عالم معتبر میت کے لیے عمامہ بندھوانا درست ہے، یانہیں؟ جواب: عالم معتبر کے لیے عمامہ بندھوانا درست ہے، لآلی فاخرہ میں عالمگیری اورالبحرالرائق (۱) سے لکھا ہے کہ عالم وشریفوں کے لیے درست ہے اورمتاخرین علما عمامہ کو بہتر کہتے ہیں، چناں چہ ابن عمرؓ کی حدیث میں آیا ہے کہ وہ میت کوعمامہ بندھواتے اورشملہ منہ کی طرف چھوڑتے تھے، انتہٰی ۔ پس عمامہ عالم میت کے لیے بندھوانا درست ثابت ہوا۔

(۲)　وقت حضور جنازہ فقط ولی میت اورامام نماز جنازہ کوحال مردہ سے (ووٹ) شہادت لینا درست ہے، یا نہیں؟ زید کہتا ہے: درست نہیں، **لحديث عن عائشة قالت:"لا تذكروا موتا كم إلا بخير"**. (۲)**فإنهم أن يكونوا في أهل الجنة فأثموا وإن كانوا في أهل النار فحسبهم ماهم فيه.** (۳)لہٰذامردے کو بدنام کرنا درست نہیں ہے، الخ۔

اورعمرو کہتا ہے کہ مردے کے حال سے ولی میت کو پوچھنا اورشہادت لینا درست ہے، **لحديث أنس رضي الله عنه، عن أنس رضي الله عنه قال: مر على النبي صلى الله عليه وسلم بجنازة فأثنوا عليها خيراً، فقال: وجبت.** (متفق عليه)(۴)

أبوهريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن العبد ليموت فيثنى عليه القوم الثناء يعلم منه غيره فيقول الله تعالىٰ لملائكته أشهدكم إني قد غفرت وقبلت شهادة علىٰ عبيدي على وتجاوزت عن علمي في عبدي. (۵)

==　تحت حنكه. رواه سعيد بن منصور، كذا قال العيني في العمدة. (عمدة القاري، كتاب الجنائز، باب الكفن في ثوبين: ۲۲۹/۱۲)(۵٦/۱) اعلاء السنن: ۱۹۸/۸ [مكتبة الإمدادية مكة المكرمة] (نور)

(۱)　وليس في الكفن عمامة في ظاهر الرواية، وفي الفتاوىٰ استحسنها المتأخرون لمن كان عالماً ويجعل ذنبها علىٰ وجهه. (الفتاوىٰ الهندية، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل الثالث في التكفين: ۱٦۰/۱، مكتبة ماجدية)

وتكره العمامة في الأصح وفي فتح القدير و استحسنها بعضهم لماروي عن ابن عمر: أنه كان يعممه ويجعل العذبة علىٰ وجهه وفي الظهيرية، استحسنها بعضهم للعلماء والأشرف فقط. (البحر الرائق، كتاب الجنائز: ۱۸۹/۲، شركة علاء الدين بيروت)

(۲)　مصنف ابن أبي شيبة، ماقالوا في سب الموتىٰ وما كره من ذلك: ۳٦۷/۳، انيس

(۳)　اتحاف سادة المتقين: ٤۹۰/٤، ط: بيروت

(۴)　صحيح البخاري، كتاب الشهادات، باب تعديل كم يجوز: ۳٦۰/۱، قديمي / صحيح لمسلم، كتاب الجنائز، فصل في وجوب الجنه، والنار بشهادة المؤمنين بالخير والشر: ۳۰۸/۱، ط: قديمي

(۵)　إحياء علوم الدين، قبيل الباب السابع في حقيقة الموت: ۲۱۹/۷، انيس

وعن أبی هریرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم یرویه عن ربه عزوجل: ما من عبدٍ مسلمٍ یموت فیشهد له ثلاثة أبیا ت من جیرانه الادنین إلابخیر إلا قال الله عزوجل قد قبلت شهادة عبادی علٰی ماعلموا وغفرت له ما أعلم،انتهٰی.(۱)

(المستفتی:۲۶۲۷،مولوی محمد ابراہیم صاحب مدرسہ محمدیہ کاشی پور،۲جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ،۹/جولائی ۱۹۴۰ء)

الجواب

(۱) عالم کی میت کے سر پر عمامہ باندھنے کی اگر چہ بعض متاخرین نے اجازت دی ہے لیکن بہتر اور سنت کے موافق یہی ہے کہ عمامہ نہ باندھا جائے،(۲)خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عمامہ نہیں باندھا گیا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ عمامہ کا مستحق اور کون ہوسکتا ہے۔

(۲) نماز جنازہ کے وقت ولی، یا امام کو میت کے اعمال کے متعلق شہادت لینا درست نہیں۔لوگوں کو چاہیے کہ وہ خود میت کے محاسن؛ یعنی نیکیوں اور خوبیوں کا ذکر کریں اوراس کی بُرائیوں کا تذکرہ نہ کریں۔(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی:۳۲/۴-۳۳)

کفن میں تہبند دینا کیسا ہے اور قبر میں بند کھول دینا چاہیے:

سوال: میت مرد کو کفن میں تہبند دینا چاہیے، یا نہیں؟ اور مردہ کو لحد میں رکھ کر بند کفن کے کھولنا کیسا ہے؟

الجواب

مرد میت کے لیے تین کپڑے سنت ہیں: کرتہ، تہبند، چادر؛ یعنی جس کو پوٹ کی چادر کہتے ہیں، جس میں میت کو لپیٹا جاتا ہے اوراس پر گرہ لگائی جاتی ہے،(۴) وہ سب گرہ لحد میں رکھ کر کھول دینی چاہیے، جیسا کہ مروج ہے۔پس یہ طریقہ موافق سنت کے ہے۔(۵) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۵۶/۵)

---

(۱) مسند الإمام أحمد،مسند أبی هریرة:۳۸۴/۲،انیس

(۲) قال القهستانی:واستحسن علی الصحیح العمامة یعمم یمینا،ویذنب،ویلف ذنبه علٰی کورة من قبل یمینه ... وقیل:فذا إذا کان من الأشراف،وقیل لایعمم بکل حال کما فی المحیط والأصح أنه تکره العمامة بکل حال کما فی الزاهدی.(ردالمحتار،کتاب الصلاة،باب صلاة الجنائز:۲۰۲/۲،ط:سعید)

(۳) یندب دفنه فی جهة موته ... وإن رأی به مایکره ولم یجز ذکره لحدیث،أذکروا محاسن موتاکم،وکفوا عن مساویهم ولا بأس بنقله قبل دفنه وبالاعلام بموته بارثائه.(الدرالمختار،باب صلاة الجنائز:۲۳۹/۲،ط:سعید)

(۴) ویسن فی الکفن له إزار وقمیص ولفافة.(الدر المختار)وفی رد المحتار:(قوله ازار)هو من القرن الی القدم والقمیص من أصل العنق الی القدمین بلا خریص وکمین واللفافة تزید علٰی ما فوق القرن والقدم لیلف فیها المیت وتربط من الأعلٰی والأسفل.(ردالمحتار، کتاب الصلاة،با ب صلاة الجنا ئز:۲۰۲/۲،دارالفکر بیروت،انیس)

(۵) (و) یستحب أن (یدخل من قبل القبلة) ... (وتحل العقدة) للاستغناء وعنها.(الدرالمختار علٰی هامش رد المحتار،کتاب الصلاة،باب صلاة الجنائز:۲۳۰/۲،دار الفکر بیروت، انیس)

میت کو کفناتے وقت اس کے ہاتھ کہاں رکھے جائیں:

سوال: میت کو کفناتے وقت دونوں ہاتھ شکم پر رکھ دیویں، یا سیدھے کر کے رانوں کی برابر رکھ دیں؟

الجواب

دونوں ہاتھ سیدھے کر کے رانوں کی برابر کر دیئے جاویں۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۵۹/۵)

میت کے ہاتھ سیدھے پھیلا دینا چاہیے:

(الجمعیۃ، مورخہ ۲۰/اکتوبر ۱۹۳۴ء)

سوال: ہمارے شہر میں یہ رواج ہے کہ جب کوئی آدمی مرتا ہے تو اس کے دونوں ہاتھ سینے پر رکھ کر ہاتھوں کے انگوٹھوں کو باندھ دیا جاتا ہے؛ تاکہ ہاتھ سینے پر سے نہ ہٹیں۔ یہ جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

میت کے ہاتھ سیدھے پھیلا دینے چاہئیں،(۲) سینے پر رکھنا اور انگوٹھے باندھنا نہیں چاہیے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی:۳۵/۴-۳۶)

کفناتے وقت اگر مردہ سے نجاست نکلے تو غسل کے دہرانے کی ضرورت نہیں:

سوال: مردہ کو نہلا کر کفناتے وقت اگر پاخانہ نکل جاوے تو غسل لوٹایا جاوے گا، یا نہیں؟

الجواب

غسل نہ لوٹا جاوے صرف ناپاکی کو دھویا جاوے۔(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۶۷/۵)

غسل اور تکفین کے بعد خارج شدہ نجاست کا دھونا ضروری نہیں:

سوال: میت کے کفن کو جو ملوث اس کی نجاست سے ہو گیا، نماز سے قبل دھونا ضروری ہے، یا نہیں؟

(المستفتی:۲۳۴۱، حافظ محمد اسماعیل صاحب (آگرہ) ۲۶/ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ، ۲۶/جون ۱۹۳۸ء)

---

(۱) ویوضع یداه فی جانبیه لا علٰی صوره؛لأنه من عمل الکفار. (الدرالمختار علٰی هامش رد المحتار،باب صلاة الجنائز:۱۹۸/۲،دار الفکر بیروت)

(۲) وتمد أطرافه لئلا تبقی متنوسة. (غنیة المستملی: فصل فی الجنائز،ص:۵۷۷،سهیل اکادمی لاهور

(۳) ولا یعاد غسله ولا وضوءه بالخارج منه)لأن غسله ما وجب لرفع الحدث لبقائه بالموت بل لتنجسه بالموت کسائر الحیواناتالدمویة الا أن المسلم یطهر بالغسل کرامة له وقد حصل (وفی الرد تحته) ... بل یغسل موضعها. (الدرالمختارمع رد المحتار، کتاب الصلاة،باب صلاة الجنائز:۱۹۷/۲،دارالفکر بیروت،انیس)

الجواب

غسل اور تکفین کے بعد بدن سے نکلی ہوئی نجاست سے کفن ملوث ہوجائے تو اس کو دھونا ضروری نہیں۔

"إذا تنجس الكفن بنجاسة الميت لايضر د فعا للحرج". (۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۳۱/۴-۳۲)

کفن اور غسل میں کوئی نقص ہو تو مواخذہ میت پر نہیں:

سوال: میت کی تجہیز وتکفین اور غسل میں کسی قسم کی بے احتیاطی ہو؛ یعنی مثلاً ناجائز قیمت کا کفن خریدا جاوے، یا غسل کے پانی میں کسی قسم کی نجاست ہو تو اس کی ذمہ داری کس پر عائد ہوگی اور میت پر تو کسی قسم کا مواخذ نہیں ہوگا اور جس ذات سے اس قسم کی بے احتیاطی ہوئی ہو، اس کی معافی کی کیا صورت ہے؟ اور اب اس متوفی کے لیے کیا دعا کرے، یا کیا ایصال ثواب کی تدبیر کرے؟

الجواب

میت پر اس وجہ سے کچھ مواخذہ نہیں ہے، وہ مجبور اور معذور ہے۔ ﴿لا تزر وازرة وزر أخرىٰ﴾ (۲) اور جس سے بے احتیاطی ہوئی، وہ توبہ واستغفار کرے اور میت کے لیے دعا مغفرت کرے اور اس کو ثواب پہنچاتا رہے۔ فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۷۰/۵)

کفن پہنانے کے بعد امام کی چھٹی دینا بے اصل ہے:

سوال: میت کو بعد کفن پہنانے کے امام مسجد کی چھٹی لکھ کر دونوں ہاتھوں میں دینا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

بالکل بے اصل ہے، ایسے لغو فعل سے بچنا چاہیے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۵٦/۵-۲۵۷)

کفن کا مصلی مسجد میں دینا:

سوال: مردوں کو کفنانے کے لیے جو کپڑا خریدا جاتا ہے، اس میں سے بعض حضرات ایک مصلی کی صورت میں تھوڑا سا کپڑا بچا کر مسجد میں دے دیتے ہیں۔ آیا اس مصلی کا استعمال اہل مسجد کر سکتے ہیں، یا نہیں؟ یعنی اس کو مصلی کے طور پر استعمال کرنا درست ہے، یا نہیں؟

(۱) رد المحتار: ۲۰۸/۲، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز ط سعيد

(۲) سورة الأنعام: ۱٦٤

(۳) عن عائشة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من أحدث في أمرنا هٰذا ما ليس منه فهو ردٌ. (صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب اذا اصطلحوا علىٰ صلح جور فهو مردودٌ: ۳۷۱/۱، قديمي، انيس)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا ومصلیًا

یہ کپڑا اجز وکفن نہیں، ورثا کی ملک ہے، اس کا رواج ختم کیا جائے۔ ورثا اگر بالغ ہوں اور میت کو ثواب پہونچانے کے لیے کوئی چیز مصلی وغیرہ مسجد میں دیں تو اس کا استعمال کرنا درست ہے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۸/۱۳۸۹ھ۔(فتاویٰ محمودیہ: ۵۳۵/۸)

کفن کے خرچ کے واجب ہونے میں ترتیب:

سوال: عورت نے شوہر اور عینی بھائی چھوڑ کر وفات پائی، اس صورت میں اس کی تجہیز وتکفین کا خرچ کون دے گا؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

فی الدرالمختار: (وكفن من لامال له علىٰ من تجب عليه نفقته)فإن تعددوا فعلىٰ قدر ميراثهم واختلف في الزوج والفتوىٰ علىٰ وجوب كفنها عليه عند الثاني،الخ.وفي ردالمحتار عن شرح المنية:أن قول أبي حنيفة كقول أبي يوسف،آه،وأطال في تفصيل المسئلة.(۲)

اس (فقہی) روایت سے معلوم ہوا کہ شوہر پر واجب ہوگا۔ واللہ اعلم

۸/ شعبان ۱۳۳۳ھ (تتمہ ثالثہ،ص: ۶۰)(امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۴۰۷)

بیوی مالدار ہو اور شوہر تنگ دست تب بھی اس کا کفن شوہر کے ذمہ ہے:

السوال: ما قولكم رحمكم ربكم في إن امرأة مؤسرةٍ ماتت تحت رجل معسرهل يجب كفنها عليه أم تكفن من مالها.

(المستفتی: ۱۱۶۰، مولوی بدیع الرحمان صاحب (ضلع اکیاب) ۱۲/ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ، ۳۱/ اگست ۱۹۳۶ء)

---

(۱) عن ابن عباس أن سعد بن عبادة رضي الله تعالىٰ عنه توفيت أمه وهوغائب عنها،فقال:يا رسول الله (صلى الله تعالىٰ عليه وسلم)! إن أمي توفيت وأنا غائب عنها،أينفعها شيء إن تصدقت به عنها؟ قال:"نعم" قال: فإني أشهد أن حائطي المخراف صدقة عليها". (صحيح البخاري،كتاب الوصايا،باب إذا قال:أرضي وبستاني صدقة لله عن أمي فهو جائز: ۳۸۶/۱،قديمي)

"صرح علماء نافي باب الحج عن الغيربأن للإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة أوصوماً أوصدقة أوغيرها ... الأفضل لمن يتصدق نفلاً أن ينوي لجميع المؤ منين والمؤ منا ت لأنها تصل إليهم،ولا ينقص من أجره شيء". (رد المحتار،باب صلاة الجنازة،مطلب في القرآة للميت وإهداء ثوابها له: ۲۴۳/۲،سعيد)

مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: شرح الصدور في أحوال الموتى والقبور للسيوطي،باب في قراء ة القرآن للميت أو على القبر،ص: ۳۰۲،دارالمعرفة بيروت

(۲) الدرالمحتارمع ردالمحتار،باب صلاة الجنائز: ۲۰۵/۲-۲۰۶،مطلب في كفن الزوجة،دارالفكر بيروت

(۳) ترجمہ: ایک مالدار عورت جس کا شوہر تنگدست ہو، اگر مر جائے تو اس کی تجہیز وتکفین کا خرچہ شوہر کے ذمہ ہوگا، یا عورت کے مال میں سے دیا جائے گا؟

الجواب

کفنها على زوجها على المفتى به من قول الإمام أبی یوسف رحمه الله بشرط أن لا یمنع مانع من وجوب نفقتها علیه عند موتها فإن اعتبار وجوب الکفن بوجوب النفقة علیه.(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ دہلی (کفایت المفتی:۴/۴۴)

شوہر کے ذمے بیوی کا علاج ضروری نہیں البتہ تجہیز وتکفین شوہر کے ذمہ ہے:

سوال: نکاح کے بعد حسب رسم ورواج لڑکی کواس کے ماں باپ اپنی خوشی سے بلا کر لے گئے، میکے جا کر لڑکی بیمار ہوگئی، ایک عرصے تک بیمار رہی، اثنائے بیماری میں شوہر بلانے کے لیے بھی گیا اور اپنی بیوی کو لانے کی کوشش کی؛ مگر ماں باپ نے اجازت نہ دی اور کہا میں یہاں علاج کراتا ہوں، البتہ ایک دومرتبہ شوہر سے کچھ رقم طلب کی گئی، جو شوہر نے بھیج دی، اسی بیماری میں لڑکی فوت ہوگئی، اب لڑکی کا باپ علاج معالجہ اور تجہیز وتکفین کی ایک لمبی چوڑی فہرست بنا کر شوہر سے وہ تمام خرچ طلب کرتا ہے، کیا ازروئے شرع خاوند ایسے خرچ کا ذمہ دار ہے؟ یا لڑکی کا باپ ہی اس تمام خرچ مذکورۂ بالا کا ذمہ دار ہے، جس کو اس نے اپنی خوشی سے کیا ہے؟

(المستفتی: ۱۹۵۹، عبداللہ خان (بنگلور چھاؤنی) ۲۴/شعبان ۱۳۵۶ھ، ۳۰/اکتوبر ۱۹۳۷ء)

الجواب

علاج معالجہ کے مصارف لڑکی کا باپ شوہر سے طلب نہیں کرسکتا،(۲) اگر شوہر نے علاج کرانے کا امر کیا ہو اور مصارف ادا کرنے کی ذمہ داری لی ہو تو شوہر ذمہ دار ہوگا، ورنہ نہیں۔ ہاں تجہیز وتکفین کا خرچ شوہر کے ذمہ ہے،(۳)

(۱) ترجمہ: عورت کا کفن کا خرچہ شوہر کے ذمہ ہے، یہ قول امام ابو یوسف کا ہے، اسی پر فتویٰ ہے، بشرطیکہ کسی عذر کی وجہ سے شوہر کے ذمہ سے عورت کا نفقہ ساقط نہ ہوا ہو؛ کیوں کہ وجوب کفن وجوب نفقہ کے ساتھ متعلق ہے۔

والذی اختاره فی البحر لزومه علیه موسرًا،أو لا،لها مال أو لا لأنه ککسوتها وهی واجبة علیه مطلقا قال:وصححه فی نفقات الولوالجیة،قلت:وعبارتهاإذاماتت المراة، ولا مال لها قال أبویوسف یجبر الزوج علی کفنها، والأصل فیه أن من یجبر علی نفقته فی حیاته، یجبرعلیها بعدموته، وقال محمد،لایجبرالزوج،والصحیح الأول،قال فی الحلیة، ینبغی أن یکون محل الخلاف ماإذالم یقم بها مانع یمنع الوجوب علیه حالة الموت من نشوزها أوصغرها ونحو ذالک. (ردالمحتار،باب صلاة الجنائز،مطلب فی کفن الزوجة علی الزوج:۲/۲۰۶،ط:سعید)

(۲) علاج معالجہ شوہر پر واجب نہیں؛ بلکہ تبرع محض ہے، پس جب ابتداہی سے شوہر پر واجب نہ ہو تو دوسرے کے کرنے سے بطریق اولیٰ واجب نہ ہوگا۔(قوله:کما لایلزمه مداواتها) أی اتیانه لها بدواء المرض ولا أجرة الطبیب ولا الفصد،ولا الحجامة،إلخ. (ردالمحتار،باب النفقه،مطلب لا تجب علی الأب نفقة زوجة ابنه الصغیر:۳/۵۷۵،ط:سعید)

(۳) ومن لم یکن له مال،فالکفن علی من تجب علیه النفقة إلاالزوج فی قول محمدرحمه الله تعالیٰ وعلی قول ابی یوسفؒ رحمه الله تعالیٰ،یجب الکفن علی الزوج، وإن ترکت مالاً،وعلیه الفتویٰ.(الفتاویٰ الهندیة،کتاب الصلاة،الباب الحادی والعشرون فی الجنائز،الفصل الثالث فی التکفین:۱/۱۶۱،مکتبة ماجدیة)

لیکن اس سے مراد صرف کفن خوشبو کا فور وغیرہ کی قیمت غسال اور قبر کھودنے کی اجرت اور پٹاؤ کی لاگت ہے، جس کا مجموعہ دس بارہ روپے (اکتوبر ۱۹۳۷ء کا یہ جواب ہے) کے اندر اندر ہوتا ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ (کفایت المفتی: ۴/۴۴-۴۵)

عورت کے دفن وکفن کا خرچ کس کے ذمہ ہے:

سوال: کفن دفن متوفیہ کا خرچ کس کے ذمہ ہے؟

الجواب

اس صورت میں کفن دفن کا خرچ بذمہ شوہر ہے۔ قال في الدر المختار: (**واختلف في الزوج والفتوىٰ علىٰ وجوب كفنها عليه) عند الثاني (وإن تركت مالا)،خانية، ورجحه في البحر ... وذكر في شرح المنية عن شرح السراجية لمصنفها أن قول أبي حنيفة كقول أبي يوسف.**(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۵/۲۸۵)

عورت کی تجہیز وتکفین شوہر کے ذمے ہے:

(اخبار الجمعیۃ، مورخہ ۱۸ر ستمبر ۱۹۲۹ء)

سوال: زن متوفیہ کے کفن دفن کا خرچ کس کے ذمہ ہے، باپ کے ذمہ ہے، یا خاوند کے ذمہ؟

الجواب

عورت کے کفن دفن کا خرچ شوہر کے ذمہ ہے، خواہ متوفیہ کا مال ہو، یا نہ ہو، وهو المفتی بہ، کذا فی الهندیۃ۔(۲) واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ غفرلہ (کفایت المفتی: ۴/۴۵)

شوہر کا بیوی کو کفنانا اور دفنانا:

سوال (۱) بیوی کے مرجانے کے بعد اس کا شوہر محرم باقی رہے گا، یا غیر محرم محض اجنبی ہوگا؟

(۲) بیوی کا جنازہ شوہر اٹھا سکتا ہے یا نہیں؟

(۳) بیوی کے جنازے کو شوہر کاندھا لگا سکتا ہے، یا نہیں؟

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، باب صلاة الجنائز: ۲/۲۰۶، دار الفكر بيروت، انيس

(۲) ومن لم يكن له مال، فالكفن علىٰ من تجب عليه النفقة إلا الزوج في قول محمد رحمه الله تعالىٰ وعلىٰ قول أبي يوسف رحمه الله تعالىٰ يجب الكفن على الزوج، وإن تركت مالاً، وعليه الفتوىٰ. (الفتاوىٰ الهندية، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل الثالث في التكفين: ۱/۱۶۱، مكتبة ماجدية)

وفتاوى قاضي خان(ومن لم يكن له مال، فالكفن علىٰ من تجب عليه النفقة إلا الزوج في قول محمد رحمه الله تعالىٰ وعلى قول أبي يوسف رحمه الله تعالىٰ، يجب الكفن على الزوج، وإن تركت مالاً، وعليه الفتوىٰ. (الفتاوىٰ الهندية، الفصل الثالث في التكفين: ۱/۱۶۱، مكتبة ماجدية)

(۴) بیوی کی نعش کو شوہر قبر میں لٹا سکتا ہے، یا نہیں؟

مرقومہ بالا امور محرم رشتہ داروں کی موجودگی میں شوہر کر سکتا ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۱۲۴۳، ایم شرافت کریم صاحب (ضلع مونگیر) ۵/ رمضان ۱۳۵۵ھ، مطابق ۲۱ نومبر ۱۹۳۶ء)

الجواب

(۱) بیوی کے مرجانے سے نکاح کے تعلقات ختم ہوجاتے ہیں، تاہم شوہر کو نظر سے بیوی کی نعش کو دیکھنا؛ یعنی بے حجاب دیکھ لینا جائز ہے۔(۱)

(۲) بے تکلف شوہر بیوی کا جنازہ اٹھا سکتا ہے، جنازہ تو اجنبی مرد بھی اٹھا سکتے ہیں۔(۲)

(۳) بلاشبہ کندھا دے سکتا ہے۔(۳)

(۴) اگر اور محرم موجود ہوں، مثلاً متوفیہ کا باپ، بھائی، چچا، ماموں ہوتو وہ قبر میں اتار دیں اور محرم نہ ہوں تو دوسرے اجنبی لوگوں سے شوہر زیادہ مستحق ہے۔(۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی: ۲۰۳/۴)

اپنی مردہ بیوی کی تجہیز وتکفین:

سوال: بیوی کے مرنے کے بعد شوہر اس کی تجہیز وتکفین خود کر سکتا ہے، یا نہیں؟ یا مرنے کے بعد بیوی غیر محرم ہوجاتی ہے؟

الجواب وباللّٰہ التوفیق

حنفیہ کے نزدیک شوہر کے لیے بیوی کی میت کو غسل دینا جائز نہیں ہے؛ لیکن قبر میں اس کی لاش کو اتار سکتا ہے، موت کے بعد بیوی کی صورت دیکھنا جائز ودرست ہے، مرنے کے بعد بیوی شوہر کے لیے غیر محرم ہوجاتی ہے۔(۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۲۲/۲/۱۳۷۱ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۶۶/۲)

---

(۱) ویمنع زوجها من غسلها ومسها لا من النظر إليها على الأصح. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب صلاة الجنائز: ۱۹۸/۲، ط: سعيد)

(۲-۳) کیوں کہ جنازہ اٹھانے اور کندھا دینے میں کوئی شرعی ممانعت نہیں؛ کیوں کہ اس میں نہ مس ہے، نہ نظر۔

(۴) وذوالرحم المحرم أولىٰ بادخال المرأة من غيرهم، كذا في الجوهرة النيرة، وكذا ذوالرحم، غير المحرم أولىٰ من الأجنبي، فان لم يكن فلا باس للأجانب، وضعها، كذا في البحر الرائق. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون، في الجنائز، الفصل السادس في القبر، والدفن: ۱۶۶/۱، كوئتة)

(۵) ويمنع زوجها من غسلها ومسها لا من النظر اليها على الأصح) (الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ۱۹۸/۲، دار الفكر بيروت، انيس)

وقال الامام الأجل فخر الدين خان يكره للناس ان يمنعوا حمل جنازة المرأة لزوجها مع أبيها وأخيها ويدخل الزوج في القبر مع محرمها استحساناً وهوالصحيح وعليه الفتوى. (خلاصة الفتاوى، الفصل الخامس والعشرون في الجنائز في حمل الجنازة والدفن: ۲۲۵/۱، مكتبة رشيدية كوئتة، انيس)

تکفین کی بچی ہوئی رقم کس مصرف میں خرچ کی جائے:

سوال: سال گذشتہ جب وبائی بخار کی شدت تھی تو یہ دیکھ کر کہ مساکین اہل اسلام کثرت سے بخار وبائی کا شکار ہوتے تھے اور بوجہ افلاس سامان تجہیز وتکفین میسر نہ آتا تھا، بعض اہل اسلام نے باہم چندہ کیا اس غرض سے کہ جو غریب مسلمان وبائی بخار سے مرے، اگر بالکل مفلس ہو تو اس کو مفت کفن دیا جاوے اور جو کچھ استطاعت رکھے، اس کو رعایت قیمت پر کفن دیا جاوے، چناں چہ کچھ رقم اس کام سے بچ گئی۔ آیا یہ باقی ماندہ رقم کسی اور مصرف خیر میں صرف ہوسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

وہ رقم غریب بیوہ عورتوں اور محتاجوں کو تقسیم کردی جاوے؛ کیوں کہ دینے والوں کی طرف سے ظاہر ہے کہ باقی ماندہ رقم کے متعلق اس کی اجازت ہے، یا اولاً جو لوگ غریب فوت ہوں، ان کی تجہیز وتکفین میں صرف کریں اور پھر حسب ضرورت غربا کی خوارک وپوشاک میں امداد کریں۔ الغرض وہ رقم صدقہ وخیرات کی گئی ہے، اس کو ایسے ہی کاموں میں صرف کریں اور اصل تو یہ ہے کہ جن لوگوں نے وہ چندہ دیا تھا، ان سے ہی دریافت کرلیا جاوے، جس مصرف میں وہ کہیں صرف کیا جاوے؛ لیکن اگر یہ دشوار ہو تو چوں کہ فقرا پر صدقہ وخیرات کرنے کی ان کی طرف سے دلالۃً اجازت ہے؛ اس لیے عام فقرا وغربا ومساکین کو وہ رقم دے سکتے ہیں اور تجہیز وتکفین غربا میں صرف کرنا اور بھی اچھا ہے؛ اس لیے کہ وہ رقم جمع ہوئی تھی اور اس کی تخصیص شریعت سے کچھ نہیں ہے کہ اسی بخار وبائی میں جو فوت ہوئے، انہی کے لیے خاص سمجھا جاوے؛ بلکہ جب وہ وبائے عام بفضلہٖ خدا تعالیٰ رفع ہوگئی تو عام اموات غربا کی تجہیز وتکفین میں اس کو صرف کرنا درست ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۶۸/۵)

مردہ بچہ کو بلا غسل وکفن ہنڈیا میں رکھ کر دفن کردینا:

سوال: ایک مسلمان نے اپنے بچے کو جو پیدا ہونے کے بعد چار گھنٹے تک زندہ رہا، بلا غسل وکفن ونماز کے ایک ہنڈیا (۲) میں بند کر کے دفن کر دیا ہے، گاؤں والے اس سے بے خبر ہیں، گاؤں والوں کو دو ماہ بعد یہ خبر ملی کہ اس نے یہ فعل کیا ہے۔ قانونِ شریعت اس مسلمان کے واسطے کیا حکم دیتا ہے؟ باقی لوگ اس مسئلہ سے لاعلمی رکھتے ہیں۔

الجواب حامدًا ومصليًا

اس شخص نے نہایت بے جا حرکت اور غلطی کی ہے، اس کے ذمہ لازم تھا کہ اس بچہ کو باقاعدہ غسل اور کفن دے کر

---

(۱) (فعلى المسلمين تكفينه) فإن لم يقدروا سألوا الناس ثوباً فان فضل بشئ رد للمصدق ان علم والا كفن به مثله والا تصدق به،وفى رد المحتار قلت وفى مختارات النوازل لصاحب الهداية فقير مات مجمع من الناس الدراهم وكفنون وفضل شيئ ان عرف صاحبه يرد عليه والا يصرف الى كفن فقير آخر أو ليتصدق به.(الدرالمختارمع ردالمحتار، باب صلاة الجنازة: ۲/ ۲۰۶،دار الفكر بيروت،انيس)

(۲) ہنڈیا: مٹی کی دیگچی''۔ (فیروز اللغات،ص:۱۴۵۱، فیروز سنز، لاہور)

اس کی نماز پڑھ کر شریعت کے موافق قبر میں دفن کرتا۔(۱) اب اس کے ذمہ یہ ضروری ہے کہ اپنی اس حرکت سے توبہ کرے اور پختہ عہد کرے، آئندہ ایسا ہرگز نہیں کرے گا۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۹/۶۲/۱۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۹/۶۲/۱۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۱۱/۸)

غیر مسلم کی رقم سے مسلم کی تجہیز وتکفین:

سوال: ایک زید مسلمان کی میت کو ایک غیر مسلم کی رقم دی ہوئی جائز ہے، یا ناجائز؟ میت کا وارث کوئی نہیں ہے، اس صورت پر کہاں تک صحیح ہے؟ یہ شخص مستقل چار سال تک ملازم تھا، رہن سہن خورد ونوش کا انتظام وہیں پر تھا۔

الجواب ______________ حامداً ومصلیاً

اگر مسلمان میت کا کوئی وارث نہیں اور اس کے کفن دفن کے لیے غیر مسلم نے رقم دی تو اس رقم کا میت کے کفن دفن میں خرچ شرعاً کرنا درست ہے؛ مگر مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنی طرف سے اس کا انتظام کریں، غیر مسلم سے نہ مانگیں۔(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۵/۷/۳۹/۱۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۲۹/۸)

مسلم، غیر مسلم کی اور غیر مسلم، مسلم میت کے تجہیز وتکفین میں مالی مدد کر سکتا ہے، یا نہیں:

سوال: غیر مسلم اپنے مال سے مسلم میت کی تجہیز وتکفین کرے تو جائز ہے، یا نہیں؟ اور مسلم غیر مسلم کی میت میں اپنا پیسے دے تو گناہ ہے، یا نہیں؟

---

(۱) عن عطاء أن النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم صلی علٰی إبنہ إبراھیم وھو ابن سبعین لیلۃ. (سنن أبی داؤد، کتاب الجنائز، باب فی الصلاۃ علی الطفل: ۹۸/۲، إمدادیۃ)

"ویصلی علٰی کل مسلم مات بعد الولادۃ صغیراً کان أو کبیراً، ذکراً کان أو أنثی، حراً کان أو عبداً، إلا البغاۃ و قطاع الطریق ومن بمثل حالھم" (الفتاویٰ الھندیۃ، الفصل الخامس فی الصلاۃ علی المیت: ۱۶۳/۱، رشیدیۃ)

"والصبی المراھق فی الکفین کالبالغ، والمراھقۃ کالبالغۃ، وأدنی ما یکفن بہ الصبی الصغیر ثوب واحد، والصبیۃ ثوبان، (الفتاوی الھندیۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الثالث فی التکفین، ص: ۱۶۰، رشیدیۃ)

(۲) قال اللّٰہ تعالٰی: ﴿یاأیھا الذین آمنوا توبوا إلٰی اللّٰہ توبۃ نصوحاً﴾. (سورۃ التحریم: ۸)

"عن أبی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم: للّٰہ أشد فرحاً بتوبۃ أحدکم من أحدکم بضالتہ إذا وجدھا". (الصحیح لمسلم، کتاب التوبۃ: ۳۵٤/۲، قدیمی)

قال العلامۃ النووی: "واتفقوا علٰی أن التوبۃ من جمیع المعاصی واجبۃ وأنھا واجبۃ علی الفور، لا یجوز تأخیرھا، سواءٌ کانت المعصیۃ صغیرۃ أو کبیرۃ. والتوبۃ من مھمات الإسلام وقواعدہ المتأکدۃ، ووجوبھا عند أھل السنۃ و الجماعۃ بالشرع" (الصحیح لمسلم، کتاب التوبۃ: ۳۵٤/۲، قدیمی)

(۳) وإن لم یکن ثمۃ من تجب علیہ نفقتہ، ففی بیت المال، فإن لم یکن) بیت المال معموراً أو منتظماً (فعلی المسلمین تکفینہ) فإن لم یقدروا سألوا الناس، لہ ثوبان فان فضل شئ رد للمصدق ". (الدر المختار، باب صلاۃ الجنازۃ: ۲۰۶/۲، سعید)

"فإن لم یکن لہ من تجب النفقۃ علیہ فکفنہ فی بیت المال، فإن لم یکن فعلی المسلمین تکفینہ، فإن لم یقدروا، سألوا الناس لیکفنوہ، إلخ" (البحر الرائق، کتاب الجنائز: ۳۱۲/۲، رشیدیۃ)

حامدًا و مصليًا الجواب ـــــــــــــــــــ و باللّٰہ التوفيق

ہر دو صورت جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم (مرغوب الفتاویٰ: ۱۵۳/۳)

نصرانی والدہ کی تکفین عیسائی مذہب کے مطابق کرانا جائز ہے، یا نہیں:

سوال: ایک نصرانی عورت مسلمان ہوگئی ہے، مگر اس کی والدہ اب تک اپنے عیسائی دین پر قائم ہے اور اپنی لڑکی کے ہاں رہتی ہے، اس نے اپنی لڑکی کو وصیت کی کہ اگر میں فوت ہو جاؤں تو مجھے اسی طریقہ سے کفنایا اور دفنایا جائے جیسے دین عیسوی میں طریقہ ہے، اگر اس کی والدہ مرجاوے تو اسے اس وصیت کو بذات خود پورا کرنا، یا کسی اور سے پورا کرانا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ

اس صورت میں حکم شریعت کا یہ ہے کہ مسلمان مرد، یا عورت اپنے قریب رشتہ دار والدین وغیرہ کو جو کہ کفر پر مرے بطریق سنت تجہیز و تکفین نہ کرے؛ بلکہ ناپاک کپڑے کی طرح دھو کر اور کپڑے میں لپیٹ کر گڑھے میں ڈال دیں، پس صورت مسئلہ میں بھی ایسا ہی کرنا چاہیے، وصیت پر عمل نہ کرنا چاہیے، **كما قال في الدر المختار: يغسل المسلم و يكفن ويدفن قريبه) ... (الكافر الأصلي) ... (من غير مراعات السنه) فيغسله غسل الثوب النجس ويلف في خرقة ويلقيه في حفرة.** (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۵/۲۶۶-۲۶۷)

دریا سے بہہ کر آئی ہوئی عورت کی لاش کے متعلق اختلاف:

سوال: ایک عورت کسی دریا میں بہتی ہوئی چلی آئی ہے، جہاں وہ نکلی ہے، وہاں مسلم وغیر مسلم دونوں پارٹیوں میں جھگڑا ہے، ایک پارٹی دفنانے کو کہتی ہے، دوسری آگ لگانے کو کہتی ہے، آپ فرمائیں مذکورہ عورت کی شناخت کیسے ہو؟

الجواب ـــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

ہندو عورت کا لباس بھی خاص ہوتا ہے اور بدن پر کہیں گودنے کا نشان بھی ہوتا ہے، اگر اس قسم کی کوئی علامت نہ ہو اور مسلمان اس کو مسلمان سمجھتے ہوئے غسل و کفن دے کر نماز جنازہ پڑھ کر دفن کریں تو ان کو حق ہے؛ مگر جھگڑا فساد نہ کریں۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفر لہ، دار العلوم دیو بند، ۱۳۹۹/۹/۲۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۳۲/۸)

---

(۱) الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب صلاة الجنائز: ۲/۲۳۰-۲۳۱، دار الفكر بيروت، انيس

(۲) لولم يدر أمسلم أم كافر ولا علامة، فإن في دارنا، غسل وصلى عليه، وإلا لا. (الدر المختار)

(قوله، فإن في دارنا) أفاد بذكر التفصيل في المكان بعد انتفاء العلامة أن العلامة مقدمة، وعند فقدها يعتبر المكان في الصحيح، لأنه يحصل به غلبة الظن، كما في النهر عن البدائع وفيها أن علامة المسلمين أربعة: الختان والخضاب لبس الثواب وحلق العانة. (ردالمحتار، باب صلاة الجنازة: ۲/۲۰۰، سعيد)

"ومن لايدري أنه مسلم أو كافر، فإن كان عليه سيما المسلمين أو في بقاع دار الإسلام، يغسل، وإلا فلا". (الفتاوىٰ الهندية، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل الثاني في الغسل: ۱/۱۵۹، رشيدية)

جنازہ کی نماز کا بیان

صلوٰۃِ جنازہ کی مشروعیت کب سے ہے:

سوال: کیا صلوٰۃ جنازہ کی ابتداء اسلام سے قبل سے ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًاو مصليًا

قيل:هى (أى صلاة الجنازة) من خصائص هٰذه الأمة كالوصية بالثلث ورد بماأخرجه الحاكم وصححه عنه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم أنه قال:"كان آدم رجلاً أشقر طوالاً كأنه نخلة سحوق، فلما حضره الموت نزلت الملائكة بحنوطه وكفنه من الجنة،فلمامات عليه السلام غسلوه بالماء والسدر ثلثاً، وجعلوا فى الثالثة كافوراً،وكفنوه فى وترمن الثياب،وحفرواله لحداً وصلوعليه، وقالوا لولده:هٰذاسنة لمن بعده" فإن صح ما يدل على الخصوصية تعين حمله على أنه بالنسبة لمجرد التكبيروالكيفية، قال الواقدى:لم تكن شرعت(أى صلاة الجنازة) يوم موت خديجة وموتها بعد النبوة بعشرسنين على الأصح.(١)

"فى الأنوارالساطعة:شرعت صلاة الجنازة بالمدينة المنورة فى السنة الأولىٰ من الهجرة، فمن مات بمكة المشرفة لم يصل عليه،وفى الإقناع،هى من خصائص هذه الأمة كما قال الفاكهانى المالكى فى شرح الرسالة، قال البجيرمى فى هامشه:وشرعت بالمدينة لابمكة فى السنة الأولىٰ من الهجرة،وذكرالفاكهانى فى شرح الرسالة:أن صلاة الجنازة من خصائص هذه الأمة،لٰكن ذكرما يخالفه فى الشرح المذكور:"وروى أن آدم عليه السلام لما توفى،أتى له بحنوط وكفن من الجنة،ونزلت الملائكة فغسلته وكفنته فى وتر من الثياب وحنطوه، وتقدم ملك منهم، فصلى عليه". إلىٰ أخرمابسط من الكلام علىٰ ذلك.(٢)

اس سے معلوم ہوا کہ جنازہ کی مشروعیت کے متعلق دوقول ہیں:

ایک یہ کہ یہ (نماز جنازہ) اسی امت (محمدیہ) کی خصوصیت ہے اورحضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے

(١) حاشية الطحطاوى علىٰ مراقى الفلاح،أحكام الجنائز،فصل:الصلاة عليه،ص:٥٨٠،قديمى

(٢) لامع الدرارى علىٰ جامع البخارى،متىٰ شرعت صلاة الجنازة:٣٠٨/٣،المكتبة الإمدادية،مكة المكرمة

بعد مشروع ہوئی ہے۔ دوسرا یہ کہ حضرت آدم علیہ السلام پر ملائکہ نے صلوٰۃ جنازہ پڑھی ہے اور بعد والوں کے لیے بھی اس کو مقرر کیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور۔ صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ، مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/ ذی قعدہ ۱۳۵۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۴۴/۸-۵۴۵)

نماز جنازہ بغیر اذان کیوں:

سوال: تمام نماز باذان ہوتی ہے؛ مگر نماز جنازہ بے اذان ہوتی ہے، بتلائے کہ یہ نماز بے اذان کیوں ہوتی ہے؟ بعض مولویوں سے معلوم ہوا کہ مولود کی ولادت کے وقت کی اذان نماز جنازہ پر قائم ہوتی ہے، لہٰذا دوسری اذان کی ضرورت نہیں، اگر یہ صحیح ہے تو نومسلم، یا مسلمہ، یا مسلمان بچہ جس کی پیدائش کے وقت اذان نہ ہوئی تھی، اس کی نماز جنازہ بے اذان درست ہوگی، یا نہیں؟

حامدًا و مصليًا الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

فرض عین نمازوں کے سوا اور کسی نماز کے لیے اذان مسنون نہیں، خواہ فرض کفایہ ہو، جیسے جنازے کی نماز، یا واجب ہو، جیسے وتر اور عیدین، یا نفل ہو، جیسے اور نمازیں۔ (البحر الرائق)(۱)

آپ کا یہ لکھنا کہ ”تمام نماز باذان ہوتی ہے“ غلط ہے۔ اذان کے معنی اعلان کرنے کے ہیں کہ نماز کا وقت اور جماعت قائم ہونے کی اطلاع مسلمانوں کو دی جائے، جس سے وہ اپنے قریب وبعید مقامات سے نماز کے لیے مسجد میں آسکیں،(۲) اور نماز جنازہ وغیرہ اور نمازوں میں اعلان کی کوئی ضرورت نہیں؛ اس لیے فرض عین نمازوں کے سوا اور نمازوں میں اذان مشروع نہیں اور جو باتیں آپ نے کسی مولوی صاحب سے اس باب میں سنی وہ غلط ہے تو اب نومسلم، یا مسلمہ، یا وہ مسلمان بچی جس کی پیدائش کے وقت اذان نہ ہوئی ہو اس کی نماز جنازہ ہوئی، یا نہیں؟ یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

---

(۱) وخرج بالفرائض ما عداها فلا أذان للوتر ولا للعيد ولا للجنائز ولا للكسوف والاستسقاء والتراويح وسنن الرواتب؛لأنها اتباع للفرائض،والوتروإن كان واجبًا عنده لكنه يؤدى في وقت العشاء فاكتفٰى بأذانه لا؛لأن الأذان لهما علٰى الصحيح (البحر الرائق،باب الأذان،تحت قوله:”سنن للفرائض: ٤٤٥/١،دار الكتب العلمية،بيروت)

الدر المختار(وهو سنة) ... (للفرائض) الخمس ... (لا)يسن (لغيرها) كعيد (الدر المختار)

وفي الشامي تحته :”أي و وتر و جنازة و كسوف واستسقاء و تراويح وسنن رواتب؛لأنها اتباع للفرائض والوتر وإن كان واجبًا عنده لكنه يؤدى في وقت العشاء فاكتفٰى بأذانه.(ردالمحتار،باب الأذان،مطلب:في المواضع التي يندب لها الأذان في غير الصلاة: ٥٠/٢،مكتبة زكريا ديوبند،انيس)

(۲) الأذان (هو)لغة الاعلام.(الدر المختار)

وفي الرد تحته ... والأصل في مشروعية الأذان الاعلام بدخول الوقت كما يعلم مما يأتي.(ردالمحتار، باب الأذان: ٤٧/٢،مكتبة زكريا ديوبند،انيس)

اور بچہ کے کان میں جو اذان دی جاتی ہے یہ اذان مستحب ہے،(١) مقصود اس سے بچے کے کان میں ابتدا ہی سے توحید و رسالت کی آواز پڑ جائے۔(٢) واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم (مرغوب الفتاویٰ:٣/١٨١-١٨٢)

نماز جنازہ کب فرض ہوئی:

سوال: نمازِ جنازہ کب فرض ہوئی، ہجرت سے قبل، یا بعد؟ کیا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی گئی، یا نہ؟ اگر پڑھائی گئی تو کس نے پڑھائی؟

الجواب ـــــــــــــــــــ

نمازِ جنازہ کی مشروعیت ہجرت کے پہلے سال ہوئی ہے، ہجرت سے قبل جو حضرات وفات پا گئے تھے، ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی گئی۔

اوجز المسالک میں ہے:

وفی الأنوار الساطعة شرعت صلاة الجنازة بالمدينة المنورة فی السنة الأولیٰ من الهجرة فمن مات بمكة المشرفة لم يصل عليه. (٣) فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق عفا اللہ عنہ۔ الجواب صحیح: بندہ خیر محمد عفا اللہ عنہ۔ (خیر الفتاویٰ:٣/٢٩٦)

صحت نماز جنازہ کے شرائط:

سوال: صحت نماز جنازہ کی کیا شرائط ہیں؟

حامدًا و مصليًا الجواب ـــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

صحت نماز جنازہ کے لیے دو قسم کی شرطیں ہیں:

ایک وہ جو نماز پڑھنے والوں سے تعلق رکھتی ہیں، جس طرح اور نمازوں کے لیے ہیں، مثلاً: طہارت، ستر عورت، استقبال قبلہ، نیت وغیرہ۔

دوسری قسم کی وہ شرطیں ہیں، جن کا تعلق میت سے ہیں، مثلاً: میت مسلمان ہو، میت کا بدن نجاست حقیقیہ وحکمیہ

---

(١) (لايسن لغيرها) أی من الصلوات وإلا فيندب للمولود. (ردالمحتار، باب الأذان، مطلب: فی المواضع التی يندب لها الأذان فی غير الصلاة: ٢/٥٠، مكتبة زكريا ديوبند، انيس)

(٢) والأظهر أن حكمة الأذان فی الأذن أنه يطرق سمعه أول وهلة ذكر الله تعالیٰ علیٰ وجه الدعاء إلی الإيمان والصلاة التی هی أم الأركان. (مرقاة المفاتيح، باب العقيقة، تحت حديث أبی رافع: "قال رأيت رسول الله صلی الله وعليه وسلم أذن" الخ: ٨/١٦٠، دار الكتب بيروت، انيس)

(٣) أوجز المسالك، كتاب الجنائز: ٤/٣٨٨، دار القلم، دمشق، انيس

سے پاک ہو، ہاں اگر نجاستِ حقیقیہ میت کے بدن سے بعد غسل کے خارج ہوئی ہو اور اس سبب سے میت کا بدن نجس ہو جائے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے، نماز درست ہے۔(۱) میت جس جگہ رکھی ہو، اس جگہ کا پاک ہونا شرط نہیں۔(شامی :۱/۵۷۹، وفتاویٰ عالمگیری)(۲) میت کا سترعورت پوشیدہ ہونا، میت نمازیوں کے آگے ہونا، میت کا زمین پر رکھا ہوا ہونا وغیرہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم (مرغوب الفتاویٰ:۳/۱۸۵-۱۸۶)☆

---

(۱) (وشرطها) ستة:(إسلام الميت،وطهارته) ... (ووضعه) ... (أمام المصلى).(الدرالمختار)

وفي رد المحتار:(وشرطها)أيس شرط صحتها... (ستة) ثلا ثة في المتن وثلاثة في الشرح وهي سترالعورة وحضورالميت وكونه أوأكثره إمام المصلى...وأما الشروط التي ترجع إلى المصلى فهي شروط بقية الصلوات من الطهارة الحقيقية بدناً وثوبًا ومكانًا والحكمية وستر العورة والاستقبال والنية سوى الوقت.(باب صلاة الجنائز،مطلب:في صلاة الجنازة:۱۰۳/۳،مكتبة زكريا ديوبند،انيس)

(۲) سئل قاضيخان عن طهارة مكان الميت هل تشترط لجوازالصلاة عليه؟قال:إن كان الميت على الجنازةلا شك أنه يجوز،وإلا فلا رواية لهذا ،وينبغي الجواز،وهكذاأجاب القاضي بدرالدين(ردالمحتار،باب صلاة الجنائز، مطلب:في صلاة الجنازة،تحت قوله:"وفي القنية : الطهارة "إلخ:۱۰۳/۳،مكتبة زكريا ديوبند،انيس)

وطهارة مكان الميت ليست بشرط.(الفتاوىٰ الهندية،الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل الخامس في الصلاة على الميت:۱۶۳/۱)

☆ شرائط صحت نمازِ جنازہ:

نماز جنازہ صحیح ہونے کے لیے نیچے لکھی باتیں شرط (یعنی ضروری) ہیں، اگر ان میں سے ایک بھی کم ہو جائے تو نماز جنازہ صحیح نہ ہوگی:(۱) میت کا مسلمان ہو جیسا کہ گذرا (۲) میت پاک ہو (۳) کفن پہنائے (۴) نعش رکھنے اور نماز پڑھنے کی جگہ پاک ہو (۵) نعش آگے موجود ہو (۶) سترِ عورت ہو (۷) قبلہ رخ نماز پڑھے (۸) نماز ہ پڑھنے کی نیت کرے (۹) امام بالغ ہو (۱۰) نماز کھڑا ہوکر پڑھے۔

(وشرائطها)ستة أولها(اسلام الميت) ... (و) الثاني (طهارته) وطهارة مكانه ... (و)الثالث يقدمه أمام القوم (و) الرابع (حضوره أوحضورأكثر بدنه أونصفه مع رأس) ...(و) الخامس (كون المصلي عليها غيرراكب)وغير قاعداً(بلا عذر) ... (و)السادس (كون الميت)موضوعا(على الأرض)وفي حاشيته تحته قوله وطهارة مكانه)قال في القنية الطهارة من النجاسة في الثوب والبدن والمكان وستر العورة شرط في حق الامام يعني المصلي والميت جميعاً. (مراقي الفلاح مع حاشيته الطحطاوي،ص:۵۸۱،۵۸۲،دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) میت مسلمان ہو، غیر مسلم کے لیے نماز جنازہ صحیح نہیں ہے، غیر مسلم کا بچہ یا بالغ پاگل (مجنوں) ماں، باپ میں کسی ایک کے ساتھ دارالحرب سے قید ہوکر آئے اور مرجائے تو دنیا کے احکام میں وہ والدین کے تابع ہے، اس پر نماز جنازہ صحیح نہیں ہوگی؛ لیکن آخرت کے احکام میں وہ ماں، باپ کے تابع نہیں ہے، اگر بچہ ماں، باپ میں سے کوئی ایمان لے آئے، یا بچہ اسلام کو سمجھتا ہو اور خود اسلام لے آئے، یا اس کے ماں، باپ میں سے کوئی اس کے ساتھ قید نہ ہوا اور وہ بچہ مرجائے تو اس پر نماز جنازہ ہوگی۔(ومن استهل) ... (سمى وغسل) ... (وصلى عليه) ... (وإن لم يستهل غسل) ... (وفي المختار) ... (وأدرج في خرقة) وسمى (ودفن ولم يصل عليه) ... (لصبي) أوبمجنون بالغ(سبي)أي أسر(مع أحد أبويه)من دار الحرب ثم مات لتبعيته له في أحكام الدنيا ويوقف الامام وفي أولاد أهل الشرك ... (الا أن يسلم أحدهما) للحكم باسلامه بالتبعية له (أو)يسلم (هو)اذا كان يعقله لأن اسلامه صحيح بامراره بالوحدانية.(مراقي الفلاح على الهامش الطحطاوي،باب أحكام الجنائز،ص:۶۰۰،دارالكتب العلمية بيروت) سمجھنے کی عمر سال بتائی گئی ہے۔==

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ جنازہ:

سوال: رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جنازہ کی نماز کس نے پڑھائی ہے؟ جب کہ یہ مسلمات میں سے ہے کہ انبیاء علیہم السلام جہاں مرتے ہیں، وہیں دفن ہوتے ہیں؟

الجواب ـــــــــــــــ حامدًاو مصلیًا

حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز جنازہ میں امام کوئی نہیں تھا، بلا امام ہی لوگ آتے رہے، نماز

== (۲) میت پاک ہو، حقیقی یا حکمی کوئی نجاست نعش میں نہ لگی رہے، جس کو غسل نہ دیا جائے، یا جس کے جسم پر نجاست ہو، اس پر نماز جنازہ جائز نہیں ہے۔(والثانی طهارته)عن نجاسة حكمية وحقيقة فى البدن فلا تصح علىٰ من يغسل ولا من عليه نجاسة(حاشية الطحطاوی،فصل:الصلاة عليه،ص: ۵۸۱،دار الكتب العلمية بيروت) جو نعش بغیر غسل دیئے دفن کردی گئی اور قبر کھودے بغیر نعش نکالنا ممکن نہ ہو، اس سے غسل ساقط ہوگیا، بلا غسل اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی جائے، بشرطیکہ نعش پھٹی نہ ہو(وإن دفن)وأهيل عليه التراب(بغير صلاة)أوبها بلا غسل أوممن لاولاية له(صلىٰ علىٰ قبره استحساناً.(ما لم يغلب على الظن تفسخه) من غير تقدير هوالأصح.(الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار،باب صلاة الجنائز: ۲۲۴/۲، دار الفكر) جو نعش بغیر غسل قبر میں رکھ دی جائے؛ لیکن اس پر مٹی نہ ڈالی ہو، اس کو نکال کر غسل دیا جائے اور نماز جنازہ پڑھی جائے۔(حوالہ بالا) جہالت میں بھول کر جس نعش کو بغیر نہلائے نماز جنازہ پڑھ کر دفن کردیا جائے اور بغیر قبر کھودے نعش نکالنا ممکن نہ ہو، اس کی قبر پر پھر سے نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔(حوالہ بالا) میت کے بدن سے ناپاکی کفن پہنانے سے پہلے نکلے تو دھودے بعد میں نکلے تو نہ دھوئے،(إذا تنجس الكفن بنجاسة الميت لا يضر دفعاً للحرج بخلاف الكفن المتنجس ابتداءً.(رد المحتار،باب صلاة الجنائز: ۲۰۸/۲، دار الفكر بيروت) اسی حال میں نماز ہوجائے گی، نعش پھٹنے میں کثرت رائے کا اعتبار ہے؛ کیوں کہ وقت، جگہ انسان تین دنوں کے اعتبار سے نعش پھٹتی ہے۔(ولوصلىٰ عليه قبل الدفن)بلا غسل لفساد الأولىٰ بالقدرة علىٰ تغسيله قبل الدفن وقيل تنقلب صحيحة لتحقق العجز ولولم يهل التراب يخرج فيغسل ويصلىٰ عليه ما لم يتفسخ والمعتبرفيه أكبر الرأى على الصحيح.(مراقى الفلاح على حاشية الطحطاوی،ص:۵۹۲،دار الكتب العلمية بيروت)

(۶) امام کے آگے نعش رہے، جو نعش امام کے سامنے موجود نہ ہو، اس پر نماز جنازہ صحیح نہیں ہے۔(وشراطها أيضاً حضوره ووضعه وكونه هو أكثره أمام المصلى.(الدر المختارعلىٰ هامش رد المحتار،باب صلاة الجنائز: ۲۰۸/۲،دار الكتب العلمية بيروت) اگر نعش کا اکثر حصہ یا آدھا بدن اور سر موجود ہو اس پر نماز جنازہ صحیح ہے۔(والشرط الرابع) حضوره أوحضور أكثر بدنه أونصفه مع رأسه.(مراقى الفلاح علىٰ حاشية الطحطاوی،باب صلاة الجنائز،فصل الصلاة عليه،ص: ۵۸۲) اور آدھا بدن ہو اور سر نہ ہو، یا آدھا سے بھی کم جسم موجود ہو تو نماز نہ ہوگی، بغیر نماز پڑھے اس کو دفن کردے۔سنت یہ ہے کہ امام میت کے سینہ کے سامنے رہے، اگر شیشہ امام کے سامنے نہ ہو؛ لیکن میت کے بدن کا کوئی حصہ امام کے سامنے ہو، تب بھی نماز ہوجائے گی۔چند نعشیں ہوں تو ہر ایک پر الگ الگ نماز جنازہ افضل ہے اور نماز پڑھنے کی ترتیب یہ رہے کہ سب سے افضل کی نماز سب سے پہلے پڑھے(یعنی عالم، حافظ، صالح وغیرہ کی نعش ہو تو پہلے عالم، پھر حافظ، پھر صالح اور اس سے کم درجہ والے اس کے بعد نماز پڑھے)اور سب پر ایک ساتھ نماز پڑھنا بھی جائز ہے، اس صورت میں نعشوں کو رکھنے کی کئی صورتیں ہیں، قبلہ کی چوڑائی میں نعشیں اس طرح رکھی جائیں کہ سب سے افضل امام کے سامنے رہے، اس سے کم درجہ والے اس کے بعد اور اس سے کم درجہ والے اس کے بعد رہے۔عورتوں بچوں کی نعشیں بھی ہوں تو مرد کے بعد نابالغ بچہ، پھر ہیجڑا، پھر بالغ عورتیں، پھر نابالغ بچی کی نعش رہے۔(طحطاوی، ص:۳۱۹)(طہارت اور نماز کے تفصیلی مسائل، ص:۵۷۳-۵۷۶)

پڑھتے رہے، یہی وصیت تھی۔ اتحاف السادۃ المتقین: ۱۰/۳۰۴،(۱) فتح الباری وعمدۃ القاری وغیرہ میں روایات موجود ہیں۔ باب وفات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مستقلاً کتب حدیث میں منعقد کیا جاتا ہے، اس کے ذیل میں شراح حضرات تفصیل سے ایک ایک چیز کے متعلق روایات نقل فرماتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۰/۲/۲۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۸/۶۰۰-۶۰۱)

جنازہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نماز کی کیفیت:

سوال: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ وایت کرتے ہیں کہ آنخضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: ''جب تم مجھ کو نہلا کر کفناؤ تو چارپائی میرے اس حجرے میں قبر کے کنارے پر رکھ کر ذرا ایک ساعت کے لیے باہر چلے جانا کہ اول جو مجھ پر نماز پڑھے گا، وہ میرا پروردگار جل شانہ ہے کہ وہ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے رہتے ہیں''۔(۲)

مندرجہ بالا عبارت یہاں مستقل فتنہ کا سبب بنی ہوئی ہے، جس میں صراحۃ مذکور ہے: ''اول جو مجھ پر نماز پڑھے گا، وہ میرا پروردگار جل شانہ ہے''۔ کیا واقعی معبود حقیقی نے بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نماز پڑھی ہے، جب کہ سب بندے؛ بلکہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس (اللہ تعالیٰ) کی نماز پڑھتے ہیں اور اب بھی اس کی نماز پڑھی جاتی ہے؟ نیز اللہ رب العزت اور فرشتوں کی نماز کے لیے سب کا باہر جانا کیوں ضروری ہے، وہ تو غیر محسوس اور غیر مرئی ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے رہتے ہوئے بھی نماز پڑھ سکتے ہیں۔

اصل عبارت ملاحظہ فرما کر واضح فرمائیں کہ یہ مترجم کی غلطی ہے، یا مصنف کا یہی مطلب ہے، نوازش ہوگی اگر جواب میں اصل عبارت تحریر فرمائیں؛ کیوں کہ ہمارے پاس اصل کتاب نہیں، صرف اس کا ترجمہ ہے۔

---

(۱) وعن عبد اللّٰہ مسعود رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال: لنا نبینا و حبیبنا نفسہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم قلنا: ... فمتٰی الأجل قال: ''دنا الأجل، والمنقلب إلی اللّٰہ، وإلی السدرۃ المنتھٰی، وإلٰی جنۃ المأوی، وإلٰی الکأس، والأوفٰی والرفیق الأعلٰی والعیش الأھنا''. قلت: فمن یغسلک؟ قال: ''رجال من أھل بیتی الأدنٰی'' فالأدنٰی، قلنا: ففیما نکفنک؟ قال: ''فی ثیابی ھٰذہ أوفٰی بیاض مصر أوحلۃ یمانیۃ'' قلنا: فمن یصلی علیک؟ قال: فبکی وبکینا، فقال: ''مھلاً، غفر اللّٰہ لکم وجزاکم عن نبیکم خیراً، أذا غسلتمونی وکفنتمونی، فضعونی علٰی سریری فی بیتی ھٰذا علٰی شفیر قبری ھٰذا، ثم أخرجوا عنی ساعۃ، فأول من یصلی علٰی خلیلی وجلیسی جبریل، ثم میکائیل، ثم إسرافیل، ثم ملک الموت وجنودہ من الملائکۃ بأجمعھا، ثم ادخلوا علٰی فوجًا فوجاً، فصلوا علٰی، وسلموا تسلیمًا، ولا تؤذونی بتزکیۃ ولا بصیحۃ ولا رنۃ ولیبدا بالصلاۃ علٰی رجال أھل بیتی ونساؤھم، ثم أنتم بعد. (الحدیث) (مختصر اتحاف السادۃ المھرۃ بزوائد المسانید العشرۃ، تالیف أبی العباس أحمد بن أبی بکر الشھیر بالبوصیری، باب فی فرضہ ووصیتہ ووفاتہ وغسلہ وتکفینہ والصلاۃ علیہ إلخ: ۹/۱۲۵، مکتبۃ عباس أحمد البازمکۃ المکرمۃ)

(۲) ابن سعد فی الطبقات الکبریٰ، باب ذکر الصلاۃ علٰی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم: ۲/۲۸۸-۲۸۹، دار صادر، بیروت) (از مذاق العارفین ترجمہ احیاء العلوم الدین، جلد چہارم، باب دہم، موت کے ذکر میں، باب الوفات، ص: ۸۷۴ سے ۸۷۵، مترجم مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی)

الجواب ـــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

طبقات ابن سعد میں روایت ہے، واقدی راوی ہیں اور ضعیف ہیں، نیز مرسل ہے، علامہ عراقی نے تخریج میں ایسا ہی فرمایا ہے، کمافی ہامش إحیاء العلوم، ص: ۴۰۰ (۱) یہاں الفاظ یہ ہیں:

"إذاغسلتموني وكفنتموني، فضعوني علىٰ سريري في بيتي هٰذاعلىٰ شفير قبري، ثم أخرجوا عني ساعة، فإن أول يصلي على الله عزوجل: (هو الذي يصلي عليكم وملائكته) ثم يأذن للملائكة في الصلاة على، فأول من يدخل على من خلق الله ويصلي على جبرئيل، ثم ميكائيل، ثم إسرافيل، ثم ملك الموت مع جنود كثيرة، ثم الملائكة بأجمعها. صلى الله تعالىٰ عليهم وسلم أجمعين. ثم أنتم فادخلوا على أفواجاً، فصلوا على أفواجًا زمرة زمرة، وسلموا تسليمًا، آه"

(رواه ابن سعد في الطبقات عن محمد بن عمرو هو الواقدي بأسناد ضعيف إلىٰ ابن عوف ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه، وهو مرسل ضعيف) (۲)

عبارت میں لفظ ''صلوٰۃ'' ہے، جب صلوۃ کو اللہ تعالیٰ کی جانب منسوب کیا جاتا ہے تو اس سے رحمت مراد ہوتی ہے، یہی حق تعالی شانہ کے شان کے لائق ہے، یہ مرادنہیں کہ اللہ تعالیٰ رفع یدین کر کے تکبیر کہہ کر ہاتھ باندھیں گے اور ''سبحانک اللہم'' بطریق معروف پڑھیں گے۔ قرآن کریم میں وارد ہے: ﴿إن الله وملائكته يصلون على النبي﴾ (۳) غلط فہمی کو رفع کر دیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۹۰/۸/۲۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۰۲/۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ:

سوال: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟　　(محمد واصل، مرادنگر)

---

(۱) مذاق العارفین ترجمۂ إحیاء علوم الدین مترجم مولانا محمد حسن نانوتویؒ، دسواں باب: موت اور مابعد الموت، فصل چہارم: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کی وفات کا ذکر: ۴/ ۶۱۷، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور

(۲) إحياء علوم الدين للإمام أبي حامد محمد بن محمد الغزالي، الباب الرابع في وفاة رسو ل الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم والخلفاء الراشدين، آه: ٤/ ٤٧١، دار إحياء التراث العربي، بيروت

(۳) سورة الأحزاب: ٥٦

"قال أبو العالية: صلوٰة الله ثناء عليه عند الملائكة، وصلوٰة الملائكة الدعاء، إلخ" (صحيح البخاري، كتاب التفسير، باب قوله، (إن الله وملائكته يصلون) الآية: ٢/ ٧٠٧، قديمي)

قال أبو عيسىٰ الترمذي: "وروى عن سفيان الثوري وغير واحد من أهل العلم قالوا: صلوٰة الرب الرحمة، وصلوٰة الملائكة الاستغفار". (جامع الترمذي، أبواب صلوة الوتر، باب ما جاء في فضل الصلوة على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ١/ ١١٠، سعيد)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ پر کسی نے امامت نہیں کی، ''ولم يؤم الناس علىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم''.(۱)

اور غالبًا ایسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات کے مقام احترام کو ملحوظ رکھ کر کیا گیا ہوگا۔ سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر تنہا تنہا نماز جنازہ پڑھتے رہے، پہلے مردوں نے پڑھی، پھر عورتوں نے اور اس کے بعد بچوں نے۔(۲) صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم (کتاب الفتاویٰ:۳/۱۶۵-۱۶۶)

جنازۂ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں کتنے آدمی تھے:

سوال: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جنازہ کی نماز میں کتنے اشخاص شریک ہوئے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا ومصليًا

جنازہ مقدسہ کی نماز اگر جماعت کے ساتھ بیک وقت ہوتی تو ممکن تھا کہ شرکت کرنے والوں کا تخمینہ کرلیا جاتا۔ مگر وہاں تو بغیر امام کے ہی لوگ آ کر نماز پڑھتے رہے، جن کی کوئی تعداد نہیں بتائی جاسکتی، نماز کی یہ صورت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تجویز سے تھی۔(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ:۸/۶۰۴)

---

(۱) فقال أبوبكر: إني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ما قبض نبي الا دفن حيث يقبض فرفع فراش رسول الله صلى الله عليه وسلم الذي توفي عليه محفر له تحته ثم دخل الناس علىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلون عليه أوسالا دخل الرجال حتىٰ اذا فرغوا أدخل النساء حتىٰ الصبيان ولم يؤم الناس علىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم أحد. (سيرة ابن هشام، باب الرسول والصلاة عليه: ٦٦٣/٢، انيس)

(۲) سیرت ابن ہشام: ۴/۶۶۳

(۳) عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما قال: لما مات رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أدخل الرجال، فصلوا عليه بغير إمام أرسالاً حتىٰ فرغوا، ثم أدخلوا النساء فصلين عليه، ثم أدخل الصبيان فصلوا عليه، ثم أدخل العبيد فصلوا عليه إرسالاً، لم يؤمهم علىٰ رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أحد''.

''قال حدثنا الواقدي قال حدثنا أبي ابن عباس بن سهل بن سعد عن أبيه عن جده قال: لما أدرج رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في أكفانه، ووضع علىٰ سريره، ثم وضع علىٰ شفير حجرته، ثم كان الناس يدخلون عليه رفقاً رفقاً، لا يؤمهم أحد'' قال الواقدي: وجدت صحيفة كتاباً بخط أبي، فيه أنه لما توفي رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ووضع علىٰ سريره، دخل أبوبكر وعمر ومعهما نفر من المهاجرين والأنصار قدر ما يسع البيت، وقالا: السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته، وسلم المهاجرون والأنصار كما سلم أبوبكر، ثم صفوا صفوفا لا يؤمهم عليه أحد، فقال أبوبكر وعمر رضي الله تعالىٰ عنهما. وهما في الصف الأول، حيال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم. اللهم إنا نشهد قد بلغ ما أنزل إليه، ونصح لأمته، وجاهد في سبيل الله ... فيخرجون ويدخل آخرون، حتىٰ صلى عليه الرجال، ثم النساء، ثم الصبيان'' (دلائل النبوة ومعرفة أحوال صاحب الشريعة للبيهقي، باب ماجاء في الصلاة علىٰ رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ٢٥٠/٧-٢٥١، دار الكتب بيروت)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ جنازہ اور تدفین کس طرح ہوئی اور خلافت کیسے طے ہوئی:

سوال: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین اور غسل میں کن کن حضرات نے حصہ لیا؟ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت کے منصب پر کس کو فائز کیا گیا اور کیا اس میں بالاتفاق فیصلہ کیا گیا؟

الجواب ــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

۳۰ رصفر (آخری بدھ) کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الوصال کی ابتدا ہوئی، ۸ ربیع الاول کو بروز پنجشنبہ منبر پر بیٹھ کر خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں بہت سے امور کے بارے میں تاکید و نصیحت فرمائی، (۱) ۹ ربیع الاول شبِ جمعہ کو مرض نے شدت اختیار کی اور تین بار غشی کی نوبت آئی؛ اس لیے مسجد تشریف نہیں لے جاسکے اور تین بار فرمایا کہ ''ابوبکر کو کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں'' چناں چہ یہ نماز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور باقی تین روز بھی وہی امام رہے، چناں چہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سترہ نمازیں پڑھائیں، جن کا سلسلہ شبِ جمعہ کی نماز عشا سے شروع ہو کر ۱۲ ربیع الاول دوشنبہ کی نماز فجر پر ختم ہوتا ہے۔ (۲)

علالت کے ایام میں ایک دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں (جو بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری آرام گاہ بنی) اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کو وصیت فرمائی:

''انتقال کے بعد مجھے غسل دو اور کفن پہناؤ اور میری چارپائی میری قبر کے کنارے (جو اسی مکان میں ہوگی) رکھ کر تھوڑی دیر کے لیے نکل جاؤ، میرا جنازہ سب سے پہلے جبرئیلؑ پڑھیں گے، پھر میکائیلؑ، پھر اسرافیلؑ، پھر عزرائیلؑ، ہر ایک کے ہمراہ فرشتوں کے عظیم لشکر ہوں گے، پھر میرے اہلِ بیت کے مرد، پھر عورتیں بغیر امام کے (تنہا تنہا) پڑھیں، پھر تم لوگ گروہ در گروہ آکر (تنہا تنہا) نماز پڑھو''۔

---

(۱) وفیها مرض رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فی آخر الأربعاء من صفر و کان ذالک الیوم الثلاثین من شهر صفر المذکور... وفیها فی أیام ذلک المرض خرج الی المنبر فخطب علیه قاعدا لعذر و أخبر فیها بأمور کثیرة تحتاج الیه أمته و کانت تلک الخطبة یوم الخمیس الثامن من شهر ربیع الأول، الخ. (بذل القوة فی حوادث سنة النبوة، ص: ۲۹۶-۲۹۸، فصل فی حوادث السنة الحادیة عشرة من الهجرة)

(۲) فیها لما اشتد علیه صلی اللّٰه علیه وسلم المرض لیلة الجمعة التی هی التاسعه من شهر ربیع الأول فاغمی علیه صلی اللّٰه علیه وسلم ثلاث مرات، ولم یستطع الخروج الیٰ صلاة العشاء، قال ثلاث مرات: مروا أبا بکر فلیصل بالناس! فصلی أبوبکر رضی اللّٰه عنه مقام النبی صلی اللّٰه علیه وسلم تلک العشاء، ثم لم یزل یصلی بهم الصلوٰة الخمس فی تلک الأیام الثلاثة الباقیة، حتیٰ کانت صلوٰة أبی بکر رضی اللّٰه تعالیٰ عنه التی صلاها بهم فی حیاته صلی اللّٰه علیه وسلم سبع عشرة صلاة مبدأها صلاة العشاء من لیلة الجمعة منتهاها صلوة الفجر من یوم الاثنین الثانی عشر من شهر ربیع الأول. (بذل القوة، ص: ۳۰۰)

چناں چہ اسی کے مطابق عمل ہوا۔ اول ملائکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھی، پھر اہل بیت کے مردوں نے، پھر عورتوں نے، پھر مہاجرین نے، پھر انصار نے، پھر عورتوں نے، پھر بچوں نے، سب نے اکیلے اکیلے نماز پڑھی، کوئی شخص امام نہیں تھا۔(۱)

آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دیا، حضرت عباس اور ان کے صاحبزادے فضل اور قثم رضی اللہ عنہم ان کی مدد کررہے تھے، نیز آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو موالی حضرت اسامہ بن زید اور حضرت شقران رضی اللہ عنہما بھی غسل میں شریک تھے، آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تین سحولی (موضع سحول کے بنے ہوئے) سفید کپڑوں میں کفن دیا گیا۔(۲)

آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے روز (۱۲/ربیع الاول) کو سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعتِ خلافت ہوئی۔ اول اول مسئلہ خلاف پر مختلف آراء پیش ہوئیں؛ لیکن معمولی بحث وتمحیص کے بعد بالآخر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انتخاب پر اتفاق ہوگیا اور تمام اہلِ حل وعقد نے ان کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔(۳) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۵۲/۴-۳۵۳)

---

(۱) وفيها في أيام مرضه صلى الله عليه وسلم وكونه صلى الله عليه وسلم في بيت عائشة رضى الله تعالىٰ عنها أوصى لأصحابه فقال: اذا أنامت فاغسلوني وكفنوني واجعلوني علىٰ سريري هذا علىٰ شفير قبري في بيتي هذا ثم أخرجوا عني ساعة فأول من يصلىٰ على جبريل، ثم ميكائيل، ثم اسرافيل، ثم ملك الموت، كل واحد منهم بجنوده، ثم يصلي على رجال أهل بيتي، ثم نسائهم، ثم ادخلوا أنتم فوجاً فوجاً فصلوا عليَّ. فوقع كما قال صلى الله عليه و سلم فصلى عليه صلى الله عليه وسلم أولا الملائكة عليهم السلام، ثم رجال أهل بيته، ثم نسائهم، ثم رجال المهاجرين، ثم الأنصار، ثم النساء، ثم الغلمان، فصلوا كلهم افذادا منفردين لا يؤمهم أحد. (بذل القوة ص: ۲۹۹، فصل في حوادث السنة الحادية عشرة من الهجرة)

(۲) وفيها وقع أنه لما توفي صلى الله عليه وسلم غسله عليٌّ وحضرمعه العباس وأبناه الفضل وثم وموليا رسول الله صلى الله عليه وسلم ورضى عنهما أسامة وشقران .. رضى الله عنهم وكفن في ثلاثة أثواب بيض سحولية. (بذل القوة ص: ۳۰۳، فصل في حوادث السنة الحادية عشره من الهجرة، طبع حيدر آباد)

(۳) فلما مات واختلف الصحابة فبما بينهم فمن قائل يقول مات رسول الله صلى الله عليه وسلم ومن قائل لم يمت فذهب سالم بن عبيد وراء الصديق الى السنح فأعلمه بموت رسول الله صلى الله عليه وسلم فجاء الصديق من منزله حين بلغه الخبر فدخل علىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم منزهله وكشف الغطاء وجهه وقبله وتحقق أنه قد مات خرج الى الناس فخطبهم الىٰ جانب المنبر وبين لهم وفاة رسول الله صلى الله عليه وسلم كما قدمنا وأزاح الجدل وأزال الاشكال ورجع الناس كلهم أجمعين وبالغه في المسجد جماعة من الصحابة ووقت شبهة لبعض الأنصار وقام في أذهان جوازاستخلاف خليفة من الأنصار وتوسط بعضهم أن يكون أمير من المهاجرين وأمير من الأنصار حتىٰ بين لهم الصديق أن الخلافة لا تكون الا في قريش نرجعوا اليه وأجمعوا عليه كما سبنينه وننبه عليه الخ. (البداية والنهاية: ۲۲۳/۵-۲۷۰، طبع دارالفكر، بيروت، انيس)

جنازۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں تاخیر کی وجہ:

سوال: جنازہ کے بعد دعا کے لیے ایک منٹ کا ٹھہرنا بھی جناب نے خلاصۃ الفتاویٰ کی عبارت: "ولا یقوم بالدعاء بعد الجنازۃ، آہ" (۱) کی رو سے ممنوع بتایا ہے؛ مگر کتابوں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کے بعد جنازہ ٹھہرایا گیا ہے اور اور دو روز تک نماز جنازہ جو دعا ہی ہے، برابر پڑھی گئی ہے اور حدیث میں: أسرعوا بالجنائز" (۲) نماز جنازہ کے بعد ٹھہرنے کے لیے مانع ہوتی ہے تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہرگز نماز جنازہ کے بعد دو روز تک نماز جنازہ کو نہ روکے رکھتے، لہٰذا اس کے متعلق اگر کوئی حدیث صریح ہو تو نقل فرمائیے، ورنہ یہ تو تحریر فرمادیں کہ اس کے متعلق کوئی حدیث صریح نہیں ہے، اگر حدیث صریح ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس پر عمل کیوں نہیں کیا؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

یہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی۔

"أخرج ابن سعد (۳) وابن منيع والحاكم والبيهقي و الطبراني في الأوسط: عن ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه قال: لما ثقل رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، قلنا: من يغسلك يارسول الله! صلى الله تعالىٰ عليه وسلم؟ قال: رجال من أهل بيتي الأدنىٰ فالأدنىٰ مع ملائكة كثيرة يرونكم من حيث لاترونهم، قلنا: من يصلي عليك؟ قال: إذا غسلتموني وحنطتموني وكفنتموني، فضعوني علىٰ سريري هٰذا علىٰ شفير قبري، ثم أخرجوا عني ساعة، فإن أول من يصلي علي جبرئيل، ثم ميكائيل، ثم إسرافيل، ثم ملك الموت مع جنود من الملائكة، ثم ليصل علي أهل بيتي، ثم ادخلوا علي أفواجًا وفرادى". قلنا: فمن يدخلك قبرك؟ قال: "أهلي مع ملائكة كثيرين يرونكم من حيث لاترونهم، آه". (خصائص كبرى: ۲/۲۷۶) (۴)

"عن ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه في وصية النبي صلى الله عليه وسلم أن يغسله رجال

---

(۱) خلاصة الفتاوىٰ، الفصل الخامس والعشرون في الجنائز، نوع منه: إذا اجتمعت الجنائز: ۱/۲۲۵، رشيدية

(۲) والحديث بتمامة: عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه و سلم قال: "أسرعوا بالجنازة، فإن تك صالحة فخير تقدمونها، وإن تك سوى ذلك، فشر تضعونه عن رقابكم". (صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب السرعة بالجنازة: ۱/۱۷٦، قديمي)

(۳) أخرجه ابن سعد في الطبقات الكبرى، باب ذكر الصلاة علىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم: ۲/۲۸۸- ۲۸۹، دار صادر، بيروت

(۴) الخصائص الكبرى للشيخ جلال الدين السيوطي، باب اختصاصه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بالصلاة عليه إفرادًا بغير إمام وبغير دعاء الجنازة المعروف إلخ: ۲/۴۸۴، مكتبة حقانية

أهل بيته وأنه قال: "كفنوا في ثيابي هٰذه أوفيٰ يمانية أو بياض مصر"، وأنه إذا كفنونه على يضعونه شفير قبره ثم يخرجون عنه حتٰى تصلى عليه الملائكة، ثم يدخل عليه رجال أهل بيته فيصلون عليه ثم الناس بعدهم فرادى". (الحديث)(١)(فتاویٰ محمودیہ: ٨/٦٠٥-٦٠٧)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچاؤں پر نمازِ جنازہ:

سوال: سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کتنے چچا تھے، جس میں صرف دو چچا ایمان لائے تھے، حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بقیہ سات، یا نو ایمان نہیں لائے تھے، ابولہب وابوطالب ان کے جنازہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شرکت کی تھی، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

گنتی تو آپ کو خود بھی معلوم ہے، جیسا کہ تحریر کر رہے ہیں، صلوۃ جنازہ کے لیے میت کا اسلام شرط ہے، (كذا في البحر: ١٧٩/١)(٢) ابتداءً منافقین کے ساتھ ظاہری طور پر مسلمانوں جیسا معاملہ کیا جاتا تھا، جب عبداللہ بن ابی بن سلول کا واقعہ پیش آیا تو اس کے بعد منافقین پر بھی صلوۃ جنازہ کی ممانعت ہوگئی، (٣) اور کفار پر تو صلوٰۃ جنازہ، کبھی

---

(١) البداية والنهاية، فصل: في ذكر الوقت الذي توفي فيه رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إلخ، كيفية الصلاة عليه صلى الله تعالىٰ عليه و سلم: ٢٤٢/٤، دار الفكر، بيروت)

وانظر للتفصيل مختصر السادة المهرة بزوائد المسانيد العشرة، للشيخ أبي العباس أحمد بن أبي بكر البوصيري، باب في مرضه ووصيته ووفاته وغسله وتكفينه والصلاة عليه، إلخ: ١٢٥/٩، مكتبة عباس أحمد الباز)

(٢) وشرطها إسلام الميت وطهارته، فلا تصح على الكافر. (البحر الرائق، باب الجنائز، فصل: السلطان أحق بصلاته: ٣١٤/٢، رشيدية)

وقال اللّٰه تعالىٰ: ولا تصل علىٰ أحد منهم ما ت أبداً، ولا تقم علىٰ قبره، إنهم كفروا بالله ورسوله، وماتوا وهم فاسقون. (التوبة: ٨٤)

"قال رحمه اللّٰه: (وشرطها): أي شرط الصلاة عليه (إسلام الميت وطهارته)، أما الإسلام فلقوله تعالىٰ: (ولا تصل علىٰ أحد منهم مات أبداً، ولا تقم علىٰ قبره) يعني المنافقين وهم الكفرة، ولأنها شفاعة للميت إكراماً له وطلباً للمغفرة، والكافر لا تنفعه الشفاعة ولا يستحق الإكرام". (تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب الجنائز، فصل: السلطان أحق بصلاته: ٥٧٢/١، دار الكتب العلمية، بيروت)

(٣) عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما، عن عمر بن الخطاب رضي الله تعالىٰ عنه أنه لما مات عبد الله بن أبي بن سلول، دعي له رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ليصلي عليه، فلما قام رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وثبت إليه، فقلت: يارسول الله أتصلي على ابن أبي وقد قال يوم كذا وكذا وكذا، إعدو عليه قوله فتبسم رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فقال أخر عني يا عمر فلما أكثرت عليه قال اني خيرت فأخترت لو أعلم أني إن زدت على السبعين يغفر له، لزدت عليها". قال: فصلى عليه رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، ثم انصرف، فلم يمكث إلا يسيرًا حتٰى نزلت الآيتان من براءة: لا تصل علىٰ أحد منهم مات أبداً ولا تقم علىٰ قبره وهم فاسقون. قال: فعجبت بعد من جرأتي علىٰ رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يومئذ، والله ورسوله أعلم". (صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب مايكره من الصلاة على المنافقين: ١٨٢/١، قديمي)

پڑھی نہیں گئی۔ ابولہب نے ہمیشہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اذیت پہنچائی، حتی کہ ﴿تبت یدا أبی لھب﴾ إلخ اسی کی مذمت اور وعید میں نازل ہوئی، جس میں اس کے دوزخی ہونے کو صاف صاف فرمایا گیا۔ (۱) ابوطالب کی موت کا قصہ صحیح بخاری شریف میں موجود ہے۔ (۲) فتح الباری میں لکھا ہے کہ ''ابوطالب کے مرنے پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی، آپ کا گمراہ چچا مر گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جا، اسے دبا دے'' انہوں نے عرض کیا کہ وہ مشرک مرا ہے، آپ نے پھر بھی فرمایا: جا اسے دبا دے'' (۳) اور اسی سال میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات تک صلاۃ جنازہ مشروع نہیں ہوئی تھی۔ (کذا فی الطحطاوی) (۴)

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ محمودیہ: ۶۰۷/۸)

---

(۱) سورة اللهب: ۱

''عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم خرج إلى البطحاء فصعد إلى الجبل، فنادىٰ: ''يا صباحاه''. فاجتمعت إليه قريش، فقال: ''أرأيتم إن حدثتكم أن العدو مصبحكم أو ممسيكم أكنتم تصدقوني''؟ قالوا: نعم، قال: ''فإني نذير لكم بين يدي عذاب شديد''. فقال أبو لهب: ألهٰذا جمعتنا، تباً لك؟ فأنزل الله، تبت يدا أبي لهب . إلىٰ آخرها''. (صحيح البخاري، باب قوله تعالىٰ: (وتب ما أغنىٰ عنه ماله وما كسب: ۷۴۳/۲، قديمي)

(۲) عن ابن المسيب عن أبيه أن أبا طالب لما حضرته الوفاة دخل عليه النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وعنده أبو جهل، فقال: ''أي عم قل: لا إله إلا الله كلمة أحاج لك بها عند الله''. فقال أبو جهل وعبد الله بن أبي أمية: يا أبا طالب أترغب عن ملة عبد المطلب؟ فلم يزالا يكلمانه حتىٰ قال آخر شيء كلمهم به: علىٰ ملة عبد المطلب، فقال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ''لأستغفرن لك ما لم أنه عنه'' فنزلت: ﴿ما كان للنبي والذين آمنوا أن يستغفروا للمشركين ولو كانوا أولي قربىٰ من بعد ما تبين لهم أنهم أصحاب الجحيم﴾ (سورة التوبة: ۱۱۳) ﴿ونزلت. إنك لا تهدي من أحببت﴾ (سورة القصص: ۵۶) (صحيح البخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب قصة أبي طالب: ۵۴۸/۱، قديمي)

(۳) ''وابن الجارود من حديث علي رضي الله تعالىٰ عنه، قال: لما مات أبو طالب قلت: يا رسول الله إن عمك الشيخ الضال قد مات، قال: إذهب فواره''، قلت: إنه مات مشركاً، فقال: ''إذهب فواره''. الحديث ''(فتح الباري، كتاب مناقب الأنصار، باب قصة إبي طالب: ۲۴۷/۷، قديمي) / وانظر للتفصيل: السيرة النبوية لابن هشام، وفاة أبي طالب وخديجة رضي الله تعالىٰ عنها: ۵۷/۲-۵۸، مصطفىٰ البابي الحلبي بمصر)

(۴) قال الواقدي: لم تكن شرعت يوم موت خديجة رضي الله عنها، وموتها بعد النبوة بعشر سنين على الأصح''. (حاشية الطحطاوي علىٰ مراقي الفلاح، أحكام الجنائز، فصل: الصلاة عليه، ص: ۵۸۰، قديمي)

''عن ابن إسحاق قال: ثم إن خديجة بنت خويلد رضي الله عنها وأبا طالب ماتا في عام واحد، فتتابعت علىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم المصائب بهلاك خديجة وأبي طالب، وكانت خديجة وزيرة صدق على الإسلام كان يسكن إليها ، قلت: بلغني أن موت خديجة كان بعد موت أبي طالب بثلاثة أيام والله أعلم''. (دلائل النبوة للبيهقي، وفاة حذيفة بنت خويلد رضي الله عنه: ۲۳۶/۲، انيس)

قال الدكتور عبد المعطي قلعجي تحت هٰذا الحديث: ''روي عن حكيم بن حزام أنها توفيت سنة عشر من البعثة بعد خروج هاشم من الشعب، ودفنت بالجحون، ونزل رسول الله صلى الله عليه وسلم قبرها، ولم تكن الصلاة علىٰ الجنازة شرعت''. (التعليق علىٰ دلائل النبوة ومعرفة أحوال صاحب الشريعة للبيهقي، باب وفاة خديجة بنت خويلد زوج رسول الله صلى الله عليه وسلم ورضي عنها: ۳۵۲/۲-۳۵۳، دار الكتب العلمية، بيروت) ==

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر نمازِ جنازہ:

سوال: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ کی نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی، کیا اس وقت نماز جنازہ کے متعلق احکام نازل نہیں ہوئے تھے؟ یا بعد نزولِ وحی قبر پر نماز جنازہ پڑھی گئی، یا نہیں؟ جیسا کہ شاہ نامۂ حفیظ جالندھری میں ہے۔

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

شاہ نامۂ حفیظ میرے پاس نہیں، حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے وقت نماز جنازہ مشروع نہیں ہوئی تھی، (۱) جن کا انتقال مکہ معظّمہ میں ہوا، ان پر نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ (کذا فی أوجز المسالک: ۱/۴۲۱) (۲)

آپ رضی اللہ عنہا کی قبر پر نماز کا پڑھا جانا میری نظر سے نہیں گزرا، آپ کا انتقال ہجرت سے کئی سال قبل مکہ معظّمہ میں ہوا۔ (الإکمال، ص: ۹) (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۸/۶۱۰)

نماز جنازہ فرض کفایہ ہے، یا فرض عین:

سوال: نماز جنازہ میں نیت فرض کفایہ کی کرے، یا عین فرض کی؟ اور جس وقت میت حاضر ہوئے اس وقت نماز جنازہ فرض کفایہ ہے، یا فرض عین ہو جاتی ہے؟

== "وقال محمد بن إسحاق: ماتت خديجة رضی الله تعالٰی عنها و أبو طالب فی عام واحد". (البداية و النهاية، فصل فی موت خديجة بنت خويلد رضی الله عنها: ۳/۱۲۷، دار الفكر، بيروت)

(۱) قال الواقدی: لم تكن شرعت يوم موت خديجة رضی الله تعالٰی عنها، وموتها بعد النبوة بعشر سنين علی الأصح". (حاشية الطحطاوی علٰی مراقی الفلاح، أحكام الجنائز، فصل: الصلاة عليه، ص: ۵۸۰، قديمی)

(۲) وفی أنوار الساطعة: شرعت صلٰوة الجنازة بالمدينة المنورة فی السنة الأولٰی من الهجرة، فمن مات بمكة المشرفة، لم يصل عليه. (أوجز المسالک شرح مؤطا الإمام مالک، كتاب الجنائز: ۴/۱۹۱، إداره تاليفات أشرفية ملتان)

(۳) خديجة بنت خويلد رضی الله تعالٰی عنها، هی أم المؤ منين خديجة بنت خويلد ابن أسد القرشية ... وماتت بمكة قبل الهجرة بخمس سنين، وقيل: بأربع سنين، وقيل: بثلٰث، وكان قد مضی من النبوة عشر سنين، وكان لها من العمر خمس وستون سنة". (إكمال فی أسماء الرجال لصاحب مشكٰوة المصابيح شيخ ولی الدين الخطيب الملحق بمشكٰوة المصابيح فصل فی الصحابيات، تحت حرف الخاء، ص: ۵۹۳، قديمی)

قال الإمام البيهقی رحمه الله تعالٰی: "عن ابن إسحاق قال: ثم إن خديجة بنت خويلد رضی الله تعالٰی عنها و أبا طالب ماتا فی عام واحد، فتتابعت علٰی رسول الله صلی الله تعالٰی عليه وسلم المصائب بهلاک خديجة وأبی طالب، وكانت خديجة وزيرة صدق علی الإسلام، كان يسكن إليها، قلت: وبلغنی إن موت خديجة كان بعد موت أبی طالب بثلاثة أيام، والله أعلم" (دلائل النبوة ومعرفة أحوال صاحب الشريعة للبيهقی، باب وفاة خديجة بنت خويلد زوج رسول الله صلی الله تعالٰی عليه وسلم و رضی عنها، وما فی أخبار جبريل عليه السلام إياه بما يأتيه به من الآيات: ۲/۳۵۲-۳۵۳، دار الكتب العلمية، بيروت)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

جس وقت جنازہ حاضر ہو جائے، اس وقت بھی نماز اس کی فرض کفایہ ہی رہتی ہے۔(١) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ٣١٤/٥)

نمازِ جنازہ حاضرین پر فرض کفایہ ہے، یا فرض عین:

سوال: صلوٰۃ جنازہ فرض کفایہ ہے، اگر کوئی حاضر ہو جائے تو اس کے اوپر بھی فرض کفایہ ہے، یا نہیں؟ ایک عالم صاحب فرماتے ہیں: اس پر بھی فرض عین ہو جاتا ہے۔ یہ صحیح ہے، یا نہیں؟ اور حاشیہ شرح وقایہ میں مولانا عبد الحئی صاحبؒ نے فرض کفایہ لکھا ہے ان کے حق میں بھی، کتاب کا حوالہ نہیں دیا۔(٢) اگر دیگر کتب سے یہ مسئلہ معلوم ہو تو ارسال فرمایئے معہ حوالہ کے۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

"وهی فرض كفاية: أی الصلاة عليه، لقوله، عليه الصلاة والسلام: "صلوا علىٰ صاحبكم". والأمر للوجوب، ولو كانت فرض عين، لصلى عليه النبی صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم، ولأن المقصود يحصل بإقامة البعض، فتكون فرض كفاية، وكذا تكفينه فرض على الكفاية، ولهٰذا يقدم على الدين الواجب عليه، ويجب علىٰ من تجب عليه نفقته، وكذا غسله ودفنه فرض علىٰ الكفاية، آه". (٣)

"وإذا أرادوا أن يصلوا علىٰ جنازة بعد غروب الشمس بدأوا بالمغرب؛ لأنها أقوىٰ، فإنها فرض عين علىٰ كل واحد، والصلاة على الجنازة فرض على الكفاية، والبداءة بالأقوىٰ أولىٰ؛ لأن تأخير صلاة المغرب بعد غروب الشمس مكروه، وتأخير الصلوٰة على الجنازة غير مكروه ... وإذا صلوا علىٰ جنازة والإمام غير طاهر، فعليهم إعادة الصلاة؛ لأن صلوٰة الإمام فاسدة لعدم الطهارة، فتفسد صلاة القوم بفساد صلوٰته، وإن كان الإمام طاهراً والقوم علىٰ غير طهارة لم يكن عليهم إعادتها؛ لأن صلاة الإمام قد صحت، وحق الميت به تأدى، فالجماعة ليست بشرط فی الصلاة علىٰ الجنازة، آه". (٤)

---

(١) (والصلاة عليه) صفتها (فرض كفايه) ... بالاجماع، آه. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب صلاة الجنازة: ٢٠٧/٢، انيس)

(٢) هٰذا هو حكم فرض الكفاية، فإنه يكون فرضاً علىٰ كل واحد واحد، لكن بحيث إن أدى بعض منهم، سقط عن الباقين: وإن لم يؤ د واحد منهم، يأثم الجميع بترك الفرض، وإن أدى الكل وجدوا ثواب الفرض، وتحقيقه فی كتب الأصول. (عمدة الرعاية علىٰ هامش شرح الوقاية، باب الجنائز، (رقم الحاشية: ١٦): ٢٠٦/١، سعيد)

(٣) تبيين الحقائق، باب الجنائز، فصل السلطان أحق بصلاته: ٥٧١/١، دار الكتب العلمية، بيروت

(٤) كتاب المبسوط للسرخسی، باب غسل الميت: ١٠٩/٢ـ١١٠، مكتبة غفارية، كوئٹة

"والصلاة على الجنازة فرض على الكفاية،تسقط بأداء الواحد إذا كان هو الولى،وليس للقوم أن يعيدوابعد ذلك،ولوأن جنازة تشاجرفيهاأنهم يصلى عليها،فوثب رجل غريب،فصلى عليها وصلّٰى معه بعض القوم،فصلو تهم تامة،وإن أحب الأولياء أعادواالصلاة لأن حق الصلاة على الجنازة للأولياء فلايكون لغيرهم أن يبطل حقهم ... فان كان حين افتتح الرجل الغريب صلاة الجنازة اقتدٰى به بعض الأولياء فليس لمن بقى منهم حق الإعادة لأن الذى إقتدى به رضى بإمامته فكأنه قدمه،ولكل واحد من الأولياء حق الصلاة على الجنازة كأنه ليس معه غيره لأن ولايته متكاملة،فإذا سقط بأداء،أحدهم لم يكن للباقين حق الإ عادة". (۱)

"الصلاة عليه ككفنه ودفنه وتجهيزه (فرض كفاية) مع عدم الانفراد بالخطاب بها و لوامرأة، وفى الطحطاوى:تحت قوله مع عدم الانفراد بالخطاب "فلو انفرد واحد بأن لم يحضره إلا هو، تعين عليه تكفينه ودفنه،كما فى الضياء والشمنى والبرهان،آه". (۲)

"عن عمران بن حصين رضى اللّٰه تعالىٰ عنه قال:قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم: "إن أخاكم قد مات، فقوموا فصلوا عليه". (۳)

"(والصلاة عليه)صفتها(فرض كفاية) بالإجماع". (۴)

"والأجماع منعقد علىٰ فرضيتها أيضاً إلاأنها فرض كفاية إذا قام به البعض، يسقط عن الباقين؛لأن ما هو الفرض وهو قضاء حق الميت يحصل بالبعض،ولايمكن أيجابها علىٰ كل واحد من آحاد الناس". (۵)

صلوٰۃ جنازہ کا جمیع حاضرین پرفرض کفایہ ہونا عبارات مذکورہ سے بالکل صاف طور پر ظاہر ہے،اگر کوئی شخص حاضر نہ ہو،صرف ایک آدمی ہو،اس پر البتہ فرض عین ہے،جیسا کہ عام فرض کفایہ کا حکم ہوتا ہے،جو عالم جمیع حاضرین پر فرض عین کہتے ہیں،فرضیت کی دلیل ان ہی سے دریافت کی جائے،کتب معتبرہ،متون،شروح،فتاویٰ میں کہیں فرض عین ہونا،جمیع حاضرین پر مذکور نہیں،شرح وقایہ کے حاشیہ میں فرض عین ہونے کے تردید کی ہے،جو کہ کافی ہے،اور کیا سائل نے ان عالم سے دریافت کر کے فرض عین ہونے کا کوئی حوالہ کسی معتبر کتاب سے دیا ہے؟ جزئیاتِ فقہیہ جو عباراتِ منقولہ میں درج نیز معتبر اور مفتی بہ ہیں،فرض عین ہونے کے قطعاً منافی ہیں۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ،مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح:سعید احمد غفرلہ،صحیح:عبداللطیف،۲۱/جمادی الأولی/۱۳۵۸ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۵۴۵/۸-۵۴۷)

---

(۱) كتاب المبسوط للسرخسى،كتاب الصلاة،باب الصلاة على الجنازة:۱۷۹/۲،مكتبة غفارية،كوئٹة

(۲) مراقى الفلاح مع حاشية الطحطاوى،باب أحكام الجنائز،فصل فى الصلاة عليه،ص:۵۸۰-۵۸۱،قديمى

(۳) سنن النسائى،كتاب الجنائز،باب الأمربالصلاة على الميت:۲۷۵/۱،قديمى

(۴) الدرالمختارعلىٰ هامش رد المحتار،كتاب الصلاة،باب الجنائز:۲۰۷/۲،سعيد

(۵) بدائع الصنائع،كتاب الصلاة، فصل فى بيان صلاة الجنازة:۳۶/۲،رشيدية

چلتے ہوئے مسافر پر نمازِ جنازہ میں شریک ہونا لازم ہے، یا نہیں:

سوال: اگر کوئی مسافر چلا جا رہا ہے تو اس کے راستہ میں مسلمانوں کا جنازہ دفناتے ہوئے ملا تو اب اس مسافر کے واسطے آگے چلنا حرام ہے، یا نہیں؟ کیوں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر مسافر جنازہ کی نماز ادا نہ کرے اور مٹی وغیرہ نہ ڈالے تو اس مسافر کے واسطے آگے چلنا حرام ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

نماز جنازہ فرض کفایہ ہے؛ یعنی اگر بعض ادا کرلیں تو سب کے ذمہ سے ساقط ہو جاتی ہے، پس اگر اس جنازہ پر نماز پڑھی جا چکی ہے تو مسافر کے لیے نماز کا سوال ہی نہیں رہا اور اگر نہیں پڑھی گئی تو بہتر یہ ہے کہ یہ مسافر بھی نماز میں شریک ہو جائے۔ ہاں اگر کچھ دشواری ہو، یا اس کو جانے کی جلدی ہو اور نماز میں تاخیر ہو تو یہ مسافر جنازہ نہ پڑھنے سے بھی گنہ گار نہ ہوگا، (۱) یہی حال دفن کرنے کا ہے؛ یعنی اگر اسے موقعہ اور گنجائش ہے تو دفن کرنے میں شریک ہو جائے، ورنہ گناہ نہیں۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۶/ ۱۳۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۲۱/ جمادی الثانیہ ۱۳۵۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۹۱/۸-۵۹۲)

---

(۱) عن عمران بن حصين رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إن أخاكم قد مات: فقوموا فصلوا عليه". (سنن النسائي، كتاب الجنائز، باب الأمر بالصلاة على الميت: ۲۷۵/۱، قديمي)

"هٰذا هو حكم فرض الكفاية، فإنه يكون فرضاً علىٰ كل واحد، لكن بحيث إن أدى بعض منهم، سقط عن الباقين، و إن لم يؤد واحد منهم، يأثم الجميع بترك الفرض، و إن أدى الكل، وجدوا ثواب الفرض" (عمدة الرعاية علىٰ هامش شرح الوقاية، كتاب الصلاة، باب الجنائز، (رقم الحاشية : ۱٦): ۲۰٦/۱، سعيد)

"(والصلاة عليه) : أى الميت (فرض كفاية) بالإجماع". (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب صلاة الجنائز: ۲/ ۱۰۷، سعيد)

(۲) "عن أبى هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من شهد الجنازة حتىٰ يصلى عليه فله قيراط، ومن شهد حتىٰ يدفن كان له قيراطان". قيل: وما القيراطان؟ قال: "مثل الجبلين العظيمين". (صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب من انتظر حتىٰ يدفن: ۱۷۷/۱، قديمي)

"فالدليل علىٰ وجوبه توارث الناس من لدن صلوات الله عليه إلىٰ يومنا هٰذا مع النكير علىٰ تاركه، وذا دليل الوجوب إلا أن وجوبه علىٰ سبيل الكفاية حتىٰ إذا قام به البعض، سقط عن الباقين، لحصول المقصود". (بدائع الصنائع، الجنائز، فصل: والكلام فى الدفن فى مواضع إلخ: ۲/ ، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

"دفن الميت فرض على الكفاية". (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصلاة، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز، الفصل السادس فى القبر والدفن إلخ: ۱٦٥/۱، رشيدية)

اگر کچھ لوگ نماز جنازہ نہ پڑھیں تو کیا حکم ہے:

سوال: اتفاق سے کوئی لڑکی نابالغہ فوت ہوئی اور نماز جنازہ کے لیے سب لوگ جمع ہوئے اور وہ علما بھی جمع ہوئے جنھوں نے پردہ کی تنبیہ کی تھی؛ لیکن حاضر جنازہ ہوکر نماز نہ پڑھی، واپس چلے آئے، اس صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب

نماز جنازہ بالغ و نابالغ کی فرض کفایہ ہے، بعض کی ادا سے باقیوں کے ذمہ سے فرضیت ساقط ہو جاتی ہے، پس اگر نماز جنازہ اس نابالغہ کی ہوگئی ہے تو وہ لوگ جنہوں نے نماز جنازہ میں شرکت نہ کی عاصی نہیں ہیں اور اگر اس نابالغہ کے جنازہ کی نماز بالکل نہیں پڑھی گئی تو جو لوگ موجود تھے اور جن کو علم اس کی موت کا ہوا اور نماز جنازہ نہ پڑھی، وہ سب گنہگار ہوئے۔

قال فی الدر المختار: (والصلاة علیه) صفتها (فرض کفایة)، الخ.

وفی رد المحتار تحته: وأما ما شروط وجوبها فهی شروط بقیة الصلوات من القدرة والعقل والبلوغ والاسلام مع زیادة العلم بموته، تأمل. (١)

اور ظاہر ہے کہ وہ قومیں جو پردہ نہیں کرتیں ان چار میں داخل نہیں ہیں، خصوصاً نابالغہ کی وہ مکلّف پردہ کی نہیں ہے، پس ترک کرنا اس کی جنازہ کی نماز کا نہایت قبیح ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "**صلوا علی کل بر وفاجر**". (**الحدیث**) (٢) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ٥/٣٤٢-٣٤٣)

معتکف جنازہ کے لیے مسجد سے نکل سکتا ہے:

سوال: اگر کوئی امام مسجد رمضان المبارک میں اعتکاف میں بیٹھا ہوا ہے۔ کیا نمازِ جنازہ کے لیے باہر جا سکتا ہے، یا نہیں؟ اگر نہیں جا سکتا تو کیا وہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھا سکتا ہے؟

الجواب

اگر اعتکاف میں بیٹھنے سے پہلے یہ شرط کیا تھا کہ نماز جنازہ کے لیے باہر جایا کروں گا تو پھر نماز جنازہ کے لیے باہر جانا جائز ہے، وگرنہ اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ مسجد کے اندر جنازہ پڑھنا مکروہ ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ۔ الجواب صحیح: بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ۔ (خیر الفتاویٰ: ٣/٣١٤)

---

(١) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ٨١١/١

(وهی فرض علی کل مسلم مات خلا) أربعة (بغاة وقطاع طریق)، الخ. (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب صلاة الجنائز: ٢١٠/٢، دار الفکر بیروت، انیس)

(٢) سنن الدار قطنی، باب صفة من تجوز الصلاة معه والصلاة علیه، رقم الحدیث: ١٧٦٨: ٤٠٤/٢، مؤسسة الرسالة/وسنن أبی داؤد، باب إمامة البر والفاجر، رقم الحدیث: ٥٩٤، بلفظ: الصلاة المکتوبة واجبة خلف کل مسلم برًا کان أو فاجرًا وإن عمل الکبائر. (انیس)

صرف رافضی کے نماز جنازہ پڑھ لینے سے فرض ساقط ہوجائے گا، یا نہیں:

سوال: نماز جنازہ تنہا رافضی کے پڑھنے سے فرض کفایہ اہل سنت کے ذمہ سے ادا ہوگا، یا نہیں؟ اور اہل سنت کو اقتداء رافضی کی جائز ہے، یا نہیں؟ اور نماز جنازہ میں صبی اہل سنت کا کیا حکم ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ

رافضی اگر غالی ہے کہ رفض اس کا حد کفر کو پہنچا ہوا ہے تو اس کے تنہا نماز جنازہ پڑھنے سے فرض کفایہ ادا نہ ہوگا اور اس کی اقتدا بھی درست نہیں ہوگی اور صبی کی اقتدا بھی کسی نماز میں درست نہیں ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۱۱/۵)

مرد نہ ہوں تو عورتیں نماز جنازہ پڑھیں:

سوال: اگر کوئی مرد موجود نہیں تو کیا عورتیں جنازہ کی نماز پڑھ سکتی ہیں؟ اگر ان کی نماز صحیح ہے تو عورت امامت کیسے کرے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

عورتیں انفراداً نماز جنازہ پڑھیں، نماز جنازہ میں جماعت واجب نہیں؛ اس لیے بہتر یہ ہے کہ عورتیں جماعت نہ کریں؛ بلکہ الگ نماز پڑھیں؛ مگر سب بیک وقت پڑھیں، ایک کی فراغت کے بعد دوسری شروع نہ کرے اور جماعت بھی بلا کراہت جائز ہے، اس صورت میں امام عورت وسط صف میں کھڑی ہو، مرد امام کی طرح صف سے آگے نہ بڑھے۔

قال فی الدر المختار: (و) یکره تحریماً (جماعة النساء) ولو فی التراویح فی غیر صلاة الجنازة (لأنها لم تشرع مکررة) فلو انفردن تفوتهن بفراغ إحداهن.

وفی الشامية (قوله لانها لم تشرع مکررة الخ) قال فی الفتح: واعلم أن جماعتهن لاتکره فی صلاة الجنازة لأنها فریضة وترک التقدم مکروه فدار الأمر بین فعل المکروه لفعل الفرض أو ترک الفرض لترکه فوجب الأول. بخلاف جماعتهن فی غیرها، ولو صلین فرادیٰ فقد تسبق احداهن فتکون صلٰوة الباقیات نفلاً والتنفل بها مکروه، فیکون فراغ تلک موجباً لفساد الفرضية لصلٰوة الباقیات کتقیید الخامسة بالسجدة لمن ترک القعدة الأخیرة اهـ ومثله فی البحر وغیره، ومفاده أن جماعتهن فی صلٰوة الجنازة واجبة حیث لم یکن غیرهن، ولعل وجهه الاحتراز عن فساد فرضية صلاة الباقیات اذا سبقت احداهن وفیه أن الرجال لو صلوا منفردین

---

(۱) قال الامام الاستروشنی فی کتاب أحکام الصغار: الصبی إذا غسل المیت جاز واذا أم فی صلاة الجنازة ینبغی لایجوز وهو الظهر لأنها من فروخ الکفاية وهو لیس من أداء الفرض ... قول حاصله أنها لا تسقط عن البالغین بفعله لأن صلا تهم لم تصح لفقد شرط الاقتداء وهو بلوغ الامام وصلا ته.(ردالمحتار، باب الامامة، مطلب هل یسقط فرض الکفاية بفعل الصبی: ۲۰۸/۲، انیس)

یلزم فیها مثل ذلک،فیلزم علیه وجوب جماعتهم فیها مع أن المصرح به أن الجماعة فیها غیر واجبة، فتأمل.(۱)

وقال الرافعی رحمه اللّٰه:(قوله ومفاده إن جماعته فی صلاة الجنازة واجبة،الخ)إنما یتم بارجاع ضمیر؛لأنها فریضة للجماعة کما فعل فی حاشیة البحر وهوخلاف الظاهر بل هو راجع لصلاه الجناة فانها فرض کفایة علیٰ کل منهن،قال السندی نقلاً عن شرح المنیة و یستحب أن یصلین منفردات وتجوزجماعتهن اهـ فمرادا لفتح وغیره من الوجوب معناه اللغوی أی ثبت الأول ویکون مقدما علی الترک لاعلی الانفراد المستحب.(التحریر المختار: ۷۲/۱)

قلت: ویمکن الجواب عن اشکال ابن عابدین رحمه اللّٰه تعالیٰ بأن یشرعن فی الصلوة معا ولا اعتبار للفراغ متعاقبا لأن الابقاء لیس له حکم الابتداء بل یظهربعد التأمل إنه لو شرعت الأخریٰ قبل فراغ الأولیٰ فلا إشکال فیه أیضاً. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۱ر رجب ۱۴۰۰ھ (احسن الفتاویٰ: ۲۴۸/۴-۲۴۹)

عورت اگر نماز جنازہ پڑھے تو کیا حکم ہے:

سوال: ایام حج میں جب کوئی میت ہوتی ہے تو عورتیں بھی جنازہ پڑھتی ہیں تو کیا یہ درست ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً ومسلماً

عورت اگر نمازِ جنازہ پڑھے تو وہ درست ہے۔

الصلاة علی الجنازة فرض کفایة إذا قام به البعض واحداً کان أوجماعة، ذکراً کان أوأنثیٰ، سقط عن الباقین.(۲)فقط واللّٰه تعالیٰ أعلم (محمود الفتاویٰ: ۵۵۱/۱)

نماز نہ پڑھنے کی قسم کھائی تو جنازہ پڑھنے سے حانث نہ ہوگا:

سوال: ایک شخص نے قسم اٹھائی کہ میں نماز نہیں پڑھوں گا، یا نہ پڑھاؤں گا۔ اگر وہ نماز جنازہ پڑھ لے، یا پڑھادے۔ آیا حانث ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ

دونوں صورتوں میں حانث نہ ہوگا۔ ففی الهندیة: ولوحلف لایصلی فقام وقرأ ورکع لم یحنث وإن سجد مع ذلک ثم قطع حنث، کذا فی الهدایة. (۳) جب قیام وقرأت اور رکوع پائے جانے کے باوجود

(۱) الدرالمختارمع ردالمحتار، باب الامامة: ۵٦٥/۱، دار الفکر بیروت، انیس

(۲) الفتاویٰ الهندیة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السادس فی الصلاة علی المیت: ۱٦۲/۱، انیس

(۳) الفتاویٰ الهندیة، کتاب الایمان، الباب التاسع فی الیمین فی الحج والصلاة والصوم: ۱۲۱/۲

حانث نہیں ہوتا تو جنازہ پڑھنے، یا پڑھانے سے بطریق اولیٰ حانث نہیں ہوگا، نیز اس لیے کہ نماز سے مراد صلوٰۃ مطلقہ ہے، جو رکوع سجدے والی ہوتی ہے، جنازہ اس میں داخل نہیں۔

وفيها أيضاً: رجل حلف أن لا يؤم أحداً فافتتح الصلاة لنفسه ونوىٰ أن لايؤم أحداً فجاء قوم وقتدوا به حنث قضاءً لا ديانة ... ولوأم الناس فى صلاة الجنازة وسجدة التلاوة لايحنث لأن يمينه تنصرف إلى الصلاة المطلقة و هى المكتوبة أو النافلة وصلاة الجنازة ليست بصلاة مطلقة.(۱)

اور ابن ہمام کی بحث صورت مسئولہ میں جاری نہیں، علاوہ ازیں خلاصہ الفتاویٰ: ۱۴۹/۲، اور البحر الرائق: ۳۸۹/۴ میں بھی یہ مسئلہ مصرح ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، مفتی خیر المدارس ملتان۔ (خیر الفتاویٰ: ۲۹۷/۳)

مقتدی کا فریضہ کیا ہے:

سوال: جنازہ کی نماز میں مقتدی کا فریضہ کیا ہے؟

الجواب

مقتدی کو بھی وہی پڑھنا ہے جو امام کو، جنازہ کی نماز کی ترکیب کسی اردو رسالہ میں دیکھ لی جائے، مختصر یہ کہ اول تکبیر کے بعد **سبحانک اللّٰھم**، الخ اور دوسری کے تکبیر کے بعد درود شریف اور تیسری تکبیر کے بعد دعا اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۳۳/۵)

مقتدی امام کے ساتھ نماز جنازہ میں دعا وغیرہ پڑھے:

سوال: کیا نماز جنازہ میں مقتدی امام کے تابع ہوکر ثنا وصلوٰۃ ودعا برابر ادا کرے، یا مقتدی پر فقط سکوت ہے، بعد فراغ از نماز جنازہ اسی ہیئت صفوف میں رہ کر، یا بعد تغیر ہیئت صفوف گرد میت کھڑے ہوکر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا اور مکرر سہ کرر اسی طرح دعا کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ مذہب حنفی کے مطابق بہ ثبوت سند ارشاد فرمایا جاوے۔ بعض علما نے باستناد روایت فتاوی عالمگیری جو فصل خامس، ص: ۱۷۱، مطبوعہ مصر میں ہے:

"والامام والقوم فيه أى فيما ذكر قبل من التكبيرات ودعاء الافتتاح والصلاة على النبى

---

(۱) الفتاوىٰ الهندية، كتاب الايمان، الباب التاسع فى اليمين فى الحج والصلاة والصوم: ۱۲۱/۲، انيس

(۲) وصلاة الجنازة أربع تكبيرات لوترك واحدة منها لم تجز صلاته هٰكذا فى الكافى فيكبر للافتتاح ويقول سبحانك اللّٰهم الخ ثم يكبر أخرىٰ ويصلى على النبى صلى الله عليه وسلم ثم يكبر أخرىٰ ويدعو للميت وجميع المسلمين وليس فيها دعاء مؤقت وعن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه كان يقول اللّٰهم اغفرلحينا الخ ثم كبر الرابعة ثم يسلم تسليمتين وليس بعد التكبيرة الرابعة قبل السلام دعاءً ... والامام والقوم فيه سواء. (الفتاوىٰ الهندية، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز، الفصل الخامس فى الصلاة على الميت: ۱۶٤/۱، انيس)

صلی اللّٰہ علیہ وسلم والدعاء وغیر ذلک سواء، کذا فی الکافی".

مقتدی کو بھی متابعت کا حکم دیا ہے اور باستناد روایات ذیل کے دعا سے منع کیا ہے۔خلاصۃ الفتاوی قلمی میں ہے:

"لایقوم بالدعا ء بعد صلاۃ الجنازۃ".

فتاوی بزازیہ میں ہے:

لایقوم بالدعا ء بعد صلاۃ الجنازۃ،الخ. (١)

ملاعلی قاری شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

"ولایدعو للمیت بعد صلاۃ الجنازۃ؛لأنہ یشبہ الزیادۃ فی صلاۃ الجنازۃ".

اسی طرح نورالانوار اور انوار حنفیہ اور جامع الرموز اور محیط میں موجود ہے،ان روایات میں مطلقا دعاء بعد الجنائز کو ممنوع قرار دیا ہے،خواہ ہیئت صفوف میں ہو، یا نہ ہو۔کیا ہر دو واستناد متعلق ہر دو مسئلہ صحیح ہیں؟

الجواب

یہ ہر دو واستناد و متعلق ہر دو مسئلہ صحیح ہیں،نماز جنازہ میں مقتدی بھی مثل امام کے ثنا وصلوٰۃ ودعا پڑھتا ہے اور نماز جنازہ کے بعد دعاء ہاتھ اٹھا کر مانگنا ثابت نہیں ہے اور فقہا نے اس سے منع فرمایا ہے اور بقول ملا علی قاری: **زیادہ فی صلاۃ الجنازۃ** کا شبہ ہوتا ہے اور **صلاۃ الجنازہ** خود **دعاء للمیت** ہے، **فلایشرع الدعاء الآخر بعدھا.** فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ٥/٣٣٩-٣٤٠)

نماز جنازہ کا وقت مقرر کرنا تا کہ لوگ زیادہ شریک ہوں:

سوال: زیادہ سے زیادہ لوگوں کا جنازے میں شرکت کی غرض سے نماز جنازہ کا وقت مقرر کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

حکم یہ ہے کہ میت کی تجہیز وتکفین میں جلدی کی جائے،اس کی رعایت رکھی جائے تو کوئی حرج نہیں۔(٢)

(آپ کے مسائل اوران کا حل: ٤/٣٩٢)

---

(١) البزازیۃ،کتاب الصلاۃ،الباب الخامس والعشرون فی الجنائز،ص: ٨٠

(٢) عن أبی ہریرۃ رضی اللّٰہ عنہ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال:أسرعوا بالجنازہ فإن کانت صالحۃ فخیر تقدمونھا إلیہ،وان تلک غیر ذلک فشر تضعونہ عن رقابکم.(صحیح لمسلم: ١/ ٣٠٦)

ویستحب أیضاً أن یسارع إلٰی قضاء دینہ وابرائہ منہ ویبادر إلٰی تجھیزہ ولا یؤخر.(الفتاویٰ الھندیۃ،الباب الحادی والعشرون فی الجنائز،الفصل الأول فی المحتضر: ١/١٥٧،انیس)

یندب دفنہ فی جھۃ موتہ وتعجیلہ.

وفی الرد تحت(قولہ وتعجیلہ) أی تعجیل جھازہ عقب تحقق موتہ،ولذا کرہ تأخیر صلاتہ ودفنہ لیصلی علیہ جمع عظیم بعد صلاۃ الجمعۃ.(رد المحتار،باب صلاۃ الجنائز:٢/٢٣٩،دار الفکر بیروت،انیس)

نماز جنازہ کے لیے اعلان کرنا:

سوال: بازار میں نماز جنازہ کے لیے لوگوں کو بلانا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

اگر میت عالم، یا زاہد ہو، یا کوئی ایسا شخص ہو کہ لوگوں کو اس کی نمازِ جنازہ کی رغبت ہے تو اعلان کرنا مکروہ نہیں، جائز ہے، ورنہ مکروہ ہے۔ کفایہ حاشیہ ہدایہ میں ہے:

وقد استحسن بعض المتأخرين النداء فى الأسواق للجنازة التى يرغب الناس فى الصلوٰة عليها وكره ذلك بعضهم والأصح هو الأول، كذا فى الجامع الصغير لقاضى خان، وقال الإمام الهندوانى: لاينادى فى السوق؛ لأنه عادة الجاهلية إلا أن يكون الميت عالماً أو زاهداً وقال الإمام الحلوانى: وإنما أورد هذه المسألة؛ لأن البعض كرهوا ذلك؛ لأنه إعلام بالميت، كذاذكره التمرتاشى. (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو: ۲۲۸-۲۲۹)

نمازِ جنازہ کی لوگوں کو اطلاع دینا:

سوال: نماز جنازہ کا آبادی، بازار وغیرہ میں اعلان کرنا کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

جاہلیت کے طریقہ پر اور مروجہ طریق پر رکشوں پر اسپیکر لگا کر تمام شہر اور گلی کوچوں میں اعلان کرنا پسندیدہ نہیں۔ ہاں بے تکلف جن جن حضرات اور عزیز وا قارب کو اطلاع ہو سکے، اس میں مضائقہ نہیں؛ کیوں کہ اتباع جنائز بھی مسلم میت کے حقوق میں سے ہے اور یہ اطلاع ہی پر موقوف ہے۔ (۱) فقط واللہ اعلم

محمد انور غفرلہ (خیر الفتاویٰ: ۳/۲۸۰)

نمازِ جنازہ میں دوسرے محلّہ والوں کا انتظار کرنا:

سوال: ہمارے یہاں یہ طریقہ ہے کہ جب کوئی مرجاتا ہے تو تمام محلوں میں جا کر اطلاع دیتے ہیں اور جب تک سب لوگ نہ آجائیں نماز جنازہ کا انتظار کرتے ہیں، تو یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًاو مصليًا

نماز جنازہ کے لیے اطلاع کر دینے میں تو مضائقہ نہیں، (۲) پھر جس جس کو موقع ہو، آکر شریک ہو جائے؛ لیکن

---

(۱) لا بأس بالأذان أى الاعلام وهو أن يعلم بعضهم بعضاً ليقضوا حقه فى الصلوٰة عليه وتشييعه لا سيما اذا كانت الجنازة يتبارك بها وكره بعضهم أن ينادى عليه فى الأزقة والأسواق لأنه نعنى أهل الجاهلية ومكروه والأصح أنه لا يكره فيه تكثير الجماعة من المصلين عليه والمستغفرين له. (تبيين الحقائق، باب الجنائز: ۱/۲۴۰، مكتبة امدادية ملتان، انيس)

(۲) عن أبى هريرة رضى اللّٰه تعالىٰ عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم نعى النجاشى فى اليوم ==

دوسرے محلے کے لوگوں کے انتظار میں مؤخر کرنا کہ جب تک سب جگہ کے لوگ نہ آجائیں، نماز نہ پڑھی جائے، خواہ کتنی ہی دیر ہو جائے، یہ ٹھیک نہیں ہے؛ بلکہ وقت متعین کر کے کہہ دیا جائے کہ اتنے بجے جنازہ تیار ہو جائے گا اور نماز ہوگی۔(۱) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۸۳/۸)

اگر نماز جنازہ ہوئی اور کوئی شخص کسی وجہ سے شریک نہ ہوا وہ قابل ملامت نہیں:

سوال: ایک میت کو ایسے میدان میں لایا گیا، جس میں مدرسہ کے طلبہ بکثرت کھیلا کرتے تھے اور وہ میدان بارش سے تر تھا اور نم دار تھا، بندے کے پاؤں میں موزے تھے، ان کی حفاظت کی وجہ سے نماز جنازہ میں پہلوتہی کی اور نماز جنازہ میں شریک نہیں ہوا، یہ گناہ ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــ

نماز جنازہ فرض کفایہ ہے، اگر دوسرے مسلمانوں نے نماز جنازہ پڑھ لی تو تارک پر کچھ ملامت اور مواخذہ نہیں ہے؛(۲) لیکن یہ ضروری ہے کہ محض موزوں کی حفاظت کی وجہ سے نماز جنازہ سے پہلوتہی کرنا اچھا نہیں، آئندہ اس کی احتیاط کی جاوے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۳۸/۵-۳۳۹)

== الذی مات فیه،وخرج إلی المصلی،فصف بهم و کبر أربعاً.(صحیح البخاری، کتاب الجنائز،باب الرجل ینعی إلی المیت بنفسه: ۱۶۷/۱،قدیمی)

"لابأس بنقله قبل دفنه وبالإعلام بموته،إلخ"(الدر المختار)وفی رد المحتارتحت (قوله:و الإعلام بموته)أی إعلام بعضهم بعضاً لیقضوا حقه،إلخ.(رد المحتار، کتاب الصلاة،باب الجنائز: ۲۳۹/۲،سعید)

"وذکر الشارح معنیً آخروهوإعلام بموته لیصلوا علیه،لاسیماً إذاکان المیت یتبرک به،و کره بعضهم أن ینادی علیه فی الأزقة والأسواق ... والأصح أنه لایکره؛لأن فیه تکثیر الجماعة من المصلین علیه والمستغفرین له وتحریض الناس علی الطهارة(البحر الرائق،باب الجنائز،فصل:السلطان أحق بصلا ته: ۳۱۷/۲،رشیدیة)

(۱) عن أبی هریرة رضی اللّٰه تعالٰی عنه،یبلغ به النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم:قال:"اسرعوابالجنازة،فإن تک خیراً تقدموها الیه،وإن تک شراً،تضعوها عن رقابکم"(جامع الترمذی،باب ماجاء فی الإسراع بالجنازة: ۱۹۶/۱،سعید)

"یندب دفنه فی جهة موته وتعجیله،إلخ"(الدر المختار)

وفی الرد تحت"قوله:وتعجلیه):أی تعجیل جهازة عقب تحقق موته، ولذاکره تأخیرصلاته ودفنه لیصلی علیه جمع عظیم بعد صلاة الجمعة".(الدر المختارمع ردالمحتار، کتاب الصلاة،باب الجنائز: ۲۳۹/۲،سعید)

"قال:"(ویعجل بلا خبب):أی یسرع بالمیت وقت المشی بلاخبب،وحده أن یسرع به بحیث لایضطرب المیت علی الجنازة لحدیث ابن عمر رضی اللّٰه تعالٰی عنهماأنه علیه السلام قال:اسرعوابالجنازة "الحدیث،(تبیین الحقائق، باب الجنائز،فصل:السلطان أحق بصلاته: ۵۸۳/۱،دار الکتب العلمیة،بیروت)

(۲) الصلاة علی الجنازة فرض کفایة إذا قام به البعض واحداً کان أوجماعة ذکراً کان أو أنثیٰ سقط عن الباقین. (الفتاویٰ الهندیة،،الفصل الخامس فی الصلاة علی المیت: ۱۶۲/۱،انیس)

غسل جمعہ کی وجہ سے نماز جنازہ میں شریک نہ ہوا تو کیا وہ گنہگار رہوا:

سوال: ایک شخص بوجہ غسل جمعہ وغیرہ ضروریات کے نماز جنازہ میں شریک نہ ہوسکا تو گنہ گار ہوگا، یا نہیں؟

الجواب

نماز جنازہ فرض کفایہ ہے، اگر بعض لوگوں نے نماز جنازہ ادا کر لی تو جو شخص شریک نہیں ہوا وہ گنہگار نہ ہوگا؛(۱) مگر یہ ضرور ہے کہ اس ثواب سے محروم رہے گا۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۲۹/۵)

جنازہ میں شریک نہ کرنے کی وصیت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:
دو شخص آپس میں حقیقی بھائی ہیں، بڑے بھائی نے ایک تیسرے شخص سے یہ وصیت کی میرا چھوٹا بھائی میری تجہیز وتکفین میں شریک نہ ہو تو اس صورت میں چھوٹا بھائی تجہیز تکفین میں اس کی شریک ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

یہ وصیت ناجائز ہے وباطل، اس پر عمل نہ ہونا چاہیے؛ بلکہ میت کے چھوٹے بھائی کو واسطے ادائے حقوق اسلام وصل رحم کے، اگر چہ دوسرے لوگ تجہیز وتکفین کرنے والے کافی موجود ہوں، شریک ہونا چاہیے۔

قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم: حق المسلم علی المسلم خمس: ردالسلام وعیادة المریض واتباع الجنازة وإجابة الدعوة تشمیط العاطس. (الحدیث)(۲)

قال فی الدرالمختار: أوصٰی بأن یصلی علیه فلان ... أویطین قبره أویضرب علٰی قبره قبة أولمن یقرء عند قبره شیاء معینا فهی باطلة،الخ. (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۲۶/۵)

نماز جنازہ سے کس کو روکا نہ جائے:

سوال: ایک شخص ایک عورت منکوحہ کو چرا کر لے گیا، پھر اس عورت سے ایک فرزند پیدا ہوا چند ماہ کے بعد فوت ہوگیا اور وہ شخص جنازہ میں شریک ہوگیا، امام کو لازم ہے کہ اس کو جنازہ سے روک دے، یا نہیں؟

الجواب

نماز جنازہ سے منع نہ کرے کہ یہ فرض کفایہ ہے اور ادائے فرض سے روکنا کسی مسلمان کو اگر چہ وہ فاسق ہو، جائز نہیں ہے۔(۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۹۲/۵)

---

(۱) الصلاة علی الجنازة فرض کفایة اذا قام به البعض واحداً کان أوجماعة ذکراً کان أو أنثیٰ سقط عن الباقین. (الفتاویٰ الهندیة،الباب الحادی والعشرون فی الجنائز،الفصل الخامس فی الصلاة علی المیت: ۱۶۲/۱،انیس)

(۲) مشکوة،باب عیادة المریض،ص: ۱۳۳

(۳) الدرالمختارعلٰی هامش رد المحتار، کتاب الوصایا: ۶۶۶/۲،دار الفکر بیروت،انیس

(۴) عن أبی هریرة قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: حق المسلم علی المسلم خمس: رد السلام==

خاوند کا بیوی کی نماز جنازہ میں شریک ہونا جائز ہے:

سوال: خاوند کو اپنی زوجہ متوفیہ کی نماز جنازہ پڑھنی چاہیے، یا نہیں؟ جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

شوہر کو اپنی زوجہ متوفیہ کے جنازہ کی نماز پڑھنا درست ہے ضرور پڑھنی چاہیے۔(١) فقط واللہ اعلم (فتاویٰ دار العلوم: ٥/٣١٤-٣١٥)

شرابی زانی کو شرکت جنازہ سے روکا نہ جائے:

سوال: ایک شخص شارب الخمر وآکل مال سرقہ وزانی وتارک صلوٰۃ ومانع زکوٰۃ از شمولیت جنازہ مسلمان منع کیا جاوے، یا نہیں؟ اور مواکلت ومشاربت کی جاوے، یا نہیں؟ ایک مولوی نے ایسے شخص کو جنازہ سے نکال کر جنازہ پڑھا اور وہ مولوی جنازہ کو دعا کہتا ہے؛ لیکن دوسرا مولوی جنازہ کو عبادت کہہ کر فتوی دیتا ہے کہ اس شخص کو جنازہ اور دوسری عبادات سے نہیں روکنا چاہیے، آیا صلوٰۃ جنازہ دعا ہے، یا عبادت؟ اور اس صورت میں شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب

صلوٰۃ جنازہ نماز بھی ہے اور دعا بھی ہے اور عبادت ہونا اس کا ظاہر ہے؛ کیوں کہ صلوٰۃ جنازہ فرض کفایہ ہے، پس جو امر فرض ہے، وہ عبادت کیسے نہ ہوگا؟ عبادت ہونا اس کا اظہر من الشمس ہے اور فرض سے روکنا کسی مسلمان کو اگرچہ وہ فاسق اور مرتکب کبائر مثل سرقہ وزنا وشرب خمر وغیرہ کا ہو، جائز نہیں ہے، لہٰذا اس کو شرکت نماز جنازہ اور دیگر عبادات سے منع کرنا جائز نہیں ہے،(٢) اور اگر وہ مرجاوے تو اس کے جنازہ کی نماز بھی مسلمانوں کو پڑھنی چاہیے، **لقوله عليه الصلاة والسلام: صلوا على كل بر وفاجر.** (الحديث)(٣) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ٥/٣٥٤-٣٥٥)

== وعيادة المريض وتباع الجنازة وإجابة الدعوة وتشميت العاطس. (مشكوٰة المصابيح، كتاب الجنائز: ١/١٣٣، قديمي، انيس)

(والصلاة عليه) صفتها (فرض كفاية) بالاجماع. (الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة: ٢/٢٠٧، دار الفكر بيروت، انيس)

(١) عن عائشة أنها قالت: رجع إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات يوم من جنازة من البقيع فوجدني وأنا أجد صداعاً وأنا أقول وارأساه قال بل أنا يا عائشة وارأساه قال وما ضرك لو مت قبلي فغسلتك وكفنتك وصليت عليك ودفنك قلت لكاني بك والله لو فعلت ذلك لرجعت الى بيتي فعرست فيه ببعض نساؤك فتبسم رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم بدئ في وجعه الذى مات فيه. (مشكوٰة المصابيح، باب وفاة رسول الله صلى الله عليه وسلم، ص: ٥٤٩، قديمي، انيس)

(٢) عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: حق المسلم على المسلم خمس: رد السلام وعيادة المريض وتباع الجنازة واجابة الدعوة وتشميت العاطس. (مشكوٰة المصابيح، كتاب الجنائز: ١/١٣٣، قديمي، انيس)

(والصلاة عليه) صفتها (فرض كفاية) بالاجماع. (الدر المختار، باب صلاة الجنازة: ٢/٢٠٧، دار الفكر بيروت، انيس)

(٣) ردالمحتار، باب صلاة الجنائز، مطلب فى صلاة الجنازة: ٢/٢٠٧، دار الفكر بيروت، انيس

بلا وضو نماز جنازہ جائز نہیں:

سوال: ایک شخص کہتا ہے کہ نماز جنازہ میں اگر محدث بے وضو بھی شریک ہو کر پڑھ لوے تو کوئی حرج اور مضائقہ نہیں ہے۔ یہ جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

یہ غلط ہے کہ نماز جنازہ بلا وضو جائز ہے، بلا وضو، یا بلا تیمّم کے نماز جنازہ پڑھنا گناہ کبیرہ ہے، البتہ اگر امام کھڑا ہو جاوے اور کوئی آدمی ایک، یا چند ایسے وقت میں آویں کہ اگر وضو کریں گے تو تکبیرات فوت ہو جاویں گی تو ان کو تیمّم کر کے شریک ہو جانا درست ہے، **کما فی الدر المختار: (و) جاز (لخوف فوت صلاة جنازة) أی کل تکبیراتها. وفی الشامی تحت (قوله: وجاز لخوف فوت صلاة جنازة) أی ولو کان الماء قریباً.** (۱) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۵/۳۳۷)

نمازِ جنازہ بلا وضو:

سوال: جنازہ کی نماز امام نے بلا طہارت پڑھا دی تو اس صورت میں مقتدیوں کی نماز ادا ہو گی، یا نہیں؟

الجواب حامدًا و مصليًا

جس جنازہ کی نماز امام نے بلا وضو پڑھا دی تو درست نہ ہو گی، نہ امام کی، نہ اس کے مقتدیوں کی۔

فلو أم بلا طهارة والقوم بها، أعيدت وبعكسه لا. (الدر المختار) **وفی الرد تحت (قوله: أعيدت)؛ لأنه لا صحة لها بدون الطهارة، وإذا لم تصح صلاة الإمام، لم تصح صلاة القوم.** (۳)

ولو صلى الإمام بلا طهارة أعادوا؛ لأنه لا صحة لها بدون الطهارة، فإذا لم تصح صلاة الإمام لم تصح صلاة القوم، إلخ. (۴)

اگر دفن کر دیا گیا تو قبر پر پڑھ لی جاوے، جب تک میت کے پھٹنے کا غالب گمان نہ ہو، ورنہ استغفار کیا جائے۔ (۵)

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۸/۵۷۷)

---

(۱) ردالمحتار، کتاب الطهارة، باب التیمم: ۱/۲۴۱، دار الفکر بیروت، انیس

(۲) عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لا یقبل الله صلاة أحدکم اذا أحدث حتیٰ یتوضأ. (رواه البخاری)

(۳) ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب الجنائز: ۲/۲۰۸، سعید

(۴) البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب الجنائز: ۲/۳۱۴، رشیدیة

(۵) عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه أن أسود رجلاً أو امرأة کان یکون فی المسجد یقم المسجد، ==

بھول سے امام نے بلا وضو نماز جنازہ پڑھادی تو کیا کیا جائے:

سوال: نماز جنازہ امام نے سہوا بلا وضو پڑھائی بعد جنازہ جانے کے امام کو علم ہوا کہ وضو نہیں تھا۔ایسی حالت میں کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

اس میں صورت میں نماز جنازہ نہیں ہوئی۔

درمختار میں ہے: فلو أم بلاطهارة والقوم بها أعيدت، الخ. (۱)

لہٰذا نماز جنازہ کا اعادہ چاہیے تھا اور اس حالت میں دفن کرنے کے بعد قبر پر اس وقت تک نماز پڑھنا لازم ہے کہ میت کے سڑنے اور پھٹنے کا گمان غالب نہ ہو اور بعض فقہا نے تین دن کی تحدید کی ہے اور اگر یہ مدت گذر چکی ہے تو اب کچھ نہیں ہوسکتا۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۱۶/۵-۳۱۷)

نماز جنازہ چھوٹنے کا خطرہ ہو تو تیمّم جائز ہے، اگر چہ پانی موجود ہو:

(الجمعیۃ، مورخہ ۲۶/ستمبر ۱۹۲۶ء)

سوال: اگر جنازے کی نماز تیار ہے بعض لوگوں کو وضو کرنا ہے جنازے سے دس قدم پر پانی بھی موجود ہے اور وقت بھی زوال میں باقی ہے تو ایسی حالت میں وضو کے بجائے تیمّم جائز ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

جنازے کی نماز کے لیے ایسے وقت تیمّم جائز ہے کہ جنازے کی نماز ہونے لگے اور لوگ انتظار نہ کریں تو جو لوگ

== فمات ولم يعلم النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بموته، فذكره ذات يوم فقال: ما فعل ذلك الإنسان؟ قالوا: مات يارسول الله! قال: "أفلا آذنتموني"؟ فقالوا: إنه كان كذا وكذا قصته، قال: فحقروا شانه، قال: "فدلوني علىٰ قبره" قال: فأتى قبره فصلىٰ عليه". (صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب الصلاة على القبر مايدفن: ۱۷۸/۱، قديمي)

(وإن دفن) وأهيل عليه التراب (بغير صلاة) أو بها بلا غسل أو ممن لاولاية له (صلىٰ علىٰ قبره) استحساناً (ما لم يغلب على الظن تفسخه) من غير تقدير، هو الأصح" (الدرالمختار علىٰ هامش رد المحتار، باب صلاة الجنائز: ۲۲٤/۲، سعيد)

"ولو دفن الميت قبل الصلاة أو قبل الغسل، فإنه يصلى علىٰ قبره إلىٰ ثلاثة أيام، والصحيح أن هٰذا ليس بتقدير لازم بل يصلى عليه مالم يعلم أنه قد تمزق". (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل الخامس على الميت: ١٦٥/١، رشيدية)

(۱) الدرالمختار علىٰ هامش رد المحتار، باب صلاة الجنائز: ۲۰۸/۲، دار الفكر بيروت، انيس

(۲) (وان دفن) .. (بغير صلاة) أو بها بلا غسل أو ممن لاولاية له (صلىٰ علىٰ قبره) استحساناً (مالم يغلب على الظن تفسخه) من غير تقدير هو الأصح. (الدرالمختار)

وفي الرد تحته ... وقيل يقدر بثلاثة أيام. (رد المحتار، باب صلاة الجنائز: ۲۲٤/۲، دارالفكر بيروت، انيس)

باوضو نہیں ہیں، اگر وہ وضو کرنے جائیں تو نماز سے رہ جائیں، ایسی حالت میں وہ تیمّم کرکے نماز میں شریک ہوسکتے ہیں؛ لیکن اگر نمازی انتظار کرنے کے لیے آمادہ ہوں، یا خود ولی وضو کرنے جائے تو ایسی حالت میں وضو کرنا ضروری ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ غفرلہ دہلی (کفایت المفتی:۴/۱۱۷-۱۱۸)

نماز جنازہ کے بعد کپڑے پر دھبہ دیکھا تو کیا حکم ہے:

سوال: ایک شخص نے امام ہوکر نماز جنازہ پڑھائی پھر اس نے اپنے کپڑے پر دھبہ دیکھا اور غسل کی حاجت معلوم ہوگئی تو وہ نماز درست ہوگئی، یا دوبارہ قبر پر پڑھے؟

الجواب＿＿＿＿＿＿＿＿＿＿＿＿

اس صورت میں نماز نہیں ہوئی دوبارہ پڑھی جاوے،(۲) اگر دفن ہو چکا تو اس کی قبر پر نماز پڑھنی چاہیے؛ یعنی پھٹنے سے پہلے اور بعض نے تین دن تک کا حکم دیا ہے، یعنی تین دن کے اندر اندر نماز قبر پر درست ہے، پھر نہیں۔فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۵/۳۲۸)

شبہ سے نماز فاسد نہیں ہوتی:

سوال: زید نے نماز جنازہ پڑھائی پھر چند قدم چل کر معلوم ہوا کہ ذکر کے اوپر قطرہ پیشاب آ گیا اور بعد دفن اس نے تنہا نماز قبر پر پڑھ لی تو وہ نماز ہوگئی، یا نہیں؟

الجواب＿＿＿＿＿＿＿＿＿＿＿＿

پہلی ہی نماز ہوگئی تھی، ایسے شبہ سے نماز فاسد نہیں ہوتی،(۳) اور دوبارہ قبر پر نماز جنازہ نہ پڑھنی چاہیے تھی۔فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۵/۳۰۳)

جنازہ شرقاً وغرباً رکھ کر نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے:

سوال: میت کا جنازہ پڑھا گیا اور اس کی چارپائی شرقاً غرباً رکھی گئی، گویا پاؤں مغرب کی طرف اور سر مشرق کی طرف تھا، ایسا کرنے میں شرع محمدی صلی اللہ علیہ وسلم مانع ہے، یا نہیں؟

---

(۱) (قوله:(و)جاز(لخوف فوت صلاة جنازة) أی ولو كان الماء قريبًا،ثم إعلم أنه اختلف فيمن له حق التقدم فيها،فروى الحسن عن أبی حنيفة،أنه لايجوزللولی؛لأنه ينتظر،ولوصلوا له حق الإعادة ،وصححه فی الهداية، والخانية، وكافی النسفی(ردالمحتار،كتاب الطهارة،باب التيمم: ۱/۲۴۱،ط:سعيد)

(۲) ما ثبت بيقين لا يرتفع إلا بيقين.(لأشباه والنظائر،القاعدة الثالثة:اليقين لا يزول بالشک،ص: ۵۱، دارالكتب العلمية بيروت،انيس)

(۳) فلوأم بلا طهارة والقوم بها أعيدت.(الدرالمختار،باب صلاة الجنائز: ۲/۲۰۸،دار الفكربيروت،انيس)

(وان دفن)وأهيل عليه التراب(بغيرصلاة)أوبها بلا غسل أو ممن لا ولاية له (صلّى علىٰ قبره)استحساناً(ما لم يغلب على الظن تفسخه) من غير تقديرهو الأصح.(الدرالمختار،باب صلاة الجنائز: ۲/۲۲۴، دارالفكر بيروت،انيس)

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

سنت یہ ہے کہ امام کے سامنے جنازہ اس طرح رکھا جاوے کہ میت کا سر امام کے دائیں جانب ہو اور پاؤں بائیں جانب، اس کے خلاف کرنا بُرا ہے۔

کما فی الشامی: وأفاد أن السنة وضع رأسه ممایلی یمین الامام کما ہو المعروف الآن ولہٰذ علل فی البدائع للاساء ۃ بقولہ لتغییرہم السنۃ المتوارثۃ ویوافقہ قول الحاوی القدسی. (۱)

احقر عبدالکریم عفی عنہ، ۵؍محرم ۱۳۴۵، الجواب صحیح: ظفر احمد عفا عنہ، ۶؍محرم ۱۳۴۵ھ۔ (امداد الاحکام: ۲؍۴۴۵)

میت کا سر بائیں جانب ہو تو نماز جنازہ صحیح ہے:

سوال: جنازہ کی نماز کے لیے میت کو غلطی سے الٹا رکھ دیا گیا؛ یعنی سر بائیں طرف اور پاؤں دائیں طرف، نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس غلطی کا علم ہوا تو کیا نماز جنازہ دوبارہ پڑھی جائے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــ باسم ملہم الصواب

نماز جنازہ صحیح ہوگئی، لوٹانے کی حاجت نہیں، البتہ عمداً میت کو اس طرح رکھنا خلاف سنت ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے، غلطی سے ہوگیا تو کوئی کراہت نہیں۔ **قال فی الدرالمختار: وصحت لو وضعوا الرأس موضع الرجلین وأساؤا ان تعمدوا .** (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۹؍رمضان ۱۳۹۸ھ (احسن الفتاویٰ: ۴؍۲۳۹)

نمازِ جنازہ میں میت کی سمتِ قبلہ بدل گئی:

سوال: عورت کا جنازہ جس کا سر جنوب کی طرف اور پیر شمال کی طرف تھا، نماز پڑھادی گئی تو جائز ہوا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــ حامدًا ومصلیًا

اگر غلطی سے جنازہ کا سر جنوب کی طرف اور پیر شمال کی طرف ہو کر اس پر نماز جنازہ پڑھادی گئی تو بھی درست ہوگئی، دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۸؍۵۷۸)

---

(۱) رد المحتار، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب ہل یسقط فرض الکفایۃ بفعل الصبی: ۲؍۲۰۹، دار الفکر بیروت، انیس

(۲) الدرالمختار علیٰ ہامش ردالمحتار، باب صلاۃ الجنازۃ: ۲؍۲۰۹، دار الفکر بیروت، انیس

(۳) وصحت لو وضعوا الرأس موضع الرجلین، وأساء وإن تعمدوا" (الدرالمختار علیٰ ہامش رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ الجنازۃ: ۲؍۲۰۹، سعید)

"وإذا أخطؤوا بالرأس وقت الصلاۃ، فجعلوہ فی موضع الرجلین فصلوا علیہا، جازت الصلاۃ، فإن فعلوا ذلک عمداً جازت صلاتہم وقد أساؤا". (الفتاویٰ التاتارخانیۃ، الفصل الثانی والثلاثون فی الجنائز، نوع آخر من ہٰذا الفصل فی المتفرقات: ۲؍۱۷۷، إدارۃ القرآن کراچی)

بائیس درجے قبلہ سے انحراف ہوتو نماز درست ہے مگر بغیر عذر کے ایسا کرنا مکروہ ہے:

سوال: ہمارے یہاں قبرستان میں قدیمی جنازہ گاہیں بنی ہوئی ہیں اور ہمیشہ سے جنازے کی نماز لوگ اس میں پڑھتے چلے آئے ہیں، اب بہ عنایت ایزدی ایک شخص کو توفیق ہوئی کہ ایک بڑی جنازہ گاہ تعمیر کرائی اور اہل شہر سب کے سب اس میں نماز پڑھنے لگے، چناں چہ بذریعہ کمپاس آلۂ پیائش سے ناپ تول کر تعمیر شروع کرائی، جب جدید بنیادیں قدرے بلند ہوئیں تو لوگوں کو محسوس ہوا کہ پرانی جنازہ گاہیں جہت قبلہ سے پھری ہوئی ہیں، چناں چہ بذریعہ کمپاس دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ ۲۷ر ڈگری شمال کی جانب مائل ہیں، علیٰ ہذا القیاس تمام پرانی جنازہ گاہیں کوئی بائیس ڈگری کوئی ستائیس ڈگری اور مابین ان دونوں کے سب کی سب پھری ہوئی ہیں، اب جدید والوں نے ان سے کہا کہ قدیم جنازہ گاہوں کو ترک کردیا جائے؛ مگروہ کہتے ہیں کہ جہت نہ چھوڑنے کی وجہ سے اس میں بھی نماز درست ہے۔

(المستفتی: ۹۳۱، شمس الدین مرگوئی۔ ۲۶ر صفر ۱۳۵۵ھ، مطابق: ۱۸ر مئی ۱۹۳۶ء)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

اگر چہ جہت قبلہ کے اندر رہنے کی وجہ سے نماز قدیم جنازہ گاہوں میں بھی ہوجاتی ہے؛ (۱) لیکن باوجود ان کی غلطی معلوم ہونے کے ان کے اندر نماز پڑھنا مکروہ ہے، (۲) یا تو ان جنازہ گاہوں میں سیدھی جہت پر کھڑے ہوکر نماز پڑھیں، یا ان کو بالکل ترک کردیں اور سب جدید جنازہ گاہ میں جو صحیح بنائی گئی ہے نماز ادا کریں، ایک جگہ مختلف جہتوں میں نماز پڑھنا اور آپس میں اختلاف پیدا کرنا اور غلطی معلوم ہونے پر بھی اس پر اصرار کرنا درست نہیں ہے۔ فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۴/ ۹۸)

امام کے سامنے جنازہ تخت پر یا زمین پر رکھنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ نماز جنازہ چارپائی پر رکھ کر یا زمین پر جنازہ رکھ کر، یا کسی شئے پر سنت ہے اور مقتدی و امام جوتہ اتار کر پڑھیں، یا اوپر جوتہ، یا اندر جوتہ کے پاؤں رکھ کر پڑھی جاوے؟ بینوا توجروا۔

---

(۱) فیعلم منہ أنہ لوانحرف عن العین إنحرافاً لاتزول منہ المقابلة بالکلیة، جاز، ویؤیدہ ما قال فی الظھیریة، إذاتیامن أوتیار، تجوز؛ لأن وجہ الإنسان مقوس... ولایخفی إن أقوی الأدلة النجوم... فینبغي وجوب إعتبار النجوم، ونحوھا فی المفازة. (ردالمحتار، باب شروط الصلاة، بحث فی إستقبال القبلة: ۱/ ۴۲۸ ـ ۴۳۱، ط: سعید)

سوال میں ستائیس درجے کا ذکر کیا ہے، جب کہ جہت قبلہ میں پینتالیس درجے تک کی گنجائش ہے اور اگر ۴۵ درجے سے زیادہ انحراف ہے تو پھر نماز درست نہیں ہوگی۔

(۲) نماز اس لیے مکروہ ہے کہ شامیہ میں مذکور ہے: ''إن ما أفسد کثیرہ کرہ قلیلہ بلاضرورة'' (ردالمحتار، باب مایفسد الصلاة، ومایکرہ فیھا، مطلب المشی فی الصلاة: ۱/ ۶۲۸، محمد سعید) یہاں پر بھی ۴۵ر درجے سے زیادہ انحراف مفسد ہے، بغیر عذر کے اس سے کم مکروہ ہے۔ فقط

الجواب

جنازہ کا امام کے روبرو رکھا جانا ضرور ہے، خواہ چار پائی پر ہو، یا زمین پر۔ **فی الدر المختار: (ووضعه) ... (إمام المصلی) ... فلا تصح علٰی غائب ومحمول علٰی نحو دأبة، آه.** (۱) لیکن اولیٰ چار پائی پر رکھنا ہے، **قیاساً علٰی حالة الحمل.** (۲) **فی الدر المختار: وإن کان کبیراً حمل علی الجنازة، آه.** (۳)

جواب سوال ثانی: اگر جوتہ پاک ہے، یا ناپاک تھا؛ لیکن پاک ہوگیا؛ یعنی اگر نجاست ذی جرم لگی تھی اور ملنے جلنے سے جھڑ گئی، یا غیر ذی جرم تھی اور تین بار دھو ڈالا، اس صورت میں جوتہ پہن کر بھی پڑھنا جائز ہے، (۴) اور اگر ناپاک ہے، خواہ اوپر سے، یا اندر سے، یا نیچے سے تو پہن کر درست نہیں۔

فی الدر المختار (هی طهارة بدنه) ... (من حدث) ... (وخبث) ... (وثوبه) وکذا ما یتحرک بحرکته أو یعد حاملاً له، آه. (۵)

اگر اتار کر پڑھتا ہے، سو اگر اندر سے، یا اوپر سے نجس ہے، تب تو جائز نہیں لنجاسة موضع قدمیہ اور اگر اوپر اندر سے پاک ہے اور نیچے سے ناپاک ہے، پس بنا بر قیاس قول ابو یوسفؒ کے جائز نہیں اور بنا بر قیاس قول امام محمدؒ کے جائز ہے اور فتویٰ اکثر علما کا قول محمد پر ہے؛ لیکن احتیاط قول ابو یوسفؒ میں ہے۔

فی الدر المختار: (وصلاته علٰی مصلی مضرب نجس البطانة)، آه. فی رد المحتار تحته ... ثم هذا قول أبی یوسف وعن محمد یجوز ... وظاهره ترجیح قول محمد وهو الأشبه ورجح فی الخانیة فی مسئلة الثوب قول أبی یوسف بأنه أقرب إلی الاحتیاط وتمامه فی الحلیة، آه. (۶) واللّٰہ اعلم

۱۸/ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ (امداد، اول: ۱۵۳) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/ ۲۲۶-۲۲۷)

---

(۱) الدر المختار علٰی هامش رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ۲/ ۲۰۸-۲۰۹

(۲) أقول فی القیاس تأمل وأولٰی فی الجواب أن یقال: فی الدر المختار: فی القنیة الطهارة من النجاسة فی ثوب وبدن ومکان وستر العورة شرط فی حق المیت والامام جمیعاً. وفی الرد (قوله: وفی القنیة مثله) فی المفتاح والمجتبی معزیاً إلی التجرید لاسمٰعیل؛ لکن فی التاترخانیة سئل قاضی خان عن طهارة مکان المیت هل تشترط لجواز الصلاة علیه، قال: إن کان المیت علی الجنازة لاشک أنه یجوز وإلا فلارواية لهٰذا وینبغی الجواز وهٰکذا أجاب القاضی بدر الدین، آه. (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ۲/ ۲۰۸)

فقد علم من هٰذه الروایات ان فی اشتراط طهارة مکان المیت اختلافاً ومعلوم أن الأحوط هو اشتراط الوضع علی السریر الطاهر لقطع شبهة نجاسة الأرض فیکون هو الأولٰی والحصیر أو الثوب ونحوهما فی حکم السریر. والله اعلم (تصحیح الاغلاط، ص: ۲۵) یہ جواب تصحیح الاغلاط، ص: ۲۶ سے درج کیا گیا ہے۔)

(۳) الدر المختار علٰی هامش رد المحتار، باب صلاة الجنائز، مطلب فی حمل الجنازة: ۲/ ۲۳۱

(۴) ویطهر خف ونحوه) کنعل (تنجس بذی جرم) ... (بذلک (یزول به أثرها والا بذلک ولاجرم لها بول فیغسل. (الدر المختار: ۱/ ۲۸۵)

(۵) الدر المختار علٰی هامش رد المحتار، کتاب الصلاة، باب شروط الصلا، انیس

(۶) الدر المختار مع رد المحتار، باب ما یفسد الصلاة وما یکره: ۱/ ۶۲۶، دار الفکر بیروت، انیس

میت کو چار پائی پر رکھ کر جنازہ پڑھنا جائز ہے:

(الجمعیۃ، مورخہ ۱۳/نومبر ۱۹۳۴ء)

سوال: نماز جنازہ چار پائی، یا پلنگ پر جب کہ بان، سوتلی، نواڑ سے بنے گئے ہوں، پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

میت چار پائی، یا پلنگ پر ہوتو نماز جنازہ جائز ہے،(۱) خواہ وہ بان، یا نواڑ، یا ستلی سے بنا ہوا ہو اور نماز پڑھنے والا چار پائی یا پلنگ پر ہو، جب بھی نماز جنازہ جائز ہے، (چوں کہ نماز جنازہ میں سجدہ نہیں ہوتا؛ اس لیے ہر قسم کی چار پائی پر جائز ہے، چاہے اس میں قرار ہو، یا نہ ہو۔)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۱۱۹/۴)

بان کی چار پائی پر جنازہ رکھ کر نماز جنازہ جائز ہے:

سوال: نان سے بنی ہوئی چار پائی جس سے نماز جائز نہیں ہے، اس میت کو رکھ کر نماز جنازہ پڑھنا درست ہے، یا نہ؟ اگر نجس ہو تو کپڑا پاک اس پر ڈال دینا کافی ہے، یا نہیں؟

الجواب

چہار پائی بان سے بنی ہوئی پر نماز بھی جائز ہے اور جنازہ اس پر رکھا ہوا ہو تو اس کو آگے رکھ کر نماز جنازہ صحیح ہے، اگر نجس ہو تو پاک کپڑا اچھا کر مردے کو رکھا جاوے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۹۸/۵)

چار پائی پر رکھے ہوئے جنازہ کی نماز درست ہے، یا نہیں:

سوال: جنازہ خواندن بر میتیکہ موضوع است بر چہار پائی جائز است، یا نہ؟

الجواب

از جائے دیگر جائز است؛ بلکہ اولیٰ، نیز چناں است قیاساً **علی حالته الحمل. في الدر المختار: وإن كان كبيراً حمل على الجنازة يسرع بها.** (۲) شیخ ابن الہمام تصریح کردہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ معاویہ مزنی کہ بر سریر بود خواندہ اند وہم شیخ ممدوح در حاشیہ ہدایہ **في فضل الصلاة على الميت** می آوردو: **أما صلاة عليه السلام على النجاشي كان أما لأنه رفع سريره له حتى راٰه عليه السلام بحضرته فيكون صلاة من خلفه على ميت يراه الامام وبحضرته دون المأمومين وهٰذا غير مانع من الاقتداء،** انتہیٰ. (۳)

---

(۱) إن كان الميت على الجنازة، لاشك أنه يجوز. (ردالمحتار، باب صلاة الجنائز: ۲۰۸/۲، ط: سعيد)

(۲) الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب صلاة الجنازة: ۲۳۱/۲، دار الفكر بيروت، انيس

(۳) فتح القدير، كتاب الصلاة، فصل في الصلاة على الميت: ۲۲۰/۲، دار الكتب العلمية بيروت، انيس

وفی حواشی الکنز: ثم المراد بالمکان الذی اشترطت طهارته أما الجنازة أو الأرض إن لم یکن جنازة فطهارة الأرض تشترط إذا وضع المیت بدون الجنازة أما بالجنازة فعدم اشتراط طهارة الأرض متفق علیه، انتهیٰ.(١)

وجنازہ سریر برمیت را گویند در انواع بارک اللہ می آرد، او پر زمین وے منجا کھٹن شرط جنازہ آئی + منجی تہین بنہ تے رکھن شرط نہیں سمائے، انتہی۔

در ترمذی شریف در باب ماجاء أین یقوم الاما م من الرجل والمرأة می آرد: حدثنا عبد اللّٰہ بن منیر عن سعید بن عامر عن هما م عن أبی غالب قال: صلیت مع أنس بن مالک علیٰ جنازة رجل فقام حیال رأسه ثم جاؤا بجنازة امرأة من قریش، فقالوا: یا أباحمزة! صل علیها، فقام حیال وسط السریر، فقال له العلاء بن زیاد: هٰکذا رأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قام علی الجنازة مقامک منها ومن الرجل مقامکم منه؟ قال: نعم، فلما فرغ، قال احفظوا.(٢)

وکسانیکہ حکم وفتوی می دہند کہ میت را از سریر پائیں نمودہ برزمین نہادہ جنازہ خواندہ شود شاید ایں مغالطہ از عبارات بعض اسفہام قوم است کہ عبارات مبہمہ وموہمہ آوردہ اند چناں کہ وضعه أی علی الأرض أو علی الأیدی قریباً منه بالأعلیٰ محمول علیٰ دابة أو غیرها لاختلاف المکان بالمیت کالامام، حالاں کہ مراد از وضع علی الارض اعم است ایں کہ حقیقۃ باشد یا حکما ومراد از محمول بر غیر دابہ آنست میت محمول باشد بر چیز جاندار کہ اورا ہنوز برزمین از نہادہ باشند، چناں کہ میت بردابہ باشد کہ اورا گاوان، یا خران، یا اسپان می کشند، یا برا کتاف مرداں باشد کہ اورا برزمین نہ نہادہ اند ومیت را کہ مثل امام می گویند مثل بودن آں در بعض وجوہ مراد است نہ من کل الوجوہ وگرنہ مرداں نماز جنازہ زناں وکودکان جائز نہ بودی چرا کہ امامت زن وکودک جہت مرداں ہرگز درست نیست۔

فی الکبیری: هو کالامام من بعض الوجوه، انتهیٰ.

قال مفتی السند العلامة الهمایونی نوراللّٰہ مضجعه فی فتاواه: المراد بوضع المیت علی الأرض أعم من أن یکون حقیقة أو حکماً أما الوضع الحقیقی فکما إذا کا ن نفس المیت موضوعاً علی الأرض وأما وضع الحکمی فکما إذا کا ن سریراً المیت موضوعاً علی الأرض ووزان السریر مع المیت ووزان الکوز مع الماء ووزان إن الصندوق مع المتا ع ووزان الحقة مع الدرة فإذا وضع الکوز أو الصندوق علی شی فالوضع وإن تعلق حقیقة بالکوز والصندوق لکنه تعلق بالماء والمتا ع أیضاً حکماً ولذا اتری العلماء ینسبون السرعة والوضع عن الأعناق علی المیت وان تعلق حقیقة بالسریر، قال العلامة العینی فی شرح الکنز فی فصل الصلاة علی المیت

(١) حاشیة کنز الدقائق، باب الجنائز، فصل السلطان أحق لصلا ته، ص: ٦٥، مکتبة رحمانیة لاهور، انیس

(٢) دیکھئے: سنن الترمذی، کتاب الجنائز، باب ماجاء أین یقوم الامام: ١/ ٢٠٠، قدیمی، انیس

ویعجل به أی یسرع بالمیت وقت المشی بحدیث،(۱)لایضطرب علی الجنازة بلاخبب وهوعدو سریع وبلا جلوس قیل وضعه أی قیل وضع المیت عن أعناق الرجال،انتہٰی۔

درغایۃ الاوطار ترجمہ درالمختار می آرد: پس نہیں درست ہے نماز اوپر مردہ غائب کے بسبب نہ پائے جانے شرط موجودگی کے اور نہیں اس پر جو اٹھایا ہوا ہو مثل سواری پر؛ یعنی کسی گاڑی، یا جانور، یا لوگوں کے مونڈھوں پر ہو، بسبب نپائے جانے شرط رکھے جانے کے زمین پر، انتہی۔

پس از یں روایات نجیحہ واحادیث صحیحہ معلوم شد کہ نماز جنازہ بر میتی کہ موضوع علی السریر باشد بلا کراہت جائز است؛ بلکہ اولیٰ چناں است ہٰذا۔ فقط

الجواب صحیح حق تجوزالصلاة علی المیت وهوعلی السریر الموضوع علی الأرض کماهو معروف ومعمول فی علامة البلاد. فقط واللّٰه تعالیٰ أعلم

کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ، ۲۰/رجب ۱۳۲۷ھ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۵۵/۵-۳۵۷)

چارپائی پر نعش رکھ کر نماز جنازہ پڑھنا:

سوال: میت کو چارپائی پر رکھ کر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

جائز ہے اور کوئی وجہ عدم جواز کی نہیں، خود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعش مبارک کو سریر پر رکھ کر نمازِ جنازہ صحابہ کرام نے ادا کی اور اہلِ عرب تخت اور چارپائی کو سریر کہتے ہیں۔

قاموس میں ہے: **الشریط خُوص مفتول یشترط السریرونحوه الخوص بالضم ورق النحل،إنتهیٰ.**

یعنی شرط کھجور کے پتوں کو کہتے ہیں، جس سے رسیاں بٹ کر چارپائی بنی جاتی ہیں۔ (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو: ۲۲۸)

نماز جنازہ میں طہارت مکان میت شرط نہیں:

سوال: جنازہ کے لیے جگہ پاک ہونا شرط ہے، یا نہیں اور میت کو ناپاک جگہ رکھ کر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــ باسم ملهم الصواب

راجح یہ ہے کہ میت کا مکان پاک ہونا شرط نہیں، میت ناپاک جگہ پر ہو تو بھی نماز جنازہ صحیح ہے۔

قال فی الدر: وفی القنیة: الطهارة من النجاسة فی ثوب وبدن ومکان وستر العورة شرط فی حق المیت والامام جمیعاً.

(۱) عن أبی هریرة رضی اللّٰه عنه بلغ به النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال أسرعوا بالجنازة فان تکن خیراً تقدموها إلیه وإن تکن شراً نضعو عن قابکم. (سنن الترمذی، باب ماجاء فی الاسراع بالجنازة: ۱۹٦/۱، قدیمی، انیس)

وفی الشامیة تحت (قوله:وفی القنیة،الخ) مثله فی المفتاح والمجتبیٰ معزیاً إلی التجرید اسماعیل لکن فی التاترخانیة سئل قاضی خان عن طهارة مکان المیت هل تشرط لجواز الصلاة علیه؟ قال:إن کان المیت علی الجنازة لاشک أنه یجوزوالا فلاروایة لهٰذا وینبغی الجواز وهٰکذا أجاب القاضی بدرالدین،آه.(۱) فقط واللّٰه تعالیٰ أعلم

۱۶/صفر ۱۳۸۹ھ (احسن الفتاویٰ:۴/۲۱۷)

جب میت ناپاک چارپائی پر ہوتو نماز جنازہ کا جائز نہ ہونا:

سوال: جنازہ ناپاک چارپائی پر رکھ کر نماز پڑھی تو نماز ہو جاتی ہے، یانہیں؟

الجواب

فی الدرالمختار:وفی القنیة: الطهارة من النجاسة فی ثوب وبدن ومکان وسترالعورة شرط فی حق المیت والامام جمیعاً.

فی ردالمحتار:تحت (قوله وفی القنیة) ... ولکن فی التاترخانیة سئل قاضی خان عن طهارة مکان المیت هل تشترط لجوازالصلاة علیه؟قال:إن کان المیت علی الجنازة لاشک أنه یجوز وإلا فلاروایة لهٰذا وینبغی الجوازوهٰکذا أجاب القاضی بدرالدین.(۲)

۱۳/رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ (تتمہ خامسہ:۹۱) (امدادالفتاویٰ جدید:۱/۷۴۱)

ناپاک چارپائی پر نعش رکھنا:

سوال: ناپاک چارپائی پر میت کو رکھ کر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے، یانہیں؟

الجواب

جائز نہیں۔

قنیہ میں ہے: **والطهارة من النجاسة فی ثوب وبدن ومکان وسترالعورة شرط فی حق الإمام والمیت جمیعاً،إنتهٰی.** (۳) (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو:۲۲۸)

میت اٹھانے والی چارپائی غیر مسلم کو دینا:

سوال: کیا فرماتے ہیں کہ علمائے دین اس مسئلے کے بارے میں کہ ہماری مسجد کی جنازہ اٹھانے کی ایک چارپائی ہے، جو کہ بوقت ضرورت اہل محلّہ استعمال کرتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ہمارے علاقے میں غیر مسلم بھی ہیں تو کیا مسلمانوں کی یہ جنازہ اٹھانے کی چارپائی غیر مسلموں کے استعمال کے لیے دینا جائز ہے، یانہیں؟ ایک مرتبہ غلطی سے

(۱،۲،۳) الدرالمختارمع رد المحتار،باب صلاة الجنائز:۲/۲۰۸،دار الفکر،بیروت،انیس

امام صاحب نے لاعلمی کی وجہ سے غیر مسلم کے استعمال کے لیے یہ چارپائی دے دی تھی، اس سے کوئی فرق تو نہیں پڑا؟

الجواب

مسجد کی دیگر اشیا کی طرح یہ میت چارپائی بھی مسجد کے لیے وقف ہے اور اس کا مصرف صرف اور صرف مسلمان میت ہی ہے، جس طرح مسجد مسلمانوں کی عبادت کے لیے ہے، اسی طرح متعلقہ اشیا کا مصرف بھی مسلمان ہی ہیں۔ اس کے علاوہ وقف کرنے والے کی نیت بھی یہی ہوتی ہے کہ اسے مسلمان استعمال کریں؛ اس لیے کسی غیر مسلم کے استعمال کے لیے جنازے کی چارپائی دینا ہی جائز نہیں ہے۔ لاعلمی سے جو کچھ ہوا، اس پر مواخذہ نہیں، البتہ آئندہ اس پر سختی سے عمل کیا جائے اور کسی غیر مسلم کے لیے میت چارپائی نہ دی جائے۔(۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۹۷/۴)

نمازِ جنازہ کی نیت:

سوال: نماز جنازہ کی نیت کے الفاظ کیا ہیں؟ بیان فرمائیں؟

الجواب حامدًا و مصليًا

نیت دل سے ہوتی ہے(۲) کہ نماز اللہ کے لیے ہے اور دعاء میت کے لیے۔(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۴/۳/۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۴۷/۸)

نماز جنازہ کی نیت میں لفظ واجب کا استعمال:

سوال: زید جنازہ کی نماز کا امام ہے وہ نماز سے قبل طریقۂ نماز کی تلقین فرماتے ہوئے یہ بیان کرتے ہیں کہ نیت

(۱) شرط الواقف كنص الشارع في المفهوم والدلالة ووجوب العمل. (الدرالمختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الوقف: ۴۳۳/۴، طبع ایچ ایم سعید کراچی)

(۲) (والمعتبر فيها عمل القلب اللازم للإرادة) ... (وهو) ... (أن يعلم) ... (بداهة) بلا تأمل هدايته أى صلوٰة يصلى) ... (والتلفظ) ... (بها مستحب) هو المختار. (الدرالمختار علىٰ هامش رد المحتار، باب شروط الصلاة: ۴۱۵/۱، سعيد)

النية إرادة الدخول في الصلاة، والشرط أن يعلم بقلبه أى صلاة يصلى، وأدناها ما لو سئل، لأمكنه أن يجيب على البديهة، وإن لم يقدر علىٰ أن يجيب إلا بتأمل، لم تجز صلاته، ولا عبرة للذكر باللسان، فإن فعله لتجتمع عزيمة قلبه، فهو حسن. (الفتاوىٰ الهندية، الباب الثالث في شروط الصلاة، الفصل الرابع في النية: ۶۵/۱، رشيدية)

أما الأول فالنية هي الإرادة، فنية الصلاة هي إرادة الصلاة لله تعالىٰ على الخلوص، والإرادة عمل القلب. (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة البحث في النية: ۳۳۰/۱، رشيدية)

(۳) (ومصلى الجنازة، ينوى الصلوٰة لله تعالىٰ و) ينوى أيضاً و(الدعاء للميت)؛ لأنه الواجب عليه، فيقول: أصلى لله داعيًا للميت. (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۴۲۳/۱، سعيد)

وفي صلاة الجنازة ينوى الصلاة لله تعالىٰ، والدعاء للميت، إلخ. (الفتاوىٰ الهندية، الباب الثالث في شروط الصلاة، الفصل الرابع في النية: ۶۶/۱، رشيدية)

اس طرح کی جائے کہ میں جنازہ کی نماز جو واجب ہے، اس کی نیت کرتا ہوں، الخ۔ پیچھے سے کسی نے بتایا کہ یہ نماز فرض ہے، واجب نہیں؟ بایں ہمہ وہ واجب ہی بتلاتے رہے، اسی امام نے نماز بھی پڑھائی۔ سوال یہ ہے کہ کیا واجب کی نیت سے جنازہ کی نماز صحیح ہوجاتی ہے اور جو نماز جنازہ امام مذکور نے پڑھائی اس کا حکم کیا ہوگا؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

یہ نماز جنازہ صحیح ہوجائے گی جس طرح رمضان کے مہینے میں جس شخص پر روزہ فرض ہو اور وہ دوسرے روزہ کی نیت سے روزہ رکھے تو فرض رمضان ہی ادا ہوجاتا ہے، اس کے علاوہ عبادت میں تعیین نیت اس وقت ضروری ہے جب کہ مؤدی میں تنوع پایا جائے کہ بعض فرض اور بعض نفل کے قبیل سے ہو، نماز جنازہ میں اس طرح کا کوئی تنوع موجود نہیں ہے اس لئے نفل کی نیت کرے یا واجب کی، بہر حال نماز جنازہ صحیح ہوجائے گی۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سہیل احمد قاسمی، ۷؍ جمادی الاخری ۱۴۰۷ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲؍۵۱۷)

نماز جنازہ میں الدعاء للمیت کہنا ضروری نہیں:

سوال: نماز جنازہ میں "الدعاء لھٰذا للمیت" کہنا سنت ہے، یا ضروری؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ

"الدعاء لھٰذا المیت" کہنے کی ضرورت نہیں ہے، صرف نماز جنازہ کی نیت کرنا کافی ہے۔ (۲) (فتاویٰ دار العلوم: ۵؍۳۱۲)

نماز جنازہ کی ایک خاص صورت:

سوال: زید کے جنازہ کی نماز بکر نے جہر کے ساتھ پڑھائی، وہ اس طرح کہ تکبیر کے بعد حمد وثنا سراً اور تکبیر ثانی کے بعد سورۂ فاتحہ اور سورۂ **والعصر** جہراً، تکبیر ثالث کے بعد: **اللّٰھم اغفر لحینا**، الخ، جہراً، تکبیر رابع کے بعد سلام پھیر دیا؟

---

(۱) إن كان وقتها معياراً لها بمعنى أنه لايتسع غيرها كالصوم في يوم رمضان فان التعيين ليس بشرط ان كان الصائم صحيحاً مقيماً فيصح بمطلق النية ونية النفل وواجب آخر؛لأن التعيين في المتعين لغو. (الأشباه والنظائر، القاعدة الثانية الأمور بمقاصدها في بحث الثالث بيان تعيين المنوي وعدم تعيينه، ص: ۲۵-۲۶، دار الكتب العلمية، انيس)

(۲) المعتبر فيها عمل القلب اللازم للارادة) فلا عبرة للذكر باللسان ... والتلفظ عند الارادة مستحب. (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب شروط الصلاة: ۱/۴۱۵، دار الفكر بيروت، انيس)

(ومصلي الجنازة ينوي الصلاة لله تعالىٰ و) وينوي أيضاً (الدعاء للميت) لأنه الواجب عليه فيقول أصلي لله داعياً للميت. (الدر المختار)

وفي رد المحتار تحت (قوله: فيقول) ... أن الامام والنوم ينوون ويقولون نويت أداء هٰذه الفريضة عبادة لله تعالىٰ متوجهاً الى الكعبة مقتدياً بالامام. ولو تفكر الامام بالقلب أن يؤدي صلاة الجنازة يصح. (رد المحتار، باب شروط الصلاة، بحث في النية: ۱/۴۲۳، دار الفكر بيروت، انيس)

الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اس طرح نماز جنازہ پڑھانے کا ثبوت نہ تو کتاب وسنت سے ہے اور نہ ہی صحابہ، تابعین اور تبع تابعین سے، حنفیہ کے نزدیک نماز جنازہ میں قرآن کریم پڑھنا جائز نہیں ہے، البتہ بطور دعا سورۂ فاتحہ پڑھنے کی گنجائش ہے اور جو بھی دعا پڑھی جائے گی، وہ آہستہ سے پڑھی جائے گی، نہ کہ زور سے۔

ویخافت فی الکل إلا فی التکبیرات، کذا فی التبیین، ولایقرأ فیھا القرآن ولو قرأ الفاتحۃ بنیۃ الدعاء فلا بأس بہ وإن قرأھا بنیۃ القراء ۃ لایجوز؛ لأنھا محل الدعاء دون القراء ۃ، کذا فی محیط السرخسی. (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بشیر احمد قاسمی (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۵۱۷-۵۱۸)

تکبیرات نماز جنازہ وسلام پھیرنے کا بیان:

سوال: ہمارے یہاں جنازہ کی نماز میں جب امام اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھتا ہے تو مقتدی بھی تکبیر کہہ کر باندھے لیتے ہیں، پھر جب تحمید پڑھ کر امام اللہ اکبر کہتا ہے تو مقتدی بھی اشارہ کر کے کہتے ہیں، پھر درود شریف پڑھا کر اللہ اکبر کہتا تو مقتدی بھی ایسا ہی کرتے ہیں، پھر امام درود شریف کے بعد اللہ اکبر کہہ کر اگر میت بالغ ہے، یا نابالغ اور مذکر ہے، یا مؤنث، جو دعا پڑھی جاتی ہے، دعا پڑھ کر اللہ اکبر کہہ کر سلام پھیرتا ہے، اسی طرح سے مقتدی بھی کرتے رہتے ہیں، اس طور سے جنازہ کی نماز پڑھنا اور مقتدیوں کا سوائے اللہ اکبر کے کچھ نہ کچھ پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــ

جنازہ کی نماز میں چار تکبیرات میں پہلی تکبیر کے بعد **سبحانک اللّٰھم**، الخ پڑھنا چاہیے اور دوسری تکبیر کے بعد درود شریف اور تیسری تکبیر کے بعد دعاء ماثور جو کتابوں میں لکھی ہوئی ہے، پڑھنی چاہیے اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیر دینا چاہیے اور یہ تمام افعال امام اور مقتدیوں کو سب کو کرنا چاہیے، مقتدی بھی امام کے ساتھ ساتھ جو امام پڑھتا ہے، پڑھیں۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۵/۳۴۸)

کیا نماز جنازہ صرف تکبیرات سے ادا ہو جاتی ہے:

سوال: اگر کسی کو نماز جنازہ نہ آتی ہو، وہ صرف تکبیر پڑھ سکتا ہے، یا نہیں؟

(۱) الفتاویٰ الھندیۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز فی الفصل الخامس: ۱/۱٦٤

(۲) وصلاۃ الجنازۃ أربع تکبیرات ولو ترک واحدۃ منھا لم تجز صلاتہ ... فیکبر للافتتاح ویقول: سبحانک اللھم، الخ، ثم یکبر أخریٰ ویصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم یکبر أخریٰ ویدعو للمیت وجمیع المسلمین ... ثم یکبر الرابعۃ ثم یسلم تسلیمتین ... والامام والقوم فیہ سواء. (الفتاویٰ الھندیۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل فی الصلاۃ علی المیت: ۱/۱٦٤، انیس)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًاو مصلیًا

صرف چار تکبیرات کہنے سے نماز جنازہ ادا ہو جاتی ہے، جو شخص تکبیر کہنا جانتا ہو، اس کا نماز جنازہ پڑھنا درست ہے، دعا کا پڑھنا مسنون ہے۔ (کذا فی مراقی الفلاح، ص: ۳۲۰)(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ محمودیہ: ۵۵۰/۸)

نماز جنازہ میں چار تکبیرات ہیں؛ مگر پانچ کہنے والا کافر نہیں:

سوال: ایک شخص سنی نماز جنازہ میں پانچ تکبیرات پڑھتا ہے، وہ اسلام سے خارج ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

پانچ تکبیرات کا کہنا نماز جنازہ میں عندالحنفیہ مشروع نہیں ہے، نماز جنازہ میں چار تکبیریں ہیں اور جس روایت میں پانچ تکبیر وارد ہوئی ہیں وہ منسوخ ہے؛ لیکن اس وجہ سے تکفیر مسلمان کی نہ کی جاوے گی، (۲) البتہ روافض سبی کو بعض فقہاء نے کافر کہا ہے۔ (وتفصیله فی کتب الفقه) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۹۱/۵)

کیا نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں جائز ہیں:

سوال: پانچ تکبیر نماز جنازہ میں جائز ہے، یا نہ؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

پانچ تکبیر جنازہ میں درست نہیں ہیں کہ وہ منسوخ ہوگئی ہیں، چار سے زیادہ تکبیرات نہ کہے، اگر چہ امام زیادہ بھی کہے، تب بھی اس کا اتباع نہ کرے، خاموش کھڑا رہے۔ درمختار میں ہے: (لو کبر امامه خمساً لم یتبع)؛ لأنه منسوخ (فیمکث الموتم حتیٰ یسلم معه إذا سلم) به یفتیٰ. (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۵۲/۵-۳۵۳) ☆

---

(۱) (وأرکانها التکبیرات والقیام) ... (وسننها أربع) .... والرابع من السنن (الدعاء للمیت). (مراقی الفلاح علی حاشیة الطحطاوی باب أحکام الجنائز، فصل فی الصلاة علیه، ص: ۵۸۰-۵۸۵، قدیمی)

"ومن لایحسن الدعاء یقول اللٰهم اغفر للمؤمنین والمؤمنات کذا فی المجتبیٰ ولم یبین المدعوله لأنه یدعو لنفسه أو لأن دعاء المغفور له أقرب الی الاجابة ثم یدعو للمیت واللمؤمنین والمؤمنات لأنه المقصد منها، وهو لایقضی رکنیة الدعاء کما توهمه فی فتح القدیر؛ لأن نفس التکبیرات رحمة للمیت وإن لم یدع له". (البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب الجنائز، فصل: السلطان أحق بصلاته: ۳۲۱/۲، رشیدیة)

(۲) (لو کبر امامه خمساً ولم یتبع) لأنه منسوخ.

وفی الرد تحته: لأن الآثار اختلف فی فعل رسول الله صلی الله علیه وسلم فروی الخمس والسبع والتسع وأکثر من ذلک الا أن آخر فعله علیه السلام کان أربع تکبیرات فکان ناسخاً لما قبله. (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ۲۱۴/۲، دار الفکر بیروت، انیس)

(۳) الدر المختار علیٰ هامش ردا لمحتار، باب صلاة الجنائز: ۲۱۴/۲، دار الفکر بیروت، انیس

☆ **ایک امام نے چار کی جگہ پانچ تکبیر کہہ دی، نماز جنازہ ہوئی، یا نہیں:**

سوال: کسے امام نماز جنازہ بود پنج تکبیرات بجائے چہار تکبیرات گفت نماز او ومقتدیانش صحیح شد، یا نہ؟ واعادہ باید، یا نہ؟ ==

جنازہ پر چار کے بجائے تین تکبیرات:

سوال (الف) نماز جنازہ میں اگر کوئی شخص چار کے بجائے تین ہی بار تکبیر کہے تو نماز ہو جائے گی، یا نہیں؟
(ب) اگر امام تیسری تکبیر کے بعد بھول کر سلام پھیر دے اور سلام پھیرنے کے بعد یاد آئے تو اس وقت کیا کرے؟
(عبدالرحیم، وادی مصطفیٰ)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ

(الف) نماز جنازہ میں چاروں تکبیرات فرض ہیں؛ اس لیے اگر ایک تکبیر بھی چھوٹ جائے تو نماز درست نہیں ہوگی؛ کیوں کہ فرض کے چھوٹ جانے سے عبادت فاسد ہو جاتی ہے۔

فتاوی عالمگیری میں ہے: ''**لو ترک واحدة منها لم تجز صلاته**''. (۱)

(ب) اگر امام نے تیسری تکبیر کے بعد بھول کر سلام پھیر دیا اور نماز کو فاسد کرنے والی کسی بات کے پیش آنے سے پہلے یاد آ گیا تو اسے چاہیے کہ فوراً چوتھی تکبیر کہہ لے اور اس کے بعد سلام پھیر دے تو نماز ہو جائے گی۔

''**ولو سلم الإمام بعد الثالثة ناسیًا کبر الرابعة وسلم**''. (۲) (کتاب الفتاویٰ: ۱۷۲/۳، ۱۷۳)

چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان دعا ہے، یا نہیں:

سوال: نماز جمعہ جنازہ میں چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان کوئی دعا پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟ بعض کتب احناف میں جائز لکھا ہے اور بعض میں ناجائز؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ

ظاہر مذہب حنفیہ یہ ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد کوئی دعا نہیں ہے، لہذا ترک ہی احوط ہے، اگرچہ جواز کی بھی روایات ہیں۔ درمختار میں ہے: **(ویسلم) بلادعاء ... وفی الشامی: (قوله بلادعاء) هو ظاهر المذهب**. (۳) فقط
(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۷۰/۵-۳۷۱)

==

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ

نماز او و نماز مقتدیان صحیح است و اعادہ لازم نیست۔ (بحر، شامی) **(ولو أکبر امامه خمسا لم یتبع)؛ لأنه منسوخ فیمکث المؤتم حتٰی یسلم معه اذا سلم) به یفتی. وفی الرد تحت (قوله: وبه یفتی) رجحه فی فتح القدیر بأن البقاء فی حرمة الصلاة بعد فراغها لیس بخطاء مطلقا انما الخطاء فی المتابعة فی الخامسة. (ردالمحتار، باب صلاة الجنائز: ۲۱٤/۲، دار الفکر بیروت، انیس)** پس معلوم شد کہ دریں صورت نماز ہمہ صحیح است و مقتدی متابعت امام در تکبیر خامس نکند۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۱۸/۵)

(۱) الفتاوٰی الهندیة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الخامس، الصلاة علی المیت: ۱٦٤/۱، انیس
(۲) الفتاوٰی الهندیة، الباب الحادی و العشرون فی الجنائز، الفصل الخامس الصلاة علی المیت: ۱٦٥/۱
(۳) الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ۲۱۳/۲، دار الفکر بیروت، انیس

نمازِ جنازہ میں ایک سلام، یا دو:

سوال: میں سعودی عرب میں ملازمت کرتا ہوں، وہاں بارہا جنازے کی نماز پڑھنے کا اتفاق ہوتا ہے؛ مگر وہاں کی نمازِ جنازہ ایک سلام پھیر کر ختم کردی جاتی ہے، جب کہ ہم کو جو تعلیم یہاں ملی وہ یہ ہے کہ جنازے کی نماز میں دو سلام پھیر کر نماز ختم کی جائے تو پھر ہم کو کون سا طریقہ اختیار کرنا چاہیے؟ (محمد عثمان قریشی، یاقوت پورہ)

الجواب

نمازِ جنازہ بھی ایک نماز ہے، چناں چہ حدیث میں ہمیشہ اس کے لیے ''صلوٰۃ'' کا لفظ استعمال ہوا ہے اور اس نماز کے لیے بھی طہارت وغیرہ کی وہی شرطیں ہیں، جو دوسری نمازوں کے لیے ہیں، اس کی بھی ابتدا تکبیر تحریمہ سے ہوتی ہے اور انتہا سلام پر؛ اس لیے جیسے دوسری نمازوں میں دو دفعہ سلام کیا جاتا ہے، اس نماز میں دائیں اور بائیں دونوں طرف سلام ہونا چاہیے، نمازِ جنازہ کے سلسلے میں جو صحیح روایتیں ہیں، ان میں مطلق سلام کا ذکر ہے۔(۱) ایک یا دو کی صراحت نہیں؛ اس لیے امام ابوحنیفہؒ دوسری نمازوں کو سامنے رکھتے ہوئے نمازِ جنازہ میں بھی دو سلام کے قائل ہیں، (۲) دوسرے فقہاءؒ ایک ہی سلام کے قائل ہیں، یہی رائے امام احمد بن حنبلؒ کی ہے، (۳) سعودی عرب میں چوں کہ زیادہ تر لوگ حنبلی المسلک ہیں؛ اس لیے وہ ایک سلام پر اکتفا کرتے ہیں، ان کی دلیل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، اس روایت میں ایک ہی سلام پھیرنے کا ذکر ہے۔(۴) اگر روایت معتبر ہوتی تو واقعی حجت تھی؛ مگر محدثین نے اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے، اس کی سند میں ایک راوی عبداللہ بن صبہان بن ابوالعنبس ہیں، حافظ ابن حجرؒ نقل کرتے ہیں کہ یہ ضعیف ہیں۔(۵)

جہاں تک عمل کرنے کی بات ہے تو چوں کہ یہ ایک فروعی مسئلہ ہے؛ اس لیے جب آپ سعودی عرب میں رہیں تو

---

(۱) وقال النبي صلى الله عليه وسلم من صلى على الجنازة وقال: صلوا على ما صاحبكم وقال صلوا على النجاشي سماها صلوة ليس فيها ركوع ولا سجود ولا يتكلم فيها، وفيها تكبير وتسليم. (صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب سنة الصلاة: ١٧٦/١، قديمي، انيس)

عن أبي موسىٰ قال صلينا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم علىٰ جنازة فسلم عن يمينه وعن شماله. (المعجم الأوسط للطبراني، من اسمه عبد الله: ٣٢٧/٤، انيس)

(۲) ثم يكبر الرابعة ويسلم تسلمتين. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الجنائز، القسم الثاني في كيفية الصلاة على الميت: ٤٥/٣، مكتبة زكريا ديوبند، انيس)

(۳) المغني لابن قدامة: ٤١٨/١

(۴) عن أبي العنبس عن أبيه عن أبي هريرة أن رسول الله صلى عليه وسلم صلىٰ علىٰ جنازة فكبر عليها أربعاً وسلم تسليمة واحدة. (سنن الدارقطني، كتاب الجنائز، باب التسليم في الجنازة: ٧٢/٢، انيس)

(۵) دیکھئے: تقريب التهذيب: ٤٨٥/١

جس امام کے پیچھے نماز پڑھیں، اس کی اتباع کرلیں، اس کی گنجائش ہے،(۱) اور جب خود امامت کریں یا حنفی امام کے پیچھے پڑھیں تو دو سلام پھیریں کہ دلیل کے اعتبار سے یہ رائے زیادہ قوی ہے۔(۲) (کتاب الفتاویٰ:۳/۱۷۳-۱۷۴)

نماز جنازہ میں سلام پھیرنا حدیث سے ثابت ہے:

سوال: نماز جنازہ میں سلام پھیرنا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، یا نہیں؟ بصورت ثبوت حدیث کا حوالہ ضروری ہے اور بصورت عدم ثبوت حدیث یہ سلام کا پھیرنا کس اصول شریعت کے ماتحت ہے؟

(المستفتی:۲۲۳۲، محمد زکریا مسلم ہائی اسکول (انبالہ سٹی) ۲۵/صفر ۱۳۵۷ھ، مطابق ۲۶/اپریل ۱۹۳۸ء)

الجواب

نماز جنازہ میں سلام پھیرنا سلفاً وخلفاً معمول رہا ہے، اس کے ثبوت کے لیے یہ روایات ہیں:

(۱) صلت الملٰئكة علٰى آدم فكبرت عليه أربعًا وسلموا تسليمتين. (كنز العمال)(۳)

(۲) الصلاة علٰى الجنازة بالليل والنهار سواء يكبر أربعًا ويسلم تسليمتين. (كنز العمال)(۴)

(۳) عن أبى أمامة بن سهل بن حنيف قال: السنة فى الصلاة على الجنائز أن يقرأ فى التكبيرة الأولىٰ بأم القرآن مخافة، ثم يكبر ثلاثًا والتسلم عند الآخرة. (كنز العمال)(۵)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی:۴/۱۱۲)

نماز جنازہ میں سلام بھول گیا تو نماز ہوگئی:

سوال: جنازہ کی نماز میں امام چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیرنا بھول گیا تو نماز ہوگئی، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب　　باسم ملهم الصواب

نماز جنازہ میں سلام فرض نہیں؛ بلکہ واجب ہے، عام نمازوں میں ترک واجب موجب سجدۂ سہو ہوتا ہے؛ مگر نماز

---

(۱) رد المحتار: ۲/۳۰۲، مطلب فى الاقتداء بشافعى ...

(۲) عن عبد الله بن أبى أوفٰى رضى الله عنه أنه كبر علٰى جنازة ابنة له أربع تكبيرات فقام بعد الرابعة كقدر بين تكبيرتين يستغفر لها ويدعو ثم قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصنع هٰكذا. وفى رواية كبر أربعاً فمكث ساعة حتٰى ظننا أنه سيكبر خمساً ثم سلم عن يمينه وعن شماله فلما انصرف فقلنا له ما هٰذا؟ فقال انى لا أزيدكم علٰى ما رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصنع أو هكذا. صنع رسول الله صلى الله عليه وسلم رواه البيهقى. (إعلاء السنن، كتاب الجنائز، باب كيفية صلاة الجنائز: ۸/۲۶۲، مكتبة ادارة القرآن پاکستان، انيس)

(۳) كنز العمال، الكتاب الرابع، من حرف الميم، الباب الأول فى ذكر الموت، إلخ، الفصل الرابع فى الصلاة على الميت: ۱۵/۵۸۵، رقم الحديث: ۴۲۲۹۳، مكتبة التراث حلب

(۴) كنز العمال، ۱۵/۵۸۴، رقم الحديث: ۴۲۲۹۰، مكتبة التراث حلب

(۵) كنز العمال، كتاب الموت من قسم الأفعال، صلاة الجنائز: ۱۵/۷۱۸، رقم الحديث: ۴۲۸۶۱، مكتبة التراث

جنازہ میں سجدۂ سہو معہود نہیں، لہذا نماز صحیح ہوگئی، اعادہ واجب نہیں۔

قال الشرنبلالی رحمه اللّٰه تعالیٰ: (ویسلم) وجوباً (بعد) التکبیرة (الرابعة). (۱)

وقال الطحطاوی رحمه اللّٰه تعالیٰ علیٰ (قوله: وسننها أربع، الخ): الأولیٰ أن یذکر الواجب قبل السنن وهو التسلیم مرتین بعد الرابعة کما ذکره بعد. (۱)

وفی المراقی: ولو سلم الامام بعد الثلاثة ناسیاً کبر الرابعة ویسلم. وفی الحاشیة: ولم یبینوا هل یجب علیه سجود السهو. (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۶ رشوال ۱۳۹۸ھ (احسن الفتاویٰ: ۲۳۹/۴)

تیسری تکبیر پر سلام پھیرنے کا حکم:

سوال: ایک شخص نے صلوٰۃ جنازہ کے اندر چوتھی تکبیر کو بھولے سے نہیں کہی اور ایک طرف سلام پھیر دیا، تب یاد آیا، اب اس کو کیا کرنا چاہیے؟

الجواب ______________ حامدًا ومصلیًا

اب چوتھی کہہ لے اور پھر سلام پھیر دے۔

''إذا سلم علیٰ ظن أنه أتم التکبیر، ثم علم أنه لم یتم، فإنه یبنی لأنه سلم فی محله وهو القیام فیکون معذوراً''. (البحر: ۱۸٤/۱) (۴)

''ولو سلم الإمام بعد الثلاثة ناسیاً، کبر الرابعة ویسلم، إلخ''. (۵) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۵۳/۸)

جنازہ میں چوتھی تکبیر رہ جائے تو جنازہ نہیں ہوا:

سوال: ایک مشہور عالم شخصیت کے انتقال پر ایک بزرگ شخصیت نے ان کا جنازہ پڑھایا تو غلبۂ رقت کی وجہ سے تیسری تکبیر کے بعد مختلف دعاؤں کے بعد سلام پھیر دیا، چوتھی تکبیر نہیں کہی گئی، کیا جنازہ درست ہوگیا؟

الجواب ______________

نمازِ جنازہ میں بجز پہلی تکبیر کے باقی تکبریں رکن ہیں، ایک تکبیر بھی رہ جائے تو جنازہ نہیں ہوتا۔ ایسی صورت میں چاہئے یہ تھا کہ ایک تکبیر اور کہہ کر دوبارہ سلام پھیر دیتے؛ تاکہ جنازہ مکمل ہوجاتا۔

(۱) مراقی الفلاح علیٰ حاشیة الطحطاوی، باب صلاة الجنائز، ص: ۵۸٦، دار الکتب العلمیة بیروت، انیس
(۲) حاشیة الطحطاوی، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائزة، ص: ۵۸۳، دار الکتب العلمیة بیروت، انیس
(۳) مراقی الفلاح مع حاشیة الطحطاوی، باب أحکام الجنائز، ص: ۵۸۷، دار الکتب العلمیة بیروت، انیس
(۴) البحر الرائق، باب الجنائز، فصل: السلطان أحق بصلاته: ۳۲۲/۲، رشیدیة
(۵) مراقی الفلاح علی حاشیة الطحطاوی، باب أحکام الجنائز، فصل: الصلاة علیه، ص: ۵۸۷، قدیمی

وصلاة الجنازة أربع تكبيرات ولوترك واحدةً منها لم تجز صلاته، هٰكذا في الكافي ... ولو سلم الإمام بعد الثالثة ناسياً كبر الرابعة ويسلم، كذا في التاتارخانية، آه. (۱) فقط واللّٰه أعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ (خیر الفتاویٰ: ۲۶۹/۳)

چوتھی تکبیر کے بعد مقتدی نے سلام پھیر دیا:

سوال: مقتدی نمازِ جنازہ میں چار تکبیر کے بعد امام کا انتظار کریں، یا سلام پھیر دیں، یا امام کے سلا پھیرنے کے بعد ہی سلام پھیریں، خواہ امام پانچویں تکبیر کہہ دے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

اگر امام پانچویں تکبیر کہے، تب بھی مقتدیوں کو سلام کا انتظام کرنا چاہیے، بغیر پانچویں تکبیر کہے امام کے ساتھ سلام پھیرے، اگر امام سے پہلے سلام پھیر دیا، تب بھی نماز ادا ہوگئی۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔ (فتاوی محمودیہ: ۵۵۳/۸)

سلام ہاتھ چھوڑ کر پھیرنا چاہیے، یا باندھے ہوئے:

سوال: زید کہتا ہے کہ نماز جنازہ میں چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑ اکر سلام پھیرنا چاہیے اور عمر اس بارے میں زید کی سخت مخالفت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس مقام پر ارسال درست نہیں ہے۔ پس صورت مسئلہ میں کس کا قول صحیح ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

زید کا قول قاعدۂ فقہیہ کے موافق ہے۔ مولانا عبد الحی لکھنوی مرحوم نے سعایہ، جلد ثانی، باب صفۃ الصلوٰۃ میں بالتصریح بیان کیا ہے:

---

(۱) الفتاویٰ الهندية، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل الخامس في الصلاة على الميت: ۱/۱٦٤-۱٦٥، انيس

(۲) (ولو كبر إمامه خمساً، لم يتبع)؛ لأنه منسوخ، (فيمكث المؤتم حتىٰ يسلم معه إذا سلم)، به يفتى". (الدر المختار)

وفي الرد تحت: (قوله: به يفتى) ... وروى عن الإمام أنه يسلم للحال ولاينتظر تحقيقاً للمخالفة. (ردالمحتار، باب الجنائز: ۲/۲۱٤، سعيد)

"فلو كبر الإمام خمساً، لم يتبع لإنه منسوخ، ولامتابعة فيه ولم يبين ماذا يصنع، وعن أبي حنيفة رحمه اللّٰه تعالىٰ روايتان: في رواية: يسلم للحال ولاينتظر تحقيقاً للمخالفة، وفي رواية: يمكث حتىٰ يسلم معه إذا سلم، ليكون متابعاً فيما تجب فيه المتابعة، وبه يفتى" (البحر الرائق، باب الجنائز فصل السلطان أحق بصلاته: ۲/۳۲۳، رشيدية)

"وليس في ظاهر المذهب بعد تكبيرة الرابعة دعاء سوى السلام، وقد اختار بعض مشايخنا مايختم به سائر الصلوٰة: اللّٰهم ربنا آتنا في الدنيا حسنة". (بدائع الصنائع، باب الجنائز، فصل: كيفية الصلاة على الجنازة: ۱/۵۱۲، رشيدية)

ومن ههنا يخرج الجواب عما سئلت في سنة ست وثمانين أيضاً من أنه هل يضع مصلي الجنازة بعد التكبير الأخير من تكبيراته، ثم يسلم،أم يرسل، ثم يسلم، وهو أنه ليس بعد التكبير الأخير ذكر مسنون فيسن فيه الارسال،انتهٰى. (السعاية،مطبوعة مصطفائی:۱۵۹)**والله أعلم بالصواب**

کتبہ ابوالقاسم محمد عبدالسلام، مدرس مدرسہ انجمن ہدایت الاسلام مالیگاؤں

جواب قابل تامل ہے۔ واللہ اعلم

کتبہ ابوالامجد محمد عبدالعلیم عفی عنہ

پہلا جواب قواعد سے درست ہے، جزئی نہیں دیکھی۔ واللہ اعلم

اشرف علی عفی عنہ تھانوی

أقول وبه نستعين:

عمر کا قول صحیح ہے اور تصریح فقہاء رحمہم اللہ کے موافق ہے، **حيث قال في الدر المختار: يضع حالة الثناء وفي القنوت وتكبيرات الجنازة.** پس لفظ تکبیرات ہر چہار تکبیرات کو عام ہے، چوتھی تکبیر کو اس سے کسی نے مستثنیٰ نہیں فرمایا اور قاعدہ وضع ید کے بھی موافق ہے اور عمل امت کے مطابق ہے، واضح ہو کہ جنازہ کی ہر تکبیر کے بعد ذکر مسنون ہے، اول کے بعد ثنا اور دوسری کے بعد درود شریف، تیسری کے بعد دعا، چوتھی کے بعد تسلیم، ان میں سے ہر ایک ذکر مسنون ہے۔(۱) الحاصل زید جو بعد تکبیر رابع ارسال کا قائل ہے، یہ قول روایۃً ودرایۃً صحیح نہیں ہے، عمر کا قول جو کہ وضع کا قائل ہے، صحیح ہے۔ چوتھی تکبیر کے بعد ذکر کے مشروع ہونے میں کلام نہیں، اگر خلاف ہے تو دعا کی مشروعیت میں ہے اور ذکر عام ہے، جو سلام کو بھی شامل ہے اور فقہا کا عموماً تکبیرات جنازہ میں وضع کو مسنون فرمانا دلیل کافی ہے، بغیر تصریح خلاف کے خلاف کرنا صحیح نہیں معلوم ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عزیز الرحمٰن عنہ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳۱۳/۵-۳۱۴)

نماز جنازہ میں سلام کے بعد ہاتھ چھوڑے، یا پہلے:

سوال: احقر کے نظر میں حضرت کے تتمہ فتاوی امدادیہ گزرا کہ صلوٰۃ جنازہ میں سلام پھیرنے سے آگے ہاتھ چھوڑنا احقر کو خلجان ہوا کہ علماء دیوبند وغیرہ کے عمل اس کے خلاف دیکھا گیا اور یہ مسئلہ لے کر اس دیار میں بہت ہی

---

(۱) درمختار میں ہے: **(وهو سنة قيام) ... فيه ذكر مسنون)قال في رد المحتار: (قوله فيه ذكر مسنون) أي مشروع فرضاً كان أو واجباً أوسنة .(الدر المختار مع رد المحتار،باب صفة الصلاة: ۴۸۷/۱-۴۸۸،دار الفكر بيروت،انيس)**

اور درمختار میں بھی باب الجنائز میں ہے: **ويسلم بلادعاء بعد الرابعة.(الدر المختار)قال الشامي (قوله: بلادعاء): هو ظاهر المذهب،وقيل: يقول اللّٰهم ربنا آتنا في الدنيا حسنة..(رد المحتار،باب صلاة الجنائز: ۲۱۳/۲، دار الفكر،بيروت،انيس)**

بحث وتکرار شروع ہوگیا اور عوام میں فتنہ جگہ جگہ برپا ہو رہا ہے۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ ایسے وقت میں عمل کس پر ہونا چاہیے۔ للہ رفع خلجان فرمادیں؟ زیادہ والسلام مع الاکرام۔

الجواب ــــــــــــــــــــ

اس مسئلہ میں اس سے زیادہ کچھ تحقیق نہیں ہوسکا، جو تتمہ امداد الفتاوی میں ہے کہ یہ قول صحیح ہے کہ دعائیں پڑھ کر ہاتھ چھوڑ دیئے جائیں اور سلام بعد ہاتھ چھوڑنے کے کیا جائے؛ کیوں کہ وقت سلام کے نہ کوئی دعا ہے، نہ تحریمہ کا بقا کا تحقق ہے، نہ حرمت صلوٰۃ باقی ہے۔ پس اس وقت نہ قیام له قرار فيه ذكر مسنون کا تحقق ہے، نہ حرمت صلوٰۃ باقی ہے، پھر ہاتھ باندھ کر سلام پھیرنے کی کیا وجہ ہے؟ مگر اس وقت تک علماء دیار کا معمول یہی دیکھا ہے کہ بعد تسلیم کے ہاتھ چھوڑتے ہیں اور اس میں تاویل ہوسکتی ہے کہ سلام تکبیر رابع کے بعد معاً ہوتا ہے اور سلام بھی دعا ہے؛ اس لیے سلام کے وقت بھی وضع یدین بھی باقی رکھا گیا؛ لیکن ابھی تک شرح صدر نہیں ہوا، **ولعل الله يحدث بعد ذلك أمراً.** واللہ اعلم ، بہر حال یہ امر ایسا نہیں ہے، جس میں نزاع وتکرار کیا جاوے کہ کلام محض اولیت میں ہے، نہ کہ اباحت وحرمت میں۔ فقط

۱۳/ربیع الثانی ۱۳۴۵ھ (امداد الاحکام: ۴۴۲/۲)

چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑ کر سلام پھیرے:

سوال: نماز جنازہ کی چوتھی تکبیر کہہ کر اس کے متصل ہی سلام پھیر دینا چاہیے، یا کہ چوتھی تکبیر کہہ کر پہلے ہاتھ چھوڑ کر پھر سلام پھیریں؟

(المستفتی: ۱۷۴۵، قاضی عظیم الدین صاحب وقاضی صالح محمد صاحب (کاٹھیاواڑ)، ۶/رجب ۱۳۵۶ھ، ۱۲/ستمبر ۱۹۳۷ء)

الجواب ــــــــــــــــــــ

دونوں طرح جائز ہے، (۱) چاہے ہاتھ چھوڑ کر سلام پھیرے، **(وهٰذا أوجه)** اور چاہے سلام پھیر کر ہاتھ چھوڑے، **(ولا محذور فيه)** فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی: ۹۶/۴)

جنازہ کی نماز میں ہاتھ کب چھوڑا جائے:

سوال: جنازہ کی نماز میں ہاتھ کب چھوڑے جائیں؟ اس میں، مجھ کو تین قول سننے میں آئے ہیں:

(الف) دونوں سلام پھیرنے کے بعد ہاتھ چھوڑنا چاہیے؟

(ب) دائیں جانب سلام پھیرتے وقت سیدھا ہاتھ چھوڑا جائے اور بائیں جانب سلام پھیرتے وقت بایاں ہاتھ چھوڑا جائے؟

---

(۱) ومن ههنا يخرج الجواب عما سئلت في سن ست وثمانين أيضًا من أنه ذكر مسنون، فيسن فيه الإرسال. (السعاية، باب صفة الصلاة، بيان إرسال اليدين، إلخ: ۱۵۹/۲، سهيل اكادمی لاهور)

(ج) جب دعاءِ مغفرت پڑھی جائے، اس کے بعد دونوں ہاتھ نیچے چھوڑ کر سلام پھیرنا چاہیے؟ ان تینوں میں سے کون سا قول صحیح اور معتبر ہے؟ (ندیم اختر، گلبرگہ شریف)

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

اس سلسلہ میں فقہا کے مختلف اقوال ہیں، بظاہر زیادہ صحیح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ کھول دے؛ کیوں کہ ایسے قیام میں ہاتھ باندھنا مسنون ہے، جس کے لیے کوئی ذکر منقول ہو اور اس حالت میں کوئی ذکر مأثور نہیں ہے، چناں چہ خلاصۃ الفتاوی میں ہے:

”ولا یعقد بعد التکبیر الرابع؛ لأنه لا یبقی ذکر مسنون حتٰی یعقد، فالصحیح أنه یحل الیدین ثم یسلم تسلیمتین، هٰکذا في الذخیرة“. (۱)

(چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ نہ باندھے؛ اس لیے کہ اب کوئی ذکر مسنون باقی نہیں کہ ہاتھ باندھا جائے، صحیح یہ ہے کہ دونوں ہاتھ کھول دے، پھر سلام پھیرے۔)

علمائے ہند میں مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ نے اپنی کتاب سعایہ، نیز ماضی قریب کے علماء میں مفتی عبدالرحیم لاجپوریؒ نے بھی یہی لکھا ہے۔ (۲) (کتاب الفتاویٰ: ۱۶۹/۳-۱۷۰)

شافعی امام کے پیچھے نماز جنازہ میں پانچویں تکبیر نہ کہے:

سوال: زید حنفی ہے، اس نے نماز جنازہ میں شافعی المسلک امام کی اقتدا کی، شوافع کے نزدیک جنازہ میں پانچ تکبیریں ہیں تو کیا حنفی کو پانچویں تکبیر میں بھی اقتدا کرنی ہوگی، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

حنفی کی شافعی کے پیچھے اقتدا تو صحیح ہے؛ لیکن پانچویں تکبیر میں متابع نہ کرے؛ بلکہ خاموش کھڑا رہے اور امام کے ساتھ سلام پھیرے۔

قال في رد المحتار: أو بمن یری تکبیرات الجنازة خمساً لا یتابعه لظهور خطئه بیقین؛ لأن ذٰلک کله منسوخ. (۳)

وفي العلائیة ولو کبر امامه خمساً لم یتبع؛ لأنه منسوخ فیمکث المؤتم حتٰی یسلم معه اذا سلم، به یفتي. (ردالمحتار: ۸۱۸/۱)

۲۸/صفر ۱۳۹۹ھ (احسن الفتاویٰ: ۲۴۲/۴)

---

(۱) خلاصة الفتاوی: ۲۲۵/۱

(۲) دیکھئے: فتاوی رحیمیہ: ۹۹/۳

(۳) ردالمحتار، باب العیدین، مطلب أمر الخلیفة لا یبقٰی بعد موته: ۷۲/۲، دار الفکر بیروت، انیس

نمازِ جنازہ میں چوتھی تکبیر کے بعد کیا پڑھے:

سوال: نماز جنازہ میں چار تکبیریں ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ آخری تکبیر میں تکبیر کے بعد فوراً سلام ہے، اس میں کیا حکمت ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

ظاہر روایت تو یہی ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیر دیا جائے، درمیان میں کچھ نہ پڑھا جائے؛ لیکن دوسری روایات میں بعض دعائیں پڑھنا بھی منقول ہے، چناں چہ بحر: ۱۸۳/۲، میں ہے:

"وأشار بقوله: (وتسليمتين بعد الرابعة) إلٰى أنه لاشئ بعد ها غيرهما وهو ظاهر المذهب، وقيل: يقول: اللهم آتنا فى الدنيا، إلخ، وقيل: ربنا لاتزغ قلوبنا، إلخ، وقيل: يخير بين السكوت والدعاء". (۱)

"وليس فى الظاهر المذهب بعد التكبيرة الرابعة دعاء سوى السلام، وقد اختار بعض مشائخنا ما يختم به سائر الصلوات: اللّٰهم ربنا آتنا فى الدنيا حسنة، إلخ". (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۵۴/۸)

نمازِ جنازہ میں چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ باندھے، یا چھوڑ دے:

سوال: ایک کتاب جس کا نام خلاصۃ الفتاویٰ ہے، اس کی جلد نمبر: ۱، صفحہ نمبر: ۲۲۵، میں مذکور ہے (مطبوعہ نول شکور لکھنؤ)، عبارت یہ ہے:

"ولا يعقد بعد التكبير الرابع؛ لأنه لايبقى ذكر مسنون حتٰى، يعقد فا لصحيح أنه يحل اليدين، ثم يسلم تسليمتين، هٰكذا فى الذخيرة". (۳)

"(وهو سنة قيام) ... (له قرار، فيه ذكر مسنون، فيضع حالة الثناء وفى القنوت وتكبيرات الجنازة)". (۴)

ان دونوں عبارتوں کی تشریح فرمائیں اور ان عبارات کی روشنی میں اس کا حکم بھی بیان فرمائیں؟

الجواب ــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ نہ باندھے؛ کیوں کہ کوئی ذکر مسنون باقی نہیں رہا، جس کے لیے ہاتھ باندھے جائیں، پس صحیح یہ ہے کہ دونوں ہاتھ کھول دے، پھر دونوں سلام پھیرے، ایسا ہی ذخیرہ میں ہے۔ (۵)

---

(۱) البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ۳۲۱/۲، رشيدية

(۲) بدائع الصنائع، باب الجنائز، فصل، كيفية الصلاة على الجنازة: ۵۱/۲، رشيدية

(۳) خلاصة الفتاوٰى، الفصل الخامس والعشرون، فى الجنائز، نوع منه: إذا جتمعت الجنائز: ۲۲۵/۱، رشيدية

(۴) الدر المختار علٰى هامش رد المحتار، باب صفة الصلاة، فصل: إذا أراد الشروع: ۴۸۷/۱-۴۸۸، سعيد

(۵) خلاصة الفتاوٰى، الفصل الخامس والعشرون، فى الجنائز، نوع منه: إذا جتمعت الجنائز: ۲۲۵/۱، رشيدية

اور وہ ہاتھ باندھے ایسے قیام کی سنت ہے جس کو قرار ہو (کچھ طویل ہو) اس میں ذکر مسنون ہو، پس ثنا اور قنوت اور تکبیرات جنازہ میں ہاتھ باندھے رکھے۔ (درمختار)(۱)

عبارت نمبر:۱، کے متعلق خلاصۃ الفتاویٰ کے حاشیہ پر لکھا ہوا ہے کہ یہ قلمی نسخہ میں موجود نہیں، عبارت نمبر:۲، کے متعلق یہ بات قابل غور ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد بھی ذکر مسنون ہے اور وہ سلام ہے، پس تکبیر رابع کے بعد وضع یدین ممنوع کہنا اور ارسال یدین کو حتمی طور پر لازم کہنا صحیح نہیں۔ فتاویٰ سعدیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تینوں طرح عمل درست ہے، ایک یہ کہ تکبیر رابع کے بعد ارسال یدین کر کے سلام پھیرے۔ دوسرے یہ کے داہنے طرف سلام پھیرتے وقت داہنا ہاتھ چھوڑ دے، بائیں طرف سلام پھیرتے وقت بایاں ہاتھ چھوڑ دے۔ تیسرے یہ کہ دونوں طرف سلام پھیر کر دونوں ہاتھ چھوڑ دے، یہ تیسری صورت عامۃ معمول بہا ہے، اکابر کو اسی طرح دیکھا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۹۲/۸/۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۹۲/۸/۲ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۸/۵۵۵)

نماز جنازہ میں سلام سے پہلے ہاتھ چھوڑنا چاہئیں، یا بعد سلام:

سوال: زید کہتا ہے کہ نماز جنازہ میں بعد چوتھی تکبیر کے ہاتھ چھوڑ کر سلام پھیرنا چاہیے اور حوالہ سعایہ(۲) کا دیتا ہے؛ لیکن بکر کہتا ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد تحریمہ چھوڑنا چاہیے۔ زید کا قول صحیح ہے، یا بکر کا؟

الجواب

جزئیہ تو اس وقت ملا نہیں؛ مگر فقہا نے جو قاعدہ لکھا ہے، اس کے اعتبار سے زید کا قول صحیح معلوم ہوتا ہے۔(۳) وہ قاعدہ یہ ہے: (وهو سنة قيام) (له قرار فيه ذكر مسنون.(۴) فقط واللہ اعلم

۲۵/ جمادی الاخری ۱۳۲۹ھ (تتمہ اول: ۳۵) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۳۵۷)

نمازِ جنازہ میں دونوں طرف سلام پھیرنے کا حدیث سے ثبوت:

سوال: امسال زیارتِ حرمین کا شرف حاصل ہوا، وہاں نماز جنازہ حرم میں پڑھی جاتی ہے، جیسے کہ آپ کو معلوم ہوگا، وہاں یہ عجیب بات دیکھی کہ نمازِ جنازہ کا سلام صرف ایک طرف پھیرتے ہیں۔ ہم ایک طرف سلام کے بعد منتظر رہے کہ دوسری طرف بھی سلام پھیریں گے کہ لوگ جنازہ اٹھا کر چل دیئے۔ اس میں احناف کا جو مذہب ہو، تحریر فرمادیں؟

---

(۱) الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب صفة الصلاة، فصل: إذا أراد الشروع: ۱/۴۸۷-۴۸۸، سعيد

(۲) سعایہ: ۲/۱۵۹ (مطبع مصطفائی، سعید احمد)

(۳) حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے خلاف فتویٰ دیا ہے، ملاحظہ ہو فتاویٰ دار العلوم (جدید) ۵/۳۱۴۔ واضح رہے کہ یہ اختلاف اولیت میں ہے، جائز دونوں ہیں؛ یعنی ارسال کر کے سلام پھیرنا اور ہاتھ باندھے باندھے، سلام پھیرنا دونوں جائز ہیں۔ سعید

(۴) فی الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب صفة الصلاة: ۱/۴۸۷-۴۸۸، دار الفکر بیروت، انیس

الجواب ـــــــــــــــــــــــــ

احناف کے نزدیک نمازِ جنازہ میں دونوں طرف سلام پھیرنا چاہیے اور یہ متعدد احادیث سے ثابت ہے۔

وأما التسليم فمذهب أبي حنيفة رحمه الله أنه يسلم تسليمتين واستدل له بحديث عبدالله بن أبي أوفٰى أنه سلم عن يمينه وشماله فلماانصرف قال: لا أزيدكم علٰى مارأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصنع أوهٰكذا يصنع، رواه البيهقي وقال الحاكم: حديث صحيح وفي المصنف بسند جيد عن جابر بن زيد والشعبي وإبراهيم النخعي أنهم كانوايسلمون تسليمتين وفي المعرفة روينا عن ابن مسعود أنه قال: ثلاث كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يفعلهن وتركهن الناس أحداهن التسليم على الجنازة مثل التسلمتين في الصلاة، آه. (أوجز المسالك: ٢٤١/٤) **فقط والله أعلم**

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان۔ (خیر الفتاوی: ۲۷۲/۳)

نماز جنازہ میں جو دو تکبیر کے بعد آئے، وہ کیسے نماز پوری کرے:

سوال: اگر امام نماز جنازہ میں دو تکبیر کہہ چکا ہے اور پھر کوئی شریک ہوا تو وہ امام کے ساتھ سلام پھیرے، یا باقی دو تکبیر پوری کرے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــ

باقی دو تکبیر کہہ کر سلام پھیرے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۳۱۹/۵)

جو چوتھی تکبیر کے بعد شریک ہو وہ بھی شریک سمجھا جائے گا:

سوال: اگر ایک شخص جنازہ میں ایسے وقت پہنچا کہ امام چاروں تکبیریں کہہ چکا تھا؛ مگر ابھی سلام نہیں پھیرا تھا کہ یہ تکبیر کہہ کر شامل ہو گیا تو اس نے جنازہ پالیا، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــ

امام ابو یوسفؒ کے قول کے مطابق مذکورہ شخص شریک جنازہ سمجھا جائے گا اور یہی مفتیٰ بہ قول ہے۔ یہ شخص امام کے سلام پھیرنے کے بعد تین تکبیریں جلدی جلدی کہہ لے۔

وعند أبي يوسف يكبرفإذاسلم الإمام قضٰى ثلاث تكبيرات وذكرفي المحيط أن عليه الفتوٰى أوقلت وذكرأيضاً في الهندية عن المضمرات أنه الأصح وعليه الفتوٰى. (۲) **فقط والله أعلم**

بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ (خیر الفتاوی: ۲۷۳/۳)

---

(۱) (المسبوق) ببعض التكبيرات لايكبرفي الحال بل (ينتظر) تكبير (الإمام ليكبرمعه) للافتتاح لمامرأن كل تكبيرة كركعة، والمسبوق لايبدأ بمافاته ... ثم يكبران مافاتهما بعد الفراغ نسقاً بلا دعاء إن خشيا رفع الميت على الأعناق". (الدرالمختارعلٰى هامش رد المحتار، باب الجنائز: ٢/ ٢١٦-٢١٧، سعيد)

(۲) رد المحتار، باب صلاة الجنازة، مطلب هل يسقط فرض الكفاية بفعل الصبي: ٢١٨/٢، دار الفكر بيروت، انيس

مسبوق نمازِ جنازہ کس طرح پڑھے:

سوال: ایک شخص نماز جنازہ میں دوسری تکبیر کے بعد شریک ہوا ہے، اب وہ کس نوعیت سے جنازہ کی نماز پوری کرے گا؟ کیا وہ ثنا سے پڑھنا شروع کرے گا اور بقیہ تکبیر کو سلام پھیرنے کے بعد پوری کرے گا، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

تیسری تکبیر کہہ کر امام کے ساتھ شریک ہوکر دعا پڑھے، پھر چوتھی تکبیر کے بعد جب امام نماز پوری کردے تو یہ ایک تکبیر کہہ کر ثنا پڑھے، دوسری تکبیر کہہ کر درود شریف۔ اگر جنازہ جلدی اٹھائے جانے کا اندیشہ ہو تو صرف دو تکبیر میں نماز ختم کردے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۰/۲/۸ھ۔ الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۹۴/۸)

جس جنازہ کے ساتھ منکرات ہوں، اس میں شرکت:

سوال: جس جنازہ کے ساتھ ناجائز بھی کام کرنے والے ہوں، اس کی نماز وغیرہ میں شرکت کا کیا حکم ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــ

ناجائز کاموں کو تا بمقدور روکا جائے؛ لیکن ان کی وجہ سے نماز جنازہ نہ چھوڑی جائے۔

(لما في البزازية) وإن معها (أي الجنازة) فاتحة أو صائحة أجرت فإن لم تنزجر فلا بأس بالمشي معها ولا يترك السنة لما اقترن به من البدعة. (الفتاویٰ البزازية علیٰ هامش الهندية) واللّٰه تعالیٰ أعلم

(امداد المفتین: ۳۷۷/۲)

نمازِ جنازہ قبر تیار ہونے سے پہلے پڑھنا:

سوال: نماز جنازہ قبر تیار ہونے سے پہلے بھی پڑھ سکتے ہیں، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

پہلے بھی پڑھ سکتے ہیں، قبرستان میں اگر جگہ خالی ہو کہ وہاں قبریں نہ ہوں تو وہاں بھی پڑھ سکتے ہیں۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۹/۱/۱ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۸۵/۸)

---

(۱) (المسبوق) ببعض التكبيرات لا يكبر في الحال بل (ينتظر) تكبير (الإمام ليكبر معه) للافتتاح لما مر أن كل تكبيرة كركعة، والمسبوق لا يبدأ بما فاته ...ثم يكبران ما فاتهما بعد الفراغ نسقاً بلا دعاء إن خشيا رفع الميت على الأعناق". (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ۲۱٦/۲ـ۲۱۷، سعيد)

(۲) وفي رد المحتار: "أو كان في المقبرة موضع أعد للصلاة ولا قبر ولا نجاسة، فلا بأس". (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، وما يكره فيها: ٦٥٤/۱، سعيد)

"إذا غسل موضعاً في الحمام ليس فيه تمثال وصلیٰ فيه، لا بأس به، وكذا في المقبرة إذا كان فيها موضع أخر أعد للصلاة، وليس فيه قبر ولا نجاسة". (البحر الرائق، باب ما يفسد الصلاة، وما يكره فيها: ۵۸/۲، رشيدية)

نمازِ جنازہ میں چند لوگوں کا محض تماشا بینوں کی طرح کھڑے رہنا:

سوال: جنازہ کے ساتھ پچاس ساٹھ آدمیوں کا مجمع ہے؛ لیکن صلوۃ الجنازہ ادا کرنے کے وقت صرف دس پندرہ آدمی نماز پڑھتے ہیں اور باقی مثل تماشا بینوں کے کھڑے رہتے ہیں۔ یہ بقیہ لوگ مسلمان تارکِ فرض کفایہ ہوں گے، یا نہیں؟ اور ان پر کچھ گناہ ہوگا، یا نہیں؟ حالاں کہ کوئی عذر مانع شرکت نماز سے بھی نہیں، کراہت وغیرہ مفصل ومبرہن فرمائیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا ومصلیًا

جب کچھ لوگوں نے نماز جنازہ پڑھ لی تو فرض کفایہ ہونے کی وجہ سے سب کے ذمہ سے ساقط ہوگئی؛ لیکن ثواب صرف ان کو ملا، جنہوں نے نماز پڑھی، نماز پڑھتے وقت باقی لوگوں کا تماشا بینوں کی طرح کھڑے رہنا اور نماز میں شریک نہ ہونا انتہائی بے حسی اور بے مروتی ہے، حقوق میت اور احترام نماز دونوں کے خلاف ہے۔

(والصلاة عليه) أي على الميت (فرض كفاية) بالإجماع. (۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، مظاہر علوم سہارنپور۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۹۲/۸-۵۹۳)

صرف عورتیں نماز جنازہ پڑھ سکتی ہیں، یا نہیں اور مردوں کے ساتھ جماعت کا حکم:

سوال: صرف عورتیں جنازہ کی نماز پڑھ سکتی ہیں، یا نہیں؟ اور عورتوں کا شریک ہونا مردوں کی جماعت میں درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

شامی میں فتح القدیر سے منقول ہے کہ تنہا عورتوں کی جماعت جنازہ میں مکروہ نہیں ہے اور نماز جنازہ ادا ہو جاتی ہے؛ بلکہ تنہا ایک عورت بھی نماز جنازہ پڑھ لیوے تو فرض ساقط ہو جاتا ہے۔

واعلم أن جماعتهن لاتكره في صلاة الجنازة. (۲)

---

(۱) الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ۲۰۷/۲، سعيد

"عن عمران بن حصين رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إن أخاكم قد مات، فقوموا فصلوا عليه" (سنن النسائي، كتاب الجنائز، بال الأمر بالصلاة على الميت: ص: ۲۷۵، قديمي)

"هذا هو حكم فرض الكفاية، فإنه يكون فرضاً علىٰ كل واحد واحد، لكن بحيث إن أدى بعض منهم، سقط عن الباقين، وإن لم يؤد واحد منهم، يأثم الجميع بترك الفرض، وإن أدى الكل، وجدوا ثواب الفرض، وتحقيقه في كتب الأصول". (عمدة الرعاية علىٰ هامش شرح الوقاية، باب الجنائز، (رقم الحاشية: ۱۶): ۲۰۶/۱، سعيد)

"والإجماع منعقد علىٰ فرضيتها أيضاً، إلا أنها فرض كفاية، إذا قام به البعض، يسقط عن الباقين لأن ماهو الفرض وهو قضاء حق الميت، يحصل بالبعض، ولا يمكن إيجابها علىٰ كل واحد من آحاد الناس". (بدائع الصنائع، فصل: والكلام في الصلاة الجنازة إلخ": ۴۶/۲، رشيدية)

(۲) ردالمحتار، باب الامامة اذا صلىٰ الشافعي قبل الحنفي هل الأفضل الصلاة مع الشافعي أم لا: ۵۶۵/۲، دارالفكر، انيس

اور حاضر ہونا عورتوں کا مردوں کی جماعت میں مطلقاً مکروہ ہے، **کما فی الدر المختار: ویکرہ حضورھن الجماعة،الخ.** (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۳۷۱/۵-۳۷۲)

نماز جنازہ میں عورتوں کی شرکت:

سوال: کیا عورت نماز جنازہ میں شرکت کر سکتی ہے؟ یعنی جماعت کے پیچھے عورتیں کھڑی ہو سکتی ہیں؟

الجواب

جنازہ مردوں کو پڑھنا چاہیے، عورتوں کو نہیں؛ (۲) تاہم اگر جماعت کے پیچھے کھڑی ہو جائیں تو نماز ان کی بھی ہو جائے گی۔ (۳) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۹۶/۴)

نماز جنازہ کے بعد بیٹھنے کا غلط رواج:

سوال: نماز جنازہ کے بعد اکثر سلام پھیر کر بیٹھ جاتے ہیں اور الحمد للہ و درود شریف وغیرہ پڑھ کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب اربعہ کی ارواح پاک کو بخش کر حاضر میت کی ارواح کو بخشتے ہیں۔ یہ جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

جنازہ کی نماز کے بعد اور کوئی دعا مشروع نہیں ہے، پس یہ فعل بعد نماز جنازہ کے نہ کرنا چاہیے۔ (۴) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۲۸۶/۵)

جنازہ میں شریک نہ ہونے والے شخص کے گھر کا کھانا' کھانا جائز ہے:

سوال: چھاؤنی نیمچہ میں اکثر وزیادہ تر رواج ہے کہ میت کے ہمراہ کم وبیش اشخاص جاتے ہیں اور نماز جنازہ کے وقت ثلث، یا نصف بمشکل شامل نماز ہوتے ہیں، بقیہ علاحدہ دور ہٹ جاتے ہیں، نماز جنازہ میں شریک نہیں ہوتے ہیں، چناں چہ تاریخ ۱۰/ا اکتوبر ۱۹۳۷ء کو ایک میت کے ساتھ بہت سے آدمی ہمراہ جنازۂ میت کے تھے، انھیں میں سے نصف آدمی نماز کے واسطے تیار ہوئے اور نصف علاحدہ ہو کر دور جا بیٹھے، شرکت نماز کے لیے کہنے پر چند اشخاص اور شریک ہوئے، بقیہ میں سے کچھ روپوش ہو گئے اور کچھ علاحدہ ہی بیٹھے رہے، ان میں سے دو آدمی ایک قصاب اسم

---

(۱) الدر المختار علیٰ هامش ردالمحتار، باب الامامة: ٥٦٦/١، دار الفكر بيروت، انيس

(۲) ولا حق للنساء في الصلاة على الميت. (الفتاویٰ الهندية، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الخامس فی الصلاة علی الميت: ١٦٣/١، طبع رشيده كوئٹة)

(۳) الصلاة على الجنازة فرض كفاية اذا قام به البعض واحدا كان أو جماعة ذكرا كان أو انثى سقط عن الباقين. (الفتاویٰ الهندية، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الخامس فی الصلاة علی الميت: ١٦٢/١، انيس)

(۴) مرقاة المفاتيح: ٣٦٩/٢

نامعلوم اور دوسرا عبدالقیوم درزی اس طرح سے ہم کلام ہوئے کہ ہم نماز جنازہ بھی نہیں پڑھتے اور نماز میں بھی نہیں شریک ہوتے، عبدالقیوم کے گھر سے میت کے ورثا کے لیے کھانا لایا اور ان کو کھانا کھلایا، بر وقت تاکید شرکت نماز جنازہ بعض بعض نمازی بھی کہنے لگے کہ زور مت دو، یہاں کی رسم ایسی ہی ہے، ایسی تاکید کرنے سے آئندہ لوگ جنازہ ٔمیت میں شریک نہیں ہوں گے، چوں کہ نمازی ہو کر ان کا یہ کلمات کہنا بے نمازیوں کی جرأت کو بڑھاتا ہے اور ان کی ہمدردی کرتے ہیں اور ہدایت کرنے والوں کو روکتے ہیں؛ اس لیے عرض ہے کہ منکر نماز جنازہ کے گھر پر کھانا کھانا جائز ہے، یا ناجائز؟

(المستفتی: ۱۹۴۷، ایم عبداللہ صاحب چھاؤنی نیمچہ ۲۷/شعبان ۱۳۵۶ھ، مطابق ۲ نومبر ۱۹۳۷ء)

الجواب

جنازے کے ساتھ جانے والے مسلمانوں کو نماز جنازہ میں شریک ہونا چاہئے جو لوگ نماز میں شریک نہیں ہوتے ان کا یہ فعل اچھا نہیں ہے، ان کو نرمی سے نماز جنازہ میں شریک ہونے کی ترغیب دینی چاہیے، جو شخص نماز جنازہ میں شریک نہ ہو، اس کے گھر کا کھانا کھانا جائز ہے، (۱) اور جس شخص نے سختی کرنے سے منع کیا ہے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں ہوا؛ کیوں کہ نصیحت بھی حکمت اور موعظہ حسنہ کے ساتھ ہونی چاہیے۔ (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی: ۴/۱۰۹-۱۱۰)

اگر جنازہ پڑھے بغیر دفن کیا ہو تو میت کے پھٹنے سے پہلے قبر پر جنازہ پڑھ سکتے ہیں:

سوال (۱) اگر کوئی میت بغیر نماز جنازہ پڑھے دفن کی جائے تو کیا نماز جنازہ قبر پر پڑھ سکتے ہیں؟

میت سامنے رکھ کر فرض نماز پڑھنا:

(۲) میت سامنے رکھی ہو تو فرض نماز رکوع وسجود والی با جماعت پڑھ سکتے ہیں، یا نہیں؟ اگر پڑھ سکتے ہیں تو نماز بکراہت ہوگی، یا بلا کراہت؟

(المستفتی: ۶۳۴، مولوی نور اللہؒ (ضلع لائل پور) ۲/رجب ۱۳۵۴ھ، مطابق یکم اکتوبر ۱۹۳۵ء)

الجواب

(۱) ہاں اگر بغیر نماز پڑھے دفن کر دیا گیا ہو تو قبر پر نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے، جب تک میت کے پھول پھٹ

---

(۱) اس لیے کہ جنازہ فرض کفایہ ہے اگر ایک شخص بھی پڑھ لے تو باقی تمام سے فرضیت ساقط ہوتی ہے اور نہ پڑھنے والے گناہ گار نہ ہوں گے۔ "الصلاة علی الجنازة فرض کفایة إذا قام به البعض واحداً کان أو جماعةً ذکراً کان أو أنثی، سقط عن الباقین. (الهندیة، باب الجنائز، فصل فی الصلاة علی المیت: ۱/۱۶۲، کوئٹة)

(۲) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَةِ وَالۡمَوۡعِظَةِ الۡحَسَنَةِ وَجَادِلۡهُمۡ بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ﴾ (النحل: ۱۲۵)

جانے کا خیال نہ ہو، اس وقت تک پڑھ سکتے ہیں، مختلف موسموں اور مختلف مقامات میں جسم سالم رہنے کی مدت مختلف ہوگی۔(۱)

(۲) نماز میں کوئی کراہت نہ ہوگی۔ ہاں! بہتر یہ ہے کہ جنازہ کو علاحدہ رکھ کر رکوع وسجود والی نماز پڑھی جائے، (تاکہ شرک کا شبہ نہ کیا جائے)۔

محمد کفایت اللہ (کفایت المفتی: ۴/۹۴-۹۵)

دوبارہ نماز جنازہ درست ہے، یا نہیں:

سوال: نماز جنازہ پڑھ کر جب میت کو دفن کر دیا جائے تو پھر اس میت کی قبر پر نماز جنازہ جائز ہے، یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو جن لوگوں نے پہلے نماز جنازہ پڑھی تھی، وہ بھی نماز میں شامل ہو سکتے ہیں، یا نہیں؟ اور پہلا ہی امام نماز جنازہ دوبارہ پڑھا سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ______________________

اگر پہلی نماز ولی نے پڑھی، یا اس کی اجازت سے دوسرے نے پڑھائی اور ولی شامل جماعت ہوا تو پھر کسی دوسرے کو دوبارہ اس میت پر، یا اس کی قبر پر نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔ درمختار میں ہے: (وان صلّٰی هو)أی الولی (بحق) ... (لایصلی غیره بعده)،الخ. (۲) اور اگر ولی نے نماز جنازہ نہیں پڑھی تھی تو اس کو اعادہ کا حق ہے؛ لیکن جو لوگ پہلے نماز پڑھ چکے ہیں، وہ شریک نہ ہوں۔ (۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۵/۲۵۸)

بغیر نماز جنازہ پڑھے بچوں کو دفن کرنا، یا دو بچوں کو ایک قبر میں دفن کرنا کیسا ہے:

سوال: زید کے یہاں ۲۶/ جنوری بروز پیر ۷/ بجے شام جڑواں لڑکا، لڑکی پیدا ہوئی اور بروز جمعہ ۸/ بجے رات لڑکی اور تین بجے صبح لڑکا وفات پا گیا، دونوں بچوں کو ایک ہی قبر میں بغیر نماز جنازہ ادا کئے دفن کر دیا گیا، ایسا کرنا از روئے شرع درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ______________ وباللّٰه التوفيق

صورت مسئولہ میں ان دونوں بچوں کو غسل بھی دینا چاہیے تھا اور نماز جنازہ پڑھ کر (۴) اگر جگہ کی تنگی نہیں ہے تو الگ

(۱) ولو دفن الميت قبل الصلاة أو قبل الغسل فإنه يصلى علىٰ قبره إلىٰ ثلاثة أيام،والصحيح أن هٰذا ليس بتقدير لازم بل يصلى عليه مالم يعلم أنه قد تمزق(الفتاوىٰ الهندية،الباب الحادى والعشرون فى الجنائز، الفصل الخامس فى الصلاة على الميت: ۱/۱٦٥،مكتبة ماجدية كوئٹة)

(۲) ردالمحتار،باب صلاة الجنازة: ۲/۲۲۳،دار الفكر بيروت،انيس

(۳) ردالمحتار،باب الجنائز: ۱/۲۲٦

(۴) (من ولد فمات يغسل و يصلى عليه) ... (ان استهل).(الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار،باب الجنائز: ۲/۲۲۷،دار الفكر بيروت،انيس)

قبر میں دفن کرنا چاہیے تھا،(۱) اور ترک غسل ونماز جنازہ کی وجہ سے آپ حضرات فرض کفایہ کے تارک ہوئے اور پوری بستی والے گنہگار رہوئے۔(۲)

اب جب کہ ایک ڈیڑھ ماہ تدفین کو ہوگئے تو اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ آپ حضرات توبہ واستغفار کریں، اب ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جاسکتی۔(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ خالد مظاہری، ۲۴/۵/۱۴۰۱ھ۔(فتاویٰ امارت شرعیہ:۲/۵۳۰-۵۳۱)

دوبارہ نماز جنازہ پڑھنا نیز نماز جنازہ کب تک ادا کی جاسکتی ہے:

(۱) زید برضائے الٰہی فوت ہوگیا۔ وفات کے بعد اسے غسل دینے اور کفنانے کے بعد ایک مرتبہ نماز جنازہ ادا کی گئی؛ لیکن اس میں اولیاء جنازہ میں کوئی بھی اتفاق سے شرکت نہ کرسکا تو کیا کوئی ولی (علی الترتیب) دوبارہ نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے کہ نہ؟ نیز ولی کی صلوٰۃ الجنازۃ الاولی میں قصداً عدم شرکت کا کیا حکم ہے؟

(۲) زید بیرون ملک میں فوت ہوگیا، وہاں پر اس کا پوسٹ مارٹم کیا گیا، اس کے بعد غسل دے کر کفن پہنا کر لکڑی کے تابوت میں بند کر کے بغیر جنازہ پڑھے، اس نعش کو اپنے سابقہ ملک بھیج دیا گیا، وفات کے بعد تین روز کے اندر وہ نعش ورثۂ اولیاء کو مل گئی، اب تین دن کے اندر ورثہ اس کا جنازہ پڑھ سکتے ہیں کہ نہیں؟

(۳) زید کی نعش بیرون ملک سے وفات کے تین روز بعد ورثہ کو ملی اور بظاہر کوئی بد بو اور جسم کا تفسخ نہیں محسوس ہوتا تو اس کا اب جنازہ پڑھانا جائز ہے کہ نہیں؟ جب کہ اس سے قبل اس کا کوئی جنازہ نہ پڑھا گیا ہو۔

(۴) اس زمانے میں خصوصا جو نعشیں بیرون ملک سے لائی جاتی ہیں، وسٹ مارٹم کر کے کوئی خاص مسالہ لگایا جاتا ہے، یا نعش کو تابوتی مختصر سرد خانہ میں رکھ کر باہر سے بند کر دیا جاتا ہے، اس طرح کہ جس کی وجہ سے بد بو محسوس نہیں ہوتی۔ سوال ہے کہ اگر یہ مسالہ نہ لگایا جاتا، یا اس سرد خانہ میں رکھنے کا انتظام نہ کیا جاتا تو تین روز کے بعد بالفرض یہ نعش متورم ہو کر پھٹ جاتی؛ لیکن پھٹنے اور بد بو پھیلنے سے بظاہر اس عارضی انتظام کی وجہ سے بچ گئی۔ کیا اس نعش پر بھی کئی کئی دنوں اور مہینوں کے بعد نماز جنازہ پڑھنی جائز ہے، یا نہیں؟

(۵) وفات کے بعد میت پر نماز جنازہ پڑھنے کے لیے وقت کی کوئی حد از روئے شرع مثلاً تین روز وغیرہ کی

---

(۱) لا يدفن اثنان في قبر الا لضرورة، وهٰذا في الابتداء، وكذا بعده "(ردالمحتار، باب صلاة الجنازة، مطلب في دفن الميت: ۲/۲۳۳، دار الفكر بيروت، انيس)

(۲) (قوله: فعلى المسلمين) أي العالمين به وهو فرض كفاية يأثم بتركه جميع من علم به"(ردالمحتار، باب صلاة الجنازة، مطلب في كفن الزوجة على الزوج: ۲/۲۰۶، دارالفكر بيروت، انيس)

(۳) (صلّى على قبره) استحساناً (ما لم يغلب على الظن تفسخه) من غير تقدير، هو الأصح "(الدرالمختار على هامش رد المحتار، باب صلاة الجنازة: ۲/۲۲۴، دار الفكر بيروت، انيس)

مقرر ہے، یا کہ جب تک میت کے جسم کا تفسخ خون وغیرہ کا خروج بد بو نہ محسوس ہوتی ہو، دیگر شرائط کے ساتھ نماز جنازہ پڑھنے کو جائز قرار دیا جائے۔

غلام مصطفیٰ عفی عنہ (دار العلوم عثمانیہ، ۸۵، رسول پارک، اچھرہ-۱۶، پاکستان)

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

(۱) جب اولیا میں سے کسی نے شرکت نہیں کی تھی تو اولیا بعد میں پڑھ سکتے ہیں، کسی مجبوری سے شرکت نہ کر سکے ہوں، یا بالقصد شریک نہ ہوئے ہوں، دونوں صورتوں کا یہی حکم ہے کہ ولی بعد میں پڑھ سکتا ہے۔(۱)

(۲،۳،۴) جنازہ تین دن کے اندر ملے، یا تین دن کے بعد ملے، اگر پھٹا نہیں ہے اور نعش مجسم موجود ہے تو اس پر نماز جنازہ اگر اب تک نہیں پڑھی گئی تو نماز جنازہ پڑھنا اس پر فرض ہے اور نعش کا یہ تحفظ خواہ مسالہ لگا کر ہو، یا سرد خانہ میں رکھ کر ہو، یا کسی اور وجہ سے جب جسم صحیح ہے اور نماز جنازہ ادا نہیں ہوئی ہے تو ادا کرنا فرض ہے۔(۲)

(۵) قبر میں دفن کے بعد فقہاء کرام جو تین دن کے بعد پڑھنے سے منع فرماتے ہیں، وہ اس بنا پر فرماتے ہیں کہ جسم پر مسالہ وغیرہ نہ چڑھایا جائے اور گرم میں رکھا جائے تو عموماً تین دن میں نعش خراب ہو جاتی ہے اور جب خراب ہو جائے تو وہ نعش باقی نہ رہی تو نماز جنازہ کا حکم ختم ہو جاتا ہے، ورنہ تین دن کی تحدید کوئی اصلی وذاتی نہیں ہے۔(۳)

پس جب تین دن کے بعد بھی وہ نعش صحیح سالم محفوظ ہے تو نماز جنازہ کا حکم متوجہ رہے گا اور جب تک نماز جنازادا نہ ہوئی ہو ادا کرائیں گے۔(۴) فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دار العلوم دیو بند سہارنپور، ۱۲/۷/۱۴۱۰ھ۔

الجواب صحیح سید احمد علی مفتی دار العلوم دیو بند۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۳۵۲/۱-۳۵۴)

---

(۱) فإن صلى غيره) أى الولى (ممن ليس له حق التقدم) على الولى (ولم يتابعه) الولى (أعاد الولى) ولو علىٰ قبره". (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب صفة الجنازة: ۲۲۲/۲، دار الفكر بيروت، انيس)

(۲) (وإن دفن) وأهيل عليه التراب (بغير صلاة) أو بها بلاغسل أو ممن لا ولاية له (صلىٰ علىٰ قبره) استحساناً (ما لم يغلب على الظن تفسخه) من غير تقدير هو الأصح. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب صلاة الجنازة: ۲۲٤/۲، دار الفكر بيروت، انيس)

(۳) (ما لم يغلب على الظن تفسخه) من غير تقدير هو الأصح. (الدر المختار) وفى الرد تحته: لأنه يختلف باختلاف الأوقات حراً وبرداً والميت سمناً وهزالاً و الأمكنة". (رد المحتار، باب صلاة الجنازة: ۲۲٤/۲، دار الفكر بيروت، انيس)

(۴) كما يوخذ من هذه العبارة وشرحه (أى الصلاة للجنازة) إسلام الميت وطهارته ووضعه إمام المصلى. (متن الدر) وفى شرحها: وشرطها أيضاً حضوره ... وكونه هو أو أكثره".

درمختار کی عبارت اس طرح ہے: "وشرطها أيضاً حضوره و"وضعه" وكونه هو أو أكثر "أمام المصلى".

(الدر المختار مع رد المحتار: ۴۰۱/۳)

دوسرے جنازہ کی انتظار میں نماز جنازہ کی تاخیر کا حکم:

سوال: ایک ہی وقت دو میتوں کی تیاری ہوئی اور قبر بھی دونوں کی تیار ہے، پر صفائی کے قریب ہے؛ لیکن ایک میت آ گئی ہو، دوسری میت کی پختہ تیاری کی خبر پر انتظار کیا اور پھر دونوں کو ایک ہی دفعہ جنازہ پڑھ کر دفن کیا تو کیسا ہوا؟ حالاں کہ کئی جنازوں کا ایک دفعہ بوقت حاضری پڑھنا درست ہے؛ لیکن اس قدر توقف کی بابت تشریح ہو جاوے، آیا یہ انتظار جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

فی الدرالمختار: و کرہ تأخیر صلاتہ و دفنہ لیصلّٰی علیہ جمع عظیم.(۱)

اس سے معلوم ہوا کہ محض دوسری میت کے انتظار میں ایک جنازہ کی نماز میں تاخیر کرنا بدرجہ اولیٰ (۲) مکروہ ہے۔ فقط

۲/ربیع الاول ۱۳۲۵ھ (امداد اول، ص: ۱۴۷) (امدادالفتاویٰ جدید: ۱/۱۴۷)

چند جنازہ کے جمع کے وقت نماز جنازہ کا حکم:

سوال: دس نفر مرد اور دس نفر لڑکے اور دس نفر عورت ایک دفعہ مرے تو نماز جنازہ یکجا پڑھنا چاہیے، یا علاحدہ علاحدہ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جب بہت سے جنازہ جمع ہو جاویں تو اولیٰ تو یہ ہے کہ ہر ایک کی نماز علاحدہ پڑھی جاوے اور افضل کی تقدیم افضل ہے اور اگر سب کی ایک نماز پڑھنا چاہیں، جب بھی جائز ہے، پھر تین صورتوں (۳) میں جس کو چاہیں اختیار کریں: پہلی صورت یہ کہ ان کی ایک صف بنائی جاوے، اس طور سے ایک کے پاؤں دوسرے کے سر سے متصل ہوں۔ دوسری یہ کہ ایک میت کو دوسری کے پہلو میں یوں رکھا جاوے کہ دوسرے کا سر پہلے کے کندھے کے برابر ہو اور تیسرے کا سر دوسری کے کندھے کے برابر و ھکذا، اس سے زینہ کی سی شکل بن جاوے گی۔ تیسرے یہ کہ ان کو آگے پیچھے رکھے کہ سب کا سینہ امام کے مقابل رہے۔ آخر کی دو صورتوں میں ترتیب یوں ہونی چاہیے کہ امام کے قریب مرد رہے، اس کے پہلو نابالغ لڑکا، اس کے پیچھے خنثی، اس کے پیچھے بالغ عورت، اس کے پیچھے نابالغ لڑکی ہو، پہلی صورت میں چوں کہ جب ایک صف میں ہوں گے؛ اس لیے امام کو افضل کے قریب کھڑا ہونا چاہیے۔

---

(۱) الدرالمختار علیٰ ھامش رد المحتار، باب صلاۃ الجنازۃ: ۲/۲۳۲، دار الفکر بیروت، انیس

(۲) یعنی درمختار کی مذکور روایت میں جس تاخیر کو مکروہ کہا گیا ہے، اس میں میت کا فائدہ تھا؛ کیوں کہ جمع عظیم کا نماز جنازہ پڑھنا میت کے لیے فائدہ بخش ہے؛ تاہم تاخیر کو مکروہ کہا گیا ہے اور صورت مسئولہ میں دوسری میت کے انتظار میں پہلی میت کا کوئی فائدہ نہیں ہے، یہاں تاخیر بدرجہ اولیٰ مکروہ ہوگی۔ (سعید احمد)

(۳) یہاں پر تصحیح الاغلاط، ص: ۲۵ سے عبارت میں ترمیم کی گئی ہے۔ سعید

(وإذا اجتمعت الجنائز فافراد الصلاة) ... (أولیٰ) ... (وان جمع) جازثم إن شاء جعل الجنائز صفا واحداً وقام عند أفضلهم وإن شاء (جعلها صفا ممایلی القبلة) واحد اخلف واحد (بحيث يكون صدر كل) جنازة (ممايلی الامام) ليقوم بحذاء صدر الكل وإن جعلها درجا فحسن لحصول المقصود ... فيقرب منه الأفضل فالأفضل الرجل ممايليه ماقال الدرالمختار.(۱)واللّٰہ اعلم

۱۸/ربیع الاول ۱۳۲۱ھ (امداداول:۱۵۲) (امدادالفتاویٰ جدید:۱/۷۲۵-۷۲۶)

مسلم وکافر کے مشبہ جنازہ پر نماز کا طریقہ:

سوال: ایک جگہ جنگل میں چار آدمی آگ میں جل گئے۔اب یہ شناخت نہیں ہوتی کہ وہ ہندو ہیں یا مسلمان، اب موتی مذکورہ کے واسطے کیا کریں؛ یعنی مدفون نماز پڑھ کر کرائے جاویں، یا کوئی اور صورت ان کے واسطے ہوگی؟

الجواب

فی الدرالمختار: لولم يدر أمسلم أم كافر ولاعلامة فإن فی دارنا غسّل وصلی عليه وإلا لا، اختلط موتانا بكفار ولا علامة،اعتبر الأكثر فإن استووا غسلوا وختلف فی الصلاة عليهم.

وفی الرد تحت (قوله:فان فی دارنا): أفاد بذكر التفصيل فی المكان بعد انتفاء العلامة،أن العلامة مقدمة وعند نقدها يعتبر المكان فی الصحيح لأنه يحصل به غلبة الظن كما فی النهر عن البدائع وفيها أن علامة المسلمين أربعة الختان،والخضاب ولبس السواد وحلق العانة ... فی زماننا لبس السواد لم يبق علامة للمسلمين ... وقيل يصلی ويقصد المسلمين لأنه ان عجز عن التعيين لا يعجزعن القصد،كما فی البدائع.(۲)

بنا برروایت مذکورہ (فقہیہ) بعد تصحیح وترجیح جواب یہ ہے کہ سب کو غسل دیں اور سب کو سامنے رکھ کر یہ خیال کر کے نماز پڑھیں کہ ان میں جو مسلمان ہیں ان کی نماز پڑھتے ہیں اور پھر سب کو دفن کردیں۔

۲۹/صفر ۱۳۲۷ھ (تتمہ اولیٰ،ص:۴۶) (امدادالفتاویٰ:۱/۷۲۸-۷۲۹)

بغیر نماز جنازہ دفن کئے ہوئے مُردہ کی قبر پر کب تک نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے:

سوال: جس مردہ کو بغیر نماز دفن کیا گیا ہو اس کی نماز کب تک اور کس طرح اور کہاں ہوسکتی ہے؟

الجواب وباللّٰہ التوفيق

صورت مسئولہ میں تین روز کے اندراس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے۔(۳) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۳۵۲/۵/۲۷ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۲/۲۶۹)

---

(۱) الدرالمختار مع رد المحتار،باب صلاة الجنازة:۲/۲۱۸-۲۱۹،دار الفكربيروت،انيس

(۲) الدرالمختار مع رد المحتار،باب صلاة الجنازة:۲/۲۰۰-۲۰۱،دارالفكربيروت،انيس

(۳) صحیح اور مفتی بہ قول کے مطابق دن کی کوئی تعیین نہیں ہے،اصل یہ ہے کہ جب تک مُردہ کے سڑگل جانے کا غالب گمان نہ ہوجائے، ==

نماز جنازہ میں آسمان کی طرف نظر اٹھانا کیسا ہے:

سوال: نماز جنازہ میں نظر آسمان کی طرف سہواً، یا قصداً رکھنا درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

نماز جنازہ میں آسمان کی طرف نظر رکھنا درست نہیں ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی،۱۳۰/۶/۶۷ھ۔(فتاویٰ امارت شرعیہ:۲۸۰/۲-۲۸۱)

نمازِ جنازہ میں آسمان کی طرف دیکھنا:

سوال: نمازِ جنازہ پڑھتے وقت امام صاحب کے اللہ اکبر کہنے پر اکثر حضرات سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھتے ہیں اور بعض حضرات ہاتھ اٹھا کر باندھ لیتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟ (محمد فہیم الدین عظمی، نظام آباد)

الجواب ــــــــــــــــــ

نمازِ جنازہ کسی کی بھی ہو، اس میں آسمان کی طرف دیکھنا مکروہ ہے۔

"ویکرہ أن یرفع بصرہ إلٰی السماء". (۲)

اسی طرح حنفیہ کے نزدیک دوسری نمازوں کی طرح نمازِ جنازہ میں بھی صرف تکبیر تحریمہ میں ہاتھ اٹھائے گا، باقی تکبیرات پر ہاتھ نہ اٹھانا چاہیے۔

"ولایرفع یدیہ إلا في التکبیرہ الأولٰی". (۳)(کتاب الفتاویٰ:۱۶۸/۳)

نماز جنازہ میں غلطی ہوجائے:

سوال: اگر جنازہ کی نماز میں غلطی ہوجائے، جیسے چار تکبیر کے بجائے تین تکبیر کہی جائے، یا کوئی اور ذکر بھول

== اس وقت تک قبر پر نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے۔ عام حالات کو سامنے رکھتے ہوئے فقہا نے تین دن، تین رات کی مدت بیان کی ہے، ظاہر ہے کہ زمان ومکان اور خود لاش کی کیفیت اور موسم کے فرق کی وجہ سے یہ مدت کم یا زائد ہوسکتی ہے۔[مجاہد]

(وإن دفن) وأهیل علیه التراب (بغیر صلاة) ... (صلّی علی قبره) استحسانًا (ما لم یغلب علی الظن تفسخه) من غیر تقدیر هو الأصح.(الدر المختار)

(قوله:هو الأصح)لأنه یختلف باختلاف الأوقات حرّاً وبردًا والمیت سمنًا وهُزالاً والأمکنة، بحر،وقیل یقدر بثلاث أیام،وقیل عشرة،وقیل شهر.(ردالمحتار،باب صلاة الجنازة:۲۲٤/۲،دار الفکر بیروت،انیس)

(۱) ویکره أن یرفع بصره الی السماء کذا فی التبیین.(الفتاویٰ الهندیة،الباب السابع فیما یقصد الصلاة وما یکره فیها،الفصل الثانی فیما یکره فی الصلاة وما لا یکره:۱۰٦/۱)

(۲) الفتاوی الهندیة،الفصل الثانی فیما یکره فی الصلاة وما لایکره:۱۰٦/۱،انیس

(۳) الفتاویٰ الهندیة،الباب الحادی والعشرون فی الجنائز،الفصل الخامس فی الصلاة علی المیت:۱٦٤/۱

جائے تو کیا کرنا چاہیے، کیا نماز دوہرانی چاہیے؟　　(محمد جہانگیر الدین طالب، بی بی کا چشمہ)

الجواب

جنازہ کی نماز میں چار تکبیرات فرض ہیں اور چار رکعتوں کے قائم مقام ہیں؛ اس لیے اگر کوئی تکبیر نہیں کہی اور غلطی امام سے ہوئی تو اسے نماز لوٹانی چاہیے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"وصلاة الجنازة أربع تکبیرات، ولو ترک واحدة منها لم تجز صلاته". (۱)

اور اگر مقتدی نے چھوڑی تو اس کی نماز نہیں ہوئی اور چوں کہ بعض استثنائی صورتوں کے سوا نماز جنازہ ایک سے زیادہ دفعہ نہیں پڑھی جا سکتی تو اس لیے ایسا شخص نماز جنازہ سے محروم رہا، اس کو مرحوم کے لیے دعا استغفار پر اکتفا کرنا چاہیے۔ ہاں اگر ثنا، درود، دعا بھول جائے تو یہ چوں کہ واجب نہیں؛ اس لیے نماز ہو جائے گی۔ (۲) (کتاب الفتاویٰ: ۳/۱۷۷-۱۷۸)

نماز جنازہ میں رفع یدین سے نماز جنازہ فاسد نہیں ہوتی:

سوال: اگر کوئی شخص یا امام نماز جنازہ میں بھولے سے تکبیر اولیٰ کے وقت رفع یدین کر کے زیر ناف ہاتھ باندھ لے تو نماز جنازہ ادا ہوگی، یا نہیں؟

(المستفتی: ۱۲۸۳، محمد کھوڑو خاں صاحب ضلع دھارواڑ، ۱۹/شوال ۱۳۵۵ھ، مطابق ۳/جنوری ۱۹۳۷ء)

الجواب

نماز جنازہ میں کسی تکبیر پر بھولے سے رفع یدین کرے تو نماز جنازہ فاسد نہیں ہوتی، نماز ہو جائے گی۔ (۳) اگر بغیر نماز جنازہ کے میت کو دفن کر دیا گیا ہو تو اس کی قبر پر اس وقت تک نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے، جب تک گمان غالب ہو کہ میت کا جسم سڑنے گلنے سے محفوظ ہوگا۔ (۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۴/۱۰۰)

---

(۱) الفتاوی الهندیة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الخامس فی الصلاة علی المیت: ۱/۱٦٤

(۲) مراقي الفلاح، ص: ۳۲۰

(۳) یعنی تکبیر اولیٰ میں تو حنفیہ کے نزدیک بھی رفع یدین ہے، اگر دوسری تکبیروں میں بھی جن میں حنفیہ کے نزدیک رفع یدین نہیں ہے، کوئی شخص بھولے سے رفع یدین کر لے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ (وهی أربع تکبیرات) کل تکبیرة قائمة مقام رکعة (یرفع یدیه فی الأولٰی فقط) وقال أئمة بلخ فی کلها. (الدر المختار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ۲/۲۱۲، ط محمد سعید)

ربما یستفاد منه، أن الحنفی إذا اقتدی بالشافعی، فالأولٰی متابعته فی الرفع (رد المحتار، باب صلاة الجنائز: ۲/۲۱۲، ط: سعید)

(۴) (وإن دفن) واهیل علیه التراب (بغیر صلاة)، أوبها بلاغسل، أوممن لا ولایة له، (صلی علٰی قبره) إستحسانًا (ما لم یغلب علی الظن تفسخه) من غیر تقدیر هو الأصح. (الدر المختار علٰی هامش رد المحتار، باب صلاة الجنائز: ۲/۲۲٤، ط: محمد سعید)

نماز جنازہ اور نماز جمعہ میں کس کو مقدم کیا جائے:

سوال: قبل نماز جمعہ میت دروازہ پر رکھی ہو اور وقت نماز جمعہ بھی قریب ہو، اس حالت میں کس کو مقدم کرنا چاہیے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

جائز تو نماز جنازہ وجمعہ میں سے ہر ایک کو دوسرے پر مقدم کرنا ہے؛ لیکن خود افضلیت میں فقہا کے درمیان اختلاف ہے۔ بعض حضرات جمعہ کی تقدیم کے اور بعض حضرات نماز جنازہ کی تقدیم کے قائل ہیں؛ لیکن قول فیصل یہ ہے کہ اگر نماز جمعہ کا وقت تنگ ہو، خدشہ ہو کہ نماز جنازہ کے بعد اگر نماز جمعہ ادا کی گئی تو جمعہ کا وقت ختم ہو جائے گا تو نماز جمعہ ہی کو مقدم کرنا چاہیے، ورنہ نماز جنازہ کو۔

(و تقدم (صلاة الجنازة على الخطبة) وعلىٰ سنة المغرب وغيرها والعيد على الكسوف، لكن فى البحر قبيل الأذان عن الحلبى: الفتوىٰ علىٰ تأخير الجنازة عن السنة، وأقرّه المصنف كأنه الحاق لها بالصلاة، لكن فى آخر أحكام دين الأشباه: ينبغى تقديم الجنازة والكسوف حتىٰ على الفرض ما لم يضق وقته. (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبد اللہ خالد مظاہری، ۱۴۰۰/۱۲/۳۰ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۵۱۹/۲)

جنازہ میں تاخیر کا حکم:

سوال: بکر کا انتقال جمعہ کے دن صبح کے وقت ہوا، وارثوں نے چاہا کہ جمعہ سے قبل دفن کر دیا جائے؛ مگر وہاں کے لوگوں نے جمعہ سے قبل دفن نہیں کرنے دیا۔ اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

بلا وجہ مُردے کی تدفین میں تاخیر ممنوع ہے، ان لوگوں نے تاخیر کر کے بُرا کیا۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۳۷۵/۴/۲۰ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۸۱/۲)

ایسے مقام پر نماز جنازہ کا حکم جہاں لوگ نماز سے واقف نہ ہوں:

سوال: کسی موضع میں جنازہ فوت ہوا، نماز پڑھانے والا چار چار پانچ پانچ کوس تک نہیں ہے، اس کے دفن میں کیا کرنا چاہیے؟

---

(۱) الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب العيدين: ۳/۴٦ ـ ٤٧، مكتبة زكريا ديوبند، انيس

(۲) (وكره تأخير صلاته ودفنه ليصلّى عليه جمع عظيم بعد صلاة الجمعة) إلاإذا خيف فوتها بسبب دفنه. (الدر المختار) "والأفضل أن يعجّل بتجهيزه كله من حين يموت". (ردالمحتار، باب صلاة الجنازة، مطلب فى حمل الميت: ۱۳٦/۳، مكتبة زكريا ديوبند، انيس))

الجواب

اگر پوری نماز نہ آتی ہو تو صرف ایک شخص وضو کر کے جنازہ سامنے رکھ کر چار بار اللہ اکبر کہہ دے، فرض ادا ہو جائے گا، پھر دفن کر دیں۔

۲۸/ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ (تتمہ ثانی: ۱۰۵) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/ ۷۳۶)

مشرکین کے جنازہ یا ان کی تقریبات میں شرکت:

سوال: مشرکین اور کفار کی میت میں شریک ہو سکتے ہیں، یا نہیں؟ ان لوگوں کی شادی بیاہ، یا ایسے ہی دوسری تقریبات میں شرکت کر سکتے ہیں، یا نہیں؟ (آصف اقبال، سیتامڑھی)

الجواب

مشرکین اور کفار کے جنازہ میں شرکت جائز نہیں اور نہ ہی ان کی مذہبی تقریبات اور دعوتوں میں شرکت جائز ہے، شادی بیاہ، یا دوسری غیر مذہبی تقریبات میں اگر کوئی دوسری غیر شرعی بات نہ ہو تو شرکت کی جا سکتی ہے۔(۱)

اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد مولانا عبدالحی صاحبؒ لکھتے ہیں: ''اور بر تقدیر جواز قبول ضیافت مشروط ساتھ اس امر کے ہے کہ مجلس دعوت غنا و مزامیر و بت پرستی و شراب خوری و اظہار کفر و شرک و محرمات سے خالی ہو اور اگر اس مجلس میں ایسے امور ہوں تو جانا درست نہیں ہے''۔(۲) (کتاب الفتاویٰ: ۳/ ۱۶۶)

شرکت جنازۂ کفار:

السوال: یرحمکم الله ... مسئلة نطلب الاستفتاء فیها،هل یجوزلمسلم أن یشارک الکفار فی معبد هم بصلوتهم الجنازة علی کافر باختیاره وإذا فعل ذلک ألم یصبح منهم بحکم الشریعة الاسلامیة وقد جاء فی القرآن الکریم فی سورة التوبة (۸٤)﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَا تُوْا وَهُمْ فَاسِقُوْنَ﴾ولکم الأجر والثواب؟(۳)

(المستفتی: ۲۸٦، سید محمد فؤاد (بغداد)، ۲۱ محرم ۱۳۵۳ھ، مطابق ۶/ مئی ۱۹۳۴ء)

(۱-۲) لاینبغي للمؤمن أن یقبل هدیة الکافر في یوم عیدهم،ولو قبل لایرسل إلیهم شیئا.(ذخیرة)

وفي المستفید من الواقعات: لا بأس بالذهاب إلٰی ضیافة أهل الذمة،هکذا ذکرمحمد، لکن المذکور في النوازل یخالف هٰذا فإنه کره فیه الإجابة.(فتاوی عبد الحی: ۱/ ۱۰٤)

(۳) ترجمہ: خدا آپ کا بھلا کرے مسئلہ ذیل میں ہم کو فتوے مطلوب ہے کہ کیا مسلمان کے لیے یہ جائز ہے کہ کافر کی نماز جنازہ میں کافروں کے ساتھ ان کے گرجا میں جا کر باختیار خود شرکت کرے، اگر ایسا کسی نے کر لیا ہو تو شریعت اسلامیہ کی رو سے کیا، وہ کفار میں شمار کیا جائے گا اور قرآن شریف میں صاف حکم موجود ہے کہ اے نبی ان میں سے کسی پر جب کہ وہ مر جائے تو کبھی نماز جنازہ نہ پڑھ اور نہ اس کی قبر پر کھڑا ہو؛ کیوں کہ یہ لوگ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے باغی ہیں اور سیہ کاری کی حالت میں مرے ہیں۔

الجواب

رحمكم الله لايجوز لأحد يؤمن با لله ورسوله واليوم الآخرأن يصلى علىٰ كافرأومشرك؛ لأن اللّٰه تعالىٰ نهى نبيه والمؤمنين عن الاستغفار للمشركين حيث قال: ﴿مَاكَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْكَانُوْا أُولِيْ قُرْبٰى مِنْ بَعْدِ مَاتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحَابُ الْجَحِيْمِ﴾(سورة التوبة:١١٣)

والصلاة على الميت هى الدعاء والاستغفار له (١)ومشاركة المؤمنين مع الكفارفى معبدهم فى أمريعدونه من دينهم أشد خطرا؛لأن فيهاإعزاز أمر دينهم و تحسين طريقهم والرضى بأعمالهم الدينية وجميع ذلك مما تأبى عنه الشريعة المطهرة و الغيرة الاسلامية.

أما صلة المؤمن جاره المشرك بأمورتتعلق بالمعاشرة وكذا تعزيته أومشايعة جنازة كافرلقرابة أوجوارفمباحة (وإذا مات الكافر قال:لوالده أوقريب فى تعزيته أخلف اللّٰه عليك خيرًا منه وأصلحك أى أصلحك بإسلام،(٢)بشرط أن لايأتى بأمر يفضى إلىٰ تحسين دينهم أوإلىٰ إظهارالرضاء بطريقتهم.واللّٰه أعلم(٣)

كتبه الراجى عفو مولاه محمد كفاية اللّٰه كان اللّٰه له وكفاه و جاوز عماجناه. (کفایت المفتی:۴/۲۰۱-۲۰۲)

جنازہ کے ساتھ کھانا، یا اناج لے جانے کا حکم:

سوال: ایک رسم یہ مقرر کر رکھی ہے کہ جب میت ہوتی ہے تو اس میت کے ساتھ کچھ روٹیاں پکوا کر اور کچھ اناج

---

(١) قوله: من أن الدعاء ركن،قال لقولهم إن حقيقتها والمقصود منها الدعاء.(رد المحتار،باب صلاة الجنائز:٢/٢٠٩،ط:سعيد)

(٢) الفتاوىٰ الهندية ،الباب الرابع عشرفى أهل الذمة والأحكام التى تعود إليهم:٥/٣٤٨،ط:كوئٹه،و ردالمحتار‘كتاب الحظروالإباحة،فصل فى البيع:٦/٣٨٨،ط:سعيد

(٣) (ترجمہ) ہروہ شخص جو اللہ اور اس کے رسول اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کو جائز نہیں کہ کافر یا مشرک پر نماز جنازہ پڑھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اور تمام مسلمانوں کو مشرکین کے لئے طلب مغفرت سے منع فرمایا ہے جیسا کہ فرمایا: ”نبی اور مسلمانوں کو اجازت نہیں کہ مشرکین کے لئے طلب مغفرت کریں اگرچہ وہ ان کے رشتہ دار ہی ہوں جب کہ ان کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ وہ (کفر کی وجہ سے) دوزخی ہیں۔

اور نماز جنازہ اصل میں دعا و استغفار ہی ہے اور مسلمانوں کا کفار کی عبادت گاہوں میں جا کر ان کے مذہبی اعمال میں شریک ہونا سخت خطرناک ہے کیونکہ اس سے ان کے اعمال دینیہ کی تعظیم اور ان کے مذہبی امور کے ساتھ پسندیدگی و رضا معلوم ہوتی ہے اور یہ باتیں شریعت مطہرہ اور غیرت اسلامی کے خلاف ہیں۔

لیکن وہ امور جو معاشرت سے تعلق رکھتے ہیں ان میں مسلمان کا اپنے مشرک پڑوسی سے حسن سلوک اور اس کی تعزیت یا رشتہ دار کافر کے جنازہ کی شرکت یا کافر پڑوسی کے جنازے کے ساتھ جانا یہ سب مباح ہے بشرطیکہ اس مسلمان سے کوئی ایسا کام سرزد نہ ہو جس سے ان کے دین کے ساتھ اس کی پسندیدگی ظاہر ہو اور ان کے طریقے کے ساتھ اس کی رضامندی معلوم ہو۔ واللہ اعلم

قبر تک لے جاتے ہیں اور بعد دفن کرنے کے وہ روٹیاں اور اناج غرباء کو تقسیم کرتے ہیں اور اگر کوئی نہ لے جائے تو طعن کرتے ہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

مردہ کے جنازہ کے ساتھ روٹیاں لیجانا مکروہ ہے، کہ فعل یہود کا ہے، اگر صدقہ مدنظر ہو قبل مردہ کے لے جانے کے گھر پر تقسیم کردے اور جو طعن کے خیال سے ہوتا ہے، اس میں ثواب مردہ کو نہیں ہوتا ہے اور کرنا اس کا حرام ہے۔ فقط

رشید احمد (فیوض رشیدیہ، ص:۶-۵) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ:۱۹۵)

بالغ، نابالغ کی نماز جنازہ ایک ساتھ پڑھنا کیسا ہے:

سوال: قبرستان میں دو میت لائی گئی ایک جوان مرد کی اور دوسری چھوٹی بچی کی، تو کیا دونوں میت کی نماز ایک ساتھ پڑھی جائے گی، یا الگ، الگ، اگر ساتھ پڑھی جائے گی تو نیت کس طرح کی جائے گی

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

علاحدہ علاحدہ اور ایک ساتھ پڑھنے کا اختیار ہے، (۱) ساتھ پڑھنے میں دونوں کی نیت کی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۳۷۶/۶/۱۴ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۲/۲۷۹)

نماز جنازہ میں تکرار درست نہیں:

سوال: جنازہ کی نماز مکرر پڑھ سکتے ہیں، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

جنازہ کی نماز کا تکرار درست نہیں ہے؛ یعنی جب کہ ایک بار ولی نے نماز پڑھ لی، یا ولی کی اجازت سے نماز ہوگئی تو اب دوبارہ نماز اس کی نہ پڑھی جاوے، حنفیہ کا مذہب یہی ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۵/۳۲۷)

ایک میت کی نماز جنازہ کئی مرتبہ پڑھنا کیسا ہے:

سوال: ایک میت کی نماز جنازہ دو تین بار پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

اگر نماز جنازہ اس جنازہ کی اس شخص نے پڑھائی ہے، جس کا حق ہے تو پھر کوئی دوسرا شخص دوبارہ نماز نہیں پڑھا سکتا۔

---

(۱) البتہ علاحدہ علاحدہ پڑھنا افضل ہے۔ [مجاہد] (وإذا اجتمعت الجنائز فأفراد الصلاة) علیٰ كل واحدة (أولیٰ) من الجمع وتقديم الأفضل أفضل (وان جمع) جاز. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار:۱۱۸/۳، مكتبة زكريا ديوبند، انيس)

(۲) غنيه المستملی، ص:۵۴۲

کما فی الدر المختار: وإن صلی من له حق التقدم ... لایعید،الخ. (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۱۳/۵)

دوبارہ نماز جنازہ گناہ ہے، یا نہیں:

سوال: ایک بستی میں مسلمان متوفی کا جنازہ پڑھا گیا، جب دوسری بستی میں اس کو لے جاویں، جس جگہ اس کی سکونت تھی، اس جگہ کے مسلمان بطور ہمدردی اگر دوبارہ نماز جنازہ پڑھیں، جو کہ نامشروع ہے تو دوبارہ جنازہ پڑھنے والوں پر گناہ لازم آتا ہے، یا نہیں؟ اگر گناہ ہوتا ہے تو صغیرہ یا کبیرہ، یا مستحق ثواب ہوتے ہیں؟

الجواب

جنازہ کی نماز دوبارہ پڑھنی غیر مشروع اور ناجائز ہے اور ظاہر ہے کہ فعل غیر مشروع اور حرام کا مرتکب گناہگار ہوتا ہے، نہ مستحق ثواب کا اور فعل حرام گناہ کبیرہ ہے۔

ولایصلی علیٰ میت الا مرة واحدة والتنفل بصلوٰة الجنازة غیر مشروع،الخ. (۲)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۴۹/۵-۳۵۰)

نماز جنازہ کی تکرار بدعت اور مکروہ تحریمی ہے:

سوال: معروض اینکہ مسئلہ تکرار جنازہ میان علماء ایں دیار اختلاف عظیم واقع گشتہ، فلہٰذا امید تام از تلطف عام ہمی دارد کہ مجرد وصول نیاز نامہ ہذا تحقیق تکرار جنازہ اگر چہ چار دفعہ باشد جائز وروا است یا چہ، بر تقدیر اول بلا کراہت است یا با کراہت؟ واگر کراہت باشد تحریمہ بود، یا تنزیہہ؟ بزیر قلم فیض رقم مع حوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمایند۔

الجواب

نماز جنازہ مکرر نہیں ہوسکتی، اس کا تکرار بدعت ہے اور مکروہ تحریمی ہے۔

قال فی مراقی الفلاح: (فإن صلیٰ غیره) أی غیر من له حق التقدیم بلا إذن ولم یقتده أعادها هو إن شاء لعدم سقوطه حقه وإن تأدیٰ الفرض بها ولایعید معه أی مع من له حق التقدم من صلیٰ مع غیره لأن التنفل بها غیر مشروع کما لایصلی أحد علیها بعده وإن صلیٰ وحده،آه.

قال الطحطاوی: أما اذا اذن أولم یأذن وهی لاتتکرر ولو صلیٰ علیه ولی وللمیت أولیاء آخرون بمنزلته لیس لهم أن یعید والان ولایة الذی صلی متکاملة،آه. (ص: ۳٤٤)

البتہ ایک صورت میں تکرار نماز جنازہ (جائز) ہے، جب کہ اس شخص کے جو احق بالتقدم ہو، بلا اذن کوئی دوسرا نماز پڑھادے اور احق بالتقدم نے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی ہو تو یہ احق بالتقدم اعادہ نماز کرسکتا ہے۔ واللہ اعلم

۱۲/ربیع الاول ۱۳۴۵ھ (امداد الاحکام: ۴۴۱/۲-۴۴۲)

(۱) الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار،باب صلاة الجنازة: ۸۲٦/۱،انیس

(۲) الفتاویٰ الهندیة،الباب الحادی والعشرون،الفصل الخامس فی الصلاة علی المیت: ۱٦۳/۱،انیس

نماز جنازہ میں تکرار مشروع نہیں:

سوال: حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر ستر، یا کئی بار نماز جنازہ پڑھی، یا دعا کی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صحابہ نے ستر، یا کئی بار نماز، یا دعا کی۔ امام اعظم پر بعد غسل قاضی بغداد نے دعاء رحمت کی اور جنازہ پر چھ بار قبل دفن اور بعد بعدِ دفن بیس روز تک نماز پر نماز پڑھی۔ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے جنازہ پر پچپن دفعہ نماز جنازہ ہوئی۔ مرقومہ بالا باتیں صحیح ہیں، یا نہیں؟ مرقومہ بالا چاروں موقعہ میں پہلی نماز تو فرض کفایہ ہے اور باقی نمازیں مستحب ہیں، یا کیا؟ اگر مستحب ہیں تو فرض نماز کے بعد مستحب دعاؤں کے لیے اجتماع و اہتمام اور دعا پر دعا کرنا مذکور بالا دلائل سے ثابت ہوتا ہے، یا نہیں، یا کیا؟ کیا فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فعل صحابہ بھی معمول ہونا اتفاقی کبھی بدعت سئیہ ہوتا ہے؟

الجواب

عندالحنفیہ تکرار صلوٰۃ جنازہ مشروع نہیں ہے۔

درمختار میں ہے: ''ولا أی وان صلیٰ من له حق التقدم كقاض أونائبه أوامام الحی أومن ليس له حق التقدم وتابعه الولی لايعيد ... (وان صلی هو)أی الولی (بحق) بان لم يحضر من يقدم عليه (لايصلی غيره بعده)''.(۱)

وفيه قبيله: ''ولذا قلنا ليس لمن صلی عليها أن يعيد مع الولی لأن تكرارها غيرمشروع الخ و فی الرد:وان صلی الولی لم يجزلأحد أن يصلی بعده،الخ''.(۲)

وفی الهامش للمصنف:''أن تأويل صلاة الصحابة علی النبی صلی الله عليه وسلم أن أبابكر رضی اللّٰه عنه كان مشغولاً بتسوية الأموروتسكين الفتنة فكانوا يصلون عليه قبل حضوره و كان الحق له فلما فرغ صلیٰ عليه ثم لم يصل أحد بعده''.(۳)

اس عبارت سے تاویل نماز صحابہؓ تو معلوم ہوگئی باقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز چند بار حضرت حمزہؓ پر اگر ثابت ہو تو وہ خصوصیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے دوسروں کے لئے یہ مشروع نہیں ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ان صلوتک سکن لھم اور امام اعظمؒ کے جنازہ پر یا حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے جنازہ پر اگر بالفرض نماز کا تکرار ہوا ہو تو یہ فعل تکرار کرنے والوں کا حجت نہیں ہے، حنفیہ پر اس سے الزام نہیں ہوسکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عزیز الرحمٰن، دارالعلوم دیوبند

---

(۱) الدرالمختارعلیٰ هامش ردالمحتار،باب صلاة الجنائز: ۲۲۳/۲،دار الفكر بيروت،انيس

(۲) الدر المختار مع ردالمحتار،باب صلاة الجنائز: ۲۲۳/۲،دار الفكر بيروت،انيس

(۳) ردالمحتار،باب صلاة الجنائز: ۸۲۵/۱

الجواب ——————— (۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر تکرار صلوٰۃ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے اور حضرت حمزہؓ پر نماز مکرر ہوئی ہی نہیں، ایک ہی نماز ان پر ہوئی ہے، پھر اور شہدا پر؛ لیکن جنازہ سید الشہدا کا وہاں رکھا رہا۔ اس شمول کو راوی نے ستر نماز سے تعبیر کیا ہے اور نماز سے مراد تکبیر لی ہے۔ باقی سوال میں کوئی روایت حدیثی، یا مذہبی نہیں، جس کا جواب دیا جاوے۔ فقط

احقر انور شاہ کشمیری عفی اللہ عنہ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۶۰/۵-۳۶۱)

کیا دوبارہ نماز جنازہ درست ہے:

سوال: نماز جنازہ دوبار پڑھنے کے واسطے کیا حکم ہے اور مردہ کا منھ وقت دفن دکھانا کیسا ہے؟

الجواب ———————

جنازہ کی نماز دوبارہ پڑھنی درست نہیں اور اس میں کچھ تفصیل ہے، جو کتب فقہ میں مذکور ہے کہ اگر پہلے ولی نے نماز نہیں پڑھی اور نہ اس کی اجازت سے نماز پڑھی گئی؛ بلکہ ایسے لوگوں نے نماز پڑھی کہ جن کو حق تقدم نہیں تھا تو ولی دوبارہ نماز پڑھ سکتا ہے اور اگر ولی اول نماز پڑھ لے تو پھر دوسروں کو اجازت نہیں کہ مکرر نماز پڑھیں۔

درمختار میں ہے:

”(وإن صلى هو)أي الولي (بحق) بأن لم يحضر من يقدم عليه (لايصلي غيره بعده)،الخ“.

وفيه أيضاً:”لأن تكرارها غير مشروع،الخ“.(۱)

اور منہ دیکھنا کا درست ہے؛ لیکن کفن میں ڈھکنے کے بعد کھولنا چہرہ کا اچھا نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۸۹/۵-۲۹۰)

میت پر ایک سے زیادہ نمازِ جنازہ:

سوال: کیا ایک میت کی نمازِ جنازہ کئی بار پڑھی جاسکتی ہے؟ کیوں کہ حال ہی میں حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی کی نمازِ جنازہ تین بار پڑھائی گئی۔ (سید مسیح اللہ غوری، کلثوم پورہ، پولیس کالونی)

الجواب ———————

اگر ولی نے نماز نہ پڑھی ہو تو اس کے نماز پڑھنے تک ایک سے زیادہ دفعہ نمازِ جنازہ ادا کی جاسکتی ہے۔(۲)

(کتاب الفتاویٰ: ۱۸۴/۳)

---

(۱) **الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار،باب صلاة الجنازة: ۲۲۳/۲،دار الفكر بيروت،انيس**

(۲) **(فإن صلىٰ غيره) أي الولي (ممن ليس له حق التقدم) على الولي(ولم يتابعه)الولي(أعاد الولي).(الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار،باب صلاة الجنازة: ۲۲۲/۲،دار الفكر بيروت،انيس)**

نمازِ جنازہ مکرر پڑھنا:

سوال: ایک جنازہ کی نماز با جماعت دوبارہ ہوسکتی ہے، یانہیں؟ اس میں کچھ نئے لوگ اور کچھ پرانے بھی شامل ہوسکتے ہیں، یانہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

نماز جنازہ اگر ولی کی اجازت کے بغیر پڑھ لی گئی تو ولی کو دوبارہ پڑھنا درست ہے اور اس میں نئے لوگ شریک ہوسکتے ہیں اور جو لوگ پہلے پڑھ چکے ہیں، وہ نہ شریک ہوں۔

"(فإن صلى غيره): أي غير من له حق التقديم، بلا اذن ... (أعادها) ... (إن شاء) ... (ولا) يعيد (معه) ... (من صلىٰ غيره)، إلخ". (۱)

ایضا:

سوال: میت کی نماز ادا کرنے کے کچھ دیر بعد تین چار شخص اور آ گئے تو ان کے لیے میت کی نماز دوبارہ پڑھنے کے لیے علمائے دین کیا حکم فرماتے ہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

اگر ولی نے اول نماز جنازہ پڑھی ہے، یا اس کی اجازت سے پڑھی گئی ہے تو پھر اور کو دوبارہ پڑھنا درست نہیں ہے۔ (۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمد گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۶۲/۹/۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۸۸/۸)

کئی جنازوں کی نماز ایک ساتھ اور مجنون کی نماز جنازہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مجنون شخص کی نماز جنازہ کس طرح پڑھی جاوے، آیا انہیں دعاؤں مخصوصہ سے اس کی نماز پڑھائی جاوے، یا کوئی اور دعا بھی؟ اور اگر یہ نہیں تو کون سی دعا ہے؟ اور اگر چند جنازہ مجتمع

---

(۱) مراقي الفلاح علىٰ حاشية الطحطاوي، باب أحكام الجنائز، فصل: السلطان أحق بصلاته: ۵۹۰-۵۹۱، قديمي

(فإن صلىٰ غيره) أي الولي (ممن ليس له حق التقدم) على الولي (ولم يتابعه) الولي (أعاد الولي) ولو علىٰ قبره إن شاء لأجل حقه، لا لإسقاط الفرض، ولذا قلنا: ليس لمن صلى عليها أن يعيد مع الولي؛ لأن تكرارها غير مشروع، إلخ. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ۲۲۲/۲-۲۲۳، سعيد)

(۲) (وإن صلىٰ هو) الولي (بحق) بأن لم يحضر من يقدم عليه (لا يصلي غيره بعده). (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ۲۲۳/۲، سعيد)

فإن صلى الولي عليه، لم يجز أن يصلي عليه أحد بعده. (البحر الرائق، الخامس في الصلاة، على الميت: ۳۱۹/۱، رشيدية)

ہوں تو علاحدہ علاحدہ نماز پڑھنا عمدہ ہے، یا ایک جا اور پھر ترتیب کس طرح سے ہے؟ اور اگر ایک مردہ بالغ ہو اور دوسرا نابالغ تو پھر کیا کرے؟ اگر کسی شخص نے مجنون کے جنازہ پر بھی "**الهم اغفر لحينا، الخ**" پڑھی تو درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

دعائیں نماز جنازہ مجنون کی بلا تفاوت تندرست مردوں جیسی ہوتی ہیں، کچھ ذرہ بھی فرق نہیں۔ وہی معمولی دعوات ہیں اور یکساں حکم نماز کا ہے۔ (کذا فی عامة عموم الکتب) واللہ تعالیٰ اعلم

جملہ اموات کو جمع کر کے اس طرح کہ ایک مردہ امام کے پاس، دوسرا قبلہ کی طرف، تیسرا اس کے قبلہ کی طرف صف باندھ کر نماز پڑھے، ضمائر کو جمع کی بنا دے اور نہ بناوے، جب بھی کچھ حرج نہیں درست ہے۔ اگر ایک طفل ہو تو اس کو بعد جوان کے قبلہ کی جانب رکھے اور دعا مرویہ میں جمع کر لیوے۔ (١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (تالیفات رشیدیہ، ص: ۳۵۷)

چند جنازے جمع ہوں تو کیسے نماز جنازہ پڑھی جاوے:

سوال: چند جنازے مردوں، عورتوں اور لڑکے لڑکیوں کے ایک ہی جگہ جمع ہوں تو ان سب کی نماز کس طرح پڑھی جاوے؟

الجواب

بہتر یہ ہے کہ علاحدہ علاحدہ پڑھے اور اگر سب کی نماز اکٹھی پڑھی، یہ بھی درست ہے۔ اگر بالغین اور نابالغین دونوں قسم کے جنازے ہوں تو دونوں کی دعا پڑھے۔ (٢) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۶۳/۵)

مرد و عورت پر ایک ساتھ نماز جنازہ درست ہے، یا نہیں:

سوال: ایک میت مرد اور ایک میت عورت دونوں بالغ ہر دو کا جنازہ ایک دفعہ پڑھنا جائز ہے، یا نہ؟ زید نے ہر دو میت مذکور کا جنازہ آگے پیچھے رکھ کر پڑھایا اور بکر نے کہا کہ میت مؤنث کو علاحدہ کر کے اس پر پھر نماز پڑھی جائے؟

الجواب

دونوں کا جنازہ ایک دفعہ پڑھنا درست ہے، اگر چہ بہتر یہ ہے کہ علاحدہ علاحدہ پڑھیں؛ لیکن بصورت کثرت اموات و وباء عام جواز پر عمل کرنے میں؛ یعنی ایک دفعہ سب جنازوں کی نماز پڑھنے میں کچھ حرج نہیں ہے۔

درمختار میں ہے:

(وإذ اجتمعت الجنائز فإفراد الصلاة ... أولٰى وإن جمع جاز، الخ. (٣)

---

(١) البحر الرائق: ٣٢٨/٢، دار الكتب العلمية بيروت، انيس

(٢) إذا اجتمعت الجنازة للصلوٰة قالوا: الامام بالخيار ان شاء صلّٰى عليهم دفعة واحدة وان شاء صلّٰى علٰى كل جنازة صلاة علٰى حدة. (البحر الرائق، باب الجنائز، فصل السلطان أحق لصلاته: ٣٢٨/٢، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

(٣) الدر المختار علٰى هامش رد المحتار، باب صلاة الجنازة: ٢١٨/٢-٢١٩، دار الكتب العلمية بيروت، انيس

پس جب کہ ہر دو جنازہ پر ایک دفعہ نماز ہوگئی تو بکر کا نماز جنازہ عورت کا اعادہ کرنا خلاف مشروع ہوا؛ کیوں کہ جنازہ کی نماز جب ایک بار ہو جاوے تو دوبارہ پڑھنے کا حکم نہیں ہے۔ پس یہ بکر کی ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۲۷/۵، ۳۲۸)

ایک مرد اور ایک عورت کا جنازہ:

سوال: اگر ایک ہی مرتبہ دو جنازہ آ جائیں، ایک مردانہ اور ایک زنانہ تو ایسی صورت میں دونوں کی نماز جنازہ علاحدہ علاحدہ پڑھی جائے گی، یا ایک ہی مرتبہ؟ (محمد سعادت خان، محبوب نگر)

الجواب

دونوں جنازوں پر مستقلاً اور علاحدہ نماز بھی پڑھی جا سکتی ہے اور ایک ساتھ بھی، اگر مرد عورت کا جنازہ ہو تو امام کے سامنے پہلے مرد کا جنازہ رکھا جائے گا، اس کے بعد عورت کا۔

”إن شاء صلٰی علیهم دفعةً واحدةً وإن شاء صلٰی لکل جنازة صلاة علٰی حدة ... وإن اختلف الجنس وضع الرجل بین یدی الإمام ... ثم المرأة “. (۱) (کتاب الفتاویٰ: ۱۶۳/۳، ۱۶۴)

مرد و عورت کے مشترک جنازہ پر دعا:

سوال: عورت اور مرد کے جنازے کی نماز ایک ساتھ پڑھ سکتے ہیں؟ جب کہ دونوں کے لیے علاحدہ دعائیں ہیں اور جب ایک ساتھ پڑھی جائے تو اس کا کیا طریقہ ہوگا؟ (نادر المسدری، مغل پورہ)

الجواب

ایک ساتھ کئی جنازے جمع ہو جائیں، خواہ وہ مردوں کے ہوں، یا عورتوں کے، ان تمام پر ایک ساتھ نمازِ جنازہ پڑھی جا سکتی ہے۔ **”ولو اجتمعت الجنائز یخیر الإمام إن شاء صلٰی علٰی کل واحد علٰی حدة، وإن شاء صلٰی علی الکل دفعةً بالنیة علی الجمیع“.** (۲)

اور ان پر وہی ایک دعا پڑھی جائے گی، جو عام طور پر لوگ پڑھتے ہیں، یعنی:

” اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَهٗ مِنَّا فَاَحْیِهٖ عَلَی الْاِسْلَامِ ،وَمَنْ تَوَفَّیْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَی الْاِیْمَانِ“ . (۳)

واضح ہو کہ بالغ مردوں اور عورتوں کے لیے ایک ہی دعا ہے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۱۶۲/۳-۱۶۳)

---

(۱) البحر الرائق، فصل السلطان أحق بصلا ته: ۳۲۸/۲-۳۲۹، دار الکتب العلمیة بیروت، انیس

(۲) الفتاوی الهندیة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز فی الفصل الخامس فی الصلاة علی المیت: ۱۶۵/۱

(۳) الجامع للترمذی، کتاب الجنائز، باب ما یقول فی الصلاة علی المیت: ۱۹۸/۱، رقم الحدیث: ۱۰۲۴

صغیرہ اور کبیرہ کے جنازوں کی نماز یک دم پڑھنا:

سوال: مثلاً دس بیس جنازے ایک ساتھ رکھے ہوں اور تنہا تنہا پڑھنے میں زیادہ حرج کا خیال ہے، جس میں نابالغ بالغ لڑکی، مرد عورت سب کے جنازے شامل ہیں تو کس طرح ان سب کی نماز ایک دفعہ سے پڑھے اور کون سی دعا پڑھے، جس میں جنازے کی نماز ادا ہو جائے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

ایسی حالت میں اس طرح کرے کہ سب کو برابر برابر رکھ کر اس طرح کہ اول امام کے قریب مردوں کے جنازے ہوں، پھر لڑکوں کے، پھر عورتوں کے، پھر لڑکیوں کے۔ ایک ہی مرتبہ سب پر نماز پڑھ لی جائے اور بالغوں کی دعا کے بعد نابالغوں کی دعا بھی پڑھی جاوے۔ (كذا فی الطحطاوی)(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۶۱/۶/۲۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۵/ جمادی الثانیہ/ ۱۳۶۱ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۸۶/۸-۵۸۷)

چند میتیں جمع ہوں تو ہر ایک کی علاحدہ نماز اولیٰ ہے:

سوال: دو میتوں کا جنازہ ایک بار پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

چند میت جمع ہو جانے کی صورت میں اولیٰ تو یہی ہے کہ ہر ایک کی نماز جنازہ علاحدہ علاحدہ پڑھی جائے؛ لیکن اگر ایک ساتھ پڑھ لی جائے، تب بھی جائز ہے اور ان میں سے افضل کو امام کے قریب رکھا جائے۔ (۲) (کفایت المفتی: ۸۸/۴-۸۹) ☆

---

(۱) (إذا اجتمعت الجنائز، فالإفراد بالصلاة لكل منها أولٰى) ... (وإن اجتمعن) ... (وصلٰى مرة) واحدة ... (فيجعل الرجال مما يلي الإمام، ثم الصبيان بعدهم) أي بعد الرجال (ثم الخنثى، ثم النساء، ثم المراهقات)". (مراقی الفلاح علٰى حاشية الطحطاوی، باب الجنائز، فصل السلطان أحق بصلاته، ص: ۵۹۲-۵۹۳، قديمی)

"عن يحى بن صبيح قال: حدثني عمار مولٰى الحارث بن نوفل أنه شهد جنازة أم كلثوم وإبنها، فجعل الغلام مما يلى الإمام، فأنكرت ذلك وفى القوم ابن عباس وأبوسعيد الخدرى وأبوقتادة وأبوهريرة رضى الله تعالٰى عنهم، فقالوا: هٰذه السنة" (سنن أبى داؤد، باب إذا حضر الجنائز رجال ونساء من يقدم: ۹۹/۲، إمدادية)

"فإذا اجتمعت الجنائز، فالإمام بالخيار إن شاء صلٰى عليهم دفعة واحدة، وإن شاء صلٰى علٰى كل جنازة علٰى حدة ... ثم كيف توضع الخيار إذا اجتمعت؟ فنقول: لايخلو إما إن كانت من جنس واحد أو اختلف الجنس ... أما إذا اختلف الجنس بأن كانوا رجالاً ونساء، توضع الرجال مما يلى الإمام والنساء خلف الرجال مما يلى القبلة ... ولو اجتمع جنازة رجل وصبى وخنثى و امرة وصبية، وضع الرجل مما يلى الإمام والصبى وراء، ثم الخنثٰى، ثم المرأة، ثم الصبية". (بدائع الصنائع، فصل: فى بيان ما تصح به وما تفسد: ۳۴۷/۲-۳۴۸، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

(۲) وإذا اجتمعت الجنائز فالأفراد... (مراقی الفلاح، باب أحكام الجنائز: ۳۵۸، مصطفى البابى الحلبى)==

اگر ایک ساتھ تین جنازہ پر نماز ادا کی جائے:

سوال: اگر بیک وقت تین جنازے، نابالغ لڑکے کی میت، نابالغہ لڑکی کی میت اور بالغ مرد، یا عورت کی میت آ جائے تو نمازِ جنازہ کس طرح ادا کریں، ایک ساتھ، یا الگ الگ؟ طریقۂ نماز سے آگاہ فرمائیں؟ (ایس محمد اصغر حسین، باکارم)

الجواب

اگر کئی جنازے ہوں تو بہتر طریقہ یہی ہے کہ ہر ایک پر الگ الگ نماز پڑھی جائے؛ لیکن ایک ساتھ بھی پڑھی جا سکتی ہے۔ جنازوں کو رکھنے کی ترتیب یہ ہوگی کہ امام کے سامنے پہلے بالغ مرد کا جنازہ رہے گا، اس کے بعد نابالغ لڑکے کا، پھر عورت کا، اس کے بعد نابالغہ لڑکی کا۔ یہ جنازے ایک دوسرے کے مقابل رکھے جائیں گے، یا تو اس طرح کہ تمام جنازوں کے سر کا حصہ ایک سیدھ میں آ جائے، یا اس طرح کہ بعد والے جنازہ کا سر پہلے جنازہ کے مونڈھے کے مقابل ہو۔ (۱)

رہ گئی نمازِ جنازہ کی دعا تو ایسا ہو سکتا ہے کہ بالغوں کی نماز سے متعلق دعا پڑھ لی جائے، پھر بچوں سے متعلق، ویسے مجھے یہ مسئلہ صراحتاً کتب فقہ میں نہیں مل پایا۔ واللہ اعلم (کتاب الفتاویٰ:۳/۱۷۹)

متعدد جنازوں پر ایک نماز بھی کافی ہے:

سوال: اگر چند جنازے موجود ہوں تو نماز ایک ہی کافی ہے، یا متعدد؟ امید ہے مدلل ومشرح صاف صاف بیان فرما کر مشکور فرمائیں؟

== روی الحسن عن أبی حنیفة رحمه اللّٰه تعالٰی : یوضع أفضلهم وأسنهم ممایلی الإمام وهو قول أبی یوسف رحمه اللّٰه تعالٰی.(مراقی الفلاح، کتاب الصلاة،باب أحکام الجنائز،ص:۳۵۸،مصطفی البابی الحلبی،مصر)

☆ **کئی جنازوں کی نماز ایک ساتھ:**

سوال: دو تین میت کی نماز جنازہ ایک ساتھ پڑھنا درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

جائز ہے، جیسا کہ درمختار میں ہے۔(واذاجتمعت الجنائز فافراد الصلوٰة علٰی کل واحدة أولٰی من الجمع ... وان جمع جاز،الخ.(الدر المختارعلٰی هامش ردالمحتار،باب صلاة الجنازة:۲/۲۱۸-۲۱۹،دار الفکر بیروت،انیس) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۵/۳۲۸-۳۲۹)

(۱) إذا اجتمعت الجنائز للصلاة قالوا:الامام بالجنازة ان شاء صلٰی علیهم دفعة واحدة وان شاء صلٰی علٰی کل جنازة صلاة صلاة علٰی حدة فان أراد الثانی فاأفضل أن یقدم الأفضل فالأفضل فان لم یفعل فلا بأس بأس به،وأما کیفیة وضعها فان کان الجنس متحداً فان شاؤوها جعلوها صفاً واحداً کما یصطفون فی حال حیاتهم عند الصلاة وان شاؤوا وضعوا واحداً بعد واحدٍ مما یلی القبلة لیقوم الامام بحذاء الکل.(البحرالرائق،کتاب الصلاة،فصل السلطان أحق بصلا ته:۲/۳۲۸-۳۲۹،دار الکتب العلمیة بیروت،انیس)

الجواب

چند جنازوں کی نماز ایک ساتھ بھی ہوسکتی ہے، اگر مردوں اور عورتوں کے جنازے مختلط ہوں تو امام کے قریب مردوں کے جنازے ہوں اور عورتوں کے ان کے پیچھے ہوں اور بچوں کے عورتوں اور مردوں کے بیچ میں ہوں اور دیندار کو غیر دیندار سے مقدم کیا جاوے۔ واللہ اعلم

۲۶/ذی قعدہ ۱۳۴۴ھ (امداد الاحکام: ۲/۴۴۳)

دوچار جنازہ ایک ساتھ:

سوال: دوچار جنازہ کی نماز ایک ساتھ پڑھنے سے نماز ہوجاتی ہے، یا نہیں؟ نماز جنازہ میں ایک دو تکبیر فوت ہوجانے سے مقتدی بعد سلام امام کے خالی تکبیر کہے، یا دعا بھی پڑھے؟

الجواب

ایک ساتھ دوچار دس بیس جنازوں کی نماز پڑھنا درست ہے اور سب کی نماز ادا ہوجاتی ہے، اگرچہ بہتر علاحدہ علاحدہ پڑھنا چاہیے۔

درمختار میں ہے:

(وإذا اجتمعت الجنائز فإفراد الصلاة) علىٰ كل واحدة (أولىٰ) ... وان جمع جاز، الخ. (۱)

اور جو شخص نماز جنازہ میں بعد میں آکر شامل ہوا، وہ بعد فراغ امام صرف تکبیرات کہہ کر سلام پھیردے، دعا نہ پڑھے، اگر جنازہ کے اٹھ جانے کا اندیشہ ہے، جیسا کہ اکثر ہوتا ہے۔ (کما فی الدر المختار) (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۵/۳۷۰)

بلا نماز جنازہ اگر میت دفن کردی جائے تو کتنے دن تک نماز کی اجازت ہے:

سوال: اگر میت بلا نماز پڑھے دفن کردی جائے تو اس کی نماز کتنے عرصہ تک پڑھنی جائز ہے، تین روز تک، یا زیادہ؟

الجواب

صحیح یہ ہے کہ تین دن کی قید نہیں ہے؛ بلکہ جس وقت تک میت کے پھٹنے اور گلنے کا خیال غالب نہ ہو، اس وقت تک قبر پر نماز پڑھ سکتے ہیں، جیسا کہ درمختار میں ہے:

(وإن دفن بغير صلاة) ... (صلى علىٰ قبره ... ما لم يغلب على الظن تفسخه) ... من غير تقدير هو الأصح. (۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۵/۳۱۲-۳۱۳)

---

(۱) الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب صلاة الجنائز: ۲/ ۲۱۸-۲۱۹، دار الفكر بيروت، انيس

(۲) ردالمحتار، باب الجنائز: ۱/ ۸۲۰

(۳) الدر المختار مع ردالمحتار، باب صلاة الجنائز: ۱/ ۸۲۶-۸۲۷/ غنية المستملي، ص: ۵۴۶

جب میت بلا غسل و بلا نماز دفن کر دیا تو کیا اس کی قبر پر نماز جنازہ درست ہے:

سوال: میت را بلا غسل و بلا اداء نماز جنازہ دفن کردند، آیا بغیر از غسل بر قبر نماز جنازہ خواندن جائز است، یا نہ؟

الجواب ـــــــــــــــــــ

بروایت ابن سماعہ تا سہ روز، یا تا عدم ظن تفسخ میت بر قبر او نماز ادا کردہ شود و بعد ازاں ساقط می شود۔

فی الدر المختار: أو بها بلا غسل. فی الشامی: هٰذا روایة ابن سماعة والصحیح أنه لا یصلی علیٰ قبره فی هٰذه الحالة ... وقال الکرخی: یصلی وهو الاستحسان. (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۸۸/۵)

نومولود بچے کو دفنانے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ پیدا ہونے کے وقت زندہ تھا تو کیا حکم ہے:

سوال: ایک سال پہلے میرے بیٹے کا انتقال ہو گیا تھا؛ یعنی پیدا ہونے کے دس منٹ کے بعد؛ لیکن ہمیں اسپتال میں یہی معلوم ہوا کہ مردہ پیدا ہوا تھا؛ اس لیے ہم نے بغیر جنازہ پڑھے اور نہلائے اس کو قبرستان میں جا کر دفن کر دیا؛ لیکن جب ہم نے بعد میں اسپتال کی رپورٹ پڑھی تو اس میں بچے کے بارے میں یہی لکھا ہوا تھا کہ پیدا ہونے کے دس منٹ کے بعد اس کا انتقال ہو گیا، جب کہ ہم نے بچے کا نام بھی نہیں رکھا تھا، کیا اس صورت میں ہم گناہ گار ہوں گے، جب کہ ہم نے لاعلمی کی وجہ سے نماز جنازہ نہ پڑھی، نہ اس کا نام رکھا؟

الجواب ـــــــــــــــــــ

چوں کہ لاعلمی کی وجہ سے ایسا ہوا؛ اس لیے گناہ لازم نہیں ہوا اور اب نماز جنازہ پڑھنے کی تو کوئی صورت نہیں، (۲) البتہ بچے کا نام اب بھی تجویز کر لیں۔ (۳) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۸۱/۴)

جنازہ کتنا دور رکھ کر نماز پڑھائے:

سوال: جنازہ کتنا دور رکھ کر نماز پڑھانا چاہیے؟

حامدًا و مصلیًا الجواب ـــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

ایک صف کی مقدار دور کھڑا رہ سکتا ہے اور اس سے زیادہ مناسب نہیں، اس سے قریب ہونا درست ہے۔ (۴) واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم (مرغوب الفتاویٰ: ۱۸۲/۳)

---

(۱) ردالمحتار، باب صلاة الجنائز: ۲۲۴/۲، دار الفکر بیروت، انیس

(۲) ولو دفن المیت قبل الصلاة أو قبل الغسل فانه یصلی علیٰ قبره الیٰ ثلاثة أیام والصحیح أن هٰذا لیس بتقدیر لازم بل یصلی علیه ما لم یعلم أنه قد تمزق، کذا فی السراجیة. (الفتاویٰ الهندیة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الخامس فی الصلاة علی المیت: ۱۶۵/۱، انیس)

(۳) ومن استهل بعد الولادة سمی وغسل وصلی علیه. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الصلاة، کتاب الصلاة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الثانی فی الغسل: ۱۵۹/۱)

(۴) ویقوم الإمام) ندبًا (بحذاء الصدر مطلقًا). (الدر المختار)

==

نماز پڑھنے کے لیے عورت کے جنازے پر پردہ ثابت نہیں:

سوال: اگر عورت کا جنازہ ہو تو دونوں طرف لکڑی گاڑ کر پردہ کر کے جنازہ پڑھا جائے۔ یہ درست ہے، یا نہیں؟
(المستفتی: ۲۷۷۶، جمادی الاخری ۱۳۵۲ھ، مطابق ۱۸/ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

الجواب

عورت کے جنازے پر نماز پڑھنے کے لیے سرہانے اور پائنتی لکڑیاں کھڑی کر کے چادر تان دینا، نہ ضروری ہے نہ ثابت، اس کے جنازے پر جو نعش قائم کی جاتی ہے پردے کے لیے، وہی کافی ہے، یہ پردے کی جدید صورت خلاف متوارث ہے۔(۱) (کفایت المفتی: ۸۹/۴)

غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں:

سوال: غائبانہ نماز جنازہ کا کیا حکم ہے؟

الجواب

جنازہ غائب پر عند الحنفیۃ نماز صحیح نہیں ہے۔
درمختار میں ہے: فلاتصح علیٰ غائب، الخ. (۲) (فتاویٰ دار العلوم: ۳۰۸/۵)

غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں:

سوال: زید کا انتقال اپنے وطن میں یکم صفر المظفر کو ہوا اور جنازہ زید کا ۱۲/ صفر کو کلکتہ میں پڑھا گیا۔ یہ غائبانہ نماز جنازہ جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

حنفیہ کے نزدیک غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں؛ کیوں کہ وہ اسے شریعت سے ثابت نہیں سمجھتے۔(۳) تاریخ انتقال اور تاریخ نماز کے قرب و بعد کا کوئی فرق نہیں۔

محمد کفایت اللہ غفرلہ (کفایت المفتی: ۱۱۸/۴)

== وفی الرد: ولا یبعد عن المیت، کما فی النهر. (الدر المختار مع رد المحتار، باب صلاة الجنازة: ۲۱٦/۲، دار الفکر بیروت، انیس)

(۱) فلا تصح علیٰ غائب ... وصلاة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم علی النجاشی لغوية أو خصوصية. (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب صلاة الجنائز: ۲۰۹/۲، دار الفکر بیروت، انیس)

(۲) الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب صلاة الجنائز: ۲۰۹/۲، دار الفکر بیروت، انیس

(۳) وشرطها أيضًا حضوره، ووضعه وكونه هو أو أكثره أمام المصلی، وکونه للقبلة، فلا تصح علیٰ غائب ... وصلاة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم علیٰ النجاشی لغوية، أو خصوصية، إلخ. (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ۲۰۷/۲-۲۰۹)

غائبانہ نمازِ جنازہ:

سوال: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کن کن اشخاص کی غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھی تھی اور کیا غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھی جاسکتی ہے؟ (پروین اقبال، سید علی گوڑہ)

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحمہ نجاشی شاہ حبش پر غائبانہ نمازِ جنازہ ادا کی تھی، (۱) اس کے سوا غالبا کوئی اور واقعہ بسندِ صحیح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھنے کا نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ ایک استثنائی واقعہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے؛ کیوں کہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور جنازہ کے درمیان سے حجابات اٹھا دئے گئے، گویا جنازہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی تھا۔ اگر غائبانہ نمازِ جنازہ کا حکم ہوتا تو اس طرح کے اور واقعات بھی ثابت ہوتے؛ اس لیے حنفیہ کے نزدیک نمازِ جنازہ غائبانہ نہیں ہے۔ (۲)

(کتاب الفتاویٰ: ۳/۱۶۷-۱۶۸)

غائبانہ نماز جنازہ کا حکم:

سوال: میت موجود ہوتے ہوئے باوجود قدرت شرکت نماز ایک قصبہ میں نماز غائبانہ ادا کی جاسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

میت سامنے رکھے بغیر نماز جنازہ صحیح نہیں، چاہے اس قصبہ وغیرہ میں پڑھی جاوے، جس میں میت ہو، یا کسی دوسرے مقام میں دونوں کا ایک حکم ہے۔

ومن الشروط حضور الميت ووضعه وكونه إمام المصلى فلايصح علىٰ غائب ولاعلىٰ محمول علىٰ دابة ولاعلىٰ موضع خلفه، هٰكذا فى النهر الفائق. (۳)

احقر عبدالکریم عفی عنہ، ۲۸ صفر ۱۳۴۵ھ۔ (امداد الاحکام: ۲/۴۴۸-۴۴۹)

غائبانہ نماز جنازہ کا حکم:

سوال: غائبانہ نماز جنازہ حدیث، فقہ و اقوال بزرگان سے ثابت ہے، یا نہیں؟ بینوا وتوجروا۔
مشکوۃ شریف میں نجاشی کی نماز جنازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی ہے۔ اس کی تشریح سے مطلع فرمائیں؟

---

(۱) عن أبى هريرة رضى الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم نعى النجاشى فى اليوم الذى ما فيه وخرج بهم الى المصلى فصف لهم وكبر عليه أربع تكبيرات. (صحيح البخارى، باب التكبير على الجنازة أربعاً: ١٧٨/١، رقم الحديث: ١٢٤٥، قديمى، انيس)

(۲) الفتاوىٰ الهندية: ١٦٤/١، مكتبة ماجدية كوئتة

(۳) الفتاوىٰ الهندية، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز، الفصل الخامس فى الصلاة على الميت: ١٦٤/١، انيس

الجواب ـــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

حنفیہ کے نزدیک جنازہ کی غائبانہ نماز غیر مشروع ہے۔(۱) نجاشی کی نماز جنازہ کے متعلق علما نے لکھا ہے کہ نجاشی کا جنازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر کردیا گیا تھا؛ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی۔

بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ نجاشی کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھی گئی تھی؛ اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۳۴۹/۸/۲۴ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۷۰)

غائبانہ نماز جنازہ کا بیان:

سوال: قرآن وحدیث اور مسئلہ کے اعتبار سے غائبانہ نمازِ جنازہ کا چاروں اماموں کے نزدیک کیا حکم ہے؟ مفصل تحریر فرمائیں کہ کس کی نمازِ جنازہ غائبانہ میں پڑھنی چاہیے اور کس کی نہیں؟ (محمد اکرام، مظفر نگری)

الجواب ـــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

نماز جنازہ غائبانہ حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک اور ایک روایت میں حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک جائز ہے اور حضرت امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ اور جمہور امت کے نزدیک ناجائز ہے۔

”ومنها أن یکون المیت حاضرا فلا تجوز الصلاۃ علی الغائب ... باتفاق الحنفیۃ والمالکیۃ و خالف الشافعیۃ والحنابلۃ“. (۳)

جو حضرات جائز فرماتے ہیں، ان کی دلیل صحاحِ ستہ کی صرف ایک روایت ہے، جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حبشہ کے بادشاہ حضرت نجاشیؓ کی نمازِ جنازہ کا پڑھانا مروی ہے۔

عن جابر بن عبد اللّٰہ قا قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: مات الیوم عبد اللّٰہ صالح أصمحۃ النجاشی فقام فأمنا وصلی علیہ. (۴)

حالاں کہ صحاحِ ستہ کی دوسری صحیح روایت میں یہ بھی مروی ہے کہ حضرت نجاشی کا جنازہ بوقت نماز حضور صلی اللہ علیہ

---

(۱) شرطھا أیضًا حضورہ (و وضعہ) وکونہ ھو وأکثرہ (أمام المصلی) وکونہ للقبلۃ فلا تصح علیٰ غائب. (الدر المختار علیٰ ھامش ردالمحتار، باب صلاۃ الجنائز: ۳/ ۱۰۴-۱۰۵، مکتبۃ زکریا دیوبند، انیس)

(۲) ذھب الشافعی الی جواز الصلاۃ علی الغائب وعند أبی حنیفۃ لایجوز؛ لأنہ یحتمل أن یکون حاضرًا؛ لأنہ تعالیٰ قادر علیٰ أن یُحضرہ وخصوصیتہ بہ علیہ الصلاۃ والسلام. (مرقاۃ المفاتیح، باب المشی بالجنازۃ: ۲/ ۳۵۴)

(۳) کتاب الفقہ علی المذاھب الأربعۃ، باب شروط الجنازۃ: ۱/ ۴۷۴، دار الکتب العلمیۃ بیروت، انیس

(۴) الصحیح لمسلم، کتاب الجنائز، باب التکبیر علی الجنازۃ: ۱/ ۳۰۹، قدیمی، انیس

عن أبی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ أن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم نعی للناس النجاشی الیوم الذی مات فیہ وخرج بھم إلی المصلی وکبر أربع تکبیرات. (الصحیح لمسلم، باب التکبیر علی الجنازۃ: ۱/ ۳۰۹، الصحیح للبخاری ۱/ ۱۶۷)

وسلم کے سامنے رای العین کر دیا گیا تھا۔(۱) حجاباتِ ارضی مرتفع فرما کر، یا جس طرح بھی اللہ نے چاہا۔ ان روایات کی بنا پر نمازِ غائبانہ ہی کہنا صحیح نہیں ہوگا۔

رہ گیا ان صحابہ کا جو اس میں شریک تھے، ان کے اعتبار سے بھی نمازِ غائبانہ کہنا مشکل ہے؛ اس لیے کہ حضرت عمران بن حصینؓ کی روایت صحاح ہی میں ہے کہ ہم لوگوں کو ایسا ہی معلوم ہوتا تھا کہ جنازہ آنکھوں کے سامنے ہے۔

اگر غائبانہ ہی تسلیم کر لیا جائے تو ان حضرات کی خصوصیت قرار دی جائے گی بچند وجوہ:

اول یہ کہ جب یہ اسلام لا چکے تھے تو اس کا تقاضا یہ تھا کہ ایک آدھ دفعہ تو خدمتِ اقدس میں حاضر ہو گئے ہوتے، بالخصوص جب کہ حاضری میں کوئی خاص مانع نہیں تھا، پس ان کے اسلام کی اشاعت کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز پڑھ کر اس کو ظاہر فرمایا۔

دوم یہ کہ ایک خلقِ کثیر نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے انتقال فرمایا اور بعضوں کی موت بڑی دردناک حالت میں غزوات وغیرہ میں ہوئی؛ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کی بھی نمازِ جنازہ غائبانہ نہیں پڑھی، یہ کھلی دلیل ہے کہ نمازِ جنازہ غائبانہ جائز ہوتی تو اس پر ضرور عمل کر کے دکھایا جاتا۔

رہ گئیں معاویہ بن معاویہ حبشی کے جنازہ کی نماز غائبانہ پڑھنے کی روایات تو یہ اس قدر ضعیف اور مجروح ہیں کہ ان میں کسی میں بھی حجتِ جواز بننے کی صلاحیت نہیں ہے اور اگر کوئی ان سب روایات کے مجموعہ سے استدلال کرے تو ان میں یہ تصریح بھی ہے کہ حجابات مرتفع کر کے جنازہ سامنے کر دیا گیا تھا۔(۲)

اقوال:

حضرت نجاشی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمازِ جنازہ ادا کرنے کا یہ بھی جواب دیا جاتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو صحابہ کو لے کر اصمعہ نجاشی پر نماز جنازہ پڑھی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ نجاشی خفیہ طور پر ایسی جگہ مسلمان ہوا تھا کہ وہاں ان پر نمازِ جنازہ پڑھنے والا کوئی نہ تھا؛ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ ادا فرمائی۔

ومن ثم قال الخطابي: لايصلیٰ على الغائب إلا إذا وقع موته بأرض ليس بها من يصلى عليه.(۳)

---

(۱) كما قاله العياض في الشفاء: ورفع النبي صلى الله عليه وسلم النجاشى حتىٰ صلىٰ عليه فتكون صلوٰته عليه كصلوٰة الإمام علىٰ ميت رآه ولم يره المأموم، ولا خلاف في جوازها كما ذكر الواقدى في كتابه عن ابن عباس قال: كشف للنبى صلى الله عليه وسلم عن سرير النجاشى حتىٰ راه وصلىٰ عليه".

(۲) عن أنس بن ماك قال: نزل جبريل عليه السلام على النبى صلى الله عليه وسلم فقال يا محمد مات معاوية بن معاوية المزنى أتحب أن تصلى عليه؟ قال نعم فضرب بجناحيه فلم تبق شجرة ولا أكمة تصعصعت ورفع له سريره حتىٰ نظر اليه فصلىٰ عليه وخلفه صفان من الملائكة فى كل صف سبعون ألفاً فقال النبى صلى الله عليه وسلم وذاهبا وقاعداً وعلىٰ كل حالٍ. (المعجم الكبير، من اسمه معاوية بن معاوية المزنى: ۴۲۸/۱۹، انيس)

(۳) عون المعبود، باب الصلاة على المسلم يموت فى بلاد: ۶/۹، دار الكتب العلمية بيروت، انيس

تیسرا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ نجاشی کا بدن تو سامنے نہیں لایا گیا تھا؛ مگران کی روح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لائی گئی؛ اس لیے اس پر نمازِ جنازہ پڑھی؛ لیکن رفعِ حجاب کرنا، یا روح کو حاضر کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے۔

چوتھا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ دوسرے بادشاہوں کو اسلام کی طرف مائل کرنے کے لیے اور جو دوسرے بادشاہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسلمان ہوئے، ان کے استیلافِ قلوب کے لیے نجاشی پر نمازِ جنازہ پڑھی، نیز صلوٰۃ جنازہ کے متعلق یہ بھی شرط ہے کہ میت امام کے سامنے موجود ہو اور صلوٰۃ علی الغائب کے جواز کی صورت میں یہ شرط فوت ہو جاتی ہے، بہر حال صلوٰۃ علی الغائب کوئی قاعدہ کلیہ نہیں۔

اس لیے غائبانہ جواز پر استدلال درست نہ ہوگا، اسی طرح زید بن خلف اور جعفر طیارؓ کے جنازوں کی زیارت کا بھی یہی حال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے لیے دعاء مغفرت وغیرہ کی ہے، نہ کہ صلوٰۃ جنازہ ادا فرمائی۔

اور اگر تسلیم بھی کرلیں جب بھی خلقِ کثیر پر غائبانہ نمازِ جنازہ نہ پڑھنے کا ثبوت محض ہوتے ہوئے ان جزوی واقعات سے شیوع وعموم کے ساتھ نمازِ جنازہ غائبانہ کا اثبات کسی طرح بھی درست نہ ہوگا؛ اسی لیے تابعین حضرات صلوٰۃ جنازہ غائبانہ کے قائل نہیں ہیں۔ (۱) فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۱/۳۴۹-۳۵۲)

حنفی مقتدی کا غائبانہ نماز جنازہ میں شافعی کی اقتدا کرنا کیسا ہے:

سوال: غائب میت پر نماز جنازہ جائز ہے، یا نہیں؟ شافعی امام کا یہ فعل اس کے مذہب کے موافق رہے گا؟ اگر کوئی حنفی شریک ہو جائے تو اس کا کیا حال ہے؟ میت کو اس صورت میں ثواب ملے گا، یا نہیں؟

حامدًا ومصليًا الجواب ـــــــــ وبالله التوفيق

صلوٰۃ جنازۃ علی الغائب حنفیوں کو درست نہیں؛ (۲) لیکن اگر شافعی امام کے پیچھے حنفی شریک ہو گیا تو میت کو ثواب ملے گا، گو اس کا فعل اپنے مذہب کے خلاف ہے؛ لیکن شافعی امام کی متابعت میں نماز صحیح ہو جائے گی۔ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم (مرغوب الفتاویٰ: ۳/۱۸۸)

---

(۱) لأنه لو جازت الصلاة على الغائب مطلقا لصلى النبي صلى الله عليه وسلم علىٰ من مات من الصحابة ويصلي المسلمون شرقا وغربا على الخلفاء الأربعة وغيرهم ولم ينقل ذلك. (العيني: ۱۳۳/٤، والفتح والبذل والتعليق: ۲۳۷/۲، والأشعة: ۷۲۲/۱)

(۲) فلا تصح علىٰ غائب. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب صلاة الجنائز: ۲۰۹/۲، انيس)

(۳) يجوز الاقتداء به مع الكراهة اذا لم يكن ما يعتقده يؤدى الى الكفر عند أهل السنة ... وأما الاقتداء بالمخالف فى الفروع كالشافعي فيجوز ما لم يعلم منه ما يفسد الصلاة علىٰ اعتقاد المقتدى، عليه الاجماع، انما اختلف فى الكراهة. (غنية المستملى، كتاب الصلاة، باب الامامة، ص: ٥١٤-٥١٦، سهيل اكادمى لاهور، انيس)

غائبانہ نماز جنازہ میں حنفی کو عدم اقتدا پر ملامت کرنا جہالت ہے:

سوال: ایک شخص شافعی المذہب امام اپنی اہلیہ کی خبر وفات پا کر غائبانہ نماز جنازہ ادا کرتا ہے، جس میں ایک حنفی المذہب شامل نہ ہونے پر نشان ملامت قرار دیا گیا۔ سوال یہ ہے کہ ایسی نماز عندالشوافع اگر صحیح ہو تو اس کی صحت کی کیا شرائط ہیں؟

حامدًا و مصليًا الجواب ــــــــــ وبالله التوفيق

نماز جنازہ علی الغائب حنفیہ و مالکیہ کے نزدیک جائز و صحیح نہیں۔ ان کے ہاں میت کا حاضر ہونا ضروری ہے اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ و امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک میت کا موجود ہونا شرط نہیں، میت غائب پر بھی ان کے ہاں نماز جنازہ درست ہے، لہٰذا شافعی المذہب امام کو اپنے مذہب کے مطابق نماز جنازہ علی الغائب مع شافعی مقتدیوں کے پڑھنا مذہباً جائز ہے، اس نماز میں حنفیہ و مالکیہ کو اپنے مذہب کے مطابق شامل ہونا جائز نہیں، لہٰذا کسی حنفی کو ایسی غائبانہ نماز کی عدم شرکت پر ملامت کرنا مذہب سے ناواقفیت و جہالت ہے۔

”ومن ذلک قول الشافعي وأحمد رحمهما الله تعالىٰ بصحة الصلاة على الغائب مع قول أبي حنيفة ومالک رحمهما الله تعالىٰ بعدم صحتها“. (۱)

فلا تصح علىٰ غائب. (۲) **والله تعالىٰ أعلم وعلمه أتم وأحكم** (مرغوب الفتاویٰ: ۳/۱۸۸-۱۸۹)

نماز جنازہ میں غیر معمولی تاخیر:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں:

نماز جنازے میں تاخیر بایں غرض کرنا کہ انگلینڈ میں نماز جنازہ میں لوگ کم ہوتے ہیں اور میت کو پاکستان بھیج دیا جائے اور وہاں اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے؛ تاکہ لوگ زیادہ شریک ہوں۔ یاد رہے کہ فتویٰ پاکستان کے ایک عالم کا ہے، اس میں لکھا ہے کہ انگلینڈ میں لوگ نماز جنازہ میں کم ہوں تو اس کی میت کو پاکستان بھیج دیا جائے؛ کیوں کہ وہاں بہت لوگ نماز جنازہ میں شریک ہوتے ہیں۔

اب اس میں غور طلب بات یہ ہے کہ انگلینڈ میں ہر میت کا پوسٹ مارٹم کیا جاتا ہے، جس میں تقریباً ایک ہفتہ لگ جاتا ہے، ہفتہ بعد میت ورثا کو ملتی ہے۔ ہفتہ کے بعد میت کی حالت خراب ہونے کا اندیشہ ہے، جس کا تجربہ ہوا ہے کہ میت کا نہلانا مشکل ہو جاتا ہے؛ کیوں کہ اوپر کی کھال غسل دینے سے اکھڑتی ہے، محض شرط پوری کرنی ہوتی ہے، اگرچہ میت

---

(۱) میزان الشعرانی: ۱/۱۸۳

(۲) الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب صلاة الجنازة: ۲/۱۰۹، دار الفکر بیروت، انیس دیکھئے، ص: ۲۲۴، رسالہ ”غائبانہ نماز جنازہ“۔

سے بدبو نہیں آتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں دوائی وغیرہ لگا دیتے ہیں، جس سے کچھ دنوں کے لیے بدبو نہیں آتی اور پھر یہ کہ ملک بھی ٹھنڈا ہے اور یہی میت جب پاکستان پہنچے گی تو شاید بوجہ گرمی خراب ہوجائے اور دوسری بات یہ ہے کہ میت کو پاکستان بھیج کر جنازہ کی نماز پڑھنے میں یہ بھی اندیشہ ہے کہ راستہ میں ہوائی جہاز کا ایکسیڈنٹ ہوجائے تو میت بلا نماز جنازہ رہ جائے گی۔ ان وجوہ کی بنا پر مسئلہ ذیل پر روشنی ڈالیں اور مفصل جواب بمع حوالہ جات تحریر فرمائیں؟

نیز یہ بھی تحریر فرمائیں کہ نماز جنازہ میں کتنی تاخیر ہوسکتی ہے؟ اور نیز یہ بھی لکھیں کہ اگر نماز جنازہ انگلینڈ میں بھی پڑھ لی جائے اور پھر پاکستان میں بھی پڑھ لی جائے تو اس میں کوئی حرج ہے؟ اور اگر میت کے اقرب وارث نے نماز جنازہ نہ پڑھی ہو، اس کی اجازت کے بغیر بوجہ خطرات مذکورہ بالا، نماز جنازہ پڑھ لی گئی تو آیا اس وارث اقرب کو اعادۂ نماز جنازہ جائز ہے، یا نہیں؟

نیز یہ بھی تحریر فرمائیں: میت کا لڑکا جس کی عمر سولہ سال وہ زیادہ قریب ہے، یا کہ میت کا بھائی؟ نیز یہ بھی تحریر فرمائیں کہ میت کا ایک ملک سے دوسرے ملک منتقل کرنا اس غرض سے کہ ملک میں لوگ دعا کے لیے قبروں پر چلے جاتے ہیں اور یہاں یہ نہیں ہوسکتا۔ کہاں تک صحیح ہے؟ امید ہے کہ مندرجہ بالا امور کا مفصل جواب تحریر فرمائیں گے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ باسمه تعالیٰ

اس شق میں کئی سوالات جمع ہیں۔ جوابات سے قبل چند امور جاننا ضروری ہے:

(الف)　غسل دینا میت کو واجب ہے، چناں چہ ''عالمگیری'' میں لکھا ہے:

غسل الميت حق واجب علىٰ الأحياء بالسنة واجماع الأمة. (١)

غسل دینا جنازہ کے شرائط میں سے ہے۔ اگر بغیر غسل دیئے نماز جنازہ پڑھی گئی تو غسل دے کر نماز کا اعادہ ضروری ہے، بشرطیکہ دفن کرنے سے قبل غسل دیا جائے، چناں چہ ''بدائع الصنائع'' میں لکھا ہے:

ولو ذكروا بعد الصلاة علىٰ الميت أنهم لم يغسلوا فهٰذا علىٰ وجهين أما إن ذكروا قبل الدفن فإن كان قبل الدفن غسلوه وأعادوا الصلاة عليه؛ لأن طهارة الميت شرط لجواز الصلاة عليه. (٢)

اگر میت کو بوجہ تفسخ ملنا اور ہاتھ لگانا متعذر ہو تو صرف پانی بہانا کافی ہے۔ ''عالمگیری'' میں لکھا ہے:

''ولو كان الميت متفسخاً يتعذر مسحه كفى صب الماء عليه''. (٣)

(ب)　ایک میت کی نماز ایک سے زیادہ مرتبہ پڑھنا جائز نہیں، البتہ ولی میت کو جب کہ اس کی اجازت کے بغیر نماز کسی غیر مستحق نے پڑھا دی ہو تو درست ہے، چناں چہ ''بدائع الصنائع'' میں لکھا ہے:

---

(١)　الفتاویٰ الهندية، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الثانی فی الغسل: ١٥٨/١، ط: مكتبة رشيدية كوئتة

(٢)　بدائع الصنائع، فصل وأما بيان ما تصح وما تفسد وما تكره: ٥٥/٢، ط: دار احياء التراث العربی، بيروت

(٣)　الفتاویٰ الهندية، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الثانی فی الغسل: ١٥٨/١، ط: مكتبة رشيدية كوئتة

ولا يصلى علٰى ميت إلا مرة واحدة لاجماعة ولا وحداناً إلا أن يكون الذين صلوا عليها أجانب بغير أمر الأولياء ثم حضر الولى فحينئذٍ له أن يعيدها. (۱)

اوراس سے قبل آدھے جسم پر نماز نہ ہونے کے سلسلے میں تحریر فرماتے ہیں:

فيؤدى إلٰى التكرار وأنه ليس بمشروع عندنا. (۲)

(ج) جس ترتیب سے نکاح کرنے کی ولایت حاصل ہوتی ہے، اسی ترتیب سے نماز جنازہ میں بھی ہوگی اور ظاہر ہے کہ بیٹا بھائی سے مقدم ہے، لہٰذا بیٹا دلی ہوگا، البتہ اگر ولی قریب موجودہ نہ ہواوراس کا انتظار نہ کیا جاسکے تو اس کی ولایت باطل ہوجاتی ہےاور ولی بعید مستحق ہوجاتا ہے۔ ''درمختار'' میں لکھا ہے:

ثم الولى بترتيب عصوبة الانكاح. (۳)

اور ''البدائع'' میں لکھا ہے:

ولو كان الأقرب غائباً بمكان تفوت الصلاة بحضوره بطلت ولايته وتحولت الولاية إلٰى الأبعد. (۴)

(د) میت کو مرنے کی جگہ سے دوسری جگہ قبل الدفن منتقل کرنے میں اختلاف ہے۔ بعض علماء جائز کہتے ہیں: بعض ناجائز اور مکروہ قرار دیتے ہیں، چناں چہ ''شرح المنیہ'' میں لکھا ہے:

"ويستحب فى القتيل والميت دفنه فى المكان الذى مات فيه فى مقابر أولٰئك القوم و إن نقل قبل الدفن قدر ميل أو ميلين فلابأس به. قيل: هٰذا التقدير من محمد يدل أن نقله من بلد إلٰى بلد آخر لايجوز أو مكروه ولأن مقابر بعض البلدان ربما بلغت هٰذه المسافة ففيه ضرورة ولاضرورة فى النقل إلٰى بلد آخر وقيل: يجوز ذلك مادون السفر لماروى أن سعد بن أبى وقاص مات فى قرية علٰى أربعة فراسخ من المدينة، فحمل علٰى أعناق الرجال إليها وقيل: لا يكره فى مدة السفر أيضاً". (۵)

ان مندرجہ بالا تصریحات کی روشنی میں سوالات کے جوابات یہ ہیں کہ:

(۱-۲) بدائع الصنائع، فصل: و الكلام فى الجنازة: ۴۷/۲، ط: دار إحياء التراث العربى، بيروت

(۳) الدر المختار علٰى هامش رد المحتار، كتاب الجنائز: ۲۲۰/۲، ط: ايچ ايم سعيد

(۴) بدائع الصنائع، فصل فى بيان من له ولاية الصلاة على الميت: ۳۵۱/۲، دار الكتب العلمية بيروت، انيس

(۵) الحلبى الكبير للشيخ ابراهيم الحلبى، غنية المستملى فى شرح منية المصلى، فصل فى الجنائز، البحث الثامن فى مسائل متفرقة من الجنائز، ص: ۶۰۷، ط: سهيل اكادمى لاهور)

(عن داؤد بن قيس حدثتنى قالت: مات سعد بن أبى وقاص رضى الله عنه بالعتيق قال داؤد وهو علٰى نحوٍ من عشرة أميال قالت فرأيته علٰى أعناق الرجال حتٰى أتى به فأدخل به المسجد من نحوٍ باب دار مروان عند بيوت النبى صلى الله عليه وسلم بفناء الحجر فصلى الامام عليه وصلين عليه بصلاة الامام. (السنن الكبرٰى للبيهقى، كتاب الجنائز، باب من لم ير بأساً وان كان الاختيار فيما مضٰى، شاملة، انيس)

اس میت کو غسل دینا ضروری ہے، اگر ہاتھ نہیں لگا سکتے تو صرف پانی بہا دیا جائے، جیسا کہ ''عالمگیری'' کے جزئیہ میں مصرح ہے۔(۱)

اور اگر انگلینڈ میں اسلامی طریقہ سے تجہیز و تکفین وغیرہ کی سہولتیں سب میسر ہوں تو میت کو وہاں دفن کرنا بہتر ہے؛ کیوں کہ تجہیز و تکفین میں بہتر یہ ہے کہ جلدی عمل میں لائی جائے۔ ''مراقی الفلاح'' میں لکھا ہے:

يعجل بتجهيزه اكراماً له لما في الحديث وعجلوا به فإنه لا ينبغي لجيفة مسلم أن يحبس بين ظهراني أهله. (۲)

البتہ اگر دار الحرب ہونے کی وجہ سے اسلامی طریقہ سے سہولتیں میسر نہ ہوں، مثلاً مسلمانوں کا الگ قبرستان نہ ہو؛ کیوں کہ کفار کے مقبرہ میں مسلمان کو دفن کرنا درست نہیں، یا اور کوئی دشواری ہو تو ایسی صورت میں پاکستان منتقل کیا جا سکتا ہے اور محض اس وجہ سے منتقل کرنا کہ پاکستان میں لوگ کثیر تعداد میں نماز جنازہ میں شریک ہو جائیں گے، یہ قابل اعتبار نہیں ہے۔ فقہائے کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ محض کثیر تعداد کا جنازہ میں شرکت کرنے کے لیے جمعہ کی نماز تک کے لیے تاخیر کرنا بھی درست نہیں ہے، چناں چہ ''درمختار'' میں لکھا ہے:

(وكره تاخير صلاته ودفنه ليصلي عليه جمع عظيم بعدصلاة الجمعة). (۳)

بہر حال اگر انگلینڈ میں شرعی دشواریاں ہوں تو پاکستان میں میت کو منتقل کیا جا سکتا ہے، ایسی صورت میں اولیٰ یہ ہے کہ نماز پاکستان میں پڑھی جائے۔ ایک تو اس میں نماز جنازہ اور دفن کرنے کے درمیان تاخیر اور وقفہ لازم نہیں آئے گا؛ کیوں کہ مسنون یہ ہے کہ نماز جنازہ کے فوراً بعد تدفین عمل میں لائی جائے، چناں چہ علامی نووی ''شرح المہذب'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''إذا صلّى عليه فالسنة أن يبادر بدفنه ولا ينتظر به، إلخ''. (۴)

اور دوسرے یہ کہ جب منتقل کرنا ہے تو اس میں بہت سے لوگوں کی شرکت کا مقصد بھی حاصل ہوگا اور ایکسیڈنٹ وغیرہ خطرات کا اعتبار نہیں؛ کیوں کہ یہ شاذ و نادر ہی ہوا کرتے ہیں۔

---

(۱) لو كان الميت متفسخاً يتعذر مسحه كفى صب الماء عليه. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصلاة، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز، الفصل الثانى فى الغسل: ۱/۱۵۸، ط: مكتبة رشيدية، كوئتة)

(۲) مراقى الفلاح علىٰ حاشية الطحطاوى، باب أحكام الجنائز: ۲۰۹، ط: مكتبة دار البازمكة المكرمة

عن الحسين بن وحوح أن طلحة بن البراء مرض فأتاه النبى صلى الله عليه وسلم يعوده فقال انى لا أرىٰ طلحة الا قد حدث فيه الموت فأذنونى به وعجلوا فانه لا ينبغى لجيفة مسلم أن تحبس بين ظهرانى أهله. (أبوداؤد، كتاب الجنائز، باب تعجيل الجنازة: ۲/۹۴، مكتبة حقانية لاهور)

(۳) الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب صلاة الجنائز، مطلب فى حمل الميت: ۲/۲۳۲، ط: ايچ ايم سعيد

(۴) المجموع شرح المهذب، كتاب الجنائز، باب الصلاة على الميت: ۵/۲۴۴، ط: دار الفكر، بيروت

اور اگر انگلینڈ میں نماز جنازہ پڑھی گئی تو دوبارہ پاکستان میں نہیں پڑھی جاسکتی، البتہ اگر انگلینڈ میں کسی غیر مستحق نے نماز پڑھی تو ولی اقرب کو دوبارہ پڑھنے کی اجازت ہے، جیسا کہ فقہا کی تصریحات سے معلوم ہو چکا ہے۔

میت کا سولہ سالہ بیٹا ہوگا۔اس کی موجودگی میں بھائی کو ولایت حاصل نہ ہوگی۔فقط واللہ اعلم

بینات، محرم الحرام ۱۳۸۷ھ۔(فتاویٰ بینات:۴۱۲/۲۔۴۱۶)

ترتیب درنماز جنازہ ونماز وقتی:

سوال: اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ نماز جنازہ بعد زوال قبل فرض ظہر جائز نہیں و بعد فرض ظہر بھی قبل جنازہ کی نماز کے سنت ظہر جائز نہیں ہے۔رائے شریف جناب عالی کی کیا ہے؟ اگر جائز ہے مع الکراہت، یا بلا کراہت؟

الجواب

عدم جواز کا دعویٰ بلا دلیل ہے، البتہ ترتیب میں اقوال مختلف ہیں، میرے نزدیک ترجیح اس قول کو ہے۔

وروی الحسن أنه یخیر.(۱)

آغاز محرم ۱۳۳۴ھ (تتمہ رابعہ:۷) (امداد الفتاویٰ:۳۶۷/۱)

سوال: جنازہ جب حاضر ہو، اس وقت کوئی نماز کا وقت ہو تو فرض وقت وسنت ونوافل کے آگے فرض کفایہ ادا کیا جاوے، یا اس میں سے فرض کفایہ کس کس نماز پر مقدم کیا جاوے؟

الجواب

اس میں کئی قول ہیں، اقرب الی الفقہ اور مفتی بہ یہ ہے کہ فرض وقت وسنت کو جنازہ پر مقدم کریں اور نوافل کو جنازہ سے مؤخر کریں۔(۲)

۶ رمحرم ۱۳۲۹ھ (تتمہ اول، ص:۳۳) (امداد الفتاویٰ جدید:۳۶۷/۱۔۳۷۷)

نماز کے وقت جنازہ آجائے تو کیا کرے:

سوال: ظہر کے وقت یا کسی دوسرے وقت اگر جنازہ آوے تو پہلے فرض اور سنت پڑھ کر پھر نماز جنازہ پڑھے، یا فرضوں کے بعد اور سنت سے پہلے، یا کیا کرنا چاہیے؟

---

(۱) رد المحتار، باب العیدین، قبیل مطلب المستحب علی السنة وبالعکس: ۱۶۷/۲، ۱۶۸

(۲) (وتقدم) صلاتها (علٰی صلاة الجنازة اذا اجتمعا) لأنه واجب عیناً والجنازة کفایة (و) تقدم (صلاة الجنازة علی الخطبة) وعلی سنة المغرب وغیرها ... لکن فی البحر قبیل الأذان عن الحلبی الفتوٰی علٰی تأخیر الجنازة عن السنة وأمره المصنف کأنه الحاق لها بالصلاة لکن فی آخر أحکام دین الأشباه ینبغی تقدیم الجنازة و الکسوف حتٰی علی الفرض ما لم یضق وقته. (الدر المختار علٰی هامش رد المحتار، باب العیدین: ۱۶۷/۲، دار الفکر بیروت، انیس)

الجواب

درمختار میں اول یہ نقل کیا ہے کہ صلوٰۃ جنازہ سنتوں سے مقدم کرے اور شامی میں ہے کہ سنت ظہر اور عشا اور جمعہ سے پہلے پڑھے۔

ولکن فی البحر عن الحلبی الفتویٰ علٰی تأخیر الجنازة عن السنة،الخ. (۱)

اس کا حاصل یہ ہے کہ فتویٰ اس پر ہے کہ نماز جنازہ کو سنت کے بعد ادا کرے۔اس پر پھر کچھ شبہ کیا ہے،غرض یہ ہے کہ اس میں اختلاف ہے،جیسی ضرورت ہو،ویسا کرلیا جاوے،کچھ حرج نہیں ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۵۸/۵)

دوپہر کے وقت جب جنازہ ہو تو پہلے ظہر کی نماز پڑھی جائے ، یا جنازہ کی:

سوال: یہاں ایک اعلیٰ عہدہ دار کی صاحبزادی کا انتقال ہوگیا،نماز جنازہ وغیرہ کی شرکت کے لیے نو بجے کا وقت مشتہر کیا گیا تھا، چناں چہ وقت معینہ پر لوگ آگئے؛لیکن یہاں پر خلاف امید کئی گھنٹہ کی دیر لگ گئی، بہت سے آدمی کھانا کھا کر نہیں گئے تھے، وہ دل ہی دل میں گھبرا رہے تھے۔گیارہ بجے کے بعد جنازہ اٹھا اور بارہ بجے قبرستان میں پہونچ گیا۔قبر بالکل تیار تھی، اکثر لوگوں نے چاہا کہ اول نماز جنازہ پڑھ لی جاوے؛مگر زید نے اصرار کیا کہ اول ظہر کی نماز پڑھی جائے،اس کے بعد نماز جنازہ۔آیا ایسی حالت میں جب کہ بارہ بجے ہوں اور لوگ بھی گھنٹوں سے رکے ہوئے ہوں اور قبر بھی تیار ہو تو اول نماز جنازہ پڑھنا بہتر ہے، یا نماز؟

الجواب

اس میں دونوں قول ہیں،تقدیم فرض وقت جنازہ کی نماز پر اور تقدیم نماز جنازہ فرض وقت پر، چناں چہ درمختار میں ہے:

لٰکن فی البحر قبیل الأذان عن الحلبی الفتوی علٰی تأخیر الجنازة عن السنة وأقره المصنف كأنه الحاق لها بالصلاة لكن فی آخر أحكام دين الأشباه وينبغی تقديم الجنازة والكسوف حتى على الفرض مالم يضق وقته،الخ. (۳)

اور اسی طرح دونوں قول شامی میں مذکور ہیں، پس جب کہ اس بارے میں دونوں طرح کے اقوال ہیں؛یعنی بعض

(۱) الدرالمختار علٰی هامش رد المحتار: ۱۲/۱،ظفير

(۲) (وتقدم)صلا تها (علٰى صلاة الجنازة اذا اجتمعا)لأنه واجب عيناً والجنازة كفاية(و)تقدم (صلاة الجنازة علٰى الخطبة)وعلى سنة المغرب وغيرها ... لكن فی البحر قبيل الأذان عن الحلبی الفتوٰی علٰی تأخير الجنازة عن السنة وأمره المصنف كأنه الحاق لها بالصلاة لكن فی آخر أحكام دين الأشباه ينبغی تقديم الجنازة و الكسوف حتٰى على الفرض ما م يضق وقته.(الدر المختار علٰى هامش رد المحتار،باب العيدين: ۱٦۷/۲،دار الفكر بيروت،انيس)

(۳) الدرالمختارعلٰى هامش ردالمحتار،باب العيدين: ۱٦۷/۲،دار الفكر بيروت،انيس

فقہا نماز جنازہ کی تقدیم کا حکم کرتے ہیں اور بعض فرض وقت اور سنن مؤکدہ کی تقدیم کا حکم کرتے ہیں تو جیسا موقع اور جیسی ضرورت ہو، ویسا کیا جاسکتا ہے۔ پس صورت مسئولہ میں بہتر یہ تھا کہ نماز جنازہ پہلے ادا کی جاتی؛ کیوں کہ ظہر کی نماز کا وقت بہت باقی تھا اور جنازہ میں تاخیر زیادہ ہوچکی تھی۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۳۶۲/۵-۳۶۳)

نمازِ جنازہ اور سنت ونوافل میں ترتیب:

سوال: چند دن قبل کا ذکر ہے کہ مسجد میں میت آ چکی تھی اور نماز جنازہ پڑھنا تھا، فرض نماز باجماعت ادا ہونے کے بعد لوگوں نے سنت ونوافل پڑھنی شروع کردی اور بعد سنن ونوافل کے نماز جنازہ ادا کی گئی۔ میں نے پیش امام مسجد سے دریافت کیا کہ سنن ونوافل سے پہلے فرضِ کفایہ مقدم نہیں تھی؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ کوئی ضروری نہیں کہ سنن ونوافل سے پہلے فرض کفایہ ادا کی جائے، ہم کو یہ تو طریقہ ترک کرنا ہے؛ اس لیے ہم نے عمداً سنن ونوافل پہلے پڑھ لیے ہیں، میں عقلی طور پر یہ محسوس کرتا ہوں کہ فرض کے بعد فرض کفایہ ادا کی جانی چاہیے، اس کے بعد سنن ونوافل، اس کا یہ جواب کس حد تک صحیح ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

(و) تقدم (صلاة الجنازة على الخطبة) وعلىٰ سنة المغرب ... لكن في البحر: الفتوىٰ علىٰ تأخير الجنازة عن السنة". (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ نمازِ جنازہ کو سنتِ مؤکدہ سے پہلے پڑھنا چاہیے؛ لیکن اگر سنتِ مؤکدہ کو پہلے پڑھیں اور نماز جنازہ کو بعد میں پڑھیں، تب بھی منع نہیں؛ بلکہ فتویٰ اس پر ہے، ورنہ نماز جنازہ پڑھ کر فوراً ہی اسی کو قبرستان لے جانا ہوتا ہے، اگر سنت مؤکدہ پہلے نہ پڑھی تو وہ بالکل ہی ترک ہوجائے گی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱۰/۱۳۸۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۶۴/۸)

نماز جنازہ سنتوں سے پہلے پڑھنی چاہیے، یا بعد میں:

سوال: بعد نماز جمعہ امام اعلان کرے کہ آپ لوگ سنت نماز جنازہ کے بعد ادا کریں، یہ اعلان درست ہے، یا نہیں؟ اور اگر کوئی مقتدی کہے کہ یہ کہاں کا مسئلہ ہے، اس کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

صورت مسئولہ میں بعد نماز جمعہ اگر امام نے لوگوں کو یہ کہا کہ نماز جنازہ کے بعد سنت پڑھی جائے تو اس نے جائز

---

(۱) الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب العيدين: ۱۶۷/۲، سعيد

"أن الفتوىٰ علىٰ تأخير صلاة الجنازة عن سنة الجمعة و هي سنة، فعلىٰ هذا تؤخر عن سنة المغرب لأنها آكد". (البحر الرائق، كتاب الصلاة: ۴۴۰/۱، رشيدية)

کام کیا، جو ناجائز کہتا ہے، اس سے ثبوت مانگنا چاہیے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۲۱/۸/۷ ۱۳۶ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۲/۴۷)

---

(۱) اصولاً تو جمعہ کی سنت اور دیگر سنتوں سے پہلے ہی جنازہ کی نماز ہونی چاہیے، جیسا کہ کتب فقہ کی عام کتابوں میں مذکور ہے اور مجیب محترم نے بھی یہی جواب دیا ہے؛ اس لیے کہ جنازہ کی نماز فرض کفایہ ہے اور فرض کفایہ مقدم ہے سنتوں پر؛ لیکن چونکہ ہمارے اس زمانہ میں لوگوں کے اندر دینی امور کے سلسلہ میں بہت زیادہ کوتاہی اور سستی پائی جاتی ہے۔ جمعہ کی نماز کے بعد سنتوں کی ادائیگی میں عموماً غفلت نظر آتی ہے، اگر سنتوں سے پہلے نماز جنازہ ادا کی جائے تو بہت سے لوگوں کی سنت رہ جائے گی، نیز سنتوں سے قبل نماز جنازہ پڑھنے میں بظاہر دو نقصانوں میں سے ایک نقصان بہرحال ہے؛ اس لیے کہ ہمارے یہاں عموماً قبرستان دور ہوتے ہیں، نماز جنازہ اور تدفین میں کافی وقت لگتا ہے۔ نماز جنازہ کے بعد یا تو سنت پڑھی جائے، پھر تدفین کا عمل ہو، جس سے تدفین میں تاخیر لازم آتی ہے، یا تدفین کے بعد سنتیں پڑھی جائیں، جس سے ممکن ہے کہ سنت کا وقت ہی نکل جائے، یا کم از کم بہت زیادہ تاخیر لازم آئے گی اور یہ تو حقیقت ہی ہے کہ بہت سے لوگ سستی کی وجہ سے سنت ہی نہیں پڑھ سکیں گے۔ شاید انہیں وجوہات کی بنا پر علامہ ابن نجیم نے البحر الرائق میں شرح المنیہ کے حوالہ سے فتوی اس پر نقل کیا ہے کہ جنازہ کی نماز سنتوں کے بعد پڑھی جائے۔[مجاہد]

وفي شرح المنية معزيًا الی حجة الدين البلخي أن الفتوی علی تأخير صلاة الجنازة عن سنة الجمعة وهي سنة فعلی هذا تؤخر عن سنة المغرب؛لأنها أكد.(البحر الرائق،قبيل باب الأذان: ۱/۲۶۶، دار المعرفة بيروت،انيس)

علامہ علاء الدین الحصکفی نے ''درمختار'' کے باب العیدین میں جس جگہ نماز جنازہ اور سنت کی تقدیم وتاخیر کے مسئلہ کو ذکر کیا ہے، وہیں پر ''البحر الرائق'' کی مذکورہ عبارت بھی نقل کی ہے؛ لیکن مذکورہ بالا عبارت کے بعد الاشباہ کے حوالہ سے یہ لکھا ہے کہ جنازہ کی نماز مقدم ہوگی اور پھر ''فتأمل'' کہہ کر غور وفکر کی دعوت دی ہے، جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ علامہ کو اس مسئلہ میں شرح صدر نہیں ہے اور ان کے نزدیک کوئی ایک صورت متعین نہیں ہے۔

ملاحظہ ہو درمختار کی عبارت: **(وتقدم) صلاتها (علی صلاة الجنازة اذا اجتمعا) لأنه واجب عينًا والجنازة كفاية (و) تقدم (صلاة الجنازة علی الخطبة) وعلی سنة المغرب وغيرها والعيد علی الكسوف، لكن في البحر قبيل الاذان عن الحلبي الفتوی علی تأخير الجنازة عن السنة،وأقره المصنف كأنه الحاق لها بالصلاة،لكن في آخر أحكام دين الأشباه ينبغي تقديم الجنازة و الكسوف حتی علی الفرض ما لم يضق وقته،فتأمل.(الدر المختار علی هامش رد المحتار،باب صلاة الجنازة: ۳/۴۶-۴۷، مكتبة زكريا ديوبند،انيس)**

البتہ علامہ شامی نے ''ردالمحتار'' میں جو ''الدر المختار'' کی شرح ہے، درمختار کی اس عبارت پر جو البحر الرائق کے حوالہ سے منقول ہے، کوئی کلام نہیں کیا ہے، جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ علامہ شامی بھی صاحب البحر الرائق کی رائے سے متفق ہیں کہ جنازہ کی نماز سنتوں کے بعد ہونی چاہیے، چناں چہ علامہ شامی نے باب صلوٰۃ الجنائز میں البحر الرائق کے حوالہ سے اس مسئلہ کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

''ومفاده تقديم الجمعة علی الجنازة للعلة المذكورة ولأنها فرض عين بل الفتوی علی تقديم سنتها عليها''.(ردالمحتار،باب الجنائز،مطلب في حمل الميت: ۳/۱۳۶، مكتبة زكريا ديوبند،انيس)

(وتقدم)...(علی صلاة الجنازة إذا اجتمعا)...(و) تقدم (صلاة الجنازة علی الخطبة) و علی سنة المغرب وغيرها والعيد علی الكسوف لكن في البحر قبيل الأذان عن الحلبي الفتوی علی تأخير الجنازة عن السنه،وأقرّه المصنف كأنه الحاق لها بالصلاة لكن في آخر أحكام دين الأشباه ينبغي تقديم الجنازة والكسوف حتی علی الفرض ما لم يضق وقته''.(الدر المختار علی هامش ردالمحتار،باب العيدين: ۳/۴۶-۴۷، مكتبة زكريا ديوبند،انيس)

لہٰذا لوگوں کے کسل اور غفلت کو دیکھتے ہوئے بہتر یہی ہے کہ سنتوں کی ادائیگی کے بعد جنازہ کی نماز ادا کی جائے۔[مجاہد]

پہلے نمازِ جنازہ، یا پہلے سنتیں:

سوال: اگر کسی ایسی نماز کے وقت میت آ جائے، جس کے بعد سنتیں بھی ہوں تو فرض نماز کے بعد پہلے نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی، یا سنت ادا کرنی چاہیے؟ (محمد جہانگیرالدین طالب، باغ امجد الدولہ)

الجواب ــــــــــــــــــــ

چوں کہ نمازِ جنازہ فرض کفایہ ہے اور فرض کی اہمیت بہر حال سنت سے زیادہ ہے؛ اس لیے فقہا نے لکھا ہے کہ پہلے نمازِ جنازہ پڑھی جائے، پھر سنت ادا کی جائے۔

"حضرت وقت صلاة المغرب جنازة تقدم صلاة الجنازة علٰى سنة المغرب". (١)

البتہ اگر یہ اندیشہ ہو کہ لوگ نمازِ جنازہ پڑھ کر چلے جائیں گے اور سنتیں چھوڑ دیں گے اور اگر سنت پہلے ادا کریں تو سنت پڑھنے کے ساتھ ساتھ جنازہ میں بھی شریک رہیں گے تو ایسی صورت میں اس بات کی بھی گنجائش ہے کہ پہلے سنت ہی ادا کر لی جائے، پھر نمازِ جنازہ پڑھی جائے۔ واللہ اعلم (کتاب الفتاویٰ: ٣/١٨٣-١٨٤)

تعلیم قرآن کے وقت نمازِ جنازہ:

سوال: اگر کوئی معلم قرآن شریف کی تعلیم دے رہا ہو اور جنازہ کی نماز تیار ہو اور دوسرا معلم وہاں جنازہ کی نماز پڑھنے کے لیے موجود ہو تو اب اس معلم کے واسطے نماز جنازہ کے لیے جانا بہتر ہے، یا قرآن شریف پڑھانا اچھا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا ومصليًا

اگر کوئی عذر نہ ہو تو نماز جنازہ میں شریک ہونا چاہیے؟ اگر کوئی عذر ہو تو تعلیم میں مشغول رہنے میں بھی مضائقہ نہیں۔ (٢)

"(والصلاة عليه)صفتها(فرض كفاية) بالإجماع". (٣)

"والإجماع منعقد علٰى فرضيتها أيضاً،إلاأنها فرض كفاية،إذا قام به البعض يسقط عن الباقين؛لأن ماهو الفرض .وهوقضاء حق الميت.يحصل بالبعض،ولايمكن إيجابها علٰى كل واحد من آحاد الناس". (٤)

"وهٰذا هوحكم فرض الكفاية،فإنه يكون فرضاً علٰى كل واحد،لكن بحيث إن أدى بعض

---

(١) الفتاوٰى الهندية،الباب الحادى والعشرون فى الجنائز،الفصل الخامس فى الصلاة على الميت: ١٦٤/١، انيس

(٢) عن عمر ان بن حصين رضى الله تعالٰى عنه قال:قال رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم:"إن أخاكم قد مات، فقوموا فصلوا عليه".(سنن النسائى،كتاب الجنائز،باب الأمر،باب الصلاة على الميت: ٢٧٥/١،قديمى)

(٣) الدرالمختارعلٰى هامش رد المحتار،كتاب الصلاة،باب الجنائز: ٢٠٧/٢،سعيد

(٤) بدائع الصنائع،كتاب الصلاة،فصل:والكلام فى صلاة الجنازة،إلخ: ٣٣٦/٢،رشيدية

منهم،سقط عن الباقين،و إن لم يؤد واحد منهم يأثم الجميع بترك الفرض،وإن أدى الكل وجدوا ثواب الفرض". (١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ١٩/٦/١٣٥٦ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ٢١/ جمادی الثانی ١٣٥٦ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ٥٦٨/٨-٥٦٩)

بوقت زوال واستواء وغروب نماز جنازہ درست ہے، یا نہیں:

سوال: اگر بوقت طلوع وغروب واستواء آفتاب جنازہ حاضر شود بلا انتظار وقت مباح دریں اوقات نماز جنازہ ادا کردن جائز است، یا نہ؟ بلا کراہت جائز است، یا مع الکراہت؟

الجواب

اگر جنازہ دریں اوقات حاضر شود بلا انتظار وقت مباح نماز جنازہ گزاردن دراں اوقات جائز است بلا کراہت تحریمی ودرشامی گفتہ کہ کراہت تنزیہی است کہ تاخیر غیر اولیٰ است؛ یعنی بہترین است کہ در وقت مباح نماز گزارند۔

فی الدرالمختار: فلو وجبتا فيها لم يكره فعلهما أی تحريماً.

وفی الرد تحته: قوله أی تحريماً أفاد ثبوت الكراهة التنزيهية وفی التحفة ما يدل علىٰ نفی الكراهة التزيهية أيضاً. (٢) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ٣٤١/٥)

عصر کے بعد غروب سے پہلے جنازہ جائز ہے:

سوال: عصر مغرب کے درمیان نماز جنازہ جائز ہے کہ نہیں؟

(المستفتی: ٢٣٦٠، نبی احمد خان (آگرہ) ٧/ جمادی الاول ١٣٥٧ھ، مطابق ٦/ جولائی ١٩٣٨ء)

الجواب

جائز ہے، عین غروب کے وقت سے پہلے۔ (٣) فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی: ١١٣/٤)

کیا عصر کے بعد نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے:

سوال: کیا عصر ومغرب کے درمیان نماز جنازہ جائز ہے؟

---

(١) عمدة الرعاية علىٰ هامش شرح الوقاية، كتاب الصلاة، باب الجنائز (رقم الحاشية: ١٦): ٢٠٦/١، سعيد

(٢) ردالمحتار، كتاب الصلاة: ٣٤٧/١

(٣) ولا تكره الصلاة علىٰ الجنازة بعد صلاة الفجر، وبعد صلاة العصر قبل تغير الشمس. (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل مكروهات صلاة الجنازة: ٣٥٠/٢، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

الجواب ــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

درست ہے۔

(و كره نفل) ... (بعد صلاة فجر و) صلاة (عصر) ... (لا) يكره (قضاء فائتة و) لو وترًا أو سجدة (تلاوة و صلاة جنازة). (١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ١٣٥٠/٨/٣هـ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ٢٧٦/٢)

نماز جنازہ عصر ومغرب کے درمیان درست ہے:

سوال: جنازہ کی نماز مابین عصر ومغرب جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــ

مابین عصر ومغرب کے جنازہ کی نماز مکروہ نہیں ہے۔

کما فی الدر المختار: (لا) يكره (قضاء فائتة و) لو وتراً و (سجدة) تلاوة و صلاة جنازة). (٢)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ٣٣٥/٥)

غروب آفتاب کے وقت نماز جنازہ درست ہے، یا نہیں:

سوال (١) شخصے نماز جنازہ بوقت غروب می خواند، آیا شخص مذکور مصیب است ونماز جنازہ اجرے ہست، یا نہ؟ ونماز جنازہ رااعادہ کردن لازم است، یا نہ؟

اوقات مکروہہ میں جنازہ آجائے تو اس کا کیا حکم ہے:

(٢) اگر جنازہ دروقت مکروہ رسید آیا رسیدن مذکور زیر مفہوم اذا حضرت داخل است، یا نہ؟

الجواب ــــــــــــــ

(١) آں شخص درادائے نماز جنازہ مصیب است واجر نماز جنازہ مراورا حاصل است وحاجت اعادہ نیست؛ بلکہ اعادہ جائز نیست، لمامر من الروايا ت. (٣)

(٢) داخل نیست۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ٣٧١/٥)

---

(١) الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار: ٣٧٤/١ـ٣٧٥، دارالكتب العلمية بيروت، انيس

(٢) الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار: ٣٧٥/١، دار الفكر بيروت، انيس

(٣) عن علي بن أبي طالب رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال له يا علي ثلاث لا تؤخرها، الصلاة إذا أتت والجنازة إذا حضرت والأيم إذا وجدت لها كفواً. (جامع الترمذي، كتاب الجنائز، باب ماجاء في تعجيل الجنازة: ٢٠٦/١، قديمي، انيس)

==

نماز جنازہ اور مکروہ وقت:

سوال: جیسا کہ بارہ بجے کے وقت میں، یا دوسرے مکروہ وقت میں سجدہ ادا کرنا جائز نہیں ہے تو اس ہی وقت میں نماز جنازہ بھی ادا کرنا جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ نماز جنازہ میں تو سجدہ نہیں ہوتا۔ یہ مسئلہ چند دنوں میں درپیش ہوا جب ہمارا ایک گاؤں والا یہاں پر جاں بحق ہو چکا تھا۔ یہ مسئلہ اس وقت سننے میں آیا، کسی نے کہا: جنازہ ہیں، جلدی ادا کریں، پھر بعد نماز جنازہ ادا نہیں ہوتا؟

الجواب

سورج نکلتے وقت، ٹھیک دوپہر کے وقت اور سورج غروب ہوتے وقت، ان تین وقتوں میں کوئی نماز، خواہ ادا ہو یا قضا، جائز نہیں اور نماز جنازہ بھی چوں کہ حکماً نماز ہی ہے؛ اس لیے وہ بھی جائز نہیں۔ ہاں! البتہ اگر جنازہ ان تین وقتوں میں سے کسی وقت میں تیار ہوا ہو تو بلا کراہت جائز؛ بلکہ افضل ہے اور تأخیر کرنا مکروہ ہے۔ (۱)

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۹۸/۴)

غروب آفتاب کے بعد پہلے مغرب کی نماز پڑھی جائے، پھر جنازے کی:

(الجمعیۃ، مورخہ ۲ر ستمبر ۱۹۲۷ء)

سوال: مغرب کا وقت قریب ہے، آفتاب غروب ہونے کی زردی پھیلی ہوئی ہے، جنازہ تیار ہے، پہلے مغرب کی نماز پڑھیں، یا جنازہ کی نماز؟

الجواب

غروب آفتاب کے بعد پہلے مغرب کی نماز پڑھنی چاہیے، پھر جنازے کی۔ (۲)

محمد کفایت اللہ غفرلہٗ (کفایت المفتی: ۱۰۴/۴)

== قال فی شرح المنية : والفرق بينها وبين سجدة التلاوة؛لأن التعجيل فيها مطلوب مطلقاً الا لمانع وحضورها فی وقت مباح مانع من الصلاة عليها فی وقت مكروه بخلا ف حضورها فی وقت مكروه وبخلاف سجدة التلاوة؛لأن التعجيل لا مستحب فيها مطلقاً بل يستحب فی وقت مباح فقط فثبت كراهة التنزيه فی سجدة التلاوة دون صلاة الجنازة.(رد المحتار،مطلب يشترط العلم بدخول الوقت: ۳۷٤/۱،دار الفكر بيروت،انيس)

(۱) ثلاث ساعات لا تجوز فيها المكتوبة ولا صلاة الجنازة ولا سجدة التلاوة: إذا طلعت الشمت حتى ترتفع، وعند الانتصاف الیٰ أن تزول، وعند احمرارها الیٰ أن تغيب... هذا اذا وجبت صلاة الجنازة وسجدة التلاوة فی وقت مباح وأخرتا الی هذا الوقت الٰی هٰذا الوقت فانه لا يجوزمطلقاً أما لو وجبتا فی هذا الوقت وأديتا فيه جاز...وفی صلاة الجنازة التأخيرمكروه .(الفتاویٰ الهندية،الباب الأول فی المواقيت،الفصل الثالث فی بيان الأوقات: ۵۲/۱،انيس)

(۲) ولوأرادوا أن يصلوا علٰی جنازة وقد غربت الشمس،فالأفضل أن يبدوا بصلاة المغرب، ثم يصلون علٰی الجنازة؛لأن المغرب آكد من صلاة الجنازة.(بدائع الصنائع،فصل فی بيان صلاة الجنازة فی بيان مايكره فيها: ۳۵۰/۲،ط:سعيد)

رات میں نماز جنازہ:

سوال: رات کو نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

رات میں نماز جنازہ درست ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۰۳/۵)

اوقات ثلاثہ مکروہہ میں نماز جنازہ کس طرح درست ہے:

سوال: جناب کے ایک خط کی نقل بندہ کے پاس آئی، اس میں لکھا ہے کہ صلوٰۃ جنازہ کو اوقات ثلاث میں جنازہ کو ادا کرنا چاہیے اور یہ بھی دلیل لکھی ہے: "ثلٰث لایؤخرون" اور حدیث عقبہ بن عامر کو مقابل قرار دیکر تطبیق فرمائی ہے اور تاویل کردی ہے۔ احقر کو اس میں شبہ ہے کہ حدیث "ثلاث لایؤخرون" صریح دلالت نہیں کرتی اس بات پر کہ اوقات مکروہہ میں صلوٰۃ جنازہ پڑھی جاوے اور حدیث حضرت عقبہ ابن عامرؓ کی صریح دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ اوقات ثلٰثہ میں صلوٰۃ جنازہ نہ پڑھے۔ دوسرا شبہ یہ ہے کہ اگر مباح اور منہی میں تقابل ہو تو منہی کو ترجیح دی جاتی ہے، پھر کس طرح اوقات ثلٰثہ مکروہہ میں صلوٰۃ جنازہ بلا کراہت تنزیہی ادا ہوگی؟

الجواب

مسئلہ یہ ہے کہ اگر حضور جنازہ جو کہ سبب ہے وجوب صلوٰۃ جنازہ کا، عین اوقات ثلٰثہ میں ہو تو حنفیہ کے نزدیک نماز کو مؤخر کرنا نہیں چاہیے؛ بلکہ افضل یہ ہے کہ فوراً ادا کرلی جاوے اور اگر حضور جنازہ اوقات ثلٰثہ سے پہلے ہوچکا ہے تو حنفیہ کے نزدیک اوقات ثلٰثہ میں نماز ادا کرنا مکروہ ہے۔ وجہ فرق کی یہ ہے کہ صورت اولیٰ میں وجوب ناقصاً ہوا اور ادا بھی ناقصاً ہوئی اور صورت ثانیہ میں وجوب کاملاً تھا اور ادا ناقصاً ہوئی؛ اس لیے مکروہ تحریمی ہوئی؛ بلکہ بعض فقہا کے نزدیک بالکل صحیح نہیں ہوئی، پس اصل صلوٰۃ جنازہ میں یہی ہے کہ مؤخر نہ کی جائے، جیسا کہ حدیث "ثلٰث لایؤخرون" (۲) سے معلوم ہوتا ہے۔ ہاں جس جگہ مانع موجود ہو، وہاں تاخیر کی جائے گی، جیسا کہ صورت ثانیہ میں جو ہم نے ذکر کی؛ یعنی اس صورت میں جس میں حضور جنازہ اوقات ثلٰثہ سے پہلے ہوا ہو۔ پس حدیث عقبہ بن عامر (۳) کی اس صورت پر محمول

---

(۱) وكره تحريما، الخ، صلاة ولو على جنازة، الخ، مع شروق واستواء وغروب. (الدر المختار)
(قوله: على جنازة) أي إذا حضرت في ذلك الوقت. (رد المحتار، كتاب الصلاة، ظفير)

(۲) عن علي بن أبي طالب أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال له: يا علي ثلاث لا تؤخرها الصلاة إذا آنت، والجنازة إذا حجرت، والأيم اذا وجدت لها كفواً. (سنن الترمذي، باب ماجاء في تعجيل الجنازة: ۲۰۶/۱، قديمي، انيس)

(۳) عن عقبة بن عامري ثلاث ساعات كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ينهانا أن نصلي فيهن أونقبر فيهن موتانا حين تطلع الشمس بازغة حتى ترتفع وحين يقوم قائم الظهيرة حتى تميل الشمس وحين تضيف الشمس للغروب حتى تغرب. (مشكوة، كتاب الصلاة، باب أوقات النهي، ص: ۹۴، قديمي

ہوگی اورحدیث ''ثلٰث لایؤخرون'' پہلی صورت پر؛ یعنی اس پر جس میں حضور جنازہ ان ہی اوقات میں ہو۔ گویا ہر ایک کے عموم میں دوسری روایت سے تخصیص کی گئی؛ کیوں کہ خبر واحد سے ہوسکتی ہے اور قیاس اسی کے موافق ہے۔

الغرض اس تعلیل کے موافق جو پہلے لکھی گئی ہے، دونوں حدیثوں کا محمل متعین کیا گیا اور یہ کہنا صحیح نہیں کہ حدیث عقبہ کی صریح ہے اورحدیث ''ثلاث لایؤخرون'' صریح نہیں ہے: کیوں کہ حدیث عقبہ اوقات ثلاثہ کے ذکر میں تو بلاشبہ صریح ہے؛ لیکن اس میں تصریح نہیں کہ حضور جنازہ کس وقت میں ہوا اور حدیث ''ثلٰث لایؤخرون'' اگرچہ حضور جنازہ کے ذکر میں صریح ہے، مگر اوقات ثلٰثہ کے ذکر میں صریح نہیں اور یہ شبہ کہ اباحہ وحرمت میں حرمت کو ترجیح ہوتی ہے، یہ جب ہے جب کہ مبیح ومحرم متعارض ہوں اور کوئی دوسری وجہ ترجیح مبیح کی نہ ہو اور مسئلہ مذکورہ میں معلوم ہوچکا ہے کہ ایک صورت میں مبیح کو ترجیح ہونی چاہیے اور ایک میں محرم کو اور یہ ایسا ہی ہے، جیسا کہ طلوع وغروب کے وقت بعض روایات سے فجر وعصر کی ممانعت معلوم ہوتی ہے اور بعض سے اباحت تو صدر شریعت وغیرہ نے فجر میں حدیث تحریم کو ترجیح دی اور عصر میں حدیث اباحت کو، اسی طرح یہاں بھی کوئی اشکال نہیں۔

اب بعض عبارات فقہیہ نقل کرتا ہوں، جس میں مضمون بالا کی بھی تصریح ہوگی اور یہ بھی معلوم ہوگا کہ صورتیں مذکور تین میں سے صورت اولیٰ میں تاخیر کا بلا کراہت جائز ہونا؛ بلکہ افضل عدم تاخیر کا ہونا کن کن محققین کی رائے ہے۔

علامہ ابن عابدینؒ درمختار کے قول **وفی التحفة الأفضل أن لاتؤخر الجنازة** کے تحت میں لکھتے ہیں:

ومافی التحفة أقره فی البحر والنهر والفتح والمعراج لحديث ''ثلٰث لايؤخرن'' منها الجنازة إذا حضرت وقال فی شرح المنية: والفرق بينها وبين سجدة التلاوة ظاهر؛ لأن التعجيل فيها مطلوب مطلقاً إلا لمانع وحضورها فی وقت مباح مانع من الصلاة عليها وقت مكروه بخلاف حضورها فی وقت مكروه وبخلاف سجدة التلاوة؛ لأن التعجيل لايستحب فيها مطلقاً. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۲۳/۵-۳۲۴)

جنازہ کو جمعہ تک مؤخر کرنا:

سوال: اگر کسی کے یہاں بروز جمعہ بوقتِ صبح میت ہوجائے اور اس کے وارث اس کو بعد نماز جمعہ کے اس لیے دفن کرتے ہیں کہ جمعہ میں نماز جنازہ پڑھی جاوے تو زیادہ ثواب ہے۔ ایسا عقیدہ کرنا درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا ومصليًا

میت کو محض اس لیے اتنی دیر تک روکے رکھنا مکروہ ہے، مستحب اور افضل یہ ہے کہ اس کے دفن میں جلدی کی جائے، اگر ایسے وقت انتقال ہوا ہے کہ اس کے دفن کرنے میں جمعہ کے فوت ہونے کا اندیشہ ہے تو پھر نماز جمعہ تک مؤخر کردیں۔ (**كذا فی الطحطاوی: ۳۳۲**) (۲) (فتاویٰ محمودیہ: ۵۸۳/۸)

---

(۱) ردالمحتار، كتاب الصلاة، مطلب يشترطا لعلم بدخول الوقت: ۳۷٤/۱، دار الفكر بيروت، انيس

(۲) عن أبی هريرة عن النبی صلی اللّٰہ تعالٰی عليه وسلم قال: أسرعوا بالجنازة، فإن تک صالحة فخير تقدمونها، وإن تک سوٰی ذلک فشر تضعونه عن رقابكم. (صحيح البخاری، باب السرعة بالجنازة: ۱٦٧/۱، قديمی) ==

نماز جنازہ کو نماز جمعہ سے مقدم کرنے کا حکم:

سوال: اگر جمعہ کی نماز کے کچھ قبل مسجد میں جنازہ آ گیا، لوگ زیادہ ہونے کے واسطے اور سو آدمی لے کر جنازہ پڑھنے کے واسطے بعد نماز جمعہ کے پڑھنا کیسا ہے، اگر امام کسی مصلحت سے جمعہ کی نماز کو معہ سنت پڑھ کر بعد اس کے نماز جنازہ پڑھے تو درست ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

قال فی رد المحتار: وتقدم صلاة العيد علىٰ صلاة الجنازة والجنازة على الخطبة والقياس تقديمها على العيد لكنه قدم مخافة التشويش كى لايظنها من فى أخريات الصفوف أنها صلاة العيد،بحرعن القنية، ومفاده تقديم الجمعة على الجنازة للعلة المذكورة ولأنها فرض عين، بل الفتوى على تقديم سنتها عليها ومر تمامه فى أول باب صلاة العيد،آه. (۲)

اس سے معلوم ہوا کہ فتوی اسی پر ہے کہ نماز جنازہ کو نماز جمعہ اور اس کی سنتوں کے بعد پڑھا جاوے، البتہ اگر جنازہ خطبہ سے پہلے آ جائے اور خطبہ سے پہلے جنازہ کی نماز پڑھنے میں نمازیوں کو انتشار وتشویش نہ ہو تو پہلے جنازہ کی نماز پڑھ دی جائے اور اگر انتشار وتشویش کا احتمال ہو تو جنازہ کو نماز جمعہ اور سنت جمعہ کے بعد پڑھا جائے۔ واللہ اعلم

۱۰ رجب ۱۳۴۲ھ (امداد الاحکام: ۴۴۱/۲)

جمعہ کے دن نماز جنازہ سنت کے پہلے:

سوال: چھاؤنی انبالہ کی جامع مسجد میں جب کوئی جنازہ آ جاتا ہے جمعہ کے روز تو اس کی نماز جمعہ کے فرضوں کے بعد سنتوں سے پہلے پڑھ لیتے ہیں اور جنازہ کو مسجد سے باہر رکھ کر پڑھتے ہیں۔ یہ جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

یہ صورت کہ جنازہ باہر مسجد سے رہے اور نمازی مسجد میں، اس کو بعض فقہا نے جائز فرمایا ہے؛ لیکن اصح یہ ہے کہ یہ صورت بھی مکروہ ہے۔ (کذا فی الدر المختار) باقی یہ کہ جمعہ کے فرضوں کے بعد نماز جنازہ پڑھیں اور سنت جمعہ کی نماز جنازہ کے پڑھیں یہ جائز ہے اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۲۹۶/۵)

== "فلوجهز الميت صبيحة يوم الجمعة، يكره تأخير الصلاة عليه ليصلى عليه الجمع العظيم بعد صلاة الجمعة، ولو خافوا فوت الجمعة بسبب دفنه،يؤخر الدفن". (حاشية الطحطاوى علىٰ مراقى الفلاح،أحكام الجنائز،فصل فى حملها دفنها،ص: ٦٠٤ ،قديمى)

(وكره تأخير صلاته ودفنه ليصلى عليه جمع عظيم بعد صلاة الجمعة)إلاإذا خيف فوتها بسبب دفنه". (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار،كتاب الصلاة،باب صلاة الجنائز: ٢٣٢/٢ ،سعيد)

(۱) رد المحتار،باب صلاة الجنازة،مطلب فى حمل الميت: ٢٣٢/٢ ،دار الفكر بيروت،انيس

جو شخص نماز وروزہ اورحج وتلاوت روکے، اس کی نماز جنازہ پڑھنی درست ہے، یا نہیں:

سوال: زید (مدعی ہے کہ وہ اپنے کامل صوفی وعارف ہونے کا دعویٰ رکھتا ہے اوراپنے مریدوں کونماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، تلاوت قرآن مجید وغیرہ سے منع کرتا ہے) طالب کو کہتا ہے کہ مرشد کو سجدۂ تعظیمی کرے اور مستورات کو بے پردگی کی ہدایت کرتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ایسے شخص کے لیے کیا حکم ہے اوراس کے جنازہ کی نماز پڑھنا اور مؤمنین کے قبرستان میں دفن کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

زید کا دعوی مخالف ہے نصوص قطعیہ صریحہ کے اوراس کے کلمات سے انکار شریعت ظاہر ہے اورانکار نماز وروزہ وزکوٰۃ وغیرہ قطعیات سے خود کفر ہے،(۱) اورتجویز سجدہ بغیر اللہ اکبر (یعنی انکار سے بڑا) ہے۔**قال اللّٰہ تعالٰی:** ﴿**لاتسجدوا للشمس ولا للقمر اسجدوا للّٰہ الذی خلقھن**﴾ (الآیة) (۲) پس زید جو کہ قائل ہے کلمات کفریہ کا اور معتقد ہے اعتقادات کفریہ محدثہ ومحرمہ کا، وہ عارف وصوفی نہیں ہے؛ بلکہ ملحد و مضل ہے اور مصداق حدیث ''**اتخذ وارؤسا جھالا فضلوا وأضلوا**''. (۳) ہے۔پس اس کو پیر بنانا اوراس سے بیعت ہونا حرام ہے۔

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نباید داد دست

اوراگر شخص مذکور اسی اعتقاد پر مرجاوے تو اس کے جنازہ کی نماز نہ پڑھیں اوراہل اسلام کے قبرستان میں دفن نہ کریں۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۹۶/۵-۲۹۷)

پہلے عید، یا نمازِ جنازہ:

سوال: عیدگاہ میں عید کے موقع پر جنازہ آجائے تو پہلے نمازِ عید پڑھی جائے، یا نمازِ جنازہ؟ (محمد امجد، مونگیر)

الجواب

اگر نمازِ عید اور نمازِ جنازہ کا اجتماع ہوجائے تو پہلے نمازِ عید پڑھی جائے، پھر نمازِ جنازہ۔

''**تقدم صلاة العید علٰی صلاة الجنازة إذا اجتمعا**''. (۴) (کتاب الفتاویٰ: ۱۶۸/۳-۱۶۹)

---

(۱) شرح فقہ اکبر، ص: ۲۰۹

(۲) سورۃ فصلت: ۳۷، انیس

(۳) عن عبد اللّٰہ بن عمر قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: إن اللّٰہ لا یقبض العلم انتزاعاً ینتزعہ من العباد ولکن یقبض العلم بقبض العلماء حتٰی اذا لم یبق عالماً اتخذ الناس رؤساء جھالاً فسئلوا فأفتوا بغیر علم فضلوا وأضلوا. (مشکوٰۃ، کتاب العلم، الفصل الأول، ص: ۳۳، قدیمی، انیس)

(۴) الفتاوٰی الھندیة، کتاب الصلاة، الباب السابع عشر فی صلاة العیدین: ۱/۱۵۲

نماز جنازہ عیدین سے مؤخر اور خطبہ عید سے مقدم کرنا چاہیے:

سوال: میت کی نماز عیدین پر مقدم ہونی چاہیے، یا مؤخر؟

الجواب

قال فی الدرالمختار: (و)تقدم (صلاة الجنازة علی الخطبة) وعلٰی سنة المغرب وغیر ھا. فی رد المحتار (کسنة الظھر والجمعة والعشاء)تحت (قوله والعید علی الکسوف اھ قال الشامی الأولٰی التعلیل بخوف التشویش علی الجماعة بان یظنوھا صلاة العید،ثم رأیته کذلک فی جنائزالبحرعن القنیة،آہ. (باب العیدین: ۱/۸۶۵)

اس سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ کو نماز عید سے مؤخر اور خطبہ عید سے مقدم کرنا چاہیے اور گو صاحب نے اشباہ نماز عید سے جنازہ کو مقدم کیا ہے؛ مگر راجح وہی ہے، جو درمختار میں ہے۔ واللہ اعلم

قال فی الدر بعد العبارة المذکورة سابقا: لکن فی البحر قبیل الأذان عن الحلبی الفتوی علی تاخیرالجنازة عن السنة وأقره المصنف کأنه الحاقاً لها بالصلاة،آہ. (۱)

قلت: وینبغی بناء علیه تأخیرالجنازة عن خطبة العید لکونها ملحقة بصلاة العید وهو الرفق بالناس لما فی اجتماع الناس بعد الجنازة للخطبة من خشیة الإنتشاروالفرار واللّٰه أعلم

اس روایت کا مقتضی یہ ہے کہ نماز جنازہ کو خطبہ عید سے بھی مؤخر کیا جائے اور یہی سہل ہے، ورنہ لوگ نماز جنازہ کے بعد خطبہ نہ سنیں گے۔ واللہ اعلم

۸/شوال ۱۳۴۶ھ (امداد الاحکام: ۲/۴۴۷)

عید وخطبہ کو مقدم کرنا نمازِ جنازہ پر:

سوال (۱) عیدگاہ میں قبل نماز عید جنازہ آیا، اس کی نماز قبل نماز عید سے ادا کی جاوے گی، یا کس وقت؟

(۲) بعد نماز عید جنازہ آیا، اس کی نماز قبل خطبہ کے ادا کی جاوے گی، یا کس وقت؟

(۳) اگر قبل خطبۂ عید نماز جنازہ پڑھی جاوے تو جنازہ کو خطبہ سن کر قبر پر لے جاویں، یا پہلے ہی لے جاویں؟

الجواب

درمختار میں صلوٰۃ عید کو صلوٰۃ جنازہ پر مقدم اور صلوٰۃ جنازہ کو خطبہ عید پر مقدم کرنے کو لکھا ہے؛ لیکن شامی نے عید کی تقدیم کی ایک وجہ جو حلبی سے نقل کی ہے: **بأن العید تؤدی بجمع عظیم یخشی تفرقه إن اشتغل الإمام بالجنازة.** (۱) یہ علت خطبہ میں زیادہ جاری ہے، اس کا مقتضا یہ ہے کہ خطبہ سے بھی مؤخر پڑھے۔

۲۹/صفر ۱۳۳۲ھ (تتمہ ثانی، ص: ۱۲۷) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۷۳۷)

(۱-۲) الدرالمختار و رد المحتار، باب العیدین: ۱/۱۶۷، دارالفکر بیروت، انیس

نماز جنازہ عید کی نماز اور خطبہ کے بعد پڑھنا جائز ہے:

سوال: اگر جامع مسجد میں عید کے روز نماز عید سے قبل جنازہ داخل ہوا ہو تو نماز جنازہ خطبے کے بعد پڑھنی چاہیے، یا قبل؟ ہمارے یہاں کے علما کا یہ فتویٰ ہے کہ پہلے خطبۂ عید پڑھ کر بعد میں نماز جنازہ پڑھنی چاہیے؟

(المستفتی: ۱۹۲، سیٹھ محمد جمال عبدالرحمٰن ہمت نگر، ۱۲/شوال ۱۳۵۲ھ، مطابق ۲۸/جنوری ۱۹۳۴ء)

الجواب

(از مولوی حبیب المرسلین نائب مفتی)

نماز جنازہ عید کی نماز کے بعد اور خطبۂ عید سے پہلے پڑھنی چاہیے۔

تنویر الابصار میں ہے:

(وتقدم) صلاتها (علىٰ صلاة الجنازة إذا اجتمعا) ... (و) تقدم (صلاة الجنازة على الخطبة).

فتاویٰ شامی میں اس کے متعلق لکھا ہے:

(قوله: على الخطبة) أى خطبة العيد وذلك لفرضيتها وسنية الخطبة، وكذا يقال فى سنة المغرب. (۶۱۰/۱)(۱)

حبیب المرسلین عفی عنہ، نائب مفتی مدرسہ امینیہ، دہلی۔

الجواب

(از حضرت مفتی اعظمؒ)

تقدیم نماز عید اس وجہ سے مستحسن ہے کہ عید کی نماز میں تشویش اور گڑبڑ نہ ہو، ورنہ نماز جنازہ پہلے ہونی بہتر تھی تو یہی وجہ نماز عید کے بعد خطبہ سے پہلے نماز جنازہ ادا کرنے میں بھی پائی جاتی ہے؛ اس لیے اگر نماز عید اور خطبہ دونوں سے فارغ ہو کر نماز جنازہ پڑھی جائے تو مضائقہ نہیں ہے اور اگر آدمی کم ہوں اور کسی گڑبڑ کا اندیشہ نہ ہو تو خطبہ سے پہلے نماز جنازہ پڑھ لینے میں مضائقہ نہیں۔ (بہتر تو یہ ہے کہ نماز جنازہ سنتوں اور خطبے سے قبل ہو؛ کیوں کہ نماز جنازہ فرض ہے اور فرض مقدم ہوتا ہے؛ لیکن چوں کہ اس زمانے میں دین سے بے رغبتی زیادہ ہے؛ اس لیے اگر جنازہ مقدم کریں تو پھر لوگ خطبہ اور سنتیں بالکل ہی چھوڑ دیں گے؛ اس لیے اگر خطبہ وغیرہ کے بعد جنازہ ادا کی جائی تو کوئی حرج نہیں۔)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔ (کفایت المفتی: ۹۱/۴)

عید کی نماز سے پہلے اگر جنازہ آجائے تو پہلے عید پڑھی جائے:

سوال: عید کی نماز سے قبل اگر کوئی جنازہ آجائے تو پہلے نماز جنازہ پڑھی جاوے، یا عید کی؟

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، باب العيدين: ۱۶۷/۲، ط: سعيد

الجواب

درمختار میں ہے کہ عیدین کی نماز جنازہ کی نماز سے پہلے ادا کریں، پھر جنازہ کی نماز پڑھیں، پھر خطبہ عیدین کا پڑھا جاوے۔ **(وتقدم)صلاتها (علٰى صلاة الجنازة) ... (و) تقدم (صلاة الجنازة على الخطبة).** (۱)
فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۱۱/۵)

نماز جنازہ خطبہ عید کے پہلے ہے، یا بعد:

سوال: اگر عیدالاضحیٰ عیدالفطر کے روز کوئی موت ہوجاوے اور جنازہ عیدگاہ میں اس وقت پہنچے جب نماز پڑھ چکے ہوں تو نماز جنازہ قبل از خطبہ پڑھنے میں کچھ نقص شرعی تو نہیں ہے، یہاں بعد خطبہ کے پڑھی گئی تو نماز ہوئی، یا نہیں؟

الجواب

درمختار میں لکھا ہے کہ نماز عیدین نماز جنازہ سے پہلے پڑھیں اور نماز جنازہ خطبہ سے پہلے پڑھیں؛(۲) لیکن اگر خطبہ کے بعد پڑھی گئی تب بھی نماز ہوگئی کچھ وہم نہ کریں۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۲۹/۵)

عیدگاہ میں جنازہ قبل نماز آجائے تو کس وقت جنازہ پڑھا جائے:

سوال: اگر کوئی جنازہ عید کے روز احاطۂ مسجد عیدگاہ کے اندر قبل از نماز عید لاکر رکھا جائے تو نماز جنازہ کس وقت پڑھنی چاہیے، اگر بعد نماز عید پڑھی جاوے تو خطبہ سے پہلے، یا بعد میں؟

الجواب

درمختار میں ہے:

وتقدم صلاتها علٰى صلاة الجنازة اذا اجتمعا؛لأنه واجب عيناً والجنازة كفايةً وتقدم صلاة الجنازة على الخطبة. (۳)

اس سے معلوم ہوا کہ صلوٰۃ جنازہ نماز عیدین کے بعد پڑھنی چاہیے اور خطبہ سے پہلے سے پہلے پڑھنی چاہیے۔ فقط
(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۲۵/۵-۳۲۶)

---

(۱) الدر المختار علٰى هامش ردالمحتار، باب صلاة الجنائز: ۱٦٧/۲، دار الفكر بيروت، انيس

(۲) (وتقدم) صلاتها (على الجنازة إذا اجتمعا) لأنه واجب عيناً والجنازة كفاية (و) تقدم (صلاة الجنازة على الخطبة) وعلٰى سنة المغرب وغيرها ... لكن فى البحر قبيل الأذان عن الحلبى عن الحلبى الفتوى علٰى تأخير الجنازة عن السنة وأقره المنصف كأنه الحاق لها بالصلاة. (الدر المختار علٰى هامش ردالمحتار، باب العيدين: ۱٦٧/۲، دار الفكر بيروت، انيس)

(۳) الدر المختار علٰى هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة العيدين: ۱٦٧/۲، دار الفكر، بيروت، انيس

عید کے خطبہ سے پہلے نماز جنازہ پڑھی جائے:

سوال: اگر عید کے وقت جنازہ آوے تو اس کی نماز خطبہ کے بعد پڑھی جاوے، یا پہلے؟

الجواب

عید کی نماز کے بعد خطبہ سے پہلے جنازہ کی نماز پڑھی جاوے۔

کما قال فی الدر المختار: (تقدم) صلاتها (علٰی صلاة الجنازة إذا اجتمعا)؛لأنه واجب عيناً والجنازة كفاية (و) تقدم (صلاة الجنازة على الخطبة) وعلٰی سنة المغرب وغيرها،الخ.(۱)والله أعلم

کتبہ مسعود احمد

لیکن اگر یہ خطرہ ہو کہ لوگ نماز جنازہ کے بعد منتشر ہو جاویں گے، ان کا خطبہ ہی رہ جائے گا تو خطبہ کے بعد نماز جنازہ ادا کی جائے۔ واللہ سبحانہ وتعالی اعلم

بندہ محمد شفیع (امداد المفتین: ۳۷۶/۲) ☆

بعد عید قبل خطبہ نماز جنازہ:

سوال: بعد ادائے عید قبل از خطبہ صلوٰۃ جنازہ بکراہت جائز ہے، یا بلا کراہت، یا خلاف اولیٰ ہے؟

الجواب

درمختار میں ہے کہ عید کی نماز جنازہ کی نماز سے پہلے ہونی چاہیے۔ پس مقدم کرنا جنازہ کا خطبہ عیدین پر ضروری ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۶۴/۵-۳۶۵)

جنازہ اٹھانے کا طریقہ:

سوال: حمل جنازہ کس طرح چاہیے؟

---

(۱) الدر المختار علٰی هامش رد المحتار،باب العيدين: ۱۶۷/۱،دار الفكر بيروت،انيس

☆ **نماز عید کے وقت جنازہ آجاوے تو نماز عید مقدم کی جائے:**

سوال: اگر نماز عید کے وقت جنازہ بھی آجائے تو نماز جنازہ مقدم کی جائے، یا عید؟

الجواب

(وتقدم) صلاتها(علٰی صلاة الجنازة إذا اجتمعا)؛لأنه واجب عينا والجنازة كفاية.(الدر المختار)

وفي رد المحتار:لو اجتمع عيد وكسوف وجنازة ينبغي تقديم الجنازة.(رد المحتار،باب العيدين: ۳۷۴/۲، دار الفكر بيروت،انيس)

عبارات مذکورہ سے معلوم ہوا کہ نماز عید کو صورت مذکورہ میں مقدم کرنا چاہیے۔ (امداد المفتین: ۳۷۶/۲)

(۲) (تقدم)صلاتها)(علٰی صلاة الجنازة اذا اجتمعا)لأنه واجب عيناً والجنازة كفايةً (و) تقدم (صلاة الجنازة على الخطبة)(الدر المختار علٰی هامش رد المحتار،باب العيدين: ۱۶۷/۲،دار الفكر بيروت،انيس)

الجواب ــ

میت اگر چھوٹا بچہ ہے تو ایک آدمی اپنے ہاتھوں پر اٹھاوے تو کافی ہے اور اگر بڑا بچہ، یا بالغ ہے تو اس کو چار پائی پر رکھ کر چار آدمی اٹھاویں، پھر اس میں ایک تو نفس سنت ہے اور ایک کمال سنت ہے، نفس سنت تو یہ ہے کہ بلا ترتیب چاروں پایوں کو پکڑ کر دس دس قدم چلے اور کمال سنت یہ ہے کہ اول جنازہ کے سرہانے کی داہنی جانب کو داہنے کندھے پر رکھ کر دس قدم چلے، پھر پائنتی کے داہنی جانب داہنے کندھے پر رکھ کر دس قدم چلے، پھر سرہانے کے بائیں جانب بائیں کندھے پر رکھ کر دس قدم چلے، پھر پائنتی کے بائیں جانب بائیں کندھے پر اور جنازہ کے لے جاتے وقت سر میت کا آگے رکھے اور جنازہ کو ذرا لپک کے لے چلے؛ لیکن دوڑے نہیں۔

سن فی حمل الجنازة أربعة من الرجال إذا حملوه علٰی سریر أخذوه بقوائمه الأربع به وردت السنة، کذا فی الجوهرة، ثم إن فی حمل الجنازة شیئین نفس السنة و کمالها، أما نفس السنة فهی أن تأخذ بقوائمها الأربع علٰی طریق التعاقب بأن تحمل من کل جانب عشر خطوات وهٰذا یتحقق فی حق الجمع وأما کمال السنة فلایتحقق إلا فی واحد وهو أن یبدأ الحامل بحمل یمین مقدم الجنازة فیحمله علٰی عاتقة الأیمن ثم المؤخر الأیمن علٰی عاتقه الأیمن ثم المقدم الأیسر علٰی عاتقه الأیسر... ثم المؤخر الأیسر علٰی عاتقه الأیسر وذکر الاسبیجابی أن الصبی الرضیع أو الفطیم أو فوق ذلک قلیلاً إذامات فلابأس بأن یحمله رجل واحد علٰی یدیه ویتداوله الناس بالحمل علٰی أیدیهم ... وإن کان کبیراً یحمل علی الجنازة ویسرع بالمیت وقت المشی بلاخبب وفی حالة المشی بالجنازة یقدم الرأس. (۱)

جمادی الاول ۱۳۰۲ھ (امداد اول، ص: ۱۵۱) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/ ۷۲۳-۷۲۴)

جنازہ اٹھانے سے گناہوں کی معافی:

سوال: حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو آدمی جنازہ لے کر چالیس قدم چلے، اس کے چالیس کبیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں۔ کتب فقہ میں اس کی صورت لکھی ہے۔ اب اگر جتنے آدمی جنازہ کے اندر گئے ہیں، سب یکے بعد دیگرے جنازہ لے کر چالیس قدم چلے، اب ہر ایک آدمی کے چالیس چالیس گناہ معاف ہوں گے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا ومصلیاً

”ویستحب أن یحملها من کل جانب عشر خطوات لماروی عنه علیه الصلاة والسلام أنه قال: ”من حمل جنازة أربعین خطوة، کفرت عنه أربعین کبیرة“، رواه أبوبکر النجار“. (۲)

(۱) الفتاویٰ الهندیة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز فی الفصل الرابع فی حمل الجنازة: ۱/ ۱۶۲، انیس

(۲) الحلبی الکبیر، فصل فی الجنائز، الخامس فی الحمل، ص: ۵۹۲، سهیل أکادمی لاهور

"وينبغي أن يحمل من كل جانب عشر خطوات لما روى في الحديث: "من حمل جنازة أربعين خطوة كفرت أربعين كبيرة". (۱)

اس عبارت کا مقتضیٰ یہی ہے کہ ہر وہ شخص جو کہ ۴۰/قدم جنازہ اٹھا کر چلے گا اس کے ۴۰/گناہ معاف ہوں گے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۴/۹)

جنازہ اٹھانے سے کبیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں، یا صغیرہ:

سوال: میت کے جنازے کی چارپائی کو چالیس قدم تک لے جائے؛ یعنی ہر بائے پر دس قدم چلے تو اس کے چالیس گناہ کبیرہ معاف ہوتے ہیں، یا صغیرہ؟

الجواب

کبیرہ بدوں توبہ معاف نہیں ہوتے، اس ضابطے کے پیش نظر علامہ شامیؒ نے لکھا ہے:

"قال في شرح النقاية: و ورد من حمل بجوانب السرير الأربع غفر له أربعون كبيرة، رواه ابن عساكر عن واثلة". (۸۳۳/۱) فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ، مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان۔ (خیر الفتاویٰ: ۲۰۰/۳)

جنازہ اٹھانے کا مسنون طریقہ کیا ہے:

سوال: دریں ملک چہل قدمی میت دو طور می کنند یک بردوشہا جنازہ برداشتہ قدر دہ قدم می روند پس چہار کس دیگر پایہا جنازہ می گیرند ہمچنیں دہ دہ قدم برداشتہ می نہند و پایہا دیگری گیرند، و دیگر یک کس پایہا بدل می کند و دیگراں نے وایں کسان پایہا جنازہ در دست می گیرند و بردوشہا نمی دارند، ایں ہر دو صورت جائز است، یا نہ؟

الجواب

مستحب آنست کہ مردمان علی سبیل البدلیۃ جنازہ بردارند و ہر یک کس جنازہ بردارندہ اول مقدمہ جنازہ را بردوش یمین خود بردارد و بعد ازاں مؤخر جنازہ را بردوش یمین بردادرد و بعد ازاں مقدم جنازہ بردوش یسار خود بردارد و بعد ازاں مئوخرش را بردوش یسار خود بردارد و دہ دہ قدم ضروری نیست اگر میسر شود بہتر است وگرنہ حرج نیست۔ (۲) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۷۴/۵-۲۷۵)

---

(۱) بدائع الصنائع، الجنائز، فصل: والكلام في حمل الجنازة: ۳۳۱/۲، دار الكتب العلمية بيروت، انيس

(۲) (إذا حمل الجنازة، وضع) ندباً (مقدمها) ... (على يمينه) ... ، (ثم) وضع (مؤخرها) على يمينه كذلك، ثم مقدمها على يساره ثم مؤخرها كذالك. (الدرالمختار على هامش رد المحتار، باب الجنائز: ۲۳۱/۲، دار الفكر بيروت، انيس)

جنازے کو قبر تک لے جانے کا مسنون طریقہ:

عذر کی وجہ سے جنازہ کو گاڑی پر لے جانا جائز ہے:

جنازے کے ساتھ جانے والے بھی گاڑی پر جاسکتے ہیں:

سوال: قبرستان قدیم، جوشہر کے اندر یا قریب تھا، پر ہوگیا، اب جوزمین نئے قبرستان کے لیے معین ہوئی ہے، وہ شہر سے تقریباً تین میل کے فاصلے پر ہے، اتنی دور جنازے کو ہاتھوں، یا کندھوں پر لے جانا بہت مشکل ہے، خصوصاً ان حالات میں کہ بارش ہورہی ہے، یا جنازے کے ساتھ آدمی تھوڑے ہیں، یا کمزور و بیمار ہیں، یا اولیائے میت غریب ہیں کہ مزدوری دے کر نہیں جاسکتے تو اس صورت میں حسب ذیل سوالات کا جواب مطلوب ہے:

(۱) جنازے کو قبر تک پہنچانے کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

(۲) کسی عذر سے جنازے کو کسی خاص گاڑی پر جو اسی کام کے لیے بنائی گئی ہو، لے جانا درست ہے، یا نہیں؟

(۳) جنازے کے ہمراہ جانے والے سواری پر جائیں تو اس میں کچھ نقصان ہے، یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

جنازے کو اٹھا کر لے چلنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ جنازے کی چار پائی، یا مسہری، یا سریر کے چاروں پائے چار آدمی پکڑ کر اٹھائیں اور نوبت بہ نوبت بدلتے جائیں، اسی طرح قبر تک لے جائیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک سے آج تک اسی سنت متوارثہ پر مسلمانوں کا عمل رہا ہے اور یہی طریقہ کتب فقہیہ حنفیہ میں مذکور ہے۔

السنة فی حمل الجنازة عندنا أن یحملها أربعة نفر من جوانبها الأربعة وبه قال مالک والأکثرون.(۱)

عن عبد اللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ عنه قال: من اتبع الجنازة فلیأخذ بجوانب السریر الأربعة.(۲)

(یؤخذ سریر بقوائمة الأربع) وبذلک وردت السنّة وفیه تکثیر الجماعة وزیادة الإکرام والصیانة.(۳)

(ترجمہ: جنازہ اٹھانے کا ہمارے نزدیک مسنون طریقہ یہ ہے کہ اس کے چاروں پائے چار آدمی اٹھائیں اور امام مالک اور اکثر علما اسی کے قائل ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا کہ جو جنازے کے ساتھ جائے اسے چاہئے کہ چار پائی کے چاروں پائے پکڑے۔

(۱-۲) غنیة المستملی، کتاب الصلاة، فصل فی الجنائز، ص: ۵۹۱، سهیل اکادمی لاهور

(۳) البحر الرائق، کتاب الجنائز، فصل السلطان أحق بصلاته: ۲/۲۰۵-۲۰۶، ط: بیروت

جنازے کے چاروں پائے پکڑے جائیں، اسی طرح سنت سے ثابت ہوا ہے اور اس میں اٹھانے والوں کی جماعت کی زیادتی اور میت کی قدر اور حفاظت ہے۔)

جنازے کو اس طرح لے جانے میں حسب ذیل فائدے ہیں:

(۱) سنت متوارثہ کی موافقت، (۲) اٹھانے والوں کی مقدار کی زیادتی اور جماعت کثیرہ کو جنازہ اٹھانے کا ثواب حاصل ہونا، (۳) اٹھانے والوں پر تخفیف یعنی کام کا ہلکا رہنا، (۴) میت کا گرنے سے محفوظ رہنا، (۵) اس طریقے پر اٹھانے میں اسباب اٹھانے کی صورت سے مشابہت نہ ہونا، (۶) میت کی عزت وتوقیر کا زیادہ ہونا، وغیرہا من الفوائد۔(۱)

(۲) اگر قبرستان اتنے فاصلے پر ہو کہ وہاں تک جنازہ لے جانے میں کچھ زیادہ مشقت اور دشواری نہ ہو تو جنازہ سنت متوارثہ کے موافق لے جانا چاہیے اور اس کا خلاف مکروہ ہے؛(۲) بلکہ اگر کسی قدر محنت بھی برداشت کرنی پڑے تو اسے بھی بنظر زیادتی ثواب وحصول رضامندی حق تعالیٰ برداشت کرلیں؛ کیوں کہ جنازے کو اٹھانا بھی عبادت ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ نفس نفیس جنازہ اٹھایا ہے۔

وحمل الجنازة عبادة فينبغي لكل أحد أن يبادر إليها فقد حمل الجنازة سيد المرسلين صلى الله عليه وسلم فإنه حمل جنازة سعد بن عبارة رضى الله تعالىٰ عنه. (۳)

(ترجمہ: جناز کو اٹھانا عبادت ہے، پس ہر شخص کو چاہیے کہ وہ اس کی جانب سبقت کرے؛ کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ اٹھایا ہے، حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ اٹھانا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔)

لیکن اگر قبرستان اتنی دور ہو کہ جنازے کے ہمراہیوں کو وہاں تک جنازہ لے جانا دشوار ہو تو اگر مزدوری پر ایسے اشخاص مل سکیں جو قبرستان تک جنازہ پہنچادیں تو بہتر ہے کہ مزدوروں پر جنازے کو لے جائیں۔ جنازہ اٹھانے کی مزدوری دینا لینا جائز ہے، (۴) اور اس میں سنت متوارثہ پر عمل قائم رہنے کی رعایت ہے؛ لیکن مزدور مسلمان صالح ہوں کافروں فاسقوں سے جنازہ اٹھوانا اچھا نہیں، کافروں سے مسلمان میت کا جنازہ اٹھوانا تو بالکل ناجائز ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حمل جنازہ بھی مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے تو باوجود مسلمانوں کے موجود ہونے کے کافروں سے اٹھوانے میں من وجہٍ ترک فرض ہے۔

---

(۱) فعلم أن هٰذا هو السنة ثم فيه التخفيف على الحملة، وصيانة الميت عن السقوط، والا نقلاب، وزيادة الاكرام للميت والبعد من التشبيه حمله إلا متعة، و الأثقال، و لنا كره حمله علىٰ الظهر، والدابة، وما ورد من الحمل بين العمودين فمحمول علىٰ حال عذر من ضيق الطريق أو لإزدحام، أو قلة الحاملين أو غيرذلک توقيفاً بينه وبين ماروينا مما ذهب إليه الجمهور. (غنية المستملى، فصل فى الجنازة، ص: ۵۹۲، سهيل اكادمى لاهور)

(۲) ولذاكره حمله على الظهر والدابة، إلخ. (غنية المستملى، فصل فى الجنائز، ص: ۵۹۲، طبع سهيل اكادمى لاهور)

(۳) حاشية الطحطاوى، باب أحكام الجنائز، فصل فى حملها ودفنها، ص: ۶۰۳، دار الكتب العلمية بيروت، انيس

(۴) ويجوز الإستجار على حمل الجنازة. (الفتاوىٰ الخانية على هامش الهندية، باب فى غسل الميت، و ما يتعلق به: ۱/۱۹۰، ط: مكتبة ماجدية)

الکافر لایمکّن من قریبه المسلم؛لأنه فرض علی المسلمین کفایةً وفی حاشیة الطحطاوی تحته فلوترکوه للکافر أثموا لعدم قیام أحد من المسلمین بفرض الکفایة.(۱)

کافر کو یہ موقع نہ دیا جائے کہ وہ اپنے مسلمان رشتہ دار کی تجہیز وتکفین کرے؛ کیوں کہ مسلمان کی تجہیز تکفین اور دفن مسلمان پر فرض کفایہ ہے تو اگر مسلمانوں نے کافر پر چھوڑ دیا تو بوجہ ترک فرض سب گنہ گار ہوئے۔

دوسرے یہ کہ کافر پر خدا تعالیٰ کا غضب اور لعنت نازل ہوتی ہے، پس مسلمان میت کے جنازے کو اس کے لگاؤ سے دور رکھنا چاہیے۔

ولایدخل قبره؛لأن الکافر تنزل علیه اللعنة والمسلم محتاج إلیٰ الرحمة خصوصاً فی هٰذه الساعة.(۲)

(ترجمہ: مسلمان میت کو کافر قبر میں نہ اتارے، نہ اس کی قبر میں اترے؛ کیوں کہ کافر پر خدا کی لعنت اترتی ہے اور مسلمان خدا کی رحمت کا محتاج ہوتا ہے، خصوصاً دفن کے وقت۔)

اور مسلمان فاسقوں سے اٹھوانا اگرچہ حرام نہیں؛ تاہم ان کو بھی علاحدہ رکھنا بہتر ہے؛ کیوں کہ ارتکابِ کبائر کی وجہ سے ان پر بھی خدا تعالیٰ کا عتاب ہوتا ہے۔

اور جب جنازے کے ہمراہی بھی قبرستان تک نہ لے جاسکیں، یا سخت مشقت اور دشواری میں مبتلا ہو جائیں اور مزدور بھی نہ ملیں تو ان صورتوں میں جنازے کو گاڑی پر لے جانا بلا کراہت جائز ہے، قبرستان کا دور ہونا بھی عذر ہے اور فقہائے کرام نے اس کا اعتبار کیا ہے۔

ویکره حمله علیٰ ظهر ودابة بلاعذر.

وفی حاشیة الطحطاوی تحته (قوله: بلاعذر) أما إذاکان عذربأن کان المحل بعیداً یشق حمل الرجال له أولم یکن الحامل إلا واحداً فحمله علیٰ ظهره فلا کراهة إذن،آه.(۳)

ترجمہ: پیٹھ پر اور جانور پر میت کو بلا عذر لے جانا مکروہ ہے، لیکن اگر عذر کی وجہ سے ہو مثلاً قبرستان اتنا دور ہو کہ آدمیوں کو وہاں تک جنازہ لے جانا دشوار ہو یا کہیں ایسا ہو کہ صرف ایک شخص اٹھانے والا ہے وہ میت کو اپنی پیٹھ پر رکھ کر لے جائے تو کوئی کراہت نہیں۔

طحطاوی کی اس عبارت سے صاف معلوم ہو گیا کہ قبرستان کا دور ہونا بھی عذر ہے اور دور ہونے کی مسافت کے لحاظ

---

(۱) مراقی الفلاح مع حاشیة الطحطاوی،باب أحکام الجنائز،ص: ٦٠١،دار الکتب العلمیة بیروت،انیس
ویجوز الاستیجار علی حمل الجنازة کذافی قاضی خان.(الفتاویٰ الهندیة،کتاب الصلاة،الباب الحادی والعشرون فی الجنائز،فصل الرابع فی حمل الجنازه: ١٦٢/١،مکتبه ماجدية)

(۲) مراقی الفلاح ،کتاب الصلاة،أحکام الجنائز،ص: ٣٦٤،ط:مصطفی حلبی مصر

(۳) مراقی الفلاح مع حاشیة الطحطاوی،أحکام الجنائز،ص: ٦٠٣،دار الکتب العلمیة بیروت،انیس

سے کوئی مقدار معین نہیں کی؛ بلکہ صرف یہ کہہ دیا کہ آدمیوں کو وہاں تک جنازہ لے جانا دشوار ہو، اس سے ثابت ہو گیا کہ جب قبرستان اتنا دور ہو کہ اکثر حالات میں وہاں تک جنازہ لے جانا مشکل ہو تو وہاں گاڑیوں پر جنازہ لے جانے میں کوئی قباحت نہیں؛ لیکن اگر کسی جنازے کے ساتھ ہمراہی زیادہ ہوں اور اس وجہ سے کندھوں پر لے جانے میں زیادہ دشواری نہ ہو تو گاڑی پر نہ لے جانا چاہئے۔

شبہ: (۱) اگر کہا جائے کہ گاڑی پر جنازہ لے جانے میں میت کی توہین ہے اور مسلمان میت کی توہین ناجائز ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو مطلقاً گاڑی پر جنازہ لے جانے میں توہین ہونا مسلّم نہیں؛ کیوں کہ گاڑی مطلقاً موجب توہین نہیں ہے؛ بلکہ گاڑی تو زندوں کے لیے بھی باعث توقیر اور موجب عزت ہے، خصوصا جب کہ اس کی وضع موقر اور مثل زندوں کی سواری کے بنالی جائے۔ ہاں ایسی گاڑیوں میں جو صرف اسباب لادنے کے لیے ہوتی ہیں، جیسے بوجھ لادنے کے ٹھیلے جنازے لے جانے میں بے شک توہین ہوگی اور اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ گاڑی میں توہین ہوتی ہے؛ تاہم عذر کے وقت فقہا نے بعض ایسی صورتیں بھی جائز بتائی ہیں، جن میں یقیناً اس سے زیادہ توہین ہے، مثلاً مردے کو آدمی کی پیٹھ پر ڈال کر لے جانا کہ اس کا عذر کی حالت میں جائز ہونا روایات فقہیہ منقولۂ بالا سے صراحۃً ثابت ہے۔

شبہ: (۲) اگر کہا جائے کہ اموات کو گاڑیوں میں لے جانے میں نصاریٰ سے مشابہت ہے کہ وہ اپنے مردوں کو گاڑیوں میں لے جاتے ہیں تو اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ مجبوری کی حالت میں اگر صرف اتنی بات میں مشابہت ہو جائے کہ گاڑیوں میں لے جاتے ہیں؛ لیکن لے جانے کی صورتیں مختلف ہوں اور مشابہت کا قصد اور ارادہ نہ ہو تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ مشابہت در حقیقت مشابہت نہیں ہے، ان کے لے جانے سے اپنے لے جانے میں فرق کرنے کی کئی صورتیں ممکن ہیں:

اول یہ کہ تمام جنازے شہر کے ہر مقام سے شہر کے کنارے تک، یا شہر کے باہر بھی جس مقام تک لے جانے میں زیادہ دشواری نہ ہو، وہاں تک سنت متوارثہ کے موافق کندھوں پر لے جائیں اور شہر کے کنارے سے، یا اس مقام سے جہاں تک لوگوں نے پہنچا دیا ہے، گاڑی میں رکھ کر قبرستان تک پہنچائیں تو یہ طریق عمل نصاریٰ کے طریقے سے جدا ہو جائے گا۔

دوم یہ کہ گاڑیاں ایسی بنائی جائیں کہ ان کے وسط میں جنازہ رہے اور جنازے کے دونوں طرف چار چھ آدمی بھی بیٹھ جائیں اور وہ بنظر حفاظت جنازے کو پکڑے رہیں، یہ طرز بھی نصاریٰ کے طرز سے جدا ہے اور بہر صورت بہتر یہ ہے کہ خود میت کو گاڑی پر نہ رکھیں؛ بلکہ جنازے کو جیسے کہ مسلمانوں کا طریقہ ہے، چار پائی یا مسہری (جو جنازے کے لیے خصوصا بنائی جاتی ہے) پر تیار کریں اور اس چار پائی، یا مسہری کو گاڑی پر رکھیں۔ ہاں اس کا لحاظ رکھیں کہ وہ چار پائی گاڑی پر اچھی طرح جم جائے کہ حرکت اور جھٹکے سے میت کو نقصان نہ پہنچے، اس چار پائی کے پائے زیادہ لمبے نہ ہوں تو بہتر ہوگا۔

(۳) جنازے کے ہمراہیوں کو اس کے ساتھ پیدل جانا افضل اور بہتر ہے؛ لیکن سواری پر جانا بھی جائز ہے،

صرف خلافِ اولیٰ ہے اور واپس آتے وقت سواری پر آنا تو خلاف اولیٰ بھی نہیں ؛ کیوں کہ واپسی میں سواری پر آنا خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

وذكر الأسبيجابي ولابأس بأن يذهب إلىٰ صلاة الجنازة راكبًا غير أنه يكره له التقدم أمام الجنازة بخلاف الماشي، آه.(۱)

والمشي فيها أفضل من الركوب كصلوٰة الجمعة، بحر عن الظهيرية.(۲)

ولابأس بالركوب في الجنازة والمشي أفضل.(۳)

(ترجمہ: اسبیجابی نے ذکر کیا کہ سوار ہوکر نماز جنازہ کے لیے جانے میں مضائقہ نہیں ؛مگر سواری کی حالت میں جنازے کے آگے چلنا مکروہ ہے، پیدل آدمی حسب ضرورت آگے بھی جائے تو مکروہ نہیں۔

ظہیریہ میں ہے کہ جنازے کے ساتھ پیدل چلنا سواری سے افضل ہے، جیسے کہ جمعہ کی نماز کو پیدل جانا سوار ہوکر جانے سے بہتر ہے۔

یعنی سواری پر جنازے کے ساتھ جانے میں مضائقہ نہیں اور پیدل جانا افضل ہے۔) واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم واحکم

كتبه الراجي رحمة ربه ماجناه وجعل أخراه خيرًا من أولاه: محمد کفایت اللہ عفا عنہ، صفر۱۳۱۳ھ۔ الجواب صواب: (محمد انور عفا اللہ عنہ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ صح الجواب: فقیر اصغر حسین عفی عنہ۔ الجواب صحیح: عبد السمیع عفی عنہ۔ الجواب صحیح: عزیز الرحمٰن عفی عنہ، مفتی دار العلوم دیوبند، ۷/ربیع الاول ۱۳۳۷ھ۔ الجواب صحیح: خاکسار سراج احمد رشیدی۔ الجواب صحیح: محمد اعزاز علی غفرلہ۔ الجواب صحیح: اشرف علی، ۲۹/جمادی الاولی ۱۳۳۷ھ (کفایت المفتی: ۴/۳۸-۴۲)

جنازہ لے جانے میں پہیئے والا تابوت استعمال کرنا درست ہے، یا نہیں:

سوال: شملہ کا قبرستان شہر سے ڈھائی میل کے فاصلہ پر ہے، امراء کے جنازہ کے علاوہ غرباء طبقہ کے جنازہ کے ہمراہ جانا جانے والوں کیلئے وبال جان ہوجاتا ہے کیونکہ امراء کے ساتھ کثیر تعداد اشخاص کی ہوتی ہے اور غرباء کو اجرت دینے پر بھی قلی دستیاب نہیں ہوتے اور یہی تکلیف لاوارثوں کے جنازہ کے ساتھ ہوتی ہے، شہر کے کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ ایک تابوت اس قسم کا بنایا جاوے جس میں پہیئے لگے ہوئے ہوں، آیا مذکورہ بالا تکالیف کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس تابوت کا استعمال ناجائز تو نہیں ہے؟

الجواب

جنازہ کے اٹھانے میں سنت یہ ہے کہ جنازہ کے چار پاؤں کو چار آدمی اٹھاویں اور مونڈھوں پر رکھیں۔

---

(۱) البحر الرائق، كتاب الجنائز، فصل السلطان أحق بصلاته: ۳۳٦/۲، دار الكتب العلمية بيروت، انيس

(۲) البحر الرائق، كتاب الجنائز: ۲۰٦/۲، طبع بيروت

(۳) الفتاوىٰ الهندية، باب الجنائز، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل الرابع في حمل الجنازة: ۱٦۲/۱، ماجدية

درمختار میں یہ طریق میت کے اٹھانے کا بیان کر کے فرمایا کہ ''پشت پر اٹھانا، یا جانور کے اوپر رکھ کر لے جانا مکروہ ہے، الخ ''اور یہی حکم ہے گاڑی پر لے جانے کا بھی؛(۱) لیکن بمجبوری وبضرورت ایسا کرنا درست ہے۔ (کذا فی الشامی)(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵/۲۷۳)

ٹراموے پر مردہ کو لے جانا کیسا ہے:

سوال: یہاں پر قبرستان شہر سے تین میل کے فاصلہ پر ہے، لوگ میت کو اٹھا کر اتنی دور پیدل کو نہیں لے جاسکتے تھے؛ اس لیے سرکار نے ایک ڈبہ ٹراموے ریل کا خاص مسلمانوں کی میت لے جانے کے لیے بنایا، اس میں میت کو اس صورت سے لے جاتے ہیں کہ میت کو گاڑی کے اگلے حصہ میں رکھ کر سب لوگ پیچھے بیٹھتے ہیں، یہ جائز ہے، یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو گاڑی میں چار آدمی اٹھائے رکھیں، یا نیچے رکھ دیں اور کتنا اونچا رکھیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

جس وقت کوئی عذر نہ ہو تو مستحب وسنت یہ ہے کہ جنازہ کو چار آدمی اٹھا کر لے جاویں اور سواری وغیرہ پر لے جانا مکروہ ہے۔

كما في الدرالمختار: (إذاحمل جنازة وضع) ندبا (مقدمها) ... (علىٰ يمينه) ... (ثم) ... (مؤخرها) علىٰ يمينه كذلک ثم مقدمها علىٰ يساره ثم مؤخرها إلىٰ ... ولذا كره حمله علىٰ ظهر ودأبة، الخ. (۳)

لیکن اگر ضرورت اور عذر ہو، جیسا کہ صورت سوال میں ہے کہ قبرستان بہت دور ہے اور پیدل چلنا جنازہ اٹھانے والوں کا اتنی دور دشوار ہے تو بحالت مجبوری یہ صورت جو سوال میں درج ہے، درست ہے،(۴) یعنی میت کو گاڑی کے اگلے حصہ میں رکھ لیا جاوے اور سب لوگ پیچھے بیٹھ جاویں، یہ جائز ہے اور گاڑی میں رکھنے کے لیے چار آدمیوں اور دو آدمیوں کی کچھ قید نہیں ہے، جتنے آدمی اٹھا کر رکھ دیں، درست ہے؛ لیکن گاڑی تک لے جانے والے اور اٹھانے والے جنازہ کے چار ہونے چاہیے؛ اس لیے بہتر ہے کہ وہ چار آدمی گاڑی میں رکھیں اور پھر جس وقت گاڑی سے اتار کر قبرستان تک لے جاویں، تب چار آدمی لے جاویں اور گاڑی میں رکھنے میں، پھر اس کی ضرورت نہیں کہ قدموں سے اونچا رکھیں۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵/۲۷۴)

میت کو دفنانے کے لیے سواری میں لے جانا:

سوال: میت کو دفنانے کے لیے سواری میں لے جانا چاہیے، یا پیدل؟

(۱-۲) الدرالمختار مع رد المحتار، باب صلاة الجنائز، مطلب في حمل الميت: ۸۳۳/۱

(۳-۴) الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتا، كتاب الصلاة، باب صلوٰة الجنائز: ۲۳۱/۲، انيس

الجواب

قبرستان دور ہوتو سواری پر لے جانے کا بھی کوئی مضائقہ نہیں۔(۱) (آپ کے مسائل اوران کا حل:۴/۳۰۱)

میت کے ساتھ سواری پر جانا کیسا ہے:

سوال: ایک میت کے ساتھ پچاس مسلمان پیدل جاتے ہوں، صرف ایک آدمی بلاعذر سواری میں جاسکتا ہے، یانہیں؟

حامدًا و مصليًا الجواب وبالله التوفيق

جنازے کے ساتھ سواری پر چلنا مکروہ ہے، جنازے کے ہمراہ پیادہ چلنا مستحب ہے اور اگر سواری پر جائے تو جنازے کے پیچھے چلے۔

"وندب المشي خلفها ... لايمشي عن يمينها يسارها (ولو مشى أمامها جاز) ... أوركب أمامها كره (كره).

وفي ردالمحتار: تحت (قوله :أو ركب أمامها) أما الركوب خلفها فلا بأس به و المشي أفضل.(۲)والله تعالىٰ أعلم وعلمه أتم وأحكم (مرغوب الفتاویٰ:۳/۱۵۹-۱۶۰)

گاڑی پر جنازہ لے جانا مکروہ ہے:

سوال: میت کوقبرستان تک اعرابہ لے جانا کیسا ہے؟

الجواب

درمختار میں ہے:ويكره عندنا حمله بين عمودي السرير بل يرفع كل رجل قائمةً باليد على العنق كالأمتعة ولذاكره حمله علىٰ ظهرودأبة،الخ.(۳)

ازیں عبارت معلوم شدکہ درعرابہ داشتن میت رامکروہ است، كما يظهر من قوله: كالأمتعة وبضرورت وعذر آنچہ سہل باشد جائز است۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۵/۲۷۹)

میت کا بانس کی ارتھی پر لے جانا درست نہیں:

سوال: جنازہ کوتابوت میں لے جانا، یا چارپائی پر لے جانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس کا رواج

(۱) أما اذا كان عذر بأن كان المحل بعيداً يشق حمل الرجال له أولم يكن الحامل الا واحد فحمله على ظهره فلا كراهة اذن. (حاشية الطحطاوي،باب أحكام الجنائز،فصل في حملها ودفنها،ص:۶۰۳،دار الكتب العلمية بيروت،انيس)

(۲) الدرالمختارمع ردالمحتار،باب صلاة الجنازة،مطلب:في حمل الجنازة: ۲/۲۳۲-۲۳۳،دار الفكر بيروت/وكذا فيالبحرالرائق،كتاب الجنائز:۲/۱۹۲)

(۳) الدرالمختارعلىٰ هامش رد المحتار،باب صلاة الجنازة:۲/۲۳۱،دار الفكر بيروت،انيس

تھا، (یا) نہیں؟ یہاں کے لوگ بانس کی سیڑھی تیار کرکے اس پر میت کو مثل ہنود کے لے جاتے ہیں۔ یہ طریقہ میت کو قبرستان لے جانے کا درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ

مثل ہندوؤں کے جنازہ مسلمان کو بانسوں کی ارتھی پر لے جانا درست نہیں ہے۔ مسلمان کے جنازہ کو عزت واحترام کے ساتھ لے جانا چاہیے اور میت کے سریر پر لے جانے کا رواج آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اب تک ہے اور جنازہ اسی تخت، یا چارپائی کو کہتے ہیں، جس پر میت ہو۔

قال الأزهری: لایسمی جنازۃ حتیٰ یشد المیت علیه مکفنا. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۸۵/۵)

جنازہ اٹھاتے وقت رخ کس طرف ہو:

سوال: میت کو غسل دے کر گورستان کی طرف جو مشرق کی جانب ہے اٹھا کر جب جنازہ لے جاتے ہیں تو پاؤں میت کے کس طرف کریں؟ اگر خلاف معتاد آگے کو کریں تو رخ میت کا قبلہ کے مخالف جانب ہوگا، اگر سر آگے حسب معتاد کریں تو رخ میت کا قبلہ کو ہوگا۔ میت کو کس طرح لے جانا چاہیے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ حامدًا ومصلیاً

معتاد صورت بلاتردد جائز ہے۔ (۲)

"وفی حالۃ المشی بالجنازۃ یقدم الرأس، کذا فی المضمرات". (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۴/۹-۳۵)

عورت کی میت کو گھر سے کس رخ نکالی جائے:

سوال: کسی عورت کی میت کو گھر سے پیروں کی جانب سے نکالیں یا سر کی جانب سے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ حامدًا ومصلیاً

سر کی جانب سے۔ (۴) وفی حالۃ المشی بالجنازۃ یقدم الرأس، کذا فی المضمرات". (۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۵/۹)

---

(۱) ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنائز: ۱۸۹/۲

(۲) وفی حال المشی بالجنازۃ یقدم الرأس. (الفتاویٰ التاتارخانیة، الجنائز، نوع آخر من هٰذا الفصل فی حمل الجنازۃ: ۶۰/۱، مکتبة دارالإیمان، سهارنفور)

(۳) الفتاویٰ الهندیة، الباب الحادی و العشرون فی الجنائز، الفصل الرابع فی حمل الجنازۃ: ۱۶۲/۱، رشیدیة

(۴) وفی حال المشی بالجنازۃ یقدم الرأس". (التاتارخانیة: ۱۵۱/۲، إدارۃ القرآن کراتشی)

(۵) الفتاویٰ الهندیة، الفصل الرابع فی حمل الجنازۃ: ۱۶۲/۱، رشیدیة

جنازہ کا سرہانہ آگے رکھا جائے:

سوال: جنازہ مکان سے تا گورستان پہلے پائتی بعدہٗ سرہانہ۔ یہ قاعدہ درست ہے، یا نہیں؟ چوں کہ جدید قاعدہ امام جامع مسجد شکوہ آباد نے بتلایا ہے: پہلے سرہانہ نکال کر تا گورستان لے جانا ممنوع ہے۔ یہ درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

آگے سرہانہ رکھنا چاہیے، یہ موافق سنت کے ہے اور آگے پائیتی رکھنا اور پیچھے سرہانہ رکھنا درست نہیں ہے، یہ امر خلاف سنت ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۵/۲۷۷)

مشرق کی طرف جنازہ لے جانے پیر کا قبلہ کی طرف ہونا درست ہے:

سوال: اگر جنازہ مشرق کی طرف لے جاویں تو سر میت کا قبلہ کی طرف کریں، یا مشرق کی؟ اگر سر مشرق کی طرف کریں تو قبلہ کی جانب پاؤں میت کے ہوتے ہیں؟

الجواب

میت کا سر آگے ہی کرنا چاہیے اور اس میں کچھ حرج نہیں ہے کہ پیر میت کے قبلہ کی طرف ہوں۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۵/۲۸۵)

اگر قبرستان مشرق میں ہو تو پہنچاتے وقت میت کا سر کدھر رکھا جائے:

سوال: اگر قبرستان مشرق کی جانب ہو تو میت کو لے جاتے وقت سر کس طرف ہو؟

الجواب

قبرستان خواہ کسی طرف ہو، مشرق کی جانب ہو، یا مغرب کی، یا شمال وجنوب کی طرف ہو، بہرحال سرہانہ چارپائی کا آگے کی طرف ہونا چاہیے؛ یعنی میت کا سر آگے ہونا چاہیے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۵/۲۷۹)

جنازہ کے چاروں طرف طواف کرنا:

سوال: عالمگیری، باب حمل جنازہ میں (علی طریق التعاقب) کی کیا صورت ہے؟ اور عبارت قاضی خاں "لیطوف کل واحد منهم علىٰ جوانبها الأربع، الخ" سے جنازہ کے چاروں جانب ایک دفعہ طواف کرنا مسنون معلوم ہوتا ہے؟

---

(۱) ردالمحتار، باب صلاة الجنازة: ۱/۸۳۳

وفی حالة المشی بالجنازة يقدم الرأس، كذا فی المضمرات. (الفتاوىٰ الهندية، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الرابع فی حمل الجنازة: ۱/۱۶۲، رشيدية)

(۲-۳) وفی حالة المشی بالجنازة يقدم الرأس. (الفتاوىٰ الهندية، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز: ۱/۱۶۲، انيس)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

اس سے غرض یہ ہے کہ جنازہ کے چاروں پائے اٹھائے جاویں، یہ سنت ہے اور اس لیے دور کی ضرورت ہے، نہ یہ کہ دور وطواف جنازہ کا مقصود ہو۔(۱) ہذا وہم باطل۔فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۲۸۲/۵)

جنازہ کو کس رفتار سے لے کر چلنا چاہیے:

سوال: جنازہ لے کر کس رفتار سے چلنا چاہیے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ حامدًا ومصلیاً

جنازہ لے کر پوری رفتار سے چلنا چاہیے؛ لیکن دوڑنا نہیں چاہیے، جس سے جنازہ منتشر ہو جائے (جیسا کہ غیر مسلم لے جاتے ہیں)، نہ اتنا آہستہ لے جائیں، جیسا کہ یہاں دستور ہے کہ بہت آہستہ آہستہ چلتے ہیں، جہاں کسی نے پورا قدم اٹھایا، سب نے منع کرنا شروع کر دیا کہ آہستہ چلو، گویا کہ جنازہ کو بیمار تصور کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اس کو اسپتال لے جا رہے ہیں۔حدیث پاک میں جنازہ کو تیز لے کر چلنے کا حکم ہے، یہی حکم فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے۔(۲)

(ویسرع بها بلا خبب): أی عدو سریع. (الدر المختار)

وفی رد المحتار: تحت"(قوله: بلا خبب) وحد التعجیل المسنون أن یسرع به بحیث لایضطرب المیت علی الجنازة للحدیث: "أسرعوا بالجنازة". (۳)

والاسراع بالجنازة أفضل من الابطاء ... لکن ینبغی أن یکون الاسراع دون الخبب. (۴) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ محمودیہ: ۳۰/۹)

جنازہ کتنے قدم لے کر چلے:

سوال: جنازہ لے جاتے وقت یہاں پر ایک عمل ہے چار پائی، چار آدمی پکڑے ہوئے لے جاتے ہیں اور دس دس قدم کے بعد گردن بدلتے ہیں، آخر ایک جگہ کے بعد جب پہلا آدمی پہلی جگہ پر آجاتا ہے؛ یعنی چالیس قدم ہو جاتے،

---

(۱) (إذا حمل الجنازة وضع) ندباً (مقدمها) بکسر الدال وتفتح وکذا المؤخر (علٰی یمینه) ... (ثم) وضع (مؤخرها) علٰی یمینه کذالک ثم مقدمها علٰی یساره ثم مؤخرها کذلک. (الدر المختار علٰی هامش رد المحتار، باب صلاة الجنائز: ۲۳۱/۲، دار الفکر بیروت، انیس)

(۲) عن ابن مسعود رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال: سألنا نبینا صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم عن المشی مع الجنازة؟ فقال: "ما دون الخبب، إن یکن خیرًا تعجل إلیه، وإن یکن غیر ذلک، فبعدًا لأهل النار، و الجنازه متبوعة ولا تتبع، لیس معها من تقدمها". (سنن أبی داؤد، کتاب الجنائز، باب الإسراع بالجنازة: ۹۷/۲، إمدادیة ملتان)

(۳) ردالمحتار، باب الجنائز، مطلب فی حمل المیت: ۱۳٤/۳، مکتبة زکریا دیوبند

(۴) بدائع الصنائع، فصل فی حمل الجنازة والکلام فی حمله علی الجنازة: ۳۳۲/۲، دار الکتب العلمیة، بیروت، انیس

تب قبرستان لے جاتے ہیں، اس کی کیا اصل ہے؟ یہاں اس کا کافی زور چل رہا ہے اور بعض لوگ اتنا تشدد کرتے ہیں کہ اس کے خلاف کرنے والوں سے جھگڑا کرتے ہیں؛ اس لیے آپ کے فتویٰ کی سخت ضرورت ہے۔

الجواب ــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

جنازہ کو چار آدمی اٹھائیں اور ہر اٹھانے والا چالیس قدم لے کر چلے۔ باقی دس دس قدم پر منزل کرنا شرعی حکم نہیں ہے، رسم محدث ہے، اس کی اصلاح کی جائے۔

ویسن لحملها أربعة رجال، وینبغی لکل واحد حملها أربعین خطوة، آه. (مراقی الفلاح)(۱)

وینبغی أن یحمل من کل جانب عشر خطوات لما روی فی الحدیث: "من حمل جنازة أربعین خطوة، کفرت أربعین کبیرة. (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۹۲/۲/۳ھ۔ الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، ۱۳۹۲/۱۰/۳ھ۔

(فتاویٰ محمودیہ: ۳۱/۹)

جنازہ لے کر دس دس قدم چلنا ثابت ہے، یا نہیں:

سوال: جنازہ لے کر جو چالیس قدم دس دس قدم لوگ گنتے ہیں۔ یہ صحیح حدیث سے ثابت ہے، یا نہ؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ

یہ حدیث درمختار میں نقل کی ہے:

"من حمل جنازة أربعین خطوة کفرت عنه أربعین کبیرة". (۳)

اور شامی نے اس حدیث کو زیلعی سے نقل کیا ہے اور بحر میں بدائع سے منقول ہے اور شرح منیہ میں کہا ہے کہ اس کو حضرت ابوبکر نجار نے روایت کیا ہے۔ (۴) پس اگر ضعیف بھی ہے تو عمل درست ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۷۸/۵)

جنازہ دور کے راستہ سے لے جانا اچھا نہیں ہے:

سوال: مولوی اسحٰق صاحب نے وعظ میں یہ فرمایا ہے کہ "جنازہ دور دراز کے راستہ سے نہ لے جانا چاہیے"۔ یہ صحیح ہے، یا نہ؟

---

(۱) مراقی الفلاح، کتاب الصلوٰة، باب أحکام الجنائز، فصل فی حملها و دفنها، ص: ۶۰۳، قدیمی

(۲) بدائع الصنائع، فصل فی حمل الجنازة، والکلام فی حمله علی الجنازة: ۳۳۱/۲، دار الکتب العلمیة بیروت، انیس

(۳) ردالمحتار، کتاب الصلاة، مطلب حمل المیت: ۸۳۳/۱

(۴) والحدیث المذکور ذکره الزیلعی و نقله فی البحر عن البدائع وفی شرح المنیة ویستحب أن یحملها من جانب أربعین خطوة للحدیث المذکور، رواه أبوبکر النجار. (الدر المختار مع رد المحتار، باب صلاة الجنائز: ۲۳۱/۲)

الجواب

مقتضی الفاظ حدیث "عجلوا به" (۱) اور عبارت درمختار "ویسرع فی جهازه لحدیث أبی هریرة: أسرعوا بالجنازة" (الحدیث) (۲) کا بے شک یہ ہے کہ بلا ضرورت ایسے دور دراز راستہ سے جنازہ کو لے جانا کہ جس میں دفن میں تاخیر لازم آوے، اچھا نہیں ہے اور خلاف مستحب ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵/۲۷۹-۲۸۰)

جنازہ کے پیچھے چلے:

سوال: جنازہ کے آگے چلنا افضل ہے، یا پیچھے؟

الجواب

و ندب المشی خلفها. (الدر المختار) (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵/۲۷۹)

جنازہ کے ساتھ ننگے سر چلنا:

سوال: جنازہ کے ساتھ ننگے سر چلنا کیسا ہے؟

الجواب　　حامدًا و مصلیاً

جنازے کے ساتھ ننگے سر نہیں جانا چاہیے کہ یہ غیر مسلموں کا طریقہ ہے۔ (۴) "ویکره کشف رأسه بین الناس وما لیس بعورة وماجرت العادة بستره". (۵) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ محمودیہ: ۹/۳۶)

کافر کا مسلم اور مسلم کا کافر کے جنازہ کے ساتھ چلنا:

سوال: آج دنیا میں رواج ہے کہ کافر مسلمانوں کے جنازہ کے ساتھ قبرستان جاتے ہیں؛ بلکہ پایہ بھی پکڑ لیتے

---

(۱) (یسرع فی جهازه) لما روینا أبوداؤد عنه صلی الله علیه وسلم لما عاد طلحة بن البراء وانصرف قال: مارأی طلحة إلا قد حدث فیه الموت فاذا مات فأذنونی حتی أصلی علیه وعجلوا فإنه لا ینبغی لجیفة مسلم أن تحبس بین ظهرانی أهله. (رد المحتار، باب صلاة الجنازة، مطلب فی أطفال المشرکین: ۲/۱۹۳، دار الفکر بیروت، انیس)

(۲) عن أبی هریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اسرعوا بالجنازة فانک صالحة فخیر تقدمونها الیه وان تک سوی ذلک فشر تصنعونه عن رقابکم. (مشکوٰة المصابیح، کتاب الجنائز، باب المشی بالجنازة: ۱/۱۴۴، قدیمی، انیس)

(۳) الدر المختار علی هامش ردالمحتار، باب صلاة الجنائز: ۱/۸۳۴، یعنی جنازے کے پیچھے پیچھے چلنا مستحب ہے۔ انیس

(۴) عن ابن عمر رضی اللّٰه تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "من تشبه بقوم فهو منهم". (سنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی الشهرة: ۲/۲۰۳، مکتبة حقانیة، ملتان)

(۵) غنیة الطالبین للشیخ عبد القادر جیلانی رحمه الله تعالیٰ: ۱/۱۳

مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: فتاویٰ رحیمیہ، کتاب الحظر والاباحۃ، لباس زینت، کھلے سر پھرنا کیسا ہے؟: ۱۰/۱۵۵، دارالاشاعت کراچی

ہیں، اسی طرح مسلمان کافر کے جنازہ کے ساتھ جاتے ہیں اور ارتھی (۱) بھی پکڑتے ہیں تو یہ جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلياً

پڑوسی کافر بیمار ہو تو اس کی عیادت کرنا اور اس کے ساتھ احسان کا معاملہ کرنا ثابت ہے۔ (۲)

قال الملا علی القاری تحت هٰذا الحديث: "فيه دلالة علٰى جواز عيادة الذمي، في الخزانة: لا بأس بعيادة اليهودي، واختلفوا في عيادة المجوسي وعيادة الفاسق، والأصح أنه لا بأس به". (۳)

لیکن ارتھی پکڑنا اور اس کو جلانے کے لیے مرگھٹ جانا ثابت نہیں، (۴) اس سے بچنا لازم ہے، اسی طرح سے برعکس۔ (۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۱۳۹۳/۷/۲۹ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۹/۹)

---

(۱) ارتھی: ہندوؤں کا جنازہ۔ (فیروز اللغات تحت لفظ، ا، ر، ص: ۸۲، فیروز سنز لاہور)

(۲) **عن أنس رضي الله تعالٰى عنه أن غلاماً ليهود كان يخدم النبي صلى الله تعالٰى عليه وسلم، فمرض، فأتاه النبي صلى الله تعالٰى عليه وسلم يعوده، فقال: "أسلم" فأسلم. فقال سعيد بن المسيب عن أبيه: لما حضر أبو طالب، جاءه النبي صلى الله تعالٰى عليه و سلم. (صحيح البخاري، باب كتاب المرضىٰ، عيادة المشرك: ۸٤٤/۲، قديمي)**

(۳) **مرقاة المفاتيح، كتاب الجنائز، باب عيادة المريض وثواب المرض (رقم الحديث: ۱۵۷۴) الفصل الثالث: ۳۷۲/۳، مكتبة أشرفية ديوبند، انيس)**

(قوله: وجاز عيادته): أي عيادة مسلم ذمياً نصرانياً أو يهودياً ... وصح أن النبي صلى الله تعالٰى عليه و سلم عاد يهودياً مرض بجواره. (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۴۷۳/۹، مكتبة دار الكتاب، ديوبند)

(۴) مرگھٹ: ہندوؤں کے مردے جلانے کی جگہ"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۲۳۲، فیروز سنز، لاہور)

(۵) **عن ابن عباس رضي الله تعالٰى عنهما "عن عمر بن الخطاب رضي الله تعالٰى عنه أنه قال لما مات عبد الله بن أبي ابن سلول دعي له رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم ليصلي عليه، فلما قام رسول الله صلى الله تعالٰى عليه و سلم وثبت إليه، فقلت: يا رسول الله! أتصلي على ابن أبي؟ وقد قال يوم كذا وكذا كذا وكذا، أعدد عليه قوله، فتبسم رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم، فقال: "أخر عني يا عمر"! فلما أكثرت عليه قال إني خيرت فأخترت لو أعلم اني إن زدت على السبعين يغفر له لزدت عليها قال: فصلى عليه رسول الله صلى الله تعالٰى عليه و سلم، ثم انصرف فلم يمكث إلا يسيرًا حتٰى نزلت الآيتان من براءة ﴿ولا تصلي علٰى أحد منهم مات أبدًا ولا تقم علٰى قبره﴾ ... ﴿وهم فاسقون﴾ ... قال: فعجبت بعد من جرأتي علٰى رسول الله صلى الله تعالٰى عليه و سلم يومئذٍ. والله ورسوله أعلم. (صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب ما يكره من الصلاة على المنافقين: ۱۸۲/۱، قديمي)**

"ويغسل المسلم ويكفن ويدفن قريبه) كخاله (الكافر الأصلي .... (عند الاحتياج) فلو له قريب فالأولٰى تركه لهم ... وليس للكافر غسل قريبه المسلم".

(قوله: ليس للكافر): أي إذا لم يكن للمسلم قريب مسلم، فيتولى تجهيزه المسلمون، ويكره أن يدخل الكافر في قبر قريبه المسلم ليدفنه". (الدرالمختار مع ردالمحتار، باب صلاة الجنائز: ۲۳۰/۲ - ۲۳۱، سعيد)

غیر مسلم پڑوسی کے جنازہ کے ساتھ جانا درست ہے، یا نہیں:

سوال: اگر کوئی نصرانی جاریہ کسی اور وجہ سے اس سے تعلق ہوگیا ہوتو اس کے مرنے کے بعد اس کے جنازہ کی ہمراہ ان کے قبرستان تک جاسکتا ہے، یا نہیں؟ اسی طرح اگر مسلمان مرجاوے تو وہ نصرانی اس کے جنازہ کے ہمراہ قبرستان تک جاسکا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــ

بضرورت ایسا کرنا جائز ہے۔(۱) **كما ورد أن النبي صلى الله عليه وسلم عاد يهودياً مرض في جواره.** (الهداية، كتاب الكراهية، المسائل المتفرقة: ٤٥٨/٤)

وفي النوادر: جاز يهودي أومجوسي مات ابن له أوقريب ينبغي أن يعزبه ويقول أخلفه الله عليك خيرًا منه وأصلحك، الخ. (الهداية: ٢٤٨، باب الحظر والاباحة) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۷۶/۵)

مسلمان کا ہندو میت کے ساتھ جانا اور کفن دفن میں شریک ہونا مباح ہے:

سوال: مسلمان کو ہندو کے جنازہ کے ساتھ جانا اور اس کا کفن دفن کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ اور ہندو کو مسلمان کے جنازہ کے ساتھ جانا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــ

درمختار میں ہے: **(ويغسل المسلم ويكفن ويدفن قريبه) ... (الكافر الأصلي) ... (عند الاحتياج) فلو له قريب فالأولى تركه لهم، الخ.** (۲)

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ مسلمان اپنے قریب رشتہ دار کافر کو عندالضرورت کفن دفن کرسکتا ہے اور شریک جنازہ ہوسکتا ہے؛ لیکن بلاضرورت اچھا نہیں ہے۔ پس جب قریب رشتہ کافر کے بارے میں یہ حکم ہے کہ بلاضرورت اس کے دفن وکفن کا تکفل اچھا نہیں تو غیر قریب میں درجۂ اولیٰ یہ حکم ہے اور آگے جو کچھ ان کے مذہبی رسوم ادا کرنے کی بابت سوال میں لکھا ہے، اس کی حرمت میں کچھ تامل اور کلام نہیں اور اگر کوئی ہندو کسی مسلمان کے جنازہ کے ساتھ جاوے، ملاقات وغیرہ کی وجہ سے تو اس کو روکا نہ جاوے کہ اخلاق اہل اسلام سے یہ بعید ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۸۳/۵)

عورت کی میت کو ہر شخص کندھا دے سکتا ہے:

سوال: کیا عورت کی میت کو ہر شخص کندھا دے سکتا ہے؟ یا کہ صرف محرم مرد ہی اس کو کندھا دے سکتے ہیں؟

---

(۱) عن أنس أن غلاماً ليهود يخدم النبي صلى الله عليه وسلم فمرض فأتاه النبي صلى الله عليه وسلم بعوده فقال أسلم فأسلم. (رواه البخاري، كتاب المرضٰى، باب عبادة المشرك: ٨٤٤/٢، قديمي، انيس)

(۲) الدر المختار علٰى هامش ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ٢٣٠/٢

الجواب

قبر میں تو صرف محرم مردوں کو ہی اتارنا چاہیے؛(۱) لیکن کندھا دینے کی سب کو اجازت ہے۔(۲)

(آپ کے مسائل اوران کا حل:۴/۳۰۴-۳۰۵)

بیوی کے جنازہ کو کاندھا دینا:

سوال: کیا مرحومہ بیوی کی میت کو شوہر کاندھا دے سکتا ہے؟ (سید حفیظ الرحمان، پھولا نگ)

الجواب

شوہر بیوی کو کاندھا دے سکتا ہے؛(۳) بلکہ دینا چاہیے کہ یہی حسنِ رفاقت کا تقاضا ہے۔(۴) (کتاب الفتاویٰ:۳/۱۸۹)

نامحرم عورت کا اٹھانا درست ہے:

سوال: محرم عورت کا جنازہ مردوں کو اٹھانا کیسا ہے؟

الجواب

عورت کا جنازہ غیر محرم مردوں کو اٹھانا درست ہے اور ثواب ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۵/۲۸۲)

نامحرم عورت کے جنازہ کو کندھا دینا درست ہے:

سوال: عورت نامحرم کے جنازہ کو کندھا دینا کیسا ہے؟ (الف) کندھا چاروں پاؤں کا دینا ضروری ہے، یا نہ؟ اور ہر پائے کو کتنی دور اٹھانا احسن ہے؟

الجواب

عورت نامحرم کے جنازہ کو کندھا دینا بھی مستحب ہے،(۵) اور ثواب ہے اور چاروں پاؤں کو اٹھانا مستحب ہے۔

---

(۱) اگر محرم نہ ہوں، یا کافی نہ ہوں تو غیر محرم بھی شامل ہو سکتے ہیں۔

وذوالرحم المحرم أولٰی بادخال المرأة من غيرهم، كذا في البحر وكذا في الجوهرة النيرة وكذا ذو الرحم غير المحرم أولٰى من الأجنبي فان لم يكن فلابأس للأجانب وضعها كذا في البحرالرائق. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصلاة، الباب الحادي و العشرون في الجنائز، الفصل السادس في القبر والدفن: ١/١٦٦)

(۲) سن في حمل الجنازة أربعة من الرجال، الخ. (الفتاویٰ الهندية، الباب الحادي والعشرون في الجنائز)
وأيضاً يكره الناس أن يمنعوا حمل جنازة المرأة لزوجها، الخ. (خلاصة الفتاویٰ: ١/٢٢٥)

(۳) ويمنع زوجها من غسلها ومسها لا من النظر اليها على الأصح) الدرالمختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز ١/١٩٨، دار الفكر بيروت، انيس)

(۴) الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب صلاة الجنائز: ١/٨٠٣

(۵) حمل الجنازة عبادة. (حاشية الطحطاوي، باب أحكام الجنائز، فصل في حملها ودفنها: ٦٠٣، دار الكتب العلمية، انيس)

ہر ایک پائے کو دس قدم اٹھانا بہت ہے، ورنہ جیسے میسر ہو درست ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۸۲/۵)

عورت کے جنازہ کے تخت کو غیر محرم چھوسکتا ہے:

سوال: کیا عورت کے جنازہ کے تخت کو غیر محرم چھوسکتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا ومصلیاً

چھوسکتا ہے، **لأن یده ما وصل إلٰی بدنها فلا مانع بأخذ السریر**، (چوں کہ ہر مسلمان (خواہ مرد ہو، یا عورت) تجہیز وتکفین، صلوٰۃ جنازہ، دفن وغیرہ تمام مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے اور جنازہ کے اٹھانے کے لیے اس کو چھونا پڑتا ہے، لہٰذا شرعا یہ جائز ہے۔

(والصلاة علیه)صفتها(فرض کفایة) بالإجماع ...(کدفنه) وغسله وتجهیزه،فإنها فرض کفایة.(۲)

فصل: (الصلاة علیه) ککفنه ودفنه وتجهیزه (فرض کفایة) مع عدم الانفراد بالخطاب بها.(۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۶/۹)

ناپاک جنازہ کو کندھا لگائے، یا نہیں:

سوال: جنازہ کے ہمراہ کاندھا نجس آدمی کو دینا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

درست ہے۔ (جنازہ اٹھانے والے کے لیے پاک ہونا شرط نہیں ہے، البتہ نماز کے لیے پاک ہونا ضروری ہے۔)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۷۷/۵)

ناپاک آدمی کا جنازے کو کندھا دینا:

سوال: جنازے کو جب کندھا دیا جاتا ہے تو بہت سے لوگ جنازے کو کندھا دیتے ہیں، اگر کوئی شخص ناپاکی کی حالت میں جنازے کو کندھا دے تو کیا ہوگا؟ اگر اس شخص کا دل پاک ہو اور کپڑے ہوں تو کیا وہ اس حالت میں جنازے کو کندھا دے سکتا ہے، یا نہیں؟

---

(۱) (إذا حمل الجنازة وضع) ندباً (مقدمها) ... (علٰی یمینه) عشر خطوات لحدیث من حمل الجنازة أربعین خطوة کفرت منه أربعین کبیرة (ثم) وضع (مؤخرها)علٰی یمینه کذلک ثم مقدمها علٰی یساره ثم مؤخرها کذلک.(الدرالمختارعلٰی هامش ردالمحتار، باب صلاة الجنائز: ۲۳۱/۲،دار الفکر بیروت،انیس)

(۲) الدرالمختارعلٰی هامش رد المحتار،باب صلاة الجنازة: ۱۰۲/۳،مکتبة زکریا دیوبند

(۳) مراقی الفلاح علٰی حاشیة الطحطاوی،أحکام الجنائز،فصل:الصلاة علیه،ص: ۵۸۰،قدیمی

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ

ناپاک آدمی کا جنازے کو کندھا دینا مکروہ ہے، دل کے ساتھ جسم اور کپڑوں کو بھی پاک کرنا چاہیے، جس شخص کو اپنے بدن اور کپڑوں کے پاک رکھنے کا اہتمام نہ ہو، وہ دل کو پاک رکھنے کا کیا خاک اہتمام کرے گا؟ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۰۴/۴)

جنازے کے ساتھ چھتری لگا کر چلنا جائز ہے:

سوال: جنازے کے ساتھ چھتری لگا کر چلنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ

چھتری لگا کر چلنے میں کوئی شرعی ممانعت نہیں ہے (کیوں کہ اس کا جنازے سے کوئی تعلق نہیں؛ اس لیے دھوپ اور بارش سے بچنے کے لیے استعمال کر سکتے ہیں، ہاں اگر کسی غلط عقیدے کی بنیاد پر ہو تو درست نہیں)۔ (کفایت المفتی: ۴۳/۴-۴۴)

جنازہ کے ساتھ زور سے کلمہ پڑھتے ہوئے چلنا:

سوال: جنازہ کے ساتھ بلند آواز سے کلمہ شریف، یا قرآن پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

مکروہ ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری: ۱۰۴/۱) (۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ محمودیہ: ۴۲/۹)

جنازے کے ساتھ ٹولیاں بنا کر بلند آواز سے کلمہ طیبہ، یا کلمہ شہادت پڑھنا بدعت ہے:

سوال: بعض لوگ جنازے کے ساتھ چھوٹی چھوٹی ٹولیاں بنا کر بلند آواز کے ساتھ کلمہ طیبہ پڑھتے رہتے ہیں اور بعض اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ آپ ذرا یہ بتائیے کہ کیا صحیح ہے؟ میں آپ کا دل کی گہرائیوں سے مشکور و ممنون ہوں گا۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”وعلٰی متبعی الجنازة الصمت ويكره لهم رفع الصوة بالذكر وقراء ة القرآن كذا فی شرح الطحاوی، فان أراد أن يذكر الله يذكر فی نفسه، كذا فی فتاویٰ قاضی خان“. (۲)

(۱) وعلٰی متبعی الجنازة الصمت، ويكره لهم رفع الصوت بالذكر وقراء ة القرآن“. (الفتاوی الهندية، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الرابع فی حمل الجنازة: ۱۶۲/۱، رشيدية)

”ويكره رفع الصوت بالذكر لماروی عن قيس بن عبادة رضی الله تعالٰی عنه أنه قال: كان أصحاب رسول الله صلی الله تعالٰی عليه وسلم يكرهون الصوت عند ثلاثة: عند القتال و عند الجنازة والذكر، ولأنه تشبه بأهل الكتاب، فكان مكروها“. (بدائع الصنائع، الجنازة، فصل: والكلام فی حمله: ۴۶/۲، رشيدية)

(۲) الفتاویٰ الهندية، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الرابع: ۱۶۲/۱، انيس

(ترجمہ: جنازے کے ساتھ چلنے والوں کو خاموش رہنا لازم ہے، اور بلند آواز سے ذکر کرنا اور قرآن مجید کی تلاوت کرنا مکروہ ہے، (شرح طحاوی) اور اگر کوئی شخص ذکر اللہ کرنا چاہے تو دل میں ذکر کرے۔)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ آپ نے ٹولیاں بنا کر کلمہ طیبہ پڑھنے کے جس رواج کا ذکر کیا ہے، وہ مکروہ ہے اور جو لوگ مخالف کرتے ہیں، صحیح کرتے ہیں، البتہ کلمہ طیبہ وغیرہ زیرِ لب پڑھنا چاہیے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۹۴/۴)

میت کے ساتھ چلتے ہوئے بلند آواز سے ''کلمۂ شہادت'' پڑھنا:

سوال: میت کے ساتھ چلتے ہوئے ایک صاحب بار بار بلند آواز سے کہتے رہتے ہیں کلمۂ شہادت۔ کیا یہ فعل حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ اجمعین سے ثابت ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات خلفائے راشدینؓ کے زمانے میں اس کا رواج نہیں تھا، حضراتِ فقہاء نے جنازے کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کرنے کو بدعت فرمایا ہے۔(۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۹۵/۴)

جنازہ کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کرتے ہوئے چلنا اور پھر اس کی اجرت لینا جائز نہیں:

سوال: بمبئی اور اطراف بمبئی میں اکثر یہ رواج ہے کہ جس وقت میت کو برائے دفن مکان سے اٹھا کر لے جایا جاتا ہے تو چند آدمی میت سے آگے چلتے ہیں اور ان میں سے ایک آدمی نہایت ترنم کے ساتھ بلند آواز سے **لا إلٰـه إلا الـلّٰه محمد رسول اللّٰه** پڑھتا ہے اور اس کو ہادی کہتے ہیں؛ یعنی لفظ ہادی مخصوص ہے اس کے لیے جو آگے چل کر بلند آواز سے پڑھتا ہے، اب ہادی کے کہنے کے بعد تمام وہ آدمی جو میت کے آگے چلنے والے ہیں، اس ہادی کی طرح وہی کلمہ بلند آواز سے پڑھتے ہیں اور اس صورت سے تمام راستہ بھر پڑھتے ہوئے قبرستان پہنچ کر میت کو دفن کرتے ہیں، بعد فراغت کے جب واپس ہوتے ہیں تو وہی تمام آدمی جو پہلے میت سے آگے چل کر پڑھتے تھے، اب تمام لوگوں سے پھر آگے ہوتے ہیں اور ان میں ایک شخص ہادی بن کر بلند آواز سے **لا إلٰه إلا الـلّٰـه محمد رسول الـلّٰـه من اللّٰه نازل غفرا** پڑھتا ہے، پھر تمام وہی آدمی جو پہلے ہادی کے ساتھ میت کے آگے چل کے پڑھتے تھے، جواب دیتے ہیں: **من اللّٰه نازل غفرا**، پھر ہادی صاحب کہتے ہیں، **لا إلٰه إلا اللّٰه محمد رسول اللّٰه من اللّٰه**

---

(۱) ویکره رفع الصوت فیها بالذکر وقراءة القرآن ذکر فی فتاوی العصر أنها کراهة تحریم ... اَخ. (الحلبی الکبیر، کتاب الصلاة، فصل فی الجنائز: ۵۹٤/۱)

وعلٰی متبعی الجنازة الصمت ویکره لهم رفع الصوت بالذکر وقراءة القرآن کذا فی شرح الطحاوی فان أراد أن یذکر اللّٰه یذکره فی نفسه، کذا فی فتاوی قاضی خان. (الفتاویٰ الهندیة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الرابع فی حمل الجنازة: ۱٦۲/۱، طبع: رشیدیة)

حبیب اللّٰہ. عرض یہ ہے کہ ہادی صرف کلمہ تو وہی ہر مرتبہ دہراتا ہے؛ لیکن ساتھ میں بجائے کلمہ من اللّٰہ نازل غفرا کے من اللّٰہ حبیب اللّٰہ، شفیع اللّٰہ، ولی اللّٰہ کہتا ہے؛ لیکن وہ تمام آدمی جو ہادی کے ساتھ ہیں صرف ایک جواب دیتے ہیں: من اللّٰہ نازل غفرا۔ اس صورت سے تمام راستہ طے کرتے ہوئے میت کے مکان پر پہنچتے ہیں اور پھر تمام آدمی اپنی محنت کی اجرت لیتے ہیں، لہٰذا مفصل جواب مرحمت فرما کر ممنون فرمائیے گا کہ کیا یہ طریقہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے؟ کیا یہ طریقہ میت کے لیے باعث ثواب ہوسکتا ہے؟ فقط

(المستفتی: ۱۴۵۳، عبدالحمید صاحب امام جامع مسجد کرلا، بمبئی، ۱۸/ربیع الاول ۱۳۵۶ھ، مطابق ۱۹/مئی ۱۹۳۷ء)

الجواب

میت کے جنازے کو قبرستان کی طرف لے جانے کا صحیح مسنون طریقہ یہ ہے کہ سب لوگ سکون اور سکوت (۱) کے ساتھ جنازہ کے پیچھے پیچھے چلیں، جو لوگ جنازے کو کندھا دیں، ان کے لیے حسب ضرورت جنازے کے دائیں بائیں آنا جانا مباح ہے، جنازے کے آگے کسی جماعت کو چلنا اور اس طریقے سے بلند آواز سے ذکر کرنا جو سوال میں مذکور ہے، شرعی طریقہ نہیں ہے اور نہ قرون اولیٰ اور سلف صالحین سے اس طریقے کا ثبوت ملتا ہے، اپنے دل میں ہر شخص ذکر یا دعائے مغفرت کرتا ہوا جائے تو یہ جائز ہے۔ اسی طرح واپسی میں بھی بلند آواز سے ذکر کرنا بھی ثابت نہیں اور یہ بھی صحیح نہیں کہ واپسی میں سب لوگ میت کے مکان پر آئیں؛ بلکہ دفن سے فارغ ہو کر اپنے اپنے کام کو چلے جائیں، (۲) جو لوگ اس رسم کو جس کا سوال میں ذکر ہے عمل میں نہیں لاتے وہ صحیح راستہ پر ہیں ان کو بری نظر سے دیکھنا یا نامناسب خطابوں سے یاد کرنا، یا ملامت کرنا برا ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۴/۴۲-۴۳)

جنازہ سامنے رکھ کر اس پر سلام پڑھنا:

سوال: جنازہ رکھ کر اس کے پاس کھڑے ہو کر سلام پڑھنا شرعا جائز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) وعلى متبعي الجنازة الصمت ويكره لهم رفع الصوت بالذكر... فإن أراد أن يذكر اللّٰه، يذكره في نفسه. (الفتاوىٰ الهندية، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل الرابع في حمل الميت: ۱۶۲/۲، ط: كوئتة)

اور درمختار میں ہے کہ "كما كره فيها رفع صوت بذكر أو قراة.

وفي الرد تحت (قوله: كما كره) قيل تحريماً وقيل تنزيهاً كما في البحر عن الغاية، وفيه عنها و ينبغي لمن تبع الجنازة أن يطيل الصمت، وفيه عن الظهيرية، فإن أراد أن يذكر اللّٰه تعالىٰ يذكره في نفسه، لقوله تعالىٰ، أنه لا يحب المعتدين الجاهرين بالدعاء، وعن إبراهيم، أنه كان يكره أن يقول الرجل وهو يمشي معها: استغفروا له غفر اللّٰه لكم. (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة: ۲۳۳/۲، ط: سعيد)

(۲) وإذا رجع الناس من الدفن فليتفرقو، ويشتغلوا بأمرهم، وصاحب البيت بأمره. (مراقي الفلاح، باب أحكام الجنائز، ص: ۳۷۳، ط: مصطفى البابي الحلبي، مصر)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

جنازہ رکھ کر اس کے گرد کھڑا ہو کر سلام پڑھنا ثابت نہیں، نہ قرآن پاک میں ہے، نہ حدیث شریف میں، نہ کتب فقہ میں؛ اس لیے یہ طریقہ قابل ترک ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، ۱۱/۱۰/۱۳۸۶ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۳)

جنازہ کے ساتھ نعت، درود، یا قرآن آواز کے ساتھ پڑھنا ثابت نہیں:

سوال: جنازہ کے ساتھ ساتھ کلمۂ توحید، یا قرآن شریف، یا درود شریف، یا نعت وغیرہ بلند آواز سے پڑھنا شرعاً ثابت ہے، یا نہیں؟ اگر ثابت نہیں تو کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

یہ طریقہ سلف صالحین صحابہؓ و تابعینؒ و ائمہؒ، مجتہدینؒ سے ثابت نہیں ہے، لہذا بدعت و مکروہ ہے اور تصریحات و قواعد فقہیہ سے اس کی ممانعت معلوم ہوتی ہے، لہذا ترک کرنا اس کا لازم ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵/۲۸۴)

قرآن شریف جنازہ کے ساتھ لے جانا خلاف سنت ہے:

سوال: میت کے ہمراہ قرآن شریف اس کی چارپائی پر رکھ کر قبرستان تک لیجاتے ہیں یہ کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

یہ طریق خلاف سنت ہے اور ناجائز ہے، اس کو بالکل ترک کیا جائے۔(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵/۲۸۳)

---

(۱) عن عائشة رضی اللّٰه تعالٰی عنها قالت: قال النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم: "من أحدث فی أمرنا هٰذا ما لیس منه، فهو رد". (صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب: إذا اصطلحوا علٰی صلح جور فهو مردود: ۱/۳۷۱، قدیمی/ والصحیح لمسلم، کتاب الأقضیة، باب نقض الأحکام الباطلة ورد محدثات الأمور: ۲/۷۷، قدیمی)

قال الملا علی القاری رحمه اللّٰه تعالٰی تحته: "من أحدث" أی جدد وابتدع وأظهر واخترع "فی أمرنا هٰذا" أی فی دین الإسلام ... "فهو": أی الذی أحدثه "رد": أی مردود علیه ... قال القاضی: المعنی: من أحدث فی الإسلام رأیاً لم یکن له من الکتاب والسنة سند ظاهر أو خفی، ملفوظ أو مستنبط، فهو مردود علیه قیل: فی وصف الأمر "بهٰذا" إشارة إلٰی أن أمر الإسلام کمل انتهٰی، وشاع وظهر ظهور المحسوس بحیث لایخفی علٰی کل ذی بصر وبصیرة، فمن حاول الزیاده فقد حاول أمرًا غیر مرضی؛ لأنه من قصور فهمه رآه ناقصاً". (مرقاة المفاتیح، کتاب الإیمان، باب الاعتصام بالکتاب السنة، الفصل الأول: ۱/۳۶۵-۳۷۷، (رقم الحدیث: ۱۴۰، رشیدیة)

(۲) عن عائشة رضی اللّٰه تعالٰی عنها قالت: قال النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم: من أحدث فی أمرنا هٰذا ما لیس منه، فهو رد. (مشکٰوة باب الاعتصام، ص: ۲۷)

(۳) عن عائشة قالت: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من أحدث فی أمرنا هٰذا ما لیس منه فهو ردٌ. (مشکٰوة المصابیح، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب و السنة، ص: ۲۷، قدیمی، انیس) (کتاب وسنت میں کہیں اسکا ثبوت نہیں ہے اور نہ فقہا نے لکھا ہے؛ بلکہ جو طریقہ آنحضرت اور صحابہؓ سے منقول ہے، اس کے خلاف ہے۔ واللہ اعلم)

جنازہ کے ساتھ نعت پڑھنا بدعت ہے:

سوال: مسلمان کے جنازہ کے ساتھ نعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب

جنازہ کے ساتھ اشعار نعت وغیرہ پڑھنا غیر مشروع اور بدعت ہے، ترک کرنا اس کا لازم ہے۔(۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۴۹/۵۔۳۵۰)

جنازہ کے پیچھے بلند آواز سے کلمہ، یا اشعار درست نہیں:

سوال: ایک فتوی مطبع حمیدی پریس احمد آباد سے شائع ہوا ہے، جس میں جنازہ کے پیچھے رفع صوت سے کلمہ طیبہ اور اشعار نعتیہ اور قرأت قرآن شریف کا پڑھنا مستحب قرار دیا ہے اور عبارت کتب فقہ معتبرۃ کی یہ تاویل کی ہے کہ یہ حکم سلف میں تھا، اب بسبب بدلنے زمانہ کے یہ حکم نہ رہا۔ اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب

قال فی الدرالختار: کما کرہ فیھا رفع صوت بذکر أوقراء ۃ،فتح.

وفی الرد تحت:(قولہ: کما کرہ) قیل: تحریماً وقیل: تتنزیھاً، کما فی البحرعن الغایۃ، وفیہ عنھا: وینبغی لمن تبع الجنازۃ أن یطیل الصمت وفیہ عن الظھیریۃ: فإن أراد أن یذکر اللّٰہ تعالیٰ یذکرہ فی نفسہ بقولہ تعالیٰ ﴿أنہ لایحب المعتدین﴾ أی الجاھرین بالدعاء وعن ابراھیم أنہ کان یکرہ أن یقول الرجل وھویمشی معھا اسغفروا لہ غفراللّٰہ لکم،آہ،قلت: واذاکان ھٰذا فی الدعاء و الذکرفما ظنک بالغناء الحادث فی ھٰذا الزمان،انتھٰی.(۲)

اس سے معلوم ہوا کہ سلف صالحین اور فقہا و محققین اس موقع پر ذکر جہر وغیرہ سے منع فرماتے ہیں۔ **وھو الأحوط الأوفق بالقواعد الشرعیۃ.** فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۷۵/۵۔۲۷۶) ☆

(۱) وعلٰی متبعی الجنازۃ و یکرہ لھم الصوت بالذکر وقرائۃ القرآن فان أراد أن یذکراللّٰہ یذکرہ فی نفسہ. (الفتاویٰ الھندیۃ،الباب الحادی والعشرون فی الجنازۃ،الفصل الرابع فی حمل الجنازۃ: ۱۶۲/۱)

(۲) الدرالمختار مع ردالمحتار،باب صلاۃ الجنائز: ۲۳۳/۲،انیس

☆ جنازہ کے ساتھ زور سے تسبیحات پڑھنا:

سوال: جنازہ کے ساتھ عام طور پر زور زور سے تسبیحات پڑھنے کا رواج ہے، یہ کس حد تک صحیح ہے؟ کیا جنازہ کے ساتھ چلتے ہوئے کوئی خاص ذکر مسنون ہے؟ (جمال الدین، کریم نگر)

الجواب

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین مواقع پر خاموش رہنا اللہ تعالی کو محبوب ہے، ایک تلاوتِ کلام مجید کے وقت، دوسرے جہاد کے وقت اور تیسرے جنازہ کے ساتھ''۔ (مجمع الزوائد بحوالۂ طبرانی: ۲۹/۳) ==

جنازہ کے ساتھ کچھ مخصوص اذکار:

سوال: ہمارے یہاں جنازہ کے ساتھ کلمہ کے علاوہ دوسرے جملے بھی پڑھے جاتے ہیں، مثلاً ''محمد ہزاروں میں، محمد چاندتاروں میں'' کیا اس طرح کے جملے جنازہ کے ساتھ بہ آواز بلند پڑھے جاسکتے ہیں؟ (سید عبدالرافع التمش، سداسیو پیٹ)

الجواب

جنازہ کے ساتھ یوں بھی بہ آواز بلند ذکر کرنا مناسب نہیں ؛ کیوں کہ یہ حدیث اور صحابہ ث کے عمل سے ثابت نہیں اور فقہاء نے اس سے منع کیا ہے، (۱) یا تو خاموش رہے اور اپنی آخرت کے بارے میں سوچے، یا آہستہ آہستہ اپنے لیے، مسلمانوں کے لیے اور میت کے لیے مغفرت ورحمت کی دعا کرے، اس طرح کے کلمات اس موقع سے نہ پڑھنا ثابت ہے اور نہ یہ اس کا موقع ہے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۳/۱۷۶)

جنازہ کے ساتھ رفع صوت بالذکر کی کراہت کی وجہ:

سوال: ہر کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ میت کے ساتھ چلنے والوں کو رفع صوت بالذکر مکروہ ہے۔ اس کی کراہت کی وجہ کیا ہے؟

== اسی لیے فقہاء نے جنازہ کے ساتھ بلند آواز میں ذکر کرنے کو مکروہ قرر دیا ہے اور کہا کہ دل ہی دل میں ذکر کرے: ''ویکره رفع الصوت بالذکر خلف جنازة ویذکر في نفسه''. (الفتاوی البزازیه علی هامش الفتاوی الهندیة: ۸۰/۴، البحر الرائق: ۱۹۴/۲)

اس لیے اگر جنازہ کے ساتھ ذکر کرنا ہو تو آہستہ کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس موقع پر کوئی خاص ذکر ثابت نہیں ؛ اس لیے یہ بھی درست ہے کہ جنازہ کے ساتھ چلنے والے خاموش رہیں اور اپنے ذہن کو آخرت کی طرف متوجہ رکھیں اور ذکر واستغفار، یا مردہ کے لیے دعا وغیرہ کا اہتمام کریں۔ (کتاب الفتاویٰ: ۳/۱۸۷-۱۸۸)

کیا جنازہ اٹھاتے اور لے جاتے وقت بالجہر ذکر واذکار کرنا درست ہے:

سوال: کیا جنازہ اٹھاتے وقت اور جنازہ لے جاتے وقت بالجہر ذکر واذکار کرنا درست ہے؟ (حافظ عبدالسلام، سکندرآباد)

الجواب

جنازہ میں ساتھ چلنے کا مقصد عبرت وموعظت کا حاصل کرنا ہے؛ یعنی آدمی ساتھ چلتے ہوئے موت کا، آخرت کا اور قبر وحساب کا استحضار کرتا رہے؛ تاکہ اپنے اعمال کی اصلاح اور گناہوں سے بچنے کی طرف توجہ ہو سکے، خاموشی کی حالت عبرت آموزی اور غور وفکر کے لیے زیادہ موزوں ہوتی ہے؛ اس لیے مسنون طریقہ یہ ہے کہ جنازہ کے ساتھ خاموش رہے اور اپنی آخرت کے بارے میں غور کرتا رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے اس موقع پر کچھ پڑھنا ثابت نہیں ؛ تاہم اگر ذکر کرنا چاہے تو فقہاء نے آہستہ آہستہ ذکر اور تلاوت کی اجازت دی ہے اور زور سے ذکر کرنے کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے۔ فقہ حنفی کی مشہور ومستند کتاب ''البحر الرائق'' میں ہے:

''ینبغی لمن تبع جنازةً أن یطیل الصمت ویکره رفع الصوت بالذکر وتلاوة القرآن وغیرهما فی الجنازة والکراهة فیها کراهة تحریم''. (البحر الرائق، کتاب الجنائز، فصل السلطان أحق به بصلاته: ۳۳۶/۲، دار الکتب العلمیة بیروت، انیس) (جنازہ کے ساتھ چلنے والوں کے لیے مناسب ہے کہ طویل خاموشی اختیار کرے، ذکر، قرأت قرآن، وغیرہ کرتے ہوئے آواز بلند کرنا مکروہ ہے اور مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی ہے۔) (کتاب الفتاویٰ: ۳/۱۸۷-۱۸۸)

(۱) الفتاوی التاتارخانیة: ۱۵۲/۲

الجواب ـــــــــــــــــــــــ حامدًا ومصلياً

شامی نے ملتقیٰ سے روایت نقل کی ہے:

"عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أنه كره رفع الصوت عند قراء ة القرآن والجنازة والزحف والتذكير، آه". (۱)

"ويكره رفع الصوت بالذكر لما روى عن قيس بن عبادة رضى الله تعالىٰ عنه أنه قال: كان أصحاب رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يكرهون الصوت عند ثلاثة: عند القتال وعند الجنازة والذكر، ولأنه تشبه بأهل الكتاب، فكان مكروها". (۲)

"ويكره رفع الصوت بالذكر وقرأة القرآن وغيرهما في الجنازة". (۳)

اس کی تصریح کے بعد کسی علت کو معلوم کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۱۳/۱۱/۱۳۸۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۲/۹)

جنازہ کا ہلکا بھاری ہونا:

سوال: بعض جنازہ جب اٹھاتے ہیں تو ہلکا ہوتا ہے، کچھ دور چلنے کے بعد کافی بھاری ہوجاتا ہے اور بعض جنازے بالکل ہلکے پھلکے ہوتے ہیں۔ اس میں کوئی وجہ ہوتو جواب سے نوازیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ حامدًا ومصلياً

بعض جنازے میں ملائکہ شرکت فرماتے ہیں اور اس کو اٹھاتے ہیں، اتنا تو حدیث میں ہے، ممکن ہے اس میں غور کرنے سے آپ کا مسئلہ بھی کچھ حل ہوجائے۔ (۴)

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جس طرح ایک متقی شخص اپنی حیات میں بندوں کے لیے راحت وآرام کا باعث تھا، اسی طرح

---

(۱) ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة فصل في البيع: ۳۹۸/۶، سعيد

(۲) بدائع الصنائع، الجنائز، فصل في حمل الجنازة: الكلام في حمله: ۳۳۵/۲، دار الكتب العلمية بيروت

(۳) البحر الرائق، كتاب الجنائز، فصل: السلطان أحق بصلاته: ۳۳۶/۲، رشيدية

(۴) لما مات سعد بن معاذ رضى الله تعالىٰ عنه وكان رجلاً جسيماً جزلا ... فقال صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "والذي نفسي بيده! لقد كانت الملائكة تحمل سريره"... عن نافع قال: بلغني أنه شهد سعد بن معاذ سبعون ألف ملك، لم ينزلوا إلى الأرض". الحديث. (الطبقات الكبرىٰ لابن سعد، طبقات البدريين من الأنصار، مناقب سعد بن معاذ: ۴۳۰/۳، دار صادر، بيروت)

عن ثوبان رضى الله تعالىٰ عنه قال: خرجنا مع النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في جنازة فرأى ناسا ركبانا فقال: "ألا تستحيون أن ملائكة الله علىٰ أقدامهم وأنتم علىٰ ظهور الدواب"؟ (جامع الترمذي، أبواب الجنائز، باب ما جاء في كراهية الركوب خلف الجنازة: ۱۹۶/۱، سعيد)

==

موت کے بعد بھی ہو اور جس طرح ایک فاسق وفاجر شخص اپنی زندگی میں لوگوں کے لیے ایذاءرسانی اور تکلیف کا باعث تھا، اسی طرح بعد الوفات بھی وہ اپنی حیات کی ایک جھلک کے طور پر لوگوں پر بوجھ بن رہا ہو، جیسا کہ ذیل کی حدیث اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے:

عن أبي قتادة بن ربعي الأنصاري رضي الله تعالىٰ عنه أنه كان يحدث أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مر عليه بجنازة قال: "مستريح ومستراح منه" قالوا: يارسول الله! ما المستريح والمستراح منه؟ قال: " العبد المؤمن يستريح من نصب الدنيا وأذاها إلىٰ رحمة الله، والعبد الفاجر يستريح منه العباد والبلاد والشجر والدواب". (۱)

قال الحافظ ابن حجر: "أن يكون المراد براحة العباد منه لما يقع لهم من ظلمه وراحة الأرض منه لما يقع عليها من غضبها ومنعها من حقها وصرفه في غير وجهه وراحة الدواب مما لايجوز من اتعابها، والله أعلم". (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱/۱۴۰۱ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۲/۹)

اعمال کا اثر مردہ کے وزن پر نہیں ہوتا:

سوال: اکثر جسیم آدمی کی لاش سبک ہوتی ہے اور لاغر وجود آدمیوں کی گراں۔ کیا گرانی اعمال صالحہ اور سبک اعمال بد کا نشان ہے، یا برعکس، یا کیا؟

الجواب

اس گرانی اور سبکی کی وجہ سے کچھ حکم نہیں کر سکتے، یہ امر مفوض بحکم الٰہی ہے کہ عند اللہ کون اچھا ہے اور کون برا۔ فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۷۷/۵)

جنازہ کے ساتھ جائے نماز لے جانا بے اصل ہے:

سوال: جنازہ کے ساتھ جائے نماز لے جانا کیسا ہے؟

الجواب

جائے نماز کفن میں داخل نہیں ہے، یہ بے اصل ہے اور اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۸۲/۵)

== قال الملا علي القاري تحت هذا الحديث: "حديث ثوبان بأن يدل علىٰ أن الملائكة تحضر الجنازة، والظاهر أن ذلك عام مع المسلمين بالرحمة ومع الكفار باللعنة، قال أنس رضي الله تعالىٰ عنه: مرت جنازة برسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فقام فقيل: إنها جنازة يهودي؟ فقال: "إنا قمنا للملائكة". (مرقاة المفاتيح، كتاب الجنائز، باب المشي بالجنازة والصلاة عليها، الفصل الثاني: ١٦٠/٤، رقم الحديث: ١٦٧٢، رشيدية)

(۱) صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب سكرات الموت: ٩٦٤/٢، قديمي

(۲) فتح الباري، كتاب الرقاق، باب سكرات الموت: ٤٤٣/١١، قديمي

جنازہ کے لیے بھاری پلنگ رکھنا کیسا ہے:

سوال: جنازہ کے لیے بھاری پلنگ رکھنا جس کو ہر شخص نہ اٹھا سکے، جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

جواز میں تو کچھ کلام نہیں ہے؛ مگر ہلکی چارپائی رکھنا بہتر ہے، جس کو سب اٹھا سکیں اور کندھے دے سکیں۔ فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۸۴/۵)

میت کو باجہ اور ناچ کے ساتھ قبرستان لے جانا اور قبر میں شجرہ رکھنا:

سوال: زید کی ماں جس کی عمر ۸۰/سال ہوگئی، وہ انتقال کرگئی، ان کا جنازہ پیر بھائیوں کے انتظار میں ۲۴/گھنٹے روکا گیا، اس کے بعد اس میت کو گھر سے قبرستان تک انگریزی باجوں کے ساتھ ناچ کراتے ہوئے منزل دے کر لے جایا گیا، زید کا قول ہے کہ یہ ہر وقت میں جائز ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ قبر میں شجرہ رکھنا مناسب ہے، یا نہیں؟

الجواب حامدًا و مصلیاً

پیر بھائیوں کے انتظار میں ۲۴/گھنٹے نعش روکنا، (۱) اور ناچ باجے کے ساتھ قبر تک لے جانا شرعاً غلط ہے اور معصیت کبیرہ ہے۔ (۲) اس کو علی الاعلان توبہ واستغفار کرنا ضروری ہے، (۳) اور ایسے الفاظ کے ارتکاب سے سلب ایمان کا خطرہ ہونے کی بنا پر توبہ واستغفار اور احتیاطاً تجدید نکاح ضروری ہے۔

---

(۱) عن عبد الله بن عمر رضی الله تعالٰی عنهما قال: سمعت النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم یقول: "إذا مات أحدکم، فلا تحبسوه، و أسرعوا به إلٰی قبره". الحدیث. رواه البیهقی فی شعب الإیمان". (مشکٰوة المصابیح، کتاب الجنائز، باب دفن المیت، الفصل الثالث، ص: ۱٤۹، قدیمی)

قال القاری: "فلاتحبسوه": أی لاتؤخر دفنه من غیر عذر، قال ابن الهمام: یستحب الاسراع بتجهیزه کله من حین یموت" (وأسرعوا به إلٰی قبره)" وهو تأکید وإشارة إلٰی سنة الاسراع فی الجنازة". (مرقاة المفاتیح، باب دفن المیت، الفصل الثالث: ۸۱/٤، رقم الحدیث: ۱۷۱۷، مکتبة أشرفیة دیوبند، انیس)

(۲) وأما الرقص والتصفیق والصریخ وضرب الأوتار والصنج والبوق الذی یفعله بعض من یدعی التصوف، فإنه حرام بالاجماع؛ لأنها زی الکفار، کما فی سکب الأنهٰر". (حاشیة الطحطاوی، کتاب الصلاة، قبیل باب ما یفسد الصلاة، ص: ۳۱۹، قدیمی)

(۳) ناچ، مزامیر وغیرہ حرام اور معصیت ہیں اور یہ کہنا کہ: ''ہر وقت میں جائز ہے'' ایسے الفاظ گناہ کو خفیف سمجھ کر کہنے کو فقہائے کرام نے الفاظ کفر میں شمار کیا ہے۔

"ومنها أن استحلال المعصیة صغیرةً کانت أو کبیرةً کفر، إذا ثبت کونها معصیة بدلالة قطعیة، وکذا الاستهانة بها کفر، بأن یعدها هینة سهلة، ویرتکبها من غیر مبالاة بها، ویجریها مجری المباحات فی ارتکابها" (شرح الفقة الأکبر للقاری، مطلب: استحلال المعصیة، آه، ص: ۱٥۲، قدیمی)

ثـم إن كـانـت نية القائل ... الوجه الذى يوجب التكفير، لاتنفعه فتوىٰ المفتى، ويؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلك وبتجديد النكاح بينه وبين امرأته.(۱)

قبر میں میت کے ساتھ شجرہ رکھنا ثابت نہیں، اس میں مظنہ ہے کہ میت کے جسم سے کچھ مواد نکلے، جس سے وہ شجرہ بھی ملوث ہو جائے؛ اس لیے شجرہ بھی نہیں رکھنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۲۱/۱۰/۱۳۹۴ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۹/۴۴-۴۵)

قبرستان میں جوتا پہن کر چلنا:

سوال: یہاں ایک امام صاحب ہیں، آج ایک میت کے شامل قبرستان گئے اور جوتا پہنے ہوئے قبرستان کے اندر داخل ہو گئے، ہم لوگوں نے کہا کہ جوتا باہر اتار دیں؛ لیکن بجائے جوتا اتارنے کے اپنا مسئلہ بیان کرتے ہیں کہ قبرستان میں جوتا پہن کر گھومنا پھرنا جائز ہے۔ سوال قبرستان کے اندر جوتا پہن کر گھومنا پھرنا درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

ترمذی شریف میں ہے:

عـن جـابـر رضـى اللّٰه عنه قال: نهى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أن نجصص القبور وأن يكتب عليها وأن تؤطأ.(۲)

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ قبریں پختہ کی جاویں اور ان پر کچھ لکھا جاوے اور ان کو روندا جاوے؛ یعنی ان پر چلا پھرا جاوے۔)

اس حدیث شریف سے جیسا کہ قبروں کی نہایت تعظیم اور زیب وزینت منع ہے، ویسا ہی ان کی توہین بھی منع ہے، لہٰذا اپنے اختیار سے ان پر نہ چلیں، پھریں، حفاظت قبرستان مستحب ہے۔

مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ہے:

"أخـرج سـعيـد بـن منصور عن ابن مسعود أنه سئل عن الوطء على القبر قال كما أكره أذى المؤمن فى حياته فانى أكره أذاه بعد موته". (۲)

---

(۱) الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل في إجراء كلمة الكفر: ۲۸۲/۷، مكتبة زكريا ديوبند، انيس
عـن أنس بن مالك رضى اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: للّٰه أشد فرحا بتوبة عبده حين يتوب إليـه، مـن أحـدكـم كـان راحلته بأرض فلاة فانفلتت منه، وعليها طعامه و شرابه فأيس منها، فأتى شجرة فاضطجع فى ظلها قد أيس من راحته، فبينا هو كذلك إذا هو بها قائمة عنده، فأخذ بخطامها ثم قال من شدة الفرح اللّٰهم أنت عبدى وأنا ربك أخطأ من شدة الفرح. (الصحيح لمسلم، باب فى الحض على التوبة والفرح بها: ۳۵۵/۲، رقم الحديث: ۲۷۴۷، قديمى)

(۲) جامع الترمذى، كتاب الجنائز، باب ماجاء كراهية تجصيص القبور والكتابة عليها: ۲۰۳/۱، قديمى، انيس

(۳) مرقاة المفاتيح كتاب الجنائز، باب دفن الميت: ۴۴۰/۵، انيس

اس حدیث شریف سے ظاہر ہے کہ جن باتوں سے زندے کو تکلیف پہونچتی ہے، ان سے مُردے کو بھی تکلیف پہونچتی ہے، لہذا جوتا پہن کر، یا ننگے پاؤں بلاضرورت قبر کو نہ روندا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد بشیر احمد قاسمی، ۸/ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۵۲۶/۲)

شروع میں جنازہ اٹھانے والوں کو کھانا کھلانا:

سوال: ہمارے یہاں یہ بات ضروری سمجھتے ہیں کہ جو شخص میت کے اہل خانہ کے علاوہ جنازہ کو شروع میں اٹھاتا ہے تو پھر اس کو کھانا کھلانا ضروری سمجھتے ہیں اور اگر وہ شخص کھانا نہ کھائے تو اس کو گناہ سمجھتے ہیں اور یہاں پر یہ بات بھی ہے کہ جب کسی کے یہاں میت ہوجاتی ہے تو محلّہ کی عورتیں اس کے یہاں تھوڑا تھوڑا اناج لے کر آتی ہیں، جس کو پھر شیخ، یا کوئی فقیر اٹھا کر لے جاتا ہے۔ یہ بات شرعا درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

یہ بالکل بے بنیاد اور غلط چیز ہے، شرعا اس کی کوئی اصل نہیں۔

(مبتدع) أی صاحب بدعة: وهی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لا بمعاندة تنوع شبهة". (۱) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۴/۹)

بے نمازی کے جنازہ کو بطور سزا تین جھٹکے دینا:

سوال: زید نے اپنی زندگی میں کبھی نماز نہیں پڑھی، صرف عیدین کی پڑھتا تھا، بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ سب نمازی اس کی میت کو تین جھٹکے دیں، تب نماز پڑھیں، ورنہ سب گناہ گار ہوں گے۔ کیا یہ طریقہ درست ہے؟ اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

نماز فرض عین ہے، عمر بھر اس کو ادا نہ کرنا بہت بڑا جرم ہے اور سخت محرومی ہے۔ (۲) اللہ پاک معاف فرمائے، جنازہ اس پر بھی لازم ہے، تین جھٹکے دینا شرعاً ثابت نہیں، پرلے درجے کی جہالت ہے، بغیر جھٹکے دیئے اس کے جنازہ کی نماز پڑھ کر اس کو دفن کیا جائے، بغیر نمازِ جنازہ دفن کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

---

(۱) الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۶۰/۱، سعيد

(۲) عن جابر يقول سمعت النبى صلى الله عليه وسلم يقول: إن بين الرجل وبين الشرك و الكفر ترك الصلاة. (الصحيح لمسلم، كتاب الإيمان، باب بيان إطلاق اسم الكفر علىٰ من ترك الصلاة: ۶۱/۱، قديمى)

"عن عبد الله بن بريده عن أبيه رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " إن العهد الذى بيننا وبينهم الصلاة، فمن تركها، فقد كفر". (جامع الترمذى، باب ماجاء فى ترك الصلاة: ۹۰/۲، سعيد)

"عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "الجهاد واجب عليكم مع كل أمير براً كان أو فاجرًا...والصلاة واجبة علىٰ كل مسلم براًكا ن أوفاجراً وإن عمل الكبائر". (۱)

"فكل مسلم مات بعد الولادة،يصلى عليه صغيراًكان أو كبيراًذكراً كان أوأنثیٰ حراًكان أوعبداً إلا البغاة وقطاع الطريق ومن بمثل حالهم إلخ". (۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ،۱۴/۷/۱۳۸۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۶۱۶/۸)

بے نمازی مردے کو گھسیٹنے کی بات غلط مشہور ہے:

سوال: یہ بات مشہور ہے کہ جس شخص کو اس کی مدت العمر میں لوگوں نے کبھی نماز نہ پڑھتے دیکھا ہو، اس کے جنازے کی نماز نہ پڑھی جاوے اور چالیس قدم تک گھسیٹ کر جب نماز پڑھی جاوے۔ درحقیقت یہ بات ٹھیک ہے، یا نہیں؟

الجواب

یہ قول غلط مشہور ہے، نماز جنازہ ہر ایک نیک و بد کی پڑھنی چاہیے اور گھسیٹنا درست نہیں، اس کے لیے استغفار کرنا چاہیے، ذلیل نہ کرنا چاہیے کہ آخر کلمہ گو مسلمان ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۹۳/۵)

بے نمازی کی لاش گھسیٹنا جائز نہیں:

سوال: ایک شخص مر گیا ہے، جس نے تمام عمر میں کبھی نماز نہیں پڑھی تھی، اس کی نماز جنازہ چالیس قدم بذریعہ رسی کے کھینچ کر ایک دوسرے شخص نے پڑھائی۔ ان لوگوں کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب

واقعی رسی میں باندھ کر بے نمازی مسلمان کے کھینچنے کا شریعت سے حکم نہیں ہے، ایسا نہ کرنا چاہیے تھا، اس کے لیے استغفار کرنا چاہیے اور نماز جنازہ بے نمازی مسلمان کی پڑھنی چاہیے، لقوله عليه الصلاة والسلام: "صلوا على كل بر وفاجر". (۳) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۹۳/۵)

---

(۱) سنن أبي داؤد، كتاب الجهاد، باب في الغزو مع أئمة الجور: ۳۵۰/۱، إمدادية

(۲) بدائع الصنائع، فصل في بيان صلاة الجنازة: وأما بيان من يصلى عليه: ۳۳۶/۲، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)
وهي فرض علىٰ كل مسلم خلا أربعة: بغاة وقطاع طريق، الخ". (الدر المختار، باب الجنائز: ۲۱۰/۲، سعيد)

(۳) شرح الفقه الأكبر، ص: ۹۱

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الجهاد واجب عليكم مع كل أمير براً كان أو فاجراً وإن عمل الكبائر والصلاة واجبة علىٰ كل مسلم براً كان أوفاجراً وإن عمل الكبائر. (سنن أبي داؤد، كتاب الجهاد، باب في الغزو مع أئمة الجور: ۳۵۰/۱، مكتبة حقانية لاهور، انيس)

نمازِ جنازہ کہاں پڑھیں:

سوال: میت کو نمازِ جنازہ کے لیے مسجد لے جانا بہتر ہے، یا قبرستان ہی میں پڑھانا بہتر ہے؟ حنفی مسلک کو مدنظر رکھتے ہوئے جواب دیں؟ (محمد عبدالحکیم، کلوا کرتی)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک بلا عذر مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنا مکروہ ہے، (۱) چناں چہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: ''جس نے مسجد میں میت پر نمازِ جنازہ پڑھی، اس کے لیے کوئی اجر نہیں''۔

''عن أبی هريرة رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم: من صلّٰی علی جنازة في المسجد فلا شئ له''. (۲)

چناں چہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ سے قریب ہی نمازِ جنازہ کے لیے الگ جگہ بنی ہوئی تھی؛ اس لیے قبرستان میں، یا مساجد کے قریب، کچھ خالی جگہ جنازہ کے لیے مخصوص کردینی چاہیے۔ ہاں اگر کوئی عذر ہو، جیسے: بارش ہو، یا مسجد کے علاوہ کوئی کشادہ جگہ موجود نہ ہو، جہاں جنازہ کی نماز ہو سکے تو مساجد میں بھی نمازِ جنازہ ادا کرنے کی گنجائش ہے۔

''ولاتكره بعذر المطر ونحوه، هٰكذا فی الكافی''. (۳) (کتاب الفتاویٰ: ۱۸۲/۳)

کشادہ جگہ میں نمازِ جنازہ:

سوال: ہمارے وطن میں جنازہ کی نماز کے سلسلہ میں یہ اختلاف ہو رہا ہے کہ ہمارے یہاں عیدگاہ بھی موجود ہے، کچھ لوگ نماز عیدین عیدگاہ میں ادا کرتے ہیں اور کچھ لوگ قصبہ میں ایک مسجد ہے اس مسجد کے سامنے مسجد سے الگ کشادہ جگہ ہے، وہاں پر ہر سال عید کی نماز پڑھتے ہیں۔ اس کشادہ جگہ میں نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا ومصليًا

اس کشادہ جگہ میں بھی نماز جنازہ پڑھنا درست ہے۔ (۴) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۵/۹/۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۰۶/۸)

---

(۱) تكره الصلاة على الجنازة فی مسجد جماعة عندنا وبه قال مالک. (الحلبی الكبير، كتاب الصلاة، فی بحث الرابع، ص: ۵۸۸، ۵۸۹، فيصل اكادمی لاهور، انيس)

(۲) سنن أبي داؤد، أبواب الجنازة فی المسجد: ۹۸/۲، رقم الحديث: ۳۱۹۱، مكتبة حقانية، ملتان

(۳) الفتاوىٰ الهندية، الباب الهادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الخامس من الصلاة على الميت: ۱۶۵/۱

(۴) واختلفوا أيضاً فی مصلى العيدين أنه هل هو مسجد؟ والصحيح أنه مسجد فی حق جواز الإقتداء وإن لم تتصل الصفوف، لأنه أعد للصلاة حقيقة، لافی حرمة دخول الجنب والحائض''. (البحر الرائق، باب الجنائز، فصل: السلطان أحق بصلاته: ۳۲۸/۲، رشيدية)

==

اہل حرمین کی طرح اگر مسجد میں جنازہ کی نماز ادا کی جائے تو کیا حکم ہے:

سوال: نماز جنازہ در مسجد خواندن جائز است، یا مکروہ؟ اہل حرمین شریفین کہ در حرم مطہرہ مسجد نبوی بعین صحن مسجد نبوی نماز جنازہ می خوانند اگر تمسکا بفعلہم در صحن مسجد نماز جنازہ ادا کردہ شود بلا کراہت جائز است، یا نہ؟

الجواب

در مسجد جماعت ادائے صلوٰۃ جنازہ مکروہ است، **بناء علی أن المسجد إنما نبی للمکتوبة وتوابعها کنافلة وذکر وتدریس علم وهو الموافق لإطلاق حدیث أبی داؤد: "من صلی علی میت فی المسجد فلاصلاة له.** (۱) وباوجودیکہ تصریح فقہاء احناف بکراہت نماز جنازہ در مسجد دریں درباراز عمل اہل حرمین استدلال کردہ قائل بجواز آں در ہمہ بلاد و ہمہ اوقات شدن صحیح نخواہد بود۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۱۹/۵-۳۲۰)

نماز جنازہ کے لیے حطیم میں کھڑے ہونا:

سوال: حرم شریف میں تقریباً روزانہ کسی نہ کسی نماز کے بعد جنازہ ہوتا ہے، اکثر لوگ حطیم میں کھڑے ہو کر نماز جنازہ پڑھتے ہیں، جب کہ امام مقام ابراہیم کے پاس کھڑا ہوتا ہے تو کیا حطیم میں نماز جنازہ ادا ہو جاتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

متقدمین سے تو یہ مسئلہ منقول نہیں، البتہ علامہ شامیؒ نے ایک رومی عالم کی گفتگو نقل کی ہے کہ وہ اس کو درست نہیں سمجھتے تھے اور علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ وہ خود کو صحیح سمجھتے ہیں۔ (۲)

جہاں تک مجھے معلوم ہے عام نمازوں میں بھی اور نماز جنازہ میں بھی لوگوں کو حطیم شریف میں کھڑے نہیں ہونے دیا جاتا۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۸۲/۴-۳۸۳)

== "ولاتکره صلاة جنازة فی مسجد أعد لها، وکذا فی مدرسة ومصلی عید؛ لأنه لیس لها حکم المسجد فی الأصح. (حاشیة الطحطاوی، باب أحکام الجنائز، فصل: السلطان أحق بصلاته، ص: ۵۹۵، قدیمی)

(۱) عن أبی هریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من صلی علی جنازة فی المسجد فلا شیئ له. (سنن أبی داؤد، کتاب الفرائض، أبواب الجنازة فی المسجد: ۹۸/۲، مکتبة حقانیة، ملتان) / (الدر المختار علی هامش رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة: ۱۱۸/۳-۱۲۰، دار الکتاب دیوبند، انیس)

(۲) وهو ما لو کان المقتدی فیها والامام خارجها، والظاهر الصحة ان لم یمنع منها مانع من التقدم علی الامام عند اتحاد الجة ... قلت: ولما حججت سنة ثلاث وثلاثین ومأتین وألف اجتمعت فی منی سقی الله عهدها مع بعض أفاضل الروم من قضاة المدینة المنورة فسألنی عن هذه المسئلة؟ فقلت له: ما تقدم، فقال: لایصح الاقتداء؛ لأن المقتدی یکون أقوی حالا من الإمام لکونه داخلها والامام خارجها. (رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الصلاة فی الکعبة: ۱۵۸/۳، دار الکتاب دیوبند، انیس)

نماز جنازہ حرمین شریفین میں کیوں ہوتی ہے:

سوال: تازہ شمارے میں آپ نے فرمایا ہے کہ جہاں پنج گانہ نماز با جماعت ہوتی ہے، وہاں نماز جنازہ مکروہ ہے، جب کہ کعبہ شریف، مسجد نبوی اور دیگر مسجدوں میں اسی جگہ نماز جنازہ پڑھاتے ہیں تو وہ کیا نہیں پڑھنا نہیں چاہیے؟

الجواب

عذر اور مجبوری کی حالت مستثنیٰ ہے، حرمین شریفین میں اتنی بڑی جگہ میں اتنے بڑے مجمع کا بہ سہولت منتقل نہ ہوسکنا کافی عذر ہے۔(۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۸۳/۴)

جنازہ کے بارے میں عام مساجد کو حرمین پر قیاس نہ کیا جائے:

سوال: مسجد میں نماز جنازہ سے روکا جائے تو بعض لوگ مسجد حرام کا حوالہ دیتے ہیں کہ وہاں ہوتا ہے، لہذا یہاں بھی جائز ہونا چاہیے۔ اس اشکال کا مدلل جواب تحریر فرمائیں؟ کیا مسجد حرام پر عام مساجد کو قیاس کرنا درست ہے؟

الجواب

حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً وکرامۃً اس حکم سے مستثنیٰ ہیں اور فقہاء کرام نے اس استثنا کی چند وجوہ ذکر فرمائی ہیں، جو درج ذیل ہیں:

وإما مساجد الحرام فمستثنٰی کما صرح به ابن الضیاء إذ هو موضوع للاداء المکتوبات و الجمعة والعیدین وصلاة الکسوف والخسوف وصلاة الجنازة والإستسقاء ولعله لهذا المعنی جمع فی قوله تعالٰی إنما یعسر مساجد الله ولکبره أو وسعه قدره أو لتعظیم أمره أو لاشتماله علٰی جهات کل جهة بمنزلة مسجد أو لأنه، قبلة المساجد کلها، آه. (شرح النقایة: ۱۳۷/۱) فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ (خیر الفتاویٰ: ۲۸۴/۳)

مسجد میں نماز جنازہ کی تفصیل:

سوال: نماز جنازہ بلا عذر بارش وغیرہ مسجد جماعت پنج گانہ میں پڑھنا کیسا ہے، جائز بلا کراہت ہے، یا مکروہ ہے؟ اگر مکروہ ہے تو مکروہ تحریمی ہے، یا تنزیہی ہے؟ میت مسجد میں ہو تو کیا حکم ہے اور اگر میت مسجد سے خارج ہو اور نمازی اندر ہوں تو کیا حکم ہے؟

(المستفتی: ۲۰۵۳، چودھری علی بخش ومراد بخش صاحب (جالندھر) ۱۵/رمضان ۱۳۵۶ھ، مطابق ۲۰/نومبر ۱۹۳۷ء)

---

(۱) **وإذا کان ما ذکرناه عذرا فلا کراهة أصلا والله تعالٰی أعلم.** (رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب مهم اذا قال ان تسمت فلاناً فی المسجد یتوقف علٰی کون الشاتم فیه، الخ/ وأیضا فی الهندیة، کتاب الصلاة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز: ۱۶۶/۱، دار الفکر بیروت)

الجواب

اگر کوئی عذر مثلاً بارش، یا پاک زمین میسر نہ ہونے کی وجہ سے نماز جنازہ مسجد میں پڑھ لی جائے تو حنفیہ کے نزدیک بھی بلا کراہت جائز ہے،(۱) اور بلا عذر ہو تو حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے کراہت تحریمی کے بھی بعض فقہا قائل ہیں؛(۲) مگر راجح کراہت تنزیہی ہے۔(۳) جنازہ باہر ہو اور نمازی مسجد میں، یہ صورت خفیف ترین ہے،(۴) اس کے بعد یہ کہ جنازہ مسجد میں ہو اور نمازی باہر ہوں،(۵) اور جنازہ و نمازی دونوں مسجد میں ہوں، یہ پوری کراہت والی صورت ہے۔(۶)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی: ۱۱۱/۴)

مسجد میں نماز جنازہ کی تحقیق:

سوال: آیا یہ فتوی عندالاحناف صحیح ہے، یا غلط اور اس فتوے میں علماء کرام نے جو عبارتیں فقہ کی کتابوں کا حوالہ دے کر تحریر فرمائی ہیں، کیا ان کتابوں میں جن کا حوالہ دیا گیا ہے موجود ہیں، یا یونہی غلط حوالے پیش کر دیئے گئے ہیں؟ اگر موجود ہیں تو از راہ عنایت تصدیق فرما دیں؟

ذیل کے دو قولوں میں سے کس کا قول صحیح ہے، مولوی محمد اسماعیل صاحب کا، یا مولوی محمد عبدالسلام صاحب کا؟

قول مولوی محمد اسماعیل صاحب: ’’مسجد جماعت میں نماز جنازہ مذہب حنفی میں بلا عذر و بلا کراہت درست ہے‘‘۔

قول مولوی محمد عبدالسلام صاحب: مسجد جماعت میں نماز جنازہ حنفی کے نزدیک بحالیکہ میت و مصلی دونوں مسجد میں ہوں بلا عذر مکروہ ہے۔

---

(۱) إنما تكره في المسجد بلاعذر فإن كان فلا، ومن الأعذار المطر كما في الخانية. (ر المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ۲۲۶/۲، ط: محمد سعيد)

(۲) (وكرهت تحريمًا)، وقيل (تنزيهًا في مسجد جماعة هو) أي الميت (فيه) وحده، أو مع القوم. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ۲۲٤/۲، ط: سعيد)

(۳) ثم هي كراهة تحريم أو تنزيه روايتان ويظهر لي أن الأولىٰ كونها تنزيهية (فتح القدير، كتاب الصلاة، أبواب الجنائز، فصل في الصلوة على الميت: ۱۲۸/۲، مصطفى حلبي مصر)

(۴) اس لیے کہ اس صورت میں مکروہ ہونے اور نہ ہونے میں اختلاف ہے اور اختلاف کی وجہ سے خفیف آ جاتی ہے۔ ’’وان كانت الجنازة وحدها في الخارج، فمختلف. (الفتاویٰ البزازية علىٰ الهندية، فصل في الجنائز: ۷۹/۱، كوئٹہ)

(۵) اس لیے کہ جو علما مسجد میں جنازے کی کراہت کی وجہ ’’ اشتغال بمالم يبن له‘‘ کو قرار دیتے ہیں، ان کے نزدیک یہ صورت مکروہ ہی نہیں۔ (قوله وإن كان شغل المسجد بمالم يبن له، فتنزيهية) فلو كان الميت موضوعًا في المسجد والناس خارجة، لاتكره (حاشية الطحطاوي على المراقي، أحكام الجنائز، ص: ۳٦۰، بيروت)

(٦) اس لیے کہ یہ صورت بالاتفاق مکروہ ہے ’’وإن كان الكل في المسجد، يكره بالإتفاق. (الفتاویٰ البزازية علىٰ الهندية، نوع الخامس والعشرون في الجنازة: ۷۹/٤، ط: كوئٹة)

الجواب ــــــــــــــــــــــ الأول

قول مولوی محمد عبدالسلام صاحب نزدیک احناف کے صحیح تر ہے۔

"ولایصلی علٰی میت فی مسجد جماعة". (القدوری)(۱)

محمد عبدالحق از دہلی بلیماران

الجواب ــــــــــــــــــــــ الثانی

حسب مذہب حنفیہ قول دوم صحیح ہے۔(۲) واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

الجواب ــــــــــــــــــــــ الثالث

قول مولوی محمد عبدالسلام صاحب کا صحیح ودرست ہے۔ مذہب احناف میں نماز جنازہ مسجد جماعت میں بلاعذر بالاتفاق مکروہ ہے۔ ہاں درصورت کہ میت خارج مسجد ہو اور مصلی مسجد میں ہوں، اس حالت میں بعض کے نزدیک مکروہ ہے۔ دلیل کراہت مسجد جماعۃ کتب فقہ میں مذکور ہے، چناں چہ ہدایہ میں ہے:

(ولا یصلٰی علی میت فی مسجد جماعة) لقول النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم من صلٰی علی جنازة فی المسجد فلا أجر له لأنه بنی لأداء المکتوبات ولأنه یحتمل تلویث المسجد، وفیما إذا کان المیت خارج المسجد، اختلف المشائخ. (۳)

حررہ محمد یعقوب عفی عنہ، مدرس مدرسہ نظامیہ حیدرآباد

الجواب ــــــــــــــــــــــ الرابع (ملخصا)

قول مولوی محمد عبدالسلام صاحب کا صحیح اور موافق مذہب مفتی بہ کے ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

حررہ الراجی رحمۃ رب الخافقین احمد حسین عفی عنہ مدرس مدرسہ مظہر العلوم شہر بنارس

الجواب ــــــــــــــــــــــ الخامس

ہوالمصوب، قول مولوی محمد عبدالسلام صاحب کا صحیح ہے۔ عامہ کتب متون وشروح وفتاویٰ میں تصریح موجود ہے کہ

---

(۱) مختصر القدوری، باب الجنائز، ص: ۳۷، ط: سعید

(۲) (ولایصلی علٰی میت فی مسجد جماعة) لقول النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم من صلٰی علٰی جنازة فی المسجد فلا أجر له؛ لأنه بنی لأداء المکتوبات ولأنه یحتمل تلویث المسجد، وفیما إذا کان المیت خارج المسجد، إختلف المشائخ. (الهدایة، کتاب الصلاة باب الجنائز، فصل فی الصلاة علی المیت: ۱/۱۸۱، مکتبة شرکة علمیة)

(۳) الهدایة، کتاب الصلاة، باب الجنائز، فصل فی الصلاة علی المیت: ۱/۱۹۳، مکتبة شرکة علمیة

مسجد میں جنازہ رکھ کر نماز پڑھنے کی ممانعت اتفاقی ہے اور کسی کا اختلاف نہیں ہے اور کراہت بھی علی اصح الاقوال تحریمی ہے۔قدوری میں ہے:

"ولا يصلى على الميت فى مسجد جماعة"،آه.(۱)

برجندی میں ہے:

"ولايصلى على الميت فى مسجدجماعة إتفاقا إذا وضعت الجنازة فيه"،آه.

درمختار میں ہے:

(وكرهت تحريمًا) وقيل (تنزيهًا فى مسجدجماعة هو)أى الميت (فيه) وحده أومع القوم (واختلف فى الخارجة عن المسجد عليه وحده أو مع بعض القوم (والمختارالكراهة) مطلقًا ... لإطلاق حديث أبى داؤد من صلّٰى على ميت فى المسجد فلا صلاة له،آه.(۲)

فتاوی عالمگیری میں ہے:

"وصلاة الجنازة فى المسجد الذى تقام فيه الجماعة مكروه سواءٌ كان الميت والقوم فى المسجد أوكان الميت خارج المسجد والقوم فى المسجد أوكان الامام مع بعض القوم خارج المسجد والقوم الباقى فى المسجد أوالميت فى المسجد والإمام والقوم خارج المسجد هو المختار"،آه.(۳)

شرح معانی الآثار میں ہے:

عن أبى هريرة عن النبى صلى الله عليه وسلم قال:من صلّٰى على جنازة فى مسجد فلا شئ له.(۴)

اور بیان دلائل کراہت تحریر فرما کر لکھتے ہیں:

"وهٰذا الذى ذكرنا من النهى عن الصلوة على الجنازة فى المسجد وكراهتها قول أبى حنيفة ومحمد وهوقول أبى يوسف رحمه الله تعالٰى أيضاً"،آه.(۵)

اسی طرح اور کتب معتبرہ میں ہے بوجہ طوالت اور عبارات نقل نہیں کی گئیں۔والله أعلم

کتبہ ابوالامجد محمد عبدالعلیم اصلح اللہ حالہ وانجح آمالہ (از عازی پور)

---

(۱) ولا يصلى علٰى ميت فى مسجد جماعة.(مختصر القدورى،باب صلاة الجنازة،ص:۶۸،سعيد)

(۲) الدرالمختارعلٰى هامش رد المحتار،باب صلاة الجنازة:۱۱۸/۳-۱۱۹،دار الكتاب ديوبند

(۳) الفتاوىٰ الهندية،الباب الحادى والعشرون فى الجنائز،الفصل الخامس فى الصلاة على الميت: ۱۶۵/۱، ط: مكتبة ماجدية،كوئٹة

(۴) شرح معانى الآثار،باب الصلاة على الجنائز،هل ينبغى أن تكون فى المساجد أولاً : ۳۳۱/۱،ط:سعيد

(۵) الهداية،باب الجنائز،فصل فى الصلاة على الميت:۱۸۱/۱،مكتبة شركة علمية

الجواب ـــــــــــــــــــــــ السادس

مولوی محمد عبدالسلام کا قول کہ مسجد جماعت میں حنفی کے نزدیک بحالیکہ میت و مصلی دونوں مسجد میں ہوں، نماز جنازہ بلا عذر مکروہ ہے، کتب فقہ کی تصریح کے موافق ہے۔ درمختار میں ہے:

(وكرهت تحريماً) وقيل: (تنزيهاً في مسجد جماعة هو)أي الميت(فيه) وحده أومع القوم.(۱)

وكذا في حاشية رد المحتار:(بهذاالتقرير ظهر أن الحديث مؤيد للقول المختار من إطلاق الكراهة الذى هو ظاهر الرواية كما قدمناه.(۲)

لیکن مولوی اسماعیل صاحب کے قول میں چوں کہ جنازہ؛ یعنی میت کے مسجد میں ہونے نہ ہونے کی قید نہیں ہے؛ اس لیے علی الاطلاق والعموم تو مخالف مذہب حنفی ہوگا اور اگر ان کی مراد میت کے خارج از مسجد ہونے کی صورت ہو تو ایک روایت مذہب کے موافق ہوگا۔ **كذا في الشامي:وفي رواية لايكره إذا كان الميت خارج المسجد.(۳)**

مستفتی شاید کوئی عامی ہوگا؛ اس لیے حضرت مفتیؒ نے علت نہیں لکھی، ورنہ صاحب ہدایہ نے دو وجہ لکھی ہیں: **"لأنه بني لأداء المكتوبات،ولأنه يحتمل،تلويث المسجد.(۴)** واللہ اعلم

کتبہ سلطان احمد از مئو

الجواب ـــــــــــــــــــــــ السابع

مولوی عبدالسلام صاحب کا قول بھی صحیح نہیں ہے؛ اس لیے اگر جنازہ مع بعض مصلی کے خارج ہو اور بعض مصلی مسجد کے اندر تو یہ بھی علی القول المختار مکروہ ہے۔

في الدر المختار :(والمختار الكراهة) مطلقًا (خلاصة) بناءٌ علىٰ أن المسجد إنما بني للمكتوبة وتوابعها إلىٰ قوله:وهو الموافق لإطلاق حديث أبي داؤد.(۵) والله أعلم

محمد اسحاق عفی عنہ مدرس مدرسہ جامع العلوم کانپور

استفتاء دیگر:　نماز جنازہ مسجد میں پڑھنا مکروہ ہے تو کون سا مکروہ ہے، تحریمی، یا تنزیہی؟ مکروہ ہونے کی علت کیا ہے؟ کس وجہ سے مکروہ ہے؟

---

(۱) الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار،باب صلاة الجنائز:۲/ ۲۲٤،ط:محمد سعيد

(۲) ردالمحتار،باب صلاة الجنائز:۲/ ۲۲٦،ط:سعيد

(۳) رد المحتار،باب صلاة الجنائز،مطلب في كراهية صلاة الجنازة في المسجد:۲/ ۲۲۵،ط:سعيد

(۴) الهداية،باب الجنائز،فصل في الصلاة على الميت:۱/ ۱۸۱،ط:شركة علمية ملتان

(۵) الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار،باب صلاة الجنازة:۳/ ۱۱۸-۱۱۹،دار الكتاب ديوبند،انيس

عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من صلىٰ على الجنازة في المسجد، فلاشيء له.(أبو داؤد،باب الصلاة على الجنائز في المسجد:۲/ ۹۸،ط:سعيد)

سوال دوم: زید جانتا ہے کہ نماز جنازہ مسجد میں مکروہ ہے، اس نے پڑھی، زید کی نماز ہوئی، یا نہیں؟ اگر گناہ ہوا تو کس درجے کا؟

سوال سوم: نماز جنازہ مسجد میں پڑھنا حدیث سے ثابت ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

جواب: سوال اول، مکروہ تحریمی اور کئی بار لکھا گیا ہے اور علت پوچھنا آپ کو مناسب نہیں، حکم شریعت ہے، بس۔(١)

جواب: سوال دوم، ارتکاب گناہ کا کیا اور کراہت تحریمی کے ارتکاب سے کبیرہ ہوتا ہے۔(اس لیے عمل کے اعتبار سے مکروہ تحریمی حرام کے برابر ہوتا ہے تو جس طرح حرام کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے، اسی طرح مکروہ تحریمی کا ارتکاب بھی گناہ کبیرہ ہوگا).

جواب: سوال سوم ثابت نہیں ہوسکتا ہے اور جو منقول ہے اس کا جواب بھی ہے۔

حررہ محمد اسحاق عفی عنہ مدرس مدرسہ جامع العلوم از شہر کانپور (منقول از اشتہار واجب الاظہار المشتہر حکیم محمد عبد اللہ، شہر مالیگاؤں ضلع ناسک محلّہ بیل باغ دکان نمبر:١٩٨ (مطبوعہ حمیدی پریس بمبئی)

(المستفتی:١۴٥٢، عبدالحمید صاحب امام جامع مسجد کرلا بمبئی، ١٦ر ربیع الاول ١٣٥٦ھ، مطابق ٢٧ر مئی ١٩٣٧ء)

الجواب

استفتائے اول کے جوابات صحیح ہیں کہ جب جنازہ بھی مسجد میں ہو اور نمازی بھی مسجد میں ہوں تو حنفیہ کے نزدیک یہ نماز بلاعذر مکروہ ہے۔(٢) اور جنازہ خارج مسجد ہو اور نمازی بھی کل، یا بعض مسجد میں ہوں تو یہ صورت مختلف فیہ ہے، راجح یہ ہے کہ جو لوگ مسجد میں ہیں، ان کی نماز مکروہ ہے،(٣) اور اگر بعذر ہو تو کوئی صورت بھی مکروہ نہیں، استفتائے دوم میں کراہت تحریمی کا حکم دیا ہے، اسی طرح استفتائے اول کے جواب خامس میں کراہت تحریمی کو اصح کہا ہے، اس میں مجھے تامل ہے، میں حافظ ابن ہمام کے قول کے موافق کراہت تنزیہی کو راجح سمجھتا ہوں،(۴) اور جنازہ کا مسجد میں

---

(١) (وكرهت تحريمًا) وقيل (تنزيهًا في مسجد جماعة). (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ٢٢٤/٣، ط: سعيد)

(٢) إذا كان الكل في المسجد، يكره بالإتفاق. (الفتاوىٰ البزازية علىٰ هامش الهندية، الفصل الخامس والعشرون في الجنائز، نوع المختار أن الإمام الأعظم أولى: ٧٩/٤، ط: كوئتة)

(٣) وأجاب في النهر بحمل الإتفاق على عدم الكراهة في حق من كان خارج المسجد (أي مع الميت) ومامر، في حق من كان داخله. (ردالمحتار، باب صلاة الجنائز، مطلب في كراهة صلاة الجنازة في المسجد: ٢٢٥/٢، ط: سعيد)

(۴) ثم هي كراهة تحريم، أو تنزيه، روايتان، ويظهر لي أن لاالأولىٰ كونها تنزيهية. (فتح القدير، باب الجنائز، فصل في الصلاة على الميت: ١٢٨/٢، ط: مصطفى حلبي، مصر)

پڑھا جانا حدیث سے ثابت ہے،(۱) یہ دوسری بات ہے کہ ممانعت بھی حدیث میں موجود ہے،(۲) اور ثبوت کی روایت کو عذر کی حالت پر محمول کیا گیا ہے۔(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۴/۱۰۵-۱۰۸)

حضرت سعد کا واقعہ اور اس کا جواب:

سوال: مسلم شریف کی حدیث ذیل ہم حنفیوں کے لیے قابل حجت اور واجب العمل ہو سکتی ہیں، یا نہیں؟

عن أبی سملة بن عبد الرحمن أن عائشة لما توفی سعد بن أبی وقاص قالت:أدخلوا به المسجد.

الجواب

نہیں ہو سکتی، وہ موول ہے اور مبنی علی العذر ہے۔ علاوہ بریں دیگر حضرات نے اس پر انکار فرمایا ہے۔(۴) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۵/۲۹۴-۲۹۵)

مسجد میں نماز جنازہ کی تین صورتیں:

سوال: جنازہ کی نماز مسجد میں جائز ہے، یا نہیں؟ اور اگر ایسی صورت نہ ہو کہ جنازہ اور امام مسجد سے خارج ہو اور نمازی مسجد میں تو کیا یہ صورت جائز ہے؟

الجواب

اگر جنازہ اور امام اور مقتدی سب مسجد کے اندر ہوں تو یہ باتفاق ناجائز ہے اور اگر جنازہ اور امام اور ایک صف مقتدیوں کی مسجد سے خارج ہو، باقی مقتدی مسجد میں یہ باتفاق جائز ہے اور اگر صرف جنازہ مسجد سے خارج ہو اور مقتدی سب مسجد کے اندر ہوں اس میں اختلاف ہے۔ حلوانی اس کو بھی مکروہ کہتے ہیں، بعض فقہاء جائز کہتے ہیں، یہ تفصیل فتاوی بزازیہ میں ہے۔

---

(۱) عن أبی سلمة بن عبد الرحمٰن أن عائشة رضی اللّٰہ تعالٰی عنہالما توفی سعد بن أبی وقاص قالت: ادخلوا به المسجدحتٰی أصلی علیه ،فأنکرذلک علیها فقالت:واللّٰہ لقد صلی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم علٰی ابنی بیضاء فی المسجد سهیل وأخیه.(الصحیح لمسلم،فصل فی جوازالصلاة علٰی المیت فی المسجد: ۳۱۳/۱،قدیمی)

(۲) عن أبی هریرة رضی اللّٰہ تعالٰی عنه قال : قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم : من صلٰی علٰی جنازة فی المسجد فلا شئ له.(أبو داؤد،أبواب الجنائز،باب الصلاة علٰی الجنازة فی المسجد: ۹۸/۲،مکتبة امدادیة)

(۳) فالجواب عنه أما أولاً فإنهاواقعات حال لاعموم لها، فیمکن أن یکون ذالک لعذر...کما قال الشامی:إنما تکره فی المسجدبلاعذر فإن کان، فلا.(إعلاء السنن،أبواب صلاة الجناة: ۲۷۷/۸ ،ط: إدارة القرآن)

(۴) عن أبی سلمة بن عبد الرحمن أن عائشة لما توفی سعد بن وقاص قالت اخلوا به المسجد حتٰی أصلی علیه فأنکر ذلک علیها فقالت واللّٰه لقد صلی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم علٰی ابنی بیضاء فی المسجد سهیل وأخیه.(مشکٰوة المصابیح،کتاب الجنائز،باب المشی بالجنازة والصلاة علیها،ص: ۱۴۵،قدیمی)

وعبارته هٰكذا فى الصغرىٰ: يكره صلاة الجنازة فى مسجد الجماعة وفى فتاوى النسفى صلاة الجنازة فى مسجد الجمعة علىٰ ثلاثة أوجه: إذا كان الكل فى المسجد يكره بالاتفاق، وإن كانت الجنازةوصف خارج الجامع والباقى فيه لايكره بالاتفاق وإن كانت الجنازه وحدها فى الخارج فنتخلف فيه والحلوانى علىٰ اختيار الكراهة،آه. (١)**والله تعالىٰ أعلم**(اضافہ)(امداد المفتین:٢/٣٧٧)

بوجہ عذر نماز جنازہ مسجد میں پڑھنا:

سوال: صلوۃ جنازہ اگر بسبب عذر مطر وغیرہ مسجد میں پڑھ لی جائے تو دوست ہے، یا نہیں؟

الجواب

عذر کے سبب کہ جگہ بسبب مطر کے نہ ہو، اگر پڑھ لیوے تو مضائقہ نہیں، ورنہ یہ بھی مسئلہ مختلفہ ہے، اس کو کر کے محل طعن بننا لائق نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (تالیفات رشیدیہ، ص:٣٥٥)

مسجد میں نماز جنازہ کا پڑھنا:

سوال: صلوٰۃ جنازہ مسجد میں بموجب احادیث صحیحہ، چناں چہ ابوداؤد میں ہے:

عن عائشة قالت: والله ماصلىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم علىٰ سهيل بن البيضاء إلا فى المسجد،انتهىٰ (٢)

أيضاً قالت :والله لقد صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم على ابنى بيضاء فى المسجد سهيل وأخيه،انتهىٰ (٣)

درست ہے، یا نہیں؟ درصورت عدم جواز دلیل صحیح کیا ہے؟ اور یہ حدیث **أبو داؤد "عن أبى هريرة رضى الله عنه قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من صلىٰ علىٰ جنازة فى المسجد فلا شىء لـه"** (٤) صحیح ہے، یا نہیں؟ کیوں کہ صاحب سفر السعادت فرماتے ہیں: گاہ بیرون مسجد وگاہ اندرون مسجد وہر دو جائز است وحدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرمود "**من صلىٰ علىٰ جنازة فى المسجد فلا شىء لـه**" غلط است وصواب آنست کہ خطیب بغدادی روایت کردہ وگفتہ کہ دراصل فلاشی علیہ است بعض ائمہ حدیث

(١) الفتاوىٰ البزازية علىٰ هامش الهندية: ٤/٨٩

(٢) أبوداؤد،أبواب الجنائز ،باب الصلاة على الجنازة فى المسجد: ٢/٩٨ ،مكتبة حقانية،ملتان،انیس/ ترجمہ:حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ فرماتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سہل بن بیضا پر مسجد ہی میں نماز پڑھی۔

(٣) دوسری روایت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابنی بیضاء سہل اور اس کے بھائی پر مسجد میں ہی نماز پڑھائی۔

(٤) جس نے جنازہ پر مسجد میں نماز پڑھی تو اس کو کچھ نہ ملے گا۔

میگونیہ ایں حدیث خود ضعیف است چہ از افراد صالح مولی التوامہ است ونماز برابر ابوبکر وعمر در مسجد گزارند بحضرت جمیع مہاجرین ونصار رواز کسے انکار وارونشدہ، انتہیٰ ۔(۱) اگر کوئی پڑھ لیوے تو ہوجائے گی، یا قابل اعادہ ہوگی؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

نماز جنازہ کی مسجد میں ادا کرنے میں علماء کا اختلاف ہے، امام صاحب کے نزدیک روا نہیں اور حدیث ابو ہریرہؓ حسن ہے، غلط اور ضعیف نہیں اور اس حدیث صحیحین سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نجاشی پر مسجد سے باہر تشریف لاکر نماز پڑھی اور اگر کوئی شخص نماز جنازہ مسجد میں پڑھ لیوے تو نماز ادا ہوگئی، اعادہ ضروری نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (تالیفات رشیدیہ، ص:۳۵۴)

مسجد میں نماز جنازہ اس طرح کہ نعش باہر ہو:

سوال: ایک مسجد کے نمازی چاہتے ہیں کہ محراب کی جگہ ایک چھوٹا دروازہ بنایا جاوے اور اس میں کواڑ لگائے جائیں اور میت کو باہر محراب مسجد کے سامنے رکھا جاوے اور دروازہ کھولا یا جائے، اس طریق سے مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

صحیح ومختار یہ ہے کہ اس سے کراہت مرتفع نہیں ہوتی۔

كما في الدر المختار :(والمختار الكراهة) مطلقاً.

وفي الرد تحته: أي جميع الصور المتقدمة، كما في الفتح عن الخلاصة، وفي مختارات النوازل أي سواءٌ كان الميت فيه أو خارجه هو ظاهر الرواية. (۲) وهو الموافق لاطلاق حديث أبي داؤد: ”من صلّٰى علٰى ميت في المسجد فلا صلاة له“. فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۰۴/۵-۳۰۵)

جامع مسجد میں نمازِ جنازہ:

سوال: اگر عید کی نماز بوجہ عذر بارش مسجد میں ہوئی، یا کسی دوسرے عذر کی وجہ سے وہاں پڑھی گئی اور جامع مسجد میں باہر جگہ ہے تو نماز ایسے وقت میں جامع مسجد ہی میں پڑھی جائے، یا باہر جگہ؟ ترتیب نماز جنازہ اور خطبہ عیدین میں

---

(۱)　کبھی مسجد کے باہر اور کبھی مسجد کے اندر دونوں طرح جائز ہے اور ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کہ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جنازہ پر مسجد میں نماز پڑھے تو اس کو کچھ نہ ملے گا غلط ہے اور صحیح یہ ہے کہ خطیب بغدادی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ دراصل یہ ہے کہ ”اس پر کوئی گناہ نہیں“، بعض ائمہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث خود ضعیف ہے اور افراد صالح مولیٰ التوائمہ سے ہے اور ابوبکرؓ وعمرؓ برابر مہاجرین وانصار کے سامنے مسجد میں نماز پڑھتے تھے اور کسی سے انکار ثابت نہیں۔

(۲)　الدر المختار مع رد المحتار، باب صلاة الجنازة ۲۲۵/۲، دار الفكر بيروت، انيس

کیا ہونی چاہیے۔ مفصل جوابات تحریر فرمائیں جائیں اور کتب فتاویٰ کے حوالہ جات بھی تحریر فرمائیں؛ تاکہ اس کی طرف مراجعت کی جائے۔ فقط والسلام　　(المستفتی: ابرار الحق، ۲۴/ذی قعدہ، ۱۳۵۸ھ)

الجواب＿＿＿＿＿＿＿＿＿＿ حامدًا ومصليًا

جب باہر کوئی عذر نہیں اور جگہ موجود ہے تو باہر پڑھی جاوے۔

(كرهت تحريماً) وقيل (تنزيهاً في مسجد جماعة هو) أي الميت (فيه) وحده أو مع القوم، (واختلف في الخارجة) ... (والمختار الكراهة، آه) ... (قوله: في مسجد جماعة) أي المسجد الجامع ومسجد المحلة، آه"(۱)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من صلىٰ علىٰ جنازة في المسجد، فلا شئ له". (۲)

(ولا في مسجد) لحديث أبي داؤد مرفوعاً: "من صلىٰ علىٰ ميت في المسجد فلا أجر له وفي رواية فلا شئ له أطلقه فشمل ما اذا كان الميت والقوم في المسجد أو كان الميت خارج المسجد والقوم في المسجد أو كان الامام مع بعض القوم خارج المسجد والقوم الباقون في المسجد أو الميت في المسجد والامام والقوم خارج المسجد وهو المختار. (۳)

تنبیہ: نماز عید جامع مسجد میں پڑھنے سے جامع مسجد عیدگاہ نہیں بنے گی، ترتیب نمبر: ا میں مذکور ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/ذی قعدہ/۱۳۵۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۸/۶۹۰-۶۹۱)

مجبوری کی بنا پر مسجد میں نماز جنازہ:

سوال: عبداللہ کی نماز جنازہ اس حالت میں ادا کی گئی، جب کہ صرف جنازہ اور امام صاحب مسجد کے باہر تھے اور سارے مصلی اندرون مسجد۔ اب سوال طلب یہ ہے کہ کیا اس صورت میں مسلک حنفی کے مطابق نماز بلا کراہت تحریمی وتنزیہی ادا ہوئی، یا نہ ہوئی؟ ساتھ ہی ذہن میں یہ بات رہنی چاہیے کہ یہاں قدرے دشواری درپیش ہے؛ کیوں کہ جگہ تو ہے؛ لیکن سرکاری ہے، جو مسجد کے صدر دروازہ کے بالکل سامنے ہے، اس میں بعض دفعہ غیر مسلم کی بسیں لگی ہوئی رہتی ہیں اور پاکی کے اعتبار سے بھی غیر معتبر ہے اور ایسی نوبت اگر جمعہ کو پیش آئے تو پھر یہ ناکافی ہوگی۔

اس ناچیز کے دل میں شکوک وشبہات بایں وجہ پیدا ہوئے کہ حضرت مولانا عاشق الٰہی بلند شہری صاحب اور حکیم

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ۲/۲۲۴-۲۲۵، سعيد

(۲) سنن أبي داؤد، كتاب الجنائز، باب الصلاة على الجنازة في المسجد: ۲/۱۹۸، إمدادية

(۳) البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ۲/۳۲۷، دار الكتب العلمية بيروت، انيس
والبسط في: الحلبي الكبير، فصل في الجنائز (الرابع) في الصلاة عليه، ص: ۵۸۸، اكادمي لاهور

الامت حضرت تھانویؒ نے صاف تحریر فرمادیا ہے کہ ''جنازہ کی نماز اس مسجد میں پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، جو پنج وقتی نمازوں، یا جمعہ، یا عیدین کی نماز کے لیے بنائی گئی ہو، خواہ جنازہ مسجد کے اندر ہو، یا مسجد کے باہر ہو اور نماز پڑھنے والے اندر ہوں۔ (بحوالہ بہشتی زیور، دین کی باتیں اور آئینۂ نماز)

الجواب ـــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

جنازہ اور امام مسجد کے اندر ہوں، یا امام اور کچھ لوگ مسجد کے اندر ہوں اور کچھ لوگ باہر، یا جنازہ اور امام مسجد کے باہر ہوں اور کچھ لوگ اندر۔ بہرصورت بلا کسی عذر شرعی کے نماز جنازہ مسجد کے اندر پڑھنا مکروہ ہے۔

البتہ اگر کوئی عذر شرعی ہو مثلاً بارش ہو رہی ہو اور کوئی معقول جگہ نماز جنازہ کے لیے نہ ہو، یا ولی معتکف ہو، یا نماز جنازہ کے لیے کوئی معقول جگہ نہ ہو، جہاں پر بآسانی نماز جنازہ پڑھی جاسکے تو ایسی صورت میں مسجد میں نماز جنازہ بلا کراہت درست ہے۔

سوال سے واضح ہے کہ نماز جنازہ کے لیے کوئی معقول جگہ نہیں ہے، جس کی وجہ سے مجبوری ہے، لہذا مذکورہ مسجد میں نماز جنازہ بلا کراہت درست ہے۔

واضح رہے کہ حضرت تھانویؒ اور مولانا عاشق الٰہی صاحب نے جو مسئلہ بیان کیا ہے، وہ بھی اپنی جگہ پر صحیح و درست ہے؛ لیکن وہ بلا عذر شرعی مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے پر محمول ہے۔

''وصلاة الجنازة فی المسجد الذی تقام فیه الجماعة مکروهة سواءٌ کان المیت والقوم فی المسجد أو کان المیت خارج المسجد والقوم فی المسجد''. (۱)

إنما تکره فی المسجد بلاعذر، فان کان فلا، ومن الأعذار المطر. (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی، ۷/۷/۱۴۱۲ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۵۲۰-۵۲۲)

مسجد میں اضافہ کر کے اس میں نمازِ جنازہ:

سوال: شہر بیاور، ضلع اجمیر میں ایک جامع مسجد ہے، پہلے کسی زمانے میں نیچے کے درجہ میں مسجد تھی، بعد ازاں آدمیوں کی کثرت ہوئی اور مسجد میں تنگی ہوئی، اس کے روبرو اور آگے بڑھا کر اور زیادہ کشادہ بنالی گئی، پہلی جگہ میں جو نیچے ہے، اس میں چند لڑکے بھی پڑھتے ہیں، پھر جمعہ کے روز اس میں بھی کچھ آدمیوں کو تکلیف ہونے لگی اور نہ آسکے، جو پہلے کی جگہ نیچے کی تھی، اس میں کچھ جگہ وضوخانہ بنالیا گیا اور اکثر جگہ جس میں ۵/ یا ۶/ صف ہو جاتی ہے، بروز جمعہ بھی ۳۰/ آدمی کھڑے ہو جاتے ہیں اور بعض وہاں پر جماعتِ ثانیہ بھی پڑھتے ہیں، جس کو بعض علماء مکروہ لکھتے ہیں؛

(۱) الفتاویٰ الهندیة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الخامس فی الصلاة علی المیت: ۱/۱۶۵

(۲) ردالمحتار، باب صلاة الجنازة، مطلب مهم اذا قال: ان شمت فلاناً فی المسجد یتوقف علیٰ کون الشاتم فیه: ۳/۲۲۰، دار الکتاب دیوبند، انیس

اس لیے مسجد کی شکل بنالی گئی ہے۔ اب اس میں اختلاف یہ ہے کہ بعض تو اس میں نماز جنازہ پڑھنے کو منع کرتے ہیں، اور بعض کبھی پڑھتے ہیں اور جائز قرار دیتے ہیں، شرع شریف کا حکم تحریر فرمائیں؟ (از بیاور، ضلع اجمیر)

الجواب ـــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

جو حصہ پہلے سے مسجد ہے، اس میں جماعتِ ثانیہ اور صلوٰۃ جنازہ مکروہ ہے۔

"وتکره الصلوة على الجنازة في مسجد عند نا ،آه". (۱)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم:"من صلىٰ علىٰ جنازة في المسجد،فلا شي ء له". (۲)

"(كرهت تحريماً)وقيل:(تنزيهًا في مسجد جماعة هو):أي الميت(فيه)وحده أومع القوم".

وفي رد المحتار تحت:"(قوله: قيل:تنزيهاً)...فرجح القول الأول لإطلاق المنع في قول محمد في مؤطئه:لايصلى علىٰ جنازة في مسجد". (۳)

اور جس حصہ کا بعد میں اضافہ ہوا ہے، اگر مسجد میں اس جگہ کا اضافہ بہ نیتِ مسجد کیا گیا ہے، تب تو اس پر مسجد کے احکام جاری ہوں گے؛ یعنی وہاں جنب کا جانا منع ہوگا، جماعتِ ثانیہ مکروہ ہوگی اور اگر بہ نیت مسجد اضافہ نہیں کیا گیا؛ بلکہ اس غرض سے بڑھادیا گیا ہے کہ بوقتِ ضرورت وہاں بچے بیٹھ کر پڑھ لیا کریں، یا اگر نمازی زیادہ ہوجائیں تو وہاں بھی کھڑے ہوجایا کریں؛ لیکن وہ حصہ حصہ مسجد نہیں ہے تو اس مسجد کے احکام جاری نہیں ہوں گے، وہاں جنب کا جانا، جماعتِ ثانیہ، صلوۃ جنازہ وغیرہ سب چیزیں درست ہیں، اس کی تحقیق کہ اس حصہ کا اضافہ بہ نیتِ مسجد کیا گیا ہے، یا نہیں؟ واقف اور بانی سے کی جاوے۔ (۴) فقط واللہ تعالی اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/۱/۱۳۵۶ھ۔

اور حصہ مسجد کو وضو خانہ بنانا جائز نہیں۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۸/محرم/۱۳۵۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۹۳/۸)

میت اور کچھ نمازی مسجد کے اندر ہوں اور کچھ باہر تو جنازے کا حکم:

سوال: جنازہ خارج مسجد ہو اور نمازیان اکثر داخل مسجد ہوں اور قلیل خارج مسجد ہوں تو نماز جنازہ جائز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) الحلبي الكبير،فصل في الجنائز،الرابع في الصلاة عليه،ص:۵۸۸،سهيل اكيڈمي،لاهور

(۲) سنن أبي داؤد،كتاب الفرائض،أبواب الجنائز،باب الصلوٰة على الجنازة في المسجد:۹۸/۲ا،مدادية

(۳) الدرالمختارمع رد المحتار،كتاب الصلاة،باب الجنائز: ۲۲۴/۲،سعيد

(۴) علىٰ أنهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبة"(ردالمحتار،كتاب الوقف،مطلب مراعاة غرض الواقفين واجبة،إلخ: ۴۴۵/۴،سعيد)

أجمعت الأمة أن من شروط الواقفين ما هوصحيح معتبريعمل به.(البحرالرائق،كتاب الوقف: ۴۱۱/۵،رشيدية)

الجواب

جنازہ مسجد سے باہر ہو اور کچھ نمازی باہر ہوں اور کچھ مسجد میں تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔(١)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی:١١٦/٤)

مسجد جماعت میں نماز جنازہ مکروہ ہے:

سوال: حنفیوں کے نزدیک ان مساجد میں کہ جن میں فرائض باجماعت ہوتے ہیں، جنازہ کی نماز، جنازہ مسجد میں رکھ کر جائز ہے، یانہیں؟

الجواب

قال فی الدرالمختار: (وکرهت تحریماً) وقیل (تنزیهاً فی مسجد جماعة هو) أی المیت (فیه) وجده أومع القوم (واختلف فی الخارجة) عن المسجد وحده أومع بعض القوم و(المختار الکراهة مطلقاً) خلاصه بناءٌ ... علی ان المسجد انمابنی للمکتوبة وتوابعها،الخ،وهو الموافق لاطلاق حدیث أبی داؤد من صلٰی علٰی میتٍ فی المسجد فلا صلاة له.

قال فی رد المختار: (قوله:فلا صلاة له) هٰذه روایة ابن أبی شیبة وروایة أحمد وأبی داؤد "فلا شیءٌ له" وابن ماجة "فلیس له شیٔ" وروی"فلا أجر له" وقال عبد البر: هی خطاء فاحش والصیحیح"فلا شیٔ له". (٢)

وفیه قبیله: من صلٰی علٰی میت فی مسجد یقتضی کون المصلی فی المسجد سواء کان المیت فیه أولا فیکره ذٰلک أخذاً من منطوق الحدیث ویؤیده ما ذکره العلامة قاسم فی رسالته من أنه روی أن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم لما نعی النجاشی الٰی أصحابه خرج فصلی علیه فی المصلی قال ولوجازت فی المسجد لم یکن للخروج معنی اه مع أن المیت کان خارج المسجد. (٣)

ان (فقہی) روایات سے واضح ہے کہ عند الحنفیہ مسجد جماعۃ میں نماز جنازہ مکروہ ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ مکروہ تحریمی ہے، یا تنزیہی۔فقط

ویظهرأن الأولٰی کونها تنزیهاً إذاً لحدیث لیس هو نصاً غیرمصروف ولا قرن الفعل بوعید. (٤) اس سے معلوم ہوا کہ مکروہ تنزیہی کو ترجیح ہے۔واللہ اعلم (ظفیر) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:٢٩٣/٥-٢٩٤)

---

(١) لعله من مسامحات الشیخ،وإلافقدصرح بالکراهة فی حق من کان داخلاً لمسجد،فلیراجع،ص: ٨١

(٢) الدر المختارمع ردالمختار،باب صلاة الجنائز: ٨٢٨/١

(٣) رد المحتار،کتاب الصلاة،مطلب مهم ذا قال:ان تشتمت فلاناً فی المسجد یتوقف علٰی کون الشاتم نبه الخ:١١٩/٣،دار الکتاب دیوبند،انیس

(٤) حاشیة مشکوٰة،ص:١٤٥

سائبان مسجد میں جنازہ درست ہے، یا نہیں:

سوال: جس مسجد میں پنجوقتہ نماز ہوتی ہے، اس مسجد کے اندر، یا سائبان میں میت کو رکھ کر اگر نماز جنازہ پڑھیں تو نماز ہوتی ہے، یا نہیں؟ اور اگر قبرستان میں مسجد ہو اور اس میں نماز پنج وقتہ نہ ہوتی ہو اور وہ نماز جنازہ کے لیے بنائی گئی ہو تو اس مسجد میں نماز جنازہ پڑھنی جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

نماز پڑھنا جنازہ کی مسجد جماعت میں مکروہ ہے، جیسا کہ درمختار میں ہے:

(و كراهت تحريماً) وقيل: (تنزيهاً في مسجد جماعة هو) أي الميت (فيه) وحده أو مع القوم. (۱)

اور جو مسجد جنازہ کی نماز کے لیے ہی بنائی گئی ہے، وہ درحقیقت حکم مسجد میں نہیں ہے، اس میں نماز جنازہ درست ہے۔ کما في الدر المختار: (و) أما (المتخذ لصلاة جنازة أو عيد) فهو (مسجد في حق جواز الاقتداء) ... (لا في حق غيره) به يفتى، نهاية، الخ. (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۵/۳۴۳-۳۴۴)

مسجد کے چبوترہ پر نماز جنازہ درست ہے، یا نہیں:

سوال: مسجد کے چبوترہ پر نماز جنازہ پڑھنا درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

مسجد کے فرش پر نماز جنازہ مکروہ ہے، مسجد سے بالکل خارج ہونی چاہیے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۵/۳۵۷)

شوافع بلا عذر مسجد میں نماز جنازہ پڑھائیں تو حنفیوں کو ان کی اتباع کرنی چاہیے، یا نہیں:

سوال: میت کا ولی شافعی ہے اور امام بھی انہوں نے نماز جنازہ مسجد میں بلا عذر پڑھی تو حنفیوں کو بحالت موجودگی اتباع کرنی چاہیے، یا نہیں؟ نیز صورت مذکورہ میں موجود ہوتے ہوئے، نماز ترک کرنے میں گنہ گار ہوگا، یا نہیں؟ بینوا وتوجروا عنداللہ۔

الجواب

جب جماعت میں حنفی بھی ہوں، اس وقت شافعی حضرات کو ان کی رعایت کر کے خارج مسجد انتظام کرنا چاہیے؛ لیکن اگر وہ ایسا نہ کریں تو ایسے موضع پر مجبوراً حنفیہ کو شامل نماز ہو جانا چاہیے اور عذر کی وجہ سے امید ہے کہ ان پر مواخذہ نہ ہوگا۔

---

(۱) الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة: ۸۲۷/۱

(۲) الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، مطلب في أحكام المسجد: ۶۵۷/۱، دار الفكر بيروت، انيس

كما في الفتاوى الشامية: ۹۲٤/۱،تحت قول الدر: فلا صلاة له : تتمة : إنما تكره في المسجد بلا عذرفإن كان فلا ومن الأعذار المطر كما في الخانية والاعتكاف، كما في المبسوط كذا في الحلية،وغيرها. (۱)**والله أعلم**

اور جو شخص احتیاطاً شرکت سے پرہیز کرتا ہے،اس کے لیے بھی گنجائش ہے۔

کتبہ الاحقر عبدالکریم عفی عنہ،۵/ربیع الاول ۱۳۵۱ھ۔(امدادالاحکام:۴۴۹/۲)

غیر من لہ حق التقدم نے نماز جنازہ پڑھائی،ولی اگر اعادہ کرے تو ولی کی نماز فرض ادا ہوگی،یا نفل اور جو لوگ سابق جماعت میں شریک نہ ہوسکے تھے،اس میں شریک ہوسکتے ہیں،یا نہیں؟

سوال: **سیدی المحترم أدام الله ظلال فيوظلكم** بعد سلام مسنون معروض خدمت عالی اینکہ مسئلہ مندرجہ ذیل میں چند اشکال درپیش ہیں،امید ہے کہ ان کو حل فرما کر تسکین فرمائیں گے اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ غیر من لہ حق التقدم نے اگر میت کی نماز پڑھائی تو ولی اعادہ کرسکتا ہے۔اول اشکال یہ ہے کہ فرض جماعت اولی سے ساقط ہوگیا،اب ولی کی نماز فرض ادا ہوگی،یا نفل؟ دوسرے یہ کہ ولی کے ساتھ وہ لوگ جنہوں نے اب تک نماز نہیں پڑھی، شریک ہوسکتے ہیں،یا نہیں؟ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ شریک نہیں ہوسکتے اور ولی نماز تنہا پڑھے؛ اس لیے کہ ولی کو اجازت اس لیے دی گئی ہے کہ اس کا حق باقی رہ گیا ہے اور دوسرے لوگوں کا کوئی حق باقی نہ رہا،لہذا جماعت ثانیہ ولی کے ساتھ نہیں ہوسکتی،اس کی تائید اس مسئلہ سے ہوتی ہے،جو تیمم کے باب میں ہے کہ ولی کے علاوہ اور لوگوں کو اگر فوت صلوٰت کا خوف ہے تو تیمّم کرلیں اور ولی وضو کرے اور لوگوں کو اگر ولی کے ساتھ نماز پڑھنے کی اجازت ہوتی تو یہ چاہیے تھا کہ اگر ولی کو وضو کرتے دیکھیں تو یہ بھی وضو کرلیں اور ولی کے ساتھ شریک ہوجائیں اور جماعت ثانیہ کرلیں، تیمّم نہ کریں،حالاں کہ یہ کہیں نہیں ملتا،ادھر اس صلوٰۃ کا فرض کفایہ ہونا یہ بتلاتا ہے کہ فرض تو تھی ہر ایک پر؛ مگر بعض کے ادا کرنے سے اوروں سے ساقط ہوجاتی ہے اور اگر دوسرے بنفسہ ادا کریں تو ہر ایک سے فرض ہی ادا ہوگا،لہذا بعد میں ولی کی اور اس کے ساتھیوں کی نماز فرض ادا ہونی چاہیے،جیسا کہ ایک شہر میں اگر کئی شخص اعتکاف کریں تو ہر ایک کی سنت ادا ہوگی غرض یہ کہ بہت تردد ہے،بدائع وفتح القدیر وشامی وغیرہ بہت دیکھیں،جزئیہ مرقومہ کہیں نہیں ملتا کہ تعدد صلوٰۃ جنازہ اس طریق پر جائز ہے،یا نہیں؟

الجواب

قال في رد المختار :فالأحسن الجواب عما قاله المقدسي بأن إعادة الولي ليست نفلاً لأن

(۱) **رد المحتار، باب صلاة الجنازة، مطلب إذا قال: إن تشتمت فلانا في المسجد يتوقف على كون الشاتم فيه: ۲۲۰/۳،دار الكتاب ديوبند،انيس**

صلاة غيره وإن تأدى بها الفرض وهو حق الميت لكنها ناقصة لبقاء حق الولي فيها فإذا أعادها وقعت فرضاً مكملاً للفرض الأول ... فليس لمن صلیٰ أولا أن يعيدها مع الولي؛لأن اعادته تكون نفلاً من كل وجه بخلاف الولي؛لأنه صاحب الحق،آه. (۱)

اس عبارت سے امور ذیل مسفاد ہوئے کہ ولی کا اعادہ بطور نفل کے نہیں، جولوگ پہلی جماعت میں شریک ہو چکے ہیں،ان کو ولی کے ساتھ اعادہ مکروہ ہے، جولوگ پہلے شریک نہ ہوئے ہوں،ان کو ولی کے ساتھ نماز ادا کرنا جائز ہے، افادہ قید'' **لمن صلی أو لا**'' وقیود الفقہ احترازیۃ اور تیمّم کے مسئلہ پر قیاس درست نہیں ؛ کیوں کہ جولوگ جماعت اولی کے وقت حاضر ہیں اور تیمّم کر کے جماعت اولی کو پا سکتے ہیں،ان کو جماعت ثانیہ کا انتظار مکروہ ہے؛ اس لیے وہ مامور بالتیمم ہیں ؛ کیوں کہ انتظار جماعت ثانیہ میں جماعت ثانیہ کا گونہ اہتمام ہے، حالاں کہ بعد اداء فرض کے دوسری جماعت قابل اہتمام نہیں ہے اور ولی کو تیمّم کی اجازت اس لیے نہیں کہ وہ صرف اپنے حق کی وجہ سے تنہا بھی نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے،اس کو انتظار جماعت کی ضرورت نہیں ۔(امداد الاحکام:۲/۴۵۱)

مسجد میں جنازے کے متعلق چند سوالات:

سوال: اندرون مسجد کے علاوہ صحن، یا کسی زاویۂ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنی جائز ہے، یا نہیں؟ بالخصوص ایسی صورت میں جب کہ قبرستان میں کسی اور جگہ کوئی خاص مقام نماز جنازہ کے لیے نہیں بنایا گیا ہے۔

(۱) حدیث کے الفاظ'' **فلا صلاة له**''اور'' **فلا أجر لهٗ**'' کے کیا معنی ہیں؟

(۲) ہدایہ کے الفاظ'' **لأنه يحتمل تلويث المسجد**'' کا کیا مطلب ہے؟

(۳) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سہیل کے دولڑکوں کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھنا کسی عذر پر مبنی تھا، یا بغیر عذر؟

(۴) اگر عذر پر تھا تو حدیث میں کہیں اس کی تصریح ہے، یا نہیں؟

(**المستفتی**:۱۴۲۸،احقر عبد الرحمان عفی عنہ کرلا بمبئی،محررہ ۱۱/صفر ۱۳۵۶ھ)

الجواب

(مطبوعہ) مسجد کے اس حصے میں جو نماز پنجگانہ پڑھنے کے لیے بنایا جاتا ہے،نماز جنازہ مکروہ ہے۔

(وكرهت تحريماً) وقيل(تنزيهًا في مسجد جماعة). (۲)

باقی اور حصوں میں نماز جنازہ ادا کرنا جائز ہے،'' **فلاصلاة له**'' کے معنی ہیں کہ اس کی نماز معتبر نہیں اور'' **فلاأجر له**''(۳)

---

(۱) رد المحتار،باب صلاة الجنازة،مطلب تعظيم أولي الأمر واجب:۱۱۶/۳،دار الكتاب ديوبند،انيس

(۲) الدر المختار،باب صلاة الجنائز:۲۲۴/۲،ط:سعيد

(۳) عن أبي هريرة رضي اللّٰه تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم: من صلیٰ علیٰ جنازة في مسجد، فلاشيء له.(أبو داؤد،باب الصلاة على الجنازه المسجد:۹۸/۲،مكتبة إمدادية)

کے معنی ہیں کہ اس کے لئے ثواب نہیں، ہدایہ کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جنازہ کو مسجد میں لانے سے مسجد کی تلویث کا اندیشہ ہے؛ یعنی میت کے بدن سے نجاست نکل کر مسجد میں گر جانے کا خطرہ ہے، سہیل اور ان کے بھائی کے جنازوں کی نماز مسجد میں پڑھنا ثابت ہے؛ مگر ''لا صلاۃ لہ'' اور ''لا أجر لہ'' والی روایتوں کی بناپر اس کو کسی عذر کی حالت پر محمول کرنا چاہیے، (۱) تاکہ احادیث میں تعارض نہ رہے یہ واضح رہے کہ کراہت تنزیہی ہے تحریمی نہیں۔ (۲)

دستخط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، نشان مہر دارالافتاء مدرسہ امینیہ اسلامیہ دہلی۔

(نوٹ) فتوے منگوانے کا مقصد صرف آپس کا اختلاف دور کرنا تھا، اس میں کسی کی طرفداری، یا غیر طرفداری کو کوئی دخل نہیں اور جو صاحب فتوی دیکھنا چاہیں، وہ آکر بخوشی دیکھ سکتے ہیں۔

عبدالرحمٰن چیئرمین منتظمہ واسکول کمیٹی انجمن تبلیغ الاسلام (کرلا) ۲۷ رصفر ۱۳۵۶ھ، ۹ رمئی ۱۹۳۷ء۔

ہم نے اس شرعی مسلئہ کو مدنظر رکھ کر امام صاحب کرلا سے تحریری جواب طلب کیا تھا؛ لیکن وہ اب تک خاموش ہیں، کیا اس خاموشی کا مطلب یہ سمجھ لیا جائے کہ وہ صحن مسجد میں نماز جنازہ پڑھانے سے انکار کرنے پر شرمندہ اور نادم ہیں۔ (اڈیٹر) (کفایت المفتی: ۱۰۲/۴-۱۰۳)

مسجد کے اندر نماز جنازہ:

سوال: جامع مسجد کُرلا میں نماز جنازہ کے متعلق آپ کے دارالافتا سے ایک فتوی اخبار خلافت بمبئی مورخہ ۴ رمئی میں شائع ہوا ہے، جس میں سائل نے دریافت بھی کیا ہے کہ سہیل کے دو بیٹوں کی نماز مسجد میں پڑھی گئی اور ہدایہ کی عبارت ''تلویث المسجد'' کا مطلب دریافت کیا ہے؟ اور آپ نے کراہت تنزیہی تحریر فرمائی ہے، کیا واقعی یہ فتویٰ آپ کا ہے، یا جعلی ہے؟ اگر آپ کا ہے تو آپ نے اتنا غور نہ فرمایا کہ سہیل کے دو بیٹوں کی نماز کہاں پڑھی گئی یہ تو سائل کی فحش غلطی ہے، وہ بیضا کے دو بیٹے تھے، جیسا صحیح مسلم میں مذکور ہے، (۳) پھر درمختار وغیرہ میں مطلقاً مکروہ تحریمی لکھا ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ حدیث '' لا أجر لہ'' میں کلام ہے عبدالبر نے کہا کہ '' لا أجر لہ '' حدیث کے الفاظ نہیں ''لا شئ لہٗ'' ہے۔ طحطاوی اور نصب الرایہ (۴) ملاحظہ ہو۔

---

(۱) فیمکن أن یکون ذالک بعذر. (إعلاء السنن، أبواب الجنائز: ۲۲۹/۸، ط: إدارۃ القرآن)

(۲) ثم ھی کراھۃ تحریم، أوتنزیہ روایتان، ویظھر لی أن الأولٰی کونھا تنزھیۃ. (فتح القدیر، کتاب الصلاۃ، باب الجنائز، فصل فی الصلاۃ علی المیت: ۱۲۸/۲، مصطفی الحلبی مصر)

(۳) عن أبی سلمۃ بن عبدالرحمن أن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا لما توفی سعد بن أبی وقاس قالت: أدخلوا بہ المسجد حتٰی أصلی علیہ فأنکر ذلک علیھا فقالت: واللہ لقد صلٰی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علٰی ابنی بیضاء فی المسجد سھیل وأخیہ (صحیح لمسلم، کتاب الجنائز، فصل فی جواز الصلاۃ علی المیت فی المسجد: ۳۱۳/۱، قدیمی)

(۴) قولہ: فلا صلاۃ لہ، النفی متوجہ إلٰی الکمال، وفی روایۃ، فلا أجر لہ، وفی روایۃ، فلا شیء لہ. (حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، باب صلاۃ الجنازۃ: ۳۷۷/۱، ط: دار المعرفۃ، بیروت)

==

یہاں غیر مقلد مقابلہ پر احناف کو دھوکہ میں ڈالتے رہتے ہیں، براہ مہربانی اس کی تحقیق فرما کر جواب باصواب سے مطلع فرمائیے۔ اخبار کا وہ حصہ آپ کی خدمت میں ارسال ہے، ملاحظہ ہو اور فتویٰ اگر جعلی ہے تو بھی جلد مطلع فرمائے؛ تاکہ تسکین خاطر ہو۔　　(المستفتی: ۱۴۲۸، راقم حاجی علیم الدین سورتی محلہ، بمبئ: ۸)

الجواب

یہ جواب تو میں نے لکھا تھا؛ لیکن جواب کی نقل میرے پاس محفوظ نہیں، ممکن ہے کہ الفاظ میں تغیر وتبدل ہوا ہو، اصل جواب عبدالرحمٰن صاحب چیئر مین کے پاس ہوگا، اس کے ساتھ مطبوعہ جواب کو ملا کر دیکھ لیا جائے، آپ کہتے ہیں کہ آپ نے اتنا غور نہ فرمایا کہ سہیل کے دو بیٹوں کی نماز کہاں پڑھی گئی، یہ تو سائل کی فحش غلطی ہے، وہ بیضا کے دو بیٹے تھے، الخ۔

میرا جواب یہ ہے کہ آپ نے میرے جواب کے الفاظ پر غور نہ فرمایا، جو اخبار خلافت کے اس کٹنگ میں چھپے ہوئے ہیں، جو آپ نے بھیجا ہے۔ دیکھئے میرے الفاظ یہ ہیں: سہیل اور ان کے بھائی کے جنازوں کی نماز، الخ؛ یعنی میں نے سہیل کے دو بیٹیوں کی نماز پڑھے جانے کو غلط قرار دیتے ہوئے سہیل اور ان کے بھائی کی نماز پڑھا جانا لکھا ہے، سہیل اور ان کے بھائی جن کا نام سہیل اور ابونعیم کے قول پر صفوان تھا، یہ دونوں بیضا کے لڑکے تھے۔ آپ کہتے ہیں کہ درمختار وغیرہ میں مکروہ تحریمی لکھا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ درمختار میں بھی کراہت تنزیہی کے قول کو نقل کیا ہے اور اس میں اختلاف ترجیح کا ذکر شامی میں موجود ہے، حافظ ابن ہمام نے تنزیہی کو ترجیح دی اور شامی نے آخر میں تتمہ کے ذیل میں "**فینبغی الإفتاء با لقول بکراهة التنزیه الذی هو خلاف الأولٰی کما اختاره المحقق إبن الهمام،إلخ**". (۱)

"**لا أجر لهٗ**" کی روایت کو بیشک حافظ ابن عبدالبر نے خطاء فاحش کہا ہے اور "**فلاشیٔ له**" کو صحیح بتایا ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۱۰۳/۴-۱۰۴)

مسجد میں نمازِ جنازہ میں عدمِ شرکت:

سوال (۱) نماز جنازہ اگر مسجد میں ہورہی ہے تو بنظر اصلاح جماعت سے علاحدگی ضروری ہے؟

(۲)　باوجود مسئلہ بتانے کے اگر لوگ رواجاً پڑھتے ہوں تو شرکت جماعت سے اور امامت سے معذوری ظاہر کرنا ضروری ہے کہ نہیں؟

(۳)　اگر مسئلہ بتانے سے فساد کا امکان ہو تو ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟

==　قال ابن عبدالبر: روایة فلاأجر له، خطاء فاحش، والصحیح فلاشی ء له. (نصب الرایة، کتاب الصلاة، باب الجنائز حکم صلاة الجنازة فی المسجد: ۲۷۵/۱، المجلس العلمی سورت، الهند)

(۱)　رد المحتار، باب صلاة الجنازة، مطلب مهم اذا قال: ن تشتمت فلاناً یتوقف علٰی کون الشاتم فیه: ۲۲۰/۳، دار الکتاب دیوبند، انیس

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

(۱)　اصلاح کی خاطر علاحدگی اختیار کر لے تو بہتر ہے۔(۱)

(۲)　مسئلہ بتا کر معذوری ظاہر کر دی جائے۔

(۳)　محض دو چار آدمیوں کا کوئی سخت لفظ اس کو کہہ دینا تو کوئی فساد نہیں، جس کی بنا پر مسئلہ بتانے سے گریز کیا جائے، واقعی فساد ہو تو سکوت کی بھی گنجائش ہے۔(۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند، ۱۵/۶/۱۳۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند، ۱۶/۶/۱۳۸۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۹۶/۸-۶۹۷)

---

(۱)　مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ تحریمی میں ہے، لہٰذا علاحدگی کرنا ہی افضل ہے۔

"عن أبی هريرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ عليه وسلم:"من صلیٰ علیٰ جنازة فی المسجد،فلاشی ء له". (سنن أبی داؤد، كتاب الجنائز، باب الصلاة علی الجنازة فی المسجد: ۹۸/۲، إمدادية)

(كرهت تحريماً) وقيل (تنزيهاً فی مسجد جماعة هو) ... (فيه) ...(واختلف فی الخارجة) ... (والمختار الكراهة) مطلقاً. (الدر المختار)

وفی رد المحتار تحت: (قوله: فی مسجد جماعة): أی المسجد الجامع و مسجد المحلة". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ۲۲۴/۲-۲۲۵، سعيد)

"وتكره الصلاة علی الجنازة فی مسجد عندنا". (الحلبی الكبير، كتاب الصلاة، فصل فی صلاة الجنازة، الرابع: الصلاة عليه، ص: ۵۸۸، سهيل اكادمی لاهور)

(۲)　قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿ولتكن منكم أمة يدعون إلی الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر، وأولٰئك هو المفلحون﴾ (سورة آل عمران: ۱۰۴)

"ففی الآية بيان الإيجاب، فإن قوله تعالیٰ: ﴿ولتكن﴾ أمر، وظاهر الأمر الإيجاب". (إحياء علوم الدين للإمام الغزالی، كتاب الأمر بالمعروف والنهی عن المنكر، الباب الأول، فی وجوب الأمر بالمعروف والنهی عن المنكر، إلخ": ۳۰۶/۲-۳۰۷، دار إحياء التراث العربی، بيروت)

"عن مجاهد قال: حدثنی مولیٰ لنا أنه سمع عدياً يقول: سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ عليه وسلم يقول: إن اللّٰه عزوجل لايعذب العامة بعمل الخاصة، حتیٰ يروا المنكر بين ظهرانيهم وهم قادرون علیٰ أن ينكروه، فلا ينكروه، فإذا فعلوا ذلك، عذب الخاصة والعامة". (مسند الإمام أحمد، (رقم الحديث: ۱۷۲۶۷): ۲۱۳/۵، ط: دار إحياء العربی، بيروت)

"عن تميم الداری رضی اللّٰه تعالیٰ عنه عن النبی صلی اللّٰه تعالیٰ عليه وسلم قال: "الدين النصيحة" قلنا لمن؟ قال: "للّٰه ولكتابة ولرسوله ولأئمة المسلمين وعامتهم". (الصحيح لمسلم، كتاب الايمان، باب بيان أن الدين النصيحة: ۵۴/۱، قديمی، انيس)

"قوله: وأما نصيحة عامة المسلمين وهم من عدا ولاة الأمر فإرشادهم لمصالحهم فی آخرتهم، ودنياهم وكف الأذی عنهم، فيعلمهم مايجهلونه من دينهم ودنياهم... وأمرهم بالمعروف ونهيهم عن المنكر برفق وإخلاص والشفقة عليهم وتوقير كبيرهم ورحمة صغيرهم... قال: النصيحة لازمة علیٰ قدر الطاقة إذا علم الناصح ==

عذر کی وجہ سے مسجد میں بھی جنازہ پڑھ سکتے ہیں:

سوال: مسجد میں میت کو رکھنا اور جماعت خانے میں ممبر کے پاس میت کو رکھ کر نماز جنازہ پڑھانا اس خیال سے کہ آدمی زیادہ ہیں مسجد کے باہر اتنے آدمی شامل نہیں ہو سکتے کہ باہر اتنی جگہ نہیں ہے؛ مگر جگہ مسجد کے سامنے تھی کہ آدمی باہر کھڑے ہو کر نماز بخوبی آسانی سے پڑھ سکتے تھے تو ایسا نماز جنازہ پڑھنا بلا کراہت جائز ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ١٢٧٣، عبدالمحیط خان (سندھ) ١٤/شوال ١٣٥٥ھ، مطابق ٢٩/دسمبر ١٩٣٦ء)

الجواب

مسجد میں جنازے کو رکھ کر نماز جنازہ پڑھنا حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے۔

(وكرهت تحريمًا)، وقيل (تنزيهًا في مسجد جماعة هو) أي الميت (فيه) وحده أو مع القوم.(١)

مگر بارش وغیرہ کے عذر سے ہو تو مکروہ نہیں۔(٢) اگر لوگ زیادہ ہوں ار مسجد سے علاحدہ کوئی جگہ ایسی نہ ہو، جہاں سب لوگ نماز میں شریک ہوسکیں تو ایسی صورت میں مسجد میں جنازہ پڑھ سکتے ہیں۔

"وانظر هل يقال أن من العذر ما جرت به العادة في بلادنا من الصلاة عليها في المسجد لتعذر غيره، أو تعسره بسبب اندراس المواضع التي كانت يصلى عليها فيها ... وإذا ضاق الأمر إتسع ... وإذا كان ما ذكرنا عذراً، فلا كراهة أصلاً".(٣)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ٤/١٠٠)

صحن مسجد میں جنازہ:

سوال: ہمارے یہاں ایک مسجد ہے، جمعہ کے دن مسجد اور صحن مسجد میں نمازی بھر جاتے ہیں، کیا ایسی مسجد کے صحن میں نماز جنازہ ادا کی جاسکتی ہے؟ (رشید احمد خان، بھینسہ)

== أنه يقبل نصحه ويطاع أمره و أمن علىٰ نفسه المكروه، فإن خشي أذى، فهو في سعة، والله أعلم". (الصحيح لمسلم مع شرحه النووي، كتاب الإيمان، باب بيان الدين النصيحة: ١/٥٤، قديمي)

"لكن الأمر والنهي أفضل وإن غلب على ظنه أنه يضربه أو يقتله لإنه يكون شهيداً، قال تعالىٰ: ﴿أقم الصلاة، وأمر بالمعروف، وأنه عن المنكر، واصبر علىٰ ما أصابك﴾ إلخ". (رد المحتار، كتاب الطهارة، فصل في الاستنجاء قبيل كتاب الصلاة: ١/٣٥٠، سعيد)

(١) الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ٢/٢٢٤، ط: محمد سعيد

(٢) "تتمة" إنما تكره في المسجد بلاعذر، فإن كان فلا، ومن الأعذار المطر كما في الخانية، والإعتكاف، كما في المبسوط. (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، مطلب مهم اذا قال: أن تشتمت فلاناً في المسجد يتواقف علىٰ كون الشاتم فيه: ٢/٢٢٦، ط: محمد سعيد)

(٣) ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، مطلب مهم إذا قال إن ستمت، إلخ: ٢/٢٢٧، ط: سعيد

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے مسجد میں جنازہ کی نماز پڑھی، اس کے لیے کوئی اجر نہیں''۔(۱)

اس لیے امام ابوحنیفہؒ اور اکثر فقہاءؒ کے نزدیک مسجد میں جنازہ کی نماز پڑھنا بہتر نہیں،(۲) اگر صحن مسجد نماز ہی کے لیے مخصوص ہو اور اس حصہ کا بھی مسجد ہی کی طرح احترام کیا جاتا ہو تو پھر اس کا حکم بھی مسجد ہی کا ہے اور صحن میں بھی نماز پڑھنا بہتر نہیں، البتہ اگر مسجد سے باہر اتنی جگہ نہ ہو کہ وہاں نماز جنازہ ادا کی جا سکے تو پھر ضرورتاً مسجد میں بھی نماز ادا کی جا سکتی ہے۔(۳) (کتاب الفتاویٰ:۱۶۵/۳)

چندہ نہ دینے کی وجہ سے مسجد کے صحن میں جنازہ سے روک کر تالا لگانا:

سوال: ہمارے گاؤں میں دو پارٹی میں، جس کی اکثریت ہے، وہ حنفی کہلاتی ہے، جو اقلیت میں ہے، اس کو وہابی کہتے ہیں، ابھی حال میں حنفی پارٹی نے مدرسہ کا چندہ نہ دینے کا الزام لگا کر وہابی پارٹی کا بائیکاٹ کر دیا ہے۔ اقلیت والی پارٹی میں سے ایک شخص کا انتقال ہو گیا تو اکثریت والی پارٹی شریک جنازہ نہیں ہوئی، جب دوسرے موضع کے لوگ کفن دفن کے لیے آئے تو ان کے لیے مسجد کے دروازہ پر تالا لگا دیا؛ تاکہ صحنِ مسجد میں نماز جنازہ نہ ہو، نماز جنازہ قبرستان میں ادا کی گئی۔ سوال یہ ہے کہ مسجد میں نماز نہ پڑھنے دینا اور نماز جنازہ ادا نہ کرنے دینا، ایسا کرنے والا مسلمان گنہ گار ہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

مسجد میں نماز پڑھنا ہر مسلمان کا حق ہے، مدرسہ میں چندہ نہ دینے سے اس کا کوئی تعلق نہیں، مسجد پر تالا ڈال کر نماز سے روک دینا، یا مسجد میں نماز نہ پڑھنے دینا بہت بڑا ظلم ہے۔

﴿ومن أظلم ممن منع مساجد اللّٰه أن يذكر فيها اسمه﴾ الآية (۴)

---

(۱) عن أبی هريرة رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم: من صلٰی جنازة فی المسجد فلاشئ له''. (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، أبواب الجنائز، باب الصلٰوة على الجنازة فی المسجد: ۹۸/۲، مكتبة حقانية ملتان، رقم الحديث: ۳۱۹۱)

(۲) البحر الرائق: ۱۸٦/۲

(۳) صلاة الجنازة فی المسجد الذی تقام نية الجماعة مكروهة ... ولا تكره بعذر المطر ونحوه، هٰكذا فی الكافی. (الفتاوٰی الهندية، كتاب الصلاة، الباب الخامس والعشرون فی الجنائز، الفصل الخامس الصلاة على الميت: ۱٦٥/۱، انيس)

(۴) سورة البقرة: ۱۱٤

==

قال العلامة الآلوسی رحمه اللّٰه تعالیٰ: وظاهر الآية العموم فی كل مانع،وفی كل مسجد، وخصوص السبب لا يمنعه".(۱)

مشرکین مکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مسجد میں نماز پڑھنے سے روکتے تھے،ان کے لیے یہ سخت وعید کلام پاک میں آئی ہے،(۲) ان کو اپنی حرکت سے توبہ کرنا ضروری ہے۔(۳)

جو حصہ نماز کے لیے متعین ہے، جیسے اندرونی حصہ اور فرش مسجد جہاں گرمی کے وقت نماز پڑھی جاتی ہے،نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے۔(۴)

== أی وأی امریء أشد تعديا وجراءة علی اللّٰه ومخالفة لأمره من امریء منع من العبادة فی المساجد وسعی فی خرابها بهدمها،الخ.(تفسير أحمد بن مصطفى المراغی(المتوفی: ۱۳۷۱ھ): ۱۹۸/۱،البابی الحلبی،انیس)

(۵) تفسیر روح المعانی: ۳۶۳/۱،دارإحياء التراث العربی،بيروت

﴿ممن منع مساجد اللّٰه﴾إنما أورد لفظ الجمع وإن كان المنع واقعا علی مسجد واحد لأن الحكم عام وإن كان المورد خاصا﴿أن يذكر فيها اسمه﴾،الخ.(التفسير المظهری،من تفسير سورة البقرة: ۱۱۶/۱،المكتبة الرشدية الباكستان،انیس)

(۱) قال ابن كثير تحت هذه الآية: " وأيضاًفإنه تعالیٰ لما وجه الذم فی حق اليهود والنصاریٰ،شرع فی ذم المشركين الذين أخرجواالرسول صلی اللّٰه تعالیٰ عليه وسلم وأصحابه من مكة،ومنعوهم من الصلاة فی المسجد الحرام،وأماإعتماده علیٰ أن قريشاً لم تسع فی خراب المدينة،فأی خراب أعظم مما فعلوا؟أخرجواعنهارسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ عليه وسلم و أصحابه...﴿ومالهم ألا يعذبهم اللّٰه وهم يصدون عن المسجد الحرام﴾الآية...﴿هم الذين كفروا وصدوكم عن المسجد الحرام﴾الآية" .(تفسیر ابن كثير: ۱۵۶/۱،سهيل اكادمی لاهور)

(۲) قال اللّٰه تعالیٰ:﴿ياأيها الذين آمنوا توبوا إلی اللّٰه توبة نصوحاً﴾الآية (سورة التحريم:۸)

عن أبی هريرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ عليه وسلم: للّٰه أشد فرحاً بتوبة أحدكم من أحدكم بضالته إذاوجدهما".(الصحيح لمسلم،كتاب التوبة: ۳۵۴/۲،قديمی، انيس)

"واتفقواعلیٰ أن التوبة من جميع المعاصی واجبة،وأنها واجبة علی الفور،لايجوزتأخيرها سواء كانت المعصية صغيرةً أو كبيرةً.والتوبة من مهمات الإسلام وقواعده المتأكدة،ووجوبها عند أهل السنة بالشرع"(الصحيح لمسلم مع شرحه للنووی،كتاب التوبة: ۳۵۴/۲،قديمی)

(۳) عن أبی هريرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ عليه وسلم:"من صلیٰ علیٰ جنازة فی المسجد،فلا شیء له"(أبوداؤد،كتاب الجنائز،باب الصلاة علی الجنازة فی المسجد: ۹۸/۲،إمدادية)

(كراهت تحريماً) وقيل (تنزيهاً فی مسجد جماعة هو)... (فيه) ... واختلف فی خارجة) ... (والمختار الكراهة) مطلقاً".(الدرالمختار)

وفی الرد تحت:(قوله:فی مسجد جماعة):أی المسجد الجامع ومسجد المحلة". (الدر المختار مع ردالمحتار،كتاب الصلاة،باب الجنائز: ۲۲۴/۲، سعيد)

"وتكره الصلاة علی الجنازة فی مسجد عندنا".(الحلبی الكبير،كتاب الصلاة ،فصل فی صلاة الجنازة، الرابع، الصلاة عليه،ص:۵۸۸،سهيل اكادمی لاهور)

اس فرش سے علاحدہ اگر احاطہ اور چہار دیواری میں زائد جگہ ہو تو وہاں مکروہ نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ:۶۹۸/۸-۷۰۰)

مسجد میں نماز جنازہ کے مکروہ ہونے کی تحقیق:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین رحمہم اللہ تعالیٰ امور ذیل میں:

(۱) نماز جنازہ ایسی صورت میں کہ جنازہ اور امام ومقتدی سب لوگ مسجد میں ہوں تو کیسی ہے؟

الجواب

مکروہ۔

(۲) اگر جنازہ اور امام مع چند مقتدیوں کے مسجد سے خارج ہے اور باقی لوگ مسجد میں ہیں تو اسی صورت میں جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

مکروہ علی الأرجح، کمافی الشامی؛(۱) مگر صرف ان ہی کی جو مسجد میں ہیں۔

(تتمہ:۲) اگر جائز نہیں ہے، مکروہ ہے تو یہ کراہت کیسی ہے، تنزیہی یا تحریمی؟

الجواب

اختلاف ہے۔

(۳) جن احادیث سے صلوٰۃ جنازہ فی المسجد مکروہ ثابت ہوئی ہے، ان کے رواۃ کی سند کیسی ہے، کیا اس میں کسی نے جرح کی ہے، یا نہیں؟

الجواب

آثار السنن میں اس کی اسناد کو حسن کہا ہے اور اعلاء السنن میں زیادہ تفصیل ہے؛ مگر اس کا مسودہ چھپنے گیا ہے، ورنہ اس سے بھی نقل کیا جاتا اور جرح جس کا جواب دے دیا گیا ہو، مضر نہیں اور جواز کی حدیث فعلی ہے اور عدم جواز کی قولی اور قولی کو فعلی پر ترجیح ہوتی ہے۔

(۴) سہیل بن بیضاء رضی اللہ عنہ کے جنازے کی نماز جو مسجد میں ہوئی ہے، وہ کس عذر سے تھی؟

---

(۱) (وكرهت تحريماً) وقيل (تنزيهاً في مسجد جماعة هو) أي الميت(فيه) وحده أو مع بعض القوم واختلف في الخارجة عن وحده أو مع بعض القوم (والمختار الكراهة)مطلقاً. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب الصلاة،باب صلاة الجنازة:۱۱۸/۳،دار الكتاب ديوبند)

الجواب

مختلف عذر نقل کئے گئے ہیں؛ لیکن مطلق عذر یقینی ہے؛ کیوں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایسی درخواست پر صحابہ نے نکیر فرمایا اور اس حدیث کو ان سے سن کر بھی رجوع نہیں کیا۔ (رواہ مسلم)

(۵)　صلوٰۃ جنازہ فی المسجد میں دیگر ائمہ کا کیا مسلک ہے؟

الجواب

نووی نے شرح مسلم میں شافعی اور احمد بن حنبل اور بعض مالکیہ کا مذہب جواز کا لکھا ہے اور امام صاحب اور خود امام مالک کا عدم جواز کا۔

(۶)　مقابر اور شارع عام میں صلوٰۃ جنازہ کیسی ہے؟

الجواب

شارع عام میں اگر تنگی ہوتی ہو، مکروہ ہے اور مقابر میں غیر صلوٰۃ جنازہ تو مکروہ ہے اور صلوٰۃ جنازہ کے کراہت کی کوئی دلیل نہیں؛ کیوں کہ اس میں جب میت کا سامنے ہونا گوارا کر لیا تو قبر میں کیا حرج ہے، پھر بعض حالات میں خود صلوٰۃ علی القبر بھی مشروع ہے۔

(تتمہ:۶) اگر مجمع کثیر ہو اور کوئی جگہ سوائے مسجد کے ایسی نہیں کہ جہاں پر یہ مجمع سما جائے تو ایسی صورت میں اگر جنازہ اور امام چند مقتدیوں کے ساتھ مسجد سے خارج ہو اور سب لوگ مسجد میں ہوں تو کیا یہ صورت اعذار میں شمار ہو سکتی ہے، یا نہیں؟ فقہاء رحمہم اللہ نے ایسی صورت کو کراہت سے مستثنیٰ کیا ہے، یا نہیں؟

الجواب

گنجائش نہ ہونا عذر ہے؛ مگر میت کے مسجد میں ہونے سے مصلین کا مسجد میں ہونا اہون ہے۔

(۷)　چوں کہ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے، ایسی صورت میں جب کہ مجمع زیادہ ہو اور سوائے مسجد کے اور کوئی جگہ اتنی وسیع نہ ہو کہ جس میں مجمع آ جائے تو کیا اس مجمع میں سے چند آدمیوں صلوٰۃ نماز جنازہ کے لیے منتخب کر لیے جاویں اور باقی کو روک دیا جاوے، یہ فعل کیسا ہے جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

یہ فعل بے اصل ہے۔

(۸)　آج کل مسجد حرام میں صلوٰۃ جنازہ کس جگہ ہوتی ہے۔؟

الجواب

مجھ کو معلوم نہیں؛ لیکن اگر وہاں مسجد میں پڑھتے بھی ہوں تو اصل فعل یہ دوسرے مذہب والوں کا ہے اور ممکن ہے کہ

مسئلہ کے مجتہد فیہ ہونے کے سبب احناف بھی شریک ہوجاتے ہوں تو اس فعل سے تمسک نہیں ہوسکتا۔

۵/ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۳ھ (النور، ص: ۷، ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۴ھ) (امداد الفتاویٰ جدید: ۶۶/۱-۷۶۸)

عیدگاہ میں نماز جنازہ:

(۱) عیدگاہ میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے، یا نہیں؟

الجواب ________________ وباللّٰہ التوفیق

(۱) عیدگاہ میں جنازہ کی نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔(۱) (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۵۱۹/۲-۵۲۰)

عیدگاہ میں نماز جنازہ درست ہے:

سوال: عیدگاہ جو ایک جگہ محدود ہے، جیسے دیوبند کی عیدگاہ یہ حکم میں مسجد کے ہے، یا نہیں؟ اور اس میں نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟ بعض مولویوں نے اس کو مسجد قرار دی ہے کہ عیدگاہ بھی حکم میں مسجد کے ہے اور نماز جنازہ پڑھنے کو منع کردیا ہے، یہ صحیح ہے، یا نہیں؟ بحوالہ کتاب تحریر ہو، بعض قصبات میں قبرستان کے متصل ہی عیدگاہ بنی ہوئی ہے، وہاں عیدین کی نماز ہوتی ہے اور نماز جنازہ بھی وہاں ہوتی ہے اور ایک مدت دراز سے ایسا کرتے چلے آتے ہیں، اب بعض حضرات نے عیدگاہ میں نماز جنازہ پڑھنے سے روکا ہے۔ شرعا کیا حکم ہے؟

الجواب ________________

درمختار میں ہے:

(و) أما (المتخذ لصلاة جنازة أو عيد) فهو (مسجد فی حق جواز الاقتداء) وان انفصل الصفوف رفقاً بالناس (لافی حق فی غيره) به يفتی (فحل دخوله لجنب وحائض) كفناء مسجد ورباط ومدرسة ومساجد حياض وأسواق.(۲)

وأيضاً فيه فی الجنائز: (وكرهت تحريماً) وقيل (تنزيهاً فی مسجد جماعة).

وفی الرد تحت (قوله: فی مسجد جماعة) أی المسجد الجامع ومسجد المحلة.(۳)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ صلوٰۃ جنازہ عیدگاہ میں ادا کرنا درست ہے، خاص کر وہ عیدگاہ کہ اس کو دونوں کا موں

---

(۱) قيد بمسجد الجماعة لأنها لا تكره فی مسجد أعدلها و كذا فی مدرسة ومصلی عيد؛ لأنه ليس لها حكم المسجد فی الأصح ". (حاشية الطحطاوی، باب أهكام الجنائز، ص: ٥٩٥، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

(۲) الدر المختار علیٰ هامش ردالمحتار، باب ما يفسد الصلاة ومايكره فيها، مطلب فی أحكام المسجد: ٦٥٧/١، دار الفكر بيروت، انيس

(۳) الدر المختار مع ردالمحتار، باب صلاة الجنائز، مطلب فی كراهة صلاة الجنازة فی المسجد: ١١٨/٣، دار الكتاب ديوبند، انيس

کے لیے بنایا ہو؛ یعنی نماز عیدین کے لیے بھی اور نماز جنازہ کے ادا کے لیے بھی تو اس میں ادائے نماز جنازہ بلا کراہت وبلا تردد درست ہے؛ لیکن اگر اس وجہ سے کہ بعض فقہا نے عید گاہ کو من جمیع الوجوہ مسجد کا حکم دیا ہے، جیسا کہ علامہ شامی نے نقل کیا ہے، نماز جنازہ کے لیے موجود ہو تو یہ بہتر واحوط ہے۔

قال في الشامي: ومقابل هٰذا المختار ما صححه في المحيط في مصلى الجنازة أنه ليس له حكم المسجد أصلاً وماصححه تاج الشريعة أن مصلى العيد له حكم المساجد، الخ. (۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۲۲/۵-۳۲۳)

عیدگاہ میں نماز جنازہ جائز ہے:

سوال: عیدگاہ کے اندر جنازے کی نماز پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

عیدگاہ میں جنازے کی نماز پڑھنی جائز ہے۔ (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی: ۱۱۵/۴)

عیدگاہ میں نماز مکروہ نہیں:

سوال: عیدگاہ میں نماز جنازہ مکروہ ہے، یا نہ؟

الجواب

کتب فقہ میں تصریح کی ہے کہ نماز جنازہ مسجد جماعت میں مکروہ ہے؛ یعنی جس مسجد میں پانچویں وقت کی جماعت ہوتی ہے، یا جمعہ اور پنج وقتی نماز باجماعت ہوتی ہو، چناں چہ درمختار میں ہے:

(وكرهت تحريماً) وقيل (تنزيهاً في مسجد جماعة، الخ. (۳)

پس اس قید فی مسجد جماعۃ سے معلوم ہو؛ تاکہ عیدگاہ میں جماعت جنازہ جائز ہے؛ لیکن احوط یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب کہ بانی عیدگاہ نے اس کو جنازہ کی نماز کے لیے نہیں بنایا تو نماز جنازہ اس میں نہ پڑھنی چاہیے، البتہ جو مسجد نماز جنازہ کے لیے مخصوص کی گئی ہو، اس میں درست ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۰۰/۵، ۳۰۱)

---

(۱) رد المحتار، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب في أهكام المساجد: ٦٥٧/١، دار الفكر بيروت، انيس

(۲) قيد بمسجد الجماعة لأنها لاتكره في مسجد أعدلها و كذافي مدرسة، ومصلى عيد، لأنه ليس لها حكم المسجد في الأصح. (حاشية الطحطاوي على المراقي، باب أحكام الجنائز، ص: ٣٦٠، ط: بيروت) (ص: ٤٩١، أصح المطابع كارخانه تجارت كتب خانة كراتشي)

(۳) الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب صلاة الجنائز: ١١٨/٣، دار الكتاب ديوبند، انيس

قبرستان کی مسجد میں نماز جنازہ:

سوال: ہمارے قبرستان میں ایک مسجد ہے، جس کی تین محرابیں اور دو مینار ہیں، کرسی کسی قدر اونچی ہے، صحن پختہ ہے، چڑھنے کے لیے مشرق کی طرف زینہ ہے، مگر چھت اور چھپر نہ ہونے کی وجہ سے طرف ثانی اسے چبوترہ کہتے ہیں، جب سے وہ بنی ہے، برابر و جماعت اس میں ہوتی چلی آتی ہے اور مسئلہ نہ جاننے کی وجہ سے ہم اس میں ۱۳۳۶ء تک نماز جنازہ بھی ادا کرتے رہے۔ آیا نماز جنازہ بھی ادا کرتے رہے، آیا نماز جنازہ اس میں جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

نزاع مذکور کے بارہ میں امر فیصلہ کن مختصراً یہ ہے کہ اگر چبوترہ مذکورہ جس میں محرابیں وغیرہ ہیں، بغرض ادائے نماز پنج گانہ بجماعت بنالیا گیا ہے اور اسی لیے وقف کیا گیا ہے تو وہ مسجد جماعت حسب اصطلاح فقہا ہے اور مسجد جماعت میں عندالحنفیہ نماز مکروہ ہے۔

كما في الدر المختار: (وكرهت تحريماً) وقيل (تنزيهاً في مسجد جماعة هو) أي الميت (فيه) وحده أو مع القوم (واختلف في الخارجة) عن المسجد وحده أو مع بعض القوم (والمختار الكراهة) مطلقاً، خلاصة، بناء علىٰ أن المسجد إنما بني للمكتوبة وتوابعها ... لاطلاق حديث أبي داؤد "من صلىٰ علىٰ ميت في المسجد فلا صلاة له". (۱)

اور اگر وہ چبوترہ بغرض نماز جنازہ بنایا گیا ہے تو اس میں نماز بلا کراہت درست ہے، کما ہو مذکور فی کتب الفقہ واما المتخذ لصلوٰۃ جنازۃ سے جواز الصلوٰۃ جنازہ اس میں واضح ہوتا ہے، باقی یہ امر کہ وہ چبوترہ پنج گانہ نمازوں کے لیے بنایا گیا ہے، یا نماز جنازہ کے لیے بنایا گیا ہے۔ باقی اور واقف کی نیت اور اس کی زمانہ کے اور اس کے بعد کے ازمنہ کے تعامل سے معلوم ہوسکتا ہے۔ اس کو واقع وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں، جو وہاں کے رہنے والے ہیں، اس کو کوئی دور کا شخص متعین نہیں کرسکتا۔ ہاں اس قدر جرور کہا جاسکتا ہے بصورت اشتباہ واحتمال امرین احوط یہ ہے کہ نماز جنازہ اس میں نہ پڑھی جاوے؛ کیوں کہ پڑھنے میں احتمال حصول کراہت مذکورہ وعید مذکور فی الحدیث ہے اور نہ پڑھنے میں کچھ حرج اور اندیشہ نہیں ہے؛ بلکہ اس میں اتقاء عن الشبہات ہے، جو کہ احادیث میں مامور بہ ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵/۳۰۶-۳۰۷)

جہاں پر چہار طرف قبریں ہوں نماز جنازہ یا نماز فرض پڑھنا مکروہ ہے:

سوال: آگے پیچھے چاروں طرف قبور ہوں، وہاں فرض، یا نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایسی جگہ نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵/۳۶۷)

(۱) الدر المختار، باب صلاة الجنائز: ۳/۱۱۸-۱۱۹، دار الكتاب ديوبند، مزید تفصیل کے لیے شامی دیکھیں۔ انیس

(۲) تكره في أماكن كفوق كعبة ... مقبرة. (الدر المختار) ==

نماز جنازہ کے لئے قبرستان گھر بنانے میں کچھ مضائقہ نہیں:

سوال: برائے صلوٰۃ جنازہ قبرستان میں گھر بنانا اوراس میں نماز جنازہ پڑھنا اوروقت دفنانے میت کے وہاں بیٹھنا جائز ہے، یانہیں؟ اوراس میں تشبہ ممنوع ہے، یانہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ

اگرمحض نماز جنازہ پڑھنے کے لیےاور بارش دھوپ وغیرہ میں بیٹھنے کے لیےکوئی مکان قبرستان میں بنایا جائےتواس میں کچھ حرج نہیں ہےاوراس میں کچھ تشبہ ممنوع نہیں ہے؛لیکن قبرستان میں نماز جنازہ کے جواز کے لیے یہ ضروری ہے کہ سامنے قبریں نہ ہوں اور بہتر یہ ہے کہ نماز جنازہ دوسری جگہ پڑھیں۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند:۳۵۰/۵-۳۵۱)

تعزیہ گاہ میں نماز جنازہ:

سوال: ایک شخص عاشورہ کے دن فوت ہوگیا، جونمازی اوراہل السنّت والجماعت تھا،اس کے ورثا نے جنازہ کی نماز مقررہ جنازہ گاہ میں نہیں پڑھی اور جنازہ اس مقام پر لے گئے، جہاں تعزیہ نکلے ہوئے تھےاوروہاں اہل تشیع ماتم کرر ہے تھےتو بعض ان میں سے آ گئےاور جنازہ میں شامل ہوگئےاورنماز جنازہ اہل سنت والجماعت نے پڑھائی اورورثا یہ نیت بیان کرتے ہیں کہ وہاں مجمع کثیر تھا؛اس لیے وہاں لے گئے،حالاں کہ شہر میں اہل سنت والجماعت کا وعظ ہورہا تھا ،وہاں مجمع کثیر موجودتھااوران کو پہلے جنازہ کی اطلاع بھی دی گئی تھی،انہوں نے کہا کہ اگرنماز جنازہ گاہ مقررہ پر پڑھیں تو ہم سب شامل ہیں؛لیکن تعزیہ کی طرف نہیں جاتے،چناں چہ وہ نہ گئے۔اب سوال یہ ہے کہ جن لوگوں نے مجمع اہل السنۃ والجماعت سے اہل تشیع کوترجیح دی،ان کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ حامدًاومصلیًا

انہوں نے برا کیا،اس فعل سے توبہ کرنی چاہیے،جب نماز دوسری جگہ ہوسکتی تھی اور مجمع کثیر کی شرکت کی بھی امید قوی تھی تو جان بوجھ کرفسق وفجور کی جگہ میں جانے کی کیا ضرورت تھی۔(۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ،معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور، ۱۷/محرم ۱۳۵۷ھ۔

الجواب صحیح:سعیداحمد غفرلہ،صحیح:عبداللطیف،۲۰/محرم ۱۳۵۷ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۲۰۵/۸-۲۰۶)

== واختلف فی علته فقيل؛لأن فيها عظام الموتىٰ وصديدهم وهو نجس وفيه نظر وقيل؛لأن أصل عبادة الأصنام اتخاذ قبور الصالحين مساجد وقيل؛لأن فيها تشبه باليهود. (ردالمحتار،كتاب الصلاة: ۳۷۹/۱-۳۸۰،دارالفكر بيروت،انيس)

(۱) تكره فی أماكن كفوق كعبة ... مقبرة.(الدرالمختار)

واختلف فی علته فقيل؛لأن فيها عظام الموتىٰ وصديدهم وهو نجس وفيه نظر وقيل؛لأن أصل عبادة الأصنام اتخاذ قبور الصالحين مساجد وقيل؛لأن فيها تشبه باليهود. (ردالمحتار: ۳۷۹/۱-۳۸۰،دار الفكر بيروت،انيس)

(۲) قال الله تعالىٰ:﴿يا أيها الذين آمنوا توبوا إلى الله توبة نصوحاً﴾الآية"(سورة التحريم :۸) ==

نماز جنازہ کی جگہ فرض نماز ادا کرنا:

سوال: کیا یہ بات صحیح ہے کہ جہاں نماز جنازہ پڑھائی جاتی ہے، وہاں فرض نماز نہیں پڑھ سکتے ؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

یہ تو صحیح نہیں کہ جہاں نماز جنازہ پڑھائی جاتی ہو، وہاں فرض نماز نہیں پڑھ سکتے، البتہ مسئلہ اس کے برعکس ہے کہ جو مسجد نماز پنج گانہ کے لیے بنائی گئی ہو، وہاں بغیر عذر کے جنازہ کی نماز مکروہ ہے۔(۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۸۲/۴)

بازار میں نماز جنازہ مکروہ ہے:

سوال: ہمارے بازار میں اکثر نماز جنازہ ہوتی رہتی ہے، جس کی وجہ سے ٹریفک بھی رک جاتا ہے اور لوگوں کا آنا جانا بھی رک جاتا ہے، جب کہ قریبی روڈ پر اس کے لیے جگہ بھی بنی ہوئی ہے؛ لیکن پھر بھی یہاں پڑھائی جاتی ہے تو کیا یہ طریقہ صحیح ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

کسی مجبوری کے بغیر بازار میں اور راستے میں نماز جنازہ پڑھانا مکروہ ہے۔(۲) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۸۳/۴)

جنازہ دوسرے مکان مین رکھ کر نماز پڑھنا:

سوال: آج کل دستور ہے کہ مساجد میں قبلہ کی جانب محراب سے باہر جنازہ رکھنے کے لیے چبوترہ بناتے ہیں اور محراب میں اس طرف کھڑکی، یا دروازہ رکھتے ہیں، امام محراب کے اندر کھڑا ہو کر نماز جنازہ پڑھاتا ہے، کیا اس طرح نماز مین کوئی کراہت تو نہیں کہ جنازہ باہر ہو، اورع امام مسجد سے اندر؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

مسجد میں نماز جنازہ بہر حال مکروہ ہے، خواہ جنازہ مسجد کے اندر ہو، یا باہر، البتہ بارش وغیر جیسا عذر ہو، یا باہر جگہ نہ

== "عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: لله أشد فرحاً بتوبة أحدكم من أحدكم بضالته إذا وجدها". (الصحيح لمسلم، كتاب التوبة: ۳۵٤/۲، قديمی، انيس)

واتفقوا علیٰ أن التوبة من جميع المعاصی واجبة، وأنها واجبة علی الفور، لايجوز تأخيرها سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة، والتوبة من مهمات الإسلام وقواعده المتأكدة، ووجوبها عند أهل السنة بالشرع. (الصحيح لسملم مع شرحه للنووی، كتاب التوبة: ۳۵٤/۲، قديمی)

وراجع للبسط: تفسير روح المعانی: ۱۵۷/۲۸، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، دار إحياء التراث العربی، بيروت

(۱) (وكرهت تحريما) وقيل (تنزيهاً) فی مسجد جماعة. (الدر المختار)

وفی الشامية تحت (قوله: فی مسجد جماعة) أی المسجد الجامع ومسجد المحلة، الخ. (رد المحتار، باب صلاة الجنازة: ۱۱۸/۳، دار الكتاب ديوبند، انيس)

(۲) وتكره أيضا فی الشارع. (رد المحتار: ۲۲۵/۲، باب صلاة الجنازة، وأيضا فی الهندية: ۱٦٥/۱)

ہوتو مسجد میں نماز جائز ہے۔ایسی صورت میں اگر جنازہ باہر ہے تو بہتر یہ ہے کہ امام اور چند مقتدی بھی مسجد سے باہر چبوترہ پر کھڑے ہوں؛ کیوں کہ جنازہ من وجہ بحکم امام ہے اور صرف امام کا الک مکان میں کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی ہے۔

قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: (قوله: لأنه كالامام من وجه) لاشتراط هٰذه الشروط وعدم صحتها بفقد ها أو فقد بعضها. (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۷/صفر ۱۴۰۰ھ (احسن الفتاویٰ: ۲۴۴/۴)

ارضِ مغصوبہ میں نمازِ جنازہ:

سوال: ارض مغصوبہ میں نماز جنازہ کا کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

مغصوبہ زمین میں نماز جنازہ مکروہ ہے۔

"تكره صلاة الجنائز فى الشارع وأراضى الناس". (۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ محمودیہ: ۲۰۷/۸)

نماز جنازہ میں بھی جگہ کا پاک ہونا ضروری ہے:

سوال: ہمارے یہاں جنازے کی نماز کی جگہ پر تاڑ کے درخت ہیں، ان پر ہمیشہ گدھ بیٹھے رہتے ہیں اور بیٹ کرتے رہتے ہیں، اس وجہ سے فرش سفید رہتا ہے، اس سفید زمین پر بعض آدمی نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں تو کیا ان کی نماز ہو جاتی ہے؟

(المستفتی: ۲۸۱۴، سلیمان موسیٰ حافظ جی بارڈولی، ضلع سورت، ۱۸/ربیع الاول ۱۳۷۰ھ)

الجواب ــــــــــــــــــ

اس ناپاک جگہ پر کھڑے ہونے والوں کی نماز نہیں ہوگی، ان کو یہ جگہ چھوڑ دینی چاہیے، یا وہاں پاک کپڑا ڈال کر نماز پڑھیں۔ (۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی: ۱۱۵/۴)

---

(۱) ردالمحتار، باب صلاة الجنازة، مطلب هل يسقط فرض الكفاية بفعل الصبى: ۹۹/۳، دار الكتاب ديوبند، انيس

(۲) مراقى الفلاح علىٰ حاشية الطحطاوى، باب أحكام الجنائز، فصل: السلطان أحق بصلاته، ص: ۵۹۶، قديمى
"تكره فى الشارع وأراضى الناس كما فى المضمرات". (الفتاوىٰ الهندية، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز، الفصل الخامس فى الصلاة على الميت: ۱۶۵/۱، رشيدية)

(۳) کیوں کہ جنازہ میں بھی نمازیوں کے لیے طہارت مکان شرط ہے، اس کے بغیر نماز نہیں ہوگی۔
وفى القنية: الطهارة من النجاسة فى ثوب، وبدن، ومكان، وستر العورة شرط فى حق الميت والإمام جميعًا. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب صلاة الجنائز: ۲۰۸/۲، ط: سعيد)

نجس زمین پر نماز جنازہ درست ہے، یا نہیں:

سوال: نماز جنازہ مسجد کے باہر جہاں نجس پڑا رہتا ہے، پڑھائی جاتی ہے، وہ جگہ پاک نہیں رہتی، ایسی جگہ نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

زمین خشک ہونے سے پاک ہوجاتی ہے، **کما فی الحدیث: ذکاۃ الأرض یبسھا.** (۱) پس جب کہ زمین خشک ہو اور ظاہر اس پر کچھ نجاست نہ ہو تو وہاں نماز جنازہ درست ہے، اگر خشک زمین پر کچھ نجاست خشک پڑی ہوئی ہو، چاہیے کہ اس کو علاحدہ کر دیا جائے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۳۲۳/۵)

مسجد کے بجائے سڑک پر جنازہ پڑھنا بہتر ہے:

سوال: نماز جنازہ مسجد میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور صحن مسجد جس میں نماز پڑھی جاتی ہے وہ داخل مسجد ہے یا کہ نہیں پس اس حالت میں جبکہ برون مسجد سڑک نہایت فراخ اور کشادہ موجود ہے جس میں نماز جنازہ نہایت فراغت اور اطمینان کے ساتھ جماعت کثیر کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں اور قبرستان کا فاصلہ وہاں سے میل ڈیڑھ میل ہے جس کی وجہ سے وہاں نماز جنازہ میں مجمع نہیں ہوتا اور سڑک پر پڑھنے سے کافی مجمع ہوجاتا ہے تو ان صورتوں کے ہوتے ہوئے نماز جنازہ سڑک مذکورہ پر پڑھنا اولیٰ ہے یا قبرستان میں؟

(المستفتی: ۲۲۴۲، قاری محمد انوار الحق صاحب (کراچی) ۷/ربیع الاول ۱۳۵۷ھ، مطابق ۸/مئی ۱۹۳۸ء)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

بہت سے مقامات میں صحن مسجد کو خارج از مسجد قرار دیتے ہیں اور وہاں عرف یہی ہوتا ہے، اسی بنا پر بانیان مسجد بھی صحن کو مسجد میں داخل کرنے کی نیت نہیں کرتے۔ ایسی صورت میں تو نماز جنازہ صحن میں پڑھ لینی جائز ہے اور اگر صحن کو مسجد قرار دیا گیا ہو تو باہر سڑک پر نماز جنازہ پڑھنا اولی ہے کہ قبرستان (۲) لے جانے اور وہاں نماز پڑھنے میں نمازی کم ہوجاتے ہیں۔

فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۱۱۲/۴-۱۱۳)

---

(۱) **مشکاۃ المصابیح، باب ثواب التسبیح التحمید و التھلیل، الفصل الثانی، ص: ۲۰۱**

عن أبی قلابة وھو من التابعین أنه قال: ذکاۃ الأرض یبسھا. (السنن الکبریٰ للبیھقی، کتاب الصلاۃ، باب من قال بطھور الأرض إذا یبست: ۲۷۲/۲، انیس)

(۲) یہاں سڑک پر نماز جنازہ پڑھنے کو اولیٰ لکھا ہے، یا تو سوال میں مذکور وجوہ کی بنا پر یا مسجد کے صحن کے مقابلے میں، ورنہ سڑک پر نماز جنازہ کو فقہائے احناف نے مکروہ لکھا ہے، جو ناپسندیدہ ہے اور کراہت کی وجوہ بھی ذکر کئے ہیں، مثلاً سڑکوں پر نجاسات کا ہونا اور ناپاک جوتوں اور چپل سمیت نماز پڑھنا وغیرہ۔ **"تکرہ فی الشارع وأراض الناس، کذا فی المضمرات". (الفتاویٰ الھندیة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الخامس فی الصلاۃ علی المیت: ۱۶۵/۱، ط: کوئٹة)**

سڑک پر نماز جنازہ کی ادائیگی:

سوال: نماز کے لیے جگہ کا پاک ہونا بھی ایک شرط ہے، بعض مساجد میں صحن نہ ہونے کی وجہ سے مسجد کے باہر سڑک پر جنازہ رکھ کر اور صفیں باندھ کر نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے، جب کہ سڑک کا پاک ہونا محال ہے۔ ایسی صورت میں کیا نماز جنازہ درست ہوگی؟ (محمد ابراہیم، سکندر آباد)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''میں نوجوان اور کنوارا تھا، مسجد ہی میں شب گذارتا تھا، کتے بھی مسجد میں آتے جاتے رہتے تھے اور پیشاب کر دیتے تھے اور لوگ اس پر پانی کا چھڑکاؤ بھی نہیں کرتے تھے''۔(۱)

اس سے فقہا نے یہ بات اخذ کی ہے کہ اگر زمین میں نجاست لگ جائے اور وہ خشک ہو جائے، نیز اس کا اثر؛ یعنی اس کا رنگ و بو جاتا رہے تو زمین پاک سمجھی جائے گی اور اس پر نماز پڑھنا درست ہوگا۔

''لو أصابت النجاسة علی الأرض فجفت و ذهب أثرها تجوز الصلاة عليها عندنا''.(۲)

عام طور پر سڑک کی یہی کیفیت ہوتی ہے؛ اس لیے اس پر نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے، خاص کر سڑک کو چوں کہ ناپاک چیزوں سے بچانا دشوار ہے؛ اس لیے فقہا نے لکھا ہے کہ اگر سڑک کی گرد نجاست کے ساتھ خلط ملط ہوگئی ہو اور وہ کپڑے پر لگ جائے تو چوں کہ اس سے بچنا دشوار ہے؛ اس لیے اسی کپڑے میں نماز ادا کی جا سکتی ہے۔

''طين الشوارع عفو وإن ملأ الثوب للضرورة و لو مختلطاً بالعذرات و تجوز الصلاة به''.(۳)

(کتاب الفتاویٰ:۳/۱۷۴-۱۷۵)

نماز جنازہ کے لئے بنائی گئی مسجد میں جنازہ بلا کراہت درست ہے:

سوال: یہاں بیرون شہر ایک قبرستان میں مسجد بنی ہوئی ہے، جب وہاں جناہ لے جاتے ہیں تو گرمی اور برسات کے موسم میں اسی مسجد میں نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے، اگر فرض وقتیہ کا وقت ہوتا ہے تو بعد نماز جنازہ اسی مسجد کے جماعت خانے میں نماز با جماعت ادا کی جاتی ہے؛ اس لیے کہ فرض نماز کا وقت شہر میں واپس آنے تک یا تو آخر ہو جاتا ہے، یا بالکل نہیں رہتا، مسجد مذکور کا جماعت خانہ وسیع ہے اور صحن بہت چھوٹا ہے؛ اس لیے جماعت خانہ میں ہی نماز جنازہ پڑھی

---

(۱) عن ابن عمر قال: كنت أبيت في المسجد في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم و كنت فتیً شابا عزباً و كانت الكلاب تبول و تقبل و تدبر في المسجد فم يكونوا يرشون شيئاً من ذلك. (سنن أبي داؤد، كتاب الطهارة، باب في طهور الأرض اذا يبست: ۶۰/۱، رقم الحديث: ۳۸۲، مكتبة حقانية ملتان، انيس)

(۲) بدائع الصنائع، كتاب الطهارة، فصل فيما يقع به التطهير: ۴۴۱/۱، دار الكتب العلمية بيروت، انيس

(۳) كتاب الطهارة، باب الأنجاس مطلب في العفو عن طين الشارع: ۳۲۴/۱، دار الفكر بيروت

جاتی ہے، اس صورت میں مسجد مذکور میں نماز باجماعت، یا فرداً فرداً ادا کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ اس مسجد میں پنج وقتہ نماز نہیں ہوتی، نہ اذان کہی جاتی ہے، جب جنازہ لے کر جانے کا اتفاق ہوتا ہے، تب ہی بہ ضرورت نماز پڑھی جاتی ہے؟

(المستفتی: نورالدین، مدرسہ ہاٹیہ، رانی تالاب، سورت)

الجواب

یہ مسجد اگر نماز جنازہ کے لئے بنائی گئی ہے تو اس میں نماز جنازہ جائز ہے، (١) اور فرض وقتی بھی ادا کرنا بلا کراہت جائز ہے؛ کیوں کہ مسجد جنازہ میں وقتی فرض مکروہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ ہاں اگر یہ مسجد پنج وقتی نماز کے لیے بنائی گئی ہو تو اس میں نماز جنازہ مکروہ ہوگی؛ مگر عذر بارش وغیرہ کی وجہ سے یہ کراہت مرتفع ہو جائے گی۔ (٢) الغرض مسجد نماز جنازہ میں فرض وقت مکروہ نہیں اور مسجد پنج وقتی میں بلا عذر نماز جنازہ مکروہ ہے اور بعذر ہو تو مکروہ نہیں ہے۔

محمد کفایت اللہ غفرلہ، مدرسہ امینیہ دہلی (کفایت المفتی: ۱۲۰/۴-۱۲۱)

فاحشہ کے مال سے جنازہ گاہ تعمیر کرنا:

سوال: منٹگمری میں ایک طوائف فاحشہ عورت کے دو ملکیتی مکان ہیں، فوتگی سے کچھ عرصے پہلے اس نے ایک مکان کی اپنے مرشد پیر اصغر علی کے نام وصیت کی، چناں چہ پیر صاحب نے قبضہ کر لیا ہے۔ دوسرے کی نسبت وصیت لکھائی کہ انجمن اسلامیہ منٹگمری فروخت کر کے اس کی قیمت سے قبرستان میں جنازہ گاہ بنا دے، جہاں کہ متوفی مسلمانوں کی نماز جنازہ ادا کی جاتی ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ ایسی جنازہ گاہ میں نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر فاحشہ مذکورہ کا یہ مکان اس کا موروثی ہو (بشرطیکہ مورث کی کمائی خالص حرام نہ ہو)، یا فاحشہ نے کسی جائز ذریعہ اور حلال کمائی سے حاصل کیا ہو تو اس مکان کی قیمت سے جنازہ گاہ بنانا اور اس میں نماز پڑھنا جائز ہے؛ لیکن اگر یہ مکان حرام کمائی سے حاصل کیا گیا ہے تو اس میں خبث قائم ہے اور اس کو کسی نیک کام میں بامید ثواب لگانا ناجائز ہے (یعنی خالص حلال مال ہو اور اگر حرام مال بھی ہو تو حلال غالب ہو اور حرام مغلوب ہو تو اس صورت میں اس مال کو استعمال کر سکتے ہیں اور اگر مکمل حرام مال ہو اور یا غالب حرام ہو تو اس کا استعمال ثواب کی نیت سے درست نہیں) اس کو انجمن اسلامیہ فروخت کر کے یتیموں اور بیواؤں اور دوسرے محتاجوں کے کھانے کپڑے میں اس نیت سے خرچ

---

(١) أما المسجد الذی بنی لأجل صلاة الجنازة، فلا تکره فیه. (الفتاویٰ الهندیة، الباب الحاوی والعشرون فی الجنائز، الفصل الخامس فی الصلاة علی المیت: ١٦٥/١، ط: کوئتة)

(٢) إنما تکره فی المسجد بلا عذر، فإن کان، فلا ومن الأعذار، المطر کما فی الخانیة. (ردالمحتار، باب صلاة الجنائز: ٢٢٦/٢، ط: سعید)

کر دے (اور جنازہ گاہ بنانا بھی جائز ہے؛ لیکن مناسب نہیں؛ کیوں کہ اس سے خواہ مخواہ لوگوں کے دلوں میں شبہات پیدا ہوں گے اور اس میں نماز پڑھنے میں کراہت محسوس کریں گے) کہ ایک مال حرام اس کے قبضے میں آ گیا ہے، جس کو وہ اصلی جائز مالک تک نہیں پہنچا سکتی؛ اس لیے بہ نیت رفع وبال، یا بہ نیت ایصال ثواب اصل مالک و مستحق محتاجوں اور مسکینوں پر خرچ کر رہی ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۱۱۸/۴-۱۱۱۹)

نماز جنازہ اس میدان میں جہاں سے کہ بعض قبور نظر آتی ہوں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ نماز جنازہ اس میدان میں جہاں سے کہ بعض قبور نظر آتی ہوں اور درمیان میں دیوار حائل ہو، یا نہ ہو، بلا کراہت جائز ہے، یا نہ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

قبر کی طرف جو نماز مکروہ ہے تو بوجہ اس کے کہ وہ مشتمل ہے، میت پر جس میں احتمال ہے عبادت غیر اللہ کا اور نماز جنازہ میں خود میت ہی کا روبرو ہو، ناجائز رکھا گیا ہے تو قبر کا سامنے ہونا تو بدرجۂ اولیٰ، یہ تو تحقیقی جواب ہے اس سوال کا اور سائل نے خط میں بعض غیر مقلدین سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے عدم جواز نماز جنازہ قبور کے قریب کا حکم لگا دیا ہے تو اگر وہ اہل انصاف ہوں، تب تو ان کے جواب کے لیے یہ حدیث کافی ہے، جس کو شیخین نے روایت کیا ہے:

عن ابن عباس أن رسول اللّٰہ صلى الله عليه وسلم مر بقبر دفن ليلاً فقال: متىٰ دفن هٰذا؟ قالوا: البارحة، قال: أفلا آذنتمونى؟ قالوا: دفناه فى ظلمة الليل فكرهنا أن نوقظك فقام فصففنا خلفه، قال ابن عباس: و أنا فيهم فصلىٰ عليه. (۱)

دیکھئے اس حدیث میں تصریح ہے کہ آپ نے نماز جنازہ اس طرح پڑھی کہ قبر سامنے تھی اور اگر وہ اہل اعتساب ہوں تو ان سے خطاب بیکار ہے، اپنی تسلی حاصل کر کے عمل کرنا چاہیے۔

۲۶/رمضان المبارک ۱۳۴۱ھ (تتمہ خامسہ، ص: ۲۴۴) (امداد الفتاویٰ جدید: ۷۳۲/۱-۷۳۳)

قبرستان میں نماز جنازہ کے کراہت کی تحقیق:

(۳) میں نے ایک زمانہ میں اس کے جواز کا فتویٰ دیا تھا، چناں چہ تتمہ جلد اول فتاویٰ امدادیہ، ص: ۴۹ پر وہ فتویٰ درج ہے اور اس جواز کی تقویت میں اس سے استدلال کیا گیا تھا کہ قبر خود نعش سے زیادہ نہیں اور نعش کے سامنے جائز ہے

---

(۱) لأنه سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد علىٰ صاحبه. (ردالمحتار، كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع: ۳۸۵/۶، ط: سعيد)

(۲) صحيح البخارى، كتاب الجنائز، باب صفوف الصبيان مع الرجال على الجنائز: ۱۷۶/۱، قديمى، انيس

(۳) حضرت مجیب رحمہ اللہ کا یہ رجوع از فتاویٰ سابقہ احقر نے فتاویٰ دار العلوم دیوبند سے اضافہ کیا ہے۔ سعید

تو قبر کے سامنے بدرجۂ اولیٰ جائز ہے، اھ؛ لیکن ایک عزیز نے شرح جامع صغیر میں یہ حدیث دکھلائی: ''نهى أن يصلى على الجنائز بين القبور'' (طس عن أنس) اور اس کی وجہ یہی بیان کی ہے: ''فإنها صلاة شرعية والصلاة في المقبرة مكروه تنزيهاً'' اور یہ بھی کہا ہے: '' اسناده حسن''، یہ اس باب میں صریح درایت ہے اور روایت محضہ پر روایت مقدم ہے، لہذا اس فتویٰ سابقہ سے رجوع کرتا ہوں، گو نماز ادا ہو جائے گی؛ مگر کراہت کا حکم کیا جائے گا، جیسا کہ عزیزی کا قول اوپر نقل کیا گیا ہے۔

اور غور کرنے سے اس درایت کا جواب بھی ذہن میں آ گیا، وہ یہ کہ فقہا نے نمازی کے سامنے شمع وسراج کے ہونے کو جائز فرمایا ہے اور انگارے کے سامنے ہونے کو مکروہ فرمایا ہے اور وجہ فرق کی یہ بیان کی ہے: ''لأنه لم يعبد هما أحد والمجوس يعبدون الجمر لاالنار الموقدة''. (۱)

پس یہی فرق قبر اور نعش میں ہوسکتا ہے کہ قبر کی پرستش معتاد ہے، نعش کی معتاد نہیں، پس درایت کا شبہ بھی ساقط ہو گیا اور کراہت کا حکم محفوظ رہا۔ واللہ اعلم

فرع: چوں کہ میرے فتوے سابقہ کو دیکھ کر مولانا محمد شفیع صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند نے اپنے فتویٰ کراہت سے رجوع کرلیا تھا، كما في رسالة ''المفتي'' لشوال سنة: ١٣٥٧ھ تحت عنوان ''اختيار الصواب'' مفصلا، اس لیے اپنی تحقیق حال کی اطلاع ان کو بھی ظاہر کردی ہے۔

اشرف علی (از فتاویٰ دارالعلوم دیوبند قدیم: ۲/۱۷۳، ۲۴/ذی قعدہ ۱۳۸۷ھ) (امدادالفتاویٰ جدید: ۱/۳۳۷)

نماز جنازہ میں قبر سامنے ہونا مکروہ نہیں:

سوال: نماز جنازہ کسی مزار کے برابر، یا آگے پیچھے رکھ کر ادا کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

جائز ہے، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود قبر پر نماز جنازہ پڑھی ہے، فقہ میں بھی یہ حکم مذکور ہے کہ کوئی بدون نماز دفن کردیا گیا ہو تو میت کے پھٹنے سے پہلے اس کی قبر پر نماز پڑھی جائے۔ دوسری نمازوں میں قبر کا سامنے، یا دائیں بائیں ہونا اس لیے مکروہ ہے کہ اس میں غیر اللہ؛ یعنی میت کی عبادت کا احتمال ہے۔

فيكره الوجه والتيامن والتياسر كالصورة.

نماز جنازہ میں جب خود میت ہی سامنے رکھی جاتی ہے تو قبر کا سامنے ہونا بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۳/ربیع الاول ۱۳۹۰ھ (احسن الفتاویٰ: ۴/۲۲۵)

---

(۱) رد المحتار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب الكلام على اتخاذ المسبحة: ١/٦٥٢، دار الفكر بيروت، انيس

جنازہ کی صفوں میں سجدہ کی جگہ چھوڑنا بے اصل ہے:

سوال: مشہور ہے کہ جنازہ کی نماز میں صف بندی کرتے وقت صفوں کے درمیان ایک سجدہ کی جگہ چھوڑنی چاہیے، اس کی کیا اصل ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــ

اس کی کچھ اصل نہیں ہے اور کچھ ضرورت نہیں ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۸۹/۵)

نماز جنازہ کی صفیں:

سوال: نماز جنازہ میں کیا تین، یا پانچ صفیں بنانا ہی ضروری ہے؟ (سید شاہنواز ہاشمی، فرسٹ لانسر)

الجواب ـــــــــــــــــــ

تین، یا اس سے زیادہ طاق عدد میں صفیں بنانا واجب تو نہیں؛ لیکن مستحب ہے۔ فقہا نے لکھا ہے کہ اگر سات ہی شرکا ہوں، تب بھی بہتر ہے کہ تین صفیں بنالی جائیں، ایک شخص امام بن جائے، تین آدمی پہلی صف میں، دو آدمی دوسری صف میں اور ایک آدمی تیسری صف میں کھڑا ہو۔

"إذا کان القوم سبعةً، قاموا ثلٰثة صفوف بتقدم واحد، وثلٰثة بعده وإثنان بعدهم، وواحد بعدهما". (۲) (کتاب الفتاویٰ: ۱۷۶/۳-۱۷۷)

صفوفِ نماز جنازہ میں طاق عدد:

سوال (۱) نماز جنازہ میں طاق عدد کا زیادہ خیال رکھا جاتا ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

(۲) پھر اس طاق عدد کو پورا کرنے کے لیے نابالغوں کی صفوں کو بھی شمار کیا جاوے گا، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ حامدًا ومصليًا

(۱) نماز جنازہ میں طاق عدد کی صفوف کا لحاظ رکھا جائے، یہی شرعاً مستحب ہے۔ (۳)

(۲) اس طاق عدد کے لحاظ سے نابالغوں کی صف کو بھی شمار کیا جاسکتا ہے۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۹۲/۲/۱۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۹۷/۸)

---

(۱) جب اس میں سجدہ نہیں ہے تو پھر جگہ چھوڑنے کا حاصل کیا ہوگا۔

(۲) الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصلاة، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز، الفصل الخامس: ۱۶٤/۱

(۳) اس لیے کہ روایات میں منجملہ صفوفِ شرعیہ میں سے نابالغوں کے صفوف کو بھی شمار کیا گیا ہے۔

"عن عبد الرحمن بن غنم قال: قال أبو مالك الأشعرى رضى الله تعالىٰ عنه: ألا أحد ثكم بصلاة النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم؟ قال: فأقام الصلوة فصف الرجال وصف الغلمان خلفهم، ثم صلى بهم، فذكر صلاته، ثم قال: هكذا صلاة". (سنن أبى داؤد، كتاب الصلاة، باب مقام الصبيان من الصف: ۱۰۵/۱، إمدادية) ==

کیا نماز جنازہ میں صفوں کی تعداد طاق ہونا ضروری ہے:

سوال: نماز جنازہ میں کتنی صفیں ہونی چاہئیں؟ اگر صفیں طاق ہونے کے بجائے جفت ہو جائیں تو کوئی فرق تو نہیں؟

الجواب

جنازے کی صفیں تین، پانچ، سات؛ یعنی طاق ہونی چاہئیں۔(۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۹۸/۴)

جنازہ کی صف متصل ہونی چاہیے:

سوال: مقتدی نماز جنازہ میں ایک دوسرے سے فاصلہ کے ساتھ کھڑے ہوں، یا مثل صلوٰۃ وقتیہ کے متصل ہو کر کھڑے ہوں؟

الجواب

صف متصل ہونی چاہیے، مثل جماعت فرائض وقتیہ کے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۷۰/۵)

جنازے میں لوگ زیادہ ہوں تو مغفرت کی امید زیادہ کی جاسکتی ہے، یقین نہیں:

سوال: اکثر سنا جاتا ہے کہ جنازے کی نماز میں کثیر جماعت کی وجہ سے مردے پر عذاب نہیں ہوتا اور یہ علامت نیک ہونے کی ہے۔ اس کی کوئی اصل ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۱۰۰۷، عبد الستار (گیا) ۲۹/ربیع الاول ۱۳۵۵ھ، مطابق ۲۰/جون ۱۹۳۶ء)

الجواب

کثرت جماعت میت کے لیے مفید تو ہوتی ہے؛ مگر لازمی طور پر مانع عذاب ہونے میں تامل ہے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۹۸/۴)

== "ولو اجتمع الرجال والنساء والصبيان والخناثٰى والصبيات والمراهقات، فأرادوا أن يصطفوا للجماعة، يقوم الرجال صفاً مما يلي الإمام، ثم الصبيان بعدهم، ثم الخناثى، ثم الإناث، ثم الصبيات المراهقات، إلخ". (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل: بيان مقام الإمام والمأموم: ۳۹۲/۱، رشيدية)

"(يصف)... (الرجال) ظاهره يعم العبد (ثم الصبيان) ظاهره تعددهم، فلو واحداً دخل الصف (ثم الخناثٰى ثم النساء)". (الدر المختار علٰى هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۷۱/۱، سعيد)

(۱) ويستحب أن يصفوا ثلاثة صفوف حتٰى لو كانوا سبعة يتقدم أحدهم للامامة ويقف وراء ثلاثة وراء هم اثنان ثم واحد ذكره فى المحيط. (الحلبى الكبير: ۵۸۸/۱، فصل فى الجنائز، طبع سهيل اكادمى لاهور)

(۲) عن عائشة رضى اللّٰه تعالٰى عنها عن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم قال: مامن ميت تصلى عليه أمة من المسلمين يبلغون مائة كلهم يشفعون له الاشفعوا فيه. (رواه مسلم، كتاب الجنائز، فصل فى قبول شفاعة الأربعين الموحدين فيمن صلوا عليه: ۳۰۸/۱، ط: قديمى)

اور ایک دوسری روایت میں چالیس آدمیوں کا ذکر ہے، مطلب یہ ہے کہ جتنے لوگ زیادہ ہوں گے تو شفاعت کی امید بھی زیادہ ہوگی۔

کیا نماز جنازہ کی آخری صف میں نماز ادا کرنے کا ثواب زیادہ ہوتا ہے:

سوال: کیا نماز جنازہ کی آخری صف میں نماز ادا کرنے کا ثواب زیادہ ہوتا ہے؟

الجواب

جی ہاں! عام نمازوں کے برعکس نماز جنازہ میں آخری سے آخری صف افضل ہے۔(۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۴/۷ ۳۹)

صفوفِ جنازہ میں کون سی صف افضل ہے:

سوال: نماز جنازہ کے بارے میں کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اس میں صفِ اول کا ثواب آخری صف والوں کو ملتا ہے اور وہ اس کی دلیل میں: "أول الصفوف آخرها" پیش کرتے ہیں، پتہ نہیں یہ حدیث ہے، یا کسی کا مقولہ؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ گڑبڑ مسئلہ ہے، اس سے انتشار ہوتا ہے؟

الجواب حامدًا و مصلیًا

یہ مسئلہ کبیری، ص: ۵۴۵ میں بھی اس طرح ہے:

"أفضل صفوف الرجال فی الجنازة آخرها، وفی غیرها أولها إظهاراً للتواضع لتكون شفاعته أدعٰی للقبول". (۲)

"وخیر صفوف الرجال أولها فی غیر جنازة". (الدر المختار)

"(قوله: فی غیر جنازة) أما فیها فآخرها إظهاراً للتواضع؛ لأنهم شفعاء، فهو أحرٰی بقبول شفاعتهم ولأن المطلوب فیها تعدد الصفوف فلو فضل الأول امتنعوا عن التأخر عند قلتهم". (۳)

صحیح مسائل کتابوں میں چھپے ہوئے ہیں، پڑھائے جاتے ہیں، فتاویٰ میں لکھے جاتے ہیں، زبانی بتائے جاتے ہیں، عوام میں زیادہ سے زیادہ شائع کئے جاتے ہیں، ان سے کوئی گڑبڑ نہیں، گڑبڑ کا سبب تین چیزیں ہیں: علم نہ ہونا، ناقص علم ہونا، یا پھر طبیعت میں عناد کا ہونا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۹۴/۸)

جنازہ میں آخری صف افضل ہونے کی وجہ:

سوال: جنازہ کی نماز میں سب سے پچھلی صف میں کھڑے ہونے کو فقہائے کرام نے افضل قرار دیا ہے۔ زید کا

---

(۱) وفی القنية: أفضل صفوف الرجال فی الجنازة آخرها وفی غیرها أولها. (الحلبی الكبیر: ۵۸۸/۱)

(۲) الحلبی الكبیر، فصل فی الجنائز، الرابع: الصلوة علیه، ص: ۵۸۸، سهیل اكادمی لاهور

(۳) ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۶۹/۱-۵۷۰، كراتشی

کہنا ہے کہ مردہ سے دوری افضلیت کا باعث بن رہی ہے؛ لیکن اس کو قیاس تسلیم نہیں کر رہا ہے۔ ایسی صورت میں امام کو سب سے پیچھے کھڑا ہونا چاہیے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

امام کو مقتدیوں سے آگے ہونا منصوص ہے،(۱) اور تعلیل فی مقابلۃ النص ممنوع ہے،(۲) فقہا نے پچھلی صف کو نماز جنازہ میں جس بنا پر افضل فرمایا ہے، وہ یہ نہیں جس کو سائل نے تجویز کر کے قیاس شروع کر دیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۷/۱۳۸۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۹۵/۸)

نماز جنازہ کے وقت کے ساتھ شریک ہونے کی بجائے الگ کھڑے رہنا:

سوال: زیادہ تر یہی دیکھنے میں آتا ہے کہ لوگ کسی جنازے کے ہمراہ آتے ہیں اور جب نماز جنازہ ادا کی جاتی ہے تو زیادہ تعداد الگ ایک طرف ہٹ کر کھڑی ہو جاتی ہے۔ کس قدر دکھ کی اور صدمے کی بات ہے کہ جو رشتہ دار اس دنیا سے رخصت ہو گیا ہے، اس کی آخری نماز بھی ہم ادا نہیں کرتے، جب کہ گھر سے تو اسی مقصد کے لیے آئے تھے، پھر نماز سے منہ موڑ لیتے ہیں، نماز سے اس قدر نفرت کرنے والوں کے لیے قرآن وسنت کے کیا احکامات ہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

یہ کہنا تو شاید صحیح نہ ہو کہ ان کو نماز سے نفرت ہے۔ ہاں! یہ کہنا صحیح ہے کہ ان حضرات کو نماز کا اہتمام نہیں، نماز پنج

---

(۱) عن أنس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: لم یخرج النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم ثلثاً، فأقیمت الصلوۃ فذھب أبوبکر یتقدم، فقال نبی اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم بالحجاب، فرفعہ فلما وضح وجہ النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم ما نظرنا منظراً کان أعجب إلینا من وجہ النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم حین وضح لنا، فأومأ النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم بیدہ إلیٰ أبی بکر أن یتقدم، وأرخیٰ النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و سلم الحجاب، فلم یقدر علیہ حتیٰ مات". (صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب أھل العلم والفضل أحق بالإمامۃ: ۹۴/۱، قدیمی)

محمود بن الربیع قال: سمعت عتبان بن مالک الأنصاری رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ، قال: إستأذن النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم فأذنت لہ، فقال: "أین تحب أن أصلی من بیتک"؟ فأشرت لہ إلی المکان الذی أحب، فقام وصففنا خلفہ، ثم سلم و سلمنا". (صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب: إذا زار الإمام قوماً فأمھم: ۹۵/۱، قدیمی)

(۲) "والقیاس بمقابلۃ المنقول مردود". (تبیین الحقائق، کتاب الطھارۃ، نواقض الوضوء تحت لفظ: وقھقھۃ مصل بالغ: ۵۵/۱، سعید)

(ومن شرائط صحۃ القیاس) والثالث: أن یتعدی الحکم الشرعی الثابت بالنص بعینہ إلیٰ فرع ھو نظیرہ، ولا نص فیہ، ھٰذا الشرط واحد تسمیۃ وجملۃ تفصیلاً وقولنا: لانص فیہ لأن التعلیل بموافقۃ النص لغو للاستغناء عنہ وبمخالفتہ نقض لہ، فکان باطلاً إلخ". (المغنی فی أصول الفقہ للإمام جلال الدین عمر بن محمد الخباری، باب القیاس، شروط القیاس، الثالث أن یتعدی الحکم إلیٰ فرع، ص: ۲۹۴، مرکز البحث العلمی وإحیاء التراث، الإسلامی، مکۃ المکرمۃ)

گانہ فرضِ عین ہے،(۱) اور نماز جنازہ فرض کفایہ،(۲) جو لوگ فرض عین ادا نہیں کرتے، ان سے فرض کفایہ ادا کرنے کی کیا شکایت کی جائے؟ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۴/۳۵۵-۳۵٦)

جائے نماز بچھا کر اس پر نمازِ جنازہ پڑھنا:

سوال: جنازہ کی نماز اگر جائے نماز بچھا کر پڑھی جائے تو اس میں کوئی حرج تو نہیں ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا ومصليًا

اپنی جائے نماز بچھا کر پڑھا دے تو کوئی حرج نہیں ہے؛ مگر یہ جزوکفن نہیں ہے اور اس کا التزام درست نہیں ہے۔(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۸/٦۹۵)

صفوفِ جنازہ میں بچوں کی صف:

سوال: اگر بالغ مردوں کی آخری صف کو پورا کرنے کے لیے بچوں کو دونوں کناروں سے کھڑا کر لیا جائے تو کیا حکم ہے۔ ایسا کرنا صحیح ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا ومصليًا

اس کی کیا ضرورت ہے، ان کی صف مستقل بنادی جائے (نماز جنازہ میں تعدد صفوف مطلوب ہے، البتہ اگر ایک بچہ ہے تو بڑوں کے ساتھ کھڑے ہونے کی گنجائش ہے۔

"عن أبن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنهما أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم مر بقبر دفن لیلاً، فقال: "متٰی دفن هٰذا" فقالوا: البارحة، قال: "أفلا آدنتمونی"؟ قالوا دفناه فی ظلمة اللیل، فکرهنا أن نوقظک، فقام فصففنا خلفه، قال ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنهما: وأنا فیهم. فصلی علیه". (۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۲/۲/۱۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۸/٦۰۰)

---

(۱) والفرض نوعان: فرض عین وفرض کفایة، وفرض العین نوعان: أحدهما الصلوات المعهودة فی کل یوم ولیلة والثانی صلاة الجمعة ... الخ. (بدائع الصنائع: ۱/ ۸۹، کتاب الصلاة)

(۲) أنها فرض کفایة اذا قام به البعض یسقط عن الباقین، الخ. (بدائع الصنائع: ۱/ ۳۱۱، صلاة الجنازہ، سعید)

(۳) قال الطیبی رحمه اللّٰہ تعالٰی: وفیه من أصر علٰی أمر مندوب، وجعله عزماً، ولم یعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشیطان من الإضلال، فکیف من أصر علٰی بدعة أو منکر". (مرقاة المفاتیح، کتاب الصلاة، باب الدعاء فی التشهد، الفصل الأول، (رقم الحدیث: ۹٤٦): ۳/۳۱، رشیدیة)

"إن الإصرار علی المندوب یبلغه إلٰی حد الکراهة، فکیف إصرار البدعة التی لاأصل لها فی الشرع".
(السعایة، باب صفة، قبیل فصل فی القراء ة، البدعات: ۲/۲٦٥، سهیل اکادمی لاهور)

(۴) صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب صفوف الصبیان مع الرجال علی الجنائز: ۱/۱۷٦، قدیمی ==

جوتوں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے:

سوال: اکثر لوگ جنازہ کی نماز جوتہ پہنے ہوئے پڑھتے ہیں اور امام بھی اور کوئی اوپر جوتے کے پیر رکھ لیتا ہے اور نماز پڑھتا ہے اور بارش کے موسم میں جب کہ جوتے تمام ناپاکی سے اوپر تلے سنے رہتے ہوں اور سب مٹی سے لھسے رہتے ہوں، اس امام کے پیچھے جنازہ کی نماز پڑھے، یا نہ پڑھے اور اس میت کی نماز ہوگئی، یا نہیں؟ جواز کی صورت کس طرح ہے؟

الجواب

قال فی الهندية: ولوقام على النجاسة وفی رجليه نعلان أوجوربان لم يجزصلوٰته كذا فی محيط السرخسی ولوخلع نعليه وقام عليهما جازسواء كان ما يلی الأرض منه نجساً أوطاهراً اذا كان ما يلی القدم طاهراً، آه.(۱)

وفيه أيضاً الخف اذا اصابته النجاسة ان كانت متجسدة كا لعذرة والروث والمنی يطهر بالحت اذا يبست وإن كانت رطبة فی ظاهر الرواية لا يطهر إلا با لغسل وعند أبی يو سف اذا مسحه علىٰ وجه المبالغة بحيث لا يبقىٰ لها أثريطهر عليه الفتوىٰ لعموم البلوىٰ، كذا فی قاضی خان، آه ... والأرض تطهر باليبس وذهاب الأثرللصلاة لا للتيمم، كذافی الكافی، آه.(۲)

اور جوتوں میں سے پیر نکال کر اوپر رکھ لیے تو یہ ضروری ہے کہ جوتوں کا اوپر کا حصہ جو پیر سے متصل ہے، پاک ہو، گو نیچے کا ناپاک ہو، اگر جوتے پہنے پہنے نماز پر ہے تو یہ ضروری ہے کہ زمین اور جوتے کے اندر اور نیچے کی دونوں جانبین پاک ہوں؛ لیکن نیچے کی جانب کو پاک کرنے کے لیے دھونے کی ضرورت نہیں؛ بلکہ زمین خوب اچھی طرح رگڑ دینا کافی ہے اور اس صورت میں زمین کا پاک ہونا بھی شرط ہے۔

اگر جوتہ نکال کر زمین پر کھڑے ہوں تو زمین کا پاک ہونا شرط ہے اور زمین خشک ہو کر پاک ہو جاتی ہے، جب کہ ناپاکی کا اثر باقی نہ رہے۔ اس تفصیل سے تمام شقوق کے احکام معلوم ہو جائیں گے۔ واللہ اعلم

۲۳ / رمضان المبارک ۱۳۴۵ھ (امداد الاحکام: ۲/۴۴۷)

== "خيرصفوف الرجال أولها فی غيرالجنازة". (الدرالمختار). "(قوله: غير الجنازة)، أما فيها، فآخرها، إظهاراً للتواضع لأنهم شفعاء فهوأحرىٰ بقبول شفا عتهم، ولأن المطلوب فيها تعدد الصفوف، فلوفضل الأول امتنعواعن التأخرعند قلتهم". (الدر المختارمع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۶۹/۱_۵۷۰، سعيد)

"وفی القنية: أفضل صفوف الرجال فی الجنازة آخرها، وفی غيرهاأولهاإظهاراً للتواضع لتكون شفاعته أدعى للقبول، انتهىٰ". (الحلبی الكبير، كتاب الجنائز: ۵۸۸، سهيل اكادمی لاهور)

(۱) الفتاویٰ الهندية، الباب الثالث فی شروط الصلاة، الفصل الثانی فی طهارة ما يستر به العورة وغيره: ۶۲/۱، انيس

(۲) الفتاویٰ الهندية، الباب السابع فی النجاسة وأحكامها، الفصل الأول فی تطهير الأنجاس: ۴۴/۱، انيس

جوتہ پہن کر نماز جنازہ:

سوال: نمازِ جنازہ کے وقت کچھ لوگ چپل جوتے اتار کر اسی پر پاؤں رکھ کر کھڑے ہوتے ہیں، کچھ لوگ چپل جوتے پہنے ہوئے اور کچھ لوگ ننگے پاؤں۔ صحیح طریقہ کیا ہے؟ (عبدالتواب، گھونگر، بھوارہ، مدھوبنی)

الجواب

نماز جنازہ، یا کسی اور نماز کی حالت میں اگر جوتا، یا چپل پاؤں میں ہو تو اس میں کوئی بڑی قباحت نہیں۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جوتوں سمیت نماز پڑھنا ثابت ہے،(۱) البتہ یہ ضروری ہے کہ جوتے چپل پاک ہوں، کوئی ناپاکی نہ لگی ہو۔ ہاں اگر چپل اتار لی جائے اور اس کے اوپر پاؤں رکھا جائے اور نچلے حصے میں نجاست لگی ہو تو مضائقہ نہیں۔ فقہا نے ایسی اشیا پر نماز کو درست قرار دیا ہے، جس کی بالائی سطح پاک ہو، گو نیچے کی سطح میں نجاست لگی ہو۔

ولو قام على النجاسة وفى رجليه خفاه أو جورباه أو نعلاه لا يجوز الا أن يخلعها ويقوم عليهما. (۲)

غالباً اسی لیے احتیاطاً بعض حضرات ننگے پاؤں، یا جوتے چپل پر پاؤں رکھ کر نماز جنازہ میں کھڑے ہوتے ہیں، اس طرح کی احتیاط مناسب ہے؛ تاہم اگر جوتا کے پاک ہونے کا یقین ہو تو جوتا پہن کر نماز پڑھنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔

(کتاب الفتاویٰ: ۳/۱۸۰-۱۸۱)

نماز جنازہ جوتے کے ساتھ پڑھنا:

سوال: صلوٰۃ جنازہ مع جوتے پڑھنا درست ہے، یا نہیں؟ بالخصوص زمین نجس پر؟

الجواب

اگر جوتی پاک ہے تو نماز جنازہ درست ہے، ورنہ درست نہیں، بالخصوص زمین نجس پر؟ ایسا ہی حال زمین کا ہے، پس زمین ناپاک پر کھڑے ہو کر بھی درست نہ ہووے گی اور زمین خشک ہو کر پاک ہو جاتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (تالیفات رشیدیہ: ۳۵۵)

چپل پہن کر نمازِ جنازہ:

سوال: نماز جنازہ پڑھتے وقت چپل پر کھڑے ہو کر پڑھنا چاہیے، یا نہیں؟ (محمد طاہر، جگتیال)

الجواب

اصل یہ ہے کہ نماز جنازہ میں صرف قیام ہے، سجدہ نہیں، چپل کے ساتھ سجدہ میں دقت ہوتی ہے، قیام میں مشکل پیش نہیں آتی۔ دوسرے عام نمازیں مسجد میں ادا کی جاتی ہیں اور مسجد میں چپل کے ساتھ جانا خلاف ادب ہے، اس لیے کہ

---

(۱) عن أبى مسلمة سعيد بن اليزيد قال: سألت أنس بن مالك أكان النبى صلى الله عليه وسلم يصلى فى نعليه قال: نعم. (صحيح البخارى، باب الصلوٰة فى النعال: ۱/۵٦، قديمى)

(۲) الحلبى الكبير، فصل فى الأنجاس فى بحث الشرط الثالث، ص: ۲۰۸، سهيل اكادمى لاهور، انيس

چپل ناپاک نہ ہو، پھر بھی گردوغبار سے خالی نہیں ہوتی، نماز جنازہ مسجد سے باہر ہوتی ہے؛ اس لیے چپل پہن کر نماز جنازہ پڑھنا خلاف ادب نہیں، لہٰذا اگر چپل میں نجاست لگی ہوئی نہ ہوتو چپل پہنی ہوئی حالت میں، یا چپل کے اوپر کھڑے ہوکر نماز ادا کی جاسکتی ہے اور اگر نجاست لگی ہوئی ہوتو پھر چپل اتار کر زمین پر کھڑا ہونا ضروری ہے۔(۱) (کتاب الفتاویٰ:۱۸۰/۳)

نماز جنازہ جوتے میں نہ پڑھی جائے:

سوال: نماز جناہ زجوتے سے جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

جوتوں کا چوں کہ اعتبار نہیں ہوتا، اس وجہ سے جوتہ پہن کر، یا جوتہ پر پیر رکھ کر نماز جنازہ نہ پڑھے۔(۲) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۹۲/۵)

جوتے پہن کر نماز جنازہ درست ہے، یا نہیں:

سوال: نماز جنازہ امام ومقتدیوں کو جوتے پہن کر، یا جوتہ کے اوپر پیر رکھ کر جائز ہے، یا نہ؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

جوتہ مستعملہ جو ناپاک جگہ پر رکھا جاتا ہے، اس جوتہ کے ساتھ نماز جنازہ پڑھنی جائز ہے، یا نہیں ہے اور اس جوتہ کے اوپر رکھ کر بھی نماز پڑھانا درست نہیں ہے۔غرض یہ ہے کہ جس طرح تمام نمازیں مستعملہ ناپاک جوتہ کے ساتھ جائز نہیں ہیں، اسی طرح جنازہ کی نماز بھی درست نہیں ہے؛ کیوں کہ پاکی لباس اور جوتہ وغیرہ کی ہر ایک نماز میں شرط ہے۔(۳) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳۱۸/۵-۳۱۹)

جوتا پہنے ہوئے نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے:

سوال: جنازہ کی نماز کے وقت جوتا پیر سے الگ کرنا کیسا ہے اور پہننا اور اس پر پاؤں رکھ کر پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اگر جوتے میں نجاست ہوتو علاحدہ کرلینا چاہیے، ورنہ جوتا پہنے ہوئے، یا اس پر پاؤں رکھ کر دونوں صورت سے جائز ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی،۳/۴/۱۳۵۱ھ۔(فتاویٰ امارت شرعیہ:۲۶۸/۲)

---

(۱) ولوقام على النجاسة وفى رجليه خفاه أوجورباه أونعلاه لا يجوز الا أن يخلعها ويقوم عليهما. (حلبى كبيرى، كتاب الطهارة،فصل فى الأنجاس فى بحث شرط الثالث،ص:۲۰۸،سهيل اكادمى لاهور،انيس)

(۲) الشرط لغةً العلامة اللازمة وشرعاً يتوقف عليه الشئ ولا يدخل فيه (هى)ستة طهارة بدنه أى جسده ... (من حدث) ... (ومكانه) أى موضع قدميه أو احداهما ان رفع الأخرىٰ وموضع سجوده اتفاقاً فى الأصح.(الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار،باب شروط الصلاة:۱/ ۳۷۳،دار الفكر بيروت)

(۳) ولوافترش نعليه وقام عليهما جازت الصلاة وبهٰذا يعلم ما يفعل فى زماننا من القيام على النعلين فى صلاة الجنازة لكن لابدّ من طهارة النعلين كما لا يخفى.(البحر الرائق،فصل السلطان أحق بصلا ته:۳۱۵/۲،دار الكتب العلمية،بيروت)

ہر مسلمان کی نماز جنازہ ضروری ہے، چاہے وہ قاتل ہو:

سوال: مولوی سے سوال ہوتا ہے کہ ایک آدمی نہ نماز پڑھتا ہے، نہ روزہ رکھتا ہے، نہ دین کی کچھ اور پرواہ کرتا ہے، دوسرا نماز، حج، زکوۃ، روزہ ہر دینی کام کا پابند ہے اور حتی الوسع خیر خواہ خلق ہے، دونوں مر جائیں تو پہلے کس کا جنازہ پڑھیں گے؟ مولانا فرماتے ہیں: پہلے کا؛ یعنی بے نمازی کا وجہ دریافت کرنے پر فرماتے ہیں: ہمارے مذہب میں ایسا ہی ہے اور یہی ہمارا فتوی ہے، کیا یہ درست ہے اور قاتل کے لیے کیا حکم ہے؟

(المستفتی: ۱۲۸۸، محمد اسمعیل صاحب (امرتسر) ۲۳/شوال ۱۳۵۵ھ، مطابق ۷/جنوری ۱۹۳۶ء)

الجواب

ہر مسلمان کی میت کی نماز جنازہ پڑھنا لازم ہے، پہلے پیچھے کا سوال کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۴/۱۰۰)

شہید کی نماز جنازہ کیوں؟ جب کہ شہید زندہ ہے:

سوال: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''مؤمن اگر اللہ کی راہ میں مارے جائیں تو انہیں مرا ہوا مت کہو؛ بلکہ وہ زندہ ہیں''۔ اس حقیقت سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ چوں کہ شہید زندہ ہے تو پھر شہید کی نماز جنازہ؛ کیوں پڑھی جاتی ہے؟ نماز جنازہ تو مردوں کی پڑھی جاتی ہے؟

الجواب

آپ کے سوال کا جواب آگے اسی آیت میں موجود ہے: ''وہ زندہ ہیں؛ مگر تم (ان کی زندگی کا) شعور نہیں رکھتے''۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم نے شہدا کی، جس زندگی کو ذکر فرمایا ہے، وہ ان کی دنیوی زندگی نہیں؛ بلکہ اور قسم کی زندگی ہے، جس کو ''برزخی زندگی'' کہا جاتا ہے اور جو ہمارے شعور ادراک سے بالاتر ہے، دنیا کی زندگی مراد نہیں، چوں کہ وہ حضرات دنیوی زندگی پوری کر کے دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں؛ اس لیے ہم ان کی نماز جنازہ پڑھنے اور ان کی تدفین کے مکلّف ہیں اور ان کی وراثت تقسیم کی جاتی ہے اور ان کی بیوائیں عدت کے بعد عقدِ ثانی کر سکتی ہیں۔(۲)

(آپ کے مسائل اور ان کا حل)

---

(۱) والصلاة علی کل مسلم مات فرض: أی مفترض علی المکلفین. (ردالمحتار، باب الجنائز، مطلب هل یسقط فرض الکفایة بفعل الصبی: ۲/۲۱۰، ط: سعید)

قاتل پر بھی نماز پڑھی جائے گی؛ کیوں کہ وہ بھی مسلمان ہے۔

(۲) فقد أخبر اللّٰه تعالیٰ فیها عن الشهداء أنهم أحیاء فی الجنة یرزقون ولا محالة أنهم ما توا وأن أجسادهم فی التراب و أرواحهم حیة کأرواح سائر المؤمنین. (الجامع لأحکام القرآن للقرطبی: ۲/۱۶۹)

وأیضا فی البدائع: فأما فی حق أحکام الدنیا فالشهید میت یقسم ماله وتنکح امرأته بعد انقضاء العدة، الخ. (بدائع الصنائع: ۱/۳۲۵، فصل وأما حکم الشهادة فی الدنیا)

بے نمازی پر نماز جنازہ پڑھی جائے، یا نہیں:

سوال: غیر نمازی اشخاص کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے، ان کی نماز جنازہ پڑھائی جائے، یا نہیں؟ قرآن خوانی کی جائے، یا نہیں؟ محض ان کو خوف دلانے کے لیے ہم ایسا کر سکتے ہیں، یا نہیں؟ قبر میں دفن کردینے کے بعد دوسرے، یا تیسرے دن چند لوگ خفیہ طریقہ سے کسی وقت جا کر نماز جنازہ پڑھ لیا کریں؛ تاکہ غیر نمازیوں کو یہ راز معلوم نہ ہو اور غیر نمازی سے کیا مراد ہے؟ بعض لوگ دو روز نماز پڑھ کر دس روز غائب ہو جاتے ہیں اور پھر ایک روز پڑھ کر ایک ماہ غائب ہو جاتے ہیں، اگر ایسے غائب کردہ وقت میں فوت ہو گئے تو کیا حشر کیا جاوے، کیا غیر نمازی کی میت چالیس قدم گھسیٹنے کا حکم ہے بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے؟ بہر کیف جو کچھ حضور تحریر فرماویں، غلام جواب کا دل و جان سے منتظر ہے۔

الجواب____________________

بے نمازی جو زیادہ تر نمازیں نہ پڑھتا ہو، اس کے جناہ کی نماز پڑھنا عام مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے، بدون نماز کے دفن کرنا حرام ہے، زجر کے لیے اتنا کافی ہے کہ بستی کا عالم اس کی نماز نہ پڑھے۔ باقی اور لوگ کو پڑھنا ضروری ہے، ورنہ سب گنگار ہوں گے اور قبر پر پڑھ لینا اس گناہ سے سبکدوش نہیں کرسکتا؛ **لأنه جوز للضرورة. واللہ اعلم**

۲۲/شعبان ۱۳۴۵ھ (امداد الاحکام: ۲/۴۴۶)

نماز کا تارک کافر نہیں، اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی:

سوال: عمر نے لوگوں کو وعظ و نصیحت کر کے نماز کی پابندی کی تاکید کی سب نے اپنی غفلت اور سستی پر نادم ہو کر نماز پڑھنے کا وعدہ کیا؛ لیکن زید کنے کہا کہ میں نماز پڑھوں، یا نہ پڑھوں تم کو کیا، مجھ کو اتنی مہلت اور فرصت بوجہ ملازمت کے نہیں ملتی کہ نماز پڑھوں، الخ۔ زید کی اس گفتگو سے امر شرعی کی توہین لازم آتی ہے، یا نہ؟ اگر زید قبل توبہ مر جائے تو نماز جنازہ پڑھی جائے، یا نہ؟ شیخ عبد القادر جیلانیؒ نے غنیۃ الطالبین میں لکھا ہے کہ جو مسلمان باوجود فرض جاننے نماز کے سستی سے نماز پڑھی اور اسے کوئی نماز کے لیے بلائے اور وہ پھر بھی نماز نہ پڑھے تو ایسا شخص کافر ہے، اس کو تین دن کی مہلت توبہ کے لیے دی جائے، اگر توبہ نہ کرے تو تلوار سے قتل کیا جائے اور اس پر نماز بھی پڑھی جائے۔ یہ صحیح ہے، یا نہ؟

الجواب____________________

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی حنبلی مذہب کے ہیں، امام احمد ابن حنبلؒ کے مذہب کے پیرو ہیں، ان کا مذہب یہی ہے، جو انہوں نے غنیۃ الطالبین میں لکھا ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ اور دیگر ائمہ کا مذہب یہ ہے کہ تارک نماز فاسق ہے اور واجب التعزیز ہے، کافر نہیں ہے، لہٰذا اس کے جنازے کی نماز پڑھی جاوے، **لقوله عليه الصلاة والسلام: صلوا علٰى كل بر و فاجر.** (الحدیث) پس زید اس صورت میں فاسق اس کو چاہیے کہ توبہ کرے اور نماز شروع

کرے اور جنازہ کی نماز کی حکم اوپر مذکور ہوا کہ پڑھنی چاہیے، البتہ اگر زجراً ایسے لوگ شریک نہ ہوں، جو مقتدا ہیں اور دوسرے لوگ نماز پڑھ لیں تو تنہا ایسا کرنا درست ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۸۶/۵-۲۸۷)

تارکِ نماز کا جنازہ اور اس پر جرمانہ:

سوال (۱) اگر کسی مسلمان نے تمام عمر نماز نہیں پڑھی، حتی کہ جمعہ اور عیدین کی بھی نہیں پڑھی اور شرابی بھی ہے اور نماز خود بھی نہ پڑھے اور دوسروں کو بھی منع کرے، ایسے شخص کے متعلق کیا حکم ہے؟ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے، یا نہیں؟

(۲) جب کہ آج کل مسلمان حاکم نہیں ہیں تو ایسے شخص کو جماعتِ مسلمین شرعی سزا دے سکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

ایسا شخص بہت بڑا مجرم ہے، (۱) اور سخت گنہگار ہے، اس کے باوجود اس کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی اور اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں سنت کے موافق دفن کیا جائے گا: "**صلوا علىٰ كل بر و فاجر**". (الحديث) (أبو داؤد) (۲)

"**فكل مسلم مات بعد الولادة، يصلى عليه صغيراً كان أو كبيراً، ذكراً، كان أو أنثىٰ، حراً كان أو عبداً، إلا البغاة وقطاع الطريق ومن بمثل حالهم، إلخ**". (۳)

(وهي فرض علىٰ كل مسلم مات، خلا) أربعة (بغات وقطاع طريق) ... (إذا قتلوا في الحرب). (۴)

جماعت مسلمین ترک تعلق کی سزا دے سکتی ہے، (۵) وہ بھی حدود شرع کے اندر، مالی جرمانہ کا اس کو بھی حق نہیں۔ (۶) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۸۹/۶/۲۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۱۴/۸)

---

(۱) عن أبي سفيان قال: سمعت جابراً رضي الله عنه يقول: سمعت النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "إن بين الرجل وبين الشرك والكفر ترك الصلاة. (مسلم، باب بيان إطلاق الاسم للكفر علىٰ من ترك الصلاة: ۶۱/۱، قديمي)

(۲) لم أجده بهٰذا اللفظ في سنن أبي داؤد، ولكن أخرجه أبو داؤد في سننه بلفظ: "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال: رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "الجهاد واجب عليكم مع كل أمير براً كان أو فاجراً والصلاة واجبة عليكم خلف كل مسلم برا أو كان فاجراً وان عمل الكبائر. (سنن أبي داؤد، باب في الغزو مع أئمة الجور: ۳۵۰/۱، إمدادية)

(۳) بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، الجنائز، فصل: و أما بيان من يصلى عليه: ۴۷/۲، رشيدية

(۴) الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ۲۱۰/۲، سعيد

(۵) عن أبي أيوب الأنصاري رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "لايحل لرجل أن يهجر أخاه فوق ثلث ليال، فيلتقيان، فيعرض هٰذا ويعرض هٰذا، وخيرهما الذي يبدأ بالسلام". (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب الهجرة: ۸۹۷/۲، قديمي)

قال الملاء على القاري تحت هٰذا الحديث: "قال: الخطابي: رخص للمسلم أن يغضب علىٰ أخيه ثلاث ليال لقلته، ولا يجوز فوقها، إلا إذا كان الهجران في حق من حقوق الله تعالىٰ ... فيجوز فوق ذلك ... فإن هجرة أهل الهواء والبدع واجبة علىٰ مر الأوقات ما لم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق". (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، باب من التهاجر والتقاطع واتباع العورات، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۵۰۲۷): ۷۵۸/۸، رشيدية)

(۶) عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ==

تارک نماز اور شرابی کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، یا نہیں:

سوال: جو اشخاص تارک الصلوۃ ودائم الخمر؛ یعنی ہمیشہ کا شرابی و ہمیشہ فسق و فجور کا مرتکب ہو، پس ایسے شخصوں کی نماز جنازہ ودیگر امور دینی ودنیاوی میں بطریق تہدید کے شرکت کرنا چاہیے، یا نہیں؟ اور جو لوگ خلاف اس کے ایسے شخصوں کا نماز جنازہ پڑھا، یا حامی ومددگار رہوتے رہے۔ ان کے حق میں ازروئے حدیث شریف کے کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

کسی مسلمان کے جنازہ کو بغیر نماز پڑھے ہوئے نہیں دفن کرنا چاہیے؛ کیوں کہ فرض ہے۔(۱) ہاں! ذی اثر لوگ بطور تہدید دوسرے لوگوں سے توبہ کرانے کے لیے اگر اس کی نماز میں شریک نہ ہوں تو مضائقہ نہیں ہے، ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص نماز نہ پڑھے، ورنہ سب سخت گنہگار ہوں گے، جن لوگوں نے نماز پڑھی ہے، ان کے ساتھ کچھ نہیں کرنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۲۳؍ربیع الثانی (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۲۷۲-۲۷۳)

بے نمازی آدمی کے جنازے کی نماز پڑھنا جائز ہے، یا نہیں:

سوال: چہ می فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ گزاردن نماز جنازہ بے نمازی جائز است، یا نہ؟ (۲) بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــ

بر جنازۂ بے نماز نماز گزاردن جائز بلکہ واجب است چہ جنازہ مسلم بغیر از گزاردن نماز دفن کردن روانیست اما علما وبزرگ قوم اگر زجراً شریک نماز نہ شوند مضائقہ ندارد۔ (۳)

کتبہ محمد کفایت اللہ عفا عنہ مولاہ، مدرس مدرسہ امینیہ دہلی (کفایت المفتی: ۴/۸۳)

== "ألا لاتظلموا، ألا لايحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه". (مشكاة، باب الغضب والعارية: ۲۵۵/۱، قديمى)

"لايجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي... والحاصل أن المذهب عدم التعزير بأخذ المال" (البحرالرائق، كتاب الحدود، فصل التعزير: ۶۸/۵، رشدية)

(۱) (فعلى المسلمين تكفنيه) ... (والصلاة عليه) صفتها (فرض كفاية) بالاجماع. (الدرالمختار)

(قوله: فعلى المسلمين) أى العالمين به وهو فرض كفاية يأثم بتركه جميع من علم به". (ردالمحتار، باب صلاة الجنازة: ۹۶/۳، دارالكتاب ديوبند، انيس)

(۲) ترجمہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بے نمازی آدمی کے جنازے کی نماز پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

(۳) ترجمہ: بے نماز آدمی کے جنازے کی نماز پڑھنا جائز؛ بلکہ واجب ہے؛ (وهى فرض على كل مسلم مات خلا) أربعة (بغاة، وقطاع طريق) فلايغسلوا، ولايصلى عليهم (اذا قتلوا فى الحرب) ... (وكذا) أهل عصبة و(مكابر فى مصر ليلاً بسلاح و) خناق، خنق غير مرة فحكمهم كالبغاة. (الدرالمختار مع ردالمحتار، باب الجنائز: ۲۱۰/۲، سعيد) کیوں کہ مسلمان میت کو بغیر نماز جنازہ کے دفن کرنا جائز نہیں؛ لیکن علما اور سردار قوم اگر زجراً نماز جنازہ میں شریک نہ ہوں تو کوئی حرج نہیں۔ (جیسا کہ خود کشی کرنے والے اور مقروض کی نماز جنازہ کا حکم ہے "فالظاهر أنه امتنع زجرًا لغيره عن مثل هذا الفعل كماامتنع عن الصلاة على المديون (ردالمحتار، باب صلاة الجنائز، مطلب هل يسقط فرض الكفاية بفعل الصبى: ۲۱۱/۱، سعيد)

نماز، روزہ اور دین سے بے خبر آدمی کی بھی نماز جنازہ پڑھی جائے گی:

سوال: ایک شخص جو مویشی مال وغیرہ باہر چرا تا ہے اور شام کو گھر آتا ہے اور ہر وقت گالیاں دیتا رہتا ہے، ایسی ہی مجنون حالت ہے اور کوئی نماز روزہ کی خبر اس کو نہیں ہے، حتی کہ کلمہ طیبہ تک سے ناواقف ہے تو اگر وہ مرجائے تو نماز جنازہ اس پر پڑھی جاوے گی کہ نہیں؟

(المستفتی: ۱۲۲۰، پنشنر مہدی خاں صاحب (ضلع کاملپور) ۲۲/رجب ۱۳۵۵ھ، ۷/اکتوبر ۱۹۳۶ء)

الجواب

اس کی نماز جنازہ پڑھنی چاہیے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۹۹/۴)

جس نے کبھی نماز نہ پڑھی ہو، اس کی بھی نماز جنازہ ضروری ہے:

سوال: جس شخص کو لوگوں نے کبھی نماز پڑھتے نہ دیکھا ہو، اس کے جنازہ کی نماز پڑھنی جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

جائز؛ بلکہ ضروری ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۹۳/۵)

بے نمازی پر امام جنازہ عبرتاً نہ پڑھنا کیسا ہے:

سوال: عبرت کی غرض سے بے نمازی کے جنازہ کی نماز نہ پڑھنا اور بغیر نماز کے اس دفن کر دینا کیسا ہے؟ مستحسن ہے، یا نہیں؟

الجواب

یہ فعل جائز و مستحسن نہیں ہے؛ بلکہ حرام اور ترک فرض ہے، مسلمان بے نمازی کے جنازہ کی نماز پڑھنا مثل نمازی کے فرض ہے۔

قال علیه الصلاة والسلام: صلوا علیٰ کل بر وفاجر. (الحدیث)

---

(۱) کیوں کہ یہ شخص مسلمان ہے اور مسلمان چاہے کتنا ہی گناہ گار رہو، اس کی جنازہ پڑھنا ضروری ہے۔

"وأما بیان من یصلی علیه، فکل مسلم مات بعد الولادة یصلی علیه ... لقول النبی صلی اللہ علیه وسلم صلوا علیٰ کل برٍ و فاجر، وقوله صلی اللہ علیه وسلم لمسلم علی المسلم ست حقوق، وذکر من جملتها أن یصلی علیٰ جنازة من غیر فصل، إلخ. (بدائع الصنائع، فصل فی صلاة الجنازة: ۳۱۱/۱ مکتبة رشیدیة کوئتة)

(۲) مشکاة المصابیح، باب الامامة، ص: ۱۰۰

اور فقہاء رحمہم اللہ نے جنازہ کی نماز سے جن لوگوں کو مستثنیٰ کیا ہے، جیسے بغاۃ وغیرہم ان میں فساق و بے نمازیوں کو شمار نہیں کیا۔ پس فرض شرعی کا ترک بخیال عبرت درست نہیں ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۳۳/۵-۳۳۴)

ڈرانے کے لیے کہنا کہ جو پنج وقتی نماز نہ پڑھے گا، اس کی نماز جنازہ جائز نہیں:

سوال: میں نے لوگوں کو نماز کی طرف متوجہ کرنے کے لیے ایک حکم نکالا ہے، وہ یہ تارک نماز کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو۔ ایسا حکم دینا تخویفاً وتہدیداً جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

ایسا کرنا درست نہیں ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "صلوا علٰی کل بر وفاجر". (الحدیث) اور ظاہر ہے کہ تارک نماز بھی فاسق فاجر ہے، کافر عندالجمہور نہیں ہے اور فقہا نے باغی وغیرہ کو جو مستثنیٰ کیا ہے، اس میں بھی تارک نماز اور ہر ایک فاسق کو داخل نہیں کیا، لہٰذا بالکل بلا ادائے نماز جنازہ مسلمانوں کو دفن کر دینا درست نہیں ہے، اسی طرح لونڈی بھڑ ووٴں کو جو مسلمان کہلاتے ہیں، بدون نماز کے دفن کر دینا، یا مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ ہونے دینا جائز نہیں ہے، البتہ عبرت کے لیے ایسا ہوسکتا ہے کہ تارک نماز وغیرہ فساق کی نماز مقتدا لوگ نہ پڑھیں؛ بلکہ عوام لوگوں سے کہہ دیں کہ تم نماز جنازہ پڑھ کر دفن کردو؛ تاکہ تارکین نماز کو آئندہ عبرت ہو، **کما ورد فی الحدیث**.(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۶۶/۵-۴۶۷)

بے نمازی کی نمازِ جنازہ نہ پڑھنے کی تجویز درست نہیں:

سوال: گاؤں والے مل کر یہ طے کریں کہ اپنے گاؤں میں بے نمازی زیادہ ہیں تو ایک ایسی بات طے ہو جائے کہ جس سے تمام کو نماز پڑھنی پڑے، لہٰذا یہ بات طے ہوئی کہ جو پنج وقتہ نماز نہ پڑھے، اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے اور کفن دفن میں شریک نہ ہونا چاہیے اور اس بات پر تمام کا اتفاق ہے اور اس گاؤں میں فتنہ برپا ہونے کا اندیشہ بھی نہیں ہے۔ امید ہے کہ سب مسجد میں آنے والے ہو جائیں گے تو کیا یہ جائز ہے اور اس میں کوئی حرج ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً ومسلماً

ہر وہ آدمی جو مسلمان ہو کر مرا اس کی نمازِ جنازہ مسلمانوں پر فرض ہے؛ البتہ اس سے چار قسم کے آدمیوں کو فقہاء نے مستثنیٰ کیا ہے، ان چار میں بے نمازی نہیں ہے؛ (۳) اس لیے کوئی ایسی تجویز طے نہ کی جائے اور اگر طے کر لی ہے تو اس پر عمل نہ فرمائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (محمود الفتاویٰ: ۵۴۴/۱-۵۴۵)

(۱) (وهى فرض علٰى كل مسلم مات خلا) أربعة (بغاة وقطاع طريق) فلا يغسلوا ولا يصلى عليهم اذا قتلوا فى الحرب. (الدر المختار علٰى هامش رد المحتار، باب صلاة الجنازة: ۱۰۱/۳)

(۲) مشکوۃ، باب الانظار والافلاس، ص: ۲۵۲

(۳) (وهى فرض علٰى كل مسلم مات خلا) أربعة (بغاة وقطاع طريق) فلا يغسلوا ولا يصلى عليهم (إذا قيلوا فى الحرب). (الدر المختار علٰى هامش رد المحتار، باب صلاة الجنازة: ۱۰۱/۳، دار الكتاب ديوبند، انيس)

عیدین کی نماز پڑھنے والے بے نمازی ہے، اس کی جنازہ درست ہے:

سوال: بے نمازی کی نماز جنازہ جائز ہے، یا نہیں؟ عیدین کی نماز پڑھنے والا نمازی ہے، یا بے نمازی؟

الجواب

بے نمازی کے جنازہ کی نماز پڑھنا ضروری ہے۔ غرض ہر ایک ایسے گنہ گار مسلمان کے جنازہ کی نماز پڑھنی چاہیے، اگرچہ وہ زانی وشرابی و بے نمازی فاسق ہو، (۱) صرف عیدین کی نماز پڑھنے والا اور پنج وقتی نماز نہ پڑھنے والا بے نمازی ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۵۸/۵)

میت روزہ دار کی نماز جنازہ:

سوال: ایک شخص روزہ دار مرض ناگہانی میں مبتلا ہو جاوے اور روزہ افطار نہ کرے اور اسی میں مر جاوے تو بکر کہتا ہے کہ اس کے جنازہ کی نماز نہ پڑھی جاوے۔ صحیح ہے، یا نہ؟

الجواب

نماز جنازہ اس شخص کی پڑھنی چاہیے، بکر کا قول غلط ہے، وہ گنہگار نہیں ہوا۔ شامی میں منقول ہے کہ ایسی صورت میں وہ ماجور ہوتا ہے۔ "**ویؤجر لو صبر ومثله سائر حقوق الله تعالى كإفساد صوم وصلاة، الخ**". (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند)

بنجارے مسلمان ہیں ان نماز جنازہ پڑھی جاوے اور وہ نماز میں شامل ہو سکتے ہیں:

سوال: ملک نماز میں اکثر قوم مسلمانان بنجارہ دنداف ہیں، یہ قوم عیدین کی نماز میں شامل ہوا کرتے ہیں؛ مگر ہولی، دیوالی، دسہرا اور جس قدر ہنود کے تہوار ہیں، ان میں بشوق ورغبت شامل رہتے ہیں اور بتوں کی پوجا و پرستش ہمیشہ کیا کرتے ہیں اور ہنود کا لباس پہنتے ہیں اور فکر کرتے ہیں کہ ہم لوگ بالکل ہندؤں میں چھپتے ہیں، یہ اقوام روزہ، نماز وکلمہ وکلام سے بالکل بے بہرہ ہیں، شادی بیاہ ہنود کے مشابہ کرتے ہیں، آیا ان کا نکاح اور نماز جنازہ پڑھنا شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایسے جاہل لوگوں کو بتدریج اور رفتہ رفتہ کلمہ اسلام اور احکام اسلام کا بتلانا اور سکھلانا چاہیے۔

---

(۱) (وهى فرض علىٰ كل مسلم مات خلا) أربعة (بغاة وقطاع طريق) فلا يغسلوا ولا يصلى عليهم (اذا قيلوا فى الحرب) (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب صلاة الجنازة: ۱۰۱/۳، دار الكتاب ديوبند، انيس)

(۲) ردالمحتار كتاب الصوم، فصل فى العوارض المبيحه لعدم الصوم: ۴۲۱/۲، دار الفكر بيروت

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿ادع إلیٰ سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلھم بالتی ھی أحسن﴾(١)

اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کا راستہ اور دین کی طرف حکمت کے ساتھ اور نصیحت حسنۃ کے ساتھ لوگوں کو بلانا چاہیے اور طریق حسن کے ساتھ ان کو سمجھانا اور منوانا چاہیے اور رسوم کفریہ اور شرکیہ کو اس سے چھوڑوانا چاہیے اور نماز جنازہ ان کی پڑھنا چاہیے اور نکاح پڑھنا اور نکاح سے پہلے ان سے کفر وشرک ومعاصی سے توبہ کرالینی چاہیے، اسی طرح ہمیشہ ان سے توبہ کرانی چاہیے اور ان میں سے جو مریض ہو، اس سے بالخصوص مرض الموت میں توبہ کرالینی چاہیے؛ تاکہ اس کے جنازہ کی نماز میں شبہ نہ رہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ٣٣٦/٥-٣٣٧)

نماز جنازہ پڑھانے کے وقت میت کے مقروض ہونے کی تحقیق کرنے کا حکم:

سوال: اکثر اوقات مجھ کو اتفاق اس کا ہوتا ہے کہ میں جنازہ کی نماز پڑھاؤں۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ آنے سے استفسار فرماتے تھے کہ مقروض تو نہیں ہیں، جب کوئی صحابہؓ میں سے قرض کی ذمہ داری لے لیتے؛ تب آپ نماز پڑھاتے تو کیا میں بھی اتباع سنت میں پوچھ لیا کروں اور اگر اس کا بیٹا، یا رشتہ دار قرض کی ذمہ داری نہ لیوے تو کیا کروں کیا، یک دم پڑھانے سے انکار کردوں، یا نماز جنازہ بے پوچھے، یا بے استفسار کئے امر کے پڑھا دیا کروں؟

الجواب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ پڑھانے میں جو حکمت تھی، وہ آپ کے پڑھانے میں نہیں؛ اس لیے آپ کا ایسا کرنا اتباع سنت نہ ہوگا۔

٥/ربیع الاول ١٣٥٤ھ (النور: ١٠/محرم الحرام ١٣٥٥ھ) (امداد الفتاویٰ جدید: ٧٤٩/١)

مقروض کے جنازہ کی نماز:

سوال: نماز جنازہ کن کن مسلمانوں کی نہیں پڑھنی چاہیے؟ ایک حافظِ قرآن جو کہ حفظِ قرآن کے سوا اور کچھ نہیں جانتے ہیں، انہوں نے ایک حدیث بیان کی کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روبرو ایک جنازہ آیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ یہ قرض دار ہے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی نمازہ جنازہ نہیں پڑھائی اور آج مولوی صاحبان ہر کس وناکس کی نماز جنازہ پڑھا دیتے ہیں۔ کیا یہ بات صحیح ہے کہ قرض دار کی نماز جنازہ نہیں پڑھانا چاہیے؟ اور گر یہ بات غلط ہے تو حافظ صاحب مذکور کے لیے کیا حکم ہے۔ ان کی امامت میں نماز پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

(١) سورة النحل: ١٦

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ حامدًا ومصلیًا

متعدد آدمیوں کے متعلق فقہاء نے لکھا ہے کہ ان کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے،(۱) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے جب ایک جنازہ لایا گیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اس کے ذمہ قرض تو نہیں'' عرض کیا گیا کہ ہے، پھر فرمایا کہ ''اس نے اتنا چھوڑا ہے کہ قرض ادا کر دیا جائے'' عرض کیا گیا کہ نہیں، اس پر ارشاد فرمایا کہ ''اپنی میت کی نماز خود پڑھ لو'' اس پر ایک صحابی نے کہا کہ ''میں اس کے قرض کی ذمہ داری لیتا ہوں کہ اس کا قرض میرے ذمہ ہے، تب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھادی''،(۲) پھر یہ بھی ہوا کہ جس میت کے ذمہ قرض ہو اس کی ذمہ داری خود لے لی اور نماز پڑھادی۔(۳) مقروض کے جنازہ کی نماز ممنوع نہیں، حافظ صاحب مذکور غالبًا ناواقف ہیں ان کو سمجھا دیا جائے؛ تاکہ وہ اپنی اصلاح کرلیں۔ حدیث پاک میں ارشاد ہے: ''ہر نیک و بد مسلمان کے جنازے کی نماز پڑھے''۔(۴) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۲/۸/۴ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۲/۸/۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۱۱/۸)

---

(۱) فقہاء کرام نے والدین کے قاتل، بغاۃ، قطاع الطریق اور عصبیت پر قتل ہونے والے کی نماز جنازہ پڑھانے سے منع فرمایا ہے:

(وهي فرض على كل مسلم مات خلا) أربعة: (بغاة وقطاع طريق)، فلايغسلوا ولايصلى عليهم (إذا قتلوا في الحرب). (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب صلاة الجنائز: ۲/ ۲۱۰-۲۱۲، سعيد)

(۲) حدثنا سلمة يعني بن الأكوع رضي الله تعالى عنه قال: أتي النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بجنازة، فقالوا: يانبي الله صل عليها، قال: ''هل ترك عليه دين'' قالوا: نعم، قال: ''هل ترك من شيء'' قالوا: لا، قال صلى الله تعالى عليه وسلم: ''صلوا على صاحبكم'' قال رجل من الأنصار يقال له أبو قتادة: صل عليه، وعلى دينه، فصلى عليه (سنن النسائي، كتاب الجنائز، الصلوة على من عليه دين: ۲۷۸/۱، قديمي)

(۳) ''عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كان إذا توفي المؤمن وعليه دين، فيسأل: ''هل ترك لدينه من قضاء'' فإن قالوا: نعم، صلى عليه، وإن قالوا: لا، قال صلى الله تعالى عليه وسلم: ''صلوا على صاحبكم'' فلما فتح الله عزوجل على رسوله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ''أنا أولى بالمؤمنين من أنفسهم، فمن توفي وعليه دين فعلي قضاءه، ومن ترك مالاً فهو لورثته''. (سنن النسائي، كتاب الجنائز، الصلاة على من عليه دين: ۲۷۹/۱)

(۴) صلوا على كل بر وفاجر. (أخرجه علي المتقي بن حسام الدين الهندي في كنز العمال، الفصل الثالث في إحكام الإمارة وآدابها، (رقم الحديث: ۱۴۸۱۵): ۵۴/۶، مكتبة الإسلامي، بيروت)

وأخرجه أبو داؤد، في سننه بلفظ: ''عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه و سلم: ''الجهاد واجب عليكم مع كل أمير براً كان أو فاجراً والصلاة واجبة عليكم خلف كل مسلم برا كان أو فاجراً و ان عمل الكبائر والصلوة واجبة على كل مسلم براً كان أو فاجرًا وإن عمل الكبائر''. (كتاب الجهاد، باب الغرو مع أئمة الجور: ۳۵۰/۲، إمدادية)

مقروض کی نماز میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شرکت اور ادائیگی قرض:

سوال: میں نے ''رحمۃ اللعالمین'' کی جلد دوم صفحہ: ۴۲۱ پر پڑھا ہے کہ جو مسلمان قرض چھوڑ کر مرے گا، میں اس کا قرض ادا کروں گا، جو مسلمان ورثہ چھوڑ کر مرے گا، اسے اس کے وارث سنبھالیں گے؟

الجواب

یہ حدیث جو آپ نے ''رحمۃ اللعالمین'' کے حوالے سے نقل کیا ہے، صحیح ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقروض کا جنازہ نہیں پڑھاتے تھے؛ بلکہ دوسروں کو پڑھنے کا حکم فرما دیتے تھے، جب اللہ تعالیٰ نے وسعت دے دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقروض کا قرضہ اپنے ذمہ لیتے تھے اور اس کا جنازہ پڑھا دیتے تھے۔(۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۵۸/۴-۳۵۹)

تاڑی پینے والے کی نماز جنازہ جائز ہے، یا نہیں:

سوال: تاڑ کے درخت کے پھل اور رس میں نشہ ہوتا ہے۔ شراب سے کسی قدر کم نشہ کی چیز؛ یعنی تاڑی وغیرہ کا کھانا پینا کیسا ہے؟ اور ایسے شخص کے ہمراہ کھانا پینا اور اس کے جنازہ کی نماز کا کیا حکم ہے؟

سودخوار کی نماز جنازہ:

سوال: سود کا لین دین کیسا ہے؟ اور جو شخص سود لے، اس کے جنازہ کی نماز کا کیا حکم ہے؟ اور اس سے میل جول رکھنا کیسا ہے؟

الجواب

(۱) نشہ کی چیز کا کھانا پینا حرام ہے اور اس کے ساتھ کھانا پینا نہ چاہیے اور جنازہ کی نماز پڑھیں۔(درمختار)

(۲) جنازہ کی نماز کا وہی حکم ہے، جو اوپر مذکور ہوا، باقی سود لینا دینا حرام ہے اور ایسے شخص سے علاحدہ رہنا چاہیے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۳۴/۵)

رضاعی بہن سے نکاح کرنا کرانا کفر نہیں، اس کی نماز جنازہ درست ہے:

سوال: ایک مسلمان فوت ہوا، بعض اشخاص نے اس کو کافر کہہ کر نماز جنازہ ترک کر دی اور جنھوں نے پڑھی،

(۱) عن أبی هريرة رضی الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يؤتىٰ بالرجل المتوفى عليه الدين فيقول: هل ترك لدينه من قضاء فان حدث أنه تركه وفاء صلىّ عليه وإلا قال للمسلمين: صلوا علىٰ صاحبكم، فلما فتح الله عليه الفتوح قام، فقال: أنا أولىٰ بالمؤمنين من أنفسهم فمن توفىٰ من المؤمنين وترک دينا فعلّی قضاء ه ومن ترک مالا فهو لورثته.
وعن عبد الله بن أبی قتادة يحدث عن أبيه أن النبی صلى الله عليه وسلم أتى برجل ليصلی عليه فقال النبی صلى الله عليه وسلم: صلوا علىٰ صاحبكم فان عليه دينا. قال أبو قتادة: هو علّی! فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: بالوفاء فقال: بالوفاء، فصلی عليه. (الجامع للترمذی، أبواب الجنائز، باب ماجاء فی المديون: ۲۰۵/۱، قديمی)

ان کو ملامت کی اور کافر کہا، اس وجہ سے کہ متوفی کا میل جول اپنے بیٹے سے تھا اور بیٹا کافر تھا؛ اس لیے کہ اس کے بیٹے نے جس عورت سے نکاح کیا؛ اس نے اس کی والدہ کا دودھ پیا تھا۔ اس صورت میں شرعا کیا حکم ہے؟

الجواب

اس صورت میں بیٹے پر حکم کفر کا نہ ہوگا اور باپ فوت شدہ پر بھی حکم کفر کا نہ ہوگا، لہذا نماز جنازہ اس کی پڑھنی واجب وفرض ہے۔ عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: صلوا خلف كل برّ وفاجر وصلوا علٰى كل برّ و فاجر. (۱)
پس جن لوگوں نیا س کے جنازہ کی نماز پڑھی، انہوں نے موافق حکم شریعت کے عمل کیا اور جن لوگوں نے اس کے جنازہ کی نماز نہ پڑھی اور پڑھنے والوں کی ملامت کی، وہ غلطی پر ہیں اور عاصی ہیں، ان کو توبہ کرنی چاہیے۔ فقط
(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵/۲۹۷-۲۹۸)

یہ کہنا کہ میری نماز جنازہ نہ پڑھنا کفر نہیں ہے، اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی:

سوال: ایک شخص فوت ہوا، اس نے اپنی حیات میں یہ الفاظ کہے تھے کہ میرے جنازہ پر کوئی نماز نہ پڑھے، ورنہ آخرت میں دانگیر ہوں گا؛ اس لیے قسم کھائی تھی کہ ہم نماز نہ پڑھیں گے، چناں چہ اکثروں نے نماز سے انکار کیا، بایں خیال کہ یہ الفاظ کفر کے ہیں؛ مگر احقر نے میت کے قول کو جہالت پر محمول کر کے نماز پڑھی اور قسم والوں کو کفارۂ یمین بتادیا۔ یہ درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس کے جنازہ کی نماز پڑھنی چاہیے تھی، یہ قول اس کا کفر نہ تھا، لہذا جن لوگون نے اس کے جنازہ کی نماز پڑھی، یہ درست ہوا اور اگر قسم کھانے والوں میں سے کسی نے نماز جنازہ اس کی پڑھی، یہ درست ہوا اور اگر قسم کھانے والوں میں سے کسی نے نماز جنازہ اس کی پڑھی تو ان پر کفارۂ یمین واجب ہونا آپ نے صحیح بتلایا۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵/۳۰۱)

فاسق کی نماز جنازہ بھی ضروری ہے:

حالت نزع میں کلمہ کا انکار کرنے والے کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی:

(۱) ایک شخص نے تمام عمر کبھی نماز نہیں پڑھی؛ لیکن توحید و رسالت کا قائل ہے، اذان سن کر کلمہ شریف، یا اللہ اللہ پڑھتا ہے۔ اس شخص کی نماز جنازہ جائز ہے، یا نہیں؟
(۲) ایک شخص نے بلوغ سے لے کر تادم مرگ نماز کبھی نہیں پڑھی، بعض موقع پر اس سے کلمہ شریف سنا گیا، نزع کے وقت اس نے کلمہ سے انکار کیا، اس شخص کی نماز جنازہ جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

---

(۱) السنن الكبرىٰ للبيهقی، كتاب الصلاة، باب صلاة علی الميت: ۴/ ۱۹، انیس

الجواب

(۱) وجوب نماز جنازہ کے لیے میت کا صرف مسلمان ہونا شرط ہے اور جب کہ یہ شخص مسلمان تھا تو اس کی نماز جنازہ پڑھنا ضروری ہے، اس کا کبھی نماز نہ پڑھنا موجب فسق ہے؛ لیکن نماز جنازہ فاسق کی بھی پڑھنی لازم ہے۔ ہاں مقتدا اور بزرگ اشخاص زجراً اس کے جنازے کی شرکت نہ کریں تو بہتر ہے۔

(وشرطها) ستة: (إسلام الميت وطهارته). (۱)

ويصلى علىٰ كل ميت مات بعد الولادة صغيرًا كان أو كبيرًا ذكرًا كان أو أنثى حرًا كان أو عبدًا، إلخ. (۲)

وأما بيان من يصلى عليه فكل مسلم مات بعد الولادة يصلى عليه صغيرًا كان أو كبيرًا ذكرًا كان أو أنثىٰ حرًا كان أو عبدًا إلا البغاة وقطاع الطريق ومن بمثل حالهم لقول النبى صلى الله عليه وسلم صلوا علىٰ كل بر وفاجر وقوله عليه السلام للمسلم على المسلم ست حقوق وذكر من جملتها أن يصلى علىٰ جنازته من غير فصل إلا ما خص بدليل و البغاة ومن بمثل حالهم مخصوصون لما ذكرنا. (۳)

(۲) ایسے شخص کے ساتھ تمام معاملات مسلمانوں جیسے کئے جائیں گے اور اس کے لیے استغفار کیا جائے گا اور حالت نزع کا انکار مضر نہیں؛ کیوں کہ وہ وقت نہایت سختی وشدت کا وقت ہے اور اس وقت ہوش وحواس کا قائم نہ رہنا ممکن ہے۔ (۴) واللہ اعلم (کفایت المفتی: ۴/۸۸-۸۹)

فاسق وفاجر کی نمازِ جنازہ اور مودودی صاحب کی رائے:

سوال: ﴿ولاتصل علىٰ أحد منهم مات أبداً، ولاتقم علىٰ قبره﴾ (سورة التوبة) (۵)

اس آیت طیبہ کی تفسیر میں علامہ ابوالاعلی مودودی صاحب نے اپنی تفسیر تفہیم القرآن میں لکھا ہے کہ اس سے یہ مسئلہ نکلا کہ فساق وفجار اور مشہور بالفسق کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھی جائے گی۔ یہ عبارت بعینہ تفہیم القرآن کی تو نہیں؛ لیکن اس کا مفہوم یہی ہے، اس تفسیر کو لے کر ہماری بستی میں کچھ لوگوں نے یہ اعلان کیا کہ جو شخص نماز نہیں پڑھے گا، اس

---

(۱) الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة: ۲/۲۰۷، دار الفكر بيروت، انيس

(۲) الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصلاة، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز، الفصل الخامس فى الصلاة على الميت: ۱/۱۶۳، ط: مكتبة ماجدية، كوئٹة

(۳) بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل فى الجنائز: ۱/۳۱۱، مكتبة رشيدية، كوئٹة

(۴) وما ظهر منه من كلمات كفرية يغتفر فى حقه ويعامل معامله موتىٰ المسلمين) حملاً علىٰ أنه فى حال زوال عقله ولذا اختار بعضهم زوال عقله قبل موته. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة: ۲/۱۹۲، دار الذكر بيروت، انيس)

(۵) سورة التوبة: ۸۴

کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھی جائے گی اور قبر کھودنے والوں پر یہ پابندی عائد کر دی گئی کہ جو قبر کھودے گا، اس پر پندرہ روپے جرمانہ عائد ہوگا۔

ہماری بستی میں ایک عالم صاحب ہیں، یہ سب باتیں ان کی عدم موجودگی میں ہوئیں۔ کچھ دن بعد جب وہ گھر پر آئے تو انہیں یہ بات نئی معلوم ہوئی، انہوں نے مودودی صاحب کی تفسیر کو دیکھا اور اپنی تقریر میں بیان کیا کہ یہ مودودی صاحب کی زیادتی ہے، یہ آیت کفار اور منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے، نہ کہ فساق وفجار کے بارے میں، مودودی صاحب نے تفسیر بالرائے کی ہے، جو سراسر ناجائز اور حرام ہے۔ نیز انہوں نے کہا کہ ان کی تفسیر کے مطابق خود مودودی صاحب اس لائق نہیں ہیں کہ ان کی جنازہ کی نماز پڑھی جائے؛ کیوں کہ فاسق گناہ کبیرہ کے مرتکب کو کہتے ہیں تو مودودی صاحب دن بھر میں اتنے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتے ہوں گے کہ ان کو خود بھی پتہ نہیں ہوگا۔ نیز مودودی صاحب کی داڑھی حدود شرعیہ سے کم ہے اور وہ کھلم کھلا داڑھی کٹاتے ہیں، پس گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتے ہیں اور مشہور بالفسق ہیں، لہٰذا ان کے نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔

عالم صاحب نے اپنی تقریر میں بیان کیا کہ بے نمازی کے جنازہ کی نماز کا نہ پڑھنا، اگرچہ پوری زندگی میں کبھی نماز نہ پڑھی ہو، بالکل حرام ہے اور اگر کسی نے نہیں پڑھی اور بلا نماز جنازہ کے دفن کر دیا گیا تو سارے لوگ بستی کے گنہگار ہوں گے، لہٰذا ایسی زیادتی سے آپ لوگ باز آئیں، کچھ دنوں تک بات رک گئی، پھر عالم صاحب اپنے مدرسہ میں چلے گئے، پھر جب وہ آئے تو بستی کے لوگوں نے جب دیکھا کہ یہ بات تو معقول ہے، اب کون سی ترکیب نکالی جائے تو لوگوں نے بہانہ کرنا شروع کیا کہ ہم لوگوں نے صرف لوگوں کو دھمکانے کے لیے ایسا کیا تھا، اس پر عالم صاحب کھڑے ہوئے اور کہا کہ اس نیت سے بھی ایسا کرنا ناجائز ہے، چوں کہ آپ لوگ ایک ایسی بستی سے تعلق رکھتے ہیں، جس کا ہر معاملہ میں دوسری بستیاں اقتدا کرتی ہیں؛ اس لیے ایسا نہ ہو کہ دوسرے لوگ اس کو حقیقت پر محمول کر کے بلا نماز جنازہ کے کسی مسلمان کو دفن کر دیں، جو بالکل ناجائز وحرام ہے۔ اس پر لوگوں نے پوچھا: اچھا تو کون سی شکل تبلیغ کے لیے اختیار کی جائے؟ مولانا نے کہا کہ ہر اولاد والے اپنی اولاد پر کنٹرول کریں، اولاد بالغ اگر نماز نہیں پڑھتی ہے تو اس پر سختی کریں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ تبلیغی جماعت کے اصول کے مطابق گشت کریں، اب اگر لوگ نماز نہیں پڑھتے ہیں تو آپ کا قصور نہیں ہوگا۔ تیسری صورت یہ ہے کہ سوشل بائیکاٹ کریں۔ اب حل طلب یہ ہے کہ!

(۱) بے نمازی انسان کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے، یا نہیں؟

(۲) آیتِ بالا کن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی؟

(۳) مودودی صاحب کی تفسیر صحیح ہے یا نہیں؟

(۴) ڈرانے دھمکانے کی نیت سے جب کہ اندیشہ یہی ہو کہ دوسرے لوگ ہو سکتا ہے کہ حقیقت پر محمول کر کے

بالکل جنازہ کی نماز نہ پڑھیں، اعلان کرنا کہ ''جونماز نہیں پڑھے گا، اس کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھی جائے گی'' ایسا کرنا جائز ہے؟

(۵) لوگوں کو نمازی بنانے کے لیے شریعت کی رو سے کون سا طریقہ اختیار کیا جائے؟

الجواب ______________ حامدًا و مصليًا

(۱) نمازِ فرض عین ہے، بے نمازی سخت گنہگار ہے، نماز جنازہ اس کی بھی ضروری ہے۔

''فرض كفاية بالإجماع، فيكفر منكرها لإنكاره الإجماع، كذا في البدائع والقنية، والأصل فيه قوله تعالىٰ: ﴿وصل عليهم﴾ وقوله صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم: ''صلوا علىٰ كل بر وفاجر''. (الطحطاوى، ص: ۳۱۸)(۱)

''عن أبى هريرة رضى اللّٰه تعالىٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم: ''الجهاد واجب عليكم مع كل أمير براً كان أو فاجراً... والصلاة واجبة علىٰ كل مسلم براً كان أو فاجراً وإن عمل الكبائر''. (۲)

''فكل مسلم مات بعد الولادة، يصلى عليه صغيراً كان أو كبيراً، ذكراً كان أو أنثىٰ حراً كان أو عبداً، إلا البغاة وقطاع الطريق ومن بمثل حالهم، لقول النبى صلى اللّٰه عليه وسلم: ''صلوا علىٰ كل بر وفاجر''، إلخ. (۳)

''(وهى فرض علىٰ كل مسلم مات خلا) أربعة (بغاة وقطاع طريق) إذا قتلوا فى الحرب''. (۴)

(۲) **﴿ولا تصل علىٰ أحد منهم مات أبداً﴾** (الآية) منافقین کے متعلق ہے، عبداللہ بن سلول رئیس المنافقین کا واقعہ کتب حدیث وتفسیر میں بہت مشہور ومعروف ہے کہ اس کے انتقال پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے جنازہ کی نماز پڑھائی تب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی، پھر کسی منافق کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھائی۔ (۵)

---

(۱) حاشية الطحطاوى علىٰ مراقى الفلاح، كتاب الصلاة، أحكام الجنائز، فصل: الصلاة عليه، ص: ۵۸۰، قديمى

(۲) سنن أبى داؤد، كتاب الجهاد، باب الغزو مع أئمة الجور: ۳۵۰/۱، إمدادية

(۳) بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، باب الجنائز، فصل: وأما بيان من يصلى عليه: ۴۷/۲، رشيدية

(۴) الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ۲۱۰/۲، سعيد

(۵) عن ابن عباس رضى اللّٰه تعالىٰ عنهما، عن عمر بن الخطاب رضى اللّٰه تعالىٰ عنه أنه لما مات عبد اللّٰه بن أبى ابن سلول، دعى له رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم ليصلى عليه، فلما قام رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم وثبت إليه، فقلت: يا رسول اللّٰه أتصلى على ابن أبى وقد قال يوم كذا وكذا، كذو كذا، أعدّو عليه قوله، فتبسم رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم فقال: ''أخر عنى يا عمر'' فلما أكثرت عليه قال: إنى خيرت فاخترت، لو أعلم أنى إن زدت على السبعين يغفر له، لزدت عليها'' قال: فصلى عليه رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم، ثم انصرف، فلم يمكث إلا يسيراً حتىٰ نزلت آيتان من برآءة: ﴿ولا تصل علىٰ أحد منهم مات أبداً، ولا تقم علىٰ قبره ... وهم فاسقون...﴾ قال: فعجبت بعد من جرأتى علىٰ رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم يومئذٍ، واللّٰه ورسوله أعلم''. (صحيح البخارى، كتاب الجنائز، باب ما يكره من الصلاة على المنافقين: ۱۸۲/۱، قديمى)

(٣) مودودی صاحب کی تفسیر تفہیم القرآن میں بہت سی چیزیں اہل سنت والجماعت کے مسلک کے خلاف بھی ہیں، عامۃ المسلمین کا اس کو پڑھنا، یا سننا اعتقادی وعملی گمراہی وغلطی کا موجب بن سکتا ہے؛ اس لیے اس سے پرہیز لازم ہے۔ ہاں جو حضرات اہل علم ہیں، کتاب وسنت کا علم باقاعدہ معتمد اساتذہ سے حاصل کر کے اس پر استحکام رکھتے ہیں اور صحیح وغلط میں تمیز کرنے کا ان کو ملکۂ راسخہ حاصل ہے، ان کے لیے مضر نہیں؛ مگر مودودی صاحب نے آیت مسئولہ کے متعلق یہ نہیں لکھا، جو ان کے معتقدین نے عمل شروع کر دیا، یہ عمل سراسر غلط اور فتنہ ہے اور اس کو مودودی صاحب کی طرف منسوب کرنا بھی غلط ہے، جو معتقدین اپنے اعتقاد میں حد غلو تک پہونچ جاتے ہیں، وہ اس قسم کی غلطیاں بکثرت کرتے ہیں، پھر جو لوگ نعمتِ فہم سے محروم ہیں، ان کا تو پوچھنا ہی کیا ہے، وہ بے سمجھے ہی تقلید کرتے ہیں، مودودی صاحب نے اس آیت سے جو مسئلہ استنباط کر کے لکھا ہے، وہ یہ ہے:

''اس سے یہ مسئلہ نکلا ہے کہ فساق اور فجار اور مشہور بفسق لوگوں کی نماز جنازہ مسلمانوں کے امام اور سر برآوردہ لوگوں کو نہ پڑھانی چاہیے''۔ (تفہیم القرآن: ٢٢١/٥)(١)

---

(١) تفہیم القرآن، ابوالاعلیٰ مودودی، سورۃ التوبۃ، پ: ١٠، آیت: ٨٤، ٢٢١/٢، مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور

مودودیت کی رد میں مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: ''مودودی صاحب اور تخریب اسلام''، ''احسن الفتاویٰ، کتاب الایمان والعقائد: ٢٩٧/١، مکتبہ سعید کراچی)

مودودی صاحب کا ایسا کلمہ استنباط کرنا بھی غلط اور نصوص کے خلاف ہے، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بذات خود زانیہ کی نماز پڑھائی ہے اور مرتکب کبیرہ کی نماز پڑھانے کا حکم فرمایا ہے: ''عن ابن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم صلی علٰی زانیۃ ماتت فی نفاسہا وولدہا''. (رواہ الطبرانی فی الکبیر)(مجمع الزوائد للہیثمی، کتاب الجنائز، باب الصلاۃ علٰی أہل لا إلہ إلا اللّٰہ: ٤١/٣، دار الفکر، بیروت)

''عن أبی ہریرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم: ''الجہاد واجب علیکم مع کل أمیر براً کان أو فاجراً... والصلوۃ واجبۃ علٰی کل مسلم براً کان أو فاجراً وإن عمل الکبائر''. (سنن أبی داؤد، کتاب الجہاد، باب الغزو مع أئمۃ الجور: ٣٥٠/١، إمدادیۃ) اور ان کے معتقدین کا ایسا سمجھنا کہ بالکل نماز جنازہ نہ پڑھی جائے اور بلا نماز ہی ان کو دفن کر دیا جائے، نہ سر برآوردہ پڑھے نہ کوئی اور پڑھے، یہ بھی غلط۔ (حاشیۃ الطحطاوی علٰی مراقی الفلاح، کتاب الصلاۃ، أحکام الجنائز، فصل: الصلاۃ علیہ، ص: ٥٨٠، قدیمی ''عن أبی ہریرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: ''الجہاد واجب علیکم مع کل أمیر براً کان أو فاجراً... والصلوۃ واجبۃ علٰی کل مسلم براً کان أو فاجراً وإن عمل الکبائر''. (سنن أبی داؤد، کتاب الجہاد، باب فی الغزو مع أئمۃ الجور: ٣٥٠/١، إمدادیۃ)

''فکل مسلم مات بعد الولادۃ، یصلی علیہ صغیراً کان أو کبیراً ذکراً کان أو أنثی حراً کان أو عبداً إلا البغاۃ وقطاع الطریق ومن بمثل حالہم لقول النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم: صلوا علٰی کل بر وفاجر'' إلخ''. (بدائع الصنائع، کتاب الصلاۃ، الجنائز، فصل: وأما بیان من یصلی علیہ: ٤٧/٢، رشیدیۃ)

(وہی فرض علی کل مسلم) خلا بغاۃ وقطاع الطریق إذا قتلوا فی الحرب. (الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب الجنائز: ٢١٠/٢، سعید) اور اس کو مودودی صاحب کی طرف منسوب کرنا بھی غلطی ہے۔

(۴) جب کہ یہ مسئلہ ہی غلط ہے تو اس کی دھمکی بھی غلط ہے اور جہاں اس غلطی میں مبتلا ہو کر بے نماز ہی جنازہ دفن کر دینے کا احتمال اور مظنہ ہو اور لوگ اقتداءً ایسا کرنے پر آمادہ ہوں اور قبر کھودنے والے پر جرمانہ تجویز کیا جائے، جس سے یہ بھی احتمال ہو کہ مردہ دفن نہ کیا جائے، ویسے ہی پڑا ہوا سڑتا رہے، جیسے مرا ہوا کتا، گدھا پڑا ہوتا ہے تو ہرگز ایسی دھمکی اور اعلان کی بھی اجازت نہیں (ایسی دھمکی کی وجہ سے نمازِ جنازہ ترک ہوگا اور اس کے ترک کرنے میں انسان کی بے حرمتی کے ساتھ ساتھ ترک فرض کفایہ بھی ہے، جس سے سارے مسلمان گناہ گار ہو جائیں گے۔(۱)

(۵) عالم صاحب نے جو تدبیریں بتائیں ہیں، وہ اختیار کی جائیں اور اہل اللہ کی صحبت اختیار کی جائے۔ ہر مکان اور ہر مسجد میں اہل اللہ کی کتابیں سنانے کا انتظام کیا جائے۔ اکابر اہل اللہ کی خدمت میں جا جا کر کچھ وقت اپنی تربیت کے لئے گزارا جائے، اپنے احوال کی ان کو اطلاع کر کے ہدایات حاصل کی جائیں اور ان پر عمل کرنے کی فکر کی جائے، ان شاءاللہ تعالیٰ صحیح ماحول بنے گا، دین کا عام چرچا ہوگا۔(۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۸/۱۳۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۸/۱۳۹۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۱۷/۸)

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر: ۱۹۶/۳ ـ ۱۹۷، سعيد

"قال ابن شهاب: يصلى علىٰ كل مولود متوفى وإن كان لغية من أجل أنه ولد علىٰ فطرة الإسلام يدعى أبواه الإسلام أوأبوه خاصة وإن كانت أمه على غيرالإسلام، إذا استهل صارخاً، صلى عليه، ولايصلى علىٰ من لايستهل من أجل أنه سقط، فإن أباهريرة رضى الله تعالىٰ عنه كان يحدث، قال النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "مامن مولودإلا يولد على الفطرة، فأبواه يهودانه أوينصرأنه أويمجسانه كما تنتج البهيمة بهيمة جمعاء هل تحسون فيها من جدعاء". ثم يقول أبوهريرة رضى الله تعالىٰ عنه: فطرة الله التى فطرالناس عليها" الآية. (صحيح البخارى، كتاب الجنائز، باب إذا أسلم الصبى فمات، هل يصلى عليه، إلخ: ۱۸۱/۱، قديمى)

(والولد يتبع خيرالأبوين، ديناً) لأنه أنظر له، فإن كان الزوج مسلماً فالولد علىٰ دينه، وكذا إن أسلم أحدهماوله ولد صغير، صارولده مسلماً بإسلامه سواءٌ كان الأب أوالأم ... هذاإذالم تختلف الداربأن كانافى دارالإسلام أوفىٰ دار الحرب، أوكان الصغيرفى دارالإسلام وأسلم الوالد فى دارالحرب، لأنه من أهل دارالإسلام حكماً. (البحرالرائق، كتاب النكاح، باب نكاح الكفافر: ۳۶٤/۳ـ۳٦٥، رشيدية)

(۲) قال الله تعالىٰ ﴿وذكرفإن الذكرىٰ تنفع المؤمنين﴾ (سورة الذاريات: ٥٥)

"تعليم صفة الخالق مولانا جل جلاله للناس، وبيان خصائص مذهب أهل السنة والجماعة من أهم الأمور، وعلى الذين تصدوا للوعظ أن يلقوا الناس فى مجالسهم علىٰ منا برهم ذلك، قال الله تعالىٰ: ﴿وذكرفإن الذكرى تنفع المؤمنين﴾ وعلى الذين يؤمنون فى المساجد أن يعلموا جماعتهم شرائط الصلاة وشرائع الإسلام وخصائص مذاهب الحق، وإذا علموا فى جماعتهم مبتدعاً أرشدوه، وإن كان داعياً إلىٰ بدعته منعوه، وإن لم يقدروا رفعوا الأمرإلى الحكام حتىٰ يجلوهم عن البلدة إن لم يمتنع وعلى العالم إذاعلم من قاض أومن أخريدعوالناس إلىٰ خلاف السنة أوظن منه ذلك إن يعلم الناس بأنه لايجوزاتباعه إلخ". (الفتاوىٰ البزازية علىٰ هامش الفتاوىٰ الهندية، كتاب الفاظ تكون إسلاماً أوكفراً أوخطأإلخ، الأول فى المقدمة: ۳۲۰/٦، رشيدية)

فاسق وگنہ گار مسلمان کی نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے:

سوال: فاسق وگنہ گار مسلمان کی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً ومسلماً

مسلمان اگر چہ فاسق اور گنہگار ہو، اس کی نماز جنازہ فرض کفایہ ہے، اگر بعض لوگ اس کو ادا کرلیں تو باقی لوگ بری الذمہ ہوجائیں گے اور اگر کسی نے نہ پڑھی تو سب گنہگار رہوں گے، فقہا نے تصریح کی ہے کہ مرنے والا مسلمان فاسق وفاجر اور گنہگار ہو؛ تب بھی اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، البتہ باغیوں، لٹیروں کی نماز جنازہ اگر وہ اسی حالت میں مارے گئے ہوں تو نہ پڑھی جائے۔

بدائع الصنائع میں ہے: **"وأما بيان من يصلي عليه فكل مسلم مات بعد الولادة يصلى عليه صغيراً كان او كبيرا ذكرا كان او انثى حرا كان او عبدا الاالبغاةوقطاع الطريق ومن بمثل حالهم لقول النبي صلى الله عليه وسلم: "صلوا علىٰ بر وفاجر" وقوله: "للمسلم على المسلم ست حقوق" وذكر من جملتها: أن يصلي علىٰ جنازته من غير فصل إلا ماخص بدليل والبغاة ومن بمثل حالهم مخصوصون بماذكرنا".** (بدائع الصنائع: ۳۱۱/۱)

اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ ہر نیک وبد کی نماز جنازہ (بشرطیکہ ظاہری اعتبار سے اس کی موت ایمان پر واقع ہوئی ہو) پڑھی جائے۔

شرح عقائد کی شرح "النبراس" میں ہے: **"ويصلي (بلفظ المجهول) أى صلاة الجنازة علىٰ كل بر وفاجر إذا مات الفاجرعلى الايمان بحسب الظاهر للاجماع فإن السلف لم يزالوا يصلون على الفساق ولقوله عليه الصلوٰة والسلام: لاتدعوا الصلاة أى لاتتركوا من الودع وهوالترك وزعم النحاة أن ماضي هٰذا الباب لايستعمله العرب علىٰ من مات من أهل القبلة لم يجد القارى الهروى هٰذا الحديث تخريجاً من لفظه، وعن ابن عمررضى الله عنهما عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: صلوا على من قال لا إلٰه إلاالله. رواه الطبرانى بسند ضعيف جداً وقد تقدم حديث أبوهريرة يرفعه "صلوا علىٰ كل بر وفاجر". رواه البيهقي وأنت تعرف ضعف الحديث فمدارا المسئلة على الاجماع.** (النبراس: ۵۴۵)

اس لیے منسلکہ مضمون جو آپ نے ارسال فرمایا ہے، اہل سنت والجماعت کے اجماعی عقیدہ کے خلاف ہے۔ صاحب مضمون دینی مدرسہ کے فاضل ہونے کے باوجود ایک ایسے مسئلہ سے جو مدارس کے نصاب میں پڑھائی جانے والی کتاب "شرح عقائد" میں صراحۃً موجود ہے، بے خبر ہیں، **فیا للعجب!** اور بایں ہمہ دانی تمام علما کو چیلنج فرمارہے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۲/۷/۱۴۲۲ھ۔ الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ۔ (محمود الفتاویٰ: ۵۴۵/۱-۵۴۷)

رمضان المبارک میں اعلانیہ کھانے والے کا جنازہ:

سوال: جو شخص نماز کا پابند نہیں ہے اور روزے نہیں رکھتا ہے، رمضان شریف کا احترام نہیں کرتا ہے، علی الاعلان کھا تا پیتا ہے، سر بازار حقہ نوشی کرتا ہے، باہر مربع میں روٹی منگواتا ہے تو کیا ایسے شخص کی نماز جنازہ پڑھی جائے، یا نہیں؟

الجواب

ایسا شخص فاسق ہے، شرعاً اس پر نماز جنازہ ترک نہیں کی جاسکتی۔ ہاں اگر تنہا ترک کی جائے کہ آئندہ لوگ ایسی حرکات سے باز رہیں تو پھر گنجائش ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ اصغر علی غفرلہ، معین مفتی۔ الجواب صحیح: جمال الدین غفرلہ، خیر المدارس ملتان۔ الجواب صحیح، بندہ محمد عبد اللہ غفرلہ، ۱۰/۸/۳/۱۳۷۷ھ۔ (خیر الفتاویٰ: ۳/۳۰۳)

علی الاعلان گناہ کرنے والی کی جنازہ اہل علم حضرات نہ پڑھیں:

سوال: ایک شخص منکوحۂ غیر کو بھگائے پھرتا رہا، علمائے دین نے اس سے قطع تعلق کا حکم دیا، اب وہ اسی حالت میں مرگیا، اس نے توبہ بھی نہ کی تو کیا اس کی نماز جنازہ پڑھنی جائز ہے، یا نہیں؟ اگر بعضوں نے نماز جنازہ پڑھ لی تو ان پر شرعاً زجر و توبیخ ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۸۵۵، محبت حسین شاہ (ضلع راولپنڈی) ۲۰ محرم ۱۳۵۵ھ، مطابق ۱۳ اپریل ۱۹۳۶ء)

الجواب

ہاں امام صاحب اور علما اس کے جنازے کی نماز نہ پڑھیں، عام مسلمان نماز پڑھ کر دفن کردیں؛ (۱) کیوں کہ بغیر نماز کے دفن کردینا منع ہے، جو لوگ نماز میں شریک نہ ہوئے، وہ گنہ گار نہیں ہوئے اور جنھوں نے پڑھی، وہ بھی گنہ گار نہیں ہوئے۔ (۲) فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ (کفایت المفتی: ۴/۹۷)

---

(۱) عن جابر بن سمرة رضی اللّٰہ تعالٰی عنه قال: أتی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم برجل قتل نفسه بمشاقص، فلم یصل علیه. (صحیح لمسلم، باب الجنائز، فصل فی جواز زیارة قبور المشرکین: ۱/۳۱٤، قدیمی کتب خانة)

وفی الشامیة، فالظاهر أنه امتنع زجراً لغیره عن مثل هٰذا الفعل کما امتنع عن الصلوٰة علی المدیون، ولا یلزم من ذالک عدم صلاة أحد علیه من الصحابة. (ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، مطلب هل یسقط فرض الکفایة بفعل الصبی: ۲/۲۱۱، ط: سعید)

(۲) والصلاة علٰی کل مسلم مات فرض، أی مفترض علی المکلفین. (ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، مطلب هل یسقط فرض الکفایة بفعل الصبی: ۲/۲۱۰، محمد سعید)

منکرات کی وجہ سے نماز جنازہ ترک نہ کی جائے:

سوال: اگر کسی کے پیرو مرشد کے جنازہ کے آگے اہل ہنود باجہ بجادیں اور اہل خانہ کے منع کرنے کے باوجود وہ باز نہ آویں تو ایسی صورت میں عام مسلمانوں کو اور علما کو اس سے جنازہ میں شرکت کرنی چاہیے، یا نہیں؟

الجواب

شامی میں منقول ہے کہ اتباع جنازہ منکرات کی وجہ سے نہ چھوڑا جاوے؛ بلکہ منکرات سے منع کیا جاوے۔

ولاتترک لما یحصل عندھا من منکرات ومفاسد کاختلاط الرجال بالنساء وغیر ذلک؛لأن القربات لاتترک لمثل ذلک بل علی الانسان فعلھا وانکارالبدع بل وإزالتھا إن أمکن،آہ،قلت: ویؤید ذلک ما مرمن عدم ترک اتباع الجنازۃ وإن کان معھا نساء نائحات،تأمل. (۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۰۲/۵-۳۰۳)

بدعتیوں کی نماز جنازہ پڑھنی چاہیے:

سوال: مسلمان جہاں ایں دیار کہ دررسوم کفار مبتلا اند وعادات ورسوم کفار دارند مگر کلمہ ہستند وخود را مسلمان می گویند کافر اند یا نہ؟ ونماز جنازۂ شاں ادا کردہ شود، یا نہ؟

الجواب

مسلمانان جہال راکہ دررسوم کفارہ مبتلا اند وعادات ورسوم کفارہ دارند مگر کلمہ گو ہستند وخود را مسلمان می گویند کافر نباید گفت ونماز جنازۂ شاں ادا باید کرد واصلاح ایشاں باید کرد۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۵۳/۵)

مرتکب کبیرہ کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی؛ مگر کافر کی نہیں:

سوال: مرتکب کبیرہ اور کفر اگر قبل توبہ کے مرجاوے تو اس کے جنازہ کی نماز پڑھنا درست ہے، یا نہ؟ اور توبہ کے لیے یہ ضروری ہے، یا نہیں کہ کسی پیر کے ہاتھ پر توبہ کی جاوے؟

الجواب

مرتکب کبیرہ کے جنازہ کی نماز پڑھی جاوے گی اور کافر کے جنازہ کی نماز نہ پڑھی جاوے گی اور جس پر حکم کفر کا نہ لگایا جائے بسبب روایت عدم کفر کے تو اس کے جنازہ کی نماز بھی پڑھی جاوے گی، **کما مر "صلوا علیٰ کل بر وفاجر"** اور جس سے کوئی کلمۂ کفر سرزد ہوا اور اس سے توبہ کرلی اور تجدید اسلام کی اگرچہ کسی پیر کے ہاتھ پر نہ ہو وہ مسلمان ہوگیا اس کے جنازہ کی نماز پڑھی جاوے گی۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۰۹/۵)

---

(۱) رد المحتار، کتاب الصلاۃ،باب صلاۃ الجنازۃ،مطلب فی زیارۃ القبور: ۲۴۲/۲،دار الفکر بیروت،انیس

(۲) (وھی فرض علیٰ کل مسلم مات خلا) أربعۃ (بغاۃ وقطاع طریق) (الدرالمختار علیٰ ھامش رد المحتار، کتاب الصلاۃ،باب صلاۃ الجنائز: ۲۱۰/۲،دار الفکر بیروت)

جڑواں دو بچوں کے جنازہ پر نماز ایک ہے، یا دو:

سوال: ایک ساتھ پیدا ہونے والے دو بچے مرجائیں تو نماز جنازہ پڑہی جائے گی، یا نہیں؟ اور ایک بار نماز پڑھی جائے گی، یا دوبار پڑھی جائے گی؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

جب زندہ پیدا ہو کر مرے ہیں تو ضرور ان پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی، (۱) جنازہ ہر دو کا ساتھ ہو تو ایک نماز بھی دونوں پر کافی ہے، الگ الگ پڑھنا اعلیٰ بات ہے۔ (۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۴۶/۸)

جڑواں بچوں میں ایک زندہ پیدا ہوا تو جنازہ زندہ پیدا ہونے والے کی پڑھی جائے گی:

سوال: چوں دو توأمین با یکدیگر باہم پیدا شوند یکے زندہ دیگر مردہ آیا جنازۂ مردہ ہم لازم است واگر بالفرض جنازۂ مردہ کردہ شود چہ گناہ لازم آید دیگر ایں کہ ہر دو تصویر کامل دارند؟ (۳)

(المستفتی: ۱۳۴۵، مولوی حبیب الرحمٰن صاحب، غازی آباد، ۲۷/ذی قعدہ ۱۳۵۵ھ، مطابق ۱۰/فروری ۱۹۳۷ء)

الجواب ــــــــــــــــــــ

ایں توأمین اگر از یک دیگر منفصل وجداگانہ ہستند و یکے از ایشاں زندہ پیدا شد و دیگرے مردہ دریں صورت برآنکہ زندہ پیدا شدہ بود نماز جنازہ گزاردہ شود و برآنکہ مردہ پیدا شدہ بود نماز جنازہ گزاردہ نہ شود واگر جسم ہر دو باہم دگر چسپیدہ

(۱) عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنه عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم قال: "الطفل لایصلی علیه ولایرث ولایورث حتیٰ یستهل" (جامع الترمذی، باب ماجاء جائز فی ترک الصلاۃ علی الطفل حتیٰ یستهل: ۲۰۰/۱، سعید)

(ومن ولد، فمات، یغسل ویصلی علیه) ... (إن استهل) ... (وإلا) ... (غسل وسمی) ... (وأدرج فی خرقة و دفن، ولم یصل علیه). (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب الجنائز: ۲۲۷/۲-۲۲۸، سعید)

"ومن استهل، صلی علیه، وإلالا ... وأفاد بقوله: (وإلالا) أنه إذ لم یستهل، لایصلی علیه". (البحر الرائق، کتاب الصلاۃ، باب الجنائز، فصل السلطان أحق بصلا ته علیه: ۳۳۰/۲، رشیدیة)

(۲) عن أبی مالک رضی اللہ تعالیٰ عنه: أمر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم یوم أحد بحمرة، فوضع وجئ بتسعة، فصل علیهم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم، فرفعوا وترک حمزة، ثم جیء بتسعة، فوضعوا وصلی علیهم سبع صلوات، حتیٰ صلی علیٰ سبعین و فیهم حمزة رضی اللہ تعالیٰ عنه فی کل صلوٰۃ صلاها. (مراسیل أبی داؤد، فی الصلاۃ علی الشهداء، ص: ۱۸، سعید)

(وإذا اجتمعت الجنائز فإفراد الصلاۃ) علیٰ کل واحدةٍ (أولیٰ). (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب الجنائز: ۲۱۸/۲، سعید)

(۳) ترجمہ: دو جڑواں بچوں میں سے اگر ایک زندہ پیدا ہوا اور دوسرا مردہ تو کیا نماز جنازہ مردہ بچے پر بھی پڑھی جائے گی؟ اگر بالفرض مردہ بچے پر نماز جنازہ پڑھ لی گئی تو کیا گناہ ہوگا؟ دونوں بچوں کی صورتیں اور جسم مکمل ہیں۔

است کہ انفصال وعلیحدہ گی ممکن نیست یا متعذر است دریں صورت نعش ہر دو پیش نہادہ بہ نیت نماز ہرآنکہ زندہ پیدا شدہ بود نماز گزاردہ شود ونیت نماز بروکہ مردہ پیدا شدہ بود نہ کردہ شود۔ (۱) فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ الجواب صحیح فقیر محمد یوسف دہلوی مدرسہ امینیہ دہلی۔ (کفایت المفتی: ۴/۱۰۱-۱۰۲)

کافر کا نابالغ بچہ جو مسلمان کی پرورش میں ہو اس پر نماز جنازہ کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک بے دین کے پیدا ہوا بچہ ماں کے مرنے کے بعد اس کے باپ نے پرورش کرنے سے عاجز ہو کر ایک شخص مسلمان مسمی احمد شاہ کے پاس آکر بولا کہ میں بخوشی ورضا ایک ماہ کی پیدا ہوئی دختر کو واسطے پرورش اور اسلام کے لیے تم کو دیا اور آج کی سے مجھ کو کچھ واسطہ اور دعویٰ اس دختر پر نہیں، احمد شاہ کے گھر میں کوئی اولاد موجود نہ تھی، اس وجہ سے اس کا کہنا پسند آیا، بخوشی ورضا دختر مذکورہ اپنے قبضۂ اختیار میں لے لیا اور کچھ روز نقد دے کر اس کے باپ کو رخصت کیا، بعد پرورش ایک سال کے احمد شاہ نے مولوی بذل الرحمٰن صاحب کو بلا کر لڑکی کا نام عزیزہ بیگم رکھا، پس احمد شاہ کے گھر میں کل دو برس تین مہینے پرورش ہوئی، شان ایزدی احمد شاہ کے علاقہ میں دختر موصوفہ بیمار ہو کر بعد چندے وفات ہوئی۔ اب اس کی نماز جنازہ مطابق شرع شریف پڑھی جائے گی، یا نہیں؟

الجواب

کافر کا نابالغ بچہ جب تک عاقل ممیّز نہ ہو، مستقلاً مسلمان نہیں سمجھا جائے گا؛ بلکہ، **تبعاً للدار الاسلامی، یا تبعاً لأحد الأبوین المسلم** مسلمان کہا جائے گا۔ صورت مسئولہ میں نہ احد الابوین مسلم ہے، نہ خود بچہ ممیّز ہے تو اس کے مسلمان ہونے کا حکم صرف تبعاً لدار الاسلام ہوسکتا ہے۔ پس اگر ہندوستان دار الاسلام نہیں تو اس بچہ کو مسلمان نہ کہا جائے گا اور اگر دار الاسلام ہے تو اس کو مسلمان کہا جائے گا اور اس میں اختلاف ہے؛ لیکن ایسے اختلاف میں بچہ کی نفع کی رعایت کو ترجیح دی جاوے گی اور اس پر نماز جنازہ پڑھی جاوے گی۔

۲/رمضان ۱۳۴۹ھ (النور، ص:۷، جمادی الاخریٰ ۱۳۵۰ھ) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۷۵۵)

---

(۱) ترجمہ: یہ جڑواں بچے اگر ایک دوسرے سے الگ الگ ہیں تو جو بچہ زندہ پیدا ہوا تھا، اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور جو مردہ پیدا ہوا اس پر نہیں پڑھی جائے گی اور اگر دونوں کے جسم اس طرح جڑے ہوئے ہیں کہ علاحدہ کرنا غیر ممکن، یا دشوار ہے تو دونوں کی نعشوں کو سامنے رکھ کر زندہ پیدا ہونے والے بچے کی نماز کی نیت کر لی جائے اور جو مردہ پیدا ہوا تھا اس کی نیت نہ کی جائے۔ (مرا ہوا پیدا شدہ بچہ بوجہ مجبوری اس کے ساتھ ہوگا ور یہ ایسا ہوگا جیسا میت کے ساتھ میت کی چارپائی بھی پڑی رہتی ہے تو اس کے جنازے کی نیت نہیں کی جاتی ہے؛ بلکہ صرف میت کی نیت کی جاتی ہے۔

(ومن ولد، فمات، يغسل، ويصلى عليه) ... (ان استهل) ... (والا) ... (غسل، وسمى) ... (وأدرج في خرقة ودفن ولم يصل عليه.(الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ۲/۲۲۷، ط: سعيد)

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مفصلہ ذیل مسئلہ میں جواب مدلل ومحقق سے سرفراز فرمائیں:
ایک مسلمان نے ایک ننھا بچہ مشرک والدین سے بغرض پرورش ہمیشہ کے لیے حاصل کیا، عرصہ چند ماہ کے بعد بچہ مسلمان کے قبضہ میں فوت ہوا بوقت تدفین علما میں تنازع ہوا ایک فریق نے بچہ پر نماز پڑھی اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا، ان کا استدلال یہ ہے کہ ہر ایک بچہ فطرۃً اسلام پر پیدا ہوتا ہے اور ماں باپ اس کو یہود ونصاریٰ ومجوسی بناتے ہیں، چوں کہ بچہ کو غیر اسلام کی طرف لے جانے والے والدین کا قبضہ منقطع ہوگیا؛ بلکہ اسلام کی طرف لانے والے کے قبضہ میں آگیا، اب مسلمان کے ہاتھ مردہ بچہ کو غیر اسلام طریقہ پر تدفین کرنا پرورش والے کے استحقاق کو فراموش کرنا پڑتا ہے اور اس عمل میں فتاویٰ عالمگیری کی روایت تائید کرتی ہے کہ دارالحرب میں اگر کوئی بچہ لشکر اسلام میں آجائے اور مسلمان کے ہاتھ پر مرجائے تو اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی؛ کیوں کہ وہ بچہ مسلمان کے قبضہ میں تھا، علاوہ ازیں مولانا محمد شفیع صاحب مدظلہ مفتی دارالعلوم دیوبند ایک استفتا کے جواب میں اس طرح فرماتے ہیں کہ مقتضاء احتیاط اس مسئلہ میں یہی ہے کہ اس بچہ پر نماز جنازہ پڑھی جائے اور استدلال فریق اول کا صحیح معلوم ہوتا ہے، آھ اور فریق ثانی کا قول ہے کہ نماز جنازہ کے لیے اسلام شرط ہے اور بچہ مردہ کا اسلام معتبر نہیں اور حدیث ہر ایک مولود فطرت اسلام پر ہوتا ہے، احکام دنیا کے لیے نہیں؛ بلکہ آخرت کے لیے ہے اور اس امر کو البحر الرائق، درمختار وغیرہ سے ثابت کرتے ہیں۔ مذکورۂ بالا امور میں تحقیق فرما کر جواب سے سرفراز فرماویں؛ تاکہ ہم نالائقوں کو ہدایت ہوا اور جو تشویش پیش ہے رفع ہوکر اطمینان کا باعث ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کا سایہ ہم پر تادیر قائم رکھے۔ آمین ثم آمین۔ والسلام

الجواب

تتبع روایات کی تو نہ فرصت، نہ ہمت، باقی احکام قواعد سے جو سمجھا ہوں، وہ عرض کرتا ہوں:

(۱) عالمگیریہ کی روایت کے یہ الفاظ ہیں: "**والصبي إذا وقع في يد المسلم من الجند في دارالحرب وحده ومات هناك صلى عليه تبعاً لصاحب اليد، كذا في المحيط**". (۱)

(۲) احکام کے باب میں تصریح ہے کہ اصل تبعیت میں والدین ہیں، چناں چہ ابوین کے ساتھ اگر صبی اسیر ہوکر دارالاسلام میں بھی آجاوے، تب بھی وہ تبعا غیر مسلم ہے، **كما في الدر المختار: كصبي سبي مع أحد أبويه لايصلى عليه ؛لأنه تبع له أي في أحكام الدنيا لاالعقبىٰ، آه.** (۲)

(۳) اگر ابوین کی معیت منقطع ہوجاوے، تب صاحب ید کی تبعیت کا حکم کیا جاوے گا۔

(۴) اور اس ید کی قوت اس وقت ظاہر ہوگی، جب یہ ید غلبہ کا ہو۔

(۵) اور صورت مسئولہ میں اس مسلم کا ید ید تغلب نہیں؛ اس لیے عالمگیریہ کی روایت میں یہ داخل نہیں۔ من

(۱) الفتاویٰ الهندية، الباب احادى والعشرون في الجنائز، الفصل الخامس في الصلاة على الميت: ١٦٣/١، انيس

(۲) الدر المختار مع ردالمحتار: ٢٢٨/٢

الجند کا لفظ بھی اس کا قرینہ ہے۔

(۶) ید تغلب نہ ہو ظاہر ہے کہ والدین کی رضا سے یہ ید حاصل ہوا ہے تو یہ نائب ہے ید والدین کا۔

(۷) پس اس حالت میں ید ابوین منقطع نہیں ہوا؛ اس لیے صاحب ید کے تبعیت کا ظہور نہ ہوگا۔

(۸) اس بنا پر وحدہ کی قید بھی متحقق نہ ہوگی، پس وہ صبی اور اس کے ابوین سب میں معیت ہے۔

(۹) اور ابوین کی تبعیت حالت اسر و احراز فی دار الاسلام میں بھی قاطع نسبت الی الابوین نہیں ہوتی۔ (کما فی نمبر:۲، ایضا)

(۱۰) اس مجموعہ کا مقتضا یہ ہے کہ اس پر نماز نہ پڑھے، البتہ صبی اگر ایسا سمجھ دار ہو کہ خود اسلام کو قبول کر لے، تب وہ مسلم ہے۔

(۱۱) البتہ اگر کسی مفتی کو ید میں تغلب کی قید کے متعلق شرح صدر نہ ہو؛ بلکہ دونوں احتمال ہوں، وہ صلوٰۃ احتیاطاً کا فتویٰ دے سکتے ہیں۔

(۱۲) اور حدیث کا تو اس مسئلہ سے کوئی تعلق ہے نہیں، ورنہ ہر صبی پر بشرط قدرت نماز مشروع ہوتی اور احکام فقہیہ باطل ہوتے۔ پس حدیث کا وہ محمل ہے، جو نمبر: ۲ میں مذکور ہے؛ یعنی صلوٰۃ احکام دنیویہ سے ہے اور حدیث کا مدلول احکام عقبیٰ سے۔ واللہ اعلم

۹/ذی الحجہ ۱۳۵۳ھ (النور، ص: ۸، شوال ۱۳۵۴ھ) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۷۵۵-۷۵۷)

مسلمان کے زیر پرورش کافر کے بچے کی جنازہ جائز نہیں:

سوال: شخصے مسلم کودکے مشرک پنج یومیہ را پرورش نمودہ بعمر یکماہ وہفدہ روز آن بچہ وفات یافت، امام مسجد فرمود نماز جنازہ اش وتدفین دے جائز نیست بلکہ اورا حوالہ کفار کردہ شود، تا بدستور شاں تدفین دے کنند۔

(المستفتی: ۴۷۸، باسہ میاں (ضلع مولمین برما) ۱۱/صفر ۱۳۵۴ھ، ۱۵/مئی ۱۹۳۵ء)

الجواب

اولاد کفار تابع والدین خود باشد تا وقتیکہ بسن تمیز رسیدہ اسلام را قبول نہ کند، سن تمیز از سال پنجم تا سال نہم گفتہ شدہ، پس اقل مدت برائے اوسال پنجمین است پس درصورت مذکورہ این بچہ حکماً مسلمان نشد اما اگر والدین بچہ تعرض نکنند مسلمانان را جائز است کہ تکفین وتدفین بچہ مثل مسلماناں کنند اما نماز جنازہ بایں جہت کہ اسلام بچہ ثابت نشد نگزارند۔ (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ (کفایت المفتی: ۴/۹۳-۹۴)

---

(۱) ترجمہ: ایک مسلمان نے مشرکین کے ایک پانچ دن کے بچے کو لے کر پالا، وہ ایک ماہ سترہ روز کا ہو کر مر گیا، امام مسجد نے فرمایا کہ اس کی نماز جنازہ اور تدفین جائز نہیں ہے؛ بلکہ اس کو کفار کے حوالے کر دیا جائے، تاکہ وہ اپنے دستور کے مطابق اس کی رسوم ادا کریں؟

ترجمہ: کفار کی اولاد اپنے والدین کے تابع ہوتی ہے، (كصبي سبي مع أحد إبويه) لا يصلى عليه؛ لأنه تبع له، ==

کافر نے اپنا چھوٹا بچہ مسلمان کو دے دیا، اس پر نمازِ جنازہ:

سوال: ماقولکم أیها العلماء الکرام اندرینکہ کافرے دخترِ صغیرہ شیرخوار را بمسلمانے ہبۃ حوالہ نمود، ودعوی بالکلیہ ترک کرد، ومسلمان صغیرہ را مانندِ فرزندِ خود از شیر گاؤ پرورش کردہ گرفت، قضاءً را صغیرہ وفات نمود، پس دریں صورت فطرت وتبعیت ید را ملاحظہ نمودہ، نماز جنازہ بر دخترِ صغیرہ موصوفہ گزاردہ شود، یانہ؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

درصورت مذکورہ چوں کافر دخترِ صغیرہ را حوالہ مسلمان نمود، ودعوی بالکلیہ ترک نمود، ومسلمان مانندِ فرزندِ خود دخترِ صغیرہ را بر پرورش میکند، پس بہ نظر فطرت وتبعیت ید نماز جنازہ بر دخترِ صغیرہ گزارشود، **كما فهم من كتب الفقه و الحديث.**

فی الهندية: والصبی إذا وقع فی يد المسلم من الجند فی دار الحرب وحده، ومات هناك، صلٰی عليه تبعاً لصاحب اليد، كذا فی المحيط". (١)

وفيها: "وإن سبی وحده غسل و صلٰی عليه، كذا فی الزاهدی". (٢)

وفی الدر المختار: (ولو سبی بدونه) فهو مسلم تبعاً للدار أو للسبی، إلخ".

فی الشامية تحت قوله: "(تبعاً للدار أی إن كان السابی ذمياً أو للسابی إن كان مسلماً، كذا فی شرح المنية". (٣)

== أی فی أحكام الدنيا، لا العقبی ... (أو به فأسلم هو أو) أو أسلم (الصبی وهو عاقل) أی ابن سبع سنين صلٰی عليه، لصيرورته مسلماً. (الدر المختار علٰی هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ٢/٢٢٨ـ٢٣٠، ط: سعيد) جب تک سن شعور کو پہنچ کر اسلام قبول نہ کرلے سن شعور پانچ برس (وكلها تختلف صغراً) أی مع التمييز، وقدروه بخمس سنين (ردالمحتار، كتاب البيوع، باب خيار العيب: ٥/٨، ط: سعيد) سے لے کر نو برس کی عمر تک بتایا گیا ہے، پس اس کی کم از کم مدت پانچ برس کی عمر ہے، صورت مذکورہ میں یہ بچہ مسلمان کے حکم میں نہیں ہے، (کیوں کہ نہ والدین میں سے کوئی مسلمان ہے اور نہ قیدیف ہو کر آیا ہے کہ دارالاسلام کا تابع ہو کر مسلمان قرار دیا جائے اور نہ خود سن شعور تک پہنچ کر اسلام قبول کیا ہے) لیکن اگر اس کے ماں باپ کو اعتراض نہ ہو تو مسلمانوں کے لئے جائز ہے کہ اس بچہ کو مسلمان کی طرح کفن دے کر دفن کریں؛ لیکن چوں کہ اس کا اسلام ثابت نہیں ہوا؛ اس لیے نماز جنازہ ادا نہ کریں۔ (مردہ پیدا ہونے والے بچے کی طرح اکراماً لابن آدم کپڑے میں دفن کریں؛ لیکن عدم اسلام کی وجہ سے نماز نہ پڑھیں۔ (وإلا) يستهل (غسل وسمی) ... (وأدرج فی خرقة، و دفن ولم يصل عليه). (الدر المختار علٰی هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ٢/٢٢٨، ط: سعيد)

(١) الفتاوٰی الهندية، كتاب الصلاة، الباب الحادی و العشرون فی الجنائز، الفصل الخامس فی الصلاة على الميت، إلخ": ١/١٦٣، رشيدية

(٢) الفتاوٰی الهندية، كتاب الصلاة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الثانی فی الغسل: ١/١٥٩، رشيدية

(٣) الدر المختار مع رد المحتار، كتا ب الصلاة، باب الجنائز: ٢/٢٢٩، سعيد

فی الطحطاوی:"فإن وقع فی سهمه صبی من الغنیمة فی دار الحرب فمات، یصلی علیه، ویجعل مسلماً تبعاً لصاحب الید".(۱)

فی الحدیث الشریف:عن النبی صلی اللّٰه علیه وصحبه وسلم:"کل مولود یولد علی الفطرة" الحدیث(والحدیث بتمامه:"عن أبی هریرة رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال:قال النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم:"کل مولود یولد علی الفطرة فأبواه یهودانه أوینصرانه أویمجسانه کمثل البهیمة تنتج البهیمة،هل تری فیهاجدعاء". (۲)

حرره العبد الأواه شیخ أحمد حماه مولاه

الجواب ـــــــــــــــــــ حامدًا ومصلیًا

درصورت مسئولہ معنی تبعیت ید شرعاً متحقق نشدہ، زیرا کہ مراد از تبعیت ید این است کہ آنکس کہ ایں دختر صغیرہ بدستِ اواست مالکِ این دختر بود، وملکیت دریں صورت یافتہ نمی شود، زیرا کہ انسان عام از ینکہ مومن بود یا کافر باعتبارِ اصل خود حر است، وملک بر جر ثابت نشود اِلا بطریقِ مشروع، وہبۂ حر باطل است، پس قبضہ آنکس بر این دختر شرعاً قبضۂ مالکانہ نخواہد بود۔

آرے اگر امام مسلمین جہاد، کند، وکفار را بہ طریقِ غنیمت گرفتار نمودہ در غازیان تقسیم کند، بعد از تقسیم ہر کس مالک سہم خود خواہد شد، پس اگر بایں طور صغیرے در قبضہ کسے درآید، وبمیرد، برآن صغیر نمازِ جنازہ گزاردہ خواہد شد بہ تبعیت ید، وہم چنیں است اگر از کسے خرید کند وغیرہ وغیرہ۔

قال الطحطاوی،ص:۳۵۰، نقلاً عن الفتح:"فإن من وقع فی سهمه صبی من الغنیمة فی دار الحرب فمات،یصلی علیه ویجعل مسلماً تبعاً لصاحب الید، إلخ".(کذا فی البحرالرائق:۱۹/۲)(۳)

ومراد از عبارت ہندیہ نیز ہمیں است، زیرا کہ جند اسلام چون در دارالحرب بود وبر چیزے از اموال اہل الحرب یابد، مالک شود وبعد سبی نیز ید شرعی متحقق شود۔**(هکذا یفهم من غنیة المستملی شرح منیة المصلی والدرالمختار وعبارة الطحطاوی والبحرالرائق)**(۴)

---

(۱) حاشیة الطحطاوی علٰی مراقی الفلاح،باب أحکام الجنائز،فصل:السلطان أحق بصلاته،ص:۶۰۰،قدیمی

(۲) صحیح البخاری،کتاب الجنائز،باب ما قیل فی أولاد المشرکین:۱۸۵/۱،قدیمی

(۳) حاشیة الطحطاوی علٰی مراقی الفلاح،باب أحکام الجنائز،فصل:السلطان أحق،ص:۶۰۰،قدیمی

وفی فتح القدیر:واختلف ... فإن من وقع فی سهمه صبی من الغنیمة فی دارالحرب فمات،یصلی علیه،ویجعل تبعاً لصاحب الید".(البحرالرائق،باب الجنائز،فصل:السلطان أحق بصلاته:۳۳۳/۲،قدیمی)

(۴) وإن سبی صبی ومات،فإن لم یسب معه أحد أبویه یصلی علیه؛لأنه مسلم تبعاً للسابی إن کان مسلماً، وللدار إن کان ذمیاً وان سبی معه أحد أبویه لا یصلی علیه الا ان أسلم أحدما أوأسلم الصبی نفسه وکان یعقل الاسلام.(الحلبی الکبیر،فصل فی صلاة الجنائز،الرابع،الصلاة علیه،ص:۵۹۱،سهیل اکیڈمی لاهور) ==

پس دریں صورت مسئولہ صبی از اسباب مذکورہ یافتہ نشد۔

"من اشترىٰ رقيقاً من الصغار في دار الحرب، فمن مات فيها منهم، فلا يصلى عليه، كذا في الغاثية، وفي اليد كصبي سبي مع أبويه، لا يصلى عليه؛ لأنه تبع له، إلخ". (شرح السير الكبير)(۱)

باوجود ابوین صغیر تابع کسے نخواہد شد بلکہ بہ تبعیت ابوین احکام کفار براو جاری خواہد شد۔

قال محمد أمين الشامي تحت قول صاحب الدر المختار: (كصبي سبي مع أحد أبويه): وبالأولىٰ إذا سبي معهما، والمجنون البالغ كالصبي كما في الشرنبلالية، ولا فرق بين كون الصبي مميزاً أو لا، ولا بين موته في دار الإسلام أو الحرب، ولا بين كون السابي مسلماً أو ذمياً؛ لأنه مع وجود الأبوين لا عبرة للدار ولا للسابي، بل هو تابع لأحد أبويه، إلى البلوغ مالم يحدث إسلاماً وهو مميز كما صرح به في البحر". (۲)

اگر در صورت مسئولہ والدین فوت ہم شوند و حکم بدار الاسلام نیز کردہ شود، برآں صغیرہ نماز جنازہ گزاردہ نخواہد شد۔

"وكذلك إن ماتت آباء هم وأمهاتهم في دارنا لأن معنى التبعية بالموت لاينقطع في حكم الدين، ألا ترى أن أولاد أهل الذمة لايحكم لهم بالإسلام وإن ماتت اٰبائهم وأمهاتهم في دارنا صغاراً، إلخ". (شرح السير الكبير: ۳۳۵/۳)(۳)

وازیں عبارات جواب حدیث شریف نیز حاصل شد۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم واکمل

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۴/۱/۲ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۴۷/۸-۶۵۰)

مشرک کے بچہ پروردہ مسلم پر نماز جنازہ پڑھنا:

سوال: زید نے ایک بچہ ایک سالہ یا دو سالہ ایک مشرک، یا مشرکہ سے بعوض زر خرید کیا، یا یوں ہی لے کر پالک بنا رکھا اور نام بھی اس کا اسلامی رکھ دیا اور ختنہ بھی کرادیا، بعد گزرنے دو چار ماہ کے وہ لڑکا مرگیا تو اب سوال یہ ہے کہ

== الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ۲۲۹/۲، سعيد

حاشية الطحطاوي علىٰ مراقي الفلاح، باب احكام الجنائز، فصل: السلطان أحق بصلاته ص: ۶۰۰، قديمي

وفي فتح القدير: واختلف فإن من وقع في سهمه صبي من الغنيمة في دار الحرب فمات، يصلى عليه، ويجعل تبعاً لصاحب اليد. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الجنائز، فصل: السلطان أحق بصلاته: ۳۳۳/۲، قديمي)

اصرح عبارت است، فالعجيب من المجيب الفاضل أنه كيف ذهل عن معنى اليد الشرعي وحمل عبارة كلها علي المعنى اللغوي؟ قال الشيخ ابن عابدين بعد بحث طويل: "وحاصله إنما يحكم بإسلامه بالإخراج إلىٰ دار الإسلام تبعاً للدار أو بالملك بقسمة أو بيع من الإمام تبعاً للمالك لو مسلمًا أو للغانمين لو ذميا، آه. (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ۲۳۰/۲، سعيد)

(۱) كذا في الدر المختار: ۲۲۹/۲، سعيد

(۲) ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ۲۲۸/۲-۲۲۹، سعيد

اس بچہ کی تجہیز وتکفین بطریق اسلام کی جاوے گی، یا نہیں؟ اور نماز جنازہ اس پر پڑھی جاوے گی، یا نہیں؟ اگر از روئے اسلام اس کی تجہیز وتکفین نہ کی جاوے تو اس کی لاش کا کیا کیا جاوے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

فی الدرالمختار: (کصبی سبی مع أحد أبویه) لایصلی علیه؛ لأنه تبع له أی فی أحکام الدنیا.

وفی ردالمحتار: تحت (قوله: کصبی سبی مع أحد أبویه) وبالأولٰی إذا سبی معهما... ؛ لأنه مع وجود الأبوین لاعبرة للدار ولا للسابی بل هو تابع لأحد أبویه الی البلوغ ما لم یحدث إسلاماً وهو ممیز، کما صرح به فی البحر، آه. (۱)

اس روایت معلوم ہوا کہ جب کہ وہ بچہ خود سن تمیز کو نہیں پہنچا اور ماں باپ اس کے کافر ہیں اس لئے نہ اسکی تجہیز وتکفین مسلمان کی طرح ہوگی اور نہ اس کی نماز پڑھی جاوے گی بلکہ اس کو مثل ثوب نجس کے دھوکر ایک کپڑے میں لپیٹ کر بدون رعایت سنت کے ایک گڑھے میں ڈال دیں گے۔ (۲)

فی الدرالمختار: (و یغسل المسلم ویکفن ویدفن قریبه) کخاله (الکافر الأصلی) ... (عند الاحتیاج) فلوله قریب فالأولٰی ترکه (لهم من غیر مراعاة السنة، الخ. (۳)

أقول: ترک الأولٰی أولٰی هٰهُنا للحوق العار بالمسلمین.

۱۶/شعبان المعظم ۱۳۳۰ھ (تتمہ اولی، ص:۴۹) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۳۴۷-۷۳۵)

ہندو بچہ جسے مسلمان نے خریدا، اس کی نماز جنازہ اور دفن کفن درست نہیں:

سوال: ایک عورت کافرہ نے اپنے ماہ کے بچہ کو بعوض مبلغ دس روپے کے ایک مسلمان کے ہاتھ بیع کیا، چودہ روز بعد بچہ مر گیا۔ مسلمان موصوف نے اس کے جنازہ کی نماز پڑھی، اس صورت میں نماز پڑھنے پڑھانے والے پر حکم شرعی کیا ہے؟ اور بیع انسان کی ہندوستان میں جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں اس بچہ کے جنازہ کی نماز درست نہ تھی، جب کہ اس کے والدین کافر تھے، البتہ اگر ماں باپ میں سے کوئی ایک بھی مسلمان ہو جاتا اس کے جنازہ کی نماز واجب تھی اور خریدنا اس بچہ کا صحیح نہیں ہوا، یہ فعل اس مسلمان کا بوجہ جہالت کے خلاف شرع واقع ہوا، آئندہ ایسا نہ کرے اور اس فعل سے جو گناہ ہوا، اس سے توبہ کرے۔ **قال فی الدرالمختار: (کصبی سبی مع أحد أبویه) لایصلی علیه، الخ.** (۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵/۳۵۲)

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب الجنائز: ۲/۲۲۸-۲۲۹، قبل مطلب فی حمل المیت
(۲) یعنی دفن کردیں گے۔ سعید
(۳) الدرالمختار علٰی هامش ردالمحتار: ۲/۲۳۰، باب صلاة الجنازة، دار الفکر بیروت، انیس
(۴) الدرالمختار علٰی هامش ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ۲/۲۲۸، دارالفکر بیروت

کافر کا بچہ جو مسلمان کے پاس مرجائے:

سوال: ایک بچہ جس کے ماں باپ کافر تھے، ایک مسلمان کے پاس پلتا تھا۔ مسلمان چوں کہ لاولد تھا، اس بچہ کو متبنّٰی کرلیا، بچہ کے ماں باپ کافر بوجہ افلاس وعدم استطاعت پرورش مسلمان سے کچھ نذرانہ لے کر بچہ کو اس کے حوالہ کرکے کہیں چلے گئے اور یہ بچہ صغیر السن اور بالکل بے شعور تھا، چند روز بعد مرگیا، اس لڑکے پر نماز پڑھی جائے گی اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا، یا نہیں؟

الجواب

قاعدہ فقہیہ کے مطابق وہ بچہ کافر سمجھا جائے گا؛ اس لیے کہ بچہ کو مسلمان سمجھنے کے لیے، یا اسلام احدالابوین کا شرط ہے، یا تبعیت وار، یا خود اس بچہ کا بحالت شعور وتمیز اسلام لانا اور جب کہ ان وجوہ میں سے کوئی بھی نہیں ہے تو حسب قواعد فقہیہ وہ بچہ مسلمان نہ سمجھا جائے گا۔ (کذا فی الدر المختار)(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۶۹/۵-۴۷۰)

کافر کے بچے کا جنازہ جو مسلمان کے زیر پرورش مرجائے:

سوال: **ما قولكم أيها العلماء الكرام نفعنا اللّٰه بعلومكم فی رجل كافروهب ولده الصغير لمسلم فكان فی يده ولبث أيامًا ثم مات، فهل للمسلمين أن يصلوا علىٰ هٰذا الصبی أم لا؟ أفتونا أجركم اللّٰه تعالىٰ؟**(۲)

الجواب

إعلموا رحمكم اللّٰه تعالىٰ أن من شروط صحة الصلاة علىٰ الميت أن يكون مسلماً بإسلام مستقل كالبالغين المسلمين أوغيرمستقل بتبعية أحد الأبوين كصبی أسلم أبوه وأمه أوبتبعية السابی كصبی أخذه المسلم عنوة فی دارالحرب فكان عنده هناک فمات أوبتبعية الدار كصبی أسره مسلم أوذمی فأخرجه من دارالحرب إلىٰ دارالإسلام فمات. يصلی عليه فی جميع تيک الصور فهٰذه أربع صورنورد دلائلها أماالأول فظا هر(وهی فرض علىٰ كل مسلم مات خلا) أربعة بغاة. (۳)

وأما الثانی فلما فی رد المحتار: أوأسلم أحد أبويه يجعل مسلماً تبعاً سواءٌ كان الصغيرعا قلا أولم يكن؛ لأن الولد يتبع خيرالأبوين دينًا، إنتهىٰ. (۴)

---

(۱) الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب صلاة الجنائز، قبيل مطلب حمل الميت: ۸۳۱/۱

(۲) ترجمہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک کافر شخص نے اپنا ایک چھوٹا بچہ ایک مسلمان کو دے دیا تھا، وہ مسلمان اس کی پرورش اور نگرانی کررہا تھا، کچھ عرصے کے بعد بچہ مرگیا تو کیا مسلمانوں پر اس کی نماز جنازہ واجب ہے، یا نہیں؟

(۳) الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ۲۱۰/۲، ط: سعيد

(۴) باب صلاة الجنائز: ۲۲۹/۲، ط: سعيد

... وإذاسبی المسلون صبيان أهل الحرب وهم بعد فی دارالحرب فدخل آباؤهم دار الاسلام وأسلموا فابناؤهم صاروا مسلمين باسلام اٰبائهم وإن لم يخرجو إلٰی دارا لإسلام، انتهٰی. (۱)

وأما الثالث فلما فی الفتاویٰ الهندية: والصبی إذاوقع فی يد المسلم من الجند فی دارالحرب وحده ومات هناک صلی عليه تبعا لصاحب اليد كذا فی المحيط،إنتهٰی. (۲)

وفی ردا لمحتارنقلاً عن البحر: لأن فا ئدة تبعية السابی إنما تظهر فی دارالحرب بأن وقع صبی فی سهم رجل ومات الصبی يصلی عليه تبعا للسابی،إنتهٰی. (۳)

قلت: ولا يذهب عليک إن الحكم بإسلام الصبی فی هذه الصورة مقيدبماإذا ملكه السا بی بقسمة أوبيع من لامام ولم يتفق إخراجه إلٰی دارالإسلام بعدكما ذكره العلامة الشا می (فإنه قال: لوسبی وحده لايحكم بإسلامه ما لم يخرج إلٰی دارالإسلام،فيصيرمسلمًا تبعًاللدر،أويقسم الإمام الغنائم أو يبيعها فی دار الحرب فيصيرمسلماً تبعاً للمالک. (عن شرح السيرالكبير)(۴)

وأماالرابع فلما فی الدرا لمختار : (ولوسبی بدونه) (أی بدون أحدأبو يه) فهو مسلم تبعًا للدارأوللسبی،إنتهٰی. (۵)

وفی كنزالدقائق وشرحه للعينی : أولم يسب أحدهما معه أی أحدالأبوين معه ففی هٰذه الصور يصلی عليه تبعًا لإسلام أحد أبويه أوتبعا للدار،انتهٰی. (۶)

بقی أن الصبی إذا تكلم بالشهادتين بنفسه فماحكمه ؟ قلت إن كان الصبی مميزًابأن يكون ابن سبع سنين يعتبرإسلامه ولو مات يصلی عليه.

قال فی ردالمحتار: بل هوتابع لأحد أبويه إلٰی البلوغ ما لم يحدث إسلامًا وهومميز، كما صرح به فی البحر. إنتهٰی. (۷)

وفی الدرالمختار: أوأسلم (الصبی وهوعاقل)أی ابن سبع سنين (صلٰی عليه) لصيرورته مسلمًا،إنتهٰی. (۸)

---

(۱) ردالمحتار، كتاب الصلاة،باب صلاة الجنائز: ۲۲۹/۲،طبع: سعيد
(۲) الفتاویٰ الهندية،باب الجنائز،الفصل الخامس فی الصلاة علی الميت: ۱۶۳/۱،ط: مكتبة ماجديية، كوئٹة
(۳) رد المحتار، كتاب الصلاة،باب صلاة الجنائز: ۲۲۹/۲،طبع: سعيد
(۴) ردالمحتار، كتاب الصلاة،باب صلاة الجنائز: ۲۲۹/۲،ط: سعيد
(۵) الدرالمختارعلٰی هامش رد المحتار، كتاب الصلاة،باب صلاة الجنائز: ۲۲۹/۲،ط: سعيد
(۶) *کتاب میں عبارت یوں ہے*: أولم يسب أحد هما أی أحد الأبوين(معه) أی مع الصبی ففی هذه الصور، إلخ. (باب الجنائز،فصل فی بيان أحكام الصلاة علی الميت: ۶۶/۱،طبع: إدارة القرآن)
(۷) كتاب الصلاة،باب صلاة الجنائز: ۲۲۹/۲،طبع: سعيد
(۸) الدرالمختار علٰی هامش رد المحتار، كتاب الصلاة،باب صلاة الجنائز: ۲۳۰/۲،طبع: سعيد

وإذا تمهد هٰذا فاعلم أن الكافر الذی وهب ولده لمسلم أوباع منه فی هٰذه الدار لاتصح بيعه ولاهبته ولايملكه الموهوب له ولاالمشتری منه ولا تكون يده عليه يدَ المِلك بل يكون الصبی عنده حر كما كان قبل البيع والهبة تابعًا فی دينه لأبويه الكافرين.

نعم لو أسلم أحدأبويه أو أسلم الصبی بنفسه وهو مميز حكم بإسلامه وصلی عليه ولم يقع التصريح فی السؤال بعد م إسلام أحدأبويه أوبعدم تكلمه بكلمة الإسلام فلذا لم نصر ح فی الجواب لكن لايشكل علی المتفقه تخريج الجواب.

وهٰذاالذی ذكرنا لانعلم فيه خلافًا بين الإمام أبی حنيفة والإمام الشافعی رحمهمااللّٰه تعالٰی من الحكم بعدم الصلٰوة علٰی صبی كافرأبواه كافران ولم يسلم هو بنفسه ولم يسب. واللّٰه تعالٰی أعلم وعلمه أتم وأحكم(۱)

كتبه الراجی رحمة مولاه محمد كفاية اللّٰه غفر له ربه وأرضاه. (کفایت المفتی:۴/۸۴-۸۷)

---

(۱) ترجمہ: میت پر نماز جنازہ پڑھنے کی شرطیں یہ ہیں کہ میت بذات خود مستقل مسلمان ہو، جیسے کہ بالغ مسلمان مرد وعورت، یا بذات خود مکلّف نہ ہو تو اس کے ماں باپ میں سے ایک مسلمان ہو، جیسے وہ بچہ جس کا باپ یا ماں مسلمان ہوگئی ہو، یا قید کرنے والے کی تبعیت سے جیسے وہ بچہ جس کو کسی مسلمان نے دارالحرب میں قوت کے ساتھ چھین لیا ہو اور وہیں وہ بچہ مرجائے، یا دار کی تبعیت سے جیسے وہ بچہ جس کو کوئی مسلمان یا ذمی قید کرکے دارالاسلام میں لے آئے اور یہاں آکر وہ بچہ مرجائے، ان تمام صورتوں میں نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ ان چاروں صورتوں کے دلائل ہم بیان کرتے ہیں، پہلی صورت تو ظاہر ہے اس کی دلیل کی ضرورت نہیں۔ دوسری صورت کی دلیل جیسا کہ ردالمختار میں ہے کہ جس بچہ کے ماں باپ میں سے کوئی ایک مسلمان ہوجائے تو وہ بچہ مسلمان سمجھا جائے گا، خواہ وہ بچہ عاقل ہو، یا نادان ہو؛ کیوں کہ بچہ اپنے ماں باپ میں سے اس کے تابع ہوتا ہے، جس کا دین بہتر ہو اور ردالمختار میں یہ بھی ہے کہ اگر مسلمانوں نے اہل حرب کے بچوں کو قید کرلیا اور پھر وہ دارالحرب میں ہی رہے اور ان بچوں کے ماں باپ دارالاسلام میں داخل ہوکر اسلام لے آئے تو وہ بچے اگر چہ دارالاسلام میں داخل نہ ہوئے ہوں؛ مگر اپنے ماں باپ کے اسلام لانے کی وجہ سے مسلمان قرار دیئے جائیں گے۔

تیسری صورت کی دلیل جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ جو بچہ دارالحرب میں فوج کے ذریعہ تنہا قید ہوکر مسلمانوں کے ہاتھ لگ جائے اور دارالحرب میں ہی مرجائے تو اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی؛ کیوں کہ وہ اس کے مالک یا قابض کے تابع ہونے کی وجہ سے مسلمان سمجھا جائے گا۔ (کذافی المحیط)

اور ردالمختار میں بحر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ قید کرنے والے کی تبعیت کا فائدہ دارالحرب میں حاصل ہوسکتا ہے، اس طریقے پر کہ کوئی قیدی بچہ کسی شخص کے حصہ میں آگیا اور وہ بچہ مرگیا تو اس پر نماز جنازہ ہوگی؛ کیوں کہ وہ اپنے قابض کا تابع ہے، انتہی۔ میں کہتا ہوں کہ تم کو یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ اس صورت میں بچہ کو مسلمان قرار دینے کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ قابض تقسیم سے، یا امام سے خرید کر اس کا مالک بنا ہو اور ابھی تک اخراج الی دارالاسلام نہ ہوا ہو۔

چوتھی صورت کی دلیل، درمختار میں ہے کہ اگر کوئی بچہ اپنے ماں، یا باپ کے بغیر قید ہوا ہو تو وہ مسلمان قرار دیا جائے گا؛ کیوں کہ وہ دارالاسلام، یا گرفتار کرنے والے کے تابع سمجھا جائے گا اور کنزالدقائق اور اس کی شرح عینی میں ہے کہ یا بچہ کا باپ، یا ماں دونوں میں سے ایک اس بچہ کے ساتھ گرفتار نہ ہوا ہو تو ان صورتوں میں بچہ ''أحدالأبوین'' کے اسلام لانے کی وجہ سے، یا دارالاسلام کی تبعیت سے مسلمان قرار دیا جائے گا۔ رہی یہ بات کہ اگر بچہ بذات خود کلمۂ شہادت پڑھے تو اس کا حکم کیا ہے؟ تو میں کہتا ہوں کہ اگر بچہ باعث شعور ہو، ==

باپ مسلمان ہے، ایسے بچہ کی نماز جنازہ:

سوال: ایک مسلمان نے ایک بے نکاح برہمن کو رکھا، اس سے ایک بچہ پیدا ہوا اور چند روز کے بعد وہ بچہ مرگیا۔ اس پر جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی، یا نہیں؟

حامدًا و مصليًا الجواب ـــــــــــ وباللّٰہ التوفيق

صورتِ مسئولہ میں باپ مسلمان ہیں؛ اس لیے باپ کی تبعیت میں بچہ مسلمان سمجھا جائے گا اور اس بچہ کے مرنے پر اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

"وشرطها إسلام الميت". وفي الرد تحته: أي ولو بطريق التبعية لأحد أبويه". (۱) **والله تعالىٰ أعلم وعلمه أتم وأحكم** (مرغوب الفتاویٰ: ۳/۱۶۸-۱۶۹)

مسلم عورت کی کافر مرد سے ہونے والی اولاد پر نماز جنازہ:

سوال: ایک مسلمان عورت کے ایک برما کے ساتھ تعلق رکھتے ہوئے دو تین بچے ہوگئے، کافر مرد کے ساتھ زن وشوہر ایک کا تعلق موجب کفر ہے، یا نہیں؟ حالاں کہ کافروں پر نماز جنازہ حرام اور مسلمانوں پر فرض۔ مذکورہ عورت اور اس کے بچے کا کیا حکم ہے؟

حامدًا و مصليًا الجواب ـــــــــــ وباللّٰہ التوفيق

فسق صریح ہے، کفر نہیں ہے، اگر عورت اس تعلق کے بعد کھلم کھلا مرتدہ نہ ہوئی ہو؛ یعنی اسلام سے بیزاری وتبری نہ کی ہو اور نہ بت پرستی کی ہو؛ بلکہ اپنے مسلمان کہتی رہتی ہو تو یہ عورت مسلمان ہے، اس کی اور اس کی اولاد (جو کافر سے

== مثلاً: سات برس کا ہو تو اس کا اسلام معتبر ہوگا اور اگر مرجائے تو اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ ردالمحتار میں ہے کہ بچہ ذی شعور ہوا و راسلام نہ لائے تو بلوغ تک اپنے ماں باپ میں سے ایک کا تابع سمجھا جائے گا، جیسے کہ بحر میں اس کی تصریح ہے اور درمختار میں ہے کہ سمجھ دار بچہ یعنی سات برس کا بچہ اگر اسلام لے آئے اور پھر مرجائے تو اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

تمہید مذکورہ کے بعد جاننا چاہیے کہ (برطانوی) ہندوستان میں اگر کسی کافر نے اپنا بچہ کسی مسلمان کو بخش دیا، یا اس کے ہاتھ فروخت کر دیا تو اس کا یہ ہبہ اور فروخت صحیح نہ ہوگی اور وہ مسلمان نہ ہبہ کی صورت میں اس بچے کا مالک ہوگا، نہ خرید کی صورت میں، اور اس کا قبضہ مالکانہ نہیں ہوگا؛ بلکہ وہ بچہ اس کی تحویل میں آزاد کی حیثیت سے رہے گا، جیسا کہ بیع وہبہ سے قبل تھا اور اپنے کافر والدین کے دین کا تابع ہوگا۔

ہاں اگر اس کے ماں باپ میں سے کوئی ایک مسلمان ہوجائے، یا خود وہ بچہ اسلام لے آئے، بشرطیکہ باشعور ہو تو اس کو مسلمان قرار دیا جائے گا اور نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور سوال مذکورہ میں اس سگے ماں باپ میں سے کسی کے اسلام نہ لانے، یا خود اس بچے کے کلمہ نہ پڑھنے کا کوئی ذکر نہیں ہے؛ اس لیے جواب میں بھی صاف حکم نہیں دیا جاسکتا؛ لیکن سمجھ دار آدمی کے لیے جواب کا معلوم کرنا مشکل نہیں، ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے، اس میں امام اعظمؒ اور امام شافعیؒ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے؛ یعنی وہ بچہ جس کے ماں باپ کافر ہوں اور خود بھی اس نے کلمہ نہ پڑھا ہو اور نہ قید ہوکر آیا ہو، اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

(۱) ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب: في صلاة الجنازة: ۳/۷۹، دار الكتاب، ديوبند

ہوئی ہیں) کے مرنے پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔"وصلوا علیٰ کل بر وفاجر". (الحديث)(۱)

وفی روایة عن واثلة بن الأسقع قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :صلوا علیٰ كل ميت وجاهدوا مع كل أمير .(۲)

وفي رواية:صلوا كل موتاكم".وفي رواية عن ابن عمر قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: صلوا علیٰ من قال لا إله إلا الله وصلوا خلف من قال لا اله الا الله . (۳)والله تعالیٰ أعلم وعلمه أتم وأحكم (مرغوب الفتاویٰ:۱۶۶/۳)

اگر کافر کا بچہ مسلمان کی تحویل میں ہوتو بچے کی نماز جنازہ کا حکم:

سوال: ایک لاوارث معصوم بچہ جس کے والدین کے مشرک ہونے کا علم ہو وہ بچہ قانوناً ورسماً وحکماً کسی مسلمان کی تحویل میں آ گیا ہو اور آتے ہی فوراً فوت ہو گیا ہو تو کیا باتباع شرع شریف اس کی نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے؟

(المستفتی:۲۰۸۵،شیخ عبداللہ مولا بخش چکی والا (بمبئی ۸) ۱۶/رمضان ۱۳۵۶ھ،مطابق ۲۱/نومبر ۱۹۳۷ء)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ

اگر مسلمان کا قبضہ نابالغ بچے پر صحیح شرعی اصول کے موافق ہوا ہو تو بچہ مسلمان کا قرار دیا جائے گا اور اس کے جنازے کی نماز پڑھی جائے گی۔(۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی:۱۱۱/۴)

مردہ بچہ کی نماز جنازہ کا حکم ائمہ اربعہ کے نزدیک:

السوال: إن بعض الإخون من أرسل إلیٰ خطاومضموناً هكذا ماحكم السقط الذى ولدته لستة أشهر أوبعد هالم يستهل،ولم يبک،ولم تظهر أمارة الحيوة،ماذاحكمه فى هذا المسئلة فى المذاهب الأربعة هل يصلى عليه أم لا؟وإن صلى عليه أحد يجوزذٰلک أم لا؟أرجو من حضرتكم الشريفة جواباً شافياً كافياً. (عباس کیرانی)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ حامدًاو مصليًا

لايصلى عليه عند الأحناف كذا فى الدرالمختار:(ومن ولد فمات،يغسل ويصلى عليه)

---

(۱) فيض القديرشرح جامع الصغير:۲٦٥/٤،رقم الحديث:٥٠٢٢

(۲) ابن ماجة،كتاب الجنائز،باب فى الصلاة علیٰ أهل القبلة،ص:١٠٩،قديمى

(۳) سنن الدارقطنى،كتاب العيدين،باب صفة من تجوز الصلاة معه والصلاة عليه:٥٦/٢،انيس

(۴) والصبى إذا وقع فى يدالمسلم من الجند فى دار الحرب وحده،ومات هناک صلى عليه تبعًا لصاحب اليد،كذافى المحيط.(الفتاویٰ الهندية،كتاب الصلاة،الباب الحادى والعشرون فى الجنائز،باب صلاة الجنائز، الفصل الخامس فى الصلاة على الميت:١٦٣/١،ط:ماجدية كوئٹة)

ویرث ویورث ویسمی (إن استهل) أی وجد منه ما یدل علیٰ حیوته بعد خروج أكثره ... (وإلا) یستهل(غسل وسمی) ... (وأدرج فی خرقة ودفن ولم یصل علیه).(١)

"عن جابر رضی اللّٰه تعالیٰ عنه عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال:"الطفل لایصلی علیه ولایرث ولایورث حتیٰ یتسهل".(٢)

"ومن استهل،صلیٰ علیه،وإلالا...وأفاد بقوله:(وإلا لا)أنه إذلم یستهل،لایصلی علیه".(٣)

"وعند الإمام أحمد:صلی علیه إذا خرج میتاً وأتی علیه أربعة أشهر،والإمام مالک مع الإمام أبی حنیفة فی ذلک:أی لا یصلی علیه،وللإمام الشافعی فیه قولان کالمذهبین المذکورین". کذا فی الشرح الکبیرعلیٰ متن المقنع ".(٤) فقط سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند،١٦/٦/١٣٩٠ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:٢٤٥/٨)

بچہ کے کان میں اذان دینے سے پہلے مرجائے تو جنازہ کا حکم:

سوال: بعض شہروں کے اندر رواج ہے کہ مسلمان کے گھر بچہ، یا بچی اگر زندہ پیدا ہوا اور اذان کان میں پڑھنے سے پہلے ہی مرجائے، جو کہ اذان پڑھنے سے پہلے ہی فوت ہوگئے تو ان کی نماز نہیں پڑھی گئی۔ آیا ایسا کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

جو بچہ، یا بچی زندہ پیدا ہو، خواہ کان میں اذان پڑھی جائے، یا نہ، اس کا نام بھی رکھا جائے اور اسے غسل بھی دیا جائے اور اس پر نماز جنازہ بھی پڑھی جائے۔

ہندیہ میں ہے: **ومن استهل بعدالولادة سمی وغسل وصلیٰ علیه وان لم یستهل أدرج فی خرقته ولم یصل علیه ویغسل فی غیرالظاهرمن الروایة وهو المختار، کذا فی الهدایة.(٥)**

---

(١) الدرالمختارعلیٰ هامش ردالمحتار، کتاب الصلاة،باب الجنائز:٢٢٧/٢-٢٢٨،سعید

(٢) جامع الترمذی،أبواب الجنائز،باب ماجاء فی ترک الصلاة علی الطفل حتیٰ یستهل:٢٠٠/١،سعید

(٣) البحرالرائق،کتاب الصلوٰة،باب الجنائز،فصل:السلطان أحق بصلاته علیه:٣٣٠/٢،رشیدیة

(٤) مسألة:(وإذا ولد السقط لأکثر من أربعة أشهر غسل وصلی علیه) السقط الولد الذی تضعه المرأة لغیر تمام أو میتاً، فان خرج حیاً واستهل غسل وصلی علیه بغیر خلاف حکاه ابن المنذر إجماعاً، وإن خرج میتاً فقال أحمد:إذا أتی له أربعة أشهر غسل وصلی علیه،وهذا قول سعید بن المسیب وابن سیرین واسحق، وصلی ابن عمر علی ابن لأبیه ولد میتاً، وقال الحسن وابراهیم والحکم وحماد ومالک والاوزاعی وأصحاب الرأی: لا یصلی علیه حتی یستهل، وللشافعی قولان کالمذهبین، لما روی عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم أنه قال: الطفل لا یصلی علیه ولایرث ولا یورث حتی یستهل،رواه الترمذی، ولأنه لم یثبت له حکم الحیاة ولا یرث ولا یورث فلا یصلی علیه کمن دون أربعة أشهر ولنا ما روی المغیرة أن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال: والسقط یصلی علیه،رواه أبوداؤد والترمذی،الخ.(الشرح الکبیر علی متن المقنع،فی فصل ومن قتل من أهل العدل،الخ:٣٣٦/٢-٣٣٧،دارالکتاب العربی،انیس)

(٥) الفتاویٰ الهندیة، کتاب الصلاة،الباب الحادی والعشرون فی الجنائز،الفصل الثانی فی الغسل:١٥٩/١،انیس

دفن کرنے کے بعد قبر سے نکالنے کی اجازت نہیں، پھولنے پھٹنے سے پہلے قبر پر نماز جنازہ پڑھی جائے۔ فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، مفتی خیر المدارس، ملتان شہر۔ الجواب صحیح: محمد عبداللہ عفی عنہ۔ (خیر الفتاوی: ۳/۳۱۰)

مردہ بچہ پر نماز جنازہ:

سوال: اگر ماں کے پیٹ سے مردہ بچہ پیدا ہو جائے تو کیا اس کی نماز جنازہ پڑھنی چاہیے، یا بغیر نماز جنازہ کے دفن کر دینا چاہیے؟ (کے، ایم محمود پاشا باسط، سعید آباد)

الجواب

نماز جنازہ اسی بچہ پر پڑھی جائے گی، جو زندہ پیدا ہوا ہو، جو بچہ مردہ پیدا ہوا ہو، نہ اس پر نماز ہوگی، نہ اس کا نام رکھا جائے گا اور نہ اس سے وراثت کا حق متعلق ہوگا، البتہ امام ابو یوسفؒ کا قول ہے کہ اس کو غسل دیا جائے گا اور تکریم انسانیت کے پہلو سے فقہا نے اس کو ترجیح دیا ہے، لہٰذا ایسے بچے کو غسل دے کر کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے۔ (۱)
(کتاب الفتاویٰ: ۳/۱۸۱)

جو بچہ زندہ ہوا، اس کی نماز جنازہ اور کفن ضروری ہے:

سوال: ایک عورت کو صرف چھ ماہ کے بعد بچہ پیدا ہوا، یہ بچہ بوقت پیدائش زندہ تھا۔ پیدائش کے بعد کچھ حرکت کرنے اور دو ایک مرتبہ رونے کی آواز کرنے کے بعد صرف چند منٹ زندہ رہ کر مر گیا، بچہ کے والدین نے اس کو چمارن سے ایک برتن میں رکھ کر بلا کفن و غسل کے دفن کرا دیا، آیا ایسے بچہ کو غسل و کفن دینا اور نماز جنازہ کی پڑھ کر دفن کرنا واجب ہے، یا نہیں؟ اور اس کے والدین کے لیے حکم کیا ہے؟

الجواب

اس بچہ کو غسل و کفن دینا اور اس پر نماز پڑھنا ضروری تھا، (۲) اس کے والدین سے یہ غلطی ہوئی، اب اس کا کفارہ توبہ کرنا اور استغفار کرنا ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۵/۳۶۲)

بچہ زندہ پیدا ہوا؛ مگر پھر مر گیا کیا حکم ہے:

سوال: ایک شخص کے گھر میں لڑکا زندہ پیدا ہوا، جو ۳-۴ گھنٹہ بعد فوت ہو گیا، انہوں نے اس کو بلا ادائے نماز

---

(۱) (ومن استهل صلىٰ عليه والا لا). (البحر الرائق، باب صلاة الجنازة، فصل السلطان أحق بصلا ته: ۲/۱۸۸)
ومن استهل بعدالولادة سمي وغسل وصلىٰ عليه وان لم يستهل أدرج في خرقته ولم يصل عليه ويغسل في غير الظاهر من الرواية وهو المختار كذا في الهداية. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل الثاني في الغسل: ۱/۱۵۹، انيس)
(۲) ومن استهل بعد الولادة سمي وغسل وصلى عليه لقوله صلى الله عليه وسلم اذا استهل المولود صلى عليه وان لم يستهل لم يصل عليه. (الهداية، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ۱/۱۸۱، اقرابکڈپو، دیوبند)

جنازہ دفن کردیا، غسل بھی نہیں دیا۔اس صورت میں نماز جنازہ کا کیا حکم ہے اوران لوگوں کے کیا جرم اور کیا سزا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

جو بچہ زندہ پیدا ہو،اس کے جنازہ کی نماز پڑھنا فرض ہے،(۱) بدون نماز کے دفن کردینے سے وہ لوگ جن کو اطلاع ہوئی گنہگار ہوئے اور حکم ایسے جنازہ کی نماز کا جو بلا نماز کے دفن کردیا گیا یہ ہے کہ اس کی قبر پر نماز پڑھی جاوے، جب تک کہ گمان اس کے پھٹنے اور گلنے کا نہ ہو،اس کی تحدید بعض علماء نے تین دن فرمائی ہے اور صحیح یہ ہے کہ کچھ مدت مقرر نہیں ہے، جب تک کہ پھٹنے کا گمان نہ ہو،اس وقت تک نماز پڑھنا فرض ہے۔(۲)

پس اب جب کہ وہ مدت بھی گزرگئی تو ان لوگون پر گناہ رہا۔اس کا کفارہ یہ ہے کہ توبہ اور استغفار کریں اور آئندہ ایسا نہ کریں، بس یہی کافی ہے،اس سے زیادہ کچھ تشدد ان لوگوں پر نہ کیا جاوے؛ کیوں کہ بوجہ جہل کے ایسا ہوا۔فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیو بند:۵/۲۸۷-۲۸۸)

بھیڑیا بچے کو اٹھالایا،اس پر نمازِ جنازہ پڑھنے کا حکم:

سوال: ایک بچہ جس کو بھیڑیا کہیں سے اٹھالایا، اس کا نچلا حصہ بھیڑیا کھا گیا، دوسری جگہ آدھا حصہ ملا، اسکی شناخت کیسے کریں، نماز کس طرح سے ادا کی جائے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

اس کی شناخت کی کوئی ضرورت نہیں، اس پر نماز جنازہ بھی نہیں، ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کردیں۔(۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند۔(فتاویٰ محمودیہ:۸/۶۶۵)

مسلم کافرہ سے پیدا شدہ بچے کے اسلام کے بارے میں تحقیق:

سوال: زید کہتا ہے کہ ولد الزنا من مسلم و کافرۃ ونصرانیۃ (جو ماں کافرہ اور باپ مسلمان دونوں کی پرورش میں ہو،

---

(۱) (ومن ولد فمات يغسل ويصلى عليه)ويرث ويورث (ان استهل).(الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة،باب صلاة الجنازة:۳/۱۲۰،دار الكتاب ديو بند، انيس)

(۲) (وان دفن) وأهيل عليه التراب (بغير صلاة)أو بها بلا غسل أو ممن لا ولاية له (صلى علىٰ قبره) استحساناً (ما م يغلب على الظن تفسخه) من غير تقدير هو الأصح (وفى الرد)وقيل: بثلاثة أيام.(الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة،باب صلاة الجنازة:۳/۱۱۷،دار الكتاب ديوبند،انيس)

(۳) (وجد رأس آدمى)أوأحد شقيه (لايغسل ولايصلى عليه)بل يدفن،إلا أن يوجد أكثر من نصفه ولو بلا رأس"(الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة،باب صلاة الجنائز:۲/۱۹۹،سعيد)

"ولو وجد الأكثر من الميت أو النصف مع الرأس،غسل وصلى عليه، وإلافلا ".(البحر الرائق، كتاب الجنائز:۲/۳۰۵،رشيدية)

یا صرف باپ مسلمان کی پرورش میں ہو) اگر بچپن میں مرجائے تو اس کی تجہیز وتکفین وغیرہ مسلمانوں کی طرح کی جائے گی، بالخصوص جب کہ اس بچے کا نام بھی مسلمانوں کا سا ہو، نیز سن تمیز سے پہلے کسی اسلامی مدرسے میں داخل کردیا گیا ہو اور وہ وہیں فوت ہوجائے تو بھی اس کی تجہیز وتکفین وغیرہ مسلمانوں کی طرح کی جائے گی اور اس پر صرف دربارۂ تجہیز وتکفین حکم با لاسلام کیا جائے گا اور اس پر علامہ ابن عابدین کی تقریر جو شامی، جلد ثانی، باب نکاح الکافر، صفحہ: ۵۴۸ (۱) پر ہے اپنی حجت میں پیش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ان کے قول کو مستند قرار دیتے ہوئے وسعت کی گنجائش ہے، بناء علیہ وہ ولد مسلمان قرار دیا جائے گا اور اس کی تجہیز وتکفین وغیرہ مسلمانوں کی طرح کی جائے گی۔

عمرو کہتا ہے کہ جو کچھ علامہ شامی نے لکھا ہے، وہ ان کی ذاتی رائے اور اجتہاد ہے اور تمام کتب فقہ؛ بلکہ حدیث قطعی کے معارض ہے؛ اس لیے وہ کسی طرح ہمارے لیے حجت نہیں بن سکتی اور ہم ان کے مقلد نہیں، ان کی شخصی رائے پر حدیث قطعی کے مقابلے میں فتویٰ دینے کی اصلاً گنجائش نہیں اور حسب ذیل دلائل پیش کرتا ہے:

(۱)　حدیث: ”**الولد للفراش والعاهر الحجر**“. (۲) دلالت میں قطعی ہے، نص کے ہوتے ہوئے قیاس کوئی چیز نہیں نہ کہ رائے محض، اگر کسی کو شبہ ہو کہ حدیث مذکور کے مقابلے میں دوسری حدیث ہے: ”**كل مولود يولد على الفطرة**“ (**كما قاله العلامة**) اس کا جواب ظاہر ہے کہ خود فطرت کے معنی میں دو احتمال ہیں: اسلام، یا استعداد اسلام؟ ”**والثاني أقرب لحديث أبي داؤد،** (۳) **وإذا جاء الإحتمال بطل الإستدلال**“ تو محتمل معارض نہیں ہوسکتا قطعی کا اور جو مصالح حکم بالاسلام کے لکھے ہیں علامہ شامی نے، اول تو وہ رائے محض ہے، دوسرے اس حکم بالاسلام میں مفاسد بھی ہیں؛ اس لیے کہ ایک مدعی اسلام غیر مسلمہ کے ساتھ ساری عمر بلا نکاح کے زنا کرتا رہے اور اس کے بچوں پر اسلام کا حکم لگا کر مسلمانوں کا سا معاملہ ہوتا رہے تو اس سے نہ تو زانی کو عبرت ہو اور نہ مزنیہ کو مسلمان بنا کر نکاح کرنے کی توفیق ہو اور زانی کو اپنے فعل شنیع کا خیال تک نہ گزرے، یہ تو ”**أقبح القبيح أو أفحش الفواحش**“ ہے، اس میں تو اور بھی مزید احتیاط کی ضرورت ہے، **فإذا تعارضا أي المصالح والمفاسد تساقطا**، اب مدار حکم نص رہ گئی، **وقد مر تقريرها.**

---

(۱)　۱۹۷/۳، ط: سعيد

(۲)　أبو داؤد، كتاب الطلاق، باب الولد للفراش: ۳۱۷/۱، مكتبة إمدادية، ملتان

(۳)　أبو داؤد، كتاب الديات، باب ذراري المشركين: ۳۰۰/۲، مكتبة إمدادية، ملتان

”كل مولود يولد على الفطرة“ وفيه قالوا يارسول الله (صلى الله عليه وسلم): أ فرأيت من يموت وهو صغير؟ قال: الله أعلم بما كانوا عاملين. (باب في ذراري المشركين من كتاب السنة)

فلو كان معنى الفطرة الإسلام لما توقف صلى الله عليه وسلم في حكمهم لأن الشئ إذا ثبت ثبت بلوازمه ومن لوازم الإسلام الحكم بالجنة وفي مجمع البحار (باب الفاء مع الطاء: ۱۵٤/٤، ط: مجلس دائرة المعارف العثمانية، حيدر آباد الهند): يريد أنه يولد على لو ع من الجبلة والسطبع المهى بقبول الدين، إلخ.

(۲)　عامہ فقہاء رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ ولد الزنا کی نسبت اس کی ماں کی طرف کی جائے گی اور بچہ اسلام وکفر میں اپنی ماں کے تابع ہوگا۔

(۳)　حضرت مولانا عبدالحیؒ کا یہ فتوی مجموعۃ الفتاوی: ۱/۳۶۸، باب التجہیز والتکفین (۱) پر حسب ذیل ہے:

سوال:　مسلمان مرد اور کافرہ عورت سے، یا کافر مرد اور مسلمان عورت سے بذریعہ زنا لڑکا، یا لڑکی پیدا ہوکر قبل بلوغ، یا بعد بلوغ مرجائے تو ان کی تجہیز وتکفین کا کیا حکم ہے؟

جواب:　بلوغ کے بعد اگر وہ ایمان لائیں تو مسلمانوں کی طرح ان کی تجہیز وتکفین کی جائے گی، ورنہ کفار کی طرح اور بلوغ کے پہلے وہ ماں کے تابع ہیں؛ کیوں کہ ولد الزنا کا نسب زانیہ سے ثابت ہوتا ہے، نہ کہ زانی سے اور بحر وغیرہ میں ہے: ’’**هو تابع لأحدأبويه إلٰى البلوغ مالم يحدث إسلامًا وهو مميز**‘‘. (۲) اور بحر میں ہے: ’’**كصبي ليس مع أحدأبويه أي لايصلي عليه،لأنه تبع لهما**‘‘. (۳) وہ اپنے ماں باپ میں سے سن بلوغ تک ایک کا تابع ہے، یہاں تک کہ وہ سن تمیز کو پہنچ کر اسلام ظاہر کرے، پس جب تک وہ ایام تمیز میں اسلام نہ لائے گا، ماں کے تابع رہے گا۔ (حررہ عبدالحی)

اب سوال یہ ہے کہ زید حق پر ہے، یا عمرو؟ نیز اگر زید نے گنجائش تراشی کہ حکم بالاسلام کا فتوی دیا اور اس کی تجہیز وتکفین وتدفین کو مسلمانوں کی طرح مسلمانوں کے قبرستان میں کرادیا تو اس کا کیا حکم ہے؟ اگر زید غلطی پر ہے تو آئندہ اسے کیا کرنا چاہیے۔ نیز اگر عمرو نے مذکورۂ بالا دلائل کی رو سے کفر کا فتوی دیا تو اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

(المستفتی: ۷۶۴، مولانا احمد بزرگ صاحب، مہتمم جامعہ اسلامیہ، ڈابھیل، ۲۴/ذی قعدہ ۱۳۵۴ھ، ۱۸/فروری ۱۹۳۶ء)

الجواب

عمر کا قول راجح اور باعتبار دلیل اقویٰ ہے، زید کا قول اور علامہ شامی کی رائے (۴) صرف اس قدر قابل لحاظ ہوسکتی ہے کہ اگر کسی نے ایسے بچے کی نماز پڑھ لی ہو اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کردیا ہو تو اس سے تعرض نہ کیا جائے، نہ یہ کہ یہ طرز عمل جاری رکھا جائے؛ **لأن فيه من المفاسد العظيمة مالايخفى وبه يفتح باب الفواحش.(أعاذنا الله منها)**

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۴/۹۶-۹۷)

---

(۱)　۳۴۴، ط: سعید

(۲)　ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ۲/۲۲۹، ط: سعيد

(۳)　البحر الرائق، كتاب الجنائز: ۲/۲۰۳، ط: دارالمعرفة بيروت

(۴)　قلت: يظهر لي الحكم بالإسلام للحديث الصحيح، كل مولود يولد على الفطرة "حتىٰ يكون أبواه هما اللذان ينصرانه فانهم قالوا أنه جعل اتفاقهما ناقلاً له عن الفطرة فإذا لم يتفقا بقي علىٰ أصل الفطرة، أوعلى ما هو إقرب إليها. (ردالمحتار، باب نكاح الكافر، مطلب الولد يتبع خير الوالأبوين ديناً: ۳/۱۹۷، ط: سعيد)

مختلف بچوں کے احکام:

سوال (۱) بچہ مشرک کا ہے جو قبل بلوغ مرگیا؟

(۲) دوسرا وہ بچہ ہے کہ زید اس کا قریبی، یا بعیدی رشتہ دار ہے؛ مگر اس بچہ کے والدین پیدا ہونے کے بعد مرتد ہوگئے؟

(۳) تیسرا وہ بچہ ہے کہ بعد پیدا ہونے کے حالت اسلام میں والدین میں سے ایک فوت ہوگیا اور ایک مرتد ہوگیا، اب یہ بچہ کس کے تابع رہے گا؟ اور یہ تینوں بسبب پرورش زید کے کلمہ طیبہ بخوبی پڑھ سکتے ہیں؛ مگر اتنی عقل اور تمیز نہیں کہ اسلام کی شرطیں سمجھ سکیں اور اگر یہ تینوں بچے قبل بلوغ فوت ہوجائیں تو تجہیز و تکفین مثل مسلمانوں کے کریں گے، یا نہیں؟ اور سب کا حکم برابر ہے، یا باہم کچھ فرق ہے؟

الجواب

نابالغ بچہ کفر و اسلام میں تابع اپنے والدین کے ہوتا ہے، **کما فی الدر المختار و الشامی: (قوله: لتبعيته لأبويه) وفي الرد: أي في الاسلام و الردة.** (۱) اور اگر ان میں سے یعنی والدین میں سے کوئی مسلمان ہو تو بچہ اس کے تابع ہوکر مسلمان سمجھا جاوے گا، **كمافي الدر المختار: والولد يتبع خير الأبوين ديناً، الخ.** (۲) اور بچہ کافر کا اگر ممیّز یعنی سات برس کا ہوجاوے تو اسکا اسلام لانا صحیح اور معتبر ہے، **كما في الدر المختار: (أو) أسلم (الصبي وهو عاقل) أي ابن سبع سنين (صلى عليه).** (۳)

پس پہلا بچہ جو کہ مشرک کا ہے، وہ اگر سات برس کا ہوکر کلمۂ اسلام پڑھ کر مرا ہے تو اس کو مسلمان سمجھا جاوے اور تجہیز و تکفین اس کی مثل مسلمانوں کی جاوے اور دوسرا بچہ بوجہ مرتد ہوجانے والدین کے ارتداد میں ان کے تابع ہوا؛ لیکن اگر سات برس کا ہوکر وہ کلمۂ اسلام پر پلے تو مسلمان ہوجاوے گا اور اس حالت میں مرنے سے اس کی تجہیز و تکفین مثل مسلمانوں کے ہوگی اور نماز جنازہ پڑھی جاوے گی اور تیسرا بچہ خیر الابوین؛ یعنی مسلمان کے تابع ہوکر مسلمان سمجھا جاوے گا اور مثل مسلمانوں کے اس کی تجہیز و تکفین و نماز جنازہ ہوگی۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵/۳۳۷-۳۳۸)

بچہ کافر پر نماز جنازہ کی تحقیق:

سوال: زید نے جو مسلمان ہے ایک غیر قوم کے شیر خوار بچے کو جس کا کوئی وارث نہ تھا، اپنے یہاں پالا بچہ دو برس کے قریب زندہ رہ کر مرگیا، ایسے بچہ کا جنازہ پڑھنا چاہیے، یا نہیں؟

---

(۱) الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب المرتد هل تعود حسناته: ۴/۲۵۶، دار الفكر بيروت، انيس

(۲) الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب نكاح الكافر: ۲/۵۴۱

(۳) الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ۳/۱۲۴، دار الكتاب ديوبند، انيس

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

غیرقوم سے مراد اگر کافر ہے تو جواب یہ ہے کہ اس کے جنازہ کی نماز نہ پڑھی جاوے گی۔

(قوله:لتبعيته لأبويه) في الاسلام والردة.(۱)

۳رذی الحجہ ۱۳۲۹ھ (تتمہ اولیٰ،ص:۴۹) (امداد الفتاویٰ جدید:۱/۳۴۷)

جس بچہ کا مرد، یا عورت ہونا کسی وجہ سے معلوم نہ ہو تو اس کے لیے کیا دعا پڑھی جائے:

سوال: ایک عورت کے جنگل میں بچہ پیدا ہوا اور ماں کی بے ہوشی میں جانور کا دھڑ کھا گیا تو نماز میں لڑکے کی دعا پڑھیں، یا لڑکی کی؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

لڑکے کی دعا پڑھنی چاہیے اور اگر لڑکی کی دعا بھی پڑھ دے، (۲) تو بھی جائز ہو جائے گی۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۵/۳۶۸)

کنواری کے بچہ پر نماز جنازہ:

سوال: ایک بغیر شوہر والی عورت کنواری کے بچہ پیدا ہوا اور امام مسجد نے اس بچہ کی نماز نہیں پڑھائی اور اس بچہ کو اسی طرح سے دفن کر دیا گیا۔ یہ ٹھیک ہوا کہ نہیں اور امام صاحب کی بابت کیا حکم ہے؟ (محمد بشیر، ابتلالہ ضلع انبالہ)

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامدًا ومصليًا

اگر بچہ مردہ پیدا ہوا تھا تو اس کو بلا نماز دفن کر دینا چاہیے اور اگر زندہ پیدا ہوا تھا تو اس کے جنازہ کی نماز مکروہ ہے، (۳) اگر امام صاحب کو مسئلہ معلوم نہیں تھا، یا اسی طرح معلوم تھا، جس طرح کیا تو وہ ایک درجہ میں معذور ہیں اور

---

(۱) رد المحتار، كتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب المرتد هل تعود حسناته: ٢٥٦/٤، دار الفكر بيروت، انيس

(۲) ولا استغفر للصبي ولكن يقول اللهم اجعله لنا فرطا واجعله لنا أجرا و ذخرا. (الهداية، كتاب الصلاة، باب الجنائز فصل في الصلاة: ١٨٠/١، اقرا بک دبو ديوبند، انيس)

(۳) صورت مذکورہ میں اگر بچہ زندہ پیدا ہوا تھا تو اس کی نماز جنازہ پڑھنا بھی مکروہ نہیں؛ بلکہ فرض کفایہ تھی، جیسا کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آخری جملے سے بھی معلوم ہوتا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بذاتِ خود ولد الزنا کی نماز جنازہ پڑھائی تھی:

عن عمرو بن يحى رضى الله تعالىٰ عنه قال صلى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: على ولد الزنا وأمه ماتت في نفاسها. (مصنف عبد الرزاق، باب الصلاة علىٰ ولد الزناو لمرجوم، (رقم الحديث: ٦٦١٢): ٥٣٤/٣، المكتب الإسلامي)

عن أبن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم صلى علىٰ زانية فى نفاسها وولدها. (رواه الطبراني في الكبير) (مجمع الزوائد، باب الصلاة علىٰ أهل لا إله إلا الله: ٤١/٣، دار الفكر، بيروت)

ومن استهل صلى عليه، وإلالا... وإفاد بقوله: (وإلا لا) أنه إذا لم يستهل، لايصلى عليه. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، بسباب الجنائز، فصل: السلطان أحق بصلاته عليه: ٣٣٠/٢، رشيدية) ==

اگر باوجود صحیح طور پر مسئلہ معلوم ہونے کے پھر انہوں نے ایسا کیا تو انہیں اپنے اس فعل سے توبہ کرنا ضروری ہے،(١) اور اس پر نماز نہ پڑھنے سے سب لوگ گناہ گار ہوئے؛ کیوں کہ صلوٰۃ جنازہ فرض کفایہ ہے۔(٢) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ١٣٥٦/٣/١٥ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ١٦/ ربیع الاول ١٣٥٦ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ٦٣٣/٨)

مسلم مرد اور کافرہ عورت سے پیدا شدہ بچہ کے جنازہ کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ ولد الزنا من مسلم وکافرة ونصرانیۃ (جو ماں کافرہ اور باپ مسلمان دونوں کی پرورش میں ہوں، یا صرف باپ مسلمان کی پرورش میں) اگر بچپن میں مرجائے تو اس کی تجہیز وتکفین وغیرہ مسلمانوں کی طرح کی جائے گی، بالخصوص جب کہ اس بچہ کا نام بھی مسلمانوں کا سا ہو؟ نیز سن تمیز سے پہلے کسی اسلامی مدرسہ میں داخل کردیا گیا ہو اور وہ وہیں مدرسہ میں فوت ہوجائے تو بھی اس کی تجہیز وتکفین وغیرہ مسلمانوں کی طرح کی جائے گی؟ اور اس پر دوبارہ تجہیز وتکفین حکم الاسلام کیا جائے گا اور اس پر علامہ ابن عابدین کی تقریر جو شامی، جلد ثانی، باب نکاح الکافر، ص: ٥٤٨ پر ہے (٣) اپنی حجت میں پیش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ

== ومن ولد فمات،يغسل ويصلى عليه) ... (إن استهل) ... (وإلا) ... (غسل وسمّى) ... (و أدرج في خرقة ودفن،ولم يصل عليه)(رد المحتار، كتاب الصلاة،باب الجنائز: ٢٢٧/٢، ٢٢٨،سعيد)

(١) قال الله تعالىٰ:﴿يأيهاالذين آمنوا توبوا إلى الله توبة نصوحاً﴾الآية (سورة التحريم:٨)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال:قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم:"لله أشد فرحاً بتوبة أحدكم من أحدكم بضالته إذاوجدها".

وفي شرحه:"واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة،وأنهاواجبة على الفور، لايجوز تأخيرها سواءٌ، كانت المعصية صغيرة أو كبيرة،والتوبة من مهمات الإسلام وقواعده المتأكدة،ووجوبها عند أهل السنة والجماعة بالشرع".(الصحيح لسلم مع شرحه للنووي،كتاب التوبة:٣٥٤/٢،قديمي)

وانظرللتفصيل:روح المعاني:١٥٨/٢٨-١٥٩،دار إحياء التراث الغربي،بيروت

(٢) هٰذا هوحكم فرض الكفاية،فإنه يكون فرضاً علىٰ كل واحد لكن بحيث إن أدى بعض منهم،سقط عن البا قين،وإن لم يؤدواحد منهم يأثم الجميع بترك الفرض،وإن أدى الكل وجدوا ثواب الفرض،وتحقيقه في كتب الأصول".(عمدة الرعاية علىٰ هامش شرح الوقاية،كتاب الصلاة،باب الجنائز: ٢٠٦/١،سعيد)

"والإجماع منعقد علىٰ فرضيتهاأيضاً،إلاأنها فرض كفاية إذا قام به البعض،يسقط عن الباقين لأن ما هوالفرض و هوقضاء حق الميت يحصل بالبعض،ولايمكن إيجابهاعلىٰ كل واحد من أحاد الناس".(بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل:والكلام في صلاة الجنائز: ٤٦/٢،رشيدية)

(٣) "قلت:يظهرلي الحكم بالإسلام للحديث الصحيح:كل مولود يولد على الفطرة"(الحديث فإنهم قالوا:إنه جعل اتفاقهماناقلاً عن الفطرة فإذا لم يتفقا بقي علىٰ أصل الفطرة ... فإن الاحياط بالدين أولىٰ،ولأن الكفرأقبح القبيح،فلاينبغي الحكم به في شخص بدون أمرصريح،إلخ".(ردالمحتار،كتاب النكاح،باب نكاح الكافر، مطلب: الولد يتبع خيرالأبوين: ١٩٧/٣،سعيد)

علامہ کے قول کو مستند قرار دیتے ہوئے وسعت کی گنجائش ہے۔ بناء علیہ وہ ولد مسلمان قرار دیا جائے گا اور اس کی تجہیز وتکفین وغیرہ مسلمانوں جیسی کی جائے گی۔

بکر کہتا ہے کہ جو کچھ علامہ شامی نے لکھا ہے، وہ ان کی ذاتی رائے اور اجتہاد ہے اور تمام کتب فقہ؛ بلکہ حدیثِ قطعی کے معارض ہے؛ اس لیے وہ کسی طرح ہمارے لیے حجت نہیں بن سکتی اور نہ ہم ان کے مقلد ہیں، ان کی شخصی رائے پر حدیثِ قطعی کے مقابلہ میں فتویٰ دینے کی اصلاً گنجائش نہیں اور حسب ذیل دلائل پیش کرتا ہے: ''**الولد للفراش وللعاهر الحجر**''. (۱) دلالت میں قطعی ہے، نص کے ہوتے ہوئے قیاس کوئی چیز نہیں، نہ کسی کی رائے محض۔ اگر کسی کو شبہ ہو کہ حدیث مذکور کے مقابلہ میں دوسری حدیث ہے: ''**كل مولود يولد على الفطرة** '' **كما قال العلامة** اس کا جواب ظاہر ہے کہ خود فطرت کے معنی میں دو احتمال ہیں: اسلام، یا استعدادِ اسلام۔ ''**والثاني أقرب لحديث أبي داؤد:'' كل مولود يولد على الفطرة''. ''قالوا يا رسول الله (صلى الله تعالىٰ عليه وسلم): أفرأيت من يموت وهو صغير؟ قال: الله أعلم بما كانوا عاملين''.** (باب في ذراري المشركين من كتاب السنة) (۲) اور اگر اقرب یہ نہ ہو تب بھی: ''**إذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال** '' تو محتمل معارض نہیں ہوسکتا قطعی کا اور مصالح حکم بالاسلام کے لکھے ہیں۔ علامہ شامی کی اول تو وہ رائے محض ہے۔ دوسرے اس حکم بالاسلام میں مفاسد بھی ہیں؛ اس لیے کہ ایک مدعی اسلام غیر مسلمہ کے ساتھ ساری عمر بلا نکاح زنا کرتا رہے اور اس کے بچوں پر اسلام کا حکم لگا کر مسلمانوں کا سا حکم ہوتا رہے تو اس سے نہ تو زانی کی عبرت ہو اور نہ مزنیہ کو مسلمان بنا کر نکاح کی توفیق ہو اور نہ خود زانی کو اپنے فعلِ شنیع کا خیال تک گزرے، یہ تو **أقبح القبيح** اور **افحش الفواحش** ہے، اس میں تو اور مزید احتیاط کی ضرورت ہے: ''**فإذا تعارضا المصالح والمفاسد تساقطاً**''.

(۲) عامہ فقہا فرماتے ہیں کہ ولد لزنا کی نسبت اس کی ماں کی طرف کی جائے گی اور بچہ اسلام وکفر میں اپنی ماں کے تابع ہوگا۔ (۳)

---

(۱) أخرجه البخاري في صحيحه، كتاب الوصايا، باب قول الموصي لوصيه: تعاهد ولدي، إلخ: ۳۸۳/۱، قديمي

(۲) والحديث بتمامه: ''عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ''كل مولود يولد على الفطرة، فأبواه يهودانه وينصرانه كما تناتج الإبل من بهيمة جمعاء، هل تحس من جدعاء ''؟ قالوا يا رسول الله أفرأيت من يموت وهو صغير؟ قال: ''الله أعلم بما كانوا عاملين''. (سنن أبي داؤد، كتاب السنة، باب في ذراري المشركين: ۳۰۰/۲، إمدادية، ملتان)

''فلو كان معنى الفطرة الإسلام لما توقف صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في حكمهم لأن الشيء إذا ثبت ثبت بلوازمه ومن لوازم الإسلام الحكم بدخول الجنة. وفي مجمع البحار: يريد أنه يولد على نوع من الجبلة والطبع المتهي قبول الدين، إلخ ''. (مجمع بحار الأنوار، باب الفاء مع الطاء: ۱۵۴/٤، مجلس دائرة المعارف النعمانية بحيدر آباد الدكن. الهند)

(۳) أحكام القرآن للجصاص، سورة النور، تحت الآية، ﴿والذين يرمون أزواجهم﴾ الآية فصل: اتفاقهم أن الولد قد ينفى من الزوج باللعان: ۳/٤٤٦، قديمي

==

(۳) حضرت مولانا عبدالحئی صاحب کا فتویٰ "مجموعہ الفتاویٰ، باب التجہیز والتکفین (۳۶۸) حسب ذیل ہے:

سوال: مسلمان مرد اور کافرہ عورت سے، یا کافر اور مسلمان عورت سے بذریعہ زنا لڑکا، یا لڑکی پیدا ہو کر قبل البلوغ، یا بعد البلوغ مرجائے تو ان کی تجہیز و تکفین کا کیا حکم ہے؟

جواب: بلوغ کے بعد اگر وہ ایمان لائیں تو مسلمانوں کی طرح تجہیز و تکفین ہوگی، ورنہ کفار کی طرح اور بلوغ کے پہلے وہ ماں کے تابع ہیں؛ کیوں کہ ولدالزنا کا نسب زانیہ سے ثابت ہوتا ہے، نہ کہ زانی سے۔ "البحرالرائق" وغیرہ میں ہے: "**هو تابع لأحد أبويه إلى البلوغ مالم يحدث إسلاماً،وهو مميز**" (۱) وہ اپنے ماں باپ میں سے سن بلوغ تک ایک کا تابع ہے یہاں تک کہ وہ سن تمیز کو پہونچ کر اسلام ظاہر کرے پس جب تک وہ تمیز میں اسلام نہ لائے گا ماں کا تابع ہوگا"۔ عبدالحئی (۲)

اب سوال یہ ہے کہ زید حق پر ہے، یا عمر؟ نیز اگر زید نے گنجائش کے پیش نظر حکم بالاسلام کا فتویٰ دیا اور اس ولد کی تجہیز و تکفین و تدفین کو مسلمانوں کی طرح مسلمانوں کے قبرستان میں کروایا تو اس کا کیا حکم ہے؟ اگر زید غلطی پر ہے تو آئندہ اسے کیا رویہ اختیار کرنا چاہیے؟ نیز اگر عمر نے مذکورہ بالا دلائل کی رو سے کفر کا فتویٰ دیا تو اس کا کیا حکم ہے؟ آثم تو نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًاو مصليًا

اتنا تو فریقین کو تسلیم ہے کہ یہ بچہ زنا سے پیدا ہوا ہے اور جو بچہ زنا سے پیدا ہوتا ہے، وہ شرعاً ثابت النسب نہیں ہوتا؛ یعنی شرعاً وہ زانی باپ نہیں ہوتا اور وہ بچہ اس کا بیٹا نہیں کہلاتا:

"لقوله عليه السلام: "الولد للفراش وللعاهر الحجر". (مجمع الفوائد، ص: ۲۳۶) (۳)

== **"ولأنهم قالوا في حرمة بنته من الزنى: إن الشرع قطع النسبة إلى الزاني لما فيها من إشاعة الفاحشة، فلم يثبت النفقة والإرث لذلك.** (ردالمحتار، باب نكاح الكافر مطلب الولد يتبع خير الوالأبوين ديناً: ۱۹۷/۳، سعيد)

"والزنا المحض سبب لإيجاب العقوبة، فلا يصلح سبباً لإيجاب الحرمة والكرامة ألاترى أنه لايثبت به النسب و العدة، إلخ". (كتاب المبسوط للسرخسي، كتاب النكاح: ۲۲۸/۴، مكتبة غفارية، كوئتة)

(۱) ردالمحتار، باب الجنائز، مطلب اذا قال ان تشمت فلاناً في المسجد يتوقف علىٰ كون الشاتم: ۲۲۹/۲، سعيد

(۲) مجموعۃ الفتاوی (اردو)، کتاب الجنائز، باب تجہیز و تکفین: ۳۴۴/۱، سعید

(۳) جمع الفوائد، كتاب الطلاق، باب اللعان وإلحاق الولد واللقيط، (رقم الحديث: ۴۴۵۵): ۴۰۹/۱، المكتبة الإسلامية، پاكستان

تمامه: عن ابن شهاب عن عروة عن عائشة كان عتبة عهد الىٰ أخيه سعد أن ابن وليدة زمعة مني فأقبضه اليك فلما كان عام الفتح أخذه سعد قال ابن أخي عهد الى فيه فقام عبد بن زمعة فقال أخي وابن وليدة أبي ولد علىٰ فراشه فتساوقا الى النبي صلى الله عليه وسلم فقال النبي صلى الله عليه وسلم هو لك يا عبد بن زمعة الولد للفراش وللعاهر الحجر ثم قال لسورة بنت زمعة احتجبي منه لما رأى من شبهة بعتبسة فما راٰها حتىٰ لقي الله. (صحيح البخاري، كتاب الفرائض، باب الولد للفراش حرة كانت أو أمة: ۹۹۹/۲، قديمي، انيس) ==

صلوۃ جنازہ کے لیے میت کا مسلمان ہونا شرط ہے اور بچے کے اسلام کی چند صورتیں ہیں: اول یہ کہ بچہ عاقل ہو اور اسلام لے آئے تو شرعاً اس کا اسلام صحیح اور معتبر ہے: "**إسلام الصبی العاقل صحیح**". (الفتاویٰ السراجیة، ص: ۵۸)(۱) پس اگر وہ بچہ عاقل تھا اور اسلام لے آیا تھا تو وہ اس حکم میں داخل ہے، ورنہ نہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ بچہ عاقل تو نہیں خود اسلام نہیں لایا بلکہ اس کے ابوین میں سے کوئی ایک یا دونوں مسلمان ہو گئے اس صورت میں خیر الأبوین کے تابع قرار دیا جائے گا۔(۲)

صورت مسئولہ میں ماں کافرہ ہے اور زانی سے نسب ثابت نہیں۔ پس زانی کا مسلمان ہونا بچے کے حق میں کچھ نافع نہ ہوگا۔(۳)

== قال أبوبكر:... "وقوله: "الولد للفراش" قد اقتضى معنيين: أحد هما: إثبات النسب لصاحب الفراش، والثاني: أن من لا فراش له فلا نسب له". أحكام القرآن (أحكام القرآن للجصاص، سورة النور تحت الاية: ﴿والذين يرمون أزواجهم﴾ الآية فصل: اتفاقهم أن الولد قد ينفى من الزوج باللعان: ٤٤٦/٣، قديمى)

"ولأنهم قالوا فى حرمة بنته من الزنى: إن الشرع قطع النسبة إلى الزانى لمافيها من إشاعة الفاحشة، فلم يثبت النفقة والإرث لذلك، إلخ". (رد المحتار، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر: ١٩٧/٣، سعيد)

"والزنا المحض سبب لإيجاب العقوبة فلايصلح سبباً لأيجاب الحرمة والكرامة ألاترى أنه لا يثبت به النسب والعدة، إلخ". (كتاب المبسوط للسرخسى، كتاب النكاح: ٢٢٨/٤، مكتبة غفارية، كوئٹة).

"ومن الدليل علىٰ أن الزناقبيح فى العقل أن الزانية لانسب لولدها من قبل الأب إذ ليس بعض الزناه أولىٰ به لحاقة به من بعض، فقيه الأنساب ومنع ما يتعلق بها من الحرمات فى المواريث والمناكحات وصلة الأرحام وإبطال حق الوالد على الولد وما جرىٰ مجرى ذلك من الحقوق التى تبطل مع الزنا". أحكام القرآن: ٢٦٤/٣ (أحكام القرآن للجصاص، سورة الإسراء، مطلب: الزنا قبح فى العقل قبل ورود السمع، تحت الآية: ﴿ولاتقربوا الزنا، إنه كان فاحشةً وساء سبيلا﴾ (الآية: ٣٢): ٢٩٥/٣، قديمى)

(۱) الفتاوىٰ السراجية للإمام على بن عثمان الأوشى، كتاب السير، باب الإسلام، ص: ٦٦، سعيد

(أو) أسلم (الصبى وهو عاقل): أى ابن سبع سنين، (صلىٰ عليه) لصيرورته مسلماً. (الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ٢٣٠/٢، سعيد)

(۲) (إلا أن يسلم أحد هما)؛ لأنه يتبع خيرهما، فيصلى عليه تبعاً له. (تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب الجنائز، فصل: السلطان أحق بصلاته: ٥٨١/١، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۳) أحكام القرآن للجصاص، سورة النور تحت الاية: ﴿والذين يرمون أزواجهم﴾ الآية فصل: اتفاقهم أن الولد قد ينفى من الزوج باللعان: ٤٤٦/٣، قديمى)

"ولأنهم قالوا فى حرمة بنته من الزنى: إن الشرع قطع النسبة إلى الزانى لمافيها من إشاعة الفاحشة، فلم يثبت النفقة والإرث لذلك إلخ". (رد المحتار، باب نكاح الكافر، مطلب يتبع الولد خير الأبوين ديناً: ١٩٧/٣، سعيد)

"والزنا المحض سبب لإيجاب العقوبة فلا يصلح سبباً لأيجاب الحرمة والكرامة ألاترى أنه لايثبت به النسب والعدة إلخ". (كتاب المبسوط للسرخسى، كتاب النكاح: ٢٢٨/٤، مكتبة غفارية، كوئٹة)

تیسری صورت یہ ہے کہ بچے کو تنہا بغیر احد الأ بوین دار الحرب سے قید کر کے دار الاسلام میں لے آئے ہوں، پس اگر قید کرنے والا ذمی ہے تو تابعِ دار قرار دے کر اور اگر قید کرنے والا مسلم ہے تو تابع سابی قرار دے کر اس کو مسلمان کہا جائے گا۔

چوتھی صورت یہ ہے کہ دار الحرب میں امام اس بچہ کا کسی مسلم کو مالک بنادے، خواہ بطریق بیع ہو، خواہ بطریق تقسیم غنائم، اس صورت میں بھی بچہ کو تابعِ مالک قرار دے کر مسلمان کہا جائے گا۔

"لو سبی وحده، لايحكم بإسلامه ما لم يخرج إلٰى دار الإسلام، مسلماً تبعاً للدار، أو يقسم الإمام الغنائم أو يبيعها فی دار الحرب فيصير مسلماً تبعاً للمالك". (۱)

صورت مسئولہ میں کسی دار الحرب سے قید کر کے دار الاسلام میں نہیں لایا گیا کہ تابع دار، یا تابع سابی قرار دیا جائے، نیز زانی، نہ سابی ہے، نہ مالک۔

کلامِ فقہا میں ایسی صورتیں ملیں گی کہ باوجود تحقیقِ اسلام میت بعض عوارض کی بنا پر اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جاتی:

(وهی فرض علٰى كل مسلم مات، خلا) ... (بغاة وقطاع طريق) إذا قتلوا فی الحرب، إلخ". (۲)

"فكل مسلم مات بعد الولادة، يصلى عليه صغيراً كان أو كبيراً، ذكراً كان أو أنثٰى، حراً كان أو عبداً، إلا البغاة وقطاع الطريق ومن بمثل حالهم، إلخ". (۳)

ایسی صورت نہیں ملے گی کہ باوجود تحقیق کفر میت اس پر نماز جنازہ کا حکم ہو؛ بلکہ جس کے کفر و اسلام میں اشتباہ ہو، اس پر بھی نمازِ جنازہ نہیں۔

"ومما ينبغی أن يعلم فی هذا المقام أن الفقهاء ذكروا أن الصلاة لايجوز على الكافر بحال وإن

---

(۱) ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب مهم ان تشتمت فلانا فی المسجد يتوقف علٰى كون الشاتم فيه، الخ: ۱۲۳/۳، دار الكتاب ديوبند، انيس)

(ولو سبی بدونه) فهو مسلم تبعاً للدار أو للسبی". الدر المختار. قال الشامی: تحت (قوله تبعاً للدار: أی إن كان السابی ذيمًا أو للسابی إن كان مسلماً، كذا فی شرح المنية". (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ۲۲۸/۲-۲۲۹، سعيد)

"وإن سبی صبی ومات، فإن يسب معه أحد أبويه يصلی عليه؛ لأنه مسلم تبعاً للسابی إن كان مسلماً وللدار إن كان ذمياً، إلخ". (الحلبی الكبير، كتاب الصلاة، فصل فی صلاة الجنائز، البحث الرابع: الصلاة عليه، ص: ۵۹۱، سهيل اكادمی لاهور)

(أو لم يُسب أحدهما معه) أنه يصلی عليه إذا دخل دار الإسلام، ولم يكن معه أحد أبويه تبعاً لدار الإسلام، إلخ. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الجنائز، فصل: السلطان أحق بصلاته: ۳۳۲/۲، رشيدية)

(۲) الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ۲۱۰/۲، سعيد

(۳) بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، الجنائز، فصل: وأما بيان من يصلی عليه: ۴۷/۲، رشيدية

کـان له ولی مسلم،حتٰی قالوا:إنه فی من اشتبه علیه أنه مؤمن أو کافر لا یصلی علیه؛لأن الصلاة علی الکافر لایجوزبحال،وترک الصلاة علٰی المؤمن جائز فی الجمل". (تفسیرأحمدی،ص:۳۸)(۱)

اورعلامہ شامی نے اس صورت مسئولہ میں صلوٰۃ جنازہ کے متعلق کوئی کلام نہیں کیا کیونکہ باب نکاح الکافراس کامحل نہیں،تبعیت کی جتنی صورتیں ہیں ان میں سے کوئی سی بھی بچے میں موجود نہیں لہذا تبعیت کی وجہ سے اس پرصلوۃ جنازہ کاترک بھی احوط معلوم ہوتا ہے۔

"وذکـر فـی شـرح الـزیـادات فـی کتـاب السیـر:الـدیـن یثبت بالتبعیة، وأقوی التبعیة تبعیة الأبـوین، لأنهما سبب لوجوده ثم تبعیة الید لأن الصغیر الذی لایعبر بمنزلة المتاع فی یده، وعند عـدم الیـد تـعتبـر الـدار لأنه قبل وجوده،ألا تری أن اللقیط الموجود فی دارالإسلام مسلم؟ قال الـعبـد الـضـعیف عصمه اللّٰه تعالٰی: قد اختلف الروایة فی اللقیط أیضاً،قیل:یعتبر المکان وقیل: الواجد،وقیل:الأنفع". (زیلعی:۱/۲۴۴)(۲)

مگرچوں کہ زید بھی شامی کی عبارت سے استدلال کرتا ہے اوراسی سے اس بچہ کا مسلمان ہونا معلوم ہوتا ہے،لہذا طرفین میں سے کسی کوکافر کہنا،یالعن طعن کرنا درست نہیں،حتی الوسع تکفیر سے کفِ لسان وقلم ضروری ہے،کما صرح بہ فی البحر والفتاویٰ العالمگیریۃ وغیرہما۔(۲)فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ،معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صورت مسئولہ میں حکم اصول وقواعد اورظواہرنصوص کے مطابق ظاہر یہی ہے کہ ایسے بچہ کوقبل سن تمیز ماں کے تابع

---

(۱) التـفسیرات الأحمدیة لملا جیون تحت الایة:﴿وصل علیهم ،إن صلٰوتک سکن لهم﴾ (سورة التوبة:۱۰۳) ص:۴۷۳،مکتبه حقانیة پشاور

"وقـال بـعـضهـم:لایصلی علیهم؛لأن ترک الصلٰوة علی المسلم أولٰی من الصلاة علی الکافر:لأن الصلاة علٰی الکافرغیرمشروعة أصلاً، قال اللّٰه تعالٰی﴿ولاتصل علٰی أحد منهم مات أبداً﴾(سورة التوبة: ۸۴)وترک الصلاة علـی الـمسـلـم مشـروعة فـی الـجملة کالبغاة وقطاع الطریق، فکان الترک أهو ن". (بدائع الصنائع،کتاب الصلاة، الجنائز، فصل وأماشرائط وجوب الغسل:۲/۳۱،رشیدیة)

(۲) وإذاکـان فـی الـمسـألة وجـوه تـوجب التکفیر،ووجه واحد یمنع التکفیر،فعلی المفتی أن یمیل إلی الوجه الذی یمنع التکفیرتحسیناً للظن بالمسلم.(البحرالرائق،کتاب السیر،باب أحکام المرتدین:۵/۲۱۰،رشیدیة)

وکذا فی الفتاوٰی العالمگیریة،کتاب السیر،قبیل الباب العاشرفی البغاة:۲/۲۸۳، رشیدیة

وکذا فی التاتارخانیة،کتاب أحکام المرتدین،فصل فی إجراء کلمة الکفر:۵/۴۵۸،إدارة القرآن کراچی

"وقـد ذکـروا أن الـمسـئـلة الـمتـعـلقة بالکفر إذا کان لها تسع وتسعون إحتمالا لکفر،واحتمال واحد فی نـفیه،فالأولٰی للمفتی والقاضی أن یعمل بالا حتمال النافی لأن الخطأفی إبقاء ألف کافر أهون من الخطافی إفناء مسلم واحد ".(شرح الفقه الأکبر للملا علی القاری،قبیل فصل فی القراء ة و الصلاة،ص:۱۶۲،قدیمی)

قرار دیا جائے؛ لیکن مسئلہ مختلف فیہ ہے اور امام صاحب سے صراحۃً منقول نہیں، علماء میں اختلاف ہے، جیسا کہ علامہ شامی نے بیان کیا ہے؛ اس لیے صورتِ مسئولہ مذکورہ میں گو نسب ثابت نہ ہوگا اور صلوٰۃ جنازہ بوجہ اشتباہ اسلام نہ پڑھی جائے گی، کما نقل فی الجواب المذکور من التفسیر الأحمدی؛ لیکن اس کے کفر کا حکم بھی قطعی طور سے نہ کیا جائے گا، کما صرحوا فی باب المرتدین أنه: ''لایفتیٰ بکفر مسلم ما أمکن حمل کلامه علیٰ محمل حسن أو کان فی کفره أو کان فی کفره خلاف ولو کان ذلک روایة ضعیفة.(١)

قلت: الصبی المذکور وإن لم یکن مرتداً لکن فی کفره اختلاف العلماء فالأحوط السکوت أو عدم التکفیر. فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ: ٦٤٢-٦٣٤/٨)

لاعلمی کی وجہ سے اگر بچہ پر نماز جنازہ ترک کردے تو کیا حکم ہے:

سوال: ایک شخص کے یہاں لڑکی پیدا ہوئی اور زندہ رہ کر مرگئی، لاعلمی کی وجہ سے بلا نماز جنازہ دفن کی گئی، چوتھے پانچویں روز علم ہونے پر جنازہ پڑھایا گیا۔ بستی کے لوگوں نے عداوت سے اس کو علاحدہ کردیا اور اسے تنگ کرتے ہیں، اس بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب

درمختار میں ہے کہ زندہ پیدا ہو، اور بعد میں مرے، اس کو غسل دے کر اس کے جنازہ کی نماز پڑھنی چاہیے، (٢) اور یہ بھی درمختار میں ہے کہ بغیر نماز کے مردہ کو دفن کردیا گیا تو اس کی قبر پر نماز جنازہ اس وقت تک پڑھنی چاہیے کہ میت کے پھٹنے اور گلنے کا گمان نہ ہو اور اس کا جنازہ ہر ایک زمین کی حالت پر ہوسکتا ہے اور بعض فقہا نے فرمایا ہے کہ تین دن تک اس کی قبر پر نماز پڑھ سکتے ہیں اور بعض نے کہا: دس دن تک۔ بہر حال یہ جو کچھ کہا گیا کہ اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی جائے، یہ حکم شرعی ہے، اس کی وجہ سے نماز پڑھنے والوں کو مطعون کرنا اور تنگ کرنا اور ان سے مقاطعت اور متارکت کرنا حرام اور ناجائز ہے اور ایسا کرنے والے عاصی و فاسق ہیں۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ٢٩٥/٥)

حرام کار کی نماز جنازہ:

سوال: زید نے ہندہ سے نکاح کیا، بعد میں زید نے ہندہ کی بہن حقیقی حفیظن سے بھی نکاح کرلیا۔ دونوں بہنیں

---

(١) الدر المختار، کتاب الجهاد، باب المرتد: ٢٢٩/٤، سعید

(٢) من ولد فمات یغسل ویصلی علیه)ویرث ویورث ویسمیٰ (ان استهل) ... أی وجد منه ما یدل علیٰ حیاته ... (والا) یستهل (غسل وسمی) عند الثانی وهو الأصح فیفتیٰ به علیٰ خلاف ظاهر الروایة اکراماً لبنی آدم.(الدر المختار علیٰ هامش ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ٢٢١/٣-٢٢٢، دار الکتاب دیوبند، انیس)

زید کے نکاح میں ہیں، زید حفیظن کو الگ نہیں کرتا۔ اب مسلمانوں کو اس کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہیے اور اگر زید مرجاوے تو اس کے جنازہ کی نماز پڑھنی چاہیے، یا نہیں؟

الجواب

زید کا نکاح حفیظن سے نہیں ہوا۔(۱) زید کو چاہیے کہ حفیظن کو علاحدہ کردے اور توبہ کرے، ورنہ سخت عاصی و فاسق رہے گا اور مسلمانوں کو اس سے متارکت لازم ہے، کھانا پینا اس کے ساتھ چھوڑ دیں اور برادری سے علاحدہ کردیں، البتہ جس وقت توبہ کرے اور حفیظن کو چھوڑ دے، اس وقت اس سے ملیں جلیں اور اگر زید اس حالت مں مرجاوے تو اس کے جنازہ کی نماز پڑھنی چاہیے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: **صلوا علی کل بر و فاجر.** (الحدیث) یعنی ہر ایک نیک و بد کے جنازہ کی نماز پڑھو۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۲۹۰/۵)

زانی، چور اور سود خور کی نمازِ جنازہ جائز ہے:

سوال: زانی اور چور اگر موقع پر قتل کردیئے گئے ہوں، یا اپنی موت مرجائیں تو اس صورت میں ان کا نمازِ جنازہ پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟ نیز کیا سود خور اور ناجائز منافع خور اور حقوق العباد کھانے والے شخص کا جنازہ پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟ فتویٰ دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔ فقط

الجواب

مذکورہ لوگوں کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور ان کو غسل بھی دیا جائے گا، البتہ مقتدا اور بڑے علما حضرات برائے حصول عبرت نمازِ جنازہ میں شرکت نہ کریں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق عفا اللہ عنہ، جامعہ خیر المدارس ملتان، ۱۴۱۱/۲/۴ھ۔ الجواب صحیح: بندہ عبدالستار غفرلہ (خیر الفتاویٰ: ۲۶۴/۳)

فاجرہ کی نماز جنازہ پڑھنی درست ہے:

سوال: ایک عورت محض نام کی مسلمان ایک اہل ہنود کی بیوی بنکر رہی اور کئی سال تک اس سے ہمبستر رہی ہے اور شراب و کباب و کفر و شرک میں جیسا کہ اہل ہنود کے یہاں رسم ہے مبتلا رہی۔ اسی عرصہ میں اس کا انتقال ہوگیا کسی مسلمان نے اس کی نماز جنازہ نہ پڑھائی۔ ایک میاں جی جو کہ قاضی بھی کہلاتا ہے طمع نفسیانیت سے اس کی نماز جنازہ پڑھادی ایسے شخص کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب

زنا کاری کافر و مسلمان سے گناہ کبیرہ ہے، اسی طرح شراب خواری حرام قطعی ہے، مرتکب ان افعال کا فاسق ہے،

---

(۱) ﴿وان تجمعوا بين الأختين إلا ما قد سلف﴾ (سورة النساء: ۲۳، انیس)

کافر نہیں ہے اور اگر عبادت کرنا اور پوجنا بتوں کی اور پرستش غیر اللہ کی اس کی ثابت ہو جاوے تو پھر اس کے جنازہ کی نماز نہ پڑھنی تھی۔(١) یہ اس میانجی سے غلطی ہوئی اور خطا ہوئی تو بہ کرے؛ لیکن وہ کافر نہیں ہوا، لہذا نکاح اس کا فسخ نہیں ہوا اور اگر پوجنا بتوں کا اس عورت مسلمہ کا ثابت نہیں ہے، محض قیاس اور گمان سے ایسا کہا گیا ہے تو پھر اس کے جنازہ کی نماز پڑھنی چاہیے تھی، **لقولہٖ علیہ السلام: صلوا علیٰ کل بر وفاجر.** (الحدیث) یعنی ہر ایک نیک و بد کے جنازہ کی نماز پڑھو۔(٢) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۴۸/۵-۳۴۹)

رنڈی کی نماز جنازہ پڑھنا درست ہے:

سوال: ایک مولوی صاحب نے ایک رنڈی کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور کچھ نذرانہ بھی ملا، چند روز بعد مولوی صاحب نے نماز جمعہ کے قبل اپنے اس فعل کی تائید میں بطور وعظ کے فرمایا کہ مجھ کو اس کا علم نہ تھا کہ یہ عورت کون ہے اور جو پیسہ مجھ کو معاوضہ مین ملا اس کو ایسے ہی کاموں میں صرف کردوں گا، مثلا: پاخانہ اٹھانے والی بھنگن کو دیدوں گا اور ہم تیراک ہیں، تیرنے کے ذریعہ سے غرقاب ہونے سے بچ سکتے ہیں، جاہل کو نہیں بچا سکتے۔صورت مسئولہ میں شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب

مسلمان رنڈی کے جنازہ کی نماز شرعا پڑھنی ضروری ہے؛ کیوں کہ حدیث شریف میں ہے: "**صلوا علی کل بر وفاجر**". (الحدیث)(شرح الفقه الأکبر) (یعنی ہر ایک نیک و بد کے جنازہ کی نماز پڑھو) اور جو پیسہ ان مولوی صاحب کو ملا، اگر وہ حرام آمدنی کا تھا تو وہ کسی طرح جائز نہیں ہوسکتا۔ یہ کہنا ان کا غلط ہے کہ حرام آمدنی کو حاصل کر کے پاخانہ وغیرہ اٹھانے میں صرف کر دیا جاوے گا؛ کیوں کہ خواہ کھانے میں صرف کرے، یا کپڑے میں، یا حجام کی اجرت میں دے، یا بھنگی کی اجرت وغیرہ میں سب برابر اور ناجائز ہیں اور حرام آمدنی والے کو حیلہ بے شک بعض فقہا نے لکھا ہے کہ قرض کے طریق سے اشیا خریدے، یا کسی سے روپیہ پیسہ قرض لے کر خریدے تو یہ کھانا ان بعض کے نزدیک درست ہے، پھر اس قرض کو خواہ اپنی آمدنی حرام سے ادا کرے، یا حلال سے وہ پہلا کھانا حلال ہے، یہ بعض کا قول ہے اور بعض مطلقا حرام فرماتے ہیں اور ان مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ ہم تیراک ہیں، یعنی ہم کو حرام پیسہ مضر نہیں ہے، غلط ہے اور بیہودہ خیال ہے۔(٣) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۳۲/۵)

---

(١) (وشرطها) سنة (اسلام المیت طهارته). (الدر المختار علیٰ هامش ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ۹۷/۳، دار الکتاب دیوبند، انیس)

(٢) (وهی فرض علیٰ مسلم مات خلا) أربعة بغاة وقطاع طریق) فلا یغسلوا ولا یصلی علیهم، الخ. (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة: ۱۰۱/۳، دار الکتاب دیوبند، انیس)

(٣) أما لو رأی المکاس مثلاً یأخذ شیئاً من المکس ثم یعطیه آخر ثم یأخذ من ذلک الآخر من ذلک الآخر فهو حرام (ردالمحتار، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، مطلب الحرمة تتعدد: ۹۸/۵، دار الفکر بیروت، انیس)

مسلمان زانیہ کا بچہ جو ہندو سے ہو، اس کی نماز جنازہ کا کیا حکم ہے:

سوال (۱) مسلمان عورت زانیہ ہندو کے پاس ہے، اس سے اولاد ہو اور مر جائے تو اس کے جنازہ کی نماز پڑھنا چاہیے، یا نہ؟

بے نمازی کی نماز جنازہ ترک کرنا کیسا ہے:

(۲)　تارک صلوٰۃ کی نماز جنازہ تنہا ترک کرنا کیسا ہے؟ اور پڑھنا منع ہے، یا کیا؟

الجواب

(۱)　پڑھنی چاہیے؛ **لکن الأولاد مسلمین تبعاً لأمهم.**

(۲)　تارک صلوٰۃ کے جنازہ کی ممانعت کہیں نظر سے نہیں گزری؛ بلکہ فقہا کے اقوال اور حدیث "**صلوا علی کل بر وفاجر**" سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ نماز پڑھنی چاہیے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۳۳/۵)

ولد الزنا کے کان میں اذان اور اس کی نماز جنازہ کا حکم:

سوال:　ولد الزنا کے کان میں اذان دینا اور اس کے جنازہ کی نماز پڑھنا ضروری ہے، یا نہیں؟

الجواب

کان میں اذان کہنا مستحب ہے، (۱) اور اس کے جنازہ کی نماز پڑھنا فرض ہے۔ حدیث شریف میں ہے:
"**صلوا علیٰ کل بر وفاجر**". (الحدیث) (۲)
پس ولد الزنا کے جنازہ کی نماز پڑھنا چاہیے۔ (کذا فی کتب الفقه) (۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۹۲/۵)

زانیہ کا جنازہ بھی ضروری ہے؛ مگر نیک اور شریف لوگ شریک نہ ہوں:

فرائض اسلام کا اعتقاد نہ رکھنا کفر ہے، ایسے شخص کی جنازہ نہ پڑھی جائے:

(الجمعیۃ، مورخہ ۵/ اگست ۱۹۳۵ء)

سوال:　یہاں پر ایک عورت نے ایک کافر مرد کو خفیہ طور سے لیا ہوا ہے، جس پر اکثر مسلمان اس فعل قبیحہ کا ثبوت

---

(۱)　قد یسن الأذان لغیر الصلاة کما فی أذان المولود. (ردالمحتار، باب الاذان: ۳۸۵/۱، دار الفکر بیروت)

(۲)　شرح الفقه الأکبر للملاعلی قاری، ص: ۹۱

(۳)　(وهی فرض علیٰ کل مسلم مات خلا) أربعة (بغاة وقطاع طریق) فلا یغسلوا ولا یصلی علیهم، الخ.
(الدر المختار علیٰ هامش ردا لمحتار، کتاب الصلاة، باب صلوٰة الجنائز: ۱۰۱/۳)

بھی دے سکتا ہے؛ مگر عورت یوں کہتی ہے کہ ہم نے بطور نوکر رکھا ہوا ہے تو ایسی حالت میں اگر عورت مرگئی تو اس کا نماز جنازہ پڑھانا جائز ہوگا، یا نہیں؟

(۲)　یہاں پر اکثر مسلمانوں نے برمئی بدھ مذہب کی عورتوں سے شادی کئے ہوئی ہے، بوقت خواندن نکاح عورت بشکل کلمۂ طیبہ وغیرہ پڑھ کر بعد میں نکاح ہوجانے پر دائرۂ اسلام میں شمار کیا جاتا ہے؛ لیکن زن ہذا کبھی بعداز نکاح تا وفات ضروریات دین اسلام سے بھی ناواقف ہوتا ہے اور کبھی نماز روزہ وغیرہ نہیں رکھتی تو ایسے حالات میں بعداز وفات ان کا جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟ بعداز وفات شوہر کچھ دن بعد پھر مذہب کفریہ میں شامل ہوتی ہے تو آیا ایسے حالات میں مسلمانوں کے واسطے شرعی حکم کیا ہے؟

یہاں پر یک چند ایسی عورت فوت ہوئی ہے؛ مگر مسلمانوں نے نماز جنازہ نہیں پڑھا ہے اور قبرستان علاحدہ میں دفن کیا ہے روبروشوہر؟

الجواب ــ

(۱)　اگر عورت کی بدکاری کا ثبوت نہیں ہے تو اس کو متہم کرنے میں احتیاط کرنی چاہیے۔

﴿یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا، اِجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ، اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ﴾(۱)

اوراس کی موت کے بعد اس کا جنازہ بھی پڑھنا چاہیے۔(۲) ہاں اگر بدکاری کا ثبوت ہو تو اس کے ساتھ زانیہ عورتوں کی طرح معاملہ کرنا لازم ہے؛ مگر جنازہ زانیہ کا بھی پڑھنا چاہیے۔(۳) ہاں علما اور صلحا اور مقتدا جنازے میں شریک نہ ہوں، مسلمان عوام جنازہ پڑھ کر دفن کردیں۔(۴)

اور شامیہ میں ہے:

”أقول: قد يقال: لادلالة في الحديث علٰى ذلك؛ لأنه ليس فيه سوىٰ أنه عليه السلام لم يصل عليه، فالظاهر أنه امتنع زجرًا لغيره عن مثل هٰذا الفصل، كما امتنع عن الصلاة علٰى المديون ولا يلزم من ذلك عدم صلاة أحد عليه من الصحابة.(۵)

(۲)　اگر یہ عورتیں صرف زبانی کلمہ طیبہ پڑھ لیتی ہیں اور ضروریات ایمان سے واقف نہیں ہوتیں، فرائض

---

(۱)　سورة الحجرات: ۱۲

(۲-۳)　وأما بيان من يصلى عليه، فكل مسلم مات بعد الولادة يصلى عليه صغيرًا كان، أو كبيرًا ذكر كان، أو أنثىٰ، حرًا كان، أو عبدًا الا البغاة وقطاع الطريق حالهم لقول النبى صلى الله عليه وسلم صلوا علىٰ كل برٍ وفاجر. (بدائع الصنائع، فصل فى صلاة الجنازة: ۱/۳۱۱، ط: سعيد)

(۴)　عن جابر بن سمرة رضى الله عنه قال: أتى النبى صلى الله عليه وسلم برجل قتل نفسه بمشاقص، فلم يصل عليه. (صحيح لمسلم، كتاب الجنائز، فصل فى جواز زيارة قبور المشركين: ۱/۳۱۴، ط: قديمى)

(۵)　ردالمحتار، باب صلاة الجنائز: ۲/۲۱۱، ط: سعيد

اسلامیہ کا اعتقاد نہیں رکھتیں تو یہ کافرہ قرار دی جائیں گی،(۱) نہ ان کے ساتھ نکاح جائز ہوگا نہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی۔فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۱۱۹/۴-۱۲۰)

زانیہ اور ولد الزنا کی نمازِ جنازہ:

سوال: ایک عورت کو زنا کا حمل قرار پا گیا اور ولادت کے دو دن بعد زچہ بچہ دونوں کا انتقال ہوگیا تو ان کی نماز جنازہ پڑھنی چاہیے، یا نہیں؟ کیوں کہ زانی اور زانیہ کو سنگسار کرنا فرمایا گیا ہے؟ (عبدالشکور زید پورداری)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

دونوں کی جنازہ کی نماز لازم ہے، سنگسار کرنے کا حکم مستقل ہے، اس سے نماز جنازہ ساقط نہیں ہوتی،(۲) اور ایسے بچہ کو تو سنگسار کرنے کا بھی حکم نہیں۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ محمودیہ: ۶۲۸/۸)

ولد الزنا کا جنازہ بھی ضروری ہے، والدہ کے جنازے میں نیک لوگ شریک نہ ہوں:

(الجمعیۃ، مورخہ ۲۲/جنوری ۱۹۲۶ء)

سوال: ایک مرد مسلمان کی دو عورتیں ہیں: ایک منکوحہ، ایک غیر منکوحہ، یہ بات سب گاؤں والے جانتے ہیں، بارہا کہا گیا کہ تم نکاح پڑھالو؛ مگر وہ آج کل آج کل کہہ کر ٹالتا رہا اولاد بھی پیدا ہوتی جاتی ہے؛ مگر نکاح پڑھانے پر راضی نہیں ہوتا، اگر اس غیر منکوحہ کا بچہ، یا خود غیر منکوحہ فوت ہو جائے تو اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا اور نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟

---

(۱) لأن الحق عدم التكفير أهل القبلة وان وقع الزاماً دى المباحث بخلا ف من خالف القواطع المعلومة من بالضرورة من الدين. (ردالمحتار، كتاب النكاح، فصل فى المحرمات: ۴۵/۳، ۴۶، ط: سعيد)

(۲) عن عمروبن يحى رضى الله تعالىٰ عنه، قال: صلى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم على ولد الزناوأمه ماتت فى نفاسها. (مصنف عبد الرزاق، باب الصلاة على ولد الزناوالمرجوم، (رقم الحديث: ۶۶۱۲) : ۵۳۴/۳، المكتب الإسلامى)

عن أبى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "الجهاد واجب عليكم مع كل أميربراً كان أو فاجراً... والصلوة واجبة علىٰ كل مسلم براً كان أوفاجراً وإن عمل الكبائر". (سنن أبى داؤد، كتاب الجهاد، باب فى الغزو مع أئمة الجور: ۳۵۰/۱، إمدادية ملتان)

فكل مسلم مات بعد الولادة، يصلى عليه صغيراً كان أو كبيراًذكراً كان أوأنثىٰ الا البغاة وقطاع الطريق ومن بمثل حالهم لقوله النبى صلى الله تعالىٰ عليه و سلم: "صلوعلى كل بر وفاجر". (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، الجنائز، فصل و أما بيان من يصلى عليه: ۴۷/۲، رشيدية)

لقوله صلى الله عليه وسلم: صلواعلىٰ كل بروفاجر، وانما كانت فرض كفاية لقوله عليه السلام : صلوا علىٰ صاحبكم ولوكانت فرض عين ما نركها. (حاشية الطحطاوى علىٰ مراقى الفلاح، أحكام الجنائز، فصل: الصلاة عليه، ص: ۵۸۰، قديمى)

الجواب

ہاں اس عورت اور اس کے بے نکاحی بچوں کا جنازہ پڑھ کر مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا چاہیے؛ کیوں کہ وہ عورت اور اس کے سب بچے مسلمان ہیں (اور جنازے کی نماز کی صحت کے لیے مسلمان ہونا کافی ہے۔

"وأما بيان من يصلٰى عليه،فكل مسلم مات بعدالولادة يصلٰى عليه،صغيرًا كان أو كبيرًا، ذكرًا كان أو أنثٰى حراً كان أو عبداً إلا البغاة،إلخ. (۱)

اور بچوں کی کوئی خطا نہیں ہے،قصور ان کے والدین کا ہے،(۲) ہاں والدین کے جنازے میں مقتدا اور پیشوا شریک نہ ہوں تو بہتر ہے،(۳) جب کہ اسی حالت میں ان کا انتقال ہو جائے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی: ۱۱۶/۴-۱۱۷)

ولدالزنا کی نماز جنازہ:

سوال: ایک مسلمان شخص ایک مسلمان عورت کو بھگا کر لے گیا تھا اس کے گھر میں اسی عورت سے ایک بچہ پیدا ہوا اور ڈھائی سال کا ہو کر مر گیا، مرنے کے بعد اس شہر کی مسجد کے امام نے کہہ دیا کہ اس کا جنازہ پڑھنا جائز نہیں؟

(المستفتی: ۱۲۵۰، غلام قادر صاحب، ہزارہ، ۱۵/رمضان ۱۳۵۶ھ، مطابق ۲۰/نومبر ۱۹۳۷ء)

الجواب

لڑکا جو پیدا ہوا اور ڈھائی سال کا ہو کر مر گیا، اس کا جنازہ پڑھنا جائز تھا؛ کیوں کہ وہ بچہ قصوروار نہیں تھا اور مسلمان بچہ تھا، امام نے نماز جنازہ نہ پڑھنے میں غلطی کی۔(۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی: ۱۱۰/۴)

---

(۱) بدائع الصنائع،فصل فی صلاة الجنازة: ۳۱۱/۱،ط:رشيدية كوئٹة

(۲) لہٰذا والدین کی وجہ سے اولاد کو قصوروار نہیں ٹھرایا جائے گا۔﴿اَلاَّ تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی﴾(سورةالنجم: ۳۸)

(۳) عن جابر بن سمرة رضى الله عنه قال:أتى النبى صلى الله تعالٰى عليه وسلم برجل قتل نفسه بمشاقص،فلم يصل عليه.(صحيح لمسلم،كتاب الجنائز،فصل فى جواز زيارة قبور المشركين: ۳۱٤/۱،ط:قديمى)

اور شامیہ میں ہے:"أقول:قد يقال:لادلالة فى الحديث علٰى ذلك؛لأنه ليس فيه سوىٰ أنه عليه السلام لم يصل عليه ، فالظاهر أنه امتنع زجرًا لغيره عن مثل هٰذا الفعل كما امتنع عن الصلاة علٰى المديون،ولا يلزم من ذلك عدم صلاة أحد عليه من الصحابة.(ردالمحتار،كتاب الصلاة،باب صلاة الجنائز: ۲ / ۲۱۱،ط:سعيد)

(۴) وأما بيان من يصلٰى عليه،فكل مسلم مات بعد الولادة يصلى عليه صغيراً كان أو كبيرًا ذكرًا كان،أو أنثى حرًا كان أو عبداً إلا البغاة،وقطاع الطريق ومن بمثل حالهم.(بدائع الصنائع،فصل فى الجنازة: ۳۱۱/۱، طبع: مكتبةرشيدية، كوئٹة)

بچے پر جنازہ نہ پڑھنے کی کوئی وجہ نہیں، وہ تو خود بے قصور ہے،قصور تو اس کے والدین نے کیا ہے، بچہ پر نماز نہ پڑھنا غلط ہے۔

ولد الزنا کی نماز جنازہ بھی ضروری ہے:

سوال: ''ولد الزنا یقینی'' کسبی عورت کا ہو، یا اور کسی عورت کا، اس کے حق میں نماز جنازہ پڑھنی چاہیے، یا نہیں؟ جو علما کسبی کے ''ولد الزنا'' کی نماز جنازہ سے منع فرماتے ہیں، ان کی دلیل کیا ہے؟

(المستفتی: ۴۰۸، مولوی محمد عالم امام جامع مسجد جام نیر، ۲۲/ جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ، مطابق ۲/ اکتوبر ۱۹۳۴ء)

الجواب

ولد الزنا جس کے ماں باپ دونوں، یا دونوں میں سے کوئی ایک مسلمان ہو، وہ مسلمان بچہ ہے اور اس کی نماز جنازہ پڑھنی چاہیے، ظاہر ہے کہ ولد الزنا ہونے میں اس کا کوئی قصور نہیں، قصور اگر والدین کا ہو تو بچہ اس کا مواخذہ دار نہیں ہو سکتا، وہ تو معصوم بے گناہ ہے، تعزیر تنبیہ اور زجر کا نہ محل ہے؛ کیوں کہ نابالغ تھا اور نہ مستحق ہے؛ کیوں کہ ولد الزنا ہونا اس کا اختیاری فعل نہیں ہے، (۱) اگر تنبیہ، یا زجر زانی اور زانیہ کو ہو تو مضائقہ نہیں ہے، وہ بھی اس صورت سے کہ زانی اور زانیہ کے جنازے کی نماز سب لوگ اور اچھے لوگ نہ پڑھیں، ایک دو آدمی پڑھ کر دفن کر دیں۔ (۲) فقط

محمد کفایت اللہ (کفایت المفتی: ۹۲/۴)

ولد الزنا من مسلم و کافر پر نماز پڑھی جائے گی، یا نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ ولد الزنا من مسلمہ و کافر و نصرانیہ بچپن میں مر جائے تو اس بچہ کی تجہیز و تکفین وصلوٰۃ جنازہ مسلمانوں کی طرح کی جائے گی اور اپنی تائید میں علامہ شامی کی تقریر شامی، جلد ثانی، ص: ۵۴۸، باب نکاح الکافر پیش کرتا ہے، جو حسب ذیل ہے:

(والولد يتبع الأبوين دينا) تنبيه: يشعر التعبير بالأبوين إخراج ولد الزنا ورأيت في فتاوىٰ الشهاب الشلبي قال: واقعة الفتوى في زماننا: مسلم زنى بنصرانية فأتت بولد فهل يكون مسلماً، أجاب بعض الشافعية بعدمه و بعضهم باسلامه و ذكر أن السبكي نص عليه وهو غير ظاهر فإن الشارع قطع نسب ولد الزنا وبنته من الزنا تحل له عندهم فكيف يكون مسلماً وأفتىٰ قاضي

---

(۱) کیوں کہ اس سے بچنا اس بچے کی قدرت میں نہیں تھا اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ (سورة البقرة: ۲۸۶) اور دوسرے کا گناہ اس بچے پر ڈالنا بھی صحیح نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى﴾ (سورة النجم: ۳۸)

(۲) عن جابر بن سمرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال: أتي النبي صلى اللّٰه عليه وسلم برجل قتل نفسه بمشاقص، فلم يصل عليه (مسلم شريف، كتاب الجنائز، فصل في جواز زيارة قبور المشركين: ۳۱۴/۱، ط: قديمي)

اور شامیہ میں ہے: أقول: قد يقال، لا دلالة في الحديث على ذالک، لأنه ليس فيه سوى أنه عليه السلام لم يصل عليه، فالظاهر أنه امتنع زجرًا لغيره عن مثل هٰذا الفعل كما امتنع عن الصلاة على المديون، ولا يلزم من ذلک عدم صلاة أحد عليه من الصحابة. (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ۲۱۱/۲، ط: سعيد)

القضاة الحنبلى باسلامه أيضاً، وتوقفت عن الكتابة فإنه وإن كان مقطوع النسب عن أبيه حتٰى لايرثه فقدصرحوا عندنا بان بنته من الزنا لاتحل له وبأنه لايدفع زكاته لابنه من الزنا ولاتقبل شهادته له والذى يقوى عندى أنه لايحكم باسلامه على مقتضى مذهبنا وإنما أثبتوا الأحكام المذكورة احتياطاً نظراً لحقيقة الجزئية بينهما،آه.قلت:يظهرلى الحكم بالاسلام للحديث "كل مولود يولد على الفطرة حتٰى يكون أبواه هما اللذان يهودانه أوينصرانه" فإنهم قالوا:إنه جعل اتفاقهما ناقلا له عن الفطرة فإذا لم يتفقا بقى علٰى أصل الفطرة أوعلٰى ما هوأقرب إليها حتٰى لوكان أحدهما مجوسيا والآخر كتابيا فهو كتابى كما يأتى وهنا ليس له أبوان متفقان فيبقى على الفطرة ولأنهم قالوا إن الحاقه بالمسلم منهما أوبالكتابى انفع له ولاشک أن النظرلحقيقة الجزئية أنفع له وأيضاً حيث نظروا للجزئية فى تلک المسائل احتياطاً فلينظر إليها هنا احتياطاً أيضاً فان الاحتياط بالدين أولىٰ ولان الكفر أقبح القبيح فلاينبغى الحكم به على شخص بدون أمر صريح ولانهم قالوا فى حرمة بنته من الزنا ان الشرع قطع النسبة إلى الزانى لما فيها من إشاعة الفاحشة فلم يثبت النفقة والارث لذلک وهذا لاينفى النسبة الحقيقية؛لأن الحقائق لأمرد لها فمن ادعٰى أنه لابد من النسبة الشرعية فعليه البيان .(۱)

عمرو کہتا ہے کہ یہ صرف علامہ شامی کی رائے ہے کہ کوئی فقہی مسئلہ مصرح نہیں ہے،خود علامہ شامی اقرار فرماتے ہیں کہ علی مقتضی مذہبنا اور قواعد شرعیہ کی رو سے وہ ولد مسلمان نہیں قرار دیا جائے گا اور یہ کہتا ہے کہ خود علامہ کے دلائل میں کلام ہے،جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) "**کل مولود یولد علی الفطرة**" الخ، اس حدیث پر علامہ شامی نے جو تقریر کی ہے،اس میں لفظ ابوین ہے اور خود علامہ شامی اوپر "**والولد يتبع خيرالابوين دينا**" کے تحت میں "**يشعر التبعية بالأبوين إخراج ولد الزنا**" فرما چکے ہیں،**فكذلک فى الحديث** تو ولدالزنا کے لیے کسی حکم کا اس حدیث سے استنباط صحیح نہیں ہے۔

(۲) حدیث مذکور سے اتفاق الوالدین علی مذہب واحد نہیں نکلتا، نیز عذر عدم اتفاق الوالدین علی مذہب واحد کا کیا حکم ہے،اس سے حدیث ساکت ہے؛اس لیے اصل فطرت، یاالی ماہواقرب الیہا کی طرف نقل کرنے کے لیے کسی خارجی دلیل کی ضرورت ہے۔(**فأين برهان**)

(۳) فقہانے انفع کے ساتھ الحاق کا جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ بھی نکاح کی صورت میں ہے نہ کہ ولدالزنا کے لئے بلکہ ولدالزنا کے لئے عامہ فقہارحمہم اللہ تصریح فرماتے ہیں نیز علامہ شامی خود اقرار فرماتے ہیں کہ ولدالزنا کی نسبت اس کی ماں کی طرف ہوگی (**فأين هذا بذلک**)

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح،باب نكاح الكافر: ۴/ ۳۷۰ـ ۳۷۱،مكتبة زكريا ديوبند،انيس

(۴) اگرچہ زانی بچے کی نسبت اپنی طرف کرتا ہے؛ مگر فی الواقع حقیقت جزئیت مدعی کی خصوصاً زنا میں مشکوک فیہ ہے، بخلاف زانیہ کے کہ وہ اس کی ماں یقینی ہے۔ (وھذا أمر صریح)

اور عمرو اپنے دلائل میں حسب ذیل امور پیش کرتا ہے۔

(۱) شرع نے ولدالزنا کی نسبت کو زانی سے منقطع شمار کیا ہے اور اسی لیے زانی کے مال میں سے اسے ارث، یا نفقہ نہیں دیا جائے گا۔ ہاں زانی کے لیے بنت من الزنا کو احتیاطاً حرام کہا ہے، صرف اس واسطے کہ اس میں اشاعت فاحشہ ہے تو خود ایک مدعی اسلام غیر مسلم کے ساتھ ساری عمر بلا نکاح کے زنا کرتا رہے اور اس کے بچوں پر اسلام کا حکم لگا کر مسلمانوں کا سا معاملہ ہوتا رہے تو اس سے نہ تو زانی کو عبرت ہو، نہ مزنیہ کو مسلمان بنا کر نکاح کی توفیق ہو اور نہ خود زانی کو اپنے فعل شنیع کا خیال تک گزرے تو یہ اقبح تو القبیح اور افحش الفواحش ہے، اس میں تو اور بھی مزید احتیاط کی ضرورت ہے۔

(۲) عامہ فقہاء رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ ولدالزنا کی نسبت اس کی ماں کی طرف کی جائے گی، اگر اس کی ماں مسلمہ ہے تو تبعاً لہا وہ بھی مسلم اور اگر اس کی ماں کافرہ ہے تو وہ بھی اس کا تابع رہے گا۔

(۳) زانی اور زانیہ کی عبرت کے لیے یہ ضروری ہے کہ ولدالزنا کے ساتھ مسلمانوں کا سا معاملہ نہ کیا جائے، ورنہ انہیں افحش الفواحش کی اور مزید جرأت ہوگی اور اپنے فعل قبیح کے ترک کرنے اور زانیہ کو مسلمان بنا کر نکاح کرنے کا خیال تک نہ گزرے گا، جو اقبح القبیح ہونے کے ساتھ اسلام کا مذلل اور محقر ہے اور قطع نسبت من الزانی کی صورت میں اگر طریق مستقیم پر چلنے کے لیے مجبور کیا جائے تو سارے کنبے کے لیے فلاح دارین یقینی ہے۔

(۴) نیز عمرو حضرت مولانا عبدالحیؒ صاحب کا یہ فتویٰ اپنی دلیل میں پیش کرتا ہے، جو حسب ذیل ہے:

سوال: مسلمان مرد اور کافرہ عورت سے، یا کافر مرد اور مسلمان عورت سے بذریعہ زنا لڑکا، یا لڑکی پیدا ہو کر قبل بلوغ، یا بعد بلوغ مر جائے تو ان کی تجہیز و تکفین کا کیا حکم ہے؟

الجواب

بلوغ کے بعد اگر وہ ایمان لائیں تو مسلمانوں کی طرح ان کی تجہیز و تکفین ہوگی، ورنہ کفار کی طرح اور بلوغ کے پہلے وہ ماں کے تابع ہیں؛ کیوں کہ ولدالزنا کا نسب زانیہ سے ثابت ہوتا ہے، نہ کہ زانی سے اور بحر وغیرہ میں ہے: ”**ھو تابع لأحد أبویہ إلی البلوغ مالم یحدث إسلام وھو ممیز**“، وہ اپنے ماں باپ میں سے سن بلوغ تک ایک کا تابع رہے گا، یہاں تک وہ سن تمیز کو پہنچ کر اسلام ظاہر کرے۔ پس جب تک وہ ایام تمیز میں اسلام نہ لائے گا، ماں کے تابع رہے گا۔ حررہ محمد عبدالحی (مجموعۃ الفتاویٰ جلد اول، باب التجہیز والتکفین، ص: ۳۶۸)

یہ معلوم رہے کہ یہاں پر بہت سے مدعیان اسلام اس فعل شنیع کے مرتکب ہیں اور انہیں قطعاً دین کی طرف توجہ نہیں ہے اور نہ انہیں اپنے کرتوت کا احساس ہے، نہ کسی کو نکاح کی پرواہ، نہ کفر کا خیال، اگر ان کی اولاد کے ساتھ مسلمانوں

کا سا معاملہ کیا جائے تو مزنیہ کو مسلمان بنا کر نکاح کرنے کی طرف کوئی شے داعی نہیں ہے۔امید ہے کہ آپ بالتفصیل جواب ارسال فرمائیں گے، یہاں پر دع طرفہ راہیں ہیں، زید حق بجانب ہے، یا عمرو، یا دونوں؟ نیز اگر عمرو نے مذکورہ بالا دلائل کی رو سے عدم اسلام کا فتویٰ دیا تو آثم تو نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

مسئلہ بالکل ظاہر ہے، حدیث ''**الولد للفراش وللعاهر الحجر**'' دلالت میں قطعی ہے، نص کے ہوتے ہوئے خود قیاس ہی کوئی چیز نہیں، چہ جائے رائے محض، اگر کسی کو شبہ ہو کہ حدیث مذکور کے مقابلہ میں دوسری حدیث میں ہے: ''**كل مولود يولد على الفطرة**''، اس کا جواب خود فطرت کے معنی میں دو احتمال ہیں: اسلام، یا استعداد اسلام والثانی اقرب لحدیث ابی داؤد:

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كل مولودٍ يولد على الفطرة فأبواه يهودانه وينصرانه كما تناتج الابل من بهيمة جمعاء هل تحسن من جدعاء قالوا: يا رسول الله أفرأيت من يموت أفرأيت من يموت وهو صغير قال: الله أعلم بماكانو اعاملين. (من كتاب السنة)(۱)

فلو كان معنى الفطرة الاسلام لما توقف صلى الله عليه وسلم فى حكمهم ؛ لأن الشيء إذا ثبت ثبت بلوازمه ومن لوازم الاسلام الحكم بدخول الجنة وفى مجمع البحار يريد أنه يولد على نوع من الجبلة والطبع المتهيئ لقول الدين، الخ اور اگر اقرب بھی نہ ہو، تب بھی **إذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال** تو محتمل معارض نہیں ہو سکتا قطعی کا اور جو مصالح حکم بالاسلام کے لکھے ہوئے ہیں، اول تو رائے محض ہے، دوسرے اس حکم بالاسلام میں مفاسد بھی ہیں، جو سوال میں مذکور ہیں، **فإذا تعارضا تساقطا**، اب مدار حکم محض نص رہ گئی، وقد مر تقریر النص۔ واللہ اعلم

۸؍رجب ۱۳۵۴ھ

(نوٹ) ایک سوال وجواب ایسے بچہ کی نماز کے متعلق لکھا گیا ہے، جس کے ابوین کافرین نے کسی مسلمان کو پرورش کے لیے دی دیا، وہ ۹؍ذی الحجہ ۱۳۵۳ھ کا لکھا ہوا اور النور شوال ۱۳۵۴ھ، ص: ۸، تا ۱۰ میں طبع ہوا ہے۔

(النور، ص: ۷، شعبان ۱۳۵۵ھ) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۴۷۷-۴۷۸)

رسالة الصلاة على الميت الصبي المتولد بين مسلم و كافرة بغي:

حضرت مخدومنا مولانا محمد اشرف علی صاحب مدظلہ العالی　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: اپنی جماعت کے علما میں ٹرانسوال جنوبی افریقہ میں اولاد الزنا (من الکافرۃ) کے مسلم ہونے میں اختلاف

(۱) سنن أبي داؤد، كتاب السنة، باب في زراري المشركين: ۲/ ۳۰۰، مكتبة حقانية، ملتان، انيس

ہوا، اس کے متعلق جناب مولوی اسمٰعیل گارڈی صاحب نے مختلف جگہ سوالات روانہ کئے تھے اور یہ کام بندہ کے سپرد کیا تھا، ہر دو جانب کے دلائل لکھ کر انہوں نے سوال یہاں بندہ کے پاس بھیج دیا تھا، بندہ نے ان کی تحریر کے مطابق مختلف علما کی خدمت میں سوال روانہ کئے تھے، نصف کے قریب جوابات آگئے اور دوسری جگہ سے جوابات ابھی تک نہیں آئے، شاید بعد میں آویں، چوں کہ دونوں جانب دلائل ہیں اور دونوں گروہ مختلف جیسے وہاں ہوگئے ہیں، یہاں بھی مختلف ہوگئے؛ اس لیے میں نے ٹرانسوال مولوی اسمٰعیل گارڈی صاحب کے پاس لکھا کہ میں ان سب جوابوں کو بھیج دوں، یا کسی بڑے عالم سے محاکمہ کرا کر بھیج دوں انہوں نے محاکمہ کے لیے آپ کی خدمت میں بھیج دینے کے لیے لکھا؛ اس لیے بندہ ہر دو جانب کی تحریریں آپ کی خدمت میں روانہ کرتا ہوں، حضور عالی کی خدمت میں عرض ہے کہ تکلیف فرما کر محاکمہ تحریر فرمائیں گے، اللہ سبحانہ تعالیٰ اجر عنایت فرماوے گا۔ نیز ایک فریق میں بندہ بھی ہے، بندہ نے بھی اس کے متعلق جواب لکھا تھا اور ایسے بچوں کی نماز جنازہ نہیں پڑھنا چاہیے، یہی خیال تھا؛ لیکن دوسری جانب بڑے بڑے علما کی تحریریں اور دلائل دیکھ کر اب یہی خیال آتا ہے کہ دوسری جانب حق ہے، خصوص مولانا محمد اسحٰق صاحب بردوانی اور مدرسہ الباقیات الصالحات کے مفتی صاحب اور مولانا محمد حسین صاحب مرادآبادی قاضی بھوپال اور ریاست ٹونک کے مفتی صاحب کی تحریریں دیکھ کر یہ خیال پیدا ہوا؛ اس لیے محاکمہ ہو جانے سے حضور عالی کی تحریر سے بندہ کو بھی حق راستہ معلوم ہو جائے گا اور افریقہ میں بھی ان شاء اللہ حضور عالی کے محاکمہ سے اختلاف باقی نہ رہے گا۔

الجواب ـــ

مشفقی مکرمی دامت فیوضہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ

صحیفہ محبت مع کاغذات جوابات استفتا پہنچا، گو مجھ کو نہ ہجوم اشتغال سے فرصت، نہ ضعف اضمحلال سے مراجعت کتب کی قوت؛ مگر امتثال امر کی نیت سے کاغذات لے کر بیٹھا تو میری استعداد سے زیادہ کچھ ہمت وتوفیق عطا فرمادی گئی اور سب کاغذات دیکھ لیے گئے، اگرچہ تعمق سے نہیں دیکھ سکا؛ مگر وہ نظر سرسری سے کچھ بڑھی ہوئی تھی، جن کاغذات پر نظر کی گئی، ان کی مجمل فہرست یہ ہے:

(جواب:۱) مفتی صاحب راندیر ضلع سورت، (جواب:۲) علما مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور، (جواب:۳) دارالافتاء حسینیہ راندیریہ، (جواب:۴) مدرسہ امینیہ دہلی (جواب:۵) جامع العلوم کانپور۔ ان جوابات میں عمرو مانع صلوٰۃ کو ترجیح دی گئی ہے۔ (جواب:۶) مدرسہ یوسفیہ مینڈو ضلع علی گڑھ، اس جواب میں زید مجوز صلوٰۃ وعمرو مانع صلوۃ کے قول کے بین بین کچھ تفصیل کی گئی ہے۔ (جواب:۷) مدرسہ معین الاسلام ہاٹ ہزاری ضلع چاٹگام، (جواب:۸) مدرسہ دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف، (جواب:۹) دارالعلوم دیوبند، (جواب:۱۰) مولانا محمد اسحٰق صاحب بردوانی، (جواب:۱۱) مدرسہ باقیات صالحات ویلور علاقہ مدراس، (جواب ۱۲) عدالت شرع شریف صدر ریاست السلام ٹونک، جس میں یہ عبارت بھی ہے: بعض شوافع بھی اسلام ابن الزنا کے قائل ہیں اور قاضی القضاۃ حنابلہ نے تو اس پر فتویٰ دیا ہے۔

(جواب: ۱۳۰) قاضی ریاست بھوپال ان سب میں زید مجوز صلوٰۃ کو ترجیح دی گئی ہے۔ میں اس باب میں اس کے قبل بھی کچھ مختصر کہہ چکا ہوں۔ ان جوابات کے دیکھنے کے بعد بھی میری رائے نہیں بدلی، نہ مجھ کو تر ددو ہو، زید کے قول کو جن حضرات نے ترجیح دی ہے، انہوں نے کوئی روایت جزئیہ، یا کلیہ مذہب کی نقل نہیں کی، محض قیاس واستنباط سے کام لیا ہے، جو غیر مجتہد کا حق نہیں؛ اس لیے میں عمرو کے قول کو صحیح سمجھتا ہوں اور اپنا جواب مذکور مرقوم ۸/ رجب ۱۳۵۴ھ بعنوان فتویٰ اول نقل کرتا ہوں (۱): ایک بناء ترجیح قول زید کی اس بچہ کا مسلمان کی پرورش میں ہونا بھی محتمل تھی، اس کے متعلق بھی اپنا ایک جواب مرقوم ۹/ ذی الحجہ ۱۳۵۳ھ بعنوان فتویٰ ثانی نقل کرتا ہوں (۲): اس سے زیادہ مجھ کو مفصل ومطول ومکمل کلام کرنے کی نہ فرصت، نہ قوت، جیسا اوپر بھی یہی عذر کیا گیا ہے، البتہ ٹونک کے فتوے میں جو بعض شوافع وحنابلہ کے اقوال سے استدلال کیا گیا، مفتی وصاحب سے مکرر مراجعت کی جاوے، اگر یہ قول مجتہد کا ہے تو حنفیہ کو مواقع ضرورت ومصلحت میں اس پر عمل کرنا جائز ہے اور اگر وہ علماء مقلدین کا ہے تو اس کا مرتبہ ایسا ہی ہے جیسے ہمارے علماء مقلدین کے قول کا اور چوں کہ یہ تحریر اس مسئلہ خاص میں ایک اہم درجہ میں مفید اور جامع ہے؛ اس لیے اس کا ایک مستقل لقب بھی تجویز کرتا ہوں: ''**الصلاة على الميت الصبی المتولدبين مسلم و كافرة بغی**'' (۳) یہ لقب معظم مقصود؛ یعنی فتویٰ اول کے مضمون کی بنا پر رکھا گیا ہے؛ کیوں کہ فتویٰ ثانی تو محض استطر ادی ہے۔ واللہ اعلم

۲۹/ صفر ۱۳۵۵ھ (النور، ذی قعدہ ۱۳۵۵ھ) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۸۷۷-۷۸۰)

مسلمان وکافر کے تعلقات سے پیدا ہونے والے بچے کا حکم:

سوال: حنفیہ کے نزدیک ولد الزنا کا نسب تو زانی سے ثابت نہیں ہوتا اور وہ ماں کی طرف منسوب کیا جاتا ہے؛ لیکن شامی، جلد ثانی، باب نکاح الکافر میں ''**الولد يتبع خير الأبوين**'' دنیا کے تحت میں تحریر فرمایا ہے کہ اگر مسلم اور نصرانیہ سے ولد الزنا پیدا ہو تو مذہب کے قواعد کی رو سے تو اس کے اسلام کا حکم نہ کیا جانا چاہیے؛ لیکن بعد میں اس بات پر زور دیا ہے کہ احتیاطاً اس کو مسلمان کہنا چاہیے، بناءً علیہ اگر اس قسم کا ولد الزنا مسلم زانی کی پرورش میں چند سال رہ کر قبل البلوغ گزر جاوے تو اس کی تجہیز وتکفین اسلامی طریقے پر کر کے اس پر نماز جنازہ پڑھی جاوے، یا نہیں؟ اگر مسلم اور کافرہ سے ولد الزنا پیدا ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟ اگر مسلم زانی کی پرورش میں نہ رہے؛ بلکہ نصرانیہ، یا کافرہ ماں کی پرورش میں رہ کر قبل البلوغ گزر جائے تو کیا حکم ہے؟

(المستفتی: ۴۱۳۰، ابراہیم سنجالوی، جوہانسبرگ (افریقہ) ۲۷/ جمادی الثانیہ ۱۳۵۳ھ، مطابق ۷/ اکتوبر ۱۹۳۴ء)

---

(۱) فی الحال امداد الفتاویٰ قلمی سے نقل کر دیا گیا امید ہے کہ یہ جواب رسالہ النور بابت رجب (یہ اندازتھا؛ مگر اس کی اشاعت النور شعبان ۱۳۵۵ھ میں ہوتی) ۱۳۵۵ھ میں تقریبا، یا اس سے ایک رسالہ مقدم، یا مؤخر شائع ہو جائے گا۔

(۲) یہ جواب النور شوال ۱۳۵۴ھ، ص: ۸، ۱۰، میں شائع ہو چکا ہے۔

(۳) اگر کوئی صاحب اس کو مع اوپر یہ کے سب فتاویٰ کے شائع کر دیں تو امید نفع کی ہے۔

الجواب

ہاں یہی اولی واحوط ہے کہ اس کو مسلمان قرار دیا جائے اور اگر اس قسم کا بچہ زانی مسلم کی تربیت میں ہونے کی صورت میں مرجائے تو مسلمانوں کی طرح اس کی تجہیز وتکفین کی جائے اور جنازے کی نماز پڑھی جائے اور یہی حکم مسلم اور کافرہ کے ولدالزنا کا بھی ہے، اگر باپ موجود ہو تو نصرانیہ یا کافرہ کے قبضے میں ہونا اس حکم کو نہ بدلے گا۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۹۳/۴)

ڈاکو اور باغی وغیرہ کی نماز جنازہ کیوں جائز نہیں:

سوال قطاع الطریق باغی وغیرہ کے جنازہ کی نماز کی کیوں ممانعت ہے؟

الجواب

اس سے غرض عبرت اور تنبیہ دوسروں کو کرنی ہے۔

شامی میں ہے: ”**وإنما لم يغسلوا ولم يصل عليهم إهانة لهم وزجراً لغيرهم عن فعلهم، الخ**“. (۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۰۸/۵)

باغی ڈاکو اور ماں باپ کے قاتل کی نمازِ جنازہ نہیں:

سوال: قاتل کو سزا کے طور پر قتل کیا جائے، یا پھانسی دی جائے؟ اس کی نماز جنازہ کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اگر والدین کا قاتل ہو، اس صورت میں کیا حکم ہے؟ فاسق وفاجر وزانی کی موت پر اس کی نماز جنازہ کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب

نماز جنازہ ہر گناہ گار مسلمان کی ہے، البتہ باغی اور ڈاکو اگر مقابلے میں مارے جائیں تو ان کا جنازہ نہ پڑھایا جائے، نہ ان کو غسل دیا جائے۔ (۲) اسی طرح جس شخص نے اپنے ماں باپ میں سے کسی کو قتل کر دیا ہو، اور اسے قصاصا قتل کیا جائے تو اس کا جنازہ بھی نہیں پڑھا جائے گا، اور اگر وہ اپنی موت مرے تو اس کا جنازہ پڑھا جائے گا؛ (۳) تاہم سربرآوردہ لوگ اس کے جنازے میں شرکت نہ کریں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۵۹/۴-۳۶۰)

---

(۱) رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ۱۰۱/۲، دار الکتاب دیوبند، انیس

(۲) (وهي فرض علىٰ كل مسلم مات خلا) أربعة (بغاة وقطاع طريق) فلا يغسلوا ولا يصلى عليهم. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار: ۲۱۰/۲، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة)

(۳) (قوله: ولا يصلى علىٰ قاتل أحد أبويه) الظاهر أن المراد أنه لا يصلى عليه إذا قتله الامام قصاصاً أما لو مات حتف أنفه يصلى عليه، كما في البغاة ونحوهم، ولم أره صريحا فليراجع. (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة: ۲۱۲/۲، دار الفكر بيروت، انيس)

ڈاکو کی نماز جنازہ:

سوال: راہزنی میں ملوث دو مسلمان ہمارے گاؤں سے بارہ کیلومیٹر کے فاصلے پر وہاں کے لوگوں کے ذریعہ گھیر کر جائے واردات پر ہی ہلاک کردئے گئے۔ ہلاک کرنے والے سارے کے سارے لوگ غیر مسلم تھے۔ بعد میں پولس کاروائی کے بعد لاشیں ان کے وارثان کے حوالے کردی گئیں؛ لیکن اس معاملے میں گاؤں والوں کے درمیان زبردست اختلاف پیدا ہوگیا کہ آیا نمازِ جنازہ پڑھی جائے، یا نہیں؟ غسل اور تجہیز وتکفین کے یہ مُردے مستحق ہیں کہ نہیں؟

اس معاملے میں علمائے دین کا فیصلہ چاہے وہ اثبات ونفی میں ہو، یا جو بھی ہو، کتابی حوالہ جات سے ارسال فرما کر ہمیں مشکور ہونے کا موقع عنایت کریں گے؟ مزید یہ بھی اطلاع دیں گے کہ اگر مُردے کے لیے نماز جنازہ ضروری تھی تو نماز نہیں پڑھنے کی صورت میں گاؤں والوں پر دینی ذمہ داری کو چھوڑنے کا مؤاخذہ ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

ڈاکوؤں اور راہزنوں کی نماز جنازہ اگر وہ ڈاکے اور راہزنی کے دوران مارے گئے ہوں۔ حنفیہ کے نزدیک نہیں پڑھی جائے گی۔ ائمہ ثلاثہ ان پر جنازہ کے قائل ہیں، حنفیہ کا مستدل سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل ہے، جنہوں نے باغیوں کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ سبھی قسم کی روایات میں تطبیق کی خاطر بہتر صورت یہ ہے کہ سماج کے اہم اور ذمہ دار لوگ جنازہ میں شریک نہ ہوں؛ تاکہ دوسروں کو عبرت حاصل ہو اور عام لوگ جنازہ پڑھ دیں؛ تاکہ کوئی مسلمان بغیر نماز جنازہ دفن نہیں کیا جائے۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل عبارتوں پر نظر رکھی جائے:

”ولنا ما روی عن علی رضی اللّٰہ عنہ أنہ لم یغسل أھل نھروان ولم یصل علیھم فقیل لہ أکفار ھم؟فقال لا،ولکن ھم أخواننا بغوا علینا أشارالٰی ترک الغسل والصلاۃ علیھم إھانۃ لھم لیکون زجرًا لغیرھم وکان ذلک بمحضرمن الصحابۃ رضی اللّٰہ عنھم ولم ینکرعلیہ أحد فیکون اجماعًا ... وإذا ثبت الحکم فی البغاۃ ثبت فی قطاع الطریق؛لأنھم فی معناھم اذ ھم یسعون فی الأرض بالفساد کالبغاۃ فکانوا فی استحقاق الاھانۃ مثلھم“.(۱)

وان قتل البغاۃ بعد وضع الحرب أو زارھا یصلی علیھم وکذا قطاع الطریق اذ أخذھم الامام ثم قتلھم یصلّی علیھم“.(۲)

عن زید بن خالد الجھنی أن رجلاً من أصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم توفی یوم خیبرفذکروا ذلک لرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال:صلوا علی صاحبکم غل فی سبیل اللّٰہ ففتشنا متاعہ فوجدنا خرزًا من خرز یھودی لا یساوی درھمین“.(۳)

---

(۱) بدائع الصنائع،کتاب الصلاۃ،فصل فی بیان من یصلی علیہ:۳۳۹/۲،دار الکتب العلمیۃ بیروت،انیس

(۲) الحلبی الکبیر،فصل فی الجنائز،ص:۵۹۰-۵۹۱

(۳) السنن لأبی داؤد،کتاب الجھاد،باب فی تعزیر الغلول:۱۴/۲،مکتبۃ حقانیۃ،ملتان،انیس

"عن جابر بن سمرة رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال: أتی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم برجل قتل نفسه بمشاقص فلم یصل علیه". (۱)

"عن سلمة بن الأكوع أن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم أتی بجنازة لیصلی علیها فقال: هل علیه من دین؟ قالوا: لا فصلی علیه، ثم أتی بجنازة أخری، فقال: علیه من دین؟ قالوا: نعم، قال: فصلوا علٰی صاحبکم، الخ". (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی، ۲۰/۳/۱۴۱۷ھ - (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۵۲۴-۵۲۵)

ڈاکو ڈاکہ زنی کی حالت میں مارا جائے تو نماز جنازہ پڑھی جائے گی، یا نہیں:

سوال: مسلمان ڈاکو اگر ڈاکہ زنی کی حالت میں مارا جائے تو کیا اس کا ایمان قائم رہے گا؟ اور اس کی نمازِ جنازہ جائز ہے؟

زانی کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی، یا نہیں:

سوال: مسلمان زنا کی حالت میں مر جاوے تو کیا اس کا ایمان قائم رہے گا اور اس کی نمازِ جنازہ جائز ہے؟

الجواب

(۱-۲) وہ شخص فاسق ہے، کافر نہیں ہے، اس کے جنازہ کی نماز پڑھی جاوے گی، لقوله علیه الصلاة والسلام: صلوا علٰی کل بر و فاجر. (الحدیث) (۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۵/۳۰۹)

جس کی نماز ہ غیر مسلم نے پڑھائی، اس پر دوبارہ نماز ہونی چاہیے:

سوال: نئی کراچی سیکٹر ۵ ڈی میں ایک غیر مسلم گروہ کی مسجد ہے، فلاح دارین، اس کے پیش امام کا تعلق ایک دیندار جماعت سے ہے جو چن بشویشور کو مانتے ہیں، لیکن یہ ظاہر نہیں کرتے ہیں، لوگ دھوکا کھا جاتیہیں، جب ان کو علم ہوتا ہے تو پچھتاتے ہیں۔ یہاں ایک صاحب کا انتقال ہو گیا جو سنی عقیدہ تھے، ان کی نماز جنازہ اس مسجد کے مام صاحب نے پڑھائی۔ آپ یہ بتائیں کہ سنی عقیدہ رکھنے والوں کی نماز جنازہ قادیانی امام پڑھا سکتا ہے؟ اگر نہیں تو دوبارہ نماز کا کیا طریقہ ہوگا؟

---

(۱) الصحیح لمسلم، رقم الحدیث: ۹۷۸. "وفی روایة النسائی: أما أنا فلا أصلی علیه": ۱/۲۷۹

(۲) الصحیح للبخاری، کتاب الکفالة، باب من تکفل عن میت دینا فلیس له أن یرجع: ۱/۳۰۶، قدیمی

(۳) زانی کی نمازِ جنازہ تو ضرور پڑھی جائے گی مگر ڈاکو کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔

(وهی فرض علٰی مسلم مات خلا) أربعة (بغاة وقطاع طریق، الخ). (الدر المختار علٰی هامش رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ۳/۱۰۱، دار الکتاب دیوبند، انیس

الجواب

دیندار انجمن کے لوگ قادیانیوں کی ایک شاخ ہے؛ اس لیے یہ لوگ مسلمان نہیں، اس امام کو امامت سے فوراً الگ کر دیا جائے۔ غیر مسلم، مسلمان کا جنازہ نہیں پڑھا سکتا، (۱) اگر کسی غیر مسلم نے مسلمان کا جنازہ پڑھایا ہو تو دوبارہ جنازہ کی نماز پڑھنا فرض ہے اور اگر بغیر جنازے کے دفن کیا گیا تو تمام مسلمان گناہگار رہوں گے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۸۷/۴)

حاملہ عورت کا ایک ہی جنازہ ہوتا ہے:

سوال: ہمارے گاؤں میں ایک عورت فوت ہوگئی، اس کے پیٹ میں بچہ تھا؛ یعنی زچگی کی تکلیف کے باعث فوت ہوگئی، اس کا بچہ پیدا نہیں ہوا، ہمارے امام صاحب نے ان کا جنازہ پڑھایا۔ اب کئی لوگ کہتے ہیں کہ اس کے دو جنازے ہونے چاہیے تھے۔ دلائل اس طرح دیتے ہیں کہ فرض کرو: ایک حاملہ عورت کو قتل کرتا ہے تو اس پر دو قتل کا الزام ہے۔

الجواب

جو لوگ کہتے ہیں کہ دو جنازے ہونے چاہیے تھے، وہ غلط کہتے ہیں، جنازہ ایک ہی ہوگا، (۲) اور دو مردوں کا اکٹھا جنازہ بھی پڑھا جا سکتا ہے، (۳) جب کہ بچہ ماں کے پیٹ ہی میں مر گیا ہو، اس کا جنازہ نہیں۔ (۴)

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۷۹/۴-۳۸۹)

غیر شادی شدہ کی نماز جنازہ جائز ہے:

سوال: کئی لوگوں سے سنا ہے کہ مرد اگر ۲۲ر سال کی عمر سے زیادہ ہو جائے اور شادی نہ کرے اور غیر شادی شدہ

---

(۱) ﴿ولاتصل علىٰ أحد منهم مات أبداً ولاتقم علىٰ قبره﴾(سورة التوبة: ٨٤)

وفي التفسير: أمر الله تعالىٰ رسوله صلى الله عليه وسلم أن يبرأ من المنافقين، وأن لا يصلى علىٰ أحدمنهم إذا مات وأن لايقوم على قبره ليستغفر له أو يدعوله، لأنهم كفروا بالله ورسوله وماتوا عليه، وهٰذا حكم عام في كل من عرف نفاقه. (تفسير ابن كثير: ٤٢٥/٣)

نیز: وإذا ترك الكل أثموا. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الصلاة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الخامسفی الصلاة على الميت: ١٦٢/١)

(۲) ولا يصلى علىٰ ميت الا مرة واحدة والتنفل بصلاة الجنازة غير مشروع. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الصلاة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الخامس: ١٦٣/١، انيس)

(۳) قوله: (وان جمع جاز) أی بأن صلىٰ على الكل صلاة واحدة، الخ. (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة: ٢١٩/٢، دار الفكر بيروت، انيس)

(۴) (ومن ولده فمات يغسل ويصلى عليه) ويرث ويورث ويسمى (ان استهل) وأدرج فی خرقة ودفن (والا) يستهل (غسل وسمى) وأدرج فی خرقة و دفن ولم يصل عليه). (الدرالمختارعلىٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب مهم: ٢٢٧/٢، دار الفكر بيروت، انيس)

ہی فوت ہوجائے تو اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھانی چاہیے۔کیا یہ قرآن وحدیث سے صحیح ہے؟ اور اگر کوئی تعلیم حاصل کررہا ہو اور شادی نہ کرنا چاہے تو اس کے متعلق تحریر فرمائیں؟

الجواب

آپ نے غلط سنا ہے، غیر شادی شدہ کا جنازہ بھی اسی طرح ضروری اور فرض ہے کہ جس طرح شادی شدہ کا؛ (۱) لیکن نکاح عفت کا محافظ ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۵۷/۴)

نماز جنازہ کے جواز کے لیے ایمان شرط ہے، نہ کہ شادی:

سوال: اگر کوئی آدمی شادی نہ کرے اور مرجائے تو اس پر جنازہ جائز نہیں، اس طرح اگر کوئی عورت شادی نہ کرے، یا اس کا رشتہ نہ آئے اور شادی نہ ہوسکے تو کیا اس کا جنازہ جائز ہے؟ آج کل لڑکیوں کی بہتات ہے اور بہت سی لڑکیوں کی عمر زیادہ ہوجاتی ہے؛ لیکن ان کا رشتہ نہیں آتا اور ان کا اسی حالت میں انتقال ہوجاتا ہے؟

الجواب

یہ غلط ہے کہ اگر کوئی آدمی شادی نہ کرے اور مرجائے تو اس کا جنازہ جائز نہیں؛ کیوں کہ جنازہ کے جائز ہونے کے لیے میت کا مسلمان ہونا شرط ہے، شادی شدہ ہونا شرط نہیں۔ (۲) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۵۷/۴)

علامت باقی نہیں رہی تو جنازہ کی کیا صورت ہوگی:

سوال: دو ہندو اور ایک مسلمان ایک مکان میں رہتے تھے اتفاقاً آگ لگ کر سب جل کر مرگئے، کوئی علامت امتیازی باقی نہ رہی، اس مسلمان کی نماز کیوں کر پڑھی جائے؟

الجواب

دونوں کو سامنے رکھ کر مسلمان کی نیت سے اس کے جنازہ کی نماز پڑھیں۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۰۷/۵)

---

(۱) الصلاة على الميت ثابتة بمفهوم القرآن، قال الله تعالىٰ: ﴿ولا تصل علىٰ أحد منهم مات أبداً﴾ والنهى عن الصلاة على المنافقين يشعر بثبوتها على المسلمين الموافقين وثابتة بالسنة أيضاً قال عليه السلام: صلوا علىٰ من قال لا إله إلا الله ولا خلاف في ذلك وهي فرض على الكفاية ويسقط فرضها بالواحد وبالنساء منفردات، الخ. (الجوهرة النيرة، كتاب الجنائز: ۱۲۸/۱، مكتبة حقانية ملتان، پاكستان)

(۲) الصلاة على الميت ثابتة بمفهوم القرآن قال الله تعالىٰ: ﴿ولاتصل على احد منهم مات ابدا﴾ ..... الخ. (الجوهرة النيرة، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ۱۲۸/۱، مكتبة حقانية، ملتان)

وشرطها إسلام الميت، الخ. (الفتاوىٰ الهندية: ۱۶۲/۱)

(۳) لو لم يدر أمسلم أم كافر ولا علامة فإن دارنا غسل وصلى عليه وإلا لا. (الدرالمختار) وفي الرد: وقيل يصلى ويقصد المسلمين. (باب صلاة الجنائز، قبيل مطلب في الكفن: ۸۸/۳، دار الكتاب ديوبند، انيس)

عصبیت پر جو شخص مقتول ہو، اس کے جنازہ کی نماز:

سوال: نورالایضاح میں مسئلہ لکھا ہے کہ جس شخص کو عصبیت قتل کیا جائے، اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی، عبارت یہ: ''ولایصلی علیٰ باغ وقاطع طریق قتل فی حالة المحاربة، وقاتل بالخنق غیلة ومکابرة فی المصر لیلاً بالسلاح، ومقتول عصبیة ''(۱) عصبیۃ قتل کئے جانے سے کیا مراد ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ حامدًاو مصلیًا

جو شخص اپنے کسی عصبہ کی غلط حمایت کرتا ہوا مر جائے، وہ مراد ہے۔

''وفی نهایة الأثیر: العصبیة و التعصب المحاماة و المدافعة، و العصبی من یعین قومه علی الظلم؟ الذی یغضب لعصبته ومنه الحدیث: ''لیس منا من دعا إلیٰ عصبیة أوقاتل عصبیة ''.(۱)

قال فی شرح دررالبحار: وفی النوازل: وجعل مشایخنا المقتولین فی العصبیة فی حکم أهل البغی علیٰ هٰذا التفصیل .(۲)

''عن بنت واثلة بن الأسقع أنها سمعت أباهایقول: قلت: یارسو ل اللّٰه! ماالعصبیة؟ قال: ''أن تعین قومک علی الظلم''.

''عن جبیربن مطعم رضی اللّٰه تعالیٰ عنه أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم قال: لیس منا من دعا إلیٰ عصبیة، ولیس منامن قاتل عصبیة، ولیس منا من مات علیٰ عصبیة''.(۳)

(تنبیہ): عصبیت پر مرجانا اگر چہ معصیت پر مرنا ہے؛ لیکن ایسے شخص پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی، البتہ اگر مقتدیانِ قوم بہ طور زجروتو بیخ نہ پڑھیں تو اس میں مضائقہ نہیں۔(۴) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۲/٦/۲۱ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ٦۲۲/۸)

قاتل پر نمازِ جنازہ:

سوال: ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان کو عمداً قتل کر دیا تو اس کو حکومت کی جانب سے پھانسی کا حکم ہو گیا اس کے جنازہ کی نماز کا کیا حکم ہے؟ (ظہیرالدین، کھار پار مظفرنگر)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

وہ سخت گنہ گار ہے؛ لیکن نماز جنازہ ضرور پڑھی جائے۔(۵) فقط (فتاویٰ محمودیہ: ٦۲۳/۸)

---

(۱) نورالإیضاح، کتاب الصلاة، أحکام الجنائز، فصل: الصلاة علیه، ص: ۱۳۰، مکتبة رحمانیة لاهور

(۲) النهایة لإبن الأثیر، باب العین مع الصاد، تحت لفظ ''عصب'': ۲٤٦/۳، دارإحیاء التراث العربی، بیروت)

(۳) سنن أبی داؤد، کتاب الأدب، باب فی العصبیة: ۳٥۱/۲، إمدادیة، ملتان

(۴) کما تقدم تخریجہ تحت عنوان: ''فاسق وفاجر کی نمازِ جنازہ اور مودودی صاحب کی رائے''۔

(۵) عن أبی هریرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال: قال: رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم: ''الجهاد ==

باپ کے قاتل کی نمازِ جنازہ نہ پڑھی جائے:

سوال: زید کا زمین کے انتقال پر باپ سے جھگڑا ہوگیا، دونوں باپ بیٹا تیش میں آ گئے، زید اندر سے ریوالور لایا اور باپ کو گولی ماردی، جس پر زید کے دوسرے بھائیوں نے اسے اتنا مارا کہ زید بھی مرگیا تو کیا زید کا جنازہ پڑھا جائے، یا نہ؟

الجواب

باپ کو قتل کرنا شدید ترین کبیرہ گناہ ہے، ایسے شخص کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔

ولایصلی علٰی قاتل أحد أبویه عمداً ظلماً إهانة له،آه. (مراقی الفلاح)

(قوله:عمداً)أخرج بمفهومه الخطاء فإنه یغسل ویصلي علیه (وقوله:ظلماً)أخرج به من قتل أباه الحربی أوالباغی واللّٰه سبحانه وتعالٰی إعلم واستغفراللّٰه العظیم. (۱)**فقط واللّٰه أعلم**

أحقر محمد انور عفا اللہ عنہ (خیر الفتاویٰ:۳/۲۶۵)

قاتل کی لاش پر جنازہ پڑھا جائے، یا نہیں اور غسل دیا جائے، یا نہیں:

سوال: اگر کوئی مسلمان کسی مسلم کو عمداً قتل کردے، یا کسی غیر مسلم کو بلاقصور مار ڈالے اور موجودہ سلطنت کے قوانین کی رو سے قاتل کو پھانسی دی گئی ہو، یا جیل میں اپنی موت سے مرا ہو تو قاتل کی نعش کی تکفین وتدفین شرعی طور پر اور نماز جنازہ ادا کی جاسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب　　　وباللّٰه التوفیق

صلوۃ جنازہ کے لیے اسلام شرط ہے؛ اس لیے جب کوئی مسلمان مرے، یا پھانسی دیا جائے، اس کے جنازہ کی نماز فرض ہے، اگر بلا غسل ونماز کوئی میت مسلمانوں کے علم کے باوجود دفن کیا جائے گا تو وہ مسلمان ترک فرض کے مرتکب اور گنہگار ہوں گے۔

== واجب علیکم مع کل أمیربراً کان أوفاجراً والصلٰوۃ واجبة علیکم خلف کل مسلمٍ والصلٰوۃ واجبة علٰی کل مسلم براً کان أوفاجراً وإن عمل الکبائر. (سنن أبی داؤد،کتاب الجهاد،باب فی الغزومع أئمة الجور: ۱/۳۵۰،إمدادیة)

"قال الزیلعی: وأما إذا قتلوابعد ثبوت یدالإمام علیهم،فإنهم یغسلون ویصلی علیهم،وهٰذا تفصیل حسن أخذبه کبارالمشایخ،لأن قتل قاطع الطریق فی هذه الحالة حدأوقصاص،ومن قتل بذالک،یغسل ویصلی علیه". (ردالمحتار ،کتاب الصلاۃ،باب صلاۃ الجنائز: ۲/۲۱۰،سعید)

"قال: (لا لبغی وقطع طریق)...وقیل: هٰذا إذا قتلا فی حالة المحاربة قبل أن تضع الحرب أوزارها،وأماإذا قتلابعد ثبوت ید الإمام علیهما،فإنهما یغسلان ویصلی علیهما،وهٰذا تفصیل حسن أخذبه الکبارمن المشایخ،والمعنی فیه إن قتل قاطع الطریق فی هٰذه الحالة حدأوقصاص،وقد تقدم أنه یغسل ویصلی علیه". (تبیین الحقائق، کتاب الصلاۃ،باب الشهید: ۱/۵۹۶،دار الکتب العلمیة،بیروت)

(۱) حاشیة الطحطاوی، کتاب الصلاۃ،أحکام الجنازۃ،ص: ۶۰۳،دار الکتب العمیة بیروت،انیس

وشرطها إسلام الميت وطهارته فلا تصح على الكافر. (۱)

(وهى فرض على كل مسلم مات خلا) أربعة (بغاة وقطاع طريق) فلا يغسلوا ولا يصلّى عليهم،الخ. (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۳/ربیع الثانی ۱۳۴۲ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۲۷)

والدین کے قاتل پر نماز جنازہ:

سوال: والدین کے قاتل پر، یا والدین میں سے کسی ایک کے قاتل پر جنازہ کی نماز نہیں، بوجہ اہانت اس کی۔ (الدر المختار شرح تنویر الابصار، مراقی الفلاح، ردالمحتار، فتاویٰ قاضی خاں، رکن دین، ص: ۱۹۴) (۳) کیا یہ درست ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــ حامدًا ومصليًا

درمختار میں ہے:

"لايصلى علىٰ قاتل أحد أبويه إهانة له،وألحقه فى النهاية بالبغاة،آه".

اس پر علامہ شامی نے لکھا ہے:

"الظاهرأن المراد أنه لايصلى عليه إذاقتله الإمام قصاصاً،أمالومات حتف أنفه يصلى عليه". (۴)

"عن أبى هريرة رضى اللّٰه تعالىٰ عنه قال:قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم:"الجهاد واجب عليكم مع كل أميربراً كان أوفاجراً...والصلاة واجبة علىٰ كل مسلم براًكان أو فاجراً وإن عمل الكبائر". (۵) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۸/۶۲۴-۶۲۵)

---

(۱) البحرالرائق،كتاب الجنائز، فصل السلطان أحق بصلاته: ۲/۳۱٤،دار الكتب العلمية بيروت

(۲) الدرالمختارعلىٰ هامش ردالمحتار،كتاب الصلاة،باب صلاة الجنازة:۳/۱۰۱،دار الكتاب ديوبند،انيس

(۳) لا يصلى علىٰ (قاتل أحد أبويه) إهانةً له.(الدرالمختارعلىٰ هامش رد المحتار،كتاب الصلاة،باب صلاة الجنائز:۳/۱۰۳،سعيد)

(ولا) يصلى علىٰ (قاتل أحد أبويه عمداً) ظلماً إهانة له".(مراقى الفلاح علىٰ حاشية الطحطاوى،كتاب الصلاة،أحكام الجنائز،فصل:الصلاة عليه، ص: ۶۰۲،قديمى)

رد المحتار،باب الجنائز: ۲/۲۱۲،سعيد

"رکن دین"، تالیف: جناب الحاج مولوی عبدالمعید صاحب، کتاب الصلوٰۃ، متفرقات، پہلا باب: "جنازہ اور اس کے متعلقات"، ص: ۱۷۵، سعید

(۴) ردالمحتار،كتاب الصلاة،باب صلاة الجنائز: ۲/۲۱۲،سعيد

(۵) سنن أبى داؤد،كتاب الجهاد،باب فى الغزومع أئمة الجور: ۱/۳۵۰،إمدادية

مسلمان عورت جو ہندوؤں کے قبضہ میں ہو، اس کی نمازِ جنازہ:

سوال: تقسیم ہند کے وقت بہت سی عورتیں ہندو، یا سکھوں کے قبضہ میں چلی گئی تھیں، ان میں سے ایک مظلوم مسلمان عورت یہاں (انگلستان) ایک ہندو کے قبضہ میں ہے اور اس ہندو سے اس مسلمان عورت کے دو تین بچے بھی ہیں۔ مذکورہ عورت وقتاً فوقتاً نماز پڑھ لیتی ہے، روزے رکھ لیتی ہے، نیز دوسرے اسلامی، رواج بھی ادا کرتی ہے، مثلاً مولود، گیارہویں، شب برأت وغیرہ، نیز تلاوت قرآن بھی کرتی ہے تو اگر اس عورت کا انتقال ہو جائے تو یہاں کے مسلمانوں پر اس کا کفن دفن کرنا اور نماز جنازہ پڑھنا واجب ہے، یا نہیں؟ اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا واجب ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

ظاہر ہے کہ اس عورت نے اپنا مذہب تبدیل نہیں کیا، وہ مظلوم دوسرے کے قبضہ میں آ گئی تھی، ممکن ہے کہ اب اس کو خلاصی ممکن ہو؛ مگر وہ اس مرد سے مانوس ہوگئی ہو، اس کو وہاں سے علاحدہ ہونے کی کوشش لازم ہے؛ تاہم جب تک تبدیلِ مذہب کی تصدیق نہ ہو جائے۔ (۱) اس کے مرنے پر اس کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے گا، جو مسلم عورت کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ (۲) جن لوگوں کو اس وقت اس کی اعانت پر قدرت ہے ان کو ضروری ہے کہ وہ اس کو الگ کرانے کی کوشش کریں۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۳۹۲/۶/۱۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۶۰/۸)

---

(۱) لايخرج الرجل من الإيمان إلا جحود ما أدخله فيه،ثم ما تيقن أنه ردة يحكم بها به،ومايشک أنه ردة لايحكم بهاإذ الإسلام الثابت لايزول بشک مع أن الإسلام يعلو"(البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۲۱۰/۵، رشيدية)

(۲) (وهي فرض على كل مسلمٍ مات خلا) أربعة:(بغاة وقطاع الطريق)،فلايغسلوا،ولايصلى عليهم (إذا قتلوا في الحرب)(الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب الصلاة،باب صلاة الجنازة: ۱۰۱/۳،دار الكتاب ديوبند،انيس)فكل مسلم مات بعد الولادة،يصلى عليه صغيراً كان أو كبيراً،ذكرًاكان هوأنثىٰ،حراً كان أوعبداً،إلاالبغاة وقطاع الطريق،ومن بمثل حالهم، إلخ". (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة،الجنائز،فصل: وأمابيان من يصلى عليه: ۴۷/۲،رشيدية)

(۳) و عن أبي بكر صديق رضي اللّٰه تعالىٰ عنه قال...فإني سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه و سلم يقول:'إن الناس إذا رؤا منكراً،فلم يغيروه،يوشک أن يعمهم اللّٰه بعقابه"...وفي رواية أبي داؤد،"إذارؤاالظالم فلم يأخذواعلىٰ يديه، أوشک أن يعمم اللّٰه بعقاب"(مسند الصحابة: ۱۸۶/۳۹،انيس)

وفي رواية أبي داؤد:"إذارأوا""الظالم": أي:الفاسق"فلم يأخذواعلىٰ يديه"أي لم يمنعوه عن ظلمه"أوشک أن يعمهم اللّٰه بعقاب":أي:بنوع من العذاب". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب الأمربالمعروف،الفصل الثاني: ۸۶۷/۸-۸۶۹،رشيدية)

میت کے تین ٹکڑے ہونے پر اس کی نمازِ جنازہ اور اس کی تدفین:

سوال: زید پہلے سے شرابی تھا، ایک دن کسی نے خوب شراب پلا کر زہر دے کر اسے ختم کر دیا، اس کے بعد اس کے تین ٹکڑے کئے: ایک گردن تک، دوسرا کمر تک، تیسرا پاؤں والا حصہ۔ اس کے بعد اس کے تین بنڈل اس طرح بنائے کہ اس میں پانی کا اثر نہ ہو سکے، (۱) اور اگر اس کو کنویں میں ڈال کر آئندہ نکل نہ سکے، اس کا پورا انتظام کر دیا۔

خدا کی قدرت کہ سی آئی ڈی کی تحقیق سے پورے تین ماہ بعد اس لاش کو اس میں سے مذکورہ صورت پر نکالی گئی، اس کی مزید تحقیقات کے لیے دو ماہ تک سرکار کے پاس رہی۔ اب سوال یہ ہے کہ اس کو کفن دفن کی کیا صورت ہوگی؟

(۱)　نماز جنازہ کا کیا حکم ہے؟

(۲)　دفن کہاں کیا جائے، مسلمان کے قبرستان میں، یا باہر اور کس طرح؟

(۳)　اگر چند ماہ پہلے سے قبر کھود کر رکھی گئی ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟

(۴)　اس میں دفن کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

(۵)　شہید کہا جائے گا، یا نہیں؟ بعض حضرات کا بیان ہے کہ نعش بدبودار اور پھول گئی ہے؛ مگر ابھی تک پھٹ کر سب گوشت گرا نہیں ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

(۱،۲،۳) اس کی نعش کے جب تین حصے کر دیئے گئے اور جسم کی ہیت ترکیبیہ باقی نہیں رہی اور اجزا منحل ہو گئے تو اس پر نہ نماز جنازہ ہے، نہ اس کے لیے کفن مسنون ہے، نہ غسل میت ہے؛ بلکہ ایک کپڑے میں لپیٹ کر مسلم قبرستان میں دفن کر دیا جائے، جس میت کو بغیر نماز جنازہ دفن کر دیا جائے، اس کے متعلق فقہا لکھتے ہیں: ”جب تک میت کے تفسخ کا ظن نہ ہو جائے، اس وقت تک اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی جائے، اس کے بعد نہیں“۔

(وإن دفـن) ... (بـلاصلاة) ... (صلى على قبره وإن لم يغسل) ... (ما لم يتفسخ)، والمعتبر فيه أكبر الرأى، على الصحيح“. (مراقى الفلاح)

”(قوله. مالم يتفسخ): أى تتفرق أعضا ؤه، فإن تفسخ، لايصلى عليه مطلقاً؛ لأنها شرعت على البدن ولاوجود له مع التفسخ“(۲)

یہ حکم اس وقت ہے جب کہ اجزاء میت یقینی طور پر منحل ہو چکے ہوں، اگر اجزاء میت منحل نہ ہوں؛ بلکہ صحیح ہوں تو اس صورت میں اس کی تجہیز و تکفین ہوگی اور نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

---

(۱)　”بنڈل: پلندا، گٹھڑ“۔ (فیروز اللغات، ص:۲۱۹، فیروز سنز، لاہور)

(۲)　مراقى الفلاح حاشية الطحطاوى، كتاب الصلاة، باب أحكام الجنائز، فصل: الصلاة عليه، ص: ۵۱۲، قديمى

”والسقط يلف ولايكفن كالعضو من الميت (و)أدمى (منبوش طرى) لم يتفسخ(يكفن كالذى لم يدفن) مرة بعد أخرٰى (وإن تفسخ) كفن فى ثوب واحد“.(الدرالمختار)

”(قوله: كالعضومن الميت)أى لووجد طرف من أطراف إنسان أونصفه مشقوقاً أوعرضاً، يلف فى خرقة إلا إذا كان معه الرأس،فيكفن، كما فى البدائع ...(قوله:منبوش طرى):أى بأن وجد منبوشاً بلا كفن (قوله:لم يتفسخ)قيد به لأنه لوتفسخ يكفن فى ثوب واحد كما صرح به بعده ... (قوله: كالذى لم يدفن) أى يكفن فى ثلاث أثواب“.(۱)

”وإذا وجدأكثرالبدن أونصفه مع الرأس،غسل وصلى عليه،وإلا لا“.(۲)

”وقيد بعدم التفسخ؛لأنه لايصلى عليه بعد التفسخ؛لأن الصلاة شرعت علٰى بدن الميت، فإذاتفسخ،لم يبق بدنه قائماً“.(۳)

”(وجد رأس آدمى)أوأحد شقيه (لا يغسل ولا يصلى عليه)،بل يدفن إلاأن يوجد أكثرمن نصفه ولوبلا رأس“.(۴)

(۴) اگر موقوفہ قبرستان میں کسی نے اپنے لیے پہلے سے قبر کھود رکھی ہو اور اس کے علاوہ بھی قبر کے لیے جگہ موجود ہو تو اس قبر میں دوسرا مردہ دفن کرنا مکروہ ہے اور کھودنے کی اجرت کا ضمان ترکہ میت میں لازم ہوگا۔

(وإن دفن فى قبرحفرلغيره) من الأحياء بأرض،ليست مملوكة لأحد،(ضمن قيمة الحفر) من تركته،وإلا فمن بيت المال أوالمسلمين كما قدمناه،فإن كانت المقبرة واسعة،يكره ذلك.(۵)

”رجل حفر قبراً فأرادوا دفن ميت آخر فيه،إن كانت المقبرة واسعة يكره،وإن كانت ضيقةً، جازلكن يضمن ما أنفق صاحبه فيه“.(۶)

(۵) اگر کسی شخص کا واجب القتل، یا مباح القتل ہونا معلوم نہیں تو یہ بھی شہید ہے، انواع شہید بیان کرتے ہوئے قدر مشترک کے طور پر۔طحطاوی علی مراقی الفلاح،ص:۳۷۹، میں ہے:

”لأن القتل لم يخلف فى هٰذه المواضع بدلاً هومال“.(۷)

(۱) ردالمحتار، كتاب الصلاة،باب صلاة الجنائز:۲/۲۰۵،سعيد

(۲) حاشية الطحطاوى علٰى مراقى الفلاح، كتاب الصلاة،أحكام الجنائز،فصل:الصلاة عليه،ص:۵۷۵،قديمى

(۳) البحرالرائق، كتاب الصلاة،باب الجنائز،فصل:السلطان أحق بصلاته:۲/۳۲۰،رشيدية

(۴) الدرالمختارعلٰى هامش رد المحتار، كتاب الصلاة،باب صلاة الجنازة:۲/۱۹۹،سعيد

(۵) مراقى الفلاح علٰى حاشية الطحطاوى، كتاب الصلاة،أحكام الجنائز،فصل فى حملهاودفنها: ۶۱۵،قديمى

(۶) الفتاوىٰ الهندية ، كتاب الصلاة، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز ، الفصل السادس فى الوقف والنقل:۱/۱۶۶،رشيدية

(۷) حاشية الطحطاوى، كتاب الصلاة،باب أحكام الشهيد،ص:۶۲۵،قديمى

”ولو نزل علیه اللصوص لیلاً فی المصر، فقتل بسلاح أوغیره أوقتله قطاع الطریق خارج المصر بسلاح أوغیره، فهو شهید، لأن القتیل لم یخلف فی هذه المواضع بدلاً هو مال“.(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱۱/۱۳۸۷ھ۔ الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

(فتاویٰ محمودیہ: ۶۶۲/۸)

ہڈیوں پر نماز جنازہ کا حکم:

سوال: ایک دن دو عورتیں دریا میں ڈوب گئیں اور دوسرے دن تھانیدار کانٹا ڈال کر لاشیں نکلوائیں تو صرف ہڈی نکلی؛ یعنی سر سے پاؤں تک کل جسم کی ہڈیاں ایک میں ایک جڑی ہوئی نکلیں تو اب اس کا جنازہ مثل مردوں کے پڑھنا چاہیے، یا نہیں؟ یہاں تو اس کو صرف ایک کپڑے میں لپیٹ کر نماز جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا گیا تو کیا کرنا چاہیے؟

الجواب

قال الطحطاوی تحت قول مراقی الفلاح: (ما لم یتفسخ) أی تتفرق أعضاءه فان تفسخ لایصلی علیه مطلقاً؛ لأنها شرعت علی البدن ولا وجود له بعد التفسخ، آه.(۲)

وفی مراقی الفلاح فی شرائط الصلاة علی المیت: (و) الرابع (حضوره أو رحضور أکثر بدنه أو نصفه مع رأسه).(۳)

قلت: والظاهر ان البدن یطلق علی مجموع الحم والعظام لا علی العظام وحدها.

صورت مسئولہ میں ان ہڈیوں پر نماز جنازہ پڑھنا نہ چاہیے تھا؛ بلکہ ویسے ہی کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دینا چاہیے تھا۔ واللہ تعالی اعلم

۱۵/ ذی الحجہ ۱۳۴۴ھ (امداد الاحکام: ۴۴۴/۲)

مردہ کی ہڈیوں پر غسل و نماز نہیں:

سوال: ایک شخص جنگل میں فوت ہوا، پانچ روز خبر معلوم ہوئی؛ لیکن مردہ کا تمام جسم دستیاب ہوا، صرف سر کی کچھ ہڈیاں ملی ہیں، وہ بھی سرکار کے قبضہ میں ہیں۔ اس مردہ کی تجہیز و تکفین کی کیا صورت ہے؟

الجواب

اس صورت میں ان ہڈیوں کے غسل و کفن کی کوئی صورت نہیں، پس ان ہڈیوں کو جب کہ وہ سرکار سے مل جاویں،

(۱) البحر الرائق، کتاب الجنائز، باب الشهید: ۳٤۹/۲، رشیدیة

(۲) حاشیة الطحطاوی، کتاب الصلاة، باب أحکام الجنائز، ص: ۵۹۲

(۳) مراقی الفلاح علیٰ حاشیة الطحطاوی، باب أحکام الجنائز، ص: ۵۸۲، دار الکتب العلمیة بیروت، انیس

ویسے ہی کسی جگہ دفن کردیا جائے۔ درمختار میں ہے: "(وجد رأس آدمی) أوأحد شقيه (لايغسل ولايصلى عليه) بل يدفن الا أن يوجد أكثرمن نصفه ولوبلا رأس، الخ". (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵/۳۰۳-۳۰۴)

صرف ہڈیوں کے ڈھانچے پر جنازہ پڑھنا:

سوال: ایک مسلمان قتل ہوگیا۔ ایک ماہ بعد اس کی نعش اس حالت میں ملی کہ جنگلی جانور اس کا گوشت پوست کھا گئے تھے۔ صرف ہڈیاں بعد میں ملی ہیں اور یہ ہڈیاں واقعی اسی کی ہیں، اس کے جوتوں اور شناختی کارڈ سے پہچان کر لی ہے۔ کیا اس کا جنازہ پڑھا جائے گا؟ یہ جو کتب فقہ میں ہے کہ بغیر جنازہ دفن ہوجائے مسلمان پر گلنے سڑنے سے پہلے جنازہ پڑھا جاسکتا ہے، بعد میں نہیں۔ کیا ان ہڈیوں کا بھی یہی حکم ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ

صورت مسئولہ میں صرف ہڈیوں کے ڈھانچے پر نماز جنازہ جائز نہیں۔ مراقی میں ہے کہ "ويصلى عليه (ما لم يتفسخ)" اس کی تشریح "ملطقاً؛ لأنها شرعت على البدن ولاوجود له مع التفسخ". (۲)

اس سے معلوم ہوا کہ پھٹنے کے بعد جنازہ جائز نہیں، پھولنے پھٹنے کا عمل گوشت میں ظاہر ہوتا ہے، ہڈیوں کا ڈھانچہ باقی ہوتا ہے۔ نیز "لأنها شرعت على البدن" یہ تعلیل بھی صادق آتی ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ۔ الجواب صحیح: بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ۔ (خیر الفتاویٰ: ۳/۲۷۸)

پانی میں ڈوبنے کے کئی روز بعد متعفن لاش ملی، اس پر نمازِ جنازہ کا حکم:

سوال: ایک عورت پانی میں ڈوب گئی، دریا بڑا اور پانی ہونے کے سبب کافی کوشش کے کرنے کے باوجود نعش نہ ملی، چار روز بعد جب نعش اوپر آئی تو جانوروں نے اس کو خراب کیا اور تعفن اس قدر پیدا ہوا کہ اس کی تجہیز و تکفین دستور شرع کے مطابق نہ ہوسکی، اس کو بدقتِ تمام وہاں سے بگی (تانگہ) میں اٹھا کر دفن کی جگہ تک پہونچایا گیا، جب کہ میت خراب و متعفن ہوچکا تھا۔ اس حالت میں نماز جنازہ کا کیا حکم ہے؟ اس قسم کی میت کی نماز جنازہ پڑھنی ضروری ہے، یا نہیں؟ ایک فریق نے یہ کہا کہ بگی میں نماز پڑھا دو دوسرے فریق نے اعتراض کیا کہ نماز بگی میں رکھی ہوئے میت کی نہیں ہوگی؛ کیوں کہ بگی میں سواری ہے اور غیر معتبر ہے، زمین پر، یا چار پائی پر اتارلو، یا قبر میں اندر رکھ لو، اس کے بعد نماز ادا کریں گے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ حامدًا ومصليًا

میت کا کچھ حصہ پانی کے جانوروں نے کھا کر خراب کردیا ہو؛ لیکن نصف، یا اکثر حصہ موجود ہو تو اس پر پانی بہا کر

---

(۱) الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة: ۳/۸٦، دار الكتاب ديوبند، انيس

(۲) مراقی الفلاح مع حاشية الطحطاوی، كتاب الصلاة، اباب أحكام الجنائز، ص: ۵۹۲، دار الكتب العلمية بيروت، انيس

کفن پہنا کر نماز جنازہ پڑھ لی جائے؛ بلکہ تخت، یا چار پائی جس پر بھی ایسی حالت میں ممکن ہوتو نماز جنازہ پڑھ کر دفن کیا جائے، تعفن کی وجہ سے نماز ترک نہ کی جائے۔(١) فقط واللہ سبحانہ تعالی اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ١٣٩٨/٤/٢٠ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ٦٢٧/٨)

نہر سے نکالی ہوئی لاش بلا غسل دفن کر دی گئی ہوتو بھی قبر پر جنازہ پڑھا جائے:

سوال: نہر سے تازہ لاش بہتی ہوئی ملی، چند دیہاتیوں نے نکال کر یہ سوچ کر کے کہ پانی سے نکالی گئی ہے، غسل کی ضرورت محسوس نہ کی اور قبر نما گڑھا کھود کر اس میں مکمل دفن کر دیا۔ آیا اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

اس پر نماز جنازہ پڑھی جاوے۔

(قوله: أو بها بلا غسل) هٰذه رواية ابن سماعة والصحيح أنه لايصلي علىٰ قبره في هٰذه الحالة لأنها بلاغسل غير مشروعة كذا في غاية البيان لكن في السراج وغيره قيل لايصلي علىٰ قبره وقال الكرخي يصلي وهو الاستحسان لأن الأولىٰ لم يعتد بها لترك الشرط مع الإمكان والآن زال الإمكان فسقطت فريضة الغسل وهذا يقتضي ترجيح الاطلاق وهو الأولىٰ،نهر. (٢)فقط والله أعلم

محمد انور مدرسہ خیر المدارس ملتان (خیر الفتاویٰ: ٣٠٤/٣)

میت کا جسم پھول اور پھٹ جائے تو نماز جنازہ ساقط ہو جاتی ہے:

سوال: حافظ محمد اسماعیل صاحب کے نماز جنازہ میں متعلق عوام کا یہ خیال ہے کہ چھ روز کے بعد پانی میں لاش ملی اور لاش نکالنے کے بعد پانی کے باہر ان کا پیٹ پھوٹ گیا۔ آیا ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی درست ہے، یا نہیں؟ اس کا خلاصہ عنایت فرمایئے۔ باقی والسلام

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

اس حالت میں نماز ساقط ہو جاتی ہے۔

كما يدل عليه قول البحر (١٨٢/٢): قول الكنز (صلىٰ قبره مالم يتفسخ؛ لأن الصلاة بدون

---

(١) (وجد رأس آدمي)أو أحد شقيه (لايغسل ولايصلى عليه) بل يدفن،إلا أكثر من نصفه ولو بلارأس". (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب الصلاة،باب صلاة الجنازة: ١٩٩/٢،سعيد)

(ولو وجد الأكثر من الميت أو النصف مع الرأس،غسل وصلى عليه،وإلا فلا). (البحر الرائق، كتاب الجنائز،فصل السلطان أحق بصلا ته: ٣٠٥/٢،رشيدية)

(٢) رد المحتار،باب صلاة الجنازة،مطلب تعظيم أولىٰ الأمر واجب: ١١٧/٣،دار الكتاب ديوبند،انيس

الغسل ليست بمشروعة ولايؤمر بالغسل لتضمنه أمراً حراماً وهو نبش القبر فسقطت الصلاة، آه ... وقيد بعدم التفسخ؛لأنه لايصلى عليه بعد التفسخ؛لأن الصلاة شرعت علىٰ بدن الميت فإذا تفسخ لم يبق بدنه قائماً،آه.(۱)والله أعلم

کتبہ الاحقر عبدالکریم، ۱۶؍محرم ۱۳۴۴ھ، یوم جمعہ، الجواب صحیح: ظفر احمد عفا اللہ عنہ، ۱۶؍محرم ۴۴ھ، یوم جمعہ۔

(امداد الاحکام: ۴۴۴/۲)

بدبو کے بعد نماز جنازہ:

سوال: جس مردہ میں بوجہ دو تین روز پڑے رہنے کے بدبو ہو جاوے۔ اس کی نماز جنازہ جائز ہے، یا نہ؟

الجواب

اگر اس کے جنازہ کی نماز پہلے نہیں پڑھی گئی تو فرض ہے کہ اس کے جنازہ کی نماز پڑھی جاوے۔(۲)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۳۵/۵)

اگر میت کے جسم سے نجاست نکلنا بند نہ ہو تو اس پر نماز پڑھی جائے، یا نہیں:

سوال: ایک مردہ کا پائخانہ بند نہیں ہوتا۔ آیا اس کی نماز پڑھائی جاوے، یا نہیں؟

الجواب

کفن دینے کے بعد اگر میت سے نجاست نکلے تو اس کو دھونے کی ضرورت نہیں اور اس پر اسی طرح نماز درست ہے۔

في الشامي:(قوله:وما خرج منه يغسله) أى تنظيفاً له،بحر،قال الرملي: أى لاشرطاً حتىٰ لو صلىٰ عليه من غير غسله جاز وهٰذا مما لايتوقف فيه،آه،وفي الحكام عن المحيط: يمسح ما سال ويكفن وفي كتاب الصلاة للحسن إذا سال قبل أن يكفن غسل وبعده لا،آه، قلت: وسيأتي تمامه في بحث الصلاة عليه.(۳)

کتبہ احقر عبدالکریم عفی عنہ، ۲؍ربیع الاول ۱۳۴۴ھ، صحیح: ظفر احمد عفا عنہ ۲۰؍۱؍۱۳۴۴ھ (امداد الاحکام: ۴۴۵/۲)

جس کی ختنہ نہ ہوئی ہو، مگر دیگر دلائل اس کے مسلمان ہونے کی موجو ہوں:

سوال: ایک شخص مسمی بھورے شاہ عرف موتی شاہ جو کہ مجذوب تھا اور ایک عرصہ دراز سے منصوری میں رہتا تھا،

---

(۱) البحر الرائق، كتاب الجنائز، فصل السلطان أحق بصلاته: ۳۲۰/۲،دار الكتب العلمية بيروت،انيس

(۲) (وان دفن) وأهيل عليه التراب (بغير صلاةٌ أو بها بلا غسل ولا ولاية له (صلىٰ علىٰ قبره) استحساناً مالم يغلب على الظن تفسخه من من غير تقديرهو الأصح).(الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار،باب صلاة الجنائز: ۱۱۷/۳، دار الكتاب ديوبند،انيس)

(۳) رد المحتار،باب صلاة الجنازة،مطلب فى القراءة عند الميت: ۱۹۷/۲،دار الفكر بيروت،انيس

اور وہ قوم کا مسلمان تھا، جس گاؤں میں وہ رہتا تھا، ان سے تصدیق ہوگیا کہ وہ مسلمان تھا اور کم عمری میں دہلی کے طرف چلا گیا تھا اور اب ایک عرصہ دراز سے منصوری میں رہتا تھا اور اس کا انتقال یہاں پر ہوگیا، اس کی ہم مسلمانان منصوری نے تجہیز وتکفین کرنا چاہی اور نعش کو جامع مسجد منصوری میں لایا تو ایک شخص قابلی جو کہ منصوری میں رہتا ہے اور دوکاندار بساط خانہ وغیرہ کرتا ہے، اس نے کچھ مسلمانان؛ یعنی قوم قصابان کو جو کہ وہاں پر موجود تھے بہکا دیا اور کہہ دیا کہ یہ شخص مسلمان نہیں ہے ہندو ہے؛ کیوں کہ اس کی ختنہ نہیں ہوئی تھی، جب کہ وہ اس مکان سے نابالغی کی حالت میں نکل گیا تھا، اس وجہ سے اس کی ختنہ نہیں ہوئی تو کیا اس سے یہ تصور کرلیا جاوے کہ وہ ہندو تھا، جب کہ تصدیق پیشتر ہی سے ہوچکی تھی کہ وہ مسلمان ہے۔ خیر یہ سب قصہ اس کابلی شخص گیا اور کچھ مسلمانان منصوری علاحدہ ہوگئے اور شریک جنازہ نہ ہوئے، پھر ایک شخص مرزا صاحب جو کہ محلّہ راج منڈی کی مسجد میں پیش امام ہیں، انہوں نے اس کی تجہیز وتکفین کی اور ان کو بھی یہ کابلی شخص ہر قسم کی دھمکیاں دیتا رہا کہ تم نے کافر کی تجہیز وتکفین کی ہے، ہم تم کو جان سے ماردیں گے۔ اب اس قدر التجا ہے کہ اس مجذوب کی بابت جو کام ہم نے کیا، وہ کس حد تک صحیح تھا؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

جس شخص کے والدین مسلمان ہیں اور وہ نابالغی میں مجذوب، یا مجنون ہوگیا تو وہ مسلمان ہی مانا جائے گا اور اس کے جنازہ کی نماز پڑھنی واجب تھی، ختنہ کے ہونے، یا نہ ہونے سے اسلام، یا کفر کا حکم وہاں لگایا جاسکتا ہے، جہاں اور کوئی صورت تحقیق کی اسلام وکفر کی نہ ہو اور جہاں دوسرے دلائل موجود ہوں، وہاں صرف ختنہ کا نہ ہونے سے حکم کفر نہیں ہوسکتا، بس جس مسلمانوں نے اس میت کی جنازہ کی نماز پڑھی، انہوں نے ٹھیک کیا ایسا کرنا چاہیے تھا، جو لوگ اس فعل پر انکار کرتے ہیں، وہ احکام شرعیہ سے جاہل ہیں، یا متجاہل۔ واللہ اعلم

۶ رمضان ۱۳۴۸ھ (امداد الاحکام: ۲/ ۴۴۸)

جو شخص ساتھ نہ دے، اس کے جنازہ میں عدم شرکت:

سوال: جو مسلمان کسی مسلمان کی امداد نہ کرے؛ بلکہ تماشائی بن کر دیکھتا رہے، اس کے بارے میں کیا فتویٰ ہے؟ ہم لوگوں نے عہد کیا تھا کہ جو مسلمان ہماری امداد نہ کرے، اس کو برادری میں شریک نہیں کریں گے؛ کیوں کہ انہوں نے ہمارے اوپر کئے گئے غلط اور جھوٹے مقدمہ میں ہماری امداد نہیں کی، اس وجہ سے ہم نے قطعِ تعلق کا فیصلہ کیا ہے اور اس دور میں ان لوگوں کی لڑکی فوت ہوگئی، جس کے جنازہ میں ہم شامل نہیں ہوئے؛ کیوں کہ ہم نے فیصلہ کر رکھا تھا کہ ان کو شریک برادری نہیں کریں گے، جو ہمارا ساتھ نہیں دیں گے تو شریعت اس بارے میں کیا حکم دیتی ہے؟ جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ حامدًا ومصلیًا

ایسے معاملہ میں جو مفادِ عامہ کے لیے ہو، سب کو ہی ساتھ دینا چاہیے۔ ان آدمیوں کا الگ رہنا اور ساتھ نہ دینا

بہت بری بات ہے، اگر کسی نا جائز بات میں شریک نہ ہوں، الگ رہیں تو ٹھیک ہے۔ اگر وہ اپنی غلطی کا اقرار کر کے نادم ہوں تو ان کو برادری میں شامل کر لیا جائے۔ (۱) جو لڑکی فوت ہو گئی، اس کے جنازہ میں شریک نہ ہونا بھی غلطی ہے، آئندہ ایسا نہ کریں۔ (۲) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، مفتی دار العلوم دیوبند، ۱۳/۹/۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۵/۹/۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۸۹/۸)

کن کی نمازِ جنازہ نہیں ہے:

سوال: دنیا میں کن لوگوں پر نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی اور ان کو غسل نہیں دیا جائے گا؟ (محسنہ قدوس، نلگنڈہ)

---

(۱) عن أبی أیوب الأنصاری رضی اللّٰہ تعالٰی عنه أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم قال: ”لایحل لرجل أن یجھر أخاہ فوق ثلث لیال، فیلتقیان فیعرض ھٰذا ویعرض ھٰذا، وخیرھما الذی یبدأ بالسلام“. (صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب الھجرۃ: ۸۹۷/۲، قدیمی)

قوله: ”ولا یحل لمسلم، آہ“. فیه التصریح بحرمة الھجران فوق ثلاثة أیام، وھٰذا فیمن لم یجن علی الدین جنایة، فأمامن جنی علیه وعصی ربه، فجاء ت الرخصة فی عقوبته بالھجران کالثلاثة المتخلفین عن غزوۃ تبوک، فأمر الشارع بھجرانھم، فبقوا خمسین لیلة حتی نزلت توبتھم، إلخ“ (عمدۃ القاری، کتاب الأدب، باب ما ینھی من التحاسد والتدابر الخ: ۱۳۷/۲۲، مطبعة منیریة، بیروت)

قال الملا علی القاری تحت ھٰذا الحدیث: ”قال الخطابی: رخص للمسلم أیغضب علی أخیه ثلاث لیال لقلته، ولا یجوز فوقھا، إلا إذا کان الھجران فی حق من حقوق اللّٰہ تعالٰی، فیجوز فوق ذلک فإن ھجرۃ أھل الأ ھواء والبدع واجبة علٰی مر الأوقات مالم یظھر منه التوبة والرجوع إلی الحق“. (مرقاۃ المفاتیح للملا علی القاری، کتاب الأدب، باب التھاجر والتقاطع واتباع العورات، الفصل الأول، تحت حدث أبی أیوب الأنصاری رضی اللّٰہ تعالٰی عنه، (رقم الحدیث: ۵۰۲۷): ۷۵۸/۸، رشیدیة)

(۲) اس لیے کہ نمازِ جنازہ پڑھنا تمام مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے، جنہوں نے نہیں پڑھی، وہ ثواب سے محروم ہو گئے، نیز انہوں نے ایک مسلمان کی حق تلفی بھی کی۔

”ھٰذا ھو حکم فرض الکفایة، فإنه یکون فرضاً علٰی کل واحد واحد لکن بحیث إن أدّٰی بعض منھم سقط عن الباقین، وإن لم یؤدو أحد منھم یأثم الجمیع بترک الفرض، وإن أدی الکل وجدوا ثواب الفرض، وتحقیقه فی کتب الأصول“. (عمدۃ الرعایة علٰی ھامش شرح الوقایة، باب الجنائز، (رقم الحاشیة: ۱۶): ۲۰۶/۱، سعید)

”والاجماع منعقد علٰی فرضیتھا أیضاً إلا أنھا فرض کفایة إذا قام به البعض یسقط عن الباقین، إلخ“ (بدائع الصنائع، کتاب الصلاۃ، فصل: والکلام فی صلاۃ الجنازۃ، إلخ“ ۴۶/۲، رشیدیة)

”عن البراء بن عازب رضی اللّٰہ تعالٰی عنه قال: أمرنا النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم بسبع، ونھانا عن سبع: أمرنا باتباع الجنائز، وعیادۃ المریض، وإجابة الداعی، ونصر المظلوم، وإبرار القسم: (صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب الأمر باتباع الجنائز: ۱۶۶/۱، قدیمی)

الجواب

ایک مسلمان بھائی کی حیثیت سے آپ سے خواہش کی جاتی ہے کہ ایسی باتیں دریافت کریں، جن سے آپ کا دینی نفع اور سعادت وفلاح متعلق ہو، محض استفسار اور بے فائدہ معلومات اسلام میں کچھ پسندیدہ عمل نہیں؛ تاہم آپ کے سوال کا جواب یہ ہے کہ شہید کو غسل نہیں دیا جائے گا؛ کیوں کہ اس کا خون اس کے حق میں پاک ہے، البتہ اس پر نماز پڑھی جائے گی، (۱) کچھ لوگ وہ ہیں کہ اہانت اور جرم کی حوصلہ شکنی کی غرض سے نہ ان پر نماز پڑھی جائے گی، اور نہ ان کو غسل دیا جائے گا، باغی، ڈاکو، اپنی قوم کو ظالم جانتے ہوئے محض عصبیت میں اس کی مدد کرنے والے مکابر؛ یعنی جورات میں ہتھیار لے کر بے قصور لوگوں کو ڈراتا دھمکاتا ہو، جو شخص لوگوں کے گلے دَبا دیتا ہو، والدین، یا ان میں سے ایک کا قاتل، بعض فقہا کی رائے ہے کہ ان بدنصیب لوگوں کو غسل تو دیا جائے گا؛ لیکن ان پر نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔(۲) (کتاب الفتاویٰ:۳/۱۶۹)

میت کا اکثر حصہ غائب ہو، یا میت ہی نہ ہو تو جنازہ جائز نہیں:

سوال: ایک شخص کو شیر کھا گیا، بہت تلاش وتجسس سے بھی اس کا کوئی عضو مثلاً دست وپا پایا نہیں گیا، اس صورت میں اس کے جنازے کی نماز پڑھ سکتے ہیں، یا نہیں؟ اور ایک شخص مثلاً مقام بمبئی میں وفات پایا، اس کے فوت کی خبر سن کر شہر کٹک میں اس مرحوم کی غائبانہ نماز پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۱۴۳۵، حاجی محمد بہاء الدین صاحب، کٹک، ۱۶/ربیع الاول ۱۳۵۶ھ، مطابق ۱۷/مئی ۱۹۳۷ء)

الجواب

جس میت کا جسم، یا جسم کا کوئی حصہ موجود نہ ہو، (۳) اور جو میت کسی دوسرے مقام پر ہو؛ یعنی جنازہ نمازیوں کے روبرو نہ ہو۔(۴) ان دونوں صورتوں میں نماز جنازہ ساقط ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی:۴/۱۰۴-۱۰۵)

---

(۱) فیکفن ویصلی علیه بلاغسلٍ). (البحر الرائق، کتاب الجنائز، باب الشهید: ۱/۳٤٥، دار الکتاب دیوبند، انیس)

(۲) (وهی فرض علٰی کل مسلم مات خلا) أربعة (وبغاة وقطاع طریق) فلا یغسلوا ولا یصلی علیهم. (الدر المختار علٰی هامش ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة: ۲/۱۰۱، دار الکتاب دیوبند، انیس)

(۳) جسم کا کوئی حصہ نہ ہو؛ یعنی اکثر حصہ نہ ہو۔ "کما فی البدائع: وما لم یزد علی النصف، لایصلی علیه، فلایغسل أیضًا. (بدائع الصنائع، کتاب الصلاة، فصل فی صلاة الجنازة، فصل فی شرائط وجوبه: ۱/۳۰۲، مکتبة رشیدیة، کوئٹة)

(۴) وشرطها أیضا حضوره، (ووضعه) وکونه هو أو أکثر (أمام المصلی) وکونه للقبلة فلا تصح علٰی غائب ومحمول علٰی نحو دابة وموضوع خلفه ... وصلاة النبی صلی الله علیه وسلم علی النجاشی لغویة أو خصوصیة (الدر المختار علٰی هامش رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ۲/۲۰۹، ط: سعید)

مسلمان مردہ کی نماز جنازہ کب نہیں پڑھی جائے گی:

سوال: مسلمان مردہ کے جنازہ کی نماز کن وجوہ سے نہ پڑھنا چاہیے؟

الجواب

بغاۃ اور قطاع طریق وغیرہما کے لیے یہ حکم کہاں کے جنازہ کی نماز نہ پڑھی جاوے۔ درمختار میں ہے کہ وہ چار ہیں: باغی، قاطع طریق، مکابر اہل عصبہ، قاتل احد الابوین۔ عبارت اس کی یہ ہے:

(وهی فرض علٰی کل مسلم مات خلا) أربعة (بغاة وقطاع طریق) ... (وکذا) أهل عصبة و(مکابر فی مصر لیلاً بسلاح وخناق ... من قتل نفسه) ولو (عمداً یغسل ویصلی علیه) به یفتی ... لایصلی علٰی (قاتل أحد أبویه). (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۰۹/۵-۳۱۰)

ولیٔ اقرب کی اجازت کے بغیر پڑھی گئی نماز جنازہ کا حکم:

سوال: اگر کوئی شخص اپنے وطن سے باہر بقضائے الٰہی فوت ہوجائے اور وہاں پر میت ک برابر درجے کے ولیوں میں سے کسی ایک کی موجودگی واجازت سے نماز جنازہ پڑھائی گئی ہو اور پھر اسے وطن لایا جائے تو اس کی دوبارہ نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

میت کو جہاں اس کا انتقال ہو، وہیں دفن کردیا چاہیے۔ (۲) اگر ولیٔ اقرب کی اجازت کے بغیر مسلمانوں نے اس کی نماز جنازہ پڑھ لی (کیوں کہ ولیٔ اقرب موجود ہی نہیں تھا) تو فرض ادا ہوگیا؛ تاہم ولی اقرب دوبارہ نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے اور اس کے ساتھ جنازے میں دوسرے لوگ بھی شریک ہوسکتے ہیں۔ (۳) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۸۷/۴)

میت کے بعض بدن پر نماز:

سوال: ایک لڑکے کو بھیڑیا اٹھالے گیا بعد تلاش سخت کے گردن کے اوپر کا حصہ دستیاب ہوا تو کیا اس کی نماز جنازہ پڑھی جاوے گی اگر گردن کے نیچے کا جسم ملتا تو کیا حکم ہوتا؟

الجواب

فی الدرالمختار: (وجد رأس آدمی) أو أحد شقیه (لایغسل ولایصلی علیه) بل یدفن إلا أن

(۱) الدرالمختار علٰی هامش رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة: ۲۱۰/۲-۲۱۱، دار الفکر بیروت، انیس

(۲) ویستحب فی القتیل والمیت دفنه فی المکان الذی مات فی مقابر أولٰئک القوم وان نقل قبل الدفن الٰی قدر میل أو میلین فلا بأس به. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الصلاة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز: ۱۶۷/۱)

(۳) فإن صلٰی غیرالولی أو السلطان أعاد الولی ان شاء کذا فی الهدایة. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الصلاة، الباب الحادی والعشرون فی الجنازة: ۱۶٤/۱، انیس)

يوجد أكثر من نصفه ولو بلا رأس. وفي رد المحتار تحت (قوله: ولو بلا رأس) وكذا يغسل لو وجد النصف مع الرأس، بحر. (١)

اس سے معلوم ہوا کہ صورت واقعہ میں تو غسل اور نماز نہ ہوگی اور صورت مفروضہ میں غسل و نماز ہوتی اور دفن دونوں حال میں واجب ہے۔

١٨/ذی الحجہ ١٣٣٢ھ (تتمہ ثانی، ص: ٢٠١) (امداد الفتاویٰ جدید: ١/٧٣٩)

آٹھ سالہ بچی مسلمان ہوئی، پھر موت آئی تو نماز جنازہ ہے، یا نہیں:

سوال: ایک برہمی بیوہ ایک مسلمان سے حاملہ ہوگئی، اس برہمی کے کافر شوہر سے چار بچے ہیں، جن میں سے دو بچیاں برہما کے پاس نوکر ہیں، باقی ایک پانچ سالہ لڑکا اور ایک آٹھ سالہ لڑکی اپنی ماں کے ساتھ مسلمان کے گھر میں رہتے تھے۔ اتفاق سے لڑکی ہیضہ میں مبتلا ہوگئی تو یہ مسلمان مرد ایک امام صاحب کو اپنے گھر لے آئے اور ان کے سامنے لڑکی کی توبہ کرا کر مسلمان کیا، بعد میں لڑکی مرگئی اور جنازہ پڑھا گیا اور دفن کی گئی۔ اس لڑکی کی توبہ و اسلام درست و صحیح ہوا، یا نہیں؟ دوسرے پانچ برس کا بچہ مرض میں مبتلا ہو کر مرگیا، جب مولوی صاحب کو جنازہ کے لیے بلایا گیا تو جواب دیا کہ اس لڑکے کو مسلمان نہیں کیا ہے؛ اس لیے اس کا جنازہ نہیں پڑھ سکتے۔ آخر قلی کو بلا کر دفنایا گیا اور جنازہ نہیں پڑھا گیا۔ اس کا کیا حکم ہے؟

حامدًا و مصليًا الجواب ــــــــــــ وبالله التوفيق

صورتِ مسئولہ میں اگر برہمی مسلمان کے ساتھ اپنے صغیر بچوں کو لیے ہوئے رہتی ہے تو اگر برہمی مسلمان ہوگئی ہے تو اس کی تبعیت میں صغیر بچے بھی مسلمان سمجھے جائیں گے، بحکم "**الولد يتبع خير الأبوين**". (٢)

اور اگر برہمی مسلمان نہ ہوئی اور اپنے کفر پر رہ کر مسلمان کے ساتھ بغیر نکاح رہنے لگی تو یہ بچے مسلمان نہیں؛ لیکن آٹھ سالہ لڑکی موت سے پہلے ایک عالم کے ہاتھ پر کفر سے توبہ کر کے مسلمان ہوگئی تو اس کا ایمان و اسلام صحیح ہوا اور اس کے مرنے کے بعد امام صاحب نے نماز جنازہ پڑھی اور اسلامی قاعدے کے موافق تجہیز و تکفین کی، یہی حکم شریعت کا ہے، امام صاحب نے اسلامی قوانین کے موافق عمل کیا ہے۔ رہا دوسرا بچہ تو اگر اس کی ماں مسلمان نہ ہونے کی وجہ سے یہ کافر تھا تو اس کے مرنے پر اسلامی احکام جاری نہیں ہو سکتے اور اس کے ساتھ مسلمان بچوں کی طرح معاملہ نہیں کیا جا سکتا، لہٰذا اس کے متعلق بھی امام صاحب کا عمل صحیح ہوا، کوئی قابل الزام نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

(مرغوب الفتاویٰ: ٣/١٦٢-١٦٣)

---

(١) الدر المختار مع رد المحتار، باب الجنائز، مطلب في حديث كل سبب ونسب: ٢/١٩٩، دار الفكر بيروت

(٢) الهداية، فصل في الصلاة على الميت: ١/١٦٤، البحر الرائق، باب نكاح الكافر: ٣/٢٢٤، سعيد

احکامِ دین سے ناواقف نومسلمہ کی نماز جنازہ:

سوال: جو نومسلمہ عورت مسلمان کے نکاح میں حالت اسلام میں مرجائے اور وہ اسلامی احکام سے واقف نہ ہو؛ لیکن اس پر مسلمان ہونے کے بعد کوئی کفر وشرک وبت پرستی کا ثبوت نہ ہو، ایسی عورت کے مرنے پر ان کی نماز جنازہ پڑھی جاوے اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جاوے، یا نہیں؟

حامدًا و مصليًا الجواب ــــــــــــ و بالله التوفيق

جب کہ کوئی کافر مرد، یا عورت اپنے کفر وشرک وبت پرستی سے تائب ومتنفر ہوکر مسلمان ہوجائے اور بعد اسلام کے پھر مرتد نہ ہوا اور اپنے اسلام پر قائم ہو، گو اعمال میں کتنی ہی کمزوری رہے؛ لیکن جب خدا کو ایک اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی برحق مانتا رہے اور ایسی حالت اسلام میں انتقال ہوجائے، اس کے مسلمانوں کے قبرستان میں اسلامی قاعدے کے موافق دفن کرنا مسلمانوں پر فرض وضروری ہے، جب کہ اسلام کے بعد شرک وبت پرستی کا کوئی ثبوت نہیں تو اس کو کافر سمجھنا اور اس کی نماز جنازہ پڑھنے اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنے میں شک کرنا جہالت ہے۔

صورتِ موجودہ میں مرحومہ نومسلمہ کی نماز جنازہ پڑھی جائے اور اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔ جملہ مسلمانوں پر اسلامی برادری کے مطابق یہی شرعی حکم ہے، اس کے خلاف کرنا شرعاً جرم عظیم وگناہ کبیرہ ہے۔

"(قوله: وهي فرض علٰى مسلم مات) والصلاة علٰى كل مسلم مات فرض أى مفترض علٰى المكلفين". (۱)

اگر کوئی مسلمان بغیر غسل ونماز جنازہ دفن کردیا گیا تو سب کے سب گنہگار رہوں گے۔(۲) **واللّٰه تعالٰى أعلم وعلمه أتم وأحكم** (مرغوب الفتاویٰ: ۳/۱۶۴-۱۶۵)

مرتد کے ساتھ رہنے والی مسلمہ پر نماز جنازہ:

سوال: ایک عورت نے ایک نومسلم سے نکاح کیا، بارہ سال کے بعد مرد مرتد ہوگیا؛ تاہم عورت نے مرتد کو نہیں چھوڑا۔ اس عورت کے مرنے پر نماز جنازہ پڑھی جاوے، یا نہیں؟

---

(۱) ردالمحتار، باب صلاة الجنازة، مطلب: هل يسقط فرض الكفاية بفعل الصبي: ۲/۲۱۰، دار الفكر بيروت

(۲) الصلاة علٰى الجنازة فرض كفاية إذا قام به البعض واحداً كان أو جماعة ذكرًا أو كان أو أنثٰى سقط عن الباقين وإذا ترك الكل أثموا. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصلاة، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز، الفصل الخامس فى الصلاة على الميت: ۱/۱٦۲)

"غسل الميت حق واجب علٰى الأحياء". (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصلاة، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز، الفصل الثانى فى الغسل: ۱/۱٥۸)

حامدًا و مصليًا الجواب ــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

اس عورت پر نماز جنازہ پڑھنا ضروری ہے، یہ گنہگار ہے؛ لیکن مسلمان ہے اور ہر نیک و بد پر نماز جنازہ پڑھنے کا حکم ہے۔ "وصلوا علىٰ كل بر وفاجر". (الحديث)(۱)

وفي رواية: عن أبي هريرة أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: صلوا خلف كل بر وفاجر وصلوا علىٰ كل بر وفاجر. (۲)

وفي رواية: "صلوا كل موتاكم". وفي رواية: "صلوا علىٰ من قال لا إلٰه إلا اللّٰه". (۳) واللّٰه تعالىٰ أعلم وعلمه أتم و أحكم (مرغوب الفتاویٰ: ۳/۱۶۷)

بغیر نکاح کے عورت رکھنے والے کی نماز جنازہ کا حکم:

سوال: اگر زید مر جاوے تو اس کے جنازہ کی نماز پڑھنا اور مسلمانوں کے گورستان میں دفن جائز ہے، یا مثل چمار بھنگیوں کے پھینکنا جائز ہے؟ اور اس حال میں اگر زید کی اولاد مر جاوے تو اس کی نماز پڑھنی جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــ

اگر زید مر جاوے تو مناسب ہے کہ اس کے جنازہ کی نماز نہ پڑھی جائے اور اگر اس کی اولاد مر جاوے تو اس کی نماز پڑھ دینا؛ کیوں کہ وہ مسلمان ہیں، باقی کفن دفن میں شریک نہ ہوں، دیگر زید کو مسلمانوں کے قبرستان میں بھی دفن نہ کریں۔ فقط

(فیوض رشیدیہ، ص: ۱۹-۲۰) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۹۴)

طلاق مغلظہ کے بعد بغیر حلالہ کے رہنے والوں پر نماز جنازہ:

سوال: شوہر نے عورت کو تین طلاق مغلظہ دی اور بغیر حلالہ کے دونوں ساتھ رہتے ہیں، کیا ان کے مرنے پر جنازہ پڑھا جائے گا؟

حامدًا و مصليًا الجواب ــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

دونوں میں سے کسی ایک کے مرنے پر نماز جنازہ پڑھنا ضروری ہے، یہ لوگ گنہگار ہیں، لیکن مسلمان ہیں اور ہر نیک و بد پر نماز جنازہ پڑھنے کا حکم ہے۔

"وصلوا علىٰ كل بر وفاجر". (الحديث)(۴)

(۱) فيض القدير شرح جامع الصغير: ۲٦٥/٤، رقم الحديث: ٥٠٢٢

(۲) السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الجنائز، باب الصلاة علىٰ من قتل نفسه: ١٩/٤، انيس

(۳) فيض القدير: ٢٦٧/٤، رقم الحديث: ٥٠٢٨، ٥٠٢٩، ٥٠٣٠

(۴) فيض القدير شرح جامع الصغير: ٢٦٥/٤، رقم الحديث: ٥٠٢٢

وفی روایة: عن أبی هریرة أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: صلوا خلف کل بر وفاجر وصلوا علٰی کل بر وفاجر. (۱)

وفی روایة: "صلوا کل موتاکم". وفی روایة: "صلوا علٰی من قال لا إلٰه إلا الله". (۲) کافروں پر نماز جنازہ پڑھنا حرام ہے۔ والله تعالٰی أعلم وعلمه أتم و أحکم (مرغوب الفتاویٰ: ۳/۱۶۷-۱۶۸)

گھر میں بت رکھنے والے مسلمان پر نماز جنازہ:

سوال: ایک مسلمان برما کو دوست رکھتا ہے اور ان کو اپنے ساتھ کھلاتا، پلاتا ہو اور مالی امداد بھی کرتا ہو اور برموں کی طرح اپنے گھر میں دو چھوٹے بت آدمی کی شکل کے بت خانہ سے لاکر خوب پھول بسا کر گیس بتی کی روشنی کے ساتھ رکھتا ہو اور کبھی عید کی نماز بھی پڑھتا ہو۔ ایسے شخص کے مرنے پر نماز جنازہ پڑھی جائے، یا نہیں؟

حامدًا ومصلیًا الجواب ــــــــــــ وباللّٰه التوفیق

سوال میں بعض افعال کفریہ وشرکیہ ہیں، اس کا کرنے والا سخت گنہگار ہے، کافروں سے ہمیشہ اختلاط سے رہنا غیرت اسلامی کے خلاف ہے، حرام نہیں۔ گھر میں بت رکھنا حرام ہے، اگر بت کو سجدہ کرتا ہو تو ایسے شخص پر نماز جنازہ نہ پڑھی جاوے، چوں کہ وہ کافر ہے؛ لیکن اگر زینت کے لیے بت رکھے ہیں تو سخت گنہگار ہے؛ مگر کافر نہیں، دائرہ اسلام میں داخل مانیں گے، ایسے شخص پر نماز جنازہ پڑھی جاوے۔ والله تعالٰی أعلم وعلمه أتم وأحکم (مرغوب الفتاویٰ: ۳/۱۶۸)

ایسی میت کا حکم جس کا اسلام یا کفر معلوم نہ ہو:

سوال: حالیہ بارش کے سیلاب میں جو لاشیں پائی گئیں، ان میں سے بعض لاشوں مین شبہ ہے کہ وہ کافروں کی ہیں، یا مسلمانوں کی؟ اس لیے کہ برساتی نالہ اور ندی کے کنارے ہندو بھی آباد تھے، کیا ان مشکوک لوگوں کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــ باسم ملهم الصواب

اگر میت میں مسلمان کی کوئی علامت پائی جائے تو اس کو مسلمان سمجھا جائے گا، اور اگر کوئی علامت نہ ہو تو دارالاسلام میں ہونے کی وجہ سے اس کو مسلمان قرار دیا جائے گا۔ اس لئے غسل دے کر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ احتیاط اس مین ہے کہ یقینی مسلم اور مشکوک اموات کو یکجا رکھ کر ان پر نماز جنازہ اس طرح پڑھی جائے کہ ان مین سے صرف مسلمانوں پر نماز کی نیت ہو۔

قال فی الدرالمختار: لو لم یدر أمسلم أم کافر ولا علامة فان فی دارنا غسل وصلٰی علیه وإلا

---

(۱) السنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب الجنائز، باب الصلاة علٰی من قتل نفسه: ۱۹/٤، انیس

(۲) فیض القدیر: ۲٦۷/٤، رقم الحدیث: ٥٠۲۸، ٥٠۲۹، ٥٠۳٠

لا،اختلط موتانا بكفار ولا علامة اعتبر الأكثر، فان استوَوُا غسلوا واختلف فى الصلاة عليهم ومحل دفنهم.

وفى الشامية تحته: وقيل يصلى ويقصد المسلمين لأنه إن عجز عن التعيين لا يعجز عن القصد،كما فى البدائع.

قال فى الحلية: فعلىٰ هٰذا ينبغى أن يصلى عليهم فى الحالة الثانية أيضاً أى حالة ما إذا كان الكفار أكثر؛لأنه حيث قصد المسلمين فقط لم يكن مصلياً على الكفار وإلا لم تجر الصلاة عليهم فى الحالة الأول أيضاً مع أن الانفاق على الجواز فينبغى الصلاة عليهم فى الأحوال الثلاث،كما قالت به الائمة الثلاثة وهو او جه قضاء لحق المسلمين بلا ارتكاب منهى عنه،آه ملخصا. (ردالمحتار: ۸۰۵/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۷/رجب ۱۳۹۷ھ (احسن الفتاویٰ:۲۳۶/۴)

بحری جہاز میں فوت ہونے والے کا حکم:

سوال: کوئی شخص بحری جہاز میں فوت ہوگیا تو اس کو فوراً سمندر میں ڈال دیا جائے، یا کہ کنارے تک لے جانے کی کوشش کی جائے اور خشکی مین دفن کیا جائے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

اگر کنارے لگنے تک میت میں کسی قسم کے تغیر کا کوئی اندیشہ نہ ہو تو خشکی مین دفن کیا جائے، ورنہ سمندر میں ڈال دیا جائے، سمندر میں ڈالتے وقت کوئی وزنی پتھر وغیرہ ساتھ باندھ دینا بہتر ہے؛ تاکہ میت نیچے بیٹھ جائے، تیرے نہیں۔

قال فى العلائية:مات فى سفينة غسل وكفن وصلىٰ عليه وألقى فى البحر إن لم يكن قريباً من البر.

وفى الشامية:(قوله:وألقى فى البحر) قال فى الفتح: وعن أحمد رحمه اللّٰه تعالىٰ يثقل ليرسب وعن الشافعية كذٰلك إن كان قريباً من دارالحرب وإلا شد بين لوحين ليقذ فى البحر، آه،(قوله:إن لم يكن قريباً من البر)الظااهرتقدبره بأن يكون بينهم وبين البرمدة يتغيرالميت فيها ثم رأيت فى نورالايضاح التعبيربخوف الضرربه.(١)فقط واللّٰه تعالىٰ أعلم

۲۵/رجب ۱۴۰۰ھ (احسن الفتاویٰ:۴/۲۴۹-۲۵۰)

بغیر جنازہ پڑھی گئی نعش پر مٹی نہ ڈالی گئی ہو تو نکال کر جنازہ پڑھا جائے:

سوال: کمیٹی والوں نے ایک لاوارث لاش کو عیسائیوں سے قبر کھدوا کر اس کے اندر رکھ دیا، ابھی مٹی نہیں ڈالی

(١) رد المحتار،كتاب الصلاة،باب صلاة الجنازة،مطلب فى دفن الميت: ٢٣٥/٢،دار الفكر بيروت

تھی کہ پتہ چلا کہ انہوں نے جنازہ نہیں پڑھوایا تو اب کیا کرنا چاہئے تھا۔ آیا قبر میں پڑے پڑے جنازہ پڑھا جائے، یا باہر نکالا جائے؟

الجواب

مٹی ڈالنے سے پہلے علم ہو جائے تو نکال کر جنازہ پڑھا جاوے۔ **(قوله: وأهيل عليه التراب) فإن لم يهل أخرج وصلى عليه، كما قدمناه عن البحر.** (۱) فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ۔ جامعہ خیر المدارس ملتان۔ (خیر الفتاویٰ: ۳/۲۷۷)

مہلوکینِ زلزلہ پر نمازِ جنازہ:

سوال: حالیہ بھیانک زلزلہ میں بلڈنگوں کے ملبہ میں دب کر جو افراد فوت ہو گئے اور راحت کا کام کرنے والی ایجنسیوں کی تمام تر کوششوں کے باوجود ان کی لاشیں برآمد نہ ہو سکیں اور ایک طرح وہ زندہ درگور کہے جا سکتے ہیں، ایک طویل وقفے کے بعد بلڈوزروں کے ذریعہ منہدم عمارتوں کے ملبے کی صفائی کی جارہی ہے، ان کے شکستہ اعضا کو عمارتی ملبے کے ساتھ اٹھا کر پھینک دیا گیا، یا انہیں ناکافی شناخت کی بنا پر نذرِ آتش کر دیا گیا، اس طرح ان بدقسمتوں کی باقاعدہ تجہیز و تکفین بھی عمل میں نہیں آسکی، کیا ایسے اہلِ ایمان کی اجتماعی طور پر غائبانہ نمازِ جنازہ ادا کی جائے گی؟ یا اس طرح ان کے لیے دعائے مغفرت کی جا سکتی ہے؟　　(منکہ خاتون، سید علی گوڑہ)

الجواب

فقہا نے لکھا ہے کہ اگر زلزلہ وغیرہ میں لوگوں پر عمارتوں کا ملبہ گر جائے اور لاش کو نکالنا ممکن نہ ہو تو جب تک لاش کے پھٹ جانے کا گمان نہ ہو، اسی ملبہ پر نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے، جیسے بعض حالات میں قبر پر نماز پڑھنے کی گنجائش ہے۔

"ينبغي أن يكون في حكم من دفن بلا صلاة من تردى في نحو بئر، أو وقع عليه بنيان ولم يمكن اخراجه". (۲)

البتہ نماز جنازہ غائبانہ امام ابوحنیفہؒ اور اکثر فقہاء کے نزدیک درست نہیں، (۳) کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شاہ حبشہ نجاشی کے سوا کسی اور دور افتادہ شخص پر غائبانہ نماز پڑھنا ثابت نہیں۔ (۴) علاوہ ازیں دوسرے قرائن اس بات کو بتاتے ہیں، کہ یہ رسول اللہ کی خصوصیت تھی۔

---

(۱) رد المحتار، باب صلاة الجنازة، مطلب تعظيم أولى الأمر واجب: ۲/۲۲۴، دار الفكر بيروت، انيس

(۲) ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب تعظيم أولى الأمر واجب: ۲/۲۲۴، دار الفكر بيروت

(۳) ومن الشرائط حضور الميت ووضعه و كونه أمام المصلى فلا تصح على غائب. (الفتاوى الهندية، كتاب الصلاة، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز، الفصل الخامس الصلوة على الميت: ۱/۱۶۴)

(۴) عن جابربن عبد الله الأنصارى أن بنى الله صلى الله عليه وسلم على النجاشي وراء ه فكنت فى الصف الثانى أو الثالث. (صحيح البخارى، كتاب المناقب، باب من النجاشى: ۱/۵۴۷، رقم الحديث: ۱۲۴۵، قديمى)

جہاں تک دعاء مغفرت کی بات ہے تو اس کی گنجائش ہے، انفراداً بھی دعاء مغفرت کی جاسکتی ہے اور اجتماعی طور پر بھی؛ کیوں کہ خاص خاص موقعوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجتماعی دعا کرنا بھی ثابت ہے۔(۱) (کتاب الفتاویٰ:۳/۱۸۵)

ایک ہندو اور ایک مسلمان ایک مکان میں جل گئے کس طرح نماز جنازہ ادا کی جائے:

سوال: ایک مکان میں دو آدمی رہتے ہوں، جن میں ایک ہندو ہو، دوسرا مسلمان اور بحکم خداوندی اس مکان مین آگ لگ جائے، جس سے دونوں آدمی جل جائیں کہ ان کا گوشت و پوست باقی نہ رہے اور ان کے وارثان کسی علامت سے شناخت نہ کرسکیں کہ کون سا ہندو ہے اور کون سا مسلمان۔ دونوں کے ورثا اس پر متفق ہیں کہ اگر شناخت ہوجائے تو دونوں کے ساتھ ان کے اپنے اپنے دین کے مطابق تجہیز و تکفین کی جائے۔ از روئے شریعت ہم کو شناخت کی کوئی ایسی علامت بتائی جائے کہ کوئی شک باقی نہ رہے؟

الجواب

صورت مسئولہ میں جب کہ شناخت کی کوئی علامت باقی نہیں رہی ہے تو ان کی تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ کے متعلق شرعاً یہ حکم ہے کہ ان دونوں کو غسل دیا جائے، اگر وہ قابل غسل ہوں اور دونوں کو کفن پہنایا جائے اور نماز جنازہ مسلمان کے جنازہ کی نامزدگی کی نیت سے پڑھی جائے، جو ان میں سے مسلمان ہے، اس کی نماز جنازہ ہوجائے گی، کافر نہ ہوگی۔

هٰكذا فصله وحققه فى الشامى فى كتاب الجنائز وأقول بتوفيق الله: قال فى الدر المختار: اختلط موتانا بكفارة ولاعلامة اعتبر الأكثر فإن استووا غسلوا واختلف فى الصلاة عليهم، الخ، قال الشامى: بعد ذكر التفصيل عن شرح مختصر الطحاوى للاستيجابى فى قوله اعتبر الأكثر: لكن يغسلون ويكفنون، الخ، ثم قال: قوله واختلف فى الصلاة، فقيل: لايصلى عليهم (إلىٰ أن قال) وقيل: يصلى عليهم ويقصد المسلمين، الخ. (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۵/۳۵۳-۳۵۴)

بم حادثہ کے مہلوک کی نمازِ جنازہ:

سوال: بم حادثہ میں جن لوگوں کی موت ہوجاتی ہے، ان کی لاش کے پرخچے اڑ جاتے ہیں، ایسی لاش پر نمازِ جنازہ ادا کرنے کی کیا صورت ہوگی؟ (عبید الرحمان، عادل آباد)

---

(۱) قال يحيىٰ بن سعيد سمعت أنس بن مالك قال أتىٰ رجل أعرابى من أهل البدو الىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الجمعة فقال يا رسول الله هلكت الماشية هلكت العيال هلك الناس فرفع رسول الله صلى الله عليه وسلم يديه يدعو ورفع الناس أيديهم مع رسول الله صلى الله عليه وسلم يدعو قال فما خرجنا من المسجد حتىٰ مطرنا فما زلنا نمطر حتىٰ كانت الجمعة الأخرىٰ فأتىٰ رجل الىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم بشق المسافر ومنع الطريق. (صحيح البخارى، كتاب الاستسقاء باب رفع الناس أيديهم مع الامام: ۱/۱۴۰، قديمى، انيس)

(۲) ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ۱/۸۰۵

الجواب

اگر لاش کا اکثر حصہ، یا سر کے ساتھ آدھا حصہ مل جائے تو اسے غسل دیا جائے گا، کفن پہنایا جائے گا اور نماز پڑھی جائے گی، اگر بعد میں بقیہ حصہ مل جائے تو اب اس حصہ پر نماز نہیں پڑھی جائے گی، اگر نصف حصہ بغیر سر کے ملے، یا لمبائی میں چیرا ہوا ملے تو نہ غسل دیا جائے گا اور نہ نماز پڑھی جائے گی؛ بلکہ اسے ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے گا۔

”ولو وجد أكثر البدن أو نصفه مع الرأس يغسل ويكفن ويصلّٰى عليه ... وإن وجد نصفه من غير الرأس أو وجد نصفه مشقوقًا طولا فإنه لا يغسل ولا يصلى عليه ،الخ “.(۱)(کتاب الفتاویٰ:۱۸۵/۳)

اگر جسم کا ایک حصہ جل گیا ہو تو کیا اسے غسل دے کر نماز جنازہ پڑھی جائے گی، یا نہیں:

سوال: مکان میں آگ لگ جانے کی وجہ سے اگر اکثر حصہ میت کا جل جاوے اور جو باقی ہو وہ بھی سیاہ مانند کوئلہ کے ہو گیا ہو، چہرہ ندارد ہو تو اس کو غسل وکفن دیا جاوے اور نماز اس پر پڑھی جاوے، یا نہیں؟ بصورت جواز غسل وغیرہ اگر امام مسجد نے اس برائے نام لاش کو یونہی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا ہو تو اس کی اقتداء فی الصلوٰۃ کا کیا حکم ہے؟ بصورت عدم جواز غسل وکفن ونماز جنازہ کے ایسے امام کو جس نے بلا غسل وکفن اور نماز کے مذکورہ بالا لاش کو دفنا دیا۔ اگر کوئی شخص خود غرضی اور شرارت کی وجہ سے خواہ مخواہ عوام میں ذلیل اور رسوا کرنے کے درپے ہو تو اس کی کیا سزا ہے؟

الجواب

مسئلہ اس بارے میں یہ ہے کہ اگر اکثر حصہ میت کا باقی ہو؛ یعنی نصف سے زیادہ باقی ہو، اگر چہ بدون سر کے باقی ہو تو اس کے غسل دیا جائے اور نماز اس پر پڑھی جاوے اور اگر زیادہ حصہ جسم میت کا جل کر خاکستہ ہو گیا اور کم حصہ باقی ہے تو غسل ونماز کچھ لازم نہیں۔

درمختار میں ہے:

(وجد رأس آدمی) أو أحد شقيه (لايغسل ولا يصلی عليه) بل يدفن إلا يوجد أكثر من نصفه ولو بلا رأس ،الخ.(۲)

پس جب کہ اس میت کا اکثر حصہ جل کر خاکستہ ہو گیا تو غسل ونماز اس کی واجب نہیں ہے، ویسے ہی دفن کر دینا چاہیے اور جس امام نے ایسا کیا کہ بوجہ مذکور بلا غسل ونماز اس کو دفن کرا دیا، اس پر کچھ مواخذہ نہیں اور اس کی امامت میں کچھ خلل اور کراہت نہیں ہے اور اعتراض کرنا اس کے اس فعل پر اگر خود غرضی سے اور عداوت کی وجہ سے ہے تو سخت گناہ اور معصیت ہے، اس سے توبہ کرے اور اگر بوجہ جہل کے ہے تو معذور ہے؛ لیکن جاہل کو کسی عالم سے مسئلہ

---

(۱) الفتاوی الهندية، كتاب الصلاة، الباب الحاوی والعشرون فی الجنائز ،الفصل الثانی فی الغسل: ۱۵۹/۱ ،انیس

(۲) الدر المختار علٰی هامش رد المحتار، كتاب الصلاة ،باب صلاة الجنازة: ۱۹۹/۲ ،دار الفكر بيروت ،انیس

دریافت کرنا چاہیے، خود ہی کوئی حکم نہ کردینا چاہیے، ''فإنما شفاء العی السوال''؛ یعنی: ''شفا جہل سے دریافت ہے جاننے والوں سے''۔(۱)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿فاسئلوا أهل الذکر إن کنتم لاتعلمون﴾(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم: ۳۴۴/۵-۳۴۵)

جو تمام جل جائے تو اس پر جنازہ نہ پڑھا جائے:

سوال: اگر کوئی شخص جل گیا، گوشت و پوست وغیرہ سب کچھ ختم ہوگیا، صرف ہڈیاں باقی رہ گئیں، ڈھانچہ بالکل ختم ہوگیا، اس پر جنازہ وغیرہ کا کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ

وإن وجد نصفه من غیر الرأس أووجه نصفه مشقوقًا طولاً فإنه لایغسل ولایصلی علیه ویلف فی خرقه ویدفن فیها. (۳)

جزئیہ ہذا سے ظاہر ہے کہ جس کا نصف حصہ بدن سر سمیت نا پایا جائے، اسے غسل دینے، یا اس پر جنازہ پڑھنے کی اجازت نہیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ، ۱۳۸۲/۸/۲۳ھ۔ (خیر الفتاویٰ: ۱۹۵/۳)

ہندو مسلم ایک مکان میں جل جائیں تو نماز جنازہ کس طرح ہو:

سوال: دو مُردے ایک جگہ پائے گئے، جس میں ایک مسلمان، دوسرا کافر تھا۔ دونوں ایک مکان کے جل جانے کی وجہ سے جل گئے اور اس طور پر جلے کہ شناخت بالکل نہیں ہو پارہی تھی۔ لوگوں نے حتی الامکان کوشش شناخت کی؛ مگر صحیح طور پر شناخت نہیں ہوسکی۔ اب اس غیر ممکنہ صورت میں جنازے کی نماز کس طرح پڑھی جائے گی؟ ساتھ ہی ساتھ شناخت کی کوئی دوسری صورت ہے تو وہ بھی تحریر فرمائیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

دونوں مُردوں کو سامنے رکھ کر جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی؛ لیکن نیت صرف مسلمان کی کی جائے گی۔

''فینبغی الصلاة علیهم فی الأحوال الثلاث کما قالت به الأئمة الثلاثة، وهو أوجه قضاء لحق المسلمین بلا ارتکاب منهی عنه، آه. (۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد نعمت اللہ قاسمی، ۱۴۰۱/۶/۲ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۵۱۸/۲)

---

(۱) سنن أبی داؤد، باب فی المجروح یتیم، رقم الحدیث: ۳۳۶، انیس

(۲) سورة النحل: ۴۳

(۳) الفتاویٰ الهندیة، الباب الهاوی والعشرون فی الجنازة، الفصل الثانی فی الغسل: ۱۵۹/۱، انیس

(۴) رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صلوٰة الجنازة: ۲۰۱/۲، دار الفکر بیروت، انیس　　==

مسلمانوں کے ساتھ ہندو جل کر مر جائیں، تمیز ممکن نہ ہو، نماز کس طرح پر پڑھی جائے گی:

سوال: ایک گھر کے اندر کتنے مسلمان و ہندو رہتے تھے، اتفاق سے وہ گھر مع جملہ اشخاص جل گیا، ابھی مسلمان ہندو کا تمیز کرنا دشوار ہے، اس وقت میں نماز جنازہ کس طرح پڑھی جاوے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

سب پر نماز پڑھ لی جاوے؛ مگر نیت مسلمان پر نماز پڑھنے کی جاوے۔(۱)

ورجح الصلاة فی الأحوال الثلث سواءٌ کان الکفار أکثر أو أقل أو کانوا سواءٌ. واللّٰہ أعلم

۲۸/ ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ (امداد الاحکام: ۲/ ۴۵۱)

نصف جلی ہوئی لاش پر نمازِ جنازہ:

سوال: ایک گاؤں میں آگ لگی، ایک لڑکی جل گئی اور ایسی جلی کہ ہاتھ، سر اور پیروں تک کا پتہ نہیں چلا۔ اس کی نماز پڑھی جانی چاہیے، یا نہیں؟ نیز غسل وکفن بھی دیا جانا چاہیے تھا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا ومصلیًا

اس کو غسل نہ دیا جائے گا، نہ کفن پہنایا جائے گا، نہ نماز جنازہ پڑھی جائے گی؛ بلکہ ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے گا۔

وإن وجد نصفه من غیر الرأس أو وجد نصفه مشقوقاً طولاً، فإنه لایغسل ولایصلی علیه، ویلف فی خرقة ویدفن فیها. (۲)

(وجد رأس آدمی) أو أحد شقیه (لایغسل ولایصلی علیه) بل یدفن، إلا أن یوجد أکثر من نصفه ولو بلا رأس. (۳) فقط واللّٰہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۸/ ۶۶۴-۶۶۵)

== وقیل: یصلی ویقصد المسلمین، لأنه إن عجز عن التعیین لا یعجز عن القصد کما فی البدائع، قال فی الحلیة: فعلٰی هٰذا ینبغی أن یصلی علیهم فی الحالة الثانیة أیضاً: أی حالة ما اذا کا ن الکفارة أکثر؛ لأنه حیث قصد المسلمین فقط لم یکن مصلیاً علی الکفار، والا لم تجز الصلاة علیهم فی الحالة الأولٰی أیضاً مع أن الاتفاق علی الجواز". (رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة: ۲/ ۲۰۱، دار الفکر بیروت، انیس)

(۱) فینبغی الصلٰوة علیهم فی الأحوال الثلاث کما قالت به الأئمة الثلاث وهو قضاء لحق المسلمین بلا ارتکاب منهی عنه. (رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة: ۲/ ۲۰۱، دار الفکر بیروت، انیس)

(۲) الفتاوٰی الهندیة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الثانی فی غسل المیت: ۱/ ۱۵۹، رشیدیة

(۳) الدر المختار علٰی هامش رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة: ۲/ ۱۹۹، سعید

ولو وجد الأکثر من المیت أو النصف مع الرأس، غسل وصلی علیه، وإلا فلا. (البحر الرائق، کتاب الجنائز: ۲/ ۳۰۵، رشیدیة)

ایسی لاش جس کے گوشت کو درندے نے کھالیا ہو، اس کے غسل ونماز کا حکم:

سوال(۱) کسی نے ایک مسلم کو قتل کر کے جنگل میں ڈال دیا، تین، چار روز کے بعد لاش کا پتہ لگا، تب تک اس مقتول کے اکثر اعضا کے گوشت درندہ کھا گئے، تحقیقات پولیس میں بھی ایک، دوروز تک دیر ہوئی۔اب اس مسلم مذکور مقتول کے جنازہ کی نماز وغسل جائز ہے، یا نہیں؟

جو لاش پھول پھٹ گئی ہو، اس کے غسل ونماز کا حکم:

(۲) کسی نے ایک مسلم کو بذریعہ بھالا کے اس طرح سے قتل کیا کہ آنت وغیرہ نکل آئے اور بوجہ تحقیقات پولیس چار، پانچ روز ہوگئے ونیز بباعث موسم گرمی جسم زیادہ پھول گیا اور تعفن اور بدبو حد سے زیادہ ہوگئی۔اب اس مسلم مذکور مقتول کے جنازہ کی نماز وغسل جائز ہے، یا نہیں؟

مسلم وغیر مسلم ایک مکان میں جل جائیں تو نماز کس طرح ہو:

(۳) ایک مکان کے اندر ایک مسلم اور ایک کافر اس طرح جل کر مرگئے کہ ہر دو میں کوئی علامت اسلام، یا کفر کی باقی نہیں رہی۔اب اس صورت میں مسلم میت کی نماز کیوں کر ہوگی؟

الجواب ———————— وباللّٰہ التوفیق

(۱،۲) غسل ونماز دونوں ضروری ہے۔(۱)

(۳) نماز میں مسلمان کی نیت کی جائے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۳۴۶/۳/۲۳ھ۔(فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۲۷۰-۲۷۱)

---

(۱) ولو وجد أكثر البدن أو نصفه مع الرأس يغسل ويكفن ويصلّى عليه كذا فى المضمرات". (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصلاة، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز، الفصل الثانى فى الغسل: ۱/۱۵۹)

اگر نعش بالکل پھول پھٹ گئی ہو، باضابطہ غسل دینا ممکن نہ ہو تو صرف اس پر پانی بہادینا کافی ہے۔[مجاہد]

"ولو كان الميت متفسخًا يتعذر مسحه كفى صب الماء عليه، كذا فى التتارخانية ناقلاً عن العتابية".

(الفتاوى الهنديه: ۱/۱۵۸)

(۲) (قوله: واختلف فى الصلاة عليهم) فقيل لا يصلى؛ لأن ترك الصلاة على المسلم مشروع فى الجملة كالبغاة وقطاع الطريق، فكان أولىٰ من الصلاة على الكافر؛ لأنها غير مشروعة لقوله تعالىٰ: ﴿ولا تصلّ على أحد منهم مات أبدًا﴾ وقيل يصلّى ويقصد المسلمين؛ لأنه ان عجز عن التعيين لا يعجز عن القصد، كما فى البدائع، قال فى الحلية: فعلىٰ هٰذا ينبغى أن يصلّى عليهم فى الحالة الثانية أيضًا أى حالة ما اذا كان الكفار أكثر؛ لأنه حيث قصد المسلمين فقط لم يكن مصلّيًا على الكفار، وألا لم يجز الصلاة عليهم فى الحالة الأولىٰ أيضًا مع أن الاتفاق على الجواز، فينبغى الصلاة عليهم فى الأحوال الثلاث كما قالت به الأئمة الثلاث، وهو أوجه قضاء لحق المسلمين بلا ارتكاب منهى عنه، آه. (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب فى حديث كل سبب ونسب منقطع إلا سببى ونسبى: ۲/۲۰۱، دار الفكر بيروت)

پھانسی دیئے ہوئے شخص پر نماز جنازہ:

سوال: پھانسی والے کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، یا نہ؟

الجواب ـــــــــــــــــــ

پڑھی جاوے گی؛ اس لیے کہ اگر وہ مظلوم ہے تو ظاہر ہے اور اگر ظالم تھا اور سزائے جرم میں مارا گیا، تب بھی مثل بغاۃ وقطاع طریق کے ہوگا اور وہ جب غیر حرب میں قتل کئے جاویں، ان کے جنازہ پر نماز پڑھی جاتی ہے۔(۱)

یکم جمادی الثانی ۱۳۳۱ھ (حوادث اول وثانی: ۹۸) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۷۳۵)

نس بندی کرانے والے کی نماز جنازہ:

سوال: جس شخص نے نس بندی کرالیا ہو، اس کی نماز جنازہ پڑھنا فرض ہے، یا نہیں؟ ایک امام صاحب کہتے ہیں کہ اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔

الجواب ـــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

امام صاحب کا کہنا غلط ہے، ایسے شخص کی نماز جنازہ پڑھنا بھی ضروری ہے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ خالد مظاہری، ۳/۱۱/۱۴۰۰ھ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۵۲۳)

کنویں میں گر کر مرنے والے کی نمازِ جنازہ اور بخشش:

سوال: ایک آدمی کنویں میں گر کر مر گیا تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، یا نہیں؟ اس کی بخشش ہوگی، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ حامدًا ومصلیًا

فتویٰ یہ ہے کہ جو شخص خودکشی کرے، خواہ ڈوب کر، یا کسی اور طرح سے، اس کی بھی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور دعا کی جائے کہ خداوند اس کے جرم عظیم کو معاف فرمائے۔

قال العلامة الحصكفي: (من قتل نفسه) ولو (عمداً، يغسل ويصلي عليه به) يفتي، وإن كان أعظم وزراً من قاتل غيره، آه". (۳)

"ومن قتل نفسه عمداً، يصلي به عليه عند أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالیٰ وهو

---

(۱) (من قتل نفسه) ولو (عمدا يغسل ويصلي عليه) به يفتىٰ وان كان أعظم وزرا من قاتل غيره. (الدرالمختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب هل يسقط فرض الكفاية: ۲/۲۱۱، سعيد)

(۲) (وهي فرض علىٰ كل مسلم مات خلا) أربعة، (بغاة وقطاع طريق) الخ. (الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب صلاة الجنازة: ۳/۱۰۷)

(۳) الدرالمختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ۲/۲۱۱، سعيد

الأصح؛ لأنه فاسق غير ساع في الأرض بالفساد وإن كان باغياً علٰى نفسه كسائر فساق المسلمين". (۱) والله تعالٰى أعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۲۶/۸)

خطاءً خودکشی کرنے والے کا بالاجماع جنازہ پڑھا جائے:

سوال: خودکشی کرنے والے کے جنازہ میں شدت تکلیف اور عدم شدت کی بنا پر کوئی فرق ہے، یا نہیں؟

"**أراد به قاتل نفسه عمداً، لا لشدة وجع، فخرج بمفهومه الخطاء، فإنه يغسل، ويصلى عليه، آه**". (مراقی الفلاح)

اس عبارت میں "**فخرج**" کی پر متفرع ہے "**عمداً**"، پر، یا" **لا لشدة**"، پر؟ اگر عمداً پر ہے تو عمد والے پر بھی جنازہ پڑھا جاتا ہے، پھر خطا وعمد مین فرق کیا ہوا؟

الجواب

"**فخرج بمفهومه الخطاء**" عمداً پر متفرع ہے؛ کیوں کہ "**احتراز عن الخطاء**" لفظ عمد ہی کے ساتھ ہوسکتا ہے، شدت وجع پر متفرع نہیں۔ رہا یہ کہ پھر عمد اور خطا میں مابہ الفرق کیا ہے تو وہ یہ ہے کہ "**قاتل نفسه خطاء**" پر اجماعاً نماز پڑھی جاوے؛ کیوں کہ وہ شہید ہے اور قاتل نفسہ عمداً میں اختلاف ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ قاتل نفسہ عمداً پر نماز پڑھی جائے؛ لیکن راجح یہ ہے کہ اس پر بھی نماز پڑھی جائے؛ کیوں کہ زیادہ سے زیادہ وہ خودکشی کی وجہ سے کبیرہ کا مرتکب ہوا، لا غیر اور قول محشی علام "**لالشده وجع**"، میں شدت وجع کی قید اتفاقی ہے؛ کیوں کہ عام طور پر خودکشی شدت درد والم میں ہوتی ہے، لفظ لا سہو کا تب معلوم ہوتا ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ غفرلہ، ۲۵/۵/۶۹ ۱۳ھ۔ الجواب صحیح: بندہ عبد الرحمٰن غفرلہ۔ (خیر الفتاویٰ: ۱۸۳/۳)

خودکشی کرنے والی کی نماز جنازہ معاشرے کے ممتاز لوگ نہ ادا کریں:

سوال: ایک شخص نے خودکشی کرلی، نماز جنازہ کے وقت حاضرین میں اختلاف رائے ہوگیا، اس پر قریب کے دو مولوی صاحبان سے دریافت کیا گیا تو معلوم ہوا کہ نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں، تھوڑی دیر بعد پھر ایک دارالعلوم سے ٹیلیفون پر معلوم ہوا کہ ایک خاص گروہ کے لوگ یعنی مفتی، عالم، دین دار وغیرہ نہ جنازہ پڑھا سکتے ہیں اور نہ ہی جنازہ پڑھ سکتے ہیں، جو فریق نماز جنازہ میں شامل تھا وغیر شامل فریق سے کہتا ہے کہ تم لوگ ثواب سے مرحوم رہے ہو اور

---

(۱) **تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب الشهيد: ۵۹۷/۱، دار الكتب العلمية بيروت**

عبارت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ عمداً خودکشی کرنے والے کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی ،لہٰذا اگر عمداً نہ ہو؛ بلکہ بلاارادہ ڈوب کر خودکشی کی صورت سی بن گئی تو اس پر بطریق اولیٰ نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی۔

دوسرا پہلے فریق سے کہتا ہے کہ تم نے گناہ کیا ہے۔ازراہ کرم آپ دونوں فریقین کی شرعی حیثیت سے آگاہ فرمائیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

خودکشی چوں کہ بہت بڑا جرم ہے، اس لیے فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ مقتدا اور ممتاز افراد اس کا جنازہ نہ پڑھیں، تا کہ لوگوں کو اس فعل سے نفرت ہو، (۱) عوام پڑھ لیں، (۲) تاہم پڑھنے والوں پر کوئی گناہ ہوا اور نہ ترک کرنے والوں پر؛ اس لیے دونوں فریقوں کا ایک دوسرے پر طعن والزام قطعاً غلط ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۴/۳۵۷-۳۵۸)

خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی:

سوال: جو شخص خودکشی کرے اس کے جنازہ کی نماز پڑھی جاوے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

اس میں اختلاف ہے اور پڑھنے پر بھی فتویٰ ہے۔ **کما فی الدر المختار: (من قتل نفسه) ولو (عمداً يغسل ويصلى عليه) به يفتى.** (۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۵/۲۸۸)

خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ:

سوال: ہندہ پھانسی لگا کر مرگئی، لوگوں نے بغیر نماز ایک گڈھا کھود کر ڈال دیا اور پھر دبا دیا، کیا ایسے مردہ کی تجہیز وتکفین اور نماز واجب نہیں ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ وباللہ التوفيق

خودکشی ایک ناجائز وحرام فعل ہے؛ (۴) لیکن اس سے کوئی مسلمان اسلام سے خارج نہیں ہوتا؛ اس لیے جن لوگوں

---

(۱) ولا يصلى على البغاة وقطاع الطريق عندنا وقال الشافعي يصلى عليهم؛ لأنهم مسلمون... فدخلوا تحت قول النبي صلى الله عليه وسلم: صلوا علىٰ كل برو و فاجر، ولنا ما روى عن عليه أنه لم يغسل أهل نهر وان ولم يصل عليهم، فقيل له: أكفارهم؟ فقال: لا! ولكن هم اخواننا بغوا علينا، أشار إلىٰ ترك الغسل والصلاة عليهم اهانة لهم ليكون زجراً لغيرهم وكان ذالك بمحضر من الصحابة رضي الله عنهم ولم ينكر عليه أحد فيكون اجماعاً و هو نظير المصلوب ترك علىٰ خشبته اهانة له وزجرا لغيره. (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل وأما بيان كيفية الصلاة على الجنازة، والكلام في صلاة الجنازة في مواضع: ۱/۳۱۲، طبع سعيد)

(۲) (من قتل نفسه) ولو (عمداً يغسل ويصلى عليه) به يفتى وان كان أعظم وزراً من قاتل غيره، الخ. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة: ۳/۱۰۸، مكتبة زكريا ديوبند، انيس)

(۳) الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ۳/۱۰۸، مكتبة زكريا ديوبند، انيس

(۴) عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الذى يخنُق نفسه يخنقها فى النار والذى يطعنها يطعنها فى النار. (صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب ماجاء فى قاتل النفس: ۱/۱۸۲، قديمي، انيس)

من قتل نفسه عمدًا يصلى عليه عند أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله وهو الأصح، كذا في التبيين. (الفتاوىٰ الهندية، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز، الفصل الخامس فى الصلاة على الميت: ۱/۱۶۳)

نے ہندہ کی تجہیز و تکفین مسلمانوں کی طرح نہ کی اور نماز جنازہ نہ پڑھی، وہ سب گنہگار ہوئے، ان کو توبہ کرنا چاہیے۔(۱)
فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۳۵۱/۸/۲۶ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۲/۲۶۷۔۲۶۸)

مخنث کی نماز جنازہ:

سوال: مخنث متوفی کے جنازہ کی نماز پڑھنی درست ہے، یا نہیں؟

الجواب______________________

مخنث متوفی کے جنازہ کی نماز پڑھنا فرض ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۵/۳۱۰)

ہجڑے کی نماز جنازہ پڑھی جاوے گی:

سوال: ہیجڑے کی نماز جنازہ پڑھی جائے، یا نہیں؟ اور اگر پڑھی جائے تو کیسی پڑھی جائے؟

الجواب______________________

پڑھی جاوے، جیسے اور مسلمانوں کی پڑھی جاتی ہے۔(۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۵/۳۵۹)

ہجڑے کی نماز جنازہ میں مقتدا لوگ شریک نہ ہوں:

پیدائشی ہجڑے کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی:

سوال(۱) ہیجڑے مسلم کے جنازے کی نماز پڑھنا جائز ہے، یا کہ نہیں؟

(۲) زنخا (ہجڑا) ماں کے پیٹ کا قدرتی ہو تو اس کے جنازے کی نماز جائز ہے، یا نہیں؟ اور اس کو دفن کس طرح کیا جائے؟

(المستفتی:۱۳۷۸، شیخ اعظم شیخ معظم ملاجی صاحب، ۲۷/ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ، مطابق ۱۱/مارچ ۱۹۳۷ء)

---

(۱) (فعلى المسلمين تكفينه) ... (والصلاة عليه) ... (فرض كفاية).(الدرالمختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة،باب صلاة الجنازة:۳/ ۱۰۲،مكتبة زكريا ديوبند،انيس)

(قوله:فعلى المسلمين) أى العالمين به وهو فرض كفاية يأثم بتركه جميع من علم به.(ردالمحتار،كتاب الصلاة، باب الجنائز:۳/۱۰۲)

(۲-۳) (وهى فرض علىٰ كل مسلم مات خلا) أربعة (بغاة وقطاع طريق) فلا يغسلوا ولا يصلى عليهم.(الدرالمختار علىٰ هامش رد المحتار،كتاب الصلاة،باب صلاة الجنازة:۳/۱۰۱،دار الكتاب ديوبند،انيس)

الجواب ـــــــــــــــــــ

(۱)　مسلمان ہیجڑے کے جنازے کی نماز پڑھنا چاہیے؛ مگر عالم اور مقتدا لوگ نہ پڑھیں، معمولی مسلمان نماز پڑھ کر دفن کر دیں۔(۱)

(۲)　اس کے جنازے کی نماز بھی پڑھی جائے گی اور مسلمانوں کی طرح اس کی تجہیز و تکفین کی جائے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ دہلی (کفایت المفتی:۴/۱۰۲)

ہیجڑوں کی نماز جنازہ اور مسلمان قبرستان میں ان کی تدفین درست ہے، یا نہیں:

سوال:　قوم ہیجڑا جو لواطت وغیرہ کی کمائی کھاتے ہیں ان کے جنازہ کی نماز پڑھنا اور مسلمان کے قبرستان میں دفن کرنا اور ان کی کمائی سے خیرات لینا کیسا ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــ

حدیث شریف میں ہے:

"صلوا علیٰ کل بر وفاجر". (الحدیث)

اس سے معلوم ہوا کہ ہر ایک نیک وبد کی جنازہ کی نماز پڑھنی چاہیے اور فقہا نے بھی ایسا ہی لکھا ہے کہ سوائے بغاۃ وغیرہم کے جن کو فقہا نے مستثنیٰ فرمایا ہے، ہر ایک مسلمان کے جنازہ کی نماز پڑھنی چاہیے،(۳) اگر چہ فاسق وبدکار ہو۔

---

(۱)　(وهی فرض علیٰ کل مسلم مات فلا) أربعة ... (ومن قتل نفسه) ولو (عمداً یغسل، ویصلی علیه)، به یفتی وإن کان أعظم وزراً من قاتل غیره ورجع الکمال قول الثانی بما فی مسلم، أنه علیه الصلوٰة السلام أتیٰ برجل قتل نفسه، فلم یصل علیه.

وفی الشامیة: أقول، قد یقال، لا دلالة فی الحدیث علیٰ ذالک؛ لأنه لیس فیه سویٰ أنه علیه الصلاة السلام لم یصل علیه فالظاهر أنه امتنع زجرًا لغیره عن مثل هٰذا الفعل، کما امتنع عن الصلاة علی المدیون، ولا یلزم من ذالک عدم صلاة أحد علیه من الصحابة. (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ۲/ ۲۱۰-۲۱۱، ط: سعید)

(۲)　اس کی نماز نہ پڑھنے کی کوئی وجہ نہیں اور نہ ہی اس میں اس کا کچھ قصور ہے۔

(وهی فرض علیٰ کل مسلم مات) (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب صلاة الجنائز: ۲/ ۲۱۰، سعید)

وإذا اجتمعت الجنائز فالافراد بالصلاة لکل منها أولیٰ ویقدم الأفضل فالأفضل وإن اجتمعن وصلیٰ علیها مرة جعلها صفاً طویلاً ... وراعی الترتیب فیجعل الرجال مما یلی الامام، ثم الصبیان بعدهم، ثم الخناثیٰ. (نور الإیضاح، کتاب الصلاة، باب أحکام الجنائز، ص: ۱۲۹، مکتبة رحمانیة لاهور، انیس)

(۳)　(وهی فرض علیٰ کل مسلم مات خلا) أربعة: (بغاة وقطاع طریق) فلا یغسلوا ولا یصلی علیهم. (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب صلاة الجنائز: ۱/ ۸۱٤)

پس قوم ہیجڑا مذکور جو کہ مسلمانوں کی اقوام میں سے ان کے جنازہ کی نماز پڑھنی چاہیے، اگر چہ افعال شنیعہ کے ارتکاب کی وجہ سے وہ فاسق ہیں اور نماز پڑھ کر ان کو مسلمان کے قبرستان میں دفن کرنا چاہیے اور ماسوا اس کے ان کی مجالس میں شریک ہونا اور دعوت کھانا وغیرہ درست نہیں ہے، صار فان کی تجہیز و تکفین جو کہ حق اسلام ہے کر دینی چاہیے، ویسے ان سے علاحدگی چاہیے۔ (اور مسلمان قبرستان میں دفن درست ہے) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۳۶۷/۵-۳۶۸)

خنثیٰ کے جنازہ اور اس میں دعا کا حکم:

سوال: جو آدمی پیدائش سے ہو، اس کا جنازہ پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کون سی دعا پڑھنی چاہیے؟

الجواب ______________________

اگر بالغ شخص ہے تو اس کی نماز جنازہ میں بالغ مرد و عورت کی دعا پڑھی جائے اور اگر نابالغ ہے تو اس کی علامت کی تحقیق کی جائے گی۔ اگر علامت مذکر غالب ہوں تو لڑکے والی دعا پڑھی جائے اور اگر علامات موئث غالب ہوں تو موئنث والی لڑکی والی دعا اور تحقیق سے کچھ تعین نہ ہو سکنے کی صورت میں دونوں دعاؤں میں اختیار ہے، خواہ لڑکے والی دعا پڑھے، یا لڑکی والی دعا جو بھی پڑھے، جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ (خیر الفتاویٰ: ۳۰۳/۳)

خنثیٰ بچہ کی نمازِ جنازہ:

سوال: اگر کوئی لڑکا زندہ پیدا ہوا اور اس کے پاخانے پیشاب کی راہ بالکل نہ ہو تو اس پر نماز جنازہ لڑکی کی، یا لڑکے کی، کس کی پڑھی جائے گی؟ فقط

الجواب ______________________ حامدًا و مصليًا

ایسے بچہ پر لڑکی کے احکام جاری ہوں گے، بغیر ان چند مخصوص احکام کے جن کو اشباہ ،ص: ۲۴۴، میں نقل کیا ہے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ محمودیہ: ۶۴۳/۸)

مرتد اور غیر مسلم کی نماز جنازہ:

سوال: ایک آدمی باوجود معلوم ہونے کے کسی مرتد کی نماز جنازہ میں شریک ہوتا ہے اور اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرتا ہے، اس کے لیے دعاء مغفرت کرتا ہے، کیا ایسا کرنے والا، یا کرنے والے مسلمان رہ سکتے ہیں، یا نہیں؟

---

(۱) وحاصله أنه كالأنثىٰ في جميع الأحكام إلافي مسائل: لايلبس حريراً ولا ذهباً ولا فضة، ولايتزوج من رجل، ولايقف في صف النساء، ولاحد بقذ فه، ولايخلو بامرأة، ولا يقع عتق وطلاق علقاً علي ولادتهاأنثىٰ به، ولايد خل تحت قوله: كل أمة". (الأشباه والنظائر، أحكام الخنثى المشكل: ۳۷۹/۳، إدارة القرآن كراتشي)

الجواب ــ

کسی مرتد کی نماز جنازہ جائز نہیں،(۱) نہ اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا ہی جائز ہے،(۲) قرآن کریم کی نص صریح (۳) کے بعد جو شخص کسی مرتد کے جنازے کو جائز سمجھتا ہے، وہ مسلمان نہیں، اس کا ایمان جاتا رہا، (۴) اور نکاح بھی ٹوٹ گیا، اس پر ایمان کی تجدید کے بعد دوبارہ نکاح کرنا لازم ہے۔(۵) (آپ کے مسائل اوران کا حل: ۳۶۰/۴)

حکم صلوٰۃ برمیت کافر:

سوال: ایک ہندو عورت مرتے وقت وصیت کرتی ہے کہ مجھے مرنے کے بعد جلانا نہیں؛ مگر دفن کر دینا اور اس میں اسلام کی قبولیت کی کوئی ثبوتی نہیں؛ مگر چند مسلمان بھائیوں نے اس کی نماز جنازہ ادا کر کے اسی طرح دفن کر دیا، کچھ دنوں کے بعد اس کے وارثوں سے کچھ نقد وصول کر کے اس کے لیے گوشت روٹی تقسیم کر دیا اور خود بھی اس کا گوشت روٹی کھایا، ان لوگوں پر شرع شریف میں کیا حکم ہے؟

حامدًا و مصلیًا الجواب ــــــــــــ و باللّٰہ التوفیق

مرنے والی عورت ہندو اگر در پردہ مسلمان ہو اور کسی مصلحت قومی و ذاتی سے مجبور ہو کر اپنا اسلام عام طور پر ظاہر نہ کرتی ہو اور خفیہ طور پر جن کے سامنے وصیت کی تھی، انہیں مخفی طور پر اپنے اسلام کی خبر دی ہو؛ اس لیے انہوں نے حسب وصیت مرنے کے بعد اس کے ساتھ مسلمانوں کا برتاؤ کیا ہو، بظاہر قرین قیاس ایسا ہی ہوگا، ورنہ کوئی مسلمان دیدہ و دانستہ کافر میت کے ساتھ ایسا برتاؤ نہیں کر سکتا اور نہ کافر میت کے وارث ایسا کرنے پر راضی ہو سکتے ہیں۔ بہرحال اگر در پردہ مسلمان ہونے کا ثبوت ان مسلمانوں کو ہو تو انہوں نے حسب وصیت جو کچھ کیا اچھا کیا؛ لیکن اس بات کو مسلمانوں میں ظاہر کر دینا چاہیے تھا کہ مرنے والی عورت کے مسلمان ہونے کا ہم کو علم ہے؛ تاکہ مسلمانوں میں

---

(۱) الصلاة على الجنازة فرض كفاية ... وشرطها إسلام الميت، الخ. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الصلاة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الخامس فی الصلاة على الميت: ۱۶۲/۱)

(۲) وأما لو كان مرتدا يلقيه فی حفرة كالكلب... الخ. (الحلبی الكبير: ۶۰۳/۱)

وفی الأشباه والنظائر: وإذا مات أو قتل علیٰ ردته لم يدفن فی مقابر المسلمين ولا أهل ملة وإنما يلقى فی حفرة كالكلب، الخ. (الأشباه والنظائر: ۲۹۱/۱، كتاب السير، باب الردة)

(۳) ﴿ولا تصل علىٰ أحد منهم مات أبداً ولا تقم علىٰ قبره أنهم كفروا باللّٰه ورسوله وما توا وهم فاسقون﴾ (سورة التوبة: ۸۴)

(۴) من اعتقد الحرام حلالاً أوعلى القلب يكفر... وفيما اذا كان حراماً لعينه انما يكفر اذا كانت الحرمة ثابتةً بدليل مقطوع به. (الفتاویٰ الهندية، كتاب السير، الباب التاسع فی أحكام المرتدين: ۲۷۲/۲)

(۵) ما يكون كفراً اتفاقاً يبطل العمل والنكاح ... وما فيه خلاف يؤمر بالاستغفار والتوبة وتجديد النكاح. (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، كتاب الجهاد، باب المرتد: ۲۹۸/۶، دار الكتاب ديوبند، انيس)

اختلاف ختم و نااتفاقی نہ ہو اور یہ کام کرنے والے مسلمان بھی بدگمانی سے بچے رہیں اور اگر مرنے والی کے اسلام کا کوئی ثبوت نہ ہو اور ہندو سمجھتے ہوئے مسلمانوں نے اس کا جنازہ پڑھا اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا ہو تو مسلمان بہت ہی قبیح اور شعار اسلام کے خلاف کام کرنے کی وجہ سے گنہگار رہیں۔

لقوله تعالیٰ:﴿ولا تصل علیٰ أحد منهم مات أبدًا﴾(۱)

کافرمیت پر نماز جنازہ حرام ہے، پڑھنے والے اور پڑھانے والے توبہ لازم ہے، کافرمیت کے لیے نہ نماز جنازہ کام دے گی اور نہ گوشت روٹی کی تقسیم۔ **واللّٰہ تعالیٰ أعلم وعلمه أتم وأحکم** (مرغوب الفتاویٰ:۳/۱۶۳-۶۴)

بت خانہ میں جا کر مذہبی رسوم ادا کرنے والے کی جنازہ نہ پڑھی جائے:

سوال: ایک مسلمان عورت کسی کافر کے ساتھ کفر کے رسم ورواج کے موافق نکاح کر کے رہی اور اس کافر کے ساتھ ان کے بت خانے میں جاجا کر مذہبی رسوم پوجا پاٹ ادا کرتی رہی۔ ایسی عورت کے مرنے پر نماز جنازہ پڑھنا اور اسے مقابر مسلمین میں دفن کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بت خانے میں جانا اور بت پرستی کے رسوم ادا کرنا بتوں کو سجدہ کرنا کفر ہے اور چوں کہ یہ کام اس نے اپنی خوشی اور رضامندی سے کئے ہیں اور رضا بالکفر بھی کفر ہے؛ اس لیے وہ عورت کافرہ ہے، لہذا اس کے جنازے پر نماز پڑھنا اور مقابر مسلمین میں دفن کرنا جائز نہیں۔

وکما لو سجد لصنم أو وضع مصحفا فی قاذورة فإنه یکفر وإن کان مصدقًا؛ لأن ذلک فی حکم التکذیب، کما إفاده فی شرح العقائد، إلخ. (۲)

اور چوں کہ یہ مرتدہ ہے؛ اس لیے اسے غسل دینا بھی جائز نہیں۔

ویغسل المسلم ویکفن ویدفن قریبه کخاله الکافر الاصلی أما المرتد فیلقی فی حفرة کالکلب، إنتهیٰ. (۳) (کفایت المفتی:۴/۸۷-۸۸)

اسلام سے جو قوم تعلق رکھے، اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور وہ مسجد میں آسکتے ہیں:

سوال: جو لوگ دائی کا پیشہ کرتے ہیں اور یہ کام بھی کرتے ہیں کہ بیل وغیرہ جو مرجاتے ہیں، وہ لوگ اس کی

---

(۱) سورة التوبة: ۸٤ (ترجمہ: اور ان میں سے کوئی مرجائے تو اس (کے جنازہ) پر کبھی نماز نہ پڑھئے۔)

(۲) ردالمحتار، کتاب الجهاد، باب المرتد: ۳/ ۲۲۲، ط: محمد سعید

(۳) الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ۲/ ۲۳۰، طبع: محمد سعید
ولا یغسل ولا یکفن ولا یدفع إلی من إنتقل إلی دینهم بحر عن الفتح. (رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ۲/ ۲۳۰، طبع: محمد سعید)

کھال نکال کر دباغت کر کے فروخت کرتے ہیں، یہ قوم بہت رذیل سمجھی جاتی ہے، لہذا اس قوم کو کھانے پینے اور جمعہ وعیدین میں شریک نہیں کرتے۔ اس کی نسبت کیا حکم ہے اور ایسی قوم کی نماز جنازہ پڑھنی جائز ہے، یا نہیں؟ نہ پڑھنے والوں پر کیا حکم ہے اور جو لوگ اس عالم پر طعن وتشنیع اور سب وشتم کرتے ہیں اور برا کہتے ہیں، وہ کیسے ہیں؟

الجواب

ان لوگوں کو جب کہ وہ مسلمان ہیں، جمعہ اور جماعت سے اور مسجد میں آنے سے منع نہ کرنا چاہیے، ورنہ مانعین مصداق وعید ﴿**ومن اظلم ممن منع مساجد الله أن يذكر فيها اسمه وسعىٰ فى خرابيها**﴾ (١) کے ہوں گے اور نماز جنازہ ان کی میت کی پڑھنی لازم ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

"**صلوا علىٰ كل برٍ وفاجرٍ**". (**الحديث رواه الدارقطنى**)

وفى الدرالمختار: (وهى فرض علىٰ كل مسلم مات خلا) أربعة (بغاة وقطاع طريق)، الخ. (٢)

پس ظاہر ہے کہ مسلمانانِ مذکورین نہ بغاۃ ہیں اور نہ قطاع طریق وغیرہ ہیں، لہذا ان کے جنازہ کی نماز بقول فقہا فرض ہوئی اور جس عالم نے اس فرض کو ادا کیا، وہ مثاب وماجور ہے، اس کو برا کہنا اور سب وشتم کرنا فسق ومعصیت ہے، **كما ورد: "سباب المسلم فسوق"**. (٣) پس طاعنین فاسق وفاجر ہیں، توبہ کریں۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم: ۵/۳۳۱-۳۳۲)

مسلمان ہوگیا؛ مگر اپنے کو ظاہر نہ کیا، وہ مسلمان ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص قوم ہندو خفیہ طور پر مسلمان ہے، نماز وغیرہ احکام شرع ادا کرتا ہے؛ لیکن ظاہر حال میں وہ ہندو ہے اور اپنے والدین اہل ہنود کے گھر میں رہتا ہے اور کھاتا پیتا ہے؛ لیکن بوجہ شادی، یا تقسیم جائداد، یا کسی اور وجہ سے وہ ظاہراً مسلمان نہیں ہوا، کیا وہ مسلمان کہلائے جانے کا مستحق ہے؟ اور اس کا جنازہ پڑھنا درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

جب کہ اس نے کلمہ توحید پڑھ لیا اور احکام اسلام کو قبول کرلیا، مسلمان ہوگیا، عنداللہ وہ مسلمان ہے، اس کو مسلمان سمجھنا چاہیے۔ (شرح فقہ اکبر: ١٠٣) فقط

(اور نماز اس کی پڑھنی چاہیے۔ شرح فقہ اکبر، ص: ٩١) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۵/٣٦١)

---

(١) سورة البقرة، رقم الركوع: ١٤

(٢) الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ١٠١/٣، دار الكتاب ديوبند، انيس

(٣) عن عبد الله بن مسعود قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: سباب المسلم فسوق وقتاله كفر. (مشكوٰة المصابيح، كتاب الأدب، باب حفظ اللسان: ٤١١/٢، انيس)

جو مسلمان عورت کافر کے گھر مری، اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے، یا نہیں:

سوال: ایک مسلمان عورت کسی کافر کے ساتھ کفر کے رسم ورواج کے موافق نکاح کر کے رہی اور اس کافر کے ساتھ رہی، ان کے بت خانہ میں جا کر مذہبی رسوم پوجا پاٹ وغیرہ بھی ادا کرتی رہی۔ایسی عورت کے مرنے پر نماز جنازہ پڑھنا اور اسے مقابر مسلمین میں دفن کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

چوں کہ تکفیر مسلم میں احتیاط تام لازم ہے اور حتی الوسع کسی مسلمان کی تکفیر نہ کرنی چاہیے۔نیز فقہا نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر کسی شخص میں ننانوے وجوہ تکفیر کے ہوں اور صرف ایک وجہ اور وہ بھی ضعیف اسلام کی ہو تو اس کو مسلمان ہی سمجھنا چاہیے اور اہل اسلام کا معاملہ اس کے ساتھ کرنا چاہیے، اگرچہ عند اللہ وہ کافر ہو؛ مگر ہم کو اس کے ساتھ معاملہ مسلمانوں کا سا کرنا لازم ہے، جیسا کہ ردالمحتار میں ہے:

روی الطحاوی عن أصحابنا لایخرج الرجل من الإیمان إلاحجود ماأدخله فیه ثم ماتیقن أنه ردة یحکم بها وما یشک أنه ردة لایحکم بها اذ الاسلام الثابت لایزول بالشک مع أن الاسلام یعلو وینبغی للعالم إذارفع إلیه هٰذا أن لا یبادر بتکفیر أهل الاسلام مع أنه یقضی بصحة إسلام المکره.(١)

وفی الفتاوٰی الصغریٰ الکفرشئی عظیم فلا أجعل المؤمن کافراً متٰی وجدت روایة أنه لایکفر، آه، وفی الخلاصة وغیرها: إذا کان فی المسئلة وجوه توجب التکفیر ووجه واحد یمنعه، فعلی المفتی أن یمیل إلی الوجه الذی یمنع التکفیر ،الخ،ومثل هٰذه الروایات کثیرة.

اس لیے جب تک اس عورت کا مرتد ہونا بیقین معلوم نہ ہو اور وہ اپنے کو مسلمان ہی کہتے رہے تو اس کے مرنے پر اس کے جنازہ کی نماز پڑھنی چاہیے اور اس کو مسلمانون کے مقابر میں دفن کرنا چاہیے۔حدیث شریف میں ہے:

"صلوا علٰی کل برٍ و فاجر". (الحدیث)

قال فی شرح المنیة: رواه الدارقطنی وعلله بأن مکحولا لم یسمع من أبی هریرة و من دونه ثقات وحاصله أنه مرسل وهوحجة عندنا وعند مالک وجمهور الفقهاء.(ص:٤٧٩)فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۳۰/۵-۳۳۱)

ایسے جنازہ پر نماز نہیں پڑھی گئی، جس کے اسلام میں شبہ تھا، کیا حکم ہے:

سوال: ایک بھنگن مسلمان ہوئی، عرصہ کے بعد پھر وہ اپنے اصلی مذہب میں چلی گئی، پھر مسلمان ہوئی، علی ہذا تین مرتبہ اس نے ایسا کیا، پھر مسلمان ہو کر بھی اس نے بجز شراب خوری وزنا کے کوئی کام موافق شریعت کے نہیں کیا؛

(١) رد المحتار، کتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب ما یشک أنه ردة لا یحلم بها: ٢٧١/١ ،دار الکتاب دیوبند، انیس

بلکہ اپنے بھائی کی بیماری میں ایک بکرا ما تارانی پر چڑھایا اور سجدہ بھی اس کو کیا، وہ عورت چند یوم بیمار رہ کر مرگئی، اہل محلّہ نے مجھ سے نماز جنازہ کے لیے کہا، میں نے انکار کردیا اور نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ اس صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب ــ

حدیث شریف میں حکم ہے:

"**صلوعلٰی کل برٍ وفاجر**". (الحدیث) (یعنی ہر ایک نیک وبد کے جنازہ کی نماز پڑھنی چاہیے۔)

اس لیے اس نومسلمہ عورت کے جنازہ کی نماز پڑھنی چاہیے تھی، اگرچہ وہ فاسقہ فاجرہ ہو، پس اگر اس کے جنازہ کی نماز بعض مسلمانوں نے ادا کرلی تھی تو خیر، ورنہ سب گناہ ہگار رہوئے، توبہ کریں۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۹۸/۵-۲۹۹)

اگر پتہ نہ چلے کہ میت مسلمان ہے، یا غیر مسلم:

سوال: ایک خاتون کی لاش نہر سے بہہ کر آئی، سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ وہ مسلمان ہے کہ غیر مسلم تو ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیے؟ (محمد واصل، مرادنگر)

الجواب ــ

اگر لباس وغیرہ کی وضع سے مسلمان، یا غیر مسلم ہونے کا اندازہ ہوجائے، تب تو اسی کے مطابق عمل کیا جائے؛ یعنی اگر مسلمان کی علامت ہو تو غسل دے کر نماز بھی پڑھی جائے، ورنہ بغیر نماز کے دفن کردیا جائے۔

"**ومن لایدری أنه مسلم أو کافر؟ فإن کان علیه سیما المسلمین أوفی بقاع دارالاسلام یغسل وإلا فلا**". (۱)

دوسرے علاقہ سے بھی اندازہ کیا جائے گا، جہاں لاش دستیاب ہوئی، اگر اس علاقہ میں مسلمان بستیاں ہوں، اسے مسلمان تصور کیا جائے گا، اگر غیر مسلم بستیاں ہوں تو غیر مسلم۔

"**...والصحیح أنه یصلی علیه؛ لأنه مسلم تبعًا للداروإن وجد في دارالحرب ولاعلامة فالصحیح أنه کافر بحکم الدار**". (۲) (کتاب الفتاویٰ: ۲۵۰/۳)

غیر اللہ سے خیر اور شر کی توقع رکھنے والے کی نماز جنازہ ادا کرنا:

سوال: دنیا میں کوئی شخص جو بظاہر مسلمان ہو اور شرک جیسا عمل بھی کرتا ہو؛ یعنی غیر اللہ سے خیر اور شر کی توقع رکھتا ہو، ایسا شخص مارا جائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھنا اور اس کے لیے دعائے مغفرت کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) الفتاویٰ الهندیة، کتاب الصلاة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الثانی فی الغسل: ۱۵۹/۱

(۲) الکبیری، ص: ۵۶۳

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ

ایمانی کمزوری کی وجہ سے غیر اللہ سے خیر کی توقع رکھنا اور اس کے شر سے ڈرنا، یہ بات عام ہے؛ اس لیے محض اس وجہ سے کسی مسلمان کی نماز جنازہ ترک نہیں کرنی چاہیے، اللہ تعالیٰ اس گناہ کو معاف فرمائے۔ (۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۵۸/۴)

رافضی کے جنازہ پر نماز کا حکم:

سوال: یہاں پر ایک جماعت اہل تسنن نے مع اپنے امام کے ایک رافضی کے میت کی نماز پڑھی، آیا اس امام پر اور ان پڑھنے والوں پر کیا حکم لگایا جائے گا؟ بعض ان کو فاسق کہتے ہیں اور مفتی عزیز الرحمٰن صاحب دیو بندی نے تحریر فرمایا ہے کہ کچھ حرج نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ

رافضی دو قسم کے ہیں: ایک وہ جس کے عقائد حد کفر تک پہونچ گئے ہوں، ایسے شخص کے جنازہ کی نماز اصلاً درست نہیں؛ کیوں کہ شرائط صلوٰۃ جنازہ سے اسلام میت کا ہے اور دوسرا وہ جس کے عقائد صرف حد بدعت تک ہوں، اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اس کے جنازے کی نماز کسی نے نہ پڑھی ہو، تب تو پڑھ لینا چاہیے؛ کیوں کہ جنازۂ مسلم کی نماز فرض علی الکفایہ ہے اور اگر کسی نے پڑھ لی ہو، مثلاً اس کے ہم مذہب لوگ موجود ہیں اور وہ پڑھ لیں گے تو اس صورت میں اہل سنت ہرگز نہ پڑھیں۔

كما روى أحمد وأبو داؤد عن ابن عمر، قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: القدرية مجوس هٰذه الأمة إن مرضوا، فلا تعودوهم، وإن ماتوا، فلا تشهدوهم. (كذا فى المشكاة)(۲) فقط والله تعالىٰ أعلم وعلمه أتم

۲۱/ذی قعدہ ۱۳۲۳ھ (امداد اول، ص: ۱۴۵) (امداد الفتاویٰ جدید: ۷۱۳/۱)

شیعہ کی نماز جنازہ درست ہے، یا نہیں:

سوال: اہل سنت والجماعت کو شیعہ میت کی نماز جنازہ پڑھنا درست ہے، یا نہ؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ

جو شیعہ غالی ہیں کہ ان کی تکفیر کی گئی ہے، ان کے جنازہ کی نماز نہ پڑھنی چاہیے، جیسے تبرا گو ہیں، ان کی نماز نہ پڑھی جاوے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۳۴۳/۵)

---

(۱) فالدليل علىٰ فرضيتها ماروى عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال: "صلوا علىٰ كل برٍ وفاجرٍ". (بدائع الصنائع: ۳۱۱/۱، كتاب الصلاة، والكلام فى صلاة الجنازة طبع سعيد)

(۲) مشكوة المصابيح، كتاب الايمان، باب الايمان بالقدر: ۲۲/۱، قديمى، انيس

شیعہ کی نماز جنازہ:

سوال: شیعہ کے جنازہ کی نماز پڑھنا جائز ہے، یا کیا؟ اور ان سے میل جول کا کیا حکم ہے؟

الجواب

شیعہ کا وہ فرقہ جو سب شیخین نہ کرے اور اصحاب کو برا نہ کہے اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کے افک کا قائل نہ ہو اور کوئی عقیدہ کفریہ نہ رکھتا ہو تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جاوے اور اگر اہل سنت و جماعت بھی ان کے جنازہ کی نماز پڑھیں، یا پڑھاویں تو کچھ حرج نہیں ہے اور کوئی تعزیز اس پر نہیں اور میل جول ان سے منع نہیں۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۶۳/۵)

حکم نماز جناز بر فرقہ قرآنیہ:

سوال: محلّہ میں گاہ گاہ اموات ہو جاتی ہیں، جن کا جنازہ مجھے پڑھنا ہوتا ہے، ان دنوں میں ایک شخص عبد الرحیم نامی اہل قرآن (فرقہ معروفہ زمانہ حال جس کا بانی مولوی عبد اللہ چکڑالوی ہوئے ہیں) کا انتقال ہوا، یہ شخص مجمع احباب میں یہ الفاظ کہتا تھا کہ صحاح ستہ خرافات ہیں، قرآن کے بعد کسی دوسری وحی کو ماننا صریح شرک ہی اور ان احادیث کے ماننے والے اکفر ہیں، عوام میں تقیہ کرتا تھا۔ احقر نے مندرجہ بالا الفاظ چار پانچ مرتبہ اس کی زبان سے سنا تھا، چوں کہ میرے محلّہ کا تھا لوگوں نے نماز جنازہ پڑھنے کے لیے مجھ سے کہا، میں کنارہ کش ہو گیا؛ کیوں کہ مجھ میں مخالف کی جرأت نہ تھی۔ دریافت طلب یہ ہے کہ میں گنہ گار تو نہیں ہوا، کیا مجھے جنازہ پڑھنا چاہیے تھا۔ لوگ کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ اس نے توبہ کر لی ہو، تم نے اچھا نہیں کیا، آخر جماعت مسلمین میں شامل تھا؟

الجواب

قرآن کی طرح حدیث کا حجت شرعیہ ہونا اجماعی اور قطعی مسئلہ ہے اور یہ فرقہ حجیت حدیث کا منکر ہے، خصوصاً جو شخص حدیث کو خرافات کہے اور قرآن کے بعد وحی حدیث کے ماننے کو شرک کہے، وہ تو قطعاً کافر ہے، ایسے شخص کی نماز جنازہ پڑھنا آپ کو جائز نہیں تھا، اچھا کیا کہ ٹل گئے۔

فی الهندية: عن صدر الاسلام سألت عمن قرأحديثا من أحاديث النبی صلی اللّٰه عليه وسلم فقال رجل همه روزخلشها خواند قال: إن أضاف ذلک إلی القاری دون النبی صلی اللّٰه عليه وسلم ينظر إن كان حديثاً يتعلق بالدين وأحكام الشرع يكفر و إن كان حديثاً لايتعلق به لايكفر وتحمل مقالته علٰی أن أرادته قراءة غيره أولٰی، آه. (۱) والصحاح شاملة علی الأحكام وغيرها. فقط

۶/ جمادی الاولی ۱۳۴۵ھ (امداد الاحکام: ۴۴۳/۲)

---

(۱) الفتاویٰ الهندية، كتاب السير، الباب السابع فی أحكام المرتدين: ۲۲۶/۲ — ومثله فی: ۱۶۳/۲

اخبار میں ''میں آغا خانی ہوں'' شائع ہونے والے شخص کی جنازہ کا حکم:

سوال: مروڑ میں غلام حسین نامی ایک خوجہ سوداگر رہتا تھا اور اس کو خدائے پاک نے نرینہ اولاد سے سرفراز فرمایا، آج نرینہ اولاد خصوصا ان کے بیٹے اور پوتے بالغ اور زندہ ہیں؛ مگر ان لڑکوں کے اور اس کے درمیان تفرقہ ہوگیا تھا، وہ خود تخمیناً دس سال کا عرصہ ہوا، حج بیت اللہ شریف ہوکر آیا تھا اور عیدین کی نماز اور قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہوئے اس کو ہم لوگوں نے دیکھا تھا، وہ خوجہ جنجیرہ گورنمنٹ میں بچوں کی حق تلفی کرنے کے لیے جنجیرہ دربار گیا اور شائع کیا: میرا مذہب آغا خانی خوجہ اسماعیلی ہوں،(۱) اور ہندو لا پر قائم ہوں، اسی پر چلتا ہوں؛ اس لیے میرے بعد میرے بچوں کو میری وراثت میں سے حق نہیں پہنچتا، ایسا اس نے گزٹ شائع کرا کے پبلک میں ارسال کیا اور بعد ایک مہینہ اچھا تندرست اس کے بعد بیمار ہوکر مرگیا۔ اب آپ سے سوال یہ ہے کہ یہ اسماعیلی خوجہ مرنے کے بعد اہل سنت

(۱) اسماعیلی، اہل تشیع کا ایک تفرقہ ہے، جس میں حضرت امام جعفر صادق (پیدائش 702ء) کی امامت تک اثنا عشریہ اہل تشیع سے اتفاق پایا جاتا ہے اور یوں ان کے لیے بھی اثنا عشری کی طرح جعفری کا لفظ بھی مستعمل ملتا ہے جبکہ ایک قابلِ ذکر بات یہ بھی ہے کہ اکثر کتب ورسائل میں عام طور پر جعفری کا لفظ اثنا عشری اہل تشیع کے لیے بطور متبادل آتا ہے۔ 765ء میں حضرت جعفر صادق کی وفات کے بعد ان کے بڑے فرزند حضرت اسماعیل بن جعفر (721ء تا 755ء) کو سلسلہ امامت میں مسلسل کرنے والے جعفریوں کو اسماعیلی کہا جاتا ہے، جبکہ حضرت موسی بن جعفر (745ء تا 799ء) کی امامت کو تسلیم کرنے والوں کو اثنا عشری کہا جاتا ہے۔ اسماعیلی فرقے والے حضرت علی رضی اللہ تعالی کے بعد صرف حضرت حسین رضی اللہ تعالی کی امامت کے قائل ہیں اور یوں امام جعفر صادق رضی اللہ تعالی ان کے لیے اثنا عشریہ اہل تشیع کے برخلاف چھٹے نہیں؛ بلکہ پہلے حضرت علی رضی اللہ تعالی، دوسرے حضرت حسین رضی اللہ تعالی، تیسرے زین العابدین رضی اللہ تعالی اور چوتھے محمد باقر رضی اللہ تعالی کے بعد پانچویں امام بن جاتے ہیں اور اسماعیل بن جعفر رضی اللہ تعالی چھٹے؛ جن کے بعد محمد بن اسماعیل رضی اللہ عنہ (746ء تا 809ء) کو ساتویں امام کا درجہ دیا جاتا ہے۔ اسی فرقہ کو اسماعیلی، یا آغا خانی کہا جاتا ہے، موجودہ دور کے اسماعیلی اور ان کے افکار اسلامی تعلیمات کے برخلاف ہیں، جو کہ درج ذیل ہیں:

آغا خانی کا اس بات پر یقین ہے کہ قرآن ساری کائنات اور ہمیشہ کے لیے نہیں اترا تھا، وہ اپنے آغا خان کو چلتا پھرتا قرآن تصور کرتا ہے اور اس کی ہر بات کو اللہ کا حکم مانتا ہے۔

آغا خان نے خود کو سب کے سامنے ''اللہ کا مظہر'' کہا ہے اور مظہر کا مطلب ہوتا ہے ''رخ یا کاپی'' اور اسماعیلی۔۔۔ آغا خان کو سجدہ بھی کرتے ہیں، چنانچہ توحید کی روح اور اصل متاثر ہوتی ہے۔

اسماعیلی۔۔۔ نماز روزہ، حج ادا نہیں کرتے؛ بلکہ انہوں نے نماز کے بجائے دن میں تین بار چند مشرکانہ دعاؤں کو بدل لیا ہے اور آغا خان کے دیدار کو حج کے مترادف قرار دے دیا ہے۔

آغا خان جماعت خانہ میں عام لوگوں کے گناہ معاف کرتے ہیں اور اسماعیلیوں کا عقیدہ ہے کہ جن کے گناہ معاف کر دیئے گئے تو وہ قیامت کے دن پوچھ گچھ سے بچ جائیں گے۔

آغا خان کی بیٹی نے ایک عیسائی مبلغ سے شادی رچائی ہوئی ہے، جس کی وجہ سے اسماعیلیوں پر غیر مسلموں سے شادی کے دروازے کھل گئے ہیں اور کئی آغا خانی لڑکیاں اسی وجہ سے غیر مسلموں سے شادی کر چکی ہیں۔

آغا خان نے اللہ کی حرام ٹھہرائی ہوئی کئی اشیا کو حلال قرار دے لیا ہے، جیسے سود وغیرہ۔ انیس

والجماعۃ میں شامل ہوسکتا ہے؟ براہ کرم ارسال فرمائیں، آغا خاں اسماعیلی خوجہ کی میت کے جنازے کی نماز مسلمانوں کے یعنی سنت جماعت والوں کے نماز و جنازہ کی طرح پڑھی جائے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۱۶۸۹، احمد علی عرب صاحب، ۵/ جمادی الثانی ۱۳۵۶ھ، مطابق ۲۳/ اگست ۱۹۳۷ء)

الجواب

اگر یہ مضمون صرف گزٹ میں اس کے نام سے شائع ہوا؛ مگر کسی شخص کے سامنے اس نے زبان سے نہیں کہا تو صرف اخبار کے مضمون سے اس کے اوپر یہ حکم نہیں لگایا جاسکتا کہ وہ خوجہ اسماعیلی اور ہندو لا کا پابند تھا، اگر اخبار کے سوا اور کوئی ثبوت نہ ہو تو اس کو سنی قرار دیا جائے گا اور اس کے جنازے کی نماز سنیوں کی طرح ادا کرنا جائز ہوگا، جب کہ وہ اپنی زندگی میں سنیوں کی طرح برتاؤ رکھتا ہو۔ (صرف اخبار میں خبر چھپنا دلیل شرعی نہیں، اس سے کسی پر اسلام و کفر کا حکم نہیں لگایا جاسکتا، جب تک کسی دلیل شرعی سے اس کا اقرار ثابت نہ ہو، اسے مسلمان ہی تصور کیا جائے گا۔ فقط)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۴/ ۱۰۸-۱۰۹)

قادیانی مردے کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا اور فاتحہ دعا و استغفار کرنا حرام ہے:

سوال: قادیانی مردے کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا اور ان کے ساتھ مسلمانوں کا جانا، فاتحہ پڑھنا، گھر میں جا کر سوگ اور اظہار ہمدردی کرنا، ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی میں شرکت کرنا کیسا ہے؟

الجواب

قادیانی، کافر و مرتد اور زندیق ہیں، ان کے دفن میں شرکت کرنا، ان کی فاتحہ پڑھنا، ان کے لیے دعا و استغفار کرنا حرام ہے، مسلمانوں کو ان سے مکمل قطع تعلق کرنا چاہیے۔ (۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۴/ ۳۷۰)

قادیانی کی نماز جنازہ درست نہیں:

سوال: ایک شخص قادیانی ہوگیا، اس کے مرنے پر نماز جنازہ پڑھی جاوے، یا نہیں؟ اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جاوے، یا نہیں؟

(۱) ﴿ولا تصل على أحد منهم مات أبدا ولا تقم علىٰ قبره﴾ (سورة التوبة: ۸٤)

وفي التفسير: والمراد من الصلاة المنهى عنها صلاة الميت المعروفة وهي متضمنة للدعاء والاستغفار، الخ. (تفسير روح المعاني: ۱۰/ ۱۵۵، طبع: دار إحياء التراث العربي، بيروت)

قد ظهر في البلاد الهندية جماعة تسمى المهدوية ولهم رياضات عملية وكشوفات سفلية وجهالات ظاهرية، ومن جملتها أنهم يعتقدون أن المهدى الموعود وهو شيخهم الذى ظهر ومات ودفن في بعض بلاد خراسان وليس يظهر غيره مهدى في الوجود ومن ضلالتهم أنهم يعتقدون أن من لم يكن على هذه العقيدة فهو كافر. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، باب أشراط الساعة: ۸/ ۳٤٤۳، دار الفكر بيروت انيس)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

وہ کافر مرتد ہے، اگر مرے تو اس کے جنازہ کی نماز نہ پڑھیں اور مسلمانوں کے قبرستان میں اس کو دفن نہ کریں۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۹۰/۵-۲۹۱)

قادیانی کے جنازہ کی نماز:

سوال: جس امام نے پہلے بھی غلطی کی، اسی نے ایک قادیانی کی نماز پڑھائی؛ مگر لوگوں نے کہا کہ اس کی نماز پڑھانی جائز نہ تھی، کہہ دیا ضرور؛ مگر بلائے تھے تو میں نے اس وجہ سے نماز پڑھائی؛ تاکہ قادیانی اس کی عورت سے نہ کہلوائیں کہ جنازہ ہمیں ملے، قادیانی آئے اور دعائے خیر مانگ کر چلے گئے؛ مگر عورت نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ میرا مذہب قادیانی نہیں۔ اس بات پر شریعت کا کیا حکم ہے؟ بعض اپنے قیاس سے جائز کہتے ہیں، جو قادیانی تھا، اس نے اپنے ماں باپ سے کہہ دیا تھا کہ میری نماز قادیانی پڑھیں اور ان کو بلانا، اس وجہ سے ان کو بلایا گیا تھا۔ فقط

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

اگر واقعۃً وہ شخص قادیانی تھا تو امام اس کی نماز پڑھانے سے سخت گنہگار ہوا، اس کو علی الاعلان توبہ لازم ہے، (۲) قادیانی پر کفر کا فتویٰ ہے اور کافر کی نماز پڑھانا، (۳) اور اس کے لیے دعائے مغفرت کرنا حرام ہے۔ (۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۱۲/۱۳۶۰ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/ ذی الحجہ/ ۱۳۶۰ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۵۱/۸، ۶۵۲)

---

(۱) أما المرتد فيلقى في حفرة كالكلب. (الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة: ۲۳۰/۲، دارالفكر، بيروت، انيس)

(۲) قال الله تعالىٰ ﴿ياأيها الذين آمنوا توبوا إلى الله توبة نصوحاً﴾. (الآية) سورة التحريم: ۸)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "الله أشد فرحاً بتوبة أحدكم من أحدكم بضالته إذا وجدها". (رواه مسلم في شرحه)

"واتفقوا علىٰ أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها على الفور، لايجوز تأخيرها سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة، والتوبة من مهمات الإسلام وقواعده المتأكدة، ووجوبها عند أهل السنة والجماعة بالشرع". (الصحيح لمسلم مع شرحه للنووي، كتاب التوبة: ۳۵٤/۲، سعيد)

وانظر للبسط: روح المعاني: ۱۵۷/۲۸، ۱٦۰، (تفسير سورة التحريم: ۸/ دار إحياء التراث العربي، بيروت

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿ولا تصل علىٰ أحد منهم مات أبداً ولا تقم علىٰ قبره﴾ سورة التوبة: ۸٤)

"والمراد من الصلاة المنهي عنها صلاة الميت المعروفة، وهي متضمنة للدعاء والاستغفار والاستشفاع". (روح المعاني: ۱۵٤/۱۰، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

"عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما عن عمر بن الخطاب رضي الله تعالىٰ عنه: أنه قال لما مات عبد الله بن أبي بن سلول، دعي له رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ليصلي عليه، فلما قام رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ==

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہ ماننے والے قادیانی کی نماز جنازہ:

سوال: وہ فرقہ جو اپنے کو مسلمان کہتا ہے (یعنی قادیانی) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتا، اس کی جنازہ کی نماز پڑھنے، یا پڑھانے، نیز اسے مسلمانوں کے قبرستان میں مدفون ہونے کا حق ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا، آپ کا آخری پیغمبر ہونا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا دنیا میں مبعوث نہ ہونا ایسا مسئلہ ہے جس پر صحابۂ کرام سے لے کر ہر دور کے ائمہ کا اتفاق رہا ہے اور صحابۂ کرام سے لے کر آج تک امت مسلمہ کا اس پر عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی، یا رسول نہیں ہوسکتا ہے، جو دعویٰ کرے، وہ کاذب، منکر قرآن اور کافر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلٰكِن رَّسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾(۱)

قاضی عیاض نے اپنی کتاب ''شفاء'' میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دعویٰ نبوت کرنے والے کو کافر اور

== و ثبت إليه فقلت يارسو ل اللّٰه أتصلي على ابن أبي وقد قال يوم كذا وكذا كذا وكذا أعد عليه قوله.فتبسم رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فقال أخر عني يا عمر فلما أكثرت عليه قال اني خيرت فاخترت لوعلم إني إن زدت على السبعين يغفر له لزدت عليها قال:فصلى عليه رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم،ثم انصرف،فلم يمكث إلايسيرًا حتىٰ نزلت الآيتان من براءة:﴿ولاتصل علىٰ أحد منهم﴾ الىٰ قولهٖ وهم فاسقون ولا تقم علىٰ قبره انهم كفروا باللّٰه ورسوله وماتوا وهم فاسقون الحديث''.(صحيح البخاری،كتاب الجنائز،باب مايكره من الصلاة على المنافقين :۱۸۲/۱،قديمی)

''(وشرطها) ستة (إسلام الميت وطهارته)'' (الدر المختار ط باب صلاة الجنائز: ۲۰۷/۲،سعيد)

(۴) قال اللّٰه تعالىٰ:﴿ماكان للنبی والذين آمنوا أن يستغفروا للمشركين ولوكانوا أولی قربی من بعدتاتبين لهم أنهم أصحاب الجهيم﴾ سورة التوبة:۱۱۳)

''عن سعيد بن المسيب عن أبيه قال:لماحضرت أباطالب الوفاة،دخل عليه النبی صلی اللّٰه تعالیٰ عليه وسلم و عنده أبوجهل وعبد اللّٰه بن أبی أمية،فقال النبی صلی اللّٰه تعالیٰ عليه وسلم:''أی عم قل لاإلٰه إلا اللّٰه أحاج لک بهاعند اللّٰه''.فقال أبوجهل وعبد اللّٰه بن أبی مية: يا أباطالب أترغب عن ملة عبد المطلب؟فقال النبی صلی اللّٰه عليه و سلم ''لأستغفرن لک ما لم أنه عنک''فنزلت:﴿ماكان للنبی والذين آمنوا أن يستغفروا للمشركين﴾ الآية''(صحيح البخاری،كتا ب التفسير،باب قولهٖ تعالیٰ:ماكان للنبی أن يستغفرو اللمشركين : ۶۷۴/۲_۶۷۵،قديمی)

''(قوله:لنفسه وأبويه وأستاذه والمؤمنين)احترزبه عماإذاكانواكفاراً،فإنه لايجوزالدعاء لهم بالمغفرة''.(رد المحتار،كتاب الصلاة،فصل:إذا أراد الشروع:۵۲۱/۱،سعيد)

حاشية صفحه هذا:

(۱) سورة الأحزاب: ۴۰

کذاب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرنے والا اور آیت مذکورہ کا منکر کہہ کر یہ الفاظ لکھے ہیں:

"واجمعت الأمة على حمل هذا الكلام على ظاهره وان مفهومة المراد به دون تأويل ولا تخصيص فلاشك فى كفر هؤلاء الطوائف كلها قطعًا إجماعًا وسمعًا.(۱)

یعنی امت کا اس پر اجماع ہے کہ اس کلام کو اپنے ظاہر پر محمول کیا جائے اور اس پر کہ اس آیت کا نفس مفہوم ہی مراد ہے، بغیر کسی تاویل یا تخصیص کے؛ اس لیے ان تمام فرقوں کے کفر میں کوئی شک نہیں؛ بلکہ ان کا کفر قطعی طور پر کتاب وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہے۔

لہٰذا جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری رسول ہونے کا منکر ہو، وہ کافر ومرتد ہے، نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے اور نہ مسلمانوں کے قبرستان میں اس کو دفن کیا جائے۔

"أما المرتد فيلقى فى حفرة كالكلب". (الدر المختار) **(قوله: فيلقى فى حفرة) أى ولا يغسل، ولايكفن، ولا يدفع الى من انتقل إلىٰ دينهم.**(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سہیل احمد قاسمی، ۱۵رمحرم ۱۴۰۷ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/ ۵۲۲-۵۲۳)

قادیانی کے ساتھ تعلقات اور اس پر نمازِ جنازہ:

سوال: اگر کوئی شخص اہلِ سنت قادیانی ہو جائے تو وہ خارج از اسلام ہو جاتا ہے، یا نہیں؟ اس شخص سے رسم تعلقات باقی رکھنا، اس کی دعوت کھانا، اس کے یہاں تقریبات نکاح وغیرہ میں شریک ہونا، یا اس کو اپنے یہاں دعوت کھلانا، اگر وہ انتقال کر جائے تو اس کی تجہیز وتکفین میں شرکت کرنا، یا کسی عالم کو باوجود جملہ حالات معلوم ہونے کے اس کی نماز جنازہ پڑھنا اور اس کو مسلمانوں کے مدفن میں دفن کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ عالم صاحب کے واسطے کیا حکم ہے؟ کیوں کہ عوام الناس کی شرکت کا بھی باعث ہوا؟ فقط

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ حامدًا ومصليًا

علمائے اسلام کے فتوی کے مطابق قادیانی کافر ہیں، جو شخص قادیانی ہو جائے، وہ مرتد کے حکم میں ہے، اس سے تعلق رکھنا، اس کے نکاح وغیرہ میں شریک ہونا، یا اپنے یہاں اس کو شریک کرنا ناجائز ہے۔(۳)

اس کے جنازہ میں شرکت اور نماز جنازہ بھی منع ہے، جو شخص باوجود علم کے قادیانی کے جنازہ کی نماز پڑھیں، یا

---

(۱) الشفاء بتعريف حقوق المصطفىٰ، الباب الثالث فى حكم من سب الله وملائكة وأنبياء، الخ: ۲/ ۲۸٦

(۲) الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ۳/ ۱۳٤، مكتبة زكريا ديوبند، انيس

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿يا أيها الذين آمنوا لا تتخذوا الذين أتخذوا دينكم هزواً ولعباً من الذين أوتوا الكتاب من قبلكم والكفار أولياء﴾ (سورة المائدة: ۵۷)

وقال الله تعالىٰ: ﴿فلا تقعد بعد الذكرىٰ مع القوم الظالمين﴾. (سورة الأنعام: ٦٨) ==

پڑھائیں، وہ گنہگار ہے، اس کو توبہ لازم ہے۔ قادیانی کو اہل اسلام کے قبرستان میں بھی دفن نہیں کرنا چاہیے۔

"والحق حرمة الدعاء بالمغفرة للكافر". (۱)

قال اللّٰه تعالٰی: ﴿استغفر لهم أو لاتستغفر لهم، إن تستغفر لهم سبعين مرة فلن يغفر اللّٰه لهم ذلک بأنهم كفروا باللّٰه ورسوله واللّٰه لايهدى القوم الفسقين﴾ (۲)

"عن سعيد بن المسيب عن أبيه قال: لما حضرت أباطالب الوفاة، دخل عليه النبى صلى اللّٰه تعالٰى عليه وسلم وعنده أبوجهل وعبد اللّٰه بن أبى أمية، فقال النبى صلى اللّٰه تعالٰى عليه وسلم "أى عم قل لا إلٰه إلااللّٰه أحاج لک بها عند اللّٰه" فقال أبوجهل وعبد اللّٰه بن أبى أمية: ياأبا طالب! أترغب عن ملة عبد المطلب؟ فقال النبى صلى اللّٰه تعالٰى عليه و سلم: "لأستغفرن لک مالم أنه عنک" فنزلت: ﴿ما كان للنبى والذين آمنوا أن يستغفروا للمشركين﴾ (الآية) (۳)

"وشرطها (أى صلاة الجنازة) إسلام الميت، إلخ". (۴)

"أما المرتد، فيلقى فى حفرة كالكلب". وفى الرد تحته: أى ولايغسل، ولايكفن، ولايدفع إلٰى من انتقل إلٰى دينهم، بحر عن الفتح، آه". (۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/۱۱/۱۳۵۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۸/۶۵۵-۶۵۶)

غیر مسلموں کے جنازہ میں شرکت:

سوال: غیر مسلموں کے جنازہ میں شریک ہونا جائز ہے، یا نہیں؟ بعض دفعہ مسلمانوں کو ہندوؤں کی آخری رسومات میں جانا پڑتا ہے۔ اس کا کیا حکم ہے؟ (آصف الدین، کریم نگر)

الجواب

غیر مسلموں کے لیے استغفار اور ایصال ثواب تو قطعاً ناجائز ہے اور اس کی کوئی گنجائش نہیں، (۶) اور اس کے بغیر بھی

== "وعن أبى قلابة: لاتجالسوا أهل الأهواء ولا تجادلوهم فإني: لاآمن أن يغمسوكم فى ضلالتهم ويلبسوا عليكم ماكنتم تعرفون. قال أيوب: وكان واللّٰه من الفقهاء ذوى الألباب، وعنه أيضاً: أنه كان يقول: أن اهل الأهواء أهل ضلالة ولا أرٰى مصيرهم إلا إلى النار "وعن الحسن: لاتجالس صاحب بدعة، فإنه يمرض قلبک... وعن أبراهيم: ولاتكلموهم إنى أخاف أن ترتد قلوبكم. (الإعتصام للشاطبى، الباب الثانى فى ذم البدع وسوء منقلب أصحابها، ص: ۶۶، دارالمعرفة)

(۱) الدرالمختار علٰى هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۵۲۲-۵۲۳، سعيد

(۲) سورة التوبة: ۸۰

(۳) صحيح البخارى، كتاب التفسير، باب قوله تعالٰى: ماكان للنبى والذين آمنوا أن يستغفروا، الخ: ۲/۶۷۴-۶۷۵، قديمى

(۴) الدرالمختار علٰى هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة: ۲/۲۰۷، سعيد

(۵) الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة: ۲/۲۳۰، سعيد

(۶) عن سعيد بن المسيب عن أبيه قال لما حضرت أبا طالب الوفاة دخل عليه النبى صلى اللّٰه عليه وسلم==

ان میں شرکت مناسب نہیں، البتہ اگر کہیں کسی خاص موقع پر مسلمان کا نہ جانا محسوس کیا جائے اور اس سے باہمی فاصلہ بڑھ جانے کا خطرہ ہو تو پسماندگان کی دلداری اور تسلی کی نیت سے جایا جا سکتا ہے؛ کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابو طالب کی وفات کے بعد ان کی تدفین کی ذمہ داری انجام دینے کی ہدایت فرمائی تھی۔(۱)

(کتاب الفتاویٰ: ۳/۱۶۷)

کمیونسٹ کے جنازہ کی نماز:

سوال: عبدالحکیم نام کا ایک شخص مسلمان کے گھر میں پیدا ہوا اور مسلمان کے طریقہ پر چلتا تھا اور کمیونزم سیاسی میں داخل ہو کر اسلام کا قانون چھوڑ دیا اور گھر والوں کو بھی چھوڑ دیا اور لوگوں میں یوں کہا کرتا تھا کہ ''اللہ کوئی ہے نہیں، انسان نے جھوٹ موٹ ایسا کہہ دیا، انسان ایسا ہی پیدا ہوتا ہے اور ایسا ہی مرتا ہے، پیدا کرنے والا خدا کیوں ہوگا، وہ ایک فطرتی چیز ہے اور ہر چیز ایسی ہی ہوتی ہے، بننے میں اور بگڑنے میں انسان کی محنت پر دارومدار ہے، محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اس زمانہ میں ایک شاعر تھے، قرآن ان کا بنایا ہوا شعر ہے، نماز روزہ کی کوئی ضرورت نہیں، صرف علما نے اپنے پیٹ پالنے کے لیے اسلام ایک دھرم نام رکھ دیا ہے''۔ اور اپنے کو پورا ناستک ظاہر کرتا ہے،(۲) اور پولیس کی گولی میں اس کا انتقال ہوا اور پوسٹ مارٹم کے بعد ان کو گھر لے آئے اور ان کا حقیقی بھائی نجیب الملک نے کچھ لوگوں کو لے کر جنازہ پڑھایا، جب ان سے سوال کیا کہ کیوں جنازہ کی نماز پڑھایا تو اس نے جواب دیا کہ وہ عیدین کی نماز پڑھا کرتے تھے اور قربانی کیا کرتے تھے۔ اب درخواست ہے کہ آیا ایسے آدمی کے جنازہ کی نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

اگر اس شخص کے واقعی وہ حالات تھے، جو سوال میں درج ہیں،(۳) اور اس نے اخیر وقت تک رجوع نہیں کیا تو

== وعنده أبو جهل وعبد الله بن أبی أمية فقال أی عم قل لا اله الا الله كلمة أحاج لک بها عبد الله فقال له أبو جهل وعبد الله بن أبی أمية يا أبا طالب أترغب عن ملة عبد المطلب فلم يزلا يكلمانه حتیٰ قال آخر شيئ كلمهم به علیٰ ملة عبد المطلب فقال النبی صلی الله عليه وسلم لأستغفنلک ما م أنه عنک فنزلت ما كان للنبی والذين آمنوا أن يستغفروا للمشركين فنزلت انک لا تهدی من أحببت .(سنن النسائی،باب النهی عن الاستغفار للمشركين: ۶۲۴/۱،انیس)

(۱) عن علی رضی الله عنه قال لما مات أبو طالب أتيت رسول الله صلی الله عليه وسلم فقلت يا رسول الله!ان عملک الشيخ لافظل قد مات اذهب فواره، قال علی رضی الله عنه: فلما ورأيته جئت إليه، فقال لی: اغتسل.(إعلاء السنن،كتاب الصلاة،باب ما يفعل المسلم اذا مات له قريب كافر: ۲۸۲/۸،ادارة القرآن كراچی،انیس)

(۲) ''ناستک: منکر، بے دین، ملحد''۔(فیروز اللغات،ص:۱۳۴۲، فیروز سنز، لاہور)

(۳) اللہ تعالیٰ کے وجود، اس کی خالقیت کا انکار، قرآن کریم کو شعر اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شاعر کہنا، یہ تمام عقائد ایسے ہیں، جو کہ قرآن کریم کے نصوصِ قطعیہ اور صریحہ کے خلاف اور ان کا انکار ہے، جو بلاشک وشبہ کفر ہے۔

قال الله تعالیٰ: الله لا إلٰه إلا هو الحی القيوم لا تأخذه سنة ولا نوم﴾ الآية (سورة البقرة: ۲۵۵) ==

اس کے جنازہ کی نماز درست نہیں تھی، اگر واقعات حالات معلوم ہونے کے باوجود نماز جنازہ اس کی پڑھی گئی تو یہ غلط اور گناہ کا کام ہوا، توبہ واستغفار لازم ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررالعبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۰/۱۰/۲۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہ، ۱۳۹۰/۱۰/۲۱ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۸/ ۶۵۷-۶۵۸)

نماز جنازہ کی امامت کس کا حق ہے:

سوال: ایک شخص حنفی ایک مسجد کا امام ہے، وہ دعوی کرتا ہے اور کہتا ہے کہ نماز جنازہ میرے سوا کوئی نہیں پڑھا سکتا۔ کیا وہ شخص ولی میت پر بھی مقدم ہے اور یہ دعوی اس کا کیسا ہے؟ اور نماز جنازہ کی امامت میں احق بالامامت کون ہے؟

الجواب

کتب فقہ حنفیہ امامت نماز جنازہ میں یہ ترتیب لکھی ہے:

(ویقدم فی الصلاة علیه السلطان) ان حضر (أو نائبه) وهو أمیر المصر (ثم القاضی) ... (ثم امام الحی) ... (ثم الولی)، الخ. (۲)

یعنی امامت نماز جنازہ کے لیے سب سے مقدم بادشاہ ہے، اگر موجود ہو، یا اس کا نائب، پھر قاضی، پھر امام مسجد محلّہ، الخ۔ (درمختار)

اور یہ بھی درمختار میں ہے:

"تقدیم امام حی ولی پر استحباباً ہے، اگر باوجود امام حی کے نماز پڑھادیوے تو یہ بھی درست ہے"۔ (۳)

== وقال اللّٰه تعالٰی: ﴿اللّٰه الذی خلق السموات والأرض ومابینهما فی ستة أیام﴾ الآیة (سورة السجدة: ٤)

وقال اللّٰه تعالٰی: ﴿الرحمن علم القرآن، خلق الإنسان﴾ (سورة الرحمن: ١-٣)

"والمحدث للعالم هو اللّٰه تعالٰی: أی الذات الواجب الوجود الذی وجوده من ذاته، ولایحتاج إلٰی شیء أصلاً، إلخ" (شرح العقائد، ص: ٢٥)

وقال تعالٰی: ﴿وماعلمناه الشعر وماینبغی له، إن هو إلا ذکر وقرآن مبین﴾ (سورة یٰسین: ٦٩)

وقال تعالٰی: ﴿وماهو بقول شاعر قلیلاً ماتؤمنون...﴾ (سورة الحاقة: ٤١)

(۱) قال اللّٰه تعالٰی ﴿ومن یرتدد منکم عن دینه، فیمت وهو کافر، فأولٰئک حبطت أعمالهم فی الدنیا والآخرة، وأولٰئک أصحاب النار، هم فیها خالدون﴾ (سورة البقرة: ٢١٧)

یہ شخص مرتد ہے اور مرتد کافر کا جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے:

"أما المرتد فیلقی فی حفرة کالکلب". (الدر المختار) وفی الرد: "أی ولا یغسل، ولا یکفن، ولا یدفع إلٰی من انتقل إلٰی دینهم". (ردالمحتار، باب صلاة الجنائز، قبیل مطلب فی حمل المیت: ٢/ ٢٣٠، سعید)

(۲-۳) الدر المختار علی هامش ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ٢/ ٢١٩، دار الفکر بیروت، انیس

اور یہ بھی درمختار اور شامی میں ہے کہ اگر ولی افضل ہو امام حی سے تو ولی کی امامت اولیٰ ہے۔(۱) بہرحال یہ دعوی امام مذکور کا جو سوال میں مذکور ہے، مطلقا (بلا تفصیل) غلط ہے۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۳۴۰/۵)

امامت جنازہ کے لیے سلطان و امام حی ولی سے احق ہیں:

سوال: بادشاہ، یا قاضی، یا امام حی حاضر ہونے کے ساتھ ولی میت، یا وصی میت کے واسطے نماز پڑھانا جائز ہے، یا نہیں؟ مگر اتفاق سے پڑھا دے تو نماز دہرانا ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ

وصی میت کا تو اس میں کوئی حق نہیں، البتہ ولی صاحب حق ہے؛ مگر سلطان وقاضی و امام حی اس سے مقدم ہے؛ لیکن اگر ولی نے باوجود حاضر رہنے ان مذکورین کے نماز پڑھائی تو گو ترک واجب کیا؛ مگر نماز ہوگئی، اعادہ اس کا نہ کیا جاوے گا۔علامہ شامی نے اقوال مختلفہ میں اس کی تصحیح اور ترجیح لکھی ہے۔(جلد اول،ص:۹۲۲)(۲) واللہ اعلم

۲۰/ذی الحجہ ۱۳۲۷ھ (تتمہ اولیٰ، ص:۴۶)(امداد الفتاویٰ: ۱/۲۹/۷)

ولی اگر عالم ہو تو امام محلّہ سے مقدم ہے:

سوال: ولی میت اگر امام محلّہ سے اعلم واتقی ہو تو بر تقدیر عدم موجودگی بادشاہ، یا قاضی وغیرہ نماز جنازہ کی امامت کا مستحق کون ہے؟ نماز جنازہ میں قرأت مشروع ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۵۷۱، عبدالرشید (ضلع سلہٹ) ۱۱/جمادی الاول ۱۳۵۴ھ، ۱۲/اگست ۱۹۳۵ء)

الجواب ــــــــــــــــــــــ

امام محلّہ کو ولی سے تقدم کا حق اس وقت ہے کہ وہ ولی سے افضل ہو؛ لیکن اگر ولی امام محلّہ سے اعلم واتقی ہو تو ولی کا حق تقدم مقدم ہے۔(۳)

---

(۱) إن تقديم الولاة واجب وتقديم امام الحي مندوب فقط بشرط أن يكون أفضل من الولي والا فالولي أولٰى كما في المجتبٰى.(الدر المختار علٰى هامش رد المحتار، كتاب الصلاة،باب صلاة الجنازة: ۲۲۰/۲،دار الفكر بيروت، انيس)

(۲) ردالمحتار میں ہے کہ ولی پر سلطان وقاضی کی تقدیم تو وجوبا ہے؛ لیکن امام کی تقدیم صرف استحبابا ہے اور وہ بھی اس صورت میں کہ امام حی ولی سے افضل ہو اور اگر ولی افضل ہو تو پھر اس کی امامت امام حی سے اولیٰ ہے۔ وتقديم امام الحي مندوب فقط بشرط أن يكون أفضل من الولي والا فالولي أولٰى، كما في المجتبٰى وشرح المجمع المصنف.(الدر المختار)

وفي الرد: (قوله: بشرط،الخ) نقل هٰذا الشرط في الحلية،ثم قال،وهو حسن وتبعه في البحر، آه.(رد المحتار، باب صلاة الجنازة: ۲۲۰/۲،دار الفكر بيروت،انيس) وکذا فی فتاویٰ دارالعلوم جدید: ۲۳۰/۵، واللہ اعلم (سعید احمد پالنپوری)

(۳) وتقديم إمام الحي مندوب فقط بشرط أن يكو ن أفضل من الولي وإلا فالولي أولٰى".(الدر المختار علٰى هامش رد المحتار، كتاب الصلاة،باب صلاة الجنائز: ۲۲۰/۲، ط: سعيد)

نماز جنازہ میت کے لیے دعا و شفاعت ہے، اس میں قرآن مجید کی قرأت نہیں ہے۔(۱) (کفایت المفتی:۴/۹۴)

ولی اگر عالم ہو تو امام محلّہ سے مقدم ہے:

سوال: کدام شخص برائے نماز جنازہ لائق تر از ولی است بحوالہ کتب توجہ فرمایند؟

الجواب ـــــــــــــــــ

ولی سے مقدم سلطان وقاضی وغیر ولاۃ المسلمین ہیں اور ان کی تقدیم ولی پر واجب ہے اور امام محلّہ وامام جمعہ کی تقدیم ولی پر مستحب ہے۔ فقط

کتبہ الاحقر عبد الکریم، ۲۹/ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۸ھ۔ الجواب صحیح: ظفر احمد۔ (امداد الاحکام:۲/۴۴۹)

امامِ محلّہ کی امامت ولی کے مقابلہ میں:

سوال: محلّہ کا امام میت کے وارث کے ہوتے ہوئے بغیر اس کی اجازت کے نماز جنازہ پڑھا سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

مناسب نہیں، بہتر یہ ہے کہ اگر امام صالح دیندار ہو تو خود ہی امام سے نماز پڑھانے کی درخواست کرے، ورنہ ولی کا خود نماز پڑھانا اولیٰ ہے۔(۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم (فتاوی محمودیہ:۸/۵۷۶)

ضعیف امام کو جنازہ کے لیے سواری میں لے جانا:

سوال: امام صاحب ضعیف العمر ہیں، قبرستان ایک میل سے زیادہ فاصلہ پر ہے، جنازہ کی نماز پڑھانے کے لیے لوگ سواری میں بٹھا کر لے جاتے ہیں۔ متولی صاحب کا کہنا ہے کہ امام صاحب پیدل چل کر جائیں، یا اپنی طرف سے رقم خرچ کر کے جنازے کی نماز پڑھانے کے لیے جائیں، متولی صاحب کا یہ کہنا کیسا ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

متولی صاحب کا یہ کہنا اور اصرار کرنا بالکل غلط اور بے جا ہے، ضعیف کی معذوری کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، خاص کر امام کا۔(۳)

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔ الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۸/۵۹۳)

---

(۱) ولا قرأة ولا تشهد فيها. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب صلاة الجنائز:۲/۲۱۳، ط:سعيد)

(۲) وتقديم إمام الحي مندوب فقط بشرط أن يكون أفضل من الولي وإلا فالولي كما في المجتبى وشرح المجمع للمصنف". (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة:۲/۲۲۰، سعيد)

"إنما يستحب تقديم إمام مسجد حيه على الولي إذا كان أفضل من الولي ذكره في الفتاوىٰ و هو قيد حسن". (البحر الرائق، باب الجنائز، فصل: السلطان أحق بصلاته:۲/۳۱۶، رشيدية)

"(ثم إمام الحي) المراد به إمام مسجد محلته، لكن بشرط أن يكون أفضل من الولي، و إلا فالولي أولىٰ منه". (حاشية الطحطاوي علىٰ مراقي الفلاح، أحكام الجنائز، فصل: السلطان أحق بصلاته، ص:۵۸۹، قديمي)

(۳) عن أبي موسىٰ الأشعري رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إن من إجلال الله==

ولی کی اجازت کے بغیر کوئی دوسرا جنازہ پڑھائے تو ولی اعادہ کرسکتا ہے:

سوال: جنازے کی نماز میت کے ولی اور شہر کے قاضی کی موجودگی میں ایک دوسرا شخص قاضی اور ولی وغیرہ کی بلا اجازت اپنی مرضی سے پڑھانے کا مستحق ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۱۱۶۵، عبدالرحمٰن ومحمد حسین صاحبان (ساورہ) ۱۳/ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ، یکم ستمبر ۱۹۳۲ء)

الجواب

قاضی سے مراد اگر حقیقی قاضی ہے تو وہ اور ولی مستحق امامت ہے، (۱) یہ قاضی محض نکاح پڑھانے کے قاضی کہلاتے ہیں، نماز جنازہ میں امامت کے مستحق نہیں سمجھے جاتے۔ ہاں ولی مستحق ہے، اس کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر دوسرے آدمی نے پڑھادی تو ولی کو اعادہ کا حق حاصل ہوگا۔ (۲) فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۹۹/۴)

اگر ولی عالم کو امام بنا کر نماز جنازہ پڑھ لے تو کیا اعادہ کرے گا:

سوال: ولی نے اگر نماز جنازہ کسی غیر عالم کو امام بنا کر پڑھ لی ہو تو اعادہ نماز جنازہ کا ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

أقول وبالله التوفیق! ولی کے نماز پڑھ لینے کے بعد راجح واحوط یہی ہے کہ اعادہ نہ کیا جاوے۔

کما حققه في الشامي: وإن صلی الولي لم يجز لأحد أن يصلي بعده، آه، ونحوه في الكنز وغيره، فقوله لم يجز لأحد يشمل السلطان ثم رأيت في غاية البيان قال ما نصه: هٰذا علیٰ سبيل العموم حتیٰ لاتجوز الاعادة لا للسلطان ولا لغيره. (۳)

اور چوں کہ تکرار نماز جنازہ عندالحنفیہ مشروع نہیں ہے؛ اس لیے بھی احوط بصور اختلاف روایات عدم اعادہ ہے۔ (۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۱۰/۵)

== إكرام ذی الشيبة المسلم أوحامل القرآن غيرالغالی فيه والجافی عنه وإكرام ذی السلطان المقسط" (سنن أبی داؤد، كتاب الأداب، باب فی تنزيل الناس منازلهم: ۳۱۷/۲، إمدادية)

(۱) (ويقدم فی الصلاة عليه السلطان) إن حضر (أونائبه) وهوأمير ... (ثم القاضی) ... (ثم إمام الحی) ... ثم الولی بترتيب عصوبة الانكاح إلا الأب. (الدرالمختار علیٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ۲۱۹/۲، ط: سعيد)

(۲) (فإن صلیٰ غيره) أی غيرالولی (ممن ليس له حق التقدم) علیٰ الولی (ولم يتابعه) الولی (أعاد الولی) ولو علیٰ قبره. (الدرالمختارعلیٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ۲۲۲/۲، ط: سعيد)

(۳) ردالمحتار، باب صلاة الجنائز، مطلب تعظيم أولی الأمر واجب: ۲۲۳/۲، دار الفكر بيروت، انيس

(۴) ان تكرارها غير مشروع. (الدرالمختارعلیٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ۲۲۳/۲، دار الفكر بيروت، انيس)

بوقت نماز جنازہ ولی کی اجازت درست ہے:

سوال: جو کہ وقت نماز جنازہ کے مالک سے اجازت لی جاتی ہے۔ درست ہے، یا نہ؟

الجواب

ان لوگوں کو جو ولی کی موجودگی میں امامت کا حق نہیں رکھتے، ان کو ولی سے اجازت لینی چاہیے۔ فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۵۷/۵)

نمازِ جنازہ کی وصیت باطل ہے، اگر دوسرے نے پڑھائی تو مذکورہ شخص دوبارہ نہیں پڑھا سکتا:

سوال: اگر کوئی آدمی اپنی زندگی میں یہ وصیت کرے کہ میرے مرنے کے بعد فلاں آدمی میرا جنازہ پڑھے۔ اب جس وقت وہ مر گیا تو موصی لہٗ کے سوا کسی دوسرے آدمی نے زبردستی جنازہ پڑھا۔ بعدہٗ موصی لہٗ آیا اور اس نے اس کی نماز جنازہ کو دوبارہ پڑھا۔ اب جس نے اول نماز پڑھائی، اس نے موصی لہٗ اور اس کے مقتدیوں کو جو کہ اس نماز جنازہ میں موجود تھے، حکم کفر اور سہ طلاق شرعی کا دیا۔ یہ کفر کے حکم دینے والے کے لیے کیا حکم ہے؟

(المستفتی: ۱۹۳۰، محمد سلیمان کشمیری، ۱۵/شوال ۱۳۵۲ھ، ۳۱/جنوری ۱۹۳۴ء)

الجواب

اگر چہ موصی لہٗ کو دوبارہ نماز جنازہ پڑھنا نہیں چاہیے تھا؛ لیکن اگر اس نے بخیال وصیت نماز پڑھا دی تو کوئی حرام، یا گناہ کبیرہ کا کام نہیں کیا، صرف حنفیہ کے نزدیک اس نے بلا عذر کراہت تکرار نماز جنازہ کا ارتکاب کیا۔(۱) اس سے زیادہ نہیں، پس جس نے اس پر اور اس کے مقتدیوں پر کفر کا، یا طلاق پڑنے کا حکم لگایا، اس نے غلط حکم لگایا اور جہالت کا کام کیا، اسے چاہیے کہ توبہ کرے، ورنہ زوال ایمان کا اس حکم لگانے والے کے لیے خطرہ ہے۔(۲) فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ (کفایت المفتی: ۹۱/۴-۹۲)

نماز جنازہ کے لیے وصیت اور اس کا حکم:

سوال: ایک شخص نے وصیت کی کہ میرے جنازہ کی نماز فلاں شخص پڑھاوے، کسی وجہ سے وہ شخص نماز نہ پڑھا سکا؛ بلکہ دوسرے شخص نے نماز پڑھائی تو نماز ہوئی، یا نہیں؟

(۱) فیؤدی إلی تکرار الصلاة علی میت واحد وذلک مکروہ عندنا. (بدائع الصنائع، فصل فی شرائط وجوبہ: ۳۰۳/۱، ط: سعید)

(۲) عن ابن عمر یقول: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: أیما امرئ، قال لأخیہ: یا کافر، فقد باء بہا أحدہما، إن کان کما قال وإلا رجعت إلیہ. (الصحیح لمسلم، کتاب الایمان، باب بیان حال من قال لإخیہ المسلم یا کافر: ۵۷/۱، ط: قدیمی)

الجواب

نماز درست ہوگئی اور فرض ادا ہوگیا۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۹۰/۵)

نماز جنازہ پڑھنے کی وصیت:

سوال: کوئی شخص یہ وصیت کرے کہ نماز جنازہ اس کی فلاں شخص پڑھاوے بوجہ تقوی اور دیانت کے۔ یہ وصیت صحیح اور معتبر ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

کسی کو مقرر کرنا کہ میری صلوٰۃ جنازہ پڑھادے، یہ وصیت باطل ہے۔ (شامی: ۶۵۰/۱)(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۲۰/۵)

اگر کوئی نماز جنازہ پڑھانے والا نہ ہو تو کیا کیا جائے:

سوال: اگر بستی میں کوئی میت ہوگئی اور نماز جنازہ پڑھانے والا کوئی نہ ہو، یا اگر کوئی آدمی پڑھا ہوا بھی ہو؛ مگر نماز جنازہ نہیں پڑھا سکتا تو کیا کرنا چاہیے؟

الجواب

نماز میت کی ضرور ہونی چاہیے، کم سے کم ایک آدمی بھی نماز جنازہ پڑھ لے گا تو فرضیت ادا ہوجائے گی، ورنہ سب گنہگار رہوں گے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۰۲/۵)

نماز جنازہ کے لیے صرف بڑے بیٹے کی اجازت ضروری نہیں:

سوال: اکثر مولوی نماز جنازہ پڑھانے سے قبل پوچھ لیتے ہیں کہ میت کا بڑا بیٹا کون ہے؟ میرے خیال میں بڑے بیٹے کی شریعت کی رو سے کوئی اہمیت نہیں۔ مولوی حضرات کو میت کے وارث کا پوچھنا چاہیے، وارث بھائی بھی ہوسکتا ہے، دوست بھی، کیا اس سلسلے میں بڑے بیٹے کی شرط ضروری ہے؟ کیا بڑے بیٹے کی شرعی شرط ہے؟

الجواب

جنازے کے لیے ولی سے اجازت لی جاتی ہے اور چوں کہ (باپ کے بعد) لڑکا سب سے مقدم ہے اور لڑکوں میں سب سے بڑے لڑکے کا حق مقدم ہے؛ اس لیے اس سے اجازت لینا مقصود ہوتا ہے۔ (۳) ویسے بغیر اجازت کے بھی نماز جنازہ ادا ہوجاتی ہے۔ (۴) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۸۵/۴-۳۸۶)

---

(۱) الميت إذا أوصى بأن يصلي عليه فلان فالوصية باطلة وعليه التفوى. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصلاة، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز، الفصل الخامس فى الصلاة عليه: ۱۶۳/۱)

(۲) والفتوىٰ علىٰ بطلان الوصية لغسله والصلاة عليه. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب صلاة الجنائز: ۸۲٤/۱)

(۳) قوله: والأولياء على الترتيب ... والأب أفضل ولذا يقوم الأسن عند الاستواء كما فى أخوين شقيقين ... الخ. (فتح القدير، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة: ۱۲۲/۲، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

(۴) فإن صلى غير الولي أو السلطان أعاد الولي... ثم هو ليس بمنحصر على السلطان بل كل من كان==

سید کی موجودگی میں نماز جنازہ دوسرا شخص بھی پڑھا سکتا ہے:

سوال:　ہمارے ہاں ایک جنازہ ہوگیا، وہاں کے لوگوں نے امام صاحب کو کہا کہ سید موجود نہیں ہے؛ اس لیے نماز جنازہ ادا نہ کریں، کیا سید کی غیر موجودگی میں جنازہ نہیں ہوسکتا؟ قرآن پاک کی روشنی میں تفصیلی جواب دیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ

جنازہ پڑھانے کا سب سے زیادہ حق دار میت کا ولی ہے، اس کے بعد محلے کا امام ۔(۱) بہر حال سید کی غیر موجودی میں نماز جنازہ صحیح ہے اور یہ خیال بالکل غلط ہے کہ جب تک سید موجود نہ ہو دوسرا شخص نماز نہیں پڑھا سکتا؛ بلکہ سید کی موجودگی میں بھی دوسرا شخص نماز جنازہ پڑھا سکتا ہے ۔(۲) (آپ کے مسائل اوران کا حل: ۳۸۶/۴)

نماز جنازہ میں ولایت کی ترتیب:

سوال:　ایک عورت نے شوہر اور عینی بھائی اور ماں چھوڑ کر وفات پائی، اب اس کے جنازہ کا ولی کون ہوگا؟

الجواب ـــــــــــــــــــ

فی الدرالمختار: (ثم الولی) بترتیب عصوبة الانکاح الاالأب فیقدم علی الإبن اتفاقا إلا أن یکون عالماً والأب جاھلاً فالإبن أولیٰ فإن لم یکن له ولی فالزوج، ثم الجیران.

وفی ردالمحتار: فلاولایة للنساء ولاللزوج الا أنه أحق من الأجنبی. (۳)

اس روایت سے ثابت ہوا کہ صورت مسئولہ میں عینی بھائی ولی صلوٰۃ ہوگا۔

۸/شعبان المعظم ۱۳۳۳ھ (تتمہ ثالث: ۶۰) (امدادالفتاویٰ جدید: ۷۴۰/۱)

شوہر بیوی کا ولی نہیں:

سوال:　میت کی نماز جنازہ پڑھانے کی اجازت کس سے لی جائے زوج کی اجازت معتبر ہے، یانہیں؟

(المستفتی: ۱۰۸۰، الطاف کریم صاحب (ہوڑہ) ۱۰/جمادی الاول ۱۳۵۵ھ، مطابق ۳۰/جولائی ۱۹۳۶ء)

== 　مقدماً علی الولی فی ترتیب الامامة فی صلاة الجنازة علیٰ ما ذکرنا فصلی هو لا یعید الولی ثانیا، الخ. (شرح العنایة علی الهدایة فی فتح القدیر، کتاب الصلاة، باب الجنائز، فصل فی الصلاة علی المیت: ۱۲۳/۲، انیس)

(۱)　قوله: ثم الولی أی ولی المیت الذکر البالغ العاقل ... قال فی شرح المنیة: الأصل أن الحق فی الصلاة للولی، ولذا قدم علی الجمیع فی قول أبی یوسف والشافعی وروایة عن أبی حنیفة، الخ. (رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب تعظیم أولی الأمر واجب: ۲۲۰/۲، انیس)

(۲)　أما شروط وجوبها فهی شروط بقیة الصلوات من القدرة والعقل والبلوغ والاسلام... الخ. (رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب فی صلاة الجنازة: ۲۰۷/۲، دار الفکر بیروت، انیس)

(۳)　الدرالمختار مع الرد، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب فی تعظیم أولیٰ الأمرواجب: ۲۲۰/۲ـ۲۲۱

الجواب

میت کے جنازے کی نماز پڑھانے کا حق ولی کو ہوتا ہے اور جس کو یہ حق ہے، اس سے ہی اجازت لینی چاہیے، زوج کی اجازت معتبر نہیں۔ (۱) (کفایت المفتی: ۹۹/۴)

مرنے والی عورت کا ولی شوہر نہیں، عصبہ ہیں:

سوال: احدالزوجین کے مرجانے سے ان کے باہمی تعلقات قطع ہوجاتے ہیں، یانہ؟ یعنی عورت مرجائے تو خاوند اسے دیکھ سکتا ہے، یانہ؟ اوراس کے جنازہ کو کندھا دے سکتا ہے، یانہ؟ اور ولی عورت کا اس کا خاوند ہے، یاماں باپ بھائی؟

الجواب

عورت کے مرنے سے خاوند کے تعلقات منقطع ہوجاتے ہیں؛ اسی لیے غسل اور مس کرنا (چھونا) درست نہیں ہے؛ مگر دیکھنے کی اجازت فقہانے دی ہے اور مرد کے مرنے سے عورت کے تعلقات عدت تک منقطع نہیں ہوتے؛ اسی لیے عورت اپنے شوہر متوفی کو غسل دے سکتی ہے اور جنازہ کو کندھا دینا تو ہر ایک عورت متوفیہ کے جنازہ کو درست ہے، اپنی عورت متوفیہ کے جنازہ کو بھی درست ہے اور ولی عورت متوفیہ کا اس کا باپ اور اس کے بھائی وغیرہ عصبات ہیں، شوہر ولی نہیں ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۷۸/۵)

شوہر اور باپ میں سے جنازے کا حق باپ کا ہے:

(اخبار الجمعیۃ مورخہ ۱۸ر ستمبر ۱۹۲۶ء)

سوال: ایک عورت فوت ہوئی، اس کا شوہر اور باپ دونوں موجود ہوں تو ان میں سے کس کو خود نماز جنازہ پڑھانے یا پڑھنے کی اجازت دینے کا حق ہے؟

الجواب

میت کا باپ اور شوہر موجود ہوں تو نماز جنازہ پڑھانے یا اجازت دینے کا حق باپ کو ہے۔

ولا ولاية للزوج عندنا لإنقطاع الوصلة بالموت ، كذا في الجامع الصغير لقاضي خان، فإن لم يكن للميت ولي فالزوج أولى ثم الجيران أولىٰ من الأجنبي، كذا في التبيين. (۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی: ۱۱۷/۴)

---

(۱) (ثم الولي) بترتيب عصوبة الانكاح إلا الأب. (الدرالمختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ۲۲۰/۲، ط: محمد سعيد)

فلاولاية للنساء ولاللزوج. (رد المحتار: ۶۱۶/۱) (مطلب: تعظيم أولى الأمر واجب: ۲۲۰/۲ محمد سعيد)

(۲) ثم الولي بترتيب عصوبة الانكاح إلا الأب فيقدم على الإبن اتفاقاً. (الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ۲۲۰/۲، دار الفكر بيروت، انيس)

(۳) الفتاویٰ الهندية، الباب الحادي والعشرون، الفصل الخامس في الصلاة على الميت: ۱۶۳/۱، ماجدية كوئتة

عورت کی نماز جنازہ شوہر کے حکم سے ہوگی، یا باپ کے:

سوال: ایک عورت فوت ہوئی، اس کا شوہر اور باپ دونوں موجود ہیں تو نماز جنازہ کے لیے کس کی اجازت معتبر ہوگی؟

الجواب

اس صورت میں باپ احق ہے، خود نماز جنازہ پڑھادے، یا کسی کو اجازت دے۔ درمختار میں ہے۔(۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۰۲/۵)

طاعون والی جگہ نماز جنازہ کے لیے جانا کیسا ہے اور اطبا کا جانا درست ہے، یا نہیں:

سوال: جس جگہ طاعون ہو، وہاں نماز جنازہ پڑھانے کے لیے جانا درست ہے، یا نہیں؟ جب کہ اس کے بلا جائے نماز جنازہ نہ ہو، ایسے موضع میں اطبا کو جانا کیسا ہے؟

الجواب

قال في الدرالمختار، مسائل شتی من آخر الکتاب: (وإذا خرج من بلدة بها الطاعون فإن علم إن کل شيء بقدر اللّٰه فلا بأس بأن یخرج ویدخل وإن کا ن عنده أنه لوخرج نجا ولودخل ابتلیٰ به کره له ذلک فلایدخل ولایخرج صیانة لاعتقاده وعلیه حمل النهی فی الحدیث الشریف، مجمع الفتاویٰ، الخ. (۲)

اس عبارت سے واضح ہوا کہ جس کا اعتقاد درست ہو، خروج عن موضع الطاعون کو سبب نجات اور دخول کو سبب ابتلا وہلاک نہ جانتا ہو تو اس کے حق میں خروج ودخول ممنوع نہیں ہے اور ادائے نماز جنازہ تو فرض کفایہ ہے، اس کے لیے وہاں بغرض ادائے نماز جانا ضروری ہے، جب کہ وہ جانتا ہے کہ اگر نہ جائے گا تو نماز جنازہ نہ ہوگی، اسی طرح اطبا کو بھی بغرض علاج وہاں جانا درست ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۴۱/۵-۳۴۲)

شیعہ اور شافعی کی اقتدا جنازہ میں جائز ہے، یا نہیں:

سوال: حنفی مقتدی کو نماز جنازہ میں اقتدا شافعی، یا شیعہ امام کی درست ہے، یا کیا؟

الجواب

شافعی امام کی اقتدا حنفی کو درست ہے اور شیعہ امام کی اقتدا درست نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۶۴/۵)

---

(۱) (ثم الولي) بترتیب عصوبة الانکاح الا الأب (وله) ... الاذن لغیره فیها؛ لأنه حقه فیملک ابطاله. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ۱۱۳/۳-۱۱۵، دار الکتاب دیوبند، انیس)

(۲) الدر المختار علی هامش رد المحتار، قبیل کتاب الفرائض: ۷۵۷/۶، دار الفکر بیروت، انیس

نماز جنازہ میں اخیر تکبیر سے پہلے ایک سلام پھیرا، پھر یاددہانی پر تکبیر کہی کیا حکم ہے:

سوال: نماز جنازہ میں تکبیر اخیر کہے بغیر ایک طرف سلام پھیرا، بعد یاد دہانی تکبیر کہی اور پھر سلام پھیرا تو کیا نماز ہوگئی؟

الجواب

اس صورت میں نماز ہوگئی۔(١) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ٣٦٥/٥)

پوری بستی میں اگر کوئی جنازہ نہ جانتا ہوتو نماز جنازہ کس طرح ادا کی جائے گی:

سوال: اگر کسی ایسے قصبے میں جہاں کہ کوئی پڑھا لکھا مسلمان موجود نہ ہو اور کوئی شخص نماز جنازہ بھی ادا کرنا نہ جانتا ہو اور کوئی ایسی اسلامی مسائل کی کتاب بھی موجود نہ ہو، اس حالت میں نماز جنازہ کس طرح ادا کی جائے؟

(المستفتی: ١٦٨٦، محمد مظہر الدین صاحب (امبا) ١٥/ جمادی الثانی ١٣٥٦ھ، مطابق ٢٣/ اگست ١٩٣٧ء)

الجواب

جہاں نماز جنازہ صحیح طور پر ادا کرنا کوئی نہ جانتا ہو، وہاں موجودہ مسلمان جماعت کی شکل میں کھڑے ہو کر چار تکبیریں یکے بعد دیگرے کہیں اور ہر تکبیر کے بعد دعاء مغفرت کرلیں، یا پہلی تکبیر کے بعد ثنا پڑھ لیں، دوسری تکبیر کے بعد درود اور تیسری تکبیر کے بعد جو دعا یاد ہو پڑھ لیں اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیر دیں۔(٢)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ١٠٨/٤)

نماز جنازہ پڑھانے والے کو پیسہ دینا:

سوال: جو شخص نماز جنازہ پڑھائے، کیا اس کو کچھ دینا چاہیے، یا کہ نہیں؟ ہمارے گاؤں میں دس روپے دینے کا رواج ہے۔

الجواب

نماز جنازہ کی اجرت لینا دینا جائز نہیں۔(٣) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ٣٩٨/٤)

---

(١) (وركنها) شيئان (التكبيرات) الأربع فالأولٰى ركن أيضاً لا يشترط (القيام) فلم تجز قاعداً بلا عذرٍ. (الدر المختار علٰى هامش ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ٢٠٩/٢، دار الفكر بيروت، انيس)

(٢) (وركنها) شيئان (التكبيرات) الأربع ... (والقيام) فلم يجز قاعداً بلا عذر (الدر المختار علٰى هامش رد المحتار، باب صلاة الجنائز: ٢٠٩/٢، ط: محمد سعيد)

لہٰذا نماز جنازہ کے صحیح ہونے کے لیے طہارت کے ساتھ چار تکبیروں کا کہنا بھی ضروری ہے۔

(٣) الأصل أن كل طاعة يختص بها المسلم لايجوز الاستئجار عليها عندنا لقوله عليه السلام اقرؤوا القرآن ولا تأكلوا به ... ولأن القربة متٰى حصلت وقعت على العامل، ولهٰذا تتعين أهليته فلا يجوز له أخذ الأجرة من غيره كما في الصوم والصلاة، هداية. (رد المحتار، باب الاجارة الفاسدة، مطلب في الاستئجار على الطاعات: ٥٥/٦، دار الفكر بيروت، انيس)

نماز جنازہ کی اجرت جائز ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص نے عمر بھر نماز روزہ نہیں کیا۔ بعد مرنے کے ایک عالم نے مشکل سے پانچ روپے فدیہ کے لے کر نماز جنازہ پڑھائی۔ ایسا فدیہ لینا شریعت میں جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

اس مسلمان بے نمازی کی جنازہ کی نماز پڑھنا فرض تھا، **لقوله عليه الصلاة والسلام: "صلوا علىٰ كل برٍ وفاجرٍ"**. (الحديث) (١) اور معاوضہ لینا اور فدیہ لینا نماز جنازہ کا حرام ہے۔ یہ لینے والے کی جہالت ہے اور طمع دنیاوی نے اس کو اندھا کر دیا ہے کہ جنازہ مسلمان کی نماز پڑھنے پر اجرت لیتا ہے واللہ تعالیٰ ہدایت فرمادے۔ (٢) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ٣٢٠/٥)

اجرت پر جو نماز جنازہ پڑھی گئی جائز ہوئی، یا نہیں:

سوال: صلوٰۃ جنازہ با جرت خواندہ شود، آیا صلوٰۃ جنازہ ادا شود، یا نہ؟ از مصلیان فرض کفایہ ساقط شود، یا نہ؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

صلوٰۃ جنازہ ادا شود وفرضیت ساقط شود؛ لیکن اخذ اجرت برآں حرام ومعصیت است، درحق آخذ وانچہ معروف است نیز بحکم مشروط شدہ حرام خواہد شد۔ (٣) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ٣٦٥/٥)

نماز جنازہ میں نابالغ کی امامت:

سوال: نابالغ کے پیچھے جنازہ کی نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

درمختار میں ہے:

(ولايصح اقتداء رجل بامرأة) وخنثیٰ (وصبی مطلقاً) ولو فی جنازة ونقل على الأصح. (٤)

اس سے معلوم ہوا کہ نابالغ کے پیچھے نماز جنازہ صحیح نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ٣٥١/٥)

---

(١) شرح الفقه الأكبر، ص: ٩١

(٢) الأصل أن كل طاعة بها المسلم لا يجوز الاستئجار عليها. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار، كتاب الاجارة، مطلب فی الاستئجار على الطاعات: ٥٥/٥، دار الفكر بيروت، انيس)

(٣) لا يجوز أخذ الأجرة على الطاعة كالمعصية وفيه أن أخذ الأجرة على الطاعة لا يجوز مطلقاً. (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ١٩٩١، دار الفكر بيروت، انيس)

(٤) الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الامامة: ٥٧٦/١، دار الفكر بيروت، انيس

عورت جنازہ کی نماز پڑھا سکتی ہے، یا نہیں:

سوال: عورت جنازہ کی نماز پڑھا سکتا ہے، یا نہ؟

الجواب

یہ تو ظاہر ہے کہ عورت مردوں کی امام نہیں ہوسکتی؛ لیکن جنازہ کی نماز کے بارہ میں یہ لکھا ہے کہ اگر عورت مردوں کی امام جنازہ کی نماز میں ہوئی تو اگر چہ امامت اس کی صحیح نہیں ہوئی اور مردوں کی نماز اس کے پیچھے نہیں ہوتی؛ لیکن چوں کہ خود اس کی نماز ہوگئی ہے؛ اس لیے فرضیت ساقط ہوگئی؛ کیوں کہ جنازہ کی نماز اگر صرف ایک عورت بھی پڑھ لے تو فرض کفایہ ادا ہو جاتا ہے۔

لو أمت امرأة ولو أمة لسقوط فرضها بواحد. (الدرالمختار) **وفي الرد تحت (قوله: لسقوط فرضها) أبشخص واحدٍ رجلاً كان أو امرأةً.** (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۸۹/۵)

عورت کے جنازہ پر امام کا رومال ڈالنا:

سوال: کوئی حنفی امام یا عالم عورت کے جنازہ پر اپنا رومال اپنی نظر کی جگہ ڈالتا ہے؛ تاکہ وہ ریشمی اور خوبصورت کپڑا جو میت کے اوپر ہے، حضور قلب میں مخل نہ ہو، کیسا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا

اس کی کوئی ضرورت نہیں، بلا رومال ڈالے بھی نماز درست ہے اور رومال ڈالنے میں بھی مضائقہ نہیں دونوں طرح درست ہے کسی ایک کو ضروری سمجھنا یا اصرار کرنا خلاف اصل ہے۔ (۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، الجواب صحیح: عبد اللطیف، ناظم مدرسہ مظاہر علوم۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۷۳/۸)

شیعہ کی اقتدا میں سنی کی نماز جنازہ جائز نہیں:

(الجمعیۃ مورخہ ۲۰/اکتوبر ۱۹۳۵ء)

سوال: کیا سنی حنفی مسلمان شیعہ کی اقتدا میں نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے؟

---

(۱) ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة: ۲۰۸/۲، دار الفكر بيروت، انيس

(۲) قال الطيبي رحمه الله تعالىٰ: "وفيه من أصر علىٰ أمر مندوب، وجعله عزما، ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر علىٰ بدعة أو منكر". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب الدعاء في التشهد، الفصل الأول، تحت حديث عبد الله بن مسعود رضي الله عنه، رقم الحديث: ۹۶۴): ۳۱/۳، رشيدية)

"إن الإصرار علىٰ المندوب يبلغه إلىٰ حد الكراهة، فكيف إصرار البدعة لا أصل لها في الشرع". (السعاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، قبيل فكيف فصل في القراءة، ذكر البدعات: ۲۶۵/۲، سهيل اكادمي لاهور)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ

شیعہ غالی تبرائی نہ ہو تو نماز جنازہ میں حنفی اس کی اقتدا کر سکتا ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ (کفایت المفتی: ۱۲۰/۴)

میت مشتبہ ہو تو نمازِ جنازہ کون پڑھائے سنی، یا شیعہ:

سوال: زید کی والدہ شیعہ ہے اور اب بھی اسی پر قائم ہے، نماز وغیرہ شیعوں کی طرح پڑھتی ہے اور محرم کے ایام میں ان کی مجالس میں شریک ہوتی ہے، البتہ بظاہر کسی سنی وغیرہ کو گالی نہیں دیتی ہے اور یہ وصیت کرتی ہے کہ میرے مرنے کے بعد جنازہ کی نماز شیعہ وسنی دونوں مل کر پڑھیں، زید چوں کہ سنی ہے؛ اس لیے اس کے مرنے کے بعد ایک سنی عالم فاضل دیوبند سے نماز جنازہ پڑھوانا چاہتا ہے۔ عالم صاحب کو ایک شیعہ کی نماز جنازہ پڑھانا جائز ہے، یا نہیں؟ دلائل شرعیہ سے مطلع فرمائیں۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

جب تک کفر کا حکم نہ ہو، نماز جنازہ پڑھنی چاہیے۔ لقوله عليه السلام: ”صلوا علٰى كل برٍ وفاجرٍ“. (الحديث)(۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۹۰/۶/۱۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۹۰/۶/۲۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۵۸/۸)

---

(۱) یعنی وہ شیعہ جو ضروریات دین کا انکار نہ کریں اور صرف حضرت علیؓ کی افضلیت کے قائل ہوں اور چوں کہ آج کل کے شیعہ ضروریات دین کا انکار کرتے ہیں اور حضرت علیؓ کی الوہیت کے قائل ہیں؛ اس لیے بوجوہ کافر ہیں، ان کے پیچھے نماز جنازہ نہیں ہوتی۔

”إن الرافضي إن كان ممن يعتقد الا لوهية في علي أو إن جبريل غلط في الوحي ... فهو كافر، لمخالفة القواطع المعلومة من الدين بالضرورة. (ردالمحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۴۶/۳، ط: سعيد)

(۲) أخرجه حسام الدين الهندي في كنز العمال، الفصل الثالث في أحكام الإمارة و آدابها: ۵۴/۶، رقم الحديث: ۱۴۸۱۵، المكتب الإسلامي)

”فكل مسلم مات بعد الولادة، يصلي عليه صغيرًا كان أو كبيراً، ذكراً كان هو أنثٰى، حراً كان أو عبداً، إلا البغاة وقطاع الطريق، ومن بمثل حالهم، إلخ“. (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، الجنائز، فصل: وأما بيان من يصلى عليه: ۴۷/۲، رشيدية)

”عن أبي هريرة رضي الله تعالٰى عنه، قال قال رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم: ”الجهاد واجب عليكم مع كل أمير براً كان أو فاجراً...والصلوة واجبة علٰى كل مسلم براً كان أو فاجراً وإن عمل الكبائر“. (سنن أبي داؤد، كتاب الجهاد، باب في الغزو مع أئمة الجور: ۳۵۰/۱، إمدادية، ملتان)

”ويصلى علٰى كل مسلم مات بعد الولادة صغيراً كان أو كبيراً ذكراً كان أو أنثٰى، حراً كان أو عبداً إلا البغاة و قطاع الطريق“. (الفتاوٰى الهندية، كتاب الصلاة، باب الجنائز، الفصل الخامس في الصلاة على الميت: ۱۶۳/۱، رشيدية)

نماز جنازہ کی نیت کیا ہو؟ اور دعا یاد نہ ہو تو کیا کرے:

سوال: نماز جنازہ کی دعا یاد نہ ہو تو کیا پڑھنا چاہیے؟ اور کس طرح نیت کی جائے؟

الجواب

نماز جنازہ میں نماز جنازہ ہی کی نیت کی جاتی ہے۔(۱) پہلی تکبیر کے بعد ثنا پڑھتے ہیں، دوسری تکبیر کے بعد نماز والا درود شریف پڑھتے ہیں، تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے دعا پڑھتے ہیں اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیر دیتے ہیں۔(۲) دعا یاد نہ ہو تو یاد کرنی چاہیے، جو نیچے لکھی ہوئی ہے، جب تک دعا یاد نہ ہو۔

"**اللّٰهم اغفرلنا وللمؤمنين والمؤمنات**". پڑھتا رہے، یا خاموش رہے۔(۳)

دعائیں یہ ہیں:

عن أبی هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا صلىٰ على الجنازة قال: اللّٰهم اغفر لحينا وميتنا وشاهدنا وغائبنا وصغيرنا وكبيرنا وأنثانا، اللّٰهم من أحييته منا فأحيه على الاسلام ومن توفيته منا فتوفه على الايمان.(۴)

بالغ میت کے لیے دعا:

"**اللّٰهم اغفر لحينا وميتنا وشاهدنا وغائبنا وصغيرنا وكبيرنا وذكرنا وانثانا، اللّٰهم من احييته منا فاحيه على الاسلام ومن توفيته منا فتوفه على الايمان**". (۵)

نابالغ بچہ کے لیے دعا:

"**اللّٰهم اجعله لنا فرطا واجعله لنا أجرا وذخرا واجعله لنا شافعاً ومشفعا**". (۶)

نابالغ بچی کے لیے دعا:

"**اللّٰهم اجعلها لنا فرطا واجعلها لنا أجرا وذخرا واجعلها لنا شافعة ومشفعة**". (۷)

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۸۸/۴)

---

(۱) ولو تفكر الامام بالقلب أنه يؤدى صلاة الجنازة يصح ولو قال لمقتدى اقتديت بالامام يجوز. (الفتاوى الهندية: ۱۶۴/۱، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز، الفصل الخامس الصلاة على الميت)

(۲) (وهى أربع تكبيرات) ... (يرفع يديه فى الأولىٰ فقط) (ويثنى بعدها) ويصلى على النبى صلى الله عليه وسلم بعد الثانية و يدعوا بعد الثالثة ويسلم بلا دعاء (بعد الرابعة)، الخ. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة: ۲۱۲/۲)

(۳) ثم أفاد ان من لم يحسن الدعاء بالمأثوريقول: اللّٰهم اغفرلنا ولوالدينا وله و للمؤمنين و المؤمنات. (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب هل يسقط فرض الكفاية بفعل الصبى؟)

(۴) مشكوٰة المصابيح، كتاب الجنائز، باب المشى بالجنازة، والصلاة عليها: ۱۴۶/۱، قديمى، انيس

(۵،۶،۷) مشكوٰة المصابيح، ص: ۱۴۶، باب المشى بالجنازة/أيضاردالمحتار: ۲۱۲/۲، الهندية: ۱۶۴/۱

نماز جنازہ میں دعائیں سنت ہیں:

سوال: کیا نماز جنازہ میں دعا پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب

نماز جنازہ میں چار تکبیریں فرض ہیں، اور دعائیں سنت ہیں۔(۱) اگر کسی کو دعائیں یاد نہ ہوں تو صرف تکبیر ہی کہنے سے فرض ادا ہو جائے گا؛ لیکن نماز جنازہ کی دعا سیکھ لینی چاہیے؛ کیوں کہ اس کے بغیر میت کی شفاعت سے بھی محروم رہے گا اور نماز بھی خلافِ سنت ہوگی۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل: ۳۸۹/۴)

بچوں اور بڑوں کی اگر ایک ہی نماز جنازہ پڑھیں تو بڑوں والی دعا پڑھیں:

سوال: حرمین شریفین میں بچے اور بڑوں کی نماز جنازہ ساتھ پڑھنی پڑتی ہیں۔ اس صورت میں کون سی دعا ادا کی جائے گی؟

الجواب

اجتماعی جنازہ میں وہی دعا پڑھیں گے، جو بڑوں کی نماز جنازہ میں پڑھتے ہیں، اس میں بچے کے لیے بھی دعا شامل ہو جائے گی۔(۲) (آپ کے مسائل اوران کا حل: ۳۸۹/۴)

جنازہ مرد کا ہے یا عورت کا، نہ معلوم ہو تو بالغ والی دعا پڑھیں:

سوال: نماز جنازہ کی جماعت کھڑی ہو چکی ہے، ایک شخص بعد میں پہنچتا ہے اور نماز جنازہ میں شامل ہو جاتا ہے، ابھی اس کو یہ معلوم نہیں کہ جنازہ کس کا ہو رہا ہے؟ آیا کہ میت مرد، عورت، یا بچہ کون ہے؟ ایسی صورت میں وہ کیا نیت کرے اور کیا پڑھے؟

الجواب

مرد وعورت کے لیے دعائے جنازہ ایک ہی ہے، البتہ بچے، بچی کے لیے دعا کے الفاظ الگ ہیں؛ تاہم ہم بچے کے

---

(۱) (وركنها) شيئان (التكبيرات) الأربع ... (وسننها) ثلاثة (التحميد والثناء والدعاء فيها)، الخ. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة: ۲۰۹/۲، دار الفكر بيروت، انيس)

(۲) ثم يكبر أخرىٰ ويدعو للميت وجميع المسلمين وليس فيها دعاء مؤقت وعن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه كان يقول: اللّٰهم اغفر لحينا وميتنا وشاهدنا وغائبنا وصغيرنا وكبيرنا وذكرنا وأنثانا. اللّٰهم من أحييته منا فأحيه على الاسلام ومن توفيته منا فتوفه على الايمان... هذا اذا كان يحسن ذلك فان كان لايحسن يأتي بأى دعاء شاء ثم يكبر الرابعة ثم يسلم تسلمتين. (الفتاوىٰ الهندية، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز، الفصل الخامس فى الصلاة على الميت: ۱۶٤/۱، انيس)

جنازہ میں بھی اگر بالغ مرد وعورت والی دعا پڑھ لی جائے تو صحیح ہے؛ اس لیے بعد میں آنے والوں کو اگر علم نہ ہو تو وہ مطلق نماز جنازہ کی نیت کرلیں اور بالغوں والی دعا پڑھ لیا کریں۔ (١) (آپ کے مسائل اوران کا حل:۳۸۹/۴)

بچہ کے جنازہ میں جب یہ معلوم نہ ہو کہ لڑکا ہے، یا لڑکی تو کیا کرے:

سوال: بچہ کی نماز جنازہ میں جب مسبوق کو یہ معلوم نہ ہو کہ میت لڑکا ہے، یا لڑکی؟ اس کے لیے کیا دعا پڑھے؟

الجواب

اللّٰهم اجعله لنا فرطاً، بضمیر مذکر پڑھ دیوے؛ کیوں کہ مونث کی طرف بھی بتاویل شخص راجع ہوسکتی ہے اور بضمیر مونث پڑھنا بھی درست ہے بتاویل نفس۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳۵۰/۵)

ظاہر علامات نہ ہوں تو لڑکا ولڑکی دونوں کو پندرہ سال کی عمر میں بالغ قرار دیا جائے گا:

سوال (١) دس سال کی لڑکی کا جنازہ بالغ، یا نابالغ پڑھا جائے؟

(٢) شریعت میں کتنے سال کی لڑکی بالغ ہوتی ہے؟

(٣) بعض مولوی صاحبان دس سال کی لڑکی کا جنازہ بالغ پڑھاتے ہیں۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ چوں کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خلوت نو سال میں ہوئی تھی؛ اس لیے دس سال کا جنازہ بالغ پڑھنا جائز ہے؟

(المستفتی: ٢٢٩١، حاجی عبدالکریم (پشاور) مورخہ ٦/ربیع الثانی ١٣٥٧ھ، مطابق ٦/جون ١٩٣٨ء)

الجواب

دس سال کی لڑکی اگر بالغہ ہوگئی ہو؛ یعنی اس کو حیض آنا شروع ہوگیا ہو تو اس کا جنازہ پوری عورت کے لیے پڑھایا جائے اور اگر حیض آنا شروع نہ ہوا ہو تو اس کا جنازہ نابالغہ کی طرح پڑھا جائے، دس سال کی عمر میں لڑکی بالغہ ہوسکتی ہے؛ مگر یہ لازم نہیں کہ ہر دس سالہ لڑکی بالغہ ہوجائے، حضرت عائشہ صدیقہؓ سے نو سال کی عمر میں مقاربت ہوئی تو نو سال کی لڑکی کے بلوغ کا امکان ثابت ہوا، نہ یہ کہ ہر نو سال کی لڑکی بالغہ قرار دے دی جائے، بالغہ قرار دینے کے لیے پندرہ سال کی عمر ہونی چاہیے، جب کہ اور کوئی علامت بلوغ ظاہر نہ ہو۔ (٢)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی:۱۱۶/۴)

---

(١) ثم يكبر أخرى ويدعو للميت وجميع المسلمين و ليس فيها دعاء مؤقت وعن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه كان يقول: اللّٰهم اغفر لحينا وميتنا وشاهدنا وغائبنا وصغيرنا وكبيرنا وذكرنا وأنثانا اللّٰهم من أحييته منا فأحيه على الاسلام ومن توفيته منا فتوفه على الايمان هٰذا اذا كان يحسن ذلك فان كان لايحسن يأتي بأى دعاء شاء ... الخ. (الفتاوى الهندية، كتاب الجنائز: ١٦٤/١)

(٢) (بالغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال) الأصل هو الانزال (والجارية بالإحتلام، والحيض والحبل) ولم يذكر الانزال صريحاً؛ لأنه قلما يعلم منها (فإن لم يوجد فيهما) شيئ (فحتىٰ يتم لكل منهما خمس عشرة ==

بعد نماز جنازہ دعا:

السوال فی الدعاء بعد صلاۃ الجنازہ (مع) رفع الیدین وقد وقع الاختلافات بین العلماء، فمنهم من قال: إنه سنة حسنة وتارکه فاسق وفاجر، وفیهم من قال: إنه مکروه؟ بینوا توجروا.

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

قال فی الشامی: فقد صرحوا عن آخرهم بأن صلاۃ الجنازۃ هی الدعاء للمیت إذ هو المقصود منها. (۱) ولم یرو عن السلف الدعاء بعدها بهیئة اجتماعیة فالأولی الاقتصار علیها وإن لم یفسق فاعله وکیف یجوز أن یقال لتارک البدعة انه فاسق فاجر والفاسق من ینسبه إلی الفسق فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۵۱/۵، ۳۵۲)

نمازِ جنازہ کی دعا:

سوال: نمازِ جنازہ میں مرحوم مرد ہو کہ خاتون، لڑکا ہو کہ لڑکی، ان کے لیے جو دعائیں مخصوص ہیں، وہی پڑھنی چاہیے۔ یا کوئی اور دعا بھی کہی جا سکتی ہے؟ (نادر المسدوی، مغل پورہ)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

جنازہ پر پڑھی جانے والی دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف الفاظ میں نقل کی گئی ہے، ابو ابراہیم اشہلیؒ اپنے والد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل نقل کرتے ہیں:

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ پر یہ دعا پڑھی:

'' اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيرِنَا وَكَبِيرِنَا وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا''.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں مذکورہ دعا کے ساتھ یہ اضافہ بھی ہے:

''اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَاَحْيِهِ عَلَى الْإِسْلَامِ، وَ مَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الْإِيْمَانِ''. (۲)

اسی طرح ایک صحابی رسول حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنازہ کی ایک دوسری دعا بھی نقل کی ہے، الفاظ یوں ہے:

'' اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَ ارْحَمْهُ وَ اغْسِلْهُ بِالْبَرْدِ كَمَا يُغْسَلُ الثَّوْبُ''. (۳)

== سنة به یفتیٰ) لقصر الممار (وأدنی مدة له إثناعشرة سنة، ولها تسع سنین. (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، کتاب الحجر، فصل فی بلوغ الغلام بالإحتلام: ۱۵۳/۶، ۱۵۴، ط: سعید)

(۱) ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنائز، مطلب هل یسقط الکفالة بفعل الصبی: ۲۱۰/۲، دار الفکر بیروت، انیس

(۲) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۱۰۲۴

(۳) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۱۰۲۵

ان دونوں روایتوں کے بارے میں امام ترمذیؒ نے لکھا ہے کہ یہ حسن اور صحیح کے درجہ کی ہیں: "**هذا حديث حسن صحيح**". (۱)

اسی لیے اہل علم کی رائے ہے کہ جنازہ کے لیے کوئی خاص دعا متعین نہیں ہے؛ بلکہ کوئی بھی دعا پڑھی جاسکتی ہے، جس میں میت اور سارے مسلمانوں کی مغفرت کے لیے دعا کی جائے۔

"**ثم يكبر أخرى، ويدعو للميت ولجميع المسلمين، وليس فيها دعاء موقت**". (۲)

غرض کہ جنازہ کے لیے کوئی خاص دعا متعین نہیں ہے، کوئی بھی دعا جس میں میت اور سارے مسلمانوں کے لیے استغفار ہو، پڑھی جاسکتی ہے، البتہ بہتر یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ دعاؤں کو پڑھا جائے کہ وہ باعثِ سعادت و برکت ہیں۔ (کتاب الفتاویٰ:۳/۱۶۱-۱۶۲)

نمازِ جنازہ کا درود شریف:

سوال: نمازِ جنازہ میں دوسری تکبیر میں درود شریف جو نماز پڑھتے ہیں، ان کو بھی پڑھ سکتے ہیں، یا نہیں؟ یا نماز جنازہ کا ہی درود شریف یاد کرنا چاہئے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

جو درود شریف نماز میں پڑھا جاتا ہے، نماز جنازہ میں دوسری تکبیر کے بعد اس کو پڑھ لیا جائے۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیو بند۔ (فتاویٰ محمودیہ:۸/۵۶۲)

نماز جنازہ میں ثنا و دعا کی جگہ ﴿قل هو اللّٰه﴾ اور ﴿انا اعطيناك الكوثر﴾ پڑھنا:

سوال: ایک شخص بے علم نماز جنازہ پڑھادے اور بجائے دعا کے ﴿**قل هو اللّٰه**﴾ اور ﴿**انا اعطيناك الكوثر**﴾ سے نماز پڑھادے۔ اس کے لیے کیا حکم ہے، نماز ہوئی، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

اس صورت میں نماز جنازہ ہوگئی؛ لیکن اس نے برا کیا؛ کیوں کہ قرآن شریف کی آیتوں اور سورتوں کا پڑھنا

---

(۱) الجامع للترمذی، حدیث نمبر:۱۰۲۵

(۲) الفتاوى الهندية، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل الخامس في الصلاة على الميت: ۱۶٤/۱

(۳) (ويصلي على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم) كما في التشهد. (الدر المختار)

وفي الرد تحته: أي المراد الصلاة الإبراهيمية التي يأتي بها المصلي في قعدة التشهد. (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ۲/۲۱۲، سعيد)

"وإذا كبر الثانية، يأتي بالصلاة على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، وهي الصلاة المعروفة، وهي أن يقول: اللهم صلى علىٰ محمد وعلى آل محمد الىٰ قوله إنك حميد مجيد". (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، باب الجنائز، فصل: كيفية الصلاة على الجنازة: ۲/۵۱، رشيدية)

نماز جنازہ میں مکروہ ہے، سوائے فاتحہ کے کہ اس میں خلاف ہے۔ پس آئندہ سے ایسے شخص کو امام نہ ہونا چاہیے اور اس کو بھی چاہیے کہ ثنا و دعاء جنازہ یاد کرلے اور کچھ سزا نہیں ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵/۳۱۷-۳۱۸)

جنازہ کی دعا میں فلاں ابن فلاں کی جگہ میت کا نام لینا:

نماز جنازہ میں جہر نہیں:

جہر سے پڑھنے والے کے پیچھے حنفیوں کی نماز درست ہے:

سوال: جنازے کی نماز میں میت کے لیے دعا "**اللّٰهم إن فلان بن فلان فی ذمتک وحبل جوارک، الخ**" فلاں بن فلاں کی جگہ میت اور اس کے والد کا نام لے تو جائز ہے، یا نہیں؟

(۲) جنازے کی نماز جہر سے پڑھانا شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟

(۳) اگر کسی نے جہر سے جنازہ پڑھا اور اس کے پیچھے متبعین امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی شریک ہوں تو ان حنفیوں کی نماز جنازہ ہوگی، یا نہیں؟

(المستفتی: ۸۶، محمد عبدالجلیل سامرودی، ۵/رجب ۱۳۵۲ھ، مطابق ۲۶/اکتوبر ۱۹۳۳ء)

الجواب

(۱) جب دعائے مذکور پڑھی جائے تو فلاں بن فلاں کی جگہ میت اور اس کے والد کا نام لیا جائے۔(۲)

(۲) حنفیہ کے نزدیک نماز جنازہ میں جہر نہیں ہے، (۳) تاہم اگر امام نے جہر کیا تو حنفیوں کا کوئی حرج نہیں۔

(۳) حنفی بھی اس امام کے پیچھے نماز میں شریک ہو سکتے ہیں اور ان کی نماز جائز ہے۔(۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۴/۹۰-۹۱)

---

(۱) ولا يقرأ فيها القرآن ولو قرأ الفاتحة بنية الدعاء لا بأس به، الخ. (الفتاویٰ الهندية، الصلاة علی الجنائز: ۱/۱٥٤)

(۲) اس پر اس اشکال کا جواب کہ "احناف کے ہاں مذکورہ دعائیں نہیں پڑھی جاتی"۔

ثم الحقيقة أنواع ثلاثة، متعذرة، ومستعملة، وفی القمسمين الأولين يصار إلٰی المجاز بالاتفاق. (أصول الشاشی، بحث الحقيقة والمجاز، ص: ١٣، ط: امدادية ملتان)

(۳) ويخافت فی الكل إلا فی التكبيرات. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الصلاة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، فصل فی الصلاة علی الميت: ١/١٦٤، مكتبة ماجدية، كوئتة)

(۴) وفی حاشيته للرملی، ربما يستفاد منه أن الحنفی إذا اقتدی بالشافعی فالأولٰی متابعته فی الرفع (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ٢/٢١٢، ط: سعيد)

بالغین مردو عورت کی دعا میں کوئی تمیز نہیں:

سوال: درنماز جنازہ بالغین تمیز مرد از زن ضروری، یا نہ؟

الجواب

درنماز جنازہ بالغین تمیز مرد وزن ضرور نیست کہ دعا مرد وزن یکے است ۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۵/۳۱۵-۳۱۶)

تیسری تکبیر کے بعد دعا کی جگہ فاتحہ پڑھنا کیسا ہے:

سوال: نابالغ کی نماز جنازہ میں تیسری تکبیر کے بعد بجائے دعا کے فاتحہ پڑھنا کہاں تک صحیح ہے؟

الجواب

نابالغ کے جنازہ کی نماز کا طریق یہ ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد "**سبحانک اللھم، الخ**" اور دوسری تکبیر کے بعد درود شریف اور تیسری تکبیر کے بعد دعا "**اللّٰھم اجعله فرطا، الخ**" اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیر دے۔ سورۂ فاتحہ کا پڑھنا تیسری تکبیر کے بعد ضروری نہیں ہے اور اگر بطریق دعا سورۂ فاتحہ پڑھے تو درست ہے۔ (۲) **وعلیه حمل ماورد فی الحدیث**. فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۵/۳۱۷)

اگر تیسری تکبیر کے بعد سورۂ فاتحہ پڑھی جائے کیا حکم ہے دعا کی جگہ یارب یارب کافی نہیں:

سوال: فاتحہ کو صلوٰۃ جنازہ میں بعد تکبیر ثالث کے اگر بجائے دعا بہ نیت دعا پڑھا جاوے، عندالحنفیہ بلا کراہت جائز ہے، یانہیں؟ بالتصریح تحریر فرمائیے، اگر بجائے ادعیہ بعد تکبیر ثالث لفظ "یارب یارب" کہہ دیا جاوے تو دعا کا کام دے گا، یانہ؟ کسی کتاب میں اس کے متعلق کچھ لکھا ہے، یانہیں؟

الجواب

سورۂ فاتحہ کو بہ نیت دعا پڑھنا عندالحنفیہ مکروہ نہیں ہے، مکروہ بہ نیت قرأت قرآن پڑھنا ہے اور موقعہ سورۂ فاتحہ کا بعد تکبیر اول کے ہے۔

---

(۱) ثم یکبر آخر ویدعو للمیت وجمیع المسلمین الخ وعن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم أنه یقول اللّٰھم اغفر لحینا ومیتنا الخ. (الفتاویٰ الھندیة: ۱/۱٦٤)

(۲) وصلاة الجنازة أربع تکبیرات، ولو ترک واحدة منھا، لم تجز صلاته، فیکبر للافتتاح ویقول: سبحانک اللّٰھم، الخ، ثم یکبر أخریٰ ویصلی علی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ثم یکبر أخریٰ ویدعو للمیت وجمیع المسلمین، الخ، فإن کان المیت صبیاً عن أبی حنیفة أنه یقول اللّٰھم اجعله لنا فرطا، الخ، ھٰذا اذا کان یحسن فن لا یحسن یأ بأی دعاء شاء ثم یکبر الرابعة ثم یسلم تسلیمتین، الخ، ولا یقر فیھا القرآن ولو قرء الفاتحة بنیة الدعاء فلا بأس به. (الفتاویٰ الھندیة، الصلاة علی المیت: ۱/۱٥٤)

والظاهر أنها حينئذ تقوم مقام الثناء علیٰ ظاهر الرواية من أنه يسن بعد الأولیٰ التحميد. (۱)

پس تکبیر ثالث کے بعد اس کا محل نہیں ہے، فقط اگر دعاء ماثور یاد نہ ہو بعد تکبیر ثالث "**اللهم اغفر لنا، الخ**" جیسا کہ سابقاً شامی سے نقل کیا گیا تھا، (۲) اور یا رب یا رب پر اکتفا کرنا کسی کتاب میں نہیں دیکھا گیا اور اس میں نماز جنازہ اگرچہ ہوا جاوے گی؛ مگر سنت دعا حاصل نہ ہوگی۔

قال فی الشامی تحت (قوله: ويدعو): أی لنفسهٖ و للميت وللمسلمين لكی يغفر له فيستجاب دعاؤه فی حق غيره ولأن من سنة الدعاء أن يبدأ بنفسهٖ قال تعالیٰ رب اغفرلی ولوالدی، الخ. (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۴۷/۵-۳۴۸)

نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ اور دوسری سورۃ پڑھنا کیسا ہے:

سوال: میں ایک میت کے جنازے میں شریک ہوا، جب نیت باندھ لی تو امام نماز جنازہ زور سے پڑھنے لگا، جس میں سورتیں تلاوت کر رہے تھے، مثلاً سورۂ اخلاص، درود شریف وغیرہ۔ سلام پھیرنے کے بعد مقتدی ایک دوسرے کے ساتھ بحث کرنے لگے۔ مہربانی فرما کر قرآن وسنت کی روشنی میں اس کا جواب دیں؟

الجواب

نماز جنازہ میں پہلی تکبیر کے بعد سورۂ فاتحہ کے امام شافعیؒ وامام احمدؒ قائل ہیں، امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ قائل نہیں، (۴) بطور حمد وثناء پڑھ لیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ (۵) سورۂ اخلاص پڑھنے کا ائمہ اربعہ میں سے کوئی قائل نہیں، اسی طرح نماز جنازہ میں اونچی قرأت کا بھی ائمہ اربعہ میں سے کوئی قائل نہیں۔ (۶) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۹۱/۴)

نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنا:

سوال: نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ۲۱٤/۲، دار الفكر بيروت، انيس

(۲) ردالمحتار، باب صلاة الجنائز: ۸۱٦/۱

(۳) ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ۲۱/۲، دار الفكر بيروت، انيس

(۴) (قوله وعين الشافعي الفاتحة) وبه قال أحمد؛ لأن ابن عباس صلى علىٰ جنازة فجهر بالفاتحة و قال عمداً قلت: ليعلم أنها سنة ومذهبنا قول عمر وابنه وعلّي وأبی هريرة وبه قال مالک، كما فی شرح المنية. (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة: ۲۱۳/۲، مطلب هل يسقط فرض الكفاية بفعل الصبی؟)

(۵) لو قرأ الفاتحة بنية الدعاء فلا بأس به وان قرأ بنية القراء ة لا يجوز (الفتاویٰ الهندية، كتاب الصلاة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الخامس فی الصلاة على الميت: ۱٦٤/۱)

(٦) ويخافت فی الكل الا فی التكبيرات، كذا فی التبيين ولا يقرأ فيها القرآن، الخ. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الصلاة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز: ۱٦٤/۱، وأيضا فی بدائع الصنائع: ۳۱۳/۱، صلاة الجنازه، طبع: سعيد)

الجواب

حنفیوں کے نزدیک سورۂ فاتحہ قرأت کی نیت سے نماز جنازہ میں پڑھنا جائز نہیں۔ ہاں اگر بہ نیت دعا پڑھی جائے تو درست ہے۔

”ولا یقرأ فیہا القراٰن ولو قرأ الفاتحۃ بنیۃ الدعاء فلا بأس بہ وإن قرأھا بنیۃ القراءۃ لا یجوز؛ لأنہا محل الدعاء دون القراءۃ، کذا فی محیط السرخسی. (۱) (کفایت المفتی: ۴/۸۷)

نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا:

سوال نماز جنازے میں سورۂ فاتحہ اگر قرأت کی نیت سے پڑھ لیوے گا تو کیا گناہ گار ہوگا؟

الجواب

نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنا بہ نیت قرأت امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ منع فرماتے ہیں، بطور دعا مضائقہ نہیں، اگر قرأت کی نیت سے پڑھ لیوے گا تو گناہ گار بھی نہ ہوگا؛ کیوں کہ محدثین اور شافعی صاحب رحمہم اللہ کے نزدیک سنت ہے، لہذا گناہ گار بھی نہ ہوگا۔ (تالیفات رشیدیہ، ص: ۲۶۸)

نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ:

سوال: نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنی چاہیے، یا نہیں؟ (اے، آر، سلیم محبوب نگر)

الجواب

نماز جنازہ اصل میں دعا ہے، نہ کہ عبادت؛ اس لیے نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ، یا قرآن کی اور سورہ نہیں پڑھنی چاہیے۔

”ولا یقرأ فیہا القرآن... ؛ لأنہا محل الدعاء دون القرأۃ“. (۲) (کتاب الفتاویٰ: ۳/۱۷۷)

کسی حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازے میں فاتحہ پڑھنے کا حکم نہیں دیا:

سوال: غیر مقلد کہتا ہے کہ حنفی کی میت کا نماز جنازہ بھی درست نہیں ہوتا؛ کیوں کہ حنفی لوگ سورۂ فاتحہ نماز جنازہ میں نہیں پڑھتے، حالاں کہ حدیث ترمذی میں آئی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنی چاہیے۔ آپ برائے خدا جلد از جلد جواب دے کر مشکور فرمائیں؟

(المستفتی: ۲۴۷۰، محمد عبد الغنی صاحب، ہوشیار پور (پنجاب)، ۶/ صفر ۱۳۵۸ھ، مطابق ۲۸/ مارچ ۱۹۳۹ء)

---

(۱) الفتاویٰ الهندية، كتاب الصلاة، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز، الفصل الخامس فى الصلاة على الميت: ۱/۱٦٤، ط: مكتبة ماجدية كوئتة

(۲) الفتاویٰ الهندية، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز، الفصل الخامس فى الصلاة على الميت: ۱/۱٦٤

الجواب

کسی حدیث میں یہ نہیں آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازے کی نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم فرمایا ہو، یا یہ فرمایا ہو کہ جنازے کی نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنی چاہیے۔(۱) ترمذی میں یہ روایت نہیں ہے، جو آپ نے سوال میں لکھی ہے کہ نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنی چاہیے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی:۴/۱۱۳-۱۱۴)

جنازہ کی نماز میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا:

سوال: سورۃ فاتحہ صلوٰۃ جنازہ میں پڑھے، یا نہیں؟ اور اگر تکبیرین آخرین میں بھی بجائے دعا پڑھ لے تو جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

یہ مسئلہ مختلفہ فیہ ہے، امام صاحب حدیث سے ممانعت قرأت قرآن کی نماز جنازہ میں ثابت کرتے ہیں، اگر دعا کی طرح پڑھے درست ہے تو جب نہی اور جواز دونوں حدیث سے ثابت ہیں اور مسئلہ مختلفہ ہے تو ایسے فعل کو کرنا کیا ضروری ہے، ایسے افعال کر کے لامذہب مشہور ہونا ہوتا ہے، ''اتقوا مواضع التهم'' (تہمت کی جگہ سے بچو) خود حکم شارع علیہ السلام کا ہے۔ مستحب مختلف کو ادا کر کے فساد برپا کرنا کسی کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(تالیفات رشیدیہ، ص:۳۵۵-۳۵۶)

نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا:

سوال: سورۃ فاتحہ صلوٰۃ جنازہ میں کہ حسب احادیث صحیحہ مسنون ہے، چناں چہ ''**عن طلحة بن عبد الله بن عوف رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال صليت خلف ابن عباس على جنازة فقرأ بفاتحة الكتاب فقال: لتعلموا أنها سنة وحق. رواه البخاری والنسائی، انتهٰی.**

وعن أبی أمامة رضی اللّٰه عنه قال: إن السنة فی الصلاة على الجنازة أن يقرأ فی التكبيرة الأولٰى بأم القرآن مخافةً، ثم يكبر ثلثاً والتسليم عند الآخرة. (۲)

(۱) آپ علیہ السلام سے تو کسی مرفوع صحیح حدیث میں یہ ثابت نہیں اور بخاری شریف میں حضرت ابن عباسؓ سے جو مروی ہے کہ حضرت ابن عباس نے فاتحۃ الکتاب پڑھی اور فرمایا: ''لتعلموا أنها سنة'' اور اس جیسی دیگر روایات بھی موجود ہیں، جس سے صرف جواز ثابت ہو سکتا ہے، جس کے احناف بھی بنیت دعا قائل ہیں اور صحابہ کا پڑھنا بھی دعا پر محمول ہو سکتا ہے؛ کیوں کہ سورہ فاتحہ افضل دعا ہے، جیسا کہ مروی ہے: ''أفضل الذكر لا إلٰه إلا الله وأفضل الدعاء الحمد لله، اور ''أنها سنة'' کے متعلق فتح الباری میں لکھا ہے: ''يحتمل أن يريد أن الدعاء سنة. (فتح الباری شرح بخاری، باب قراءة فاتحة الكتاب على الجنازة: ۳/۱۶۴، المطبعة الكبرى بولاق مصر)

(۲) النسائی، کتاب الجنائز، باب الدعاء: ۱/۶۴، انیس ==

اور محققین علما بھی اس کی سنیت وافضلیت کے قائل ہیں۔ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحبؒ حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں:

ومن السنة قرأة فاتحة الكتاب لأنها خير الأدعية واجمعها علمها الله تعالىٰ عباده في محكم كتابه. (۱)

اور ملاعلی قاری رحمہ اللہ علیہ بھی استحباب کے قائل ہیں، بنا بر احتیاط مذہب شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے، چناں چہ ردالمحتار میں ہے:

وقول ملاعلي قاري أيضاً يستحب قراء تها بنية الدعاء خروجاً من خلاف الشافعي. (۲)

اور قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی وصیت نامہ میں فرماتے ہیں: ''وبعد تکبیر اولیٰ سورہ فاتحہ ہم خوانند'' انتہیٰ۔ (۳) لہٰذا برعایت ادلۂ مذکورہ فاتحہ پڑھنا ہی اولیٰ ہے، یا نہیں؟

الجواب

حضرت فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فاتحہ نماز جنازہ میں احیاناً بجواز پڑھی ہے، ورنہ معمول ضروری نہ تھا؛ کیوں کہ امام صاحب قرآن کی ممانعت حدیث سے فرماتے ہیں، البتہ بطور دعا پڑھنا مضائقہ نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(تالیفات رشیدیہ، ص: ۳۵۶-۳۵۷)

نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنے اور وضو میں گردن کے مسح کا حکم:

سوال: قرأت خلف الامام درنماز ماثور است، یا نہ؟ وحنفیہ از چہ با تناعش کوشیدہ اند و درنماز جنازہ سورۂ فاتحہ خواندن ہم سنت ست، یا مستحب، یا مکروہ وممنوع؟ مسح گردن اندر وضو مستحب ست، یا بدعت؟ بینوا توجروا۔ (۴)

الجواب

خلاصہ کلام دریں باب آن ست کہ احادیث باب برسہ نوع منقسم است بعضے دلالت بر وجوب دارد وبعضے دلالت بر جواز، **كما في قوله: "لا تقولوا إلا بأم القرآن"** وبعضے دلالت پر امتناع دارد کما ذکرہ الامام محمدؒ فی مؤطاہ رجوع نمودیم باقوال وافعال صحابہ آنہا را مختلف یافتیم رجوع بقیاس نمودیم وجوہ ترجیح وتطبیق علی انحاء شتی برآمد فکل اخذ بما رائ

== طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ابن عباسؓ کے پیچھے جنازہ کی نماز پڑھی تو آپ نے اس میں سورۂ فاتحہ اور فرمایا (میں نے اس لیے پڑھا ہے) تا کہ تم جان لو کہ یہ سنت ہے اور حق اس کو بخاری اور نسائی نے روایت کیا ہے اور ابی امامہ سے روایت ہے کہ جنازہ کی نماز میں سنت یہ ہے کہ تکبیر اولیٰ میں فاتحہ آہستہ پڑھ لے پھر تین بار کہے اور آخری تکبیر کے بعد سلام کہے، اس کو نسائی نے روایت کیا ہے۔

(۱) سورہ فاتحہ کا پڑھنا سنت ہے؛ اس لیئے وہ بہترین اور جامع دعا ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب محکم میں اپنے بندوں کو تعلیم دی ہے۔

(۲) اور ملاعلی قاری کا بھی ہی قول ہے کہ سورہ فاتحہ کا پڑھنا بہ نیت دعا مستحب ہے؛ تا کہ امام شافعیؒ کے اختلاف سے بھی نکل جائے۔

(۳) اور تکبیر اولیٰ کے بعد سرہ فاتحہ بھی پڑھیں۔

(۴) خلاصہ سوال: امام کے پیچھے نماز میں قرأت کرنا مروی ہے، یا نہیں؟ احناف کس دلیل سے منع کرتے ہیں؟ اور نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنا سنت ہے، یا مستحب، یا مکروہ اور ممنوع؟ وضو میں گردن کا مسح کرنا مستحب ہے، یا بدعت؟

علماء حنفیہ احادیث وجوب را محمول بر مطلق قرأت عام از حقیقۃ وحکمیۃ یعنی تبعاً للامام داشتند، **کما هو مؤيد ببعض الروايات مثل قوله عليه السلام: من كان له إمام فقراءة الاما قراءة له الحديث أو كما قال** وحرمت را بر جواز ترجیح دادند **كما هو مقرر في أصولهم لئلا يلزم تكرار النسخ**. پس عمل بر دلائل وجوب در ضمن قرأت امام بدست آمد باقی مانده دلائل جواز ومنع اگر جائز را ترک کنیم ملامتی نیست بخلاف ارتکاب ممنوع کہ محل خطر ست این ست مسلک حنفیہ۔ اما کلام در سنیۃ قرأت فاتحہ در صلوٰۃ جنازہ، پس باید دانست کہ سنت بدو معنی اطلاق کردہ می شود یکے آنکہ احیاناً برائے بیان جواز وغیر آن از مصالح شرعیہ شارع علیہ السلام فعلے کردہ باشند وبدیں معنی سنیت فاتحہ در صلوٰۃ جنازہ انکار کردہ نمی شود چنانکہ ابن عباسؓ اقتداء را سنت فرمودہ اند دیگر آنکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقصد استحسان آن چیز عمل کردہ باشند، چناں کہ اکثر اطلاق ایں لفظ بر ہمیں معنی است بایں معنی در سنیت فاتحہ کلام ست امام صاحب نفی فرمودہ اند ودیگر فقہاء باثبات کوشیدہ اند واگر انصاف کنیم وقول ترمذی را بیاد آریم "**الفقهاء هم أعلم بمعاني الحديث**"، از مجتہدین مطالبہ نمی رسید کہ ایں معنی از کجا تعیین کردند در حق شان استفتاء قلب در شرح صدر کافی ست، پس رفتن امام صاحب بسوئے سنیت بالمعنی الاول ودیگر ائمہ بسوئے معنی ثانی گنجائش دارد از ایشاں طلب دلیل بمنزلہ طلب دلیل ست از صیر فیاں در حکم کردن بہ جودۃ ورداءۃ فضۃ وذہب فافہم وانصف علاوہ براں ابن عمرؓ کہ شدید التفحص والاتباع از سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بود در جنازہ فاتحہ نمی خواند کما رواہ مالکؒ فی مؤطاہ۔ ایں روایت ہم مؤید ابی حنیفہؒ ست مزید براں لفظ حدیث "**فاخلصوا له الدعاء**" (**رواه ابن ماجة**) مؤید ست مرائے امام صاحب را کہ اصل صلوٰۃ جنازہ دعا ست "**واخلصوا**" چہ گونہ اشارہ لطیف می کند کہ غیر دعا بدعا مشوب نکردہ شود از ہمیں جا اگر بہ نیت ثناء دعا خوانند اجازت می فرمایند وفعل شارع اگر بر ہمیں معنی محمول کردہ شود بجاست بہر حال شرح صدر مجتہدی وفعل ابن عمر ولفظ اخلاص مؤید رائے امام ہمام ست چہ خوشتر کہ اگر خوانند بہ نیت دعا خوانند کہ عمل بالحدیث ہم میسر شود واز اختلاف کبراء دین ہم بیرون آیند، واللہ اعلم۔ اما مسح گردن، پس علماء بر سہ شعب راہ گرفتند سنیت واستحباب وکراہت، اقرب الی التحقیق قول ثانی ست روایات حسان دریں باب وارد شدہ کہ مفید استحسان عمل ومثبت فضائل می تواں شد ذکر تلک الروایات وحید عصرہ المولوی عبدالحی اللکھنوی فی **رسالہ تحفة الطلبة في مسح الرقبة**. واللہ اعلم (۱)

(امداد اول، صفحہ: ۲۹) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۲۳۰-۲۳۴)

---

(۱) ترجمۂ جواب: اس مسئلہ میں خلاصۂ کلام یہ ہے کہ احادیث تین طرح کی ہیں: بعض وجوب قرأت پر دلالت کرتی ہیں، بعض جواز پر جیسے: **لاتقولوا إلا بأم القرآن**؛ کیوں کہ "**لاتقولوا**" نہی ہے اور نہی جب قرائن سے خالی ہو تو اس سے حرمت ثابت ہوتی ہے اور **إلا بأم القرآن** حرمت سے استثنا ہے اور استثنا سلب حکم کے لیے ہوتا ہے، خود کوئی حکم ثابت نہیں کرتا، لہٰذا جب حرمت کا حکم سورۂ فاتحہ سے سلب ہو گیا تو اباحت ثابت ہوئی اور بعض ممانعت پر دلالت کرتی ہیں، اس قسم کی روایتیں امام محمدؒ نے مؤطا میں ذکر فرمائی ہیں (آثار مرفوعہ میں تعارض کی وجہ سے فیصلہ کے لیے) صحابہ کے اقوال اور ان کے عمل کی طرف رجوع کیا تو انہیں بھی مختلف پایا؛ اس لیے قیاس کی طرف رجوع کیا تو ترجیح وتطبیق کی مختلف وجوہ سامنے آئے، لہٰذا ہر امام نے اپنی صواب دید کے مطابق فیصلہ فرمایا۔ ==

نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنا کیسا ہے:

سوال: جنازہ کی نماز میں فاتحہ پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ فتاویٰ عالمگیریہ میں جواز لکھا اور قاضی ثناء اللہ صاحب قدس سرہ نے بھی اپنے وصیت نامہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کو جائز لکھا ہے؟

الجواب

فقہا نے یہ لکھا ہے کہ اگر بہ نیت دعا سورۂ فاتحہ جنازہ کی نماز میں پڑھیں تو درست ہے، یہی مطلب عالمگیریہ کی (فقہی) روایت کا اور قاضی صاحب کی تحریر کا ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۳۲۶/۵)

== احناف نے وجوب پر دال احادیث کو مطلق قراءت پر محمول کیا ہے؛ یعنی خواہ وہ قرأت حقیقی ہو، یا حکمی ہو، یعنی تبعاً للامام ہو اور احناف کے اس حمل کی تائید بعض احادیث سے بھی ہوتی ہے، جیسے ارشاد نبوی **من کان له إمام فقراءة الامام قراءة له** اور حرمت وممانعت کی احادیث کو جواز کی احادیث پر ترجیح دی، جیسا کہ ان کا اصول ہے؛ تا کہ تکرار نسخ لازم نہ آئے، پس امام کی قرأت کے ضمن میں وجوب والی احادیث پر عمل ہو گیا، رہ گئیں جواز اور ممانعت کی احادیث تو اگر جواز کی احادیث ترک کریں تو برا نہیں بر خلاف ممنوع کا ارتکاب کہ وہ محل خطر ہے، یہ ہے احناف کا مسلک۔

رہا نماز جنازہ میں فاتحہ پڑھنے کے سنت ہونے کا مسئلہ تو جاننا چاہیے کہ ''سنت'' کا لفظ دو معنی میں استعمال کیا جاتا ہے، ایک یہ کہ کبھی کبھی بیان جواز وغیرہ مصالح شرعیہ کے لیے شارع علیہ السلام نے وہ فعل کیا ہو، اس معنی کر کے نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ کے سنت ہونے کا انکار نہیں کیا جا سکتا ہے۔۔۔۔جیسا کہ ابن عباسؓ نے اقعاء (دونوں پیر کھڑے کر کے ایڑیوں پر جلسہ میں بیٹھنا) کو سنت فرمایا ہے۔ دوسرے معنی ''سنت'' کے یہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بقصد استحسان (اچھا سمجھ کر) وہ کام کیا ہو اور سنت کا اکثری اطلاق اسی دوسرے معنی پر ہوتا ہے، اسی معنی کر کے نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کے سنت ہونے میں کلام ہے، امام ابوحنیفہ نفی فرماتے ہیں اور دیگر فقہا ثابت کرنے کے درپے ہیں، ہم اگر بنظر انصاف دیکھیں اور امام ترمذی کا فیصلہ **الفقهاء هم أعلم بمعاني الحديث.** (ترمذی ۱۱۸/۱ کتاب الجنائز) پیش نظر رکھیں تو ہمیں مجتہدین سے اس بات کے مطالبہ کا حق نہیں پہنچتا کہ انہوں نے اس معنی کی تعیین کہاں سے کی، ان کے لیے دل کا فیصلہ اور شرح صدر کافی دلیل ہے۔ پس ابن عباسؓ نے نماز جنازہ میں فاتحہ پڑھنے کو جو سنت کہا ہے) امامؒ کا اس کو سنت پہلے معنی کے اعتبار سے قرار دینا اور دیگر ائمہ کا دوسرے معنی کر کے سنت کہنا دونوں گنجائش رکھتا ہے، حضرات مجتہدین سے اس تعیین معنی کی دلیل طلب کرنا ایسا ہی ہے، جیسا صراف سے دلیل طلب کرنا اس کے زرو سے میں کے عمدہ، یا کھوٹا بتلانے پر، فافہم وانصف۔ علاوہ بریں ابن عمرؓ جن کو سنت نبوی کی بہت تلاش رہتی تھی اور ان کو اتباع سنت کا شدید اہتمام بھی تھا، نماز جنازہ میں فاتحہ نہیں پڑھتے تھے، **کما رواه مالک في موطئه**، لہذا یہ روایت بھی امامؒ کی رائے کا مؤید ہے۔ مزید برآں حدیث کا لفظ **فاخلصوا له الدعاء** (ابن ماجہ) بھی امامؒ کی رائے کا مؤید ہے کہ نماز جنازہ درحقیقت دعا ہے اور اخلصوا کس قدر لطیف اشارہ کر رہا ہے کہ غیر دعا کو دعا کے ساتھ نہیں ملانا چاہیے، لہذا اگر ثنا و دعا کی غرض سے سورہ فاتحہ پڑھیں تو اجازت دیں گے اور شارع علیہ السلام کے فعل کو اسی پر محمول کر لیں تو بہت مناسب ہے۔

خلاصہ یہ کہ مجتہد کا شرح صدر حضرت ابن عمر کا عمل اور حدیث کا لفظ ''اخلاص'' حضرت امام ہمامؒ کی رائے کے مؤید ہیں، لہٰذا کتنا اچھا ہے کہ اگر پڑھیں تو بلا التزام بہ نیت دعا پڑھیں؛ تا کہ حدیث پر بھی عمل ہو جاوے اور ائمہ مجتہدین کے اختلاف سے بھی خروج ہو جاوے۔ واللہ اعلم

گردن کا مسح: اس کے متعلق علما نے تین راہیں اختیار کی ہیں: سنت ہونا، مستحب ہونا اور مکروہ ہونا۔ اقرب الی التحقیق دوسرا قول ہے؛ اس لیے کہ حسن روایتیں اس باب میں موجود ہیں، جن سے مسح کا استحسان اور فضائل کا ثبوت ہو سکتا ہے۔ ان تمام روایات کو مولانا عبدالحئی لکھنویؒ نے تحفۃ الطلبہ میں ذکر فرمایا ہے۔ واللہ اعلم

جنازہ کے بعد دعا نہیں:

سوال: بعد نماز جنازہ دعا کرنی چاہیے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۱۹۱۱، محمد موسیٰ صاحب (بھاولپور) ۱۷/شعبان ۱۳۵۶ھ، مطابق ۲۳/اکتوبر ۱۹۳۷ء)

الجواب ______________

نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنی ثابت نہیں، نماز جنازہ خود دعا ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی: ۱۰۹/۴)

نمازِ جنازہ کے بعد دعا اور ﴿قل هو اللّٰه﴾ پڑھنا:

جب امام نماز جنازہ پڑھ لیتا ہے تو بعد میں بعض جگہ دعا مانگتے ہیں اور جو جنازہ کی نماز کے بعد دعا نہ مانگے اس کو برا سمجھتے ہیں، بعض جگہ نماز جنازہ کے بعد گیارہ مرتبہ ﴿قل هو اللّٰه أحد﴾ پڑھ کر جنازہ کو اٹھاتے ہیں، کتب فقہ میں بعد نمازِ جنازہ دعا کرنا، یا گیارہ مرتبہ ﴿قل هو اللّٰه أحد﴾ پڑھنا نہیں آیا؛ کیوں کہ یہ نماز خود دعا ہے۔ ایسا کرنے والا بدعتی ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ______________ حامدًا و مصلیًا

کتب فقہ میں بعد نماز جنازہ دعا کا ثبوت نہیں؛ بلکہ دعا کا انکار منقول ہے اور ﴿قل هو اللّٰه أحد﴾ گیارہ مرتبہ پڑھنے تک بھی جنازہ کو نہ اٹھانا ثابت نہیں ہے، لہٰذا یہ طریقہ شرعاً بے اصل اور بدعت ہے۔(۲) اس پر انکار کرنے

---

(۱) لایقوم بالدعاء بعد صلاة الجنازة؛لأنه دعامرة؛لأن أكثرها دعاء.(الفتاوٰی البزازیة علٰی هامش الهندیة، كتاب الصلاة،الباب الخامس و العشرون فی الجنائز: ۸۰/٤،ط:ماجدیة،كوئٹة)

(۲) عن عائشة رضی اللّٰه تعالٰی عنها قالت:قال النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم:"من أحدث فی أمرنا هٰذاما لیس،منه فهو رد"(صحیح البخاری، كتاب الصلح،باب إذا اصطلحوا علٰی صلح جور،فهومردود: ۳۷۱/۱،قدیمی)

قال الملا علی القاری تحته:"من أحدث".أی جدد وابتدع،وأظهرواخترع"فی أمرنا هٰذا":أی فی دین الأسلام ... قال القاضی:المعنی:من أحدث فی الإسلام رأیا لم یكن له من الكتاب والسنة سند ظاهرأ وخفی،ملفوظ أومستنبط ،فهومردود علیه،قیل:فی وصف الأمر "بهٰذا"إشارة إلٰی أن أمرالإسلام كمل وانتهی وشاع وظهرظهورالمحسوس بحیث لایخفٰی علٰی كل ذی بصروبصیرة،فمن حاول الزیادة،فقد حاول أمراً غیرمرضی لأنه من قصورفهمه رأه ناقصاً... فذلك الشخص ناقص مردود عن جنابنا مطرود عن بابنا،فإن الدین اتباع آثارالآیات والأخبارواستنباط الأحكام منها".(مرقاة المفاتیح،كتاب الإیمان،باب الاعتصام بالكتاب والسنة،الفصل الأول: ۳٦٥/۱ _ ۳٦٦(رقم الحدیث: ۱٤۰)رشیدیة)

وفی رد المحتار:"بأنها(أی البدعة)ما أحدث علٰی خلاف الحق المتلقی عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم من علم أوعمل أوحال بنوع شبهة واستحسان،وجعل دیناً قویماً و صراطاً مستقیماً".(رد المحتار،كتاب الصلاة،باب الإمامة ،مطلب:البدعة خمسة أقسام: ٥٦۰/۱ ،سعید)

والے کو برا کہنا بہت ہی برا ہے، صلوۃ جنازہ خود دعا ہے، نفسِ ایصال ثواب بغیر التزام مالا یلزم کے درست اور نافع ہے۔ (۱) فقط واللہ سبحانہ اعلم (فتاویٰ محمودیہ: ۸/۱۱۷-۲۱۲)

نمازِ جنازہ کے بعد اجتماعی دعا:

سوال: ہمارے علاقے میں نمازِ جنازہ کے سلام پھیرنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر امام و جملہ مقتدی دعا مانگتے ہیں، کیا یہ دعا مانگنا جائز ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

خلاصۃ الفتاویٰ: ۱/۲۲۵ میں اس کو منع کیا ہے: ''لايقوم بالدعاء بعد صلاة الجنازة''. (۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ محمودیہ: ۸/۲۰۹)

جنازہ کے بعد اجتماعی دعا بدعت ہے:

سوال: نماز جنازہ کے سلام کے بعد متصل ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا شریعت میں کوئی اصل رکھتا ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۸۸۱، محمد یوسف گوجرانوالہ، ۲۶/محرم ۱۳۵۵ھ، مطابق ۱۹/اپریل ۱۹۳۶ء)

---

(۱) إن سعد بن عبادة رضى الله تعالىٰ عنه أخابنى ساعدة توفيت أمه وهوغائب عنها فأتى النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقال: يارسول الله إن أمى توفيت وأنا غائب عنها، فهل ينفعها شئى إن تصدقت به عنها؟قال: نعم''قال: إنى أشهدك أن حائطى المخراف صدقة عليها''.(صحيح البخارى، كتاب الوصايا، باب الإشهاد فى الوقف والصدقة والوصية: ۳۸۷/۱، قديمى)

''صرح علماء نا فى باب الحج عن الغير: بأن للإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة أو صوماً أوصدقة أوغيرها كذا فى الهداية الأفضل لمن يتصدق نفلاً أن ينوى لجميع المؤمنين والمؤمنات ؛لأنها تصل إليهم ولا ينقص من أجره شيء''.(رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ۲۴۳/۲، سعيد)

قال الشامى:''فقدصرحوا عن آخر هم بأن صلوٰة الجنازة هى الدعاء للميت؛إذهوالمقصود منها،آه''.(رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ۲۱۰/۲، سعيد)

قال القارى فى شرح المشكوٰة:''ولايدعو للميت بعد صلوٰة الجنازة؛لأنه يشبه الزيادة فى صلاة الجنازة، آه''(مرقاة المفاتيح، باب المشى بالجنازة والصلاة عليها، الفصل الثالث: ۱۷۰/٤، (رقم الحديث: ۱٦۸۷) رشيدية)

قال فى خلاصة الفتاوىٰ:''لا يقوم الرجل بالدعاء بعد صلاة الجنازة،آه''.(خصلاصة الفتاوىٰ، كتاب الصلاة، الفصل الخامس والعشرون فى الجنائز، نوع منه: إذا اجتمعت الجنائز: ۲۲۵/۱، رشيدية)

وقال فى شرح المنية:''وفى السراجية: إذا فرغ من الصلاة، لا يقوم بالدعاء''.(الفتاوىٰ السراجية، كتاب الجنائز ، باب الصلاة على الجنازة، ص: ۲۳، سعيد)

(۲) خلاصة الفتاوىٰ، الفصل الخامس والعشرون فى الجنائز، نوع منه: إذا اجتمعت الجنائز: ۲۲۵/۱، رشيدية

''ولايدعوللميت بعد صلاة الجنازة؛لأنه يشبه الزيادة فى صلاة الجنازة''.(مرقاة المفاتيح، كتاب الجنائز، باب المشى بالجنازة والصلاة عليها، الفصل الثالث، تحت حديث مالك بن هبيرة رضى الله تعالىٰ عنه: ۱۷۰/٤، رقم الحديث: ۱٦۸۷، رشيدية)

الجواب

نماز جنازہ کے بعد متصل ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں ہے اور نماز جنازہ خود ہی دعا ہے۔ ہاں لوگ اپنے اپنے دل میں بغیر ہاتھ اٹھائے دعاء مغفرت کرتے رہیں تو یہ جائز ہے، اجتماعی دعا ہاتھ اٹھا کر کرنا بدعت ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۹۷/۴)

نماز جنازہ کے بعد وہیں ٹھہر کر دعا کرنا:

سوال: نماز جنازہ کے بعد جماعت کے ساتھ وہیں ٹھہر کر دعا کرنا کیسا ہے؟

الجواب

درست نہیں، لما في البزازية: لايقوم بالدعاء بعد صلاة الجنازة؛ لأنه دعاء مرة؛ لأن أكثرها دعاء.(۲) والله سبحانه وتعالىٰ أعلم (اضافہ)

بندہ شفیع (امداد المفتین: ۳۷۶/۲)

نماز جنازہ خود دعا ہے، اس کے بعد اجتماعی دعا ثابت نہیں:

سوال: نماز جنازہ میں سلام پھیرنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

نماز جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کا ثبوت نہیں نماز جنازہ خود دعا ہے۔(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ دہلی (کفایت المفتی: ۱۱۵/۴)

جواب دیگر:

نماز جنازہ بتصریح فقہاء احناف رحمۃ اللہ علیہم دعا ہے اور اگر چہ اس پر لفظ صلوۃ بمعنی نماز کا اطلاق بھی کیا گیا ہے اور صحیح ہے؛ تاہم اس میں دعا ہونے کی جہت راجح اور غالب ہے،(۴) اور بعد فراغ من الصلوۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وائمۂ مجتہدین رحمہم اللہ تعالی سے ثابت نہیں کہ وہ کوئی دعا اور کرتے تھے؛ یعنی

---

(۱) لايقوم بالدعاء بعد صلاة الجنازة. (خلاصة الفتاوىٰ، كتاب الصلاة الجنس الآخر في صلاة الجنائز: ٢٢٥/١، أمجد أكادمي لاهور)

(۲) الفتاوىٰ البزازية علىٰ هامش الهندية، كتاب الصلاة، الباب الخامس والعشرون في الجنائز: ٨٠/٤

(۳-۴) لأنها ليست بصلاة حقيقة، إنما هي دعاء واستغفار للميت. (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في بيان كيفية الصلاة على الجنازة: ٣١٤/١، ط: كوئٹة)

ولايقوم بالدعاء بعد صلاة الجنازة لأنه دعا مرة، لأن أكثرها دعاء. (الفتاوىٰ البزازية علىٰ هامش الهندية، نوع الخامس و العشرون في الجنازة: ٨٠/٤، ط: ماجدية، كوئتة)

نماز جنازہ سے فارغ ہونے کے متصل بعد، البتہ بعد دفن قبر پر تھوڑی دیر توقف کرنا اور میت کے لیے دعا کرنا حدیث سے ثابت ہے، جو سنن ابی داود میں مروی ہے۔(۱)

تاہم نماز جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد فرداً فرداً اگر لوگ دعا مانگ لیں تو کچھ مضائقہ بھی نہیں؛ لیکن شرط یہ ہے کہ نہ مانگنے والوں کو کسی قسم کی طعن و تشنیع ملامت نہ کی جائے اور دعا کا کوئی خاص اہتمام و تداعی اور جماعت بنانے کی پابندی نہ ہو، اسی طرح اگر کوئی شخص اکیلا بغیر اہتمام والتزام و پابندئ ہیئت جماعت کے دعا مانگے تو کسی کو اسے روکنے اور منع کرنے کا بھی حق نہیں ہے؛ کیوں کہ اس خاص صورت میں وہ ایک امر مباح کا مرتکب ہے، یا زیادہ سے زیادہ مستحسن کا اور ان دونوں حالتوں میں منع کرنے کے کوئی معنی نہیں بعض عبارات فقہا سے جو دعا کا جواز معلوم ہوتا ہے، اس سے مراد یہی ہے کہ لوگ فرداً فرداً بغیر اہتمام والتزام و بغیر پابندئ ہیئت جماعت دعا مانگ لیں تو جائز ہے۔ واللہ اعلم

کتبہ محمد کفایت اللہ غفرلہ، مدرس مدرسہ امینیہ سنہری مسجد دہلی (کفایت المفتی: ۱۱۵/۴-۱۱۱۶)

جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ثابت نہیں:

سوال: بعد نماز جنازہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا بروئے مذہب حنفی و اہل حدیث کیا حکم ہے؟

(المستفتی: ۲۶۳۰، میاں محمد صدیق صاحب فیروز پور، ۳/ جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ، مطابق ۱۰/ جولائی ۱۹۴۰ء)

الجواب

نماز جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے، (۲) اس مسئلہ میں حنفی اور اہل حدیث کے مذہب میں کوئی فرق نہیں ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی: ۱۱۴/۴)

جنازے کے بعد اجتماعی دعا سلف سے ثابت نہیں:

سوال (الف) کیا بعد نماز جنازہ مجتمعاً دعا مانگنا جیسا کہ آج کل کلکتہ میں عام رواج ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، یا سلف رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت ہے، یا نہیں؟

(ب) اور اس باب میں علماء حنفیہ کی کیا تحقیق ہے؟ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کچھ منقول ہے، یا نہیں؟

---

(۱) عن عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: كان النبی صلی اللہ علیه وسلم إذا فرغ من دفن المیت، وقف علیه، فقال: استغفروا لأخیكم، واسالوا له بالتثبیت، فإنه الآن یسئل. (أبوداؤد، باب الإستغفار عند القبر للمیت فی وقت الإنصراف: ۱۰۳/۲، ط: سعید)

(۲) ولایقوم بالدعاء بعد صلاة الجنازة، لأنه دعاء مرة، لأن أكثرها دعاء. (الفتاویٰ البزازیة علی هامش الهندیة، فصل فی الجنائز: ۸۰/۴، ط: كوئٹة)

(ج)　اردو رسالوں میں جہاں نماز جنازہ کی ترکیب لکھی ہوئی ہے، وہاں دعا کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا، کیا اس وجہ سے کہ ثابت نہیں، یا سہواً ایسا ہوا ہے؟

(المستفتی: ۲۱۰۲، حاجی عبدالجبار (کلکتہ) ۷ر شوال ۱۳۵۶ھ، مطابق ۱۱ر دسمبر ۱۹۳۷ء)

الجواب

نماز جنازہ کے بعد کوئی اجتماعی دعا زمانۂ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، یا صحابۂ کرام، یا سلف صالحینؒ میں ثابت نہیں، نماز جنازہ خود دعا ہے، فقہ حنفی میں بھی نماز کے بعد کسی دعاء اجتماعی کی ترغیب، یا ہدایت مذکور نہیں؛ بلکہ بعض کتب میں منع کیا گیا ہے۔(۱) تفصیل کے لیے رسالہ ''بصائر الاہتداء'' ملاحظہ فرمایا جائے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی: ۱۱۲/۴)

بعد نماز جنازہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا کیسا ہے:

سوال:　نماز جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں، اور مقتدیوں کو دعا مانگنا چاہئے یا نہ؟

الجواب

نماز جنازہ خود دعاء للمیت ہے اس کے بعد اور کوئی دعا ماثور و منقول نہیں، (۲) امام و مقتدی سب اس کو ترک کر دیں کہ خلاف سنت فعل کا التزام درست نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۴۱/۵)

نماز جنازہ کے بعد دعا مشروع نہیں:

السوال:　عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: إذا صليتم الميت فاخلصوا له الدعاء. (۳)

عن واثلة بن الأسقع قال: صلٰی بنا رسول الله صلی الله عليه وسلم علٰی رجل من المسلمين فسمعته يقول: اللّٰهم إن فلان بن فلان فی ذمتک وحبل جوارک فقه من فتنة القبر وعذاب النار وأنت أهل الوفاء والحق، اللّٰهم اغفر له وارحمه إنک أنت الغفور الرحيم. (أبو داؤد وابن ماجة)

جنازہ کے بعد دعا مشروع نہیں ہے، یا ہے؟

---

(۱)　ولايقوم بالدعاء بعد صلاة الجنازة، لأنه دعاء مرة، لأن أكثرها دعاء. (الفتاویٰ البزازية علی هامش الهندية، فصل فی الجنائز: ۸۰/٤، ط: كوئٹه)

(۲)　ويسلم بلا دعاء بعد الرابعة. (الدرالمختار علٰی هامش ردالمحتار: ۸۱۷/۱)

فقد صرحوا عن آخرهم بأن صلاة الجنازة هی الدعاء للميت اذ هو المقصود منها. (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ۸۱٤/۱، انيس)

(۳)　أبو دائود، كتاب الجنائز، باب الدعاء للميت: ۱۰۰/۲

الجواب

نماز جنازہ کے بعد دعا مشروع نہیں ہے،(۱) اوران احادیث میں دعا سے مراد نماز جنازہ کی دعا ہے؛ یعنی پہلی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب تم نماز جنازہ پڑھو تو اس کے اندر دعا جنازہ اخلاص کے ساتھ، اسی طرح دوسری حدیث میں صاف یہ موجود ہے کہ دعاء نماز جنازہ مراد ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۰۵/۵)

بعد نماز جنازہ قبل از دفن دعا جائز ہے، یا نہیں:

سوال: میت پر نماز جنازہ پڑھ لینے کے بعد قبل از دفن دعا کرنا جائز ہے، یا بدعت؟ اور الفی کے بارے میں بھی کتب حدیث، یا فقہ سے کوئی ثبوت ملتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

کتب فقہ میں لکھا ہے کہ نماز جنازہ دعا ہے واسطے میت کے، لہٰذا اور کوئی دعا بعد نماز جنازہ کے مشروع نہیں ہے۔

شامی میں ہے:

فقد صرحوا عن آخرهم بأن صلاة الجنازة هي الدعاء للميت. (۲)

پس معلوم ہوا کہ میت کے جنازہ کے بعد اور کچھ دعاء نہ کرے کہ صلوٰۃ جنازہ خود دعا للمیت ہے اور الفی یعنی کرتہ جس کو قمیص کہتے ہیں، کفن میں سنت ہے۔

درمختار میں ہے: **ویسن فی الکفن له إزار وقميص ولفافة.** (۳)

اور حدیث متفق علیہ میں ہے:

عن جابر قال: أتى رسول الله صلى الله عليه وسلم عبد الله بن أبى بعد ما أدخل حفرته فأمر به فأخرج فوضعه علىٰ ركبتيه فنفث فيه من ريقه وألبسه قميصه قال: وكان كسا عباساً قميصاً. (رواه البخاري ومسلم عن جابر)(۱)

---

(۱) لا يدعو للميت بعد صلاة الجنازة؛ لأنه يشبه الزيادة فى صلاة الجنازة. (مرقاة المفاتيح، شرح مشكوٰة المصابيح، كتاب الجنائز، باب الشئ بالجنازة و الصلاة عليها: ۱۷۰/۴، رشيدية، انيس)

(۲) رد المحتار، باب صلاة الجنازة، مطلب هل يسقط فرض الكفاية بفعل الصبى: ۲۱۰/۲، دارالفكر بيروت، انيس وفى خلاصة الفتاوى لايقوم بالدعاء بعد صلاة الجنازة. (ردالمحتار، باب صلاة الجنازة: ۸۱۴/۱)

ولايقوم بالدعاء بعد صلاة الجنازة. (الفتاوىٰ البزازية على هامش الفاوى الهندية، فصل فى الجنائز: ۸۰/۴، كوئٹة)

وفى شرح المشكوٰة ولايدعوا للميت بعد صلاة الجنازة؛ لأنه يشبه الزيادة فى صلاة الجنازة. (مرقاة شرح مشكوٰة المصابيح، باب المشى بالجنازة والصلاة عليها، الفصل الثالث: ۳۶۹/۱)

(۳) الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ۲۰۲/۲

(۴) مشكوٰة المصابيح، باب غسل الميت وتكفينه، الفصل الثالث: ۱۴۴/۱، انيس

اور امام ابن ہمام نے امام نخعی کی روایت سے بیان کی: "أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم کفن فی حلة یمانیة وقمیص". (الحدیث) (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵/۳۰۷-۳۰۸)

نمازِ جنازہ کی دعا مادری زبان میں:

سوال: بالغ کے جنازہ میں تین تکبیر کے بعد جو دعاء پڑھی جاتی ہے: "اللّٰهم اغفر لحینا، الخ" اگر کسی کو یہ دعا عربی میں نہ آتی ہو تو مقتدی اپنی مادری زبان جیسے اردو، یا بنگلہ میں اس کو ترجمہ کر سکتا ہے؟ جیسے: "اے اللہ: بخش دے ہمارے تمام زندوں کو اور تمام مردوں کو"۔ اس پوری دعا کو ترجمہ کر سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

اس طرح پڑھنے سے بھی نماز فاسد نہیں ہوگی؛ (۲) لیکن کوئی دعا، مثلاً: ﴿ربنا آتنا فی الدنیا حسنة، وفی الآخرة حسنة، وقنا عذاب النار﴾ عربی ہی میں پڑھنا اعلیٰ بات ہے۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۷/۱۳۹۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۸/۵۶۲-۵۶۳)

---

(۱) مرقاة المفاتیح، باب غسل المیت وتکفینه: ۲/۳۴۵

(۲) غیر عربی میں نماز کے اندر دعا بہر حال مکروہ ہے اور خارج میں بھی کراہت کا قول ہے۔

ولایبعد أن یکون الدعاء بالفارسیة مکروهاً تحریماً فی الصلاة، وتنزیهاً خارجها". (ردالمختار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل: وإذا أراد الشروع إلخ، مطلب فی الدعاء بغیر العربیة: ۱/۵۲۱، سعید)

(۳) وإذا کبر الثالثة، یستغفرون للمیت ویشفعون وهذا؛ لأن صلاة الجنازة دعاء للمیت والسنة فی الدعاء أن یقدم الحمد ثم الصلاة علی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم ثم الدعاء بعد ذلک لیکون أرجیٰ أن یستجاب والدعاء أن یقول: "اللّٰهم اغفر لحینا ومیتنا، آه، إن کان یحسنه، وإن لم یحسنه یذکر ما یدعو به فی التشهد، إلخ". (بدائع الصنائع، کتاب الصلاة، باب الجنائز، فصل: کیفیة الصلاة علی الجنازة: ۲/۳۴۱، دار الکتب العلمیة بیروت، انیس)

مختصر مسائل نماز جنازہ

نماز جنازہ کی شرطیں:

مسئلہ: جنازہ کی نماز فرض کفایہ ہے اس کا منکر کافر ہے۔

مسئلہ: میت پر نماز پڑھنے کی چھ شرطیں ہیں، (۱) میت کا مسلمان ہونا (۲) میت کا نجاست سے پاک ہونا، یعنی اس کے کپڑے اس کا بدن اور جگہ کا پاک ہونا، (۳) میت کے قابل ستر حصہ کا چھپا ہونا (۴) میت کا زمین پر ہونا، (۵) میت کا امام کے سامنے سمت قبلہ میں ہونا (۶) امام کا بالغ ہونا۔ (شامی: ۳/۱۰۳)

بلا غسل ونماز جنازہ کے قبر میں ڈالنا:

مسئلہ: اگر کسی میت کو بلا غسل اور بلا نماز جنازہ قبر میں ڈالا گیا تو جب تک اس پر مٹی نہ ڈالی گئی ہو اس کو قبر سے نکال کر غسل دیا جائے گا اور نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ (شامی: ۳/۱۰۳)

مسئلہ: اگر میت کو قبر میں ڈال کر مٹی ڈال دی گئی تو اس کو نکال کر غسل نہیں دیا جائے گا، بلکہ اس وقت تک قبر پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی جب تک کہ میت کے پھول پھٹ جانے کا گمان غالب نہ ہو۔ (شامی: ۳/۱۰۳) ==

== بلاطہارت نماز جنازہ پڑھانا:

مسئلہ: اگر امام نے بلاطہارت نماز جنازہ پڑھادی تو جنازہ کی نماز لوٹائی جائے گی۔ اور اگر کسی مقتدی نے بلاطہارت نماز جنازہ پڑھ لی تو نماز نہیں لوٹائی جائے گی۔ (شامی:۳/۱۰۵)

غائبانہ نماز جنازہ:

مسئلہ: حنفیہ کے نزدیک غائبانہ جنازہ کی نماز صحیح نہیں ہے۔

میت کو سواری یا ہاتھ پر رکھ کر نماز جنازہ پڑھنا:

مسئلہ: جنازے کو سواری یا لوگوں کے ہاتھ پر رکھ کر نماز جنازہ پڑھنا درست نہیں، البتہ اگر کوئی عذر شرعی ہو۔ (مثلاً کیچڑ ہو یا پانی جمع ہو) تو جائز ہے۔

مسئلہ: اگر امام آگے ہو اور جنازہ پیچھے ہو تو اس صورت میں جنازہ کی نماز صحیح نہیں ہوگی۔ (شامی:۳/۱۰۵)

سمت قبلہ میں غلطی:

مسئلہ: اگر جنازہ کی نماز پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ سمت قبلہ میں غلطی ہوئی ہے اور وہاں پر کوئی آدمی سمت قبلہ بتانے والا نہیں تھا جس سے سمت قبلہ معلوم کر سکیں۔ اور نماز جنازہ تحری کے بعد پڑھی گئی تو صحیح ہے ورنہ صحیح نہیں ہے۔ (شامی:۳/۱۰۵)

جنازہ کے ارکان:

مسئلہ: جنازہ کے دوارکان ہیں: (۱) چاروں تکبیریں (۲) قیام (یعنی کھڑا ہونا)

زمین یا سواری پر بیٹھ کر نماز جنازہ:

مسئلہ: بلاعذر شرعی بیٹھ کر یا سواری پر سوار ہو کر نماز جنازہ نہیں پڑھی جاسکتی ہے البتہ اگر کوئی عذر شرعی ہو مثلاً کیچڑ ہو یا شدید بارش ہو رہی ہو یا آدمی کا سواری سے اترنا دشوار ہو تو ایسی صورت میں سواری پر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے۔ (شامی:۳/۱۰۵)

نماز جنازہ کی سنتیں:

مسئلہ: نماز جنازہ کی تین سنتیں ہیں: (۱) حمد وثنا (اللہ کی تعریف) (۲) درود شریف (۳) دعاءِ میت

چار قسم کے لوگوں کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی:

مسئلہ: (۱) باغی۔ وہ لوگ ہیں جو بغیر حق کے امام کی اطاعت سے بغاوت کریں اور مارے جائیں۔ بشرطیکہ کے میدان جنگ میں لڑتے ہوئے مارے جائیں۔ (شامی:۳/۱۰۷)

مسئلہ: (۲) ڈاکو، لٹیرا جبکہ یہ لوگ مقابلے کے وقت مارے جائیں۔ (شامی:۳/۱۰۷)

مسئلہ: البتہ اگر مقابلے کے بعد مارے گئے ہوں، یا نفاذ حدود وقصاص کی بنیاد پر مارے گئے ہوں تو ان کی نماز پڑھی جائے گی۔ (شامی:۳/۱۰۷)

مسئلہ: (۳) عصبیت؛ یعنی قبائل، وطن، صوبہ، لسان (زبان) کی بنیاد پر لڑائی میں مارے جانے والے کا حکم بھی باغیوں کی طرح ہے۔ (شامی:۳/۱۰۸)

مسئلہ: (۴) اسلحہ کے ذریعہ مال چھیننے والے نے کسی معصوم کو قتل کر دیا اور اس کو قصاص کی بنیاد پر قتل کیا گیا تو اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ (شامی:۳/۱۰۸)

مسئلہ: گلہ گھونٹنے والے کو قصاص کی بنیاد پر قتل کیا جائے تو اس کا بھی حکم باغی کی طرح ہے۔ (شامی:۳/۱۰۸) ==

== **مسئلہ:** والدین میں سے کسی ایک کو قتل کرنے والے کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھی جائے گی اس کو بھی باغیوں کے حکم میں شامل کیا گیا ہے۔(شامی:۱۰۹/۳)

خودکشی کرنے والے کا حکم:

مسئلہ: صحیح اور مفتی بہ قول کے مطابق خودکشی کرنے والے کو غسل دیا جائیگا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔(شامی:۱۰۸/۳)

جنازہ کی نماز و نیت کا طریقہ:

مسئلہ: نماز جنازہ پڑھنے والا اللہ تعالیٰ کے لئے نماز کی اور میت کے لئے دعاء کی نیت کرے اور نیت دل میں کر لینا کافی ہے البتہ زبان سے کہنا بہتر ہے، زبان سے یہ کہے: **نَوَیْتُ اَنْ اُصَلِّیَ صَلوٰۃَ الْجَنَازَۃِ لِلّٰہِ تَعَالیٰ وَدُعَاءً لِلْمَیِّتِ**

مسئلہ: جنازہ کی نماز میں چار تکبیرات فرض ہیں، پہلی تکبیر میں اپنے دونوں ہاتھوں کو نماز کی تکبیر تحریمہ کی طرح اٹھا کر باندھ لے اس کے بعد ثناء پڑھے اور ثنا یہ ہے: **سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالیٰ جَدُّکَ وَجَلَّ ثَنَاؤُکَ وَلَا اِلٰہَ غَیْـــرُکَ.** (شامی:۱۰۹/۳)(اور دوسری تکبیر بغیر ہاتھ اٹھائے ہوئے کہے اس کے بعد درود شریف پڑھے اور بہتر یہ ہے کہ وہی درود شریف پڑھے جو نماز میں (درود ابراہیمی) پڑھی جاتی ہے۔ پھر تیسری تکبیر بغیر ہاتھ اٹھائے ہوئے کہے اور اس کے بعد دعاء میت پڑھے اگر میت بالغ ہو، خواہ مرد ہو یا عورت تو یہ دعا پڑھے۔)

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَہٗ مِنَّا فَاَحْیِہٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَہٗ مِنَّا فَتَوَفَّہٗ عَلَی الْاِیْمَانِ. (شامی۱۱۰/۳)

اور اگر میت نابالغ لڑکا ہو تو یہ دعاء پڑھے: **اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لَنَا فَرَطاً وَاجْعَلْہُ لَنَا اَجْرًا وَّذُخْرًا وَّاجْعَلْہُ لَنَا شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا.** (شامی:۱۱۰/۳)(اور اگر میت نابالغ لڑکی ہو تو بھی یہی دعاء پڑھے صرف فرق اتنا ہے کہ۔**وَاجْعَلْہُ** کی جگہ **وَاجْعَلْھَا** اور **شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا** کی جگہ **شَافِعَۃً وَّمُشَفَّعَۃً** پڑھے۔اور بلا ہاتھ اٹھائے چوتھی تکبیر کہکر ہاتھ باندھے ہوئے سلام پھیر دے۔جس طرح نماز میں سلام پھیرتے ہیں۔)(شامی:۱۱۰/۳)

مسئلہ: امام سلام میں قوم کے ساتھ میت کی بھی نیت کریگا۔

مسئلہ: اگر کسی کو نماز جنازہ کی دعاء یاد نہ ہو تو صرف **اَللّٰھُمّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ** پڑھ لے۔(شامی:۱۱۰/۳)

نماز جنازہ کی کتنی صف ہو:

مسئلہ: مستحب یہ ہے کہ نماز جنازہ میں تین صفیں ہوں اور اگر آدمی زیادہ ہوں تو پانچ سات یعنی وتر صف لگائی جائے۔(شامی:۱۱۰/۳)

مسئلہ: اگر جنازہ کی نماز میں صرف سات آدمی ہوں تو ایک امامت کرے اور پہلی صف میں تین آدمی اور دوسری صف میں دو اور تیسری صف میں ایک ہو۔(شامی:۱۱۰/۳)

ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا:

مسئلہ: نماز جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا مکروہ ہے کتاب وسنت صحابہ، تابعین اور تبع تابعین سے اس کا ثبوت نہیں ملتا ہے۔ کیونکہ نماز جنازہ خود دعا ہے۔(شامی:۱۱۰/۳)

اگر امام پانچ تکبیر کہہ دے:

مسئلہ: اگر امام بھولے سے پانچ تکبیر کہہ دے تو نماز ہو جائے گی، البتہ مقتدی اس کی اتباع نہ کرے؛ بلکہ مقتدی ٹھہرا رہے، جب امام سلام پھیر دے تو مقتدی بھی سلام پھیر دے۔(شامی:۱۱۲/۳) ==

==امام کہاں کھڑا ہو:

مسئلہ: میت خواہ مرد ہو یا عورت مستحب یہ ہے کہ امام اس کے سینے کے سامنے کھڑا ہو اس لئے کہ سینہ محل ایمان ہے۔(شامی:۱۱۲/۳)

مسبوق ولاحق کا حکم:

مسئلہ: اگر کوئی شخص جنازہ کی نماز میں ایک، دو یا تین تکبیروں کے بعد حاضر ہو تو وہ فوراً تکبیر نہ کہے بلکہ امام کی تکبیر کا انتظار کرے جب امام تکبیر کہے تو اس کے ساتھ تکبیر کہے یہ اس کے حق میں تکبیر افتتاح ہوگی اس لئے کہ ہر تکبیر ایک رکعت کے حکم میں ہے اور چھٹی ہوئی تکبیروں کو امام کے سلام پھیرنے کے بعد بلا دعا کہے۔ جبکہ یہ خوف ہو کہ دعاء پڑھے گا تو جنازہ اٹھا لیا جائے گا ورنہ ہر تکبیر کے بعد کی دعا بھی پڑھے۔ (شامی:۱۱۵/۳)

مسئلہ: اگر کوئی شخص امام کی چوتھی تکبیر کے بعد آئے تو مفتیٰ بہ قول کے مطابق وہ تکبیر کہہ کر نماز جنازہ میں شامل ہو جائے اور امام کے سلام پھیرنے کے بعد بقیہ تکبیریں کہے۔(شامی:۱۱۵/۳)

متعدد میت کی نماز جنازہ:

مسئلہ: جب کئی میت کا جنازہ آجائے تو افضل ہے کہ ہر ایک کی نماز جنازہ علاحدہ علاحدہ پڑھی جائے اور اس میں بھی اس ترتیب کا لحاظ رکھا جائے کہ جو افضل ہے سب سے پہلے اس کی پھر اس کے بعد والے کی پھر اس کے بعد والے کی نماز جنازہ پڑھی جائے ۔(قس علیٰ ہذا) (شامی:۱۱۸/۳) البتہ اگر سب کی نماز ایک ساتھ پڑھی جائے تو یہ بھی شرعاً جائز و درست ہے اور ایسی حالت میں میت کو رکھنے کے دو طریقے ہیں، ایک طریقہ یہ ہے کہ تمام میت ایک صف میں رکھ دی جائے اور امام ان میں سے افضل کے سامنے کھڑا ہو۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ میت کو جانب قبلہ یکے بعد دیگرے آگے پیچھے رکھ دیا جائے تاکہ ہر جنازہ کا سینہ امام کے سامنے ہو جائے جنازہ رکھنے میں ترتیب کا خیال کیا جائے گا امام کے قریب میت میں سے افضل کا جنازہ رکھا جائیگا اور پہلے مرد پھر بچہ پھر خنثیٰ پھر عورت پھر مراہقہ ۔(شامی:۱۱۹/۳)

جنازہ کی امامت کا حقدار کون:

مسئلہ: (۱) سلطان (۲) سلطان کا نائب (۳) امیر مصر (۴) قاضی (۵) محلے کا امام (۶) ولی۔(شامی:۱۱۹/۳) محلے کا امام ولی پر اس وقت مقدم ہوگا جبکہ وہ ولی سے افضل ہو ورنہ ولی امام پر مقدم ہوگا۔(شامی:۱۲۰/۳)

ولی کون ہوگا:

مسئلہ: ولی بالغ عاقل مرد ہوگا، عورت، بچہ ناسمجھ ولی نہیں ہوسکتا۔(شامی:۱۲۰/۳)

مسئلہ: اگر میت کے جنازہ میں باپ اور بیٹا دونوں موجود ہوں تو باپ کی عظمت وفضیلت کا تقاضا یہ ہے کہ بیٹا باپ کو امامت کے لئے آگے بڑھادے، البتہ اگر باپ جاہل ہے اور بیٹا عالم ہے تو بیٹا ہی امامت کرے گا۔(شامی:۱۲۱/۳)

مسئلہ: جس عورت کا قریب یا دور کا کوئی ولی نہ ہو تو شوہر امامت کا زیادہ حقدار ہے اگر شوہر بھی نہ ہو تو پھر پڑوسی۔(شامی:۱۲۱/۳)

جنازہ کی نماز چند مرتبہ پڑھنے کا حکم:

مسئلہ: ایک جنازہ کی نماز چند مرتبہ پڑھنا جائز نہیں البتہ ولی دوبارہ نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے۔ جبکہ اس کی اجازت کے بغیر کسی غیر مستحق نے نماز پڑھادی ہو اور ولی خود اس نماز جنازہ میں شریک نہ رہا ہو۔(شامی:۱۲۳/۳)

جوتے پہن کر نماز پڑھنا:

مسئلہ: جوتا پہن کر نماز جنازہ پڑھنے کے لیے ضروری ہے کہ وہ جس جگہ کھڑا ہو وہ جگہ اور جوتا دونوں پاک ہوں ورنہ اس کی نماز نہیں ہوگی۔(البحر الرائق، بہشتی زیور)

==

==**مسئلہ**: اگر کوئی جوتا پیر سے نکال کر اس پر کھڑا ہو تو صرف جوتا کے اوپر کا حصہ جو پیر سے متصل ہو اس کا پاک ہونا ضروری ہے اگر چہ تلا ناپاک ہو نیز اس صورت میں اگر وہ زمین بھی ناپاک ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (امداد الاحکام)

نماز جنازہ کے لیے تیمّم:

مسئلہ: اگر وضو کرنے کی صورت میں نماز جنازہ کے چھوٹ جانے کا اندیشہ ہو تو تیمّم کر کے نماز پڑھ لینا جائز ہے۔ (شامی)

نماز جنازہ پڑھانے اور غسل اور کفن دلانے کی وصیت کا حکم:

مسئلہ: اگر کسی میت نے وصیت کی کہ فلاں شخص میری نماز جنازہ پڑھائے گا اور یہ شخص ان میں سے نہیں ہے جسے حق تقدم حاصل ہے تو ایسی صورت میں اس وصیت کے مطابق عمل ضروری نہیں ہے اور نہ ہی اس سے ولی کا حق باطل ہوگا۔ (شامی: ۱۲۲/۳)

مسئلہ: اسی طرح کسی نے وصیت کی کہ فلاں شخص مجھے غسل دے گا، اس وصیت پر وارثین کے لئے عمل ضروری نہیں ہے، دوسرا شخص غسل دے سکتا ہے۔

کفن کے کپڑے اور تدفین کی جگہ کی وصیت کا حکم:

مسئلہ: اسی طرح میت کی یہ وصیت بھی باطل ہوگی کہ مجھے فلاں قسم کے کپڑے میں کفن دیا جائے یا فلاں جگہ پر دفن کیا جائے، اس کے مطابق وارثین پر عمل لازم وضروری نہیں ہے۔ (شامی: ۱۲۲/۳)

ولی کا اختیار:

مسئلہ: ولی کو یہ اختیار ہے کہ خود نماز پڑھائے یا کسی دوسرے شخص کو نماز پڑھانے کی اجازت دے دے۔

مسئلہ: اگر غیر ولی نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور ولی اس نماز میں شریک نہیں تھا تو ولی دوبارہ جنازہ کی نماز پڑھ سکتا ہے، اگر مردے کو دفن کر دیا گیا ہے تو ولی اس کی قبر پر اس وقت تک نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے جب تک کہ میت کے پھول پھٹ جانے کا غالب گمان نہ ہو۔ (شامی: ۱۲۵/۳)

مسئلہ: اگر ولی نے جنازہ کی نماز پڑھ لی تو گرچہ اس امام کے پیچھے پڑھی جس کو حق تقدم حاصل نہیں تھا پھر بھی اب ولی دوبارہ جنازہ کی نماز نہیں پڑھ سکتا۔ (شامی: ۱۲۵/۳)

مسئلہ: ولی کے نماز جنازہ پڑھ لینے کے بعد اب کسی دوسرے کے لئے دوبارہ نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔ (شامی: ۱۲۵/۳)

بغیر نماز جنازہ کی تدفین:

مسئلہ: میت کو بغیر نماز کے دفن کر دیا گیا تو اگر مٹی نہیں ڈالی گئی ہے تو میت کو قبر سے نکال کر نماز پڑھی جائے گی اور اگر مٹی ڈال دی گئی ہو تو جب تک کہ غالب گمان میت کے پھولنے پھٹنے کا نہ ہو تو اس وقت تک جنازہ کی نماز پڑھی جائیگی اور صحیح ومفتیٰ بہ قول کے مطابق پھولنے اور پھٹنے کے لئے دن کی کوئی تعیین نہیں ہے بلکہ یہ اوقات یعنی گرمی سردی، میت کا موٹا پتلا اور زمین کی سختی ونرمی پر منحصر ہے جس کا اندازہ وہی شخص کر سکتا ہے جو اس کا ماہر ہو یہی وجہ ہے کہ فقہاء کے اقوال دنوں کے سلسلہ میں مختلف ہیں بعض نے تین دن بعض نے دس دن اور بعض نے ایک ماہ کی مدت بیان کی ہے۔ (شامی: ۱۲۵/۳)

امام کو بیٹھ کر نماز پڑھانا:

مسئلہ: اگر امام کسی مرض کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھائے اور مقتدی اس کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھیں تو یہ عمل بھی جائز ودرست ہے۔ (شامی: ۱۲۶/۳)

مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا:

مسئلہ: مسجد میں میت کو رکھ کر تنہا یا قوم کے ساتھ نماز جنازہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (شامی: ۱۲۶/۳) ==

== **مسئلہ**: اگر میت خارج مسجد ہو اور نمازی مسجد میں ہوں تو مفتیٰ بہ قول کے مطابق یہ صورت بھی مکروہ ہے البتہ بعض فقہاء نے اس کو بلا کراہت جائز قرار دیا ہے اور دلیل دی ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ کی علت تلویث مسجد ہے جو خارج مسجد میت کے رکھنے سے نہیں پائی جا رہی ہے۔صاحب مبسوط و محیط کا رجحان اسی طرف ہے اور اسی قول کو مختار کہا ہے۔البتہ اگر بارش ہو رہی ہو یا کیچڑ ہو یا نماز جنازہ کے لئے دوسری جگہ نہ ہو یا جگہ تنگ ہو تو ان اعذار کی وجہ سے مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا بلا کراہت جائز و درست ہے۔(شامی:۱۲۶/۳)

عام راستہ پر نماز جنازہ رکھنا:

مسئلہ: عام راستہ پر نماز جنازہ پڑھنا جس سے گزرنے والوں کو تکلیف ہو مکروہ ہے۔(شامی:۱۲۶/۳)

مسئلہ: کسی دوسرے کی زمین پر اس کی اجازت کے بغیر نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے۔(شامی:۱۲۶/۳)

علامات زندگی پائے جانے کے بعد بچہ کا انتقال ہو جائے:

مسئلہ: جو بچہ پیدا ہوا، اس میں علامات زندگی پائی گئیں۔مثلاً رونا اور حرکت کرنا، تو اس کا نام رکھا جائے گا اور اس کو غسل و کفن دیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی۔(شامی:۱۲۹/۳)

مسئلہ: واضح رہے کہ صرف ہاتھ سکڑنے اور پھیلانے کا اعتبار نہیں ہے اور اس کی وجہ سے بچہ کو زندہ نہیں سمجھا جائے گا اس لئے کہ یہ زندگی کی علامتیں نہیں ہیں۔(شامی:۱۳۰/۳)

مسئلہ: اگر بچہ کا صرف سر نکلا اور چیخا پھر مر گیا تو اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی البتہ اگر بدن کا اکثر حصہ زندہ نکل گیا تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔(شامی:۱۳۰/۳) اکثر حصہ سے مراد یہ ہے کہ اگر ولادت پیر کی جانب سے ہو رہی ہے تو ناف تک اور سر کی جانب سے ہو رہی ہے تو سینہ تک نکل جائے۔(شامی:۱۳۰/۳)

مسئلہ: جو بچہ مردہ پیدا ہوا تو بغیر وضو و ترتیب کی رعایت کئے ہوئے اس پر صرف پانی بہا دیا جائے اور ایک کپڑے میں کفن دیا جائے گا کفن مسنون کی رعایت ضروری نہیں ہے۔اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی البتہ اس کا نام رکھا جائے گا۔(شامی:۱۳۲/۳)

مسئلہ: اگر ناتمام بچہ مردہ پیدا ہوا تو اس کو بھی اسی طرح غسل دیا جائے اور کسی کپڑے میں لپیٹ کر بلا نماز جنازہ کے دفن کر دیا جائے، اس لئے کہ ابن آدم کا اکرام و احترام لازم و ضروری ہے۔(شامی:۱۳۰/۳)

حمل میں صرف گوشت کا ٹکڑا ہو:

مسئلہ: اگر حمل گر جائے اور اس کے ہاتھ پاؤں ناک منھ وغیرہ عضو کچھ نہ بنے ہوں تو اس کو غسل نہ دیا جائے نہ کفن دیا جائے نہ نماز جنازہ پڑھی جائے اور نہ باقاعدہ اس کو دفن کیا جائے بلکہ کسی کپڑے میں لپیٹ کر زمین کھود کر زمین میں دبا دیا جائے۔(شامی:۱۳۲/۳)

جنازہ اٹھانے اور لے جانے کے مسائل:

مسئلہ: مستحب یہ ہے کہ جنازہ کو تخت یا چارپائی پر رکھ کر چار آدمی اس کو اٹھائیں۔

مسئلہ: جنازہ اٹھانے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ داہنی طرف کا اگلا پایا اپنے داہنے کاندھے پر رکھ کر کم سے کم دس قدم چلے، پھر پیچھے والے حصے کو اپنے داہنے کاندھے پر رکھ کر دس قدم چلے پھر میت کی بائیں طرف کا اگلا پایا اپنے بائیں کاندھے پر رکھ کر پھر پچھلا بایاں پایا اپنے بائیں کاندھے پر رکھ کر دس دس قدم چلے اس لئے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص جنازہ کو چالیس قدم اٹھائے اس کے چالیس گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔حدیث کے الفاظ یہ ہیں: مَنْ حَمَلَ جَنَازَةً اَرْبَعِيْنَ خُطْوَةً كُفِّرَتْ عَنْهُ اَرْبَعُوْنَ كَبِيْرَةً.(شامی:۱۳۴/۳)

مسئلہ: میت کو سامان کی طرح پیٹھ پر یا جانور پر لادنا مکروہ ہے۔(شامی:۱۳۵/۳)

مسئلہ: میت دودھ پیتا بچہ یا وہ بچہ جو دودھ چھوڑ چکا ہو، یا اس سے کچھ بڑا ہو تو ایک آدمی اپنے دونوں ہاتھ پر اس کو اٹھا کر چل سکتا ہے۔(شامی:۱۳۲/۳) ==

==**مسئلہ:** جنازہ کے پیچھے پیچھے چلنا مستحب ہے، دائیں بائیں چلنا خلاف اولیٰ ہے۔(شامی:۳/۱۳۷)
اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم بِاِتِّبَاعِ الْجَنَازَۃِ .(رواہ البخاری)

مسئلہ: جنازہ کے آگے سوار ہو کر چلنا مکروہ ہے۔(شامی:۳/۱۳۷)

مسئلہ: جنازہ کے پیچھے سوار ہو کر چلنا جائز ہے، مگر افضل پیدل چلنا ہے۔(شامی:۳/۱۳۷)

عورتوں کا جنازہ کے ہمراہ جانا:

مسئلہ: عورتوں کا جنازہ کے ہمراہ جانا مکروہ تحریمی ہے، لِقَوْلِہٖ عَلَیْہِ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ اَرْجِعْنَ زَوْرَاتٍ غَیْرَ مَأْزُوْرَاتٍ (رواہ ابن ماجہ)

جنازہ کے پیچھے بلند آواز سے ذکر کرنا:

مسئلہ: جنازہ کے پیچھے بلند آواز سے ذکر یا قرآن کریم کی تلاوت مکروہ ہے۔(شامی:۳/۱۳۸)

مسئلہ: جنازہ کے پیچھے خاموش رہنا مستحب ہے البتہ دل ہی دل میں ذکر کرسکتا ہے۔(شامی:۳/۱۳۸)

مسئلہ: جنازہ کو تیز لے کر چلنا چاہیے، مگر اتنا تیز نہیں کہ جس سے میت میں اضطراب ہونے لگے۔(چارپائی پرادھرادھر لڑھکنے لگے)۔(شامی:۳/۱۳۸)

مسئلہ: نفل نماز میں مشغول ہونے سے افضل جنازہ اور دفن میں شریک ہونا ہے۔(شامی:۳/۱۳۸)

مسئلہ: اگر جنازہ کسی کے پاس سے گزرے اور اس کے پاس فرصت ہو کسی اہم کام میں مصروف نہ ہو تو اس کو چاہئے کہ جنازہ کی نماز اور دفن میں شریک ہو اس لئے کہ یہ ایک مسلمان کا حق ہے اور اگر فرصت نہ ہو تو محض میت کے احترام کے لئے کھڑا نہ ہو۔

مسئلہ: میت کو زمین پر رکھنے سے پہلے جنازہ کے پیچھے چلنے والوں کے لئے بیٹھنا مکروہ ہے۔(شامی:۳/۱۳۶)

زیادہ لوگوں کی شرکت کی غرض سے نماز جنازہ کو جمعہ تک مؤخر کرنا:

مسئلہ: نماز جنازہ میں اس وجہ سے تاخیر کرنا کہ جمعہ کی نماز کے بعد کثیر تعداد میں لوگ نماز جنازہ میں شریک ہوں گے، مکروہ ہے، البتہ اگر جمعہ کی نماز فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو بعد نماز جمعہ نماز جنازہ بلا کراہت جائز ہے۔(شامی:۳/۱۳۶)

تجہیز و تکفین میں رشتہ داروں کی وجہ سے تاخیر:

مسئلہ: میت کے رشتہ داروں کی آمد کو لیکر تجہیز و تکفین اور جنازہ کی نماز میں ایک دو روز کی تاخیر درست نہیں ہے۔ارشاد نبوی ہے: لا ینبغی لجیفة مسلم ان تحبس بین ظھرانی الیٰ اھلہ. یعنی کسی مسلمان میت کے لئے مناسب نہیں کہ وہ گھر والوں کے بیچ میں دیر تک رہے۔(ابوداؤد)(موت سے قبر تک، از مولانا احسان الحق قاسمی)

نمازِ جنازہ میں چار تکبیریں ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی موت کی خبر اسی دن دی جس دن ان کا انتقال ہوا اور صحابہ کے لے کر (جنازہ کے لئے مخصوص) نماز کی جگہ تشریف لے گئے، صف بندی کی اور چار تکبیریں کہیں''۔(عن أبی ھریرة رضی اللّٰہ عنہ :''أن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم نعی النجاشی فی الیوم الذی مات فیہ وخرج بھم الی المصلی فصف لھم وکبر علیہ أربع تکبیرات''(رواہ الجماعة،جامع الأصول: ۲۱۵/۶)البخاری ،الجنائز ،باب الرجل ینعی الی المیت بنفسہ وباب التکبیر علی الجنازة أربعاً)مسلم الجنائز ،باب فی التکبیر علی الجنازة)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ کی نماز پڑھائی تو چار تکبیریں کہیں''۔(عن أبی ھریرة رضی اللّٰہ عنہ :''أن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم صلیٰ علیٰ جنازة فکبر أربعاً''.(رواہ ابن أبی أبی داؤد فی الافراد،اعلاء السنن: ۲۱۹/۹) قال الحافظ ابن حجر فی''فتح الباری''(۲۰۳/۳):وقد روی ابن أبی داؤد فی الافراد الخ، وقال:لم أرفی شیئ من الأحادیث الصحیحة أنہ کبر علیٰ جنازة أربعاً الا فی ھذا) بیہقی نے اپنی سنن (۳۵/۴) میں حضرت زید بن ثابت، جابر بن عبد اللہ، ابن عباس، سہل بن حنیف رضی اللہ عنہم سب سے چار تکبیرات کو نقل کیا ہے اور اکثر روایات صحیحین میں آتی ہیں) ==

== **نماز جنازہ میں دو سلام:**

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہیں پھر کچھ رکے اس کے بعد دائیں و بائیں دونوں طرف سلام پھیرا اور بعد میں فرمایا: ایسا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔ **(عن عبد اللّٰہ أبی أوفٰی "أنه كبر علٰی جنازة ابنة له أربع تكبيرات فقام بعد الرابعة كقدر بين التكبيرين يستغفر لها ويدعو ثم قال: كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يصنع هٰكذا" وفی رواية "كبر رابعاً فمكث ساعة حتٰی ظننا أنی سيكبر خمساً ثم سلم وعن يمينه ثم سلم عن شماله فلما انصرف قلنا له: ماهٰذا؟ قال أنی لا أزيدكم علٰی ما رأيت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يصنع، أوهٰكذا صنع رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم (رواه البيهقی، اعلاء السنن: ۲۱٦/۸) السنن الكبرٰی: ٤۳/٤، ورواه الحاكم أيضاً (المستدرك: ۳٦۰/۱) وصححه لكن نقد عليه وخالفه الحافظ فی تخريج الأذكار-هامش الأذكار، ص: ۱۳۵، وقد سكت عليه فی التلخيص: ۱۳۱/۲) وكذا سكت عليه النووی وذكر تصحيح الحاكم فی الأذكار، ص: ۱۳۵)**

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: "تین کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے، لوگوں نے ان کو چھوڑ دیا (ان میں سے) ایک جنازہ (کی نماز) کا سلام نمازوں کے سلام کی طرح ہے"۔ **(عن ابن مسعود رضی اللّٰه عنه: ثلاث خلال كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يفعلن تركهن الناس، احداهن التسليم على الجنازة مثل التسليم فی الصلاة. (رواه البيهقی فی سننه) السنن الكبرٰی: ٤۳/٣)**

پہلی تکبیر کے بعد ثنا، دوسری کے بعد درود، تیسری کے بعد دعا اور چوتھی کے بعد سلام ہے:

(چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیرنا اتفاقی عمل ہے البتہ کے بعد قبل سلام - کچھ ذکر ودعا کی گنجائش ہے روایات میں اس کا ذکر ملتا ہے اور اس کو اختیار بھی کیا گیا ہے (ملاحظہ ہو الاذکار للنووی ص ۱۳۵، وتلخیص الحبیر (۱۳۱/۲) حنفیہ کے یہاں بھی اس کی گنجائش ہے اور اعلاء السنن میں اس کو بحوالہ عنایہ میں نقل کیا گیا ہے اور درجۂ استحباب اس کو ذکر کیا ہے (ملاحظہ ہو اعلاء السنن: ۲۱٦/۸، ۲۱۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ جنازہ کی نماز کس طرح ادا کرتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: میں تم کو بخدا ضرور بتاؤں گا، میں جنازے کے ساتھ اس کے گھر سے چلتا ہوں، جب جنازہ (اپنی جگہ) رکھ دیا جاتا ہے تو اللہ اکبر کہتا ہوں اور اللہ کی حمد وثنا کرتا ہوں اور درود پڑھتا ہوں پھر یہ دعا مانگتا ہوں **اللّٰهم أنه عبدك وابن عبدك، الخ". (عن سعيد بن أبی سعيد المقبری عن أبيه: "أنه سأل أباهريرة كيف تصلی على الجنازة؟ فقال أبو هريرة: "انا لعمرك اللّٰه أخبرك، اتبعها من أهلها فاذا وضعت كبرت، وحمدت اللّٰه، وصليت علٰی نبيه، ثم أقول: اللّٰهم أنه عبدك وابن أمتك، كان يشهد أن لا اله الا أنت وأن محمدا عبدك الخ". (رواه مالك فی المؤطا، جامع الأصول: ۲۲۰/٦) مؤطا مالك، الجنائز، باب ما يقول المصلی على الجنازة، وفی اعلاء السنن (۲۱۱/۸) رجاله رجال الجماعة الا أن سعيداً تغير قبل موته بأربع سنين، كما فی التقريب، (ص: ۲۰٦) قلت: ان مثل مالك لايروی عنه فی التعزير، وفی هامش جامع الأصول: ۲۲۰/٦): اسناده صحيح)**

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کے بیٹے ابو امامہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو صحابہ میں سے کئی حضرات نے یہ بتایا کہ نماز جنازہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ امام اللہ اکبر کہے، پھر درود پڑھے، اور خلوص کے ساتھ دعا کرے، تین تکبیرات میں (یعنی تین تکبیرات میں سے ہر ایک کے بعد اور چوتھی تکبیر کہے) پھر سلام پھیرے ہلکی آواز سے اور مسنون یہ ہے کہ امام کے پیچھے جو لوگ ہیں وہ بھی ایسا ہی کریں۔ **(عن الزهری عن أبی أمامة بن سهل بن حنيف: "أنه أخبر رجال منن أصحاب رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: "أن السنة فی الصلاة على الجنازة أن يكبر الامام ثم يصلی على النبی صلى اللّٰه عليه وسلم ويخلص الدعاء فی التكبيرات الثلاث ثم يسلم تسليماً خفياً والسنة أن يفعل من روائه مثل ما فعل امامه". قال الزهری: سمعه ابن المسيب عنه فلم ينكره، (رواه الحاكم فی المستدرك اعلاء السنن: ۲۱۲/۸، ۲۱۳، المستدرك: ۳٦۰/۱، وقال الحاكم: هٰذا حديث صحيح علٰی شرط الشيخين ولم يخرجاه، وقال الذهبی فی التلخيص: علٰی شرطهما.** ==

== حضرت ابوامامہؓ سے بھی نقل کیا جاتا ہے کہ نماز جنازہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد سورہ فاتحہ سراً پڑھی جائے، پھر تین تکبیرات کہی جائیں اوراس کے بعد سلام پھیرا جائے۔(عن أبی أمامة بن سهل بن حنيف قال:''السنة فی الصلاة علی الجنازة يقرأ فی التكبيرة الأولٰی بأم القرآن مخافتة ثم يكبر ثلا ثاً والتسليم عند الآخرة''.(رواه النسائی،جامع الأصول: ۲۱۹/٦)النسائی،الجنائز،باب الدعاء،وفی هامش جامع الأصول (۲۱۹/٦):اسناده صححه النووی والحافظ ابن حجر وغيره) عامر شعبی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد حمد وثناء اور دوسری کے بعد درود، تیسری کے بعد میت کے لئے دعا اور چوتھی تکبیر سلام کے لئے ہوتی ہے۔(مصنف ابن أبی شيبة: ۲۵۱/۷، ۲۵۲)حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں نیز حضرت ابوامامہ کی پہلی روایت میں پہلی تکبیر کے بعد دعاء وثنا کا تذکرہ ہے اور حضرت ابوامامہ کی دوسری روایت میں پہلی تکبیر کے بعد قراءت کا تذکرہ ہے اور پہلی میں نہیں، اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ کے پڑھنے کا ثبوت بطور دعاء وثنا ہے نہ کہ بطور قرآن، لہٰذا اس کی اجازت ہے کہ آدمی بطور دعاء سورۂ فاتحہ پڑھ لے۔(اعلاء السنن: ۲۱۱/۸-۲۱٦،والعرف الشذی،ص ۸۵٦)صحابہ کرام سے اس بارے میں مختلف عمل منقول ہے بعض صحابہ کرام سورہ فاتحہ پڑھتے تھے اور بعض نہیں۔(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مؤطا مالک (باب هل يقرأ الفاتحة فی صلاة الجنازة)وأوجز المسالک (۲۳۰/٤) باب ما يقول المصلی علی الجنازة،واعلاء السنن(۲۱۱/۸)

پہلی تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھانا اور ہاتھوں کو باندھنا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ پر تکبیر کہی تو پہلی تکبیر کے ساتھ ہاتھوں کو اٹھایا اور داہنے ہاتھ کو بائیں پر رکھا''۔(عن أبی هريرة رضی الله عنه ''أن رسول الله صلی الله عليه وسلم كبرعلٰی جنازة فرفع علٰی أول تكبيرة ووضع اليمنیٰ علی اليسریٰ''.(رواه الترمذی،جامع الأصول: ۲۱۷/٦)الترمذی،أبواب الجنائز، باب ماجاء فی رفع اليدين علی الجنازة،وفی هامش جامع الأصول(۲۱۷/٦):اسناده ضعيف لكنه صحيح المعنی ولم يثبت عن النبی صلی الله عليه وسلم الرفع فی غير التكبيرة الأولٰی.أقول:رواه البيهقی فی السنن(۳۸/٤) وأعله بتفرد يزيد بن سنان وهو ضعيف كما فی التقريب وقال التركمانی:ذكره المزنی فی الأطراف وعزاه الی الترمذی وذكر له متابعا أيضاً.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ کی پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے تھے اور اس کے بعد ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے''۔(عن ابن عباس رضی الله عنهما''أن رسول الله صلی الله عليه وسلم كان يرفع يديه علی الجنازة فی أول تكبيرة ثم لايعود''.(رواه الدارقطنی،اعلاء السنن: ۲۲۰/۸)الدارقطنی،الجنازة،باب وضع اليمين علی اليسریٰ) وفی اعلاء السنن (۲۲۰/۸):فيه الفضل بن السكن وفيه أيضاً(۲۲۱/۸)فيه الحجاج بن نصير،فالفضل ذكره ابن حبان فی الثقات والحجاج مختلف فيه حسن الحديث،ولذا قال صاحب اعلاء السنن(۲۲۱/۸)فالحديث حسن لا سيما مع تعدد الطرق،وفی اعلاء السنن(۲۲۱/۸) أيضاً:تعارض الآثار عن ابن عمر وابن عباس من قولهما فی الرفع فی كل تكبيرة وتركه وقد عملت أن خلاف الراوی لروايته جرح عندنا فلم يبق مرفوع ابن عمر حجة فی الباب ومرفوع أبی هريرة لم يعارضه شئ فينبغی الأخذ به والعمل عليه)

نماز جنازہ کی خاص دعا:

نماز جنازہ میں تیسری تکبیر کے بعد کئی دعائیں احادیث میں آئی ہیں ان میں معروف دعاء بھی شامل ہے۔(ملاحظہ ہو جامع الأصول:۲۲۰/٦-۲۲٤)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ کی نماز ادا کی تو (دعا کرتے ہوئے) فرمایا:اللّٰهم اغفرلحينا وميتنا وصغيرنا وكبيرنا وذكرنا وأنثانا،وشاهدنا وغائبنا،اللّٰهم من أحييته منا فأحيه علی الاسلام ومن توفيته منا فتوفه علی الايمان. (عن أبی هريرة قال:''صلی رسول الله صلی الله عليه وسلم علٰی جنازة فقال:اللّٰهم اغفرلحينا وميتنا، الخ''.(رواه أبوداؤد والترمذی،جامع الأصول: ۲۲۲/٦-۲۲۳) الترمذی،الجنائز،باب ما يقول فی الصلاةعلی الميت،==

==أبوداؤد،الجنائز،باب الدعاء للميت،وفی هامش جامع الأصول: ۲۲۳/٦):وهوحديث حسن يشهد له الذی قبله،(وهوحديث أبی ابراهيم الأشهلی)ورواه الحاكم فی مستدركه(۳۵۸/۱)وصححه علٰی شرط الشيخين ووافقه

==أبو داؤد،الجنائز،باب الدعاء للميت،وفي هامش جامع الأصول: ٢٢٣/٦):وهو حديث حسن يشهد له الذى قبله، (وهو حديث أبي ابراهيم الأشهلى)ورواه الحاكم في مستدركه(٣٥٨/١)وصححه علىٰ شرط الشيخين ووافقه الذهبي،وذكر شاهدا له من حديث عائشة وصححه أيضاً ووافقه الذهبي) اور یوں بھی آتا ہے:اللهم من أحييته منا فأحييه على الاسلام ومن توفيته منا فتوفه على الاسلام. (ابوداؤد، وترمذی میں اس ٹکڑے میں ایمان واسلام کی ترتیب کا فرق ہے؛مگر یہ فرق کوئی خاص نہیں ہے،مستدرک (۳۵۸/۱) میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وحضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ دونوں کی روایات میں یہی ترتیب ہے۔)

مگر زیادہ تر کتابوں میں اسلام کا ذکر پہلے اور ایمان کا بعد میں ہے۔(كذا قال النووي،الأذكار،ص: ١٣٣)

حضرت ابوہریرہ اشہلی اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جنازہ کے لئے دعا فرماتے تو فرماتے تھے: اللهم اغفرلحينا وميتنا و شاهدنا،وغائبنا وصغيرنا وكبيرنا وذكرنا وأنثانا.(عن أبي ابراهيم الأشهلي عن أبيه قال:''كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا صلىٰ على الجنازة قال:اللهم اغفرلحينا وميتنا ... الىٰ قوله كرنا وأنثانا''.(أخرجه الترمذي،والنسائي،جامع الأصول: ٢٢٢/٦)الترمذي،الجنائز،باب ما يقول في الصلاة على الميت)النسائي، الجنائز،باب الدعاء،وفي هامش جامع الأصول(٢٢٢/٦):ابراهيم الأشهلي مجهول ولكن يشهد له الحديثان اللذان بعده،فهو حسن–أقول:أراد بالحديثن حديث أبي هريرة رضي الله عنه عند الترمذي وأبي داؤد،قال اسنادهما مختلف،وأقول أيضا:أبو ابراهيم الأشهلي قال فيه في التقريب(ص: ٦٩١)مقبول من الثالثة كيف وقد قال الترمذي:حديث والد أبي ابراهيم حديث حسن صحيح،وقال:سمعت محمداً يقول:أصح الروايات في هٰذا حديث يحيٰى بن أبي كثير عن أبي ابراهيم الأشهلي)

نابالغ کی دعا:

حضرت حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ بچے کے لئے یہ دعا پڑھی جائے گی: اللهم اجعله لنا فرطا و وسلفا وأجراً.(عن الحسن البصري قال:يقرأ على الطفل فاتحة الكتاب و يقول:اللهم اجعله لنا فرطاو وسلفا وأجراً''.(أخرجه البخاري في ترجمة باب جامع الأصول: ٢٢٤/٦)جامع الأصول میں اس کو حضرت حسن بن علی کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔البخاري،الجنائز،باب قراءة فاتحة الكتاب على الجنازة،رواه البخاري تعليقاً،وقال الحافظ ابن حجر(فتح الباري: ٢٠٣/٣):وصله عبد الوهاب بن عطاء في كتاب الجنائز له عن سعيد بن أبي عروبة أنه سئل عن الصلاة على الصبي فأخبرهم عن قتادة عن الحسن أنه كان يكبر ثم يقرأ فاتحة الكتاب ثم يقول.''اللهم اجعله لنا سلفاً وفرطاً وأجراً''. (اس میں لفظ سلف پہلے ہے جب کہ بخاری میں فرط پہلے ہے)وذكره الحافظ في التلخيص(١٣١/٢)ولٰكن بزيادة فقال:في جامع سفيان عن الحسن في الصلاة على الصبي–اللهم اجعله لنا سلفاً وجعه لنا فرطاً واجعله لنا أجراً).

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ ولادت سے قریب مرنے والے بچے کے لیے دعا پڑھتے: ''اللهم اجعله لنا فرطاً وسلفاً وأجراً ''۔(عن أبي هريرة رضي الله عنه:''أنه كان يصلي على المنفوس:اللهم اجعله لنا فرطا وسلفا وأجرا''. (رواه البيهقي كما في تلخيص الحبير،اعلاء السنن: ٢٢٣/٨) السنن الكبرىٰ(١٠/٤)الجنائز،باب السقط يغسل ويكفن–وذكره الحافظ في تلخيصه : ١٣١/٢)وذكره بعده أثر الحسن)

نماز جنازہ کے بعد متصلاً کوئی دعا نہیں،البتہ میت کو قبر میں اتارتے وقت دعا ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے: ''جب تم اپنے مردوں کو ان کی قبروں میں رکھو تو کہا کرو: بسم الله وعلىٰ ملة رسول الله ''.(عن ابن عمر رضي الله عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم قال:''إذا وضعتم موتاكم==

==في قبورهم فقولوا:بسم الله وعلىٰ ملة رسول الله''.(أخرجه الحاكم وأحمد وأبوداؤد والنسائي،بلوغ المرام: ٢٥٨/٣)مستدرك حاكم: ٣٦٦/١) وفي تلخيص الحبير:رجح الداقطني وقبله النسائي وقفه،ورجح غيرهما

==فی قبورهم فقولوا:بسم اللّٰه وعلٰی ملة رسول اللّٰه". (أخرجه الحاكم وأحمد وأبوداؤد والنسائی،بلوغ المرام:۲۵۸/۳)مستدرک حاکم: ۳٦٦/۱) وفی تلخيص الحبير:رجح الداقطنی وقبله النسائی وقفه،ورجح غيرهما رفعه،وفی اعلاء السنن:۸/ ۲۵٦)

قلت:عندی هٰذا حديث صحيح مرفوع قولا وفعلاً فان زيادة الثقة مقبولة.وقال الحاكم(۳٦٦/۱)و وافقه الذهبی:صحيح علٰی شرط الشيخين وقال فی حديث البياضی عن أنس بمثل لفظ حديث ابن عمر: أنه شاهد لحديث هما عن قتادة مسنداًقال ذلک لأجل أن شعبة أوقف حديث ابن عمر)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کو قبر میں رکھتے تو کہتے تھے:بسم اللّٰه وعلٰی ملة رسول اللّٰه". (عن ابن عمر:"أن رسول الله صلی الله عليه وسلم كان اذا أدخل الميت القبر قال مرة:بسم الله وبالله وعلٰی ملة رسول الله،وقال مرة:بسم الله وبالله وعلٰی سنة رسول الله " .(أخرجه الترمذی)وعند أبی داؤد،"بسم الله وعلٰی ملة رسول الله". (أخرجه الترمذی وأبوداؤد،جامع الأصول: ۱۱/ ۱٤۸) الترمذی،الجنائز،باب ما يقول اذا أدخل الميت القبر،وأبوداؤد،الجنائز،باب فی الدعاء للميت إذا وضع فی قبره ،وقال الترمذی:هٰذا حديث حسن صحيح.وفی هامش جامع الأصول: ۱٤۸/۱۱)صححه ابن حبان والحاكم، ووافقه الذهبی،وراجع المستدرک للحاكم:۳٦٦/۱)

مستدرک میں حضرت ابن عمر سے موقوفاً ومرفوعاً (قولاً) دونوں طرح روایت کیا اور مرفوع کو علی شرط الشیخین قرار دیا ہے اور اس کو ترجیح دی ہے، ذہبی نے بھی موافقت کی ہے، حافظ ابن حجر نے تلخیص (۱۳۷/۲) میں کئی روایات اس مضمون کی نقل کی ہیں اور رفع ووقف کے اختلاف کے ذکر کے ساتھ ترجیح بھی ذکر کی ہے۔)

نماز فجر کی جماعت کے طلوع سے پہلے پہلے اور جماعت عصر کے بعد غروب سے پہلے پہلے نماز جنازہ:

محمد بن ابی حرملہ کا بیان ہے کہ حضرت زینب بن ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہوا تو نماز فجر کے بعد ان کا جنازہ لایا گیا اور بقیع میں رکھا گیا، نماز فجر غلس میں ہوتی تھی، تو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یا تو اپنے جنازہ کی نماز ابھی پڑھ لو یا چھوڑ دو کہ سورج طلوع ہوجائے۔'' (عن محمد بن أبی حرملة أن زينت بن أبی سلمة رضی الله عنها توفيت وطارق أميرالمدينة فأتی بجنازتها بعد صلاة الصبح فوضعت بالبقيع قال:وكان طارق يغلس بالصبح قال ابن أبی حرملة فسمعت عبد الله بن عمررضی اللّٰه عنهما يقول أهلها"أما أن تصلوا علٰی جنازتكم الآن أن تتركوها حتٰی ترتفع الشمس". (رواه مالک فی المؤطا،جامع الأصول :۲۳۲/٦) موطأ مالک،كتاب الجنائز،باب الصلاة على الجنائز بعد الصبح إلى الأسفار وفی هامش جامع الأصول:۲۳۲/٦، إسناده صحيح)

حضرت نافع رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے:''نماز فجر وعصر کو اگر اپنے وقت پر ادا کیا جائے تو ان دونوں نمازوں کے بعد نماز جنازہ ادا کی جائے''۔(عن نافع عن ابن عمر رضی الله عنهما قال:"يصلی علی الجنازة بعد العصر وبعد الصبح اذا صليتا لوقتهما". (أخرجه مالک فی المؤطا،جامع الأصول،ص ۲۳۲)مؤطامالک،الجنائز،باب الصلاة على الجنائزبعد الصبح،وفی هامش جامع الأصول: ۲۳۲/٦):إسناده صحيح)(احکام نماز احادیث وآثار ص ۳٦۵-۳۷۸)(احکام نماز اور احادیث وآثار)

اردو کتب فتاویٰ

نمبر شمار	کتب فتاویٰ	مفتیان کرام	مطبع
(۱)	فتاویٰ عزیزی	حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	ایم ایچ سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی
(۲)	فتاویٰ رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد بن ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش گنگوہی	محمد اسحاق صدیقی اینڈ سنز، تاجران کتب، ومالکان کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند، سہارنپور، انڈیا
(۳)	تالیفات رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد بن ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش گنگوہی	مکتبۃ الحق ماڈرن ڈیری، جوگیشوری، ممبئی ۱۰۲
(۴)	باقیات فتاویٰ رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد بن ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش گنگوہی	حضرت مفتی الٰہی بخش اکیڈمی کاندھلہ ضلع پربدھ نگر (مظفرنگر) یوپی، انڈیا
(۵)	عزیز الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی ابن فضل الرحمٰن عثمانی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۶)	فتاویٰ دارالعلوم دیوبند	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی ابن فضل الرحمٰن عثمانی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۷)	امداد الفتاویٰ	حضرت مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۸)	الحیلۃ الناجزۃ	حضرت مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	مکتبہ رضی دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۹)	امداد الاحکام	حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی بن لطیف احمد/مولانا عبدالکریم گمتھلوی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۰)	آلات جدیدہ کے شرعی احکام	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی بن محمد یاسین عثمانی	مکتبہ تفسیر القرآن، نزد چھتہ مسجد، دیوبند، یوپی
(۱۱)	جواہر الفقہ	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی بن محمد یاسین عثمانی	مکتبہ تفسیر القرآن، نزد چھتہ مسجد، دیوبند، یوپی
(۱۲)	امداد المفتیین	حضرت مفتی محمد شفیع دیوبندی بن محمد یاسین عثمانیؒ	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۳)	مجموعۂ فتاویٰ عبدالحئی	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	مکتبہ تھانوی، دیوبند، یوپی، انڈیا
(۱۴)	فتاویٰ مظاہر علوم	ابوابراہیم خلیل احمد بن مجید علی انبھٹوی محدث سہارنپوریؒ	شعبۂ نشر واشاعت مظاہر علوم سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۵)	فتاویٰ محمودیہ	حضرت مولانا مفتی محمود حسن بن حامد حسن گنگوہی	مکتبہ شیخ الاسلام دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۶)	فتاویٰ امارت شرعیہ	حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد بن مولوی حسین بخش ودیگر مفتیان	شعبۂ نشر واشاعت امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ
(۱۷)	کفایت المفتی	حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی بن شیخ عنایت اللہ	حفیظ الرحمٰن واصف، کوہ نور پریس، دہلی، انڈیا
(۱۸)	فتاویٰ باقیات صالحات	حضرت مولانا شاہ عبدالوہاب قادری ویلوری بن عبدالقادر	جامعہ باقیات صالحات، ویلور، بنگلور، انڈیا
(۱۹)	فتاویٰ احیاء العلوم	حضرت مولانا مفتی محمد یٰسین مبارک پوری بن عبدالسبحان	جامعہ احیاء العلوم، مبارکپور، یوپی، انڈیا
(۲۰)	منتخبات نظام الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی نظام الدین اعظمی	ایفا پبلیکیشن، جوگابائی، نئی دہلی، انڈیا

(۲۱)	نظام الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی نظام الدین اعظمی	ایفا پبلیکیشن، جوگا بائی، نئی دہلی، انڈیا
(۲۲)	خیر الفتاویٰ	حضرت مولانا خیر محمد جالندھری	مکتبہ الحق ماڈرن ڈیری، جوگیشوری، ممبئی ۱۰۲
(۲۳)	فتاویٰ شیخ الاسلام	شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی بن سید حبیب اللہ	مکتبہ شیخ الاسلام، دیوبند، یوپی، انڈیا
(۲۴)	فتاویٰ حقانیہ	حضرت مولانا عبدالحق بن حاجی معروف گل پاکستانی	دکن ٹریڈرس بک سیلر اینڈ پبلیشرز، نزد واٹر ٹینک مغل پورہ، حیدرآباد
(۲۵)	احسن الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی رشید احمد بن مولانا محمد سلیم پاکستانی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۲۶)	فتاویٰ عثمانی	حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی بن محمد شفیع دیوبندی	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، سہارنپور، یوپی، اندیا
(۲۷)	فتاویٰ قاضی	قاضی القضاۃ حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی	ایفا پبلیکیشن، جوگا بائی، نئی دہلی، انڈیا
(۲۸)	فتاویٰ رحیمیہ	حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ	مکتبہ رحیمیہ منشی اسٹریٹ راندیر، سورت گجرات
(۲۹)	کتاب الفتاویٰ	مولانا مفتی خالد سیف اللہ رحمانی صاحب	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، سہارنپور، یوپی، اندیا
(۳۰)	محمود الفتاویٰ	مولانا مفتی احمد خانپوری صاحب	مکتبہ نور، محمودنگر، متصل جامعہ، ڈابھیل
(۳۱)	حبیب الفتاویٰ	مولانا مفتی حبیب اللہ قاسمی صاحب	سمیع پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹیڈ، دریا گنج نئی دہلی
(۳۲)	فتاویٰ فرنگی محل	حضرت مولانا محمد عبدالقادر صاحب فرنگی محلی	مطبع نامی نخاس لکھنؤ، یوپی، انڈیا
(۳۳)	فتاویٰ ندوۃ العلماء	حضرت مولانا مفتی محمد ظہور ندوی صاحب	مجلس صحافت ونشریات، ندوۃ العلماء مارگ، پوسٹ باکس نمبر ۹۳ لکھنؤ، انڈیا
(۳۴)	فتاویٰ بینات	مفتیان جامعہ علوم اسلامیہ، بنوری ٹاؤن، پاکستان	مکتبہ بینات، جامعۃ العلوم الاسلامیۃ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی، پاکستان
(۳۵)	فتاویٰ فریدیہ	مولانا مفتی محمد فرید صاحب پاکستانی	مولانا حافظ حسین احمد صدیقی نقشبندی مہتمم دارالعلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی، پاکستان
(۳۶)	فتاویٰ مفتی محمود	مولانا مفتی محمود صاحب پاکستانی	جمعیت پبلیکیشنز وحدت روڈ، لاہور، پاکستان
(۳۷)	آپ کے مسائل اوران کا حل	حضرت مولانا محمد یوسف بن چودھری اللہ بخش لدھیانوی	مکتبہ لدھیانوی ایم اے جناح روڈ، کراچی، پاکستان
(۳۸)	مرغوب الفتاویٰ	مولانا مفتی مرغوب الرحمٰن صاحب لاجپوری	جامعۃ القرأت کفلیۃ، مولانا عبدالحئی نگر، سورت، گجرات
(۳۹)	فتاویٰ دارالعلوم زکریا	مولانا مفتی رضاء الحق صاحب، افریقہ	ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاؤس، دہلی۔۶، انڈیا
(۴۰)	فتاویٰ شاکرخان	مولانا مفتی محمد شاکرخان صاحب پونہ، انڈیا	مدرسہ بیت العلوم کونڈوا، خردسروے نمبر ۱۴۲، شوکا میوز کے پیچھے، پونہ ۴۸، انڈیا
(۴۱)	فتاویٰ ریاض العلوم	مفتیان کرام مدرسہ عربیہ ریاض العلوم، گورینی، جونپور	مدرسہ عربیہ ریاض العلوم، چوکیہ گورینی، جونپور (یوپی)
(۴۲)	فتاویٰ بسم اللہ	حضرت مولانا اسماعیل بن محمد بسم اللہ	جامعۃ القرءات، مولانا عبدالحئی نگر، کفلیتہ، سورت گجرات
(۴۳)	فتاویٰ یوسفیہ	مولانا مفتی محمد یوسف صاحب تاؤلوی	مکتبہ فقیہ الامت دیوبند

مصادر ومراجع

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
	قرآن (مع تفاسیر وعلوم قرآن)		
(۱)	القرآن الکریم	کتاب اللہ	منزل من اللہ
(۲)	جامع البیان فی تأویل القرآن	ابوجعفر الطبری، محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الآملی	۳۱۰ھ
(۳)	احکام القرآن	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ بن عبدالملک بن سلمۃ الازدی الحجری المصری الطحاوی	۳۲۱ھ
(۴)	احکام القرآن	ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی	۳۷۰ھ
(۵)	التفسیر الکبیر (مفاتیح الغیب)	أبوعبداللہ، محمد بن عمر بن الحسن بن الحسین التیمی الرازی، فخر الدین الرازی	۶۰۶ھ
(۶)	انوار التنزیل واسرار التأویل (تفسیر بیضاوی)	ناصر الدین ابوسعید عبداللہ بن عمر بن محمد الشیرازی البیضاوی	۶۸۵ھ
(۷)	تفسیر القرآن العظیم	ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی البصری ثم الدمشقی	۷۷۴ھ
(۸)	تفسیر الجلالین	جلال الدین محمد بن احمد المحلی	۸۶۴ھ
		جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۹)	الإتقان فی علوم القرآن	جلال الدین سیوطی، عبدالرحمٰن بن ابوبکر	۹۱۱ھ
(۱۰)	تفسیر مظہری	قاضی محمد ثناء اللہ مظہری پانی پتی	۱۲۲۵ھ
(۱۱)	فتح القدیر	محمد بن علی بن محمد بن عبداللہ الشوکانی	۱۲۵۰ھ
(۱۲)	روح المعانی	محمود بن عبداللہ شہاب الدین ابوالثناء الحسینی الآلوسی	۱۲۷۰ھ
(۱۳)	تفسیر المراغی	احمد بن مصطفیٰ المراغی	۱۳۷۱ھ
(۱۴)	کیف یجب علینا ان نفسر القرآن الکریم	محمد ناصر الدین الألبانی	۱۴۲۰ھ
	عقائد (مع شروحات)		
(۱۵)	فقہ اکبر	ابوحنیفہ، نعمان بن ثابت بن زوطی بن ہرمز	۱۵۰ھ
(۱۶)	العقیدۃ الطحاویۃ	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	۳۲۱ھ
(۱۷)	الشریعہ	ابوبکر محمد بن الحسین بن عبداللہ الآجری البغدادی المکی	۳۶۰ھ
(۱۸)	شرح فقہ اکبر	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملا علی قاری	۱۰۱۴ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۹)	منح الروض الأزہر فی شرح فقہ أکبر	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۲۰)	مبدأ ومعاد	حضرت مجدد الف ثانی احمد فاروقی سرہندی	۱۰۳۴ھ

﴿متون واطراف واجزاء حدیث﴾

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۱)	مسند ابوحنیفہ بروایۃ الحصکفی وابی نعیم	امام اعظم ابوحنیفہ، نعمان بن ثابت بن زوطی بن ہرمز	۱۵۰ھ
(۲۲)	جامع معمر بن راشد	ابوعروۃ البصری معمر بن أبی عمرو راشد الأزدی	۱۵۳ھ
(۲۳)	موطأ امام مالک	امام دارالہجرہ، مالک بن انس بن مالک بن عامر الاصبحی المدنی	۱۷۹ھ
(۲۴)	کتاب الآثار بروایۃ أبی یوسف	ابویوسف القاضی، یعقوب بن ابراہیم بن حبیب بن سعد بن حبتۃ انصاری	۱۸۲ھ
(۲۵)	الزہد والرقائق لابن المبارک	ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن المبارک بن واضح الحنظلی الترکی ثم المروزی	۱۸۱ھ
(۲۶)	کتاب الاٰثار بروایۃ امام محمد	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۲۷)	موطأ امام مالک رموطأ امام محمد	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۲۸)	الجامع لابن وھب	ابومحمد عبداللہ بن وھب بن مسلم المصری القرشی	۱۹۷ھ
(۲۹)	مسند الشافعی بترتیب السندی السنن الماثورۃ بروایۃ المزنی	امام شافعی ابوعبداللہ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن عبدالمطلب بن عبد مناف الشافعی القرشی المکی	۲۰۴ھ
(۳۰)	مسند ابوداؤد الطیالسی	ابوداؤد سلیمان بن داؤد بن الجارود الطیالسی البصری	۲۰۴ھ
(۳۱)	مصنف عبدالرزاق صنعانی	عبدالرزاق بن ہمام بن نافع الصنعانی	۲۱۱ھ
(۳۲)	مسند الحمیدی	ابوبکر عبداللہ بن الزبیر بن عیسیٰ بن عبیداللہ القرشی الأسدی الحمیدی المکی	۲۱۹ھ
(۳۳)	الصلوٰۃ	ابونعیم الفضل بن عمرو بن حماد بن زہیر بن درہم القرشی المروف بابن دکین	۲۱۹ھ
(۳۴)	مسند ابن الجعد	علی بن الجعد بن عبید الجوھری البغدادی	۲۳۰ھ
(۳۵)	مصنف ابن ابی شیبہ رمسند ابن ابی شیبہ	حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ ابراہیم بن عثمان بن خورستی	۲۳۵ھ
(۳۶)	مسند اسحاق بن راھویہ	ابویعقوب اسحاق بن ابراہیم بن محمد بن ابراہیم الحنظلی المروزی، ابن راھویہ	۲۳۸ھ
(۳۷)	مسند امام احمد	امام احمد، ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی الذھلی	۲۴۱ھ
(۳۸)	فضائل الصحابۃ	امام احمد، ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی الذھلی	۲۴۱ھ
(۳۹)	المنتخب من مسند عبد بن حمید	ابومحمد عبدالحمید بن نصر الکسی	۲۴۹ھ
(۴۰)	صحیح البخاری	ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ الجعفی البخاری	۲۵۶ھ
(۴۱)	الادب المفرد	ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ الجعفی البخاری	۲۵۶ھ

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف،مؤلف	سن وفات
(۴۲)	صحیح مسلم	ابوالحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیر ی بن دردین النیشافوری	۲۶۱ھ
(۴۳)	أخبار مكة في قديم الدهر وحديثه	ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن العباس المکی الفاکھی	۲۷۲ھ
(۴۴)	سنن ابن ماجہ	حافظ ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ الربعی القزوینی، ابن ماجہ	۲۷۳ھ
(۴۵)	سنن ابوداؤد،مراسیل ابوداؤد	ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمروالازدی السجستانی	۲۷۵ھ
(۴۶)	سنن الترمذی	ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی	۲۷۹ھ
(۴۷)	شمائل الترمذی	ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی	۲۷۹ھ
(۴۸)	مسند الحارث	ابومحمد الحارث بن محمد بن داھر التمیمی البغدادی الخطیب المعروف بابن ابی اسامہ	۲۸۲ھ
(۴۹)	البدع	ابوعبداللہ محمد بن وضاح بن بزیع المروانی القرطبی	۲۸۶ھ
(۵۰)	الآحاد والمثانی	ابوبکر بن أبي عاصم، احمد بن عمرو بن الضحاک بن مخلد الشیبانی	۲۸۷ھ
(۵۱)	السنة	ابوبکر بن أبي عاصم، احمد بن عمرو بن الضحاک بن مخلد الشیبانی	۲۸۷ھ
(۵۲)	البحرالزخار المعروف بمسند البزار	ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق بن خلاد بن عبیداللہ العتکی، البزار	۲۹۲ھ
(۵۳)	تعظیم قدر الصلاۃ	ابوعبداللہ محمد بن نصر بن الحجاج المروزی	۲۹۴ھ
(۵۴)	مختصر قیام اللیل وقیام رمضان وکتاب الوتر	ابوعبداللہ محمد بن نصر بن الحجاج المروزی	۲۹۴ھ
(۵۵)	القدر	ابوبکر جعفر بن محمد بن الحسن بن المستفاض الفریابی	۳۰۱ھ
(۵۶)	سنن النسائی	احمد بن شعیب بن علی بن سنان النسائی	۳۰۳ھ
(۵۷)	عمل الیوم واللیلۃ	احمد بن شعیب بن علی بن سنان النسائی	۳۰۳ھ
(۵۸)	المسند	حافظ ابویعلی احمد بن علی الموصلی	۳۰۷ھ
(۵۹)	المنتقی	ابن الجارود ابومحمد عبداللہ بن علی النیشاپوری	۳۰۷ھ
(۶۰)	مسند الرویانی	ابوبکر محمد بن ہارون الرویانی	۳۰۷ھ
(۶۱)	الکنی والأسماء	ابوبشر محمد بن احمد بن حماد بن سعید بن مسلم الانصاری الدولابی الرازی	۳۱۰ھ
(۶۲)	صحیح ابن خزیمۃ	محمد بن اسحق بن المغیرۃ بن صالح بن بکر السلمی النیسافوری الشافعی	۳۱۱ھ
(۶۳)	التوحید	محمد بن اسحق بن المغیرۃ بن صالح بن بکر السلمی النیسافوری الشافعی	۳۱۱ھ
(۶۴)	السنۃ لابن ابی بکر بن الخلال	ابوبکر احمد بن محمد بن ہارون بن یزید الخلال البغدادی الحنبلی	۳۱۱ھ
(۶۵)	مسند السراج/حدیث السراج	ابوالعباس محمد بن اسحاق بن ابراہیم بن مہران الخراسانی النیسابوری	۳۱۳ھ

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۶۶)	مستخرج ابوعوانہ	ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم النیسابوری الاسفرائنی	۳۱۶ھ
(۶۷)	شرح معانی الآثار	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	۳۲۱ھ
(۶۸)	شرح مشکل الآثار	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	۳۲۱ھ
(۶۹)	مکارم الأخلاق رمساوی ءالاخلاق	ابوبکر محمد بن جعفر بن محمد بن سہل بن شاکر الخرائطی السامری	۳۲۷ھ
(۷۰)	مسند الشاشی	ابوسعید الہیثم بن کلیب بن سریج بن معقل الشاشی البنکثی	۳۳۵ھ
(۷۱)	معجم ابن الأعرابی	ابوسعید بن الأعرابی احمد بن محمد بن زیاد بن بشر بن درھم البصری الصوفی	۳۴۰ھ
(۷۲)	صحیح ابن حبان	ابوحاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان بن معاذ التمیمی الدارمی البستی	۳۵۴ھ
(۷۳)	المعجم الأوسط رالمعجم الکبیر	سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطر ابوالقاسم الطبرانی	۳۶۰ھ
(۷۴)	الدعاء	سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطر ابوالقاسم الطبرانی	۳۶۰ھ
(۷۵)	مسند الشامیین	سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطر ابوالقاسم الطبرانی	۳۶۰ھ
(۷۶)	عمل الیوم واللیلۃ	ابن السنی، احمد بن محمد بن اسحاق بن ابراہیم بن اسباط بن عبداللہ	۳۶۴ھ
(۷۷)	سنن الدارقطنی	ابوالحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود البغدادی الدارقطنی	۳۸۵ھ
(۷۸)	الترغیب فی فضائل الاعمال وثواب ذلک	ابن شاہین، ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد بن محمد بن ایوب بن ازداد البغدادی	۳۸۵ھ
(۷۹)	شرح مذاھب أھل السنۃ	ابن شاہین، ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد بن محمد بن ایوب بن ازداد البغدادی	۳۸۵ھ
(۸۰)	الإبانۃ الکبریٰ	ابوعبداللہ عبیداللہ بن محمد بن محمد بن حمدان العکبری المعروف بابن بطۃ	۳۸۷ھ
(۸۱)	معالم السنن	ابوسلیمان حمد بن محمد بن ابراہیم بن الخطاب البستی المعروف بالخطابی	۳۸۸ھ
(۸۲)	المستدرک علی الصحیحین	محمد بن عبداللہ بن حمدویہ الحاکم النیسا فوری	۴۰۵ھ
(۸۳)	الإیمان	ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن محمد بن یحیٰ بن مندہ العبدی	۳۹۵ھ
(۸۴)	شرح أصول اعتقاد أھل السنۃ والجماعۃ	ابوالقاسم ھبۃ اللہ بن الحسن بن منصور الطبری الرازی اللالکائی	۴۱۸ھ
(۸۵)	حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء	ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران أصفہانی	۴۳۰ھ
(۸۶)	المسند المستخرج علی صحیح مسلم	ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران أصفہانی	۴۳۰ھ
(۸۷)	امالی	ابوالقاسم عبدالملک بن محمد بن عبداللہ بن بشران بن محمد بن بشران بن مھران البغدادی	۴۳۰ھ
(۸۸)	مسند الشہاب	ابوعبداللہ محمد بن سلامۃ بن جعفر بن علی بن حکمون القضاعی المصری	۴۵۴ھ
(۸۹)	السنن الکبریٰ رالسنن الصغیر	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیہقی	۴۵۸ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۹۰)	شعب الإیمان	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیہقی	۴۵۸ھ
(۹۱)	معرفۃ السنن والآثار	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیہقی	۴۵۸ھ
(۹۲)	الدعوات الکبیر	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیہقی	۴۵۸ھ
(۹۳)	المدخل إلی السنن الکبریٰ	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیہقی	۴۵۸ھ
(۹۴)	جامع بیان العلم وفضلہ	ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر بن عاصم النمری القرطبی	۴۶۳ھ
(۹۵)	تفسیر غریب مافی الصحیحین	محمد بن فتوح بن عبداللہ بن فتوح بن حمید الازدی المیورقی الحمیدی	۴۸۸
(۹۶)	الفردوس بمأثور الخطاب	ابوشجاع، شیرویہ بن شھردار بن شیرویہ بن فناخسر والدیلمی الھمدانی	۵۰۹ھ
(۹۷)	شرح السنۃ	محی الدین ابومحمد الحسین بن مسعود بن محمد بن الفراء البغوی الشافعی	۵۱۶ھ
(۹۸)	سنن الدارمی	عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن الفضل بن بہزام التمیمی السمرقندی الدارمی	۵۵۲ھ
(۹۹)	المعجم	ابوالقاسم، علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ المعروف بابن عساکر	۵۷۱ھ
(۱۰۰)	کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال	علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین الہندی	۵۷۹ھ
(۱۰۱)	جامع الأصول فی أحادیث الرسول	مجدالدین ابوالسعادات المبارک بن محمد بن محمد بن محمد بن عبدالکریم الشیبانی الجزری ابن الاثیر	۶۰۶ھ
(۱۰۲)	مشکوٰۃ المصابیح	ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی	۷۲۰ھ
(۱۰۳)	منہاج السنۃ	تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ الحرانی الحنبلی الدمشقی	۷۲۸ھ
(۱۰۴)	الجوھر النقی	علاء الدین علی بن عثمان بن ابراہیم بن مصطفیٰ المار دینی ابن الترکمانی	۷۵۰
(۱۰۵)	جامع المسانید والسنن الھادی لأقوم السنن	ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی	۷۷۴ھ
(۱۰۶)	نصب الرایۃ فی تخریج أحادیث الھدایۃ	جمال الدین ابومحمد عبداللہ بن یوسف بن محمد الزیلعی	۷۶۲ھ
(۱۰۷)	البدر المنیر مختصر تلخیص الذھبی	ابن الملقن سراج الدین ابوحفص عمر بن علی بن احمد الشافعی المصری	۸۰۴ھ
(۱۰۸)	تخریج أحادیث إحیاء علوم الدین	عبدالرحیم بن الحسین بن عبدالرحمٰن الحافظ العراقی	۸۰۶ھ
		تاج الدین ابونصر عبدالوھاب ابن تقی الدین السبکی	۷۷۱ھ
		السید محمد مرتضی الزبیدی	۱۲۰۵ھ
(۱۰۹)	مجمع الزوائد ومنبع الفوائد	نورالدین محمد بن ابوبکر بن سلیمان الھیثمی	۸۰۷ھ
(۱۱۰)	موارد الظمآن إلی زوائد ابن حبان	ابوالحسن نورالدین علی بن أبی بکر بن سلیمان الھیثمی	۸۰۷ھ
(۱۱۱)	الدرایۃ فی تخریج احادیث الھدایۃ	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۱۲)	التلخیص الحبیر	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۱۳)	المقاصد الحسنۃ	محمد بن عبد الرحمٰن بن محمد شمس الدین السخاوی	۹۰۲ھ
(۱۱۴)	الجامع الصغیر رالفتح الکبیر	جلال الدین ابوالفضل عبد الرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۱۵)	تنویر الحوالک شرح موطأ الامام مالک	جلال الدین ابوالفضل عبد الرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۱۶)	جمع الفوائد من جامع الأصول ومجمع الزوائد	العلامۃ محمد بن محمد سلیمان المغربی	۱۰۹۴ھ
(۱۱۷)	آثار السنن	محمد بن علی الشہیر بظہیر احسن النیموی البہاری الحنفی	۱۳۲۲ھ
(۱۱۸)	اعلاء السنن	مولانا ظفر احمد بن محمد لطیف عثمانی تھانوی	۱۳۹۴ھ

﴿شروح وعلل حدیث﴾

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۱۹)	شرح صحیح البخاری	ابن بطال ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک	۴۴۹ھ
(۱۲۰)	النووی شرح مسلم	محی الدین ابوزکریا یحیٰ بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	۶۷۶ھ
(۱۲۱)	احکام الاحکام شرح عمدۃ الاحکام	تقی الدین ابوالفتح الشہیر بابن دقیق العید	۷۰۲ھ
(۱۲۲)	المفاتیح شرح المصابیح	الحسین بن محمد بن الحسن مظہر الدین الزیدانی الکوفی الضریر الشیرازی الحنفی	۷۲۷ھ
(۱۲۳)	الکاشف عن حقائق السنن شرح الطیبی	شرف الدین حسین بن عبد اللہ بن محمد الحسن الطیبی	۷۴۳ھ
(۱۲۴)	فتح الباری	زین الدین عبد الرحمٰن بن احمد بن رجب بن الحسن السلامی البغدادی ثم الدمشقی الحنبلی	۷۹۵ھ
(۱۲۵)	المحلی شرح الموطأ	ابوعبد اللہ محمد بن سلیمان بن خلیفہ المالکی	
(۱۲۶)	فتح الباری شرح صحیح البخاری	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۲۷)	تقریب التہذیب	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۲۸)	تہذیب التہذیب	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۲۹)	شرح المصابیح	محمد بن عز الدین عبد اللطیف بن عبد العزیز بن امین الدین بن فرشتا الرومی الکرمانی الحنفی المشہور بابن ملک	۸۵۴ھ
(۱۳۰)	عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری	بدر الدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۱۳۱)	شرح سنن أبی داؤد	بدر الدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۱۳۲)	قوت المغتذی شرح جامع الترمذی	جلال الدین ابوالفضل عبد الرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۳۳)	اللآلی المصنوعۃ فی الأحادیث الموضوعۃ	جلال الدین ابوالفضل عبد الرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۳۴)	مصباح الزجاجۃ شرح سنن ابن ماجۃ	جلال الدین ابوالفضل عبد الرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(١٣۵)	ارشادالساری شرح البخاری	احمد بن محمد بن ابوبکر بن عبدالملک القسطلانی المصری	٩٢٣ھ
(١٣٦)	مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	١٠١۴ھ
(١٣٧)	جمع الوسائل فی شرح الشمائل	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	١٠١۴ھ
(١٣٨)	فیض القدیر شرح الجامع الصغیر	زین الدین محمد عبدالرؤوف بن تاج العارفین بن علی بن زین العابدین المناوی	١٠٣١ھ
(١٣٩)	اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ المصابیح	مولانا عبدالحق محدث دہلوی (عبدالحق بن سیف الدین بن سعداللہ البخاری الدہلوی الحنفی)	١٠۵٢ھ
(١۴٠)	حاشیۃ السندی علی سنن ابن ماجۃ	ابوالحسن نورالدین السندی محمد بن عبدالھادی التتوی	١١٣٨ھ
(١۴١)	شرح مسندالشافعی	ابوالحسن نورالدین السندی محمد بن عبدالھادی التتوی	١١٣٨ھ
(١۴٢)	کشف الخفاء	اسماعیل بن محمد بن عبدالہادی بن عبدالغنی العجلونی الدمشقی الشافعی	١١٦٢ھ
(١۴٣)	سبل السلام شرح بلوغ المرام	محمد بن اسماعیل بن صلاح بن محمد الحسن امیر یمانی	١١٨٢ھ
(١۴۴)	نیل الأوطار	محمد بن علی بن محمد بن عبداللہ الشوکانی	١٢۵٠ھ
(١۴۵)	مظاہر حق	نواب قطب الدین دہلوی	١٢٨٩ھ
(١۴٦)	بذل المجہود فی حل أبی داؤد	المحدث خلیل احمد السہارنفوری	١٢٩٧ھ
(١۴٧)	التعلیق المجد علی موطا الإمام محمد	ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	١٣٠۴ھ
(١۴٨)	حاشیۃ السنن لأبی داؤد	ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	١٣٠۴ھ
(١۴٩)	حاشیہ حصن حصین	ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	١٣٠۴ھ
(١۵٠)	عون الباری لحل أدلۃ البخاری	نواب صدیق حسن خاں (محمد صدیق بن حسن بن علی بن لطف اللہ حسینی قنوجی)	١٣٠٧ھ
(١۵١)	التعلیق الحسن علی آثار السنن	محمد بن علی الشہیر بظہیر احسن النیموی البہاری الحنفی	١٣٢٢ھ
(١۵٢)	لامع الدراری علی صحیح البخاری	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی	١٣٢٣ھ
(١۵٣)	الکوکب الدری علی جامع الترمذی	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی	١٣٢٣ھ
(١۵۴)	عون المعبود فی شرح سنن أبی داؤد	ابوالطیب محمد شمس الحق بن أمیر علی بن مقصود علی الصدیقی العظیم آبادی	١٣٢٩ھ
(١۵۵)	المنھل العذب المورود شرح أبی داؤد	محمود محمد خطاب السبکی	١٣۵٢ھ
(١۵٦)	العرف الشذی شرح سنن الترمذی	علامۃ محمد انور شاہ بن معظم شاہ حسینی کشمیری	١٣۵٢ھ
(١۵٧)	فیض الباری شرح البخاری	علامۃ محمد انور شاہ بن معظم شاہ حسینی کشمیری	١٣۵٢ھ
(١۵٨)	تحفۃ الأحوذی شرح سنن الترمذی	ابوالعلی عبدالرحمٰن مبارکپوری	١٣۵٣ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۵۹)	فتح الملہم	مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی	۱۳۶۹ھ
(۱۶۰)	التعلیق الصبیح علیٰ مشکوٰۃ المصابیح	مولانا محمد ادریس کاندھلوی	۱۳۹۴ھ
(۱۶۱)	معارف السنن شرح جامع الترمذی	مولانا محمد یوسف بن سید زکریا حسینی بنوری	۱۳۹۷ھ
(۱۶۲)	أوجز المسالک إلی موطا امام مالک	مولانا محمد زکریا بن محمد یحییٰ کاندھلوی	۱۴۰۲ھ
(۱۶۳)	مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح	ابوالحسن عبیداللہ بن بن محمد عبدالسلام بن خاں محمد بن امان اللہ بن حسام الدین رحمانی مبارکپوری	۱۴۱۴ھ
(۱۶۴)	سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ	محمد ناصر الدین الالبانی	۱۴۲۰ھ
(۱۶۵)	منار القاری شرح مختصر صحیح البخاری	حمزہ بن محمد قاسم	۱۴۳۱ھ
(۱۶۶)	منہاج السنن شرح سنن الترمذی	مولانا مفتی محمد فرید زرویوی	۱۴۳۲ھ

﴿سیرت وشمائل﴾

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۶۷)	زاد المعاد فی ہدیۃ خیر الانام	ابومحمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامۃ المقدسی	۶۲۰ھ
(۱۶۸)	سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر الانام	محمد بن یوسف الصلاحی الشامی	۹۴۲ھ
(۱۶۹)	لمواھب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۷۰)	شرح المواھب اللدنیۃ	العلامہ محمد بن عبدالباقی الزرقانی المالکی	۱۱۲۲ھ

﴿کتب فقہ احناف﴾

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۷۱)	الحجۃ علی اہل المدینۃ	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۱۷۲)	کتاب الأصل	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۱۷۳)	الجامع الصغیر	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۱۷۴)	مختصر الطحاوی	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	۳۲۱ھ
(۱۷۵)	شرح مختصر الطحاوی	ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی	۳۷۰ھ
(۱۷۶)	عیون المسائل	ابواللیث نصر بن محمد بن احمد بن ابراہیم السمرقندی	۳۷۳ھ
(۱۷۷)	مختصر القدوری	محمد بن احمد بن جعفر بن حمدان القدوری	۴۲۸ھ
(۱۷۸)	النتف فی الفتاوی	ابوالحسن علی بن الحسین بن محمد السغدی الحنفی	۴۶۱ھ
(۱۷۹)	المبسوط	شمس الائمہ ابوبکر محمد بن احمد بن سہل السرخسی	۴۸۳ھ
(۱۸۰)	شرح السیر الکبیر	شمس الائمہ ابوبکر محمد بن احمد بن سہل السرخسی	۴۸۳ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۸۱)	تحفۃ الفقہاء	علاء الدین محمد بن احمد بن ابو احمد السمر قندی الحنفی	۵۳۹ھ
(۱۸۲)	خلاصۃ الفتاویٰ رمجموع الفتاویٰ	طاہر بن احمد بن عبد الرشید البخاری	۵۴۲ھ
(۱۸۳)	المحیط البرھانی فی الفقہ النعمانی	ابو المعالی محمود بن احمد بن عبد العزیز بن مازہ البخاری	۵۷۰ھ
(۱۸۴)	بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع	علامہ علاء الدین ابو بکر بن مسعود الکاسانی الحنفی	۵۸۷ھ
(۱۸۵)	فتاویٰ قاضی خان	محمود اوز جندی قاضی خان حسن بن منصور	۵۹۲ھ
(۱۸۶)	بدایۃ المبتدی وشرحہ الہدایۃ	برہان الدین ابو الحسن علی بن ابو بکر المرغینانی	۵۹۳ھ
(۱۸۷)	قنیۃ المنیۃ لتتمیم الغنیۃ	ابو الرجاء مختار بن محمود بن محمد الزاہدی الغزمینی	۶۵۸ھ
(۱۸۸)	المجتبیٰ شرح مختصر القدروی	ابو الرجاء مختار بن محمود بن محمد الزاہدی الغزمینی	۶۵۸ھ
(۱۸۹)	تحفۃ الملوک	زین الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر بن عبد القادر الحنفی الرازی	۶۶۶ھ
(۱۹۰)	مجمع البرکات	ابو البرکات بن حسام الدین بن سلطان بن ھاشم بن رکن الدین بن جمال الدین بن سماء الدین الحنفی الدہلوی	۶۶۷ھ
(۱۹۱)	الوقایۃ (وقایۃ الروایۃ)	صدر الشریعہ محمود بن عبد اللہ بن ابراہیم المحبوبی الحنفی	۶۷۳ھ
(۱۹۲)	الاختیار لتعلیل المختار	عبد اللہ بن محمود بن مودود بن محمود ابو الفضل مجد الدین الموصلی	۶۸۳ھ
(۱۹۳)	الفتاویٰ الغیاثیۃ	شیخ داؤد بن یوسف الخطیب الحنفی	۶۸۶ھ کے بعد
(۱۹۴)	مجمع البحرین وملتقی النیرین	مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب المعروف بابن الساعاتی البعلبکی	۶۹۴ھ
(۱۹۵)	منیۃ المصلی وغنیۃ المبتدی	سدید الدین محمد بن محمد بن الرشید بن علی الکاشغری	۷۰۵ھ
(۱۹۶)	کنز الدقائق	حافظ الدین ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود النسفی	۷۱۰،۷۰۱ھ
(۱۹۷)	تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق	فخر الدین عثمان بن علی بن محجن الزیلعی	۷۴۳ھ
(۱۹۸)	شرح مختصر الوقایۃ (شرح وقایۃ الروایۃ)	صدر الشریعہ الصغیر، عبید اللہ بن مسعود بن محمود بن احمد المحبوبی الحنفی	۷۴۷ھ
(۱۹۹)	النقایۃ مختصر الوقایۃ	صدر الشریعہ الصغیر، عبید اللہ بن مسعود بن محمود بن احمد المحبوبی الحنفی	۷۴۷ھ
(۲۰۰)	الکفایۃ شرح الہدایۃ (متداولہ)	جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی الکرمانی	۷۶۷ھ
(۲۰۱)	النھایۃ شرح الہدایۃ	حسام الدین حسن بن علی بن حجاج السغناقی	۷۷۱ھ
(۲۰۲)	جامع المضمرات شرح مختصر القدوری	یوسف بن عمر بن یوسف الصوفی الکادوری نبیرہ شیخ عمر بزار	۸۳۲ھ
(۲۰۳)	شرح العنایۃ علی الہدایۃ	اکمل الدین محمد بن محمد بن محمود البابرتی	۷۸۶ھ
(۲۰۴)	الفتاویٰ التاتارخانیۃ	علامہ عالم بن العلاء الأنصاری الدہلوی	۷۸۶ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۰۵)	السراج الوھاج فی شرح مختصر القدوری	ابوبکر بن علی بن محمد الحدادی العبادی	۸۰۰ھ
(۲۰۶)	الجوہرۃ النیرۃ فی شرح مختصر القدوری	ابوبکر بن علی بن محمد الحدادی العبادی	۸۰۰ھ
(۲۰۷)	شرح مجمع البحرین علی ہامش المجمع	ابن الملک، عبداللطیف بن عبدالعزیز	۸۰۱ھ
(۲۰۸)	الفتاویٰ البزازیۃ	محمد بن محمد بن شھاب بن یوسف الکردری الخوارزمی المعروف بابن بزازی	۸۲۷ھ
(۲۰۹)	معین الحکام	ابوالحسن علاء الدین علی بن خلیل الطرابلسی الحنفی	۸۴۴ھ
(۲۱۰)	البنایۃ شرح الہدایۃ	بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۲۱۱)	منحۃ السلوک فی شرح تحفۃ الملوک	بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۲۱۲)	فتح القدیر علی الہدایۃ	ابن ہمام کمال الدین محمد بن عبدالواحد بن عبدالحمید الحنفی	۸۶۱ھ
(۲۱۳)	کتاب التصحیح والترجیح علی مختصر القدوری	ابوالعدل زین الدین قاسم بن قطلو بغا الحنفی	۸۷۹ھ
(۲۱۴)	دررالحکام شرح غررالأحکام	ملاخسرو، محمد بن فرامرز بن علی	۸۸۵ھ
(۲۱۵)	شرح النقایۃ	ابوالمکارم عبدالعلی بن محمد بن حسین البرجندی	۹۳۲ھ
(۲۱۶)	حاشیۃ علی العنایۃ شرح الہدایۃ	سعداللہ بن عیسیٰ بن امیر خان الرومی الحنفی الشھیر بسعدی چلپی وبسعدی آفندی	۹۴۵ھ
(۲۱۷)	ملتقی الأبحر	ابراہیم بن محمد بن ابراہیم چلپی حنفی المعروف بالحلبی الکبیر	۹۵۶ھ
(۲۱۸)	الصغیری را الکبیری شرح منیۃ المصلی	ابراہیم بن محمد بن ابراہیم چلپی حنفی المعروف بالحلبی الکبیر	۹۵۶ھ
(۲۱۹)	جامع الرموز شرح مختصر الوقایۃ المسمیٰ بالنقایۃ	شمس الدین محمد الخراسانی القہستانی	۹۶۲ھ
(۲۲۰)	البحر الرائق فی شرح کنز الدقائق	ابن نجیم زین العابدین بن ابراہیم المصری الحنفی	۹۷۰ھ
(۲۲۱)	الفتاویٰ الحامدیۃ	حامد بن محمد آفندی القونوی العمادی المفتی بالروم	۹۸۵ھ
(۲۲۲)	تنویر الأبصار وجامع البحار	شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد بن تمرتاش الغزی الحنفی الخطیب التمرتاشی	۱۰۰۴ھ
(۲۲۳)	النھر الفائق شرح کنز الدقائق	علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم بن نجیم المصری الحنفی	۱۰۰۵ھ
(۲۲۴)	شرح النقایۃ فی مسائل الہدایۃ	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۲۲۵)	رمز الحقائق شرح کنز الدقائق	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۲۲۶)	حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق	شہاب الدین احمد بن محمد بن احمد بن یونس بن اسماعیل بن یونس الشلبی	۱۰۲۱ھ
(۲۲۷)	سکب الأنہر علی فرائض مجمع الانہر	علاء الدین علی بن محمد الطرابلسی بن ناصرالدین الحنفی	۱۰۳۲ھ
(۲۲۸)	نورالایضاح ونجاۃ الارواح	ابوالاخلاص حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹ھ
(۲۲۹)	امداد الفتاح شرح نورالایضاح	ابوالاخلاص حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹ھ

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف،مؤلف	سن وفات
(۲۳۰)	مراقی الفلاح شرح نورالایضاح	ابوالاخلاص حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹ھ
(۲۳۱)	مجمع الأنہر فی شرح ملتقی الأبحر	عبدالرحمٰن بن شیخ محمد بن سلیمان الکلیبولی المدعو بشیخی زادہ،المعروف بداماد آفندی	۱۰۷۸ھ
(۲۳۲)	الفتاویٰ الخیریۃ لنفع البریۃ	خیرالدین بن احمد بن نورالدین علی ایوبی علیمی فاروقی الرملی	۱۰۸۱ھ
(۲۳۳)	الدرالمختار شرح تنویرالأبصار	محمد بن علی بن محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد بن حسن الحصنی المعروف بالعلاء الحصکفی	۱۰۸۸ھ
(۲۳۴)	الفتاویٰ الھندیۃ (عالمگیریہ)	شیخ نظام الدین برہان پوری گجراتی (وجماعۃ من اعلام فقہاء الھند)	۱۱۶۱ھ
(۲۳۵)	حاشیۃ الطحطاوی علیٰ مراقی الفلاح	علامہ السید احمد بن محمد الطحطاوی	۱۲۲۱ھ
(۲۳۶)	حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار	علامہ السید احمد بن محمد الطحطاوی	۱۲۲۱ھ
(۲۳۷)	اسعاف المولی القدیر شرح زادالفقیر	احمد بن ابراہیم تونسی دقد ویسی مصری	۱۱۲۲ھ کے بعد
(۲۳۸)	مالابدمنہ (فارسی)	قاضی ثناء اللہ الاموی العثمانی الہندی پانی پتی	۱۲۲۵ھ
(۲۳۹)	ردالمحتار حاشیۃ الدرالمختار	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۴۰)	العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۴۱)	مجموعہ رسائل ابن عابدین	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۴۲)	منحۃ الخالق حاشیۃ البحرالرائق	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۴۳)	مأۃ مسائل	ابوسلیمان اسحاق بن محمد افضل بن احمد بن محمد بن اسماعیل بن منصور بن احمد بن محمد بن قوام الدین العمری الدھلوی (مولانا محمد اسحاق دہلوی)	۱۲۶۲ھ
(۲۴۴)	رسالہ الاربعین	ابوسلیمان اسحاق بن محمد افضل بن احمد بن محمد بن اسماعیل بن منصور بن احمد بن محمد بن قوام الدین العمری الدھلوی (مولانا محمد اسحاق دہلوی)	۱۲۶۲ھ
(۲۴۵)	غایۃ الاوطار	مترجم اول: مولانا خرم علی ملھوری	۱۲۷۱ھ
	ترجمہ اردو الدرالمختار	مترجم دوم: مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی	--
(۲۴۶)	التحریر المختار حاشیۃ ردالمحتار	عبدالقادر الرافعی الفاروقی	۱۲۸۳ھ
(۲۴۷)	مفتاح الجنۃ	کرامت علی بن ابوابراہیم شیخ امام بخش بن شیخ جاراللہ جونپوری	۱۲۹۰ھ
(۲۴۸)	اللباب فی شرح الکتاب (القدوری)	عبدالغنی بن طالب بن حمادۃ بن ابراہیم الغنیمی الدمشقی المیدانی الحنفی	۱۲۹۸ھ
(۲۴۹)	النافع الکبیر شرح الجامع الصغیر	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۰)	السعایۃ فی کشف مافی شرح الوقایۃ	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۱)	عمدۃ الرعایۃ فی حل شرح الوقایۃ	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۵۲)	حاشیہ علی الہدایہ	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۳)	نفع المفتی والسائل بجمع متفرقات المسائل	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۴)	مجموعۃ الفتاویٰ	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۵)	مجموعۃ رسائل اللکنوی	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۶)	تحفۃ النبلاء فی جماعۃ النساء	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۷)	تحفۃ الاخیار	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۸)	علم الفقہ	عبدالشکور بن ناظر علی فاروقی لکھنوی	--
(۲۵۹)	القطوف الدانیۃ فی تحقیق الجماعۃ الثانیۃ	مولانا رشید احمد بن مولانا ہدایت احمد انصاری گنگوہی	۱۳۲۲ھ
(۲۶۰)	رسالہ تراویح	مولانا رشید احمد بن مولانا ہدایت احمد انصاری گنگوہی	۱۳۲۲ھ
(۲۶۱)	رسائل الارکان	عبدالعلی محمد بن نظام الدین محمد انصاری لکھنوی	۱۳۳۵ھ
(۲۶۲)	مجلۃ الاحکام العدلیۃ	لجنۃ مکونۃ من عدۃ علماء وفقہاء فی الخلافۃ العثمانیۃ	--
(۲۶۳)	الآثار الحمیدیۃ شرح مجلۃ الاحکام العدلیۃ	عبداللطیف بن حسین الغزی	۱۳۴۰ھ
(۲۶۴)	بہشتی گوہر، بہشتی زیور	مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	۱۳۶۲ھ
(۲۶۵)	کشف الدجیٰ عن وجہ الربوا	مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	۱۳۶۲ھ
(۲۶۶)	تصحیح الاغلاط	مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	۱۳۶۲ھ
(۲۶۷)	رکعات تراویح	مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی	۱۴۱۳ھ
(۲۶۸)	نماز مسنون کلاں	مولانا عبدالحمید سواتی	۱۴۲۹ھ
(۲۶۹)	کتاب المسائل	مفتی سید سلمان منصوپوری	مدظلہ

﴿دیگر مسالک کی کتب فقہ﴾

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۷۰)	المدونہ	امام دارالہجرہ، مالک بن انس بن مالک بن عامر الاصبحی المدنی	۱۷۹ھ
(۲۷۱)	کتاب الام	امام شافعی ابوعبداللہ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن عبدالمطلب بن عبدمناف الشافعی القرشی المکی	۲۰۴ھ
(۲۷۲)	المحلی بالآثار	ابومحمد علی بن احمد بن سعید بن حزم الاندلسی القرطبی الظاہری	۴۵۶ھ
(۲۷۳)	نہایۃ المطلب فی درایۃ المذہب	امام الحرمین ابوالمعالی عبدالملک بن عبداللہ بن یوسف بن محمد الجوینی	۴۷۸ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۷۴)	بحرالمذہب	ابوالمحاسن عبدالواحد بن اسماعیل الرویانی	۵۰۲ھ
(۲۷۵)	المغنی	ابومحمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامۃ المقدسی	۶۲۰ھ
(۲۷۶)	المجموع شرح المہذب	محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	۶۷۶ھ
(۲۷۷)	فتاویٰ النووی	محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	۶۷۶ھ
(۲۷۸)	المقنع ؍الشرح الکبیر علی المقنع	شمس الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن بن محمد بن احمد بن قدامۃ المقدسی	۶۸۲ھ
(۲۷۹)	الفتاویٰ الکبریٰ	تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ الحرانی الحنبلی الدمشقی	۷۲۸ھ
(۲۸۰)	المدخل	ابوعبداللہ محمد بن محمد بن محمد العبدری الفاسی المالکی الشہیر بابن الحاج	۷۳۷ھ
(۲۸۱)	شرح العباب	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۲۸۲)	الفتاویٰ الکبریٰ	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۲۸۳)	کشف الغمۃ عن جمیع الامۃ	عبدالوہاب بن احمد بن علی بن احمد بن علی بن زوفا بن ابوالشیخ موسی الشعرانی الحنفی	۹۷۳ھ
(۲۸۴)	المبدع شرح المقنع	ابواسحاق، برہان الدین، ابراہیم بن محمد عبداللہ بن محمد بن مفلح	۸۸۲ھ
(۲۸۵)	الحاوی للفتاویٰ	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۲۸۶)	المیزان الکبریٰ	ابوالمواہب عبدالوہاب بن احمد بن علی بن احمد بن علی بن زوفا بن ابی الشیخ الشعرانی	۹۷۳ھ
(۲۸۷)	فتح المعین بشرح قرۃ العین	زین الدین احمد بن عبدالعزیز بن زین الدین بن علی بن احمد الملیباری الہندی	۹۸۷ھ
(۲۸۸)	ہدایۃ السائل ؍الانتقاد الرجیح ؍بدور الاہلہ	نواب صدیق حسن خاں (محمد صدیق بن حسن بن علی بن لطف اللہ حسینی قنوجی)	۱۳۰۷ھ

فقہ مقارن

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۸۹)	بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۲۹۰)	الفقہ الاسلامی وادلتہ	ڈاکٹر وہبہ بن مصطفیٰ زحیلی	۲۰۱۵ء
(۲۹۱)	الموسوعۃ الفقہیۃ	مرتبہ وزارت اوقاف کویت	--

اصول فقہ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۹۲)	اصول البزدوی	فخر الاسلام علی بن محمد البزدوی	۴۲۲ھ
(۲۹۳)	اصول السرخسی	محمد بن احمد بن ابوسہل شمس الائمہ السرخسی	۴۸۳ھ
(۲۹۴)	آداب المفتی	محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	۶۷۶ھ
(۲۹۵)	المنار	حافظ الدین النسفی	۷۱۰ھ

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۹۶)	الکافی شرح البزدوی	الحسین بن علی بن حجاج بن علی حسام الدین السغناقی	۷۱۱ھ
(۲۹۷)	کشف الاسرار شرح اصول البزدوی	عبدالعزیز بن احمد بن محمد علاء الدین البخاری الحنفی	۷۳۰ھ
(۲۹۸)	الأشباہ والنظائر	زین الدین بن ابراہیم بن محمد، ابن نجیم المصری	۹۷۰ھ
(۲۹۹)	غمز عیون البصائر فی شرح الاشباہ والنظائر	احمد بن محمد المکی ابوالعباس شہاب الدین الحسینی الحموی الحنفی	۱۰۹۸ھ
(۳۰۰)	نور الانوار فی شرح المنار	ملاجیون حنفی، احمد بن ابوسعید	۱۱۳۰ھ
(۳۰۱)	شرح عقود رسم المفتی	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۳۰۲)	تنویر المنار (فارسی)	عبدالعلی محمد بن نظام الدین محمد انصاری لکھنوی	۱۳۳۵ھ
(۳۰۳)	عمدۃ الفقہ	سید زوار حسین شاہ	۱۴۰۰ھ
(۳۰۴)	فقہ السنۃ	مولانا محمد عاصم صاحب	--

﴿تزکیہ واحسان﴾

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۳۰۵)	ادب الدنیا والدین	ابوالحسن علی بن محمد بن محمد بن حبیب البصری البغدادی الماوردی	۴۵۰ھ
(۳۰۶)	احیاء علوم الدین	ابوحامد محمد بن محمد الغزالی الطّوسی	۵۰۵ھ
(۳۰۷)	غنیۃ لطالبین	قطب ربانی محبوب سبحانی عبدالقادر بن أبی صالح الجیلی	۵۶۱ھ
(۳۰۸)	الفتح الربانی	قطب ربانی محبوب سبحانی عبدالقادر بن أبی صالح الجیلی	۵۶۱ھ
(۳۰۹)	الترغیب والترہیب	ابومحمد زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری الشامی الشافعی	۶۵۶ھ
(۳۱۰)	الأذکار للنووی	محی الدین ابوزکریا یحیٰ بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	۶۷۶ھ
(۳۱۱)	الکبائر	شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان بن قائماز ذہبی	۷۴۸ھ
(۳۱۲)	الزواجر عن اِقتراف الکبائر	شہاب الدین شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیثمی السعدی الانصاری	۹۷۴ھ
(۳۱۳)	دلیل الواعظ إلی أدلۃ المواعظ	شحاتۃ محمد صقر	--

﴿لغات، معاجم، ادب وتاریخ، طبقات وتراجم﴾

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۳۱۴)	الطبقات الکبریٰ لابن سعد	ابوعبداللہ محمد بن سعد بن منیع الھاشمی البصری البغدادی	۲۳۰ھ
(۳۱۵)	المتفق والمفترق	ابوبکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی	۴۶۳ھ
(۳۱۶)	النہایۃ فی غریب الحدیث والأثر	مجد الدین ابوالسعادات المبارک بن محمد بن محمد بن محمد بن عبدالکریم الشیبانی الجزری	۶۰۶
(۳۱۷)	مجمع البحار فی لغۃ الاحادیث والآثار	علامہ محمد طاہر بن علی صدیقی پٹنی	۹۸۶ھ

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف،مؤلف	سن وفات
(۳۱۸)	التعریفات الفقهية	محمد عمیم الاحسان المجد دی البرکتی	۱۳۹۵ھ
(۳۱۹)	قاموس الفقہ	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	مدظلہ
(۳۲۰)	معجم لغة الفقہاء	محمد رواس قلعہ جی رحامد صادق قنیبی	مدظلہ
(۳۲۱)	فیروز اللغات	الحاج مولوی فیروز الدینؒ	--

﴿متفرقات﴾

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف،مؤلف	سن وفات
(۳۲۲)	ماثبت من السنة	عبدالحق مسکین بن سیف الدین بن سعد اللہ دہلوی	۱۰۵۲ھ
(۳۲۳)	حجۃ اللہ البالغۃ	شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم ابوعبدالعزیز وابوعبداللہ	۱۱۷۶ھ
(۳۲۴)	ازالۃ الخفاء	شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم ابوعبدالعزیز وابوعبداللہ	۱۱۷۶ھ
(۳۲۵)	عجالۂ نافعہ	شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	۱۲۳۹ھ
(۳۲۶)	فیوض قاسمی	حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی	۱۲۹۷ھ
(۳۲۷)	رسالہ ردع الإخوان عن محدثات آخر جمعۃ رمضان	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۳۲۸)	رسالہ اوثقی العریٰ	مولانا رشید احمد گنگوہی	۱۳۲۳ھ
(۳۲۹)	رسالہ احسن القریٰ	شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب	۱۳۳۹ھ
(۳۳۰)	ایضاح الادلۃ	شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب	۱۳۳۹ھ
(۳۳۱)	دین کی باتیں	حضرت مولانا اشرف علی تھانوی	۱۳۶۲ھ
(۳۳۲)	رسالہ دلیل الخیرات فی ترک المنکرات	مفتی کفایت اللہ دہلوی	۱۳۷۲ھ
(۳۳۳)	اوزان شرعیہ	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی	۱۳۹۶ھ
(۳۳۴)	آئینۂ نماز	مولانا عاشق الٰہی صاحب بلندشہری	۱۹۹۹ء
(۳۳۵)	آسان فقہ	محمد یوسف صاحب اصلاحی	--
(۳۳۶)	مسائل سجدۂ سہو	مولانا حبیب الرحمٰن خیرآبادی	مدظلہ
(۳۳۷)	رسالہ رکن دین اردو	مولوی رکن الدین الوری	--
(۳۳۸)	موت سے قبر تک	مولانا احسان الحق قاسمی	--

نوٹ: ''فتاویٰ علماء ہند، جلد-۱۶'' کے متن وحاشیہ میں ان کتابوں سے استفادہ ہوا ہے اور متعلقہ جگہ طباعت کی تفصیلات درج ہیں۔ (انیس الرحمٰن قاسمی/محمد اسامہ ندوی)